

سنن ابی داؤد
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث و تخریج

الجزء
السادس

السنن المختصون على

سنن أبي داود

کتاب الجہاد
(باب فی الأسیر بکفرہ علی الکفر)
تا آخر کتاب الجہانز

افادات درسیہ مع اضافات و نظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر المدرسين مظاہر علوم کھانپور

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شاہجہاد فی اللہ علیہ

ناشر

مکتبہ الشیخ

۳۳۵/۳، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث و تخریج

الجزء
السادس

السنن المنصوب

على

سنن أبي داود

کتاب الجہاد (باب فی الأسیر یکرہ علی الکفر) تا آخر کتاب الجنائز

افادات درسیہ مع اضافات و نظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ

صدر الدرسین مظاہر علم سہانوی

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رہا جوہر فی الشیخ علیہ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

جدید ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق مکتبہ الشیخ کراچی محفوظ ہیں

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح، اصلاح اور اضافات کے ساتھ،
احکامات کے مکمل متن، ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ مفسر ایڈیشن

الدر المنصور علی سنن أبي داود «الجزء السادس»

حضرت مولانا محمد عاتل صاحب مدظلہ

صدر السدرین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مولانا محمد زکریا مدظلہ (اسلامیہ اعلیٰ اسلامی کراچی)

انراکین الخلیفہ اکیڈمی

معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن،

کراچی۔ 0321-235 7 200

مکتبہ الشیخ ۳/۴، پیسہ اور آباد کراچی ۵

ربیع الاول ۱۴۳۸ھ دسمبر ۲۰۱۶ء

نام کتاب :

آفتادہ درسیہ :

ترجمہ :

تصحیح و ترتیب جدید :

ناشر :

اشاعت طبع جدید :

مکتبہ زکریا

مکتبہ خلیلیہ

اسٹاکسٹ

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
دکان نمبر 2، قائم سینٹر، نزد دو براج ہسپتال، اردو بازار، کراچی
0312-5740900, 0321-2098691
021-32621095, 0312-2438530

نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی

مکتبہ انعامیہ، اردو بازار، کراچی

مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی

زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی

المیزان، لاہور

مکتبہ امدادیہ، ملتان

مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی

ادارہ اسلامیات، لاہور

دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی

کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی

مکتبہ ندوہ، اردو بازار، کراچی

مکتبہ رحمانیہ، لاہور

مکتبہ حرمین، لاہور

ادارہ تالیفات، ملتان

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

مکتبہ عالیہ، پشاور

قدیمی کتب خانہ، کراچی

کتب خانہ اشرفیہ، اردو بازار، کراچی

اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ العلوم، بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ قاسمیہ، لاہور

مکتبہ حقانیہ، ملتان

مکتبہ العارفی، فیصل آباد

سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک

﴿ ہر دینی کتب خانہ پر دستیاب ہے ﴾

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
35	حدیث الباب میں سریہ الرجیع کا واقعہ	3	فہرست مضامین
36	حدیث الباب کی شرح اور قتل خبیث کی تفصیل	19	باب فی الأسیر یکرہ علی الکفر
37	حضرت خبیث کا قصیدہ مع اردو ترجمہ	19	ترجمہ الباب پر کلام من حیث الفقہ
39	باب فی الکمناء	21	وَاللّٰهُ لَیَّتَمِّنُّ اللّٰهُ هَٰذَا الْأَمْرَ... وَلَکِنَّکُمْ تَعْجَلُونَ
40	باب فی الصفوف	21	باب فی حکم الجاسوس إذا کان مسلماً
41	باب فی سل السیوف عند اللقاء	22	انْطَلِقُوا حَتّٰی تَأْتُوا رَوْضَةَ خِاخٍ اِلٰی
42	باب فی المبارزۃ	23	حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ
42	ترجمہ الباب کی شرح و مذاہب ائمہ	25	وَمَا یُذِیْرُکَ لَقَدْ اَطْلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ؟ الحدیث
43	قُمْ یَا حَمْرَةَ، قُمْ یَا عَلِیُّ، قُمْ یَا عَبْدَةَ بَنِی الْحَارِثِ	26	باب فی الجاسوس الذمی
44	باب فی النہی عن الغلۃ	26	جاسوس مسلم و ذمی و مستأمن کے احکام
45	باب فی قتل النساء	27	حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت
47	قُلْ لِلْغَالِیْلِ لَا یَقْتُلْنَ امْرَاةً وَلَا عَسِیْفًا	27	باب فی الجاسوس المستأمن
47	اَتْتَلُوا شِیْخَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاسْتَبَقُوا شَرَّحَہُمْ	29	حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت
47	شیوخ مشرکین کے قتل کے بارے میں ائمہ	30	باب فی آی وقت یستحب اللقاء
47	کا اختلاف	31	باب فی ما یؤمر بہ من الصمت عند اللقاء
50	باب فی کراہیۃ حرق العدو بالنار	31	باب فی الرجل یترجل عند اللقاء
50	مسئلہ الباب پر کلام	32	باب فی الخیلاء فی الحرب
52	باب فی الرجل یکری دابۃ علی النصف أو السهم	34	باب فی الرجل یستأسر
53	نادی رسول اللہ ﷺ فی غزوۃ تبوک اِلٰی	34	ترجمہ الباب کی شرح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
70	قتل صبر کی تشریح	54	ایک اشکال اور اس کا جواب
71	مَنْ لِلصَّبِيَّةِ؟ قَالَ: النَّاسُ	55	ایک اور سوال و جواب
71	باب فی قتل الأسیر بالنبل	55	باب فی الأسیر یوثق
72	ان دونوں بابوں میں باہمی فرق	57	فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنْظَلَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أَنَاثٍ
72	باب فی المن علی الأسیر بغیر فداء	58	حدیث کی شرح
	لَوْ كَانَ مُطْعَمٌ بَنٍ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ	60	قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلٍ بَنَ هِشَامٍ
73	الثَّقَلَيْنِ الْأَطْلَقَتُهُمَا لَهُ الْحَدِيثُ	60	قاتلین ابو جہل کی تعیین
74	باب فی فداء الأسیر بالمال	61	باب فی الأسیر ینال منه ویضرب ویقرر
	لَمَّا كَانَ يَوْمٌ بَدِي فَأَخَذَ - يُعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ	62	هَذَا مَصْرُوعٌ فَلَانٍ عَدَا، وَهَذَا مَصْرُوعٌ فَلَانٍ عَدَا
75	عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْفِدَاءُ أَنْزَلَ اللَّهُ عَذْرًا وَجَلَّ الْح	63	باب فی الأسیر بکرة علی الإسلام
75	اس قصہ سے متعلق مشہور اشکال اور اس کا جواب	63	کافر قیدیوں کے ساتھ کیا کیا معاملہ کئے جاسکتے ہیں؟
77	بَعَثَتْ رَيْثَبَ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ	64	آیہ کریمہ لا اکرہ فی الدین کا شان نزول
79	جعرانہ میں وفد ہوا زن کی آمد	64	کیا جہاد مع الکفار میں اگر کوئی الدین نہیں ہے؟
	لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْقِيَمِ شَيْءٌ وَلَا هَذَا مَالٌ غَنِيْمَتٍ	65	باب قتل الأسیر ولا یعرض علیہ الإسلام
81	میں آپ کے حصص کا بیان		أَمَّنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا
	باب فی الإمام یقیم عند الظہور علی العدو	66	أَرْبَعَةَ نَقَرٍ وَأَمْرَ اثْنَيْنِ کی شرح
81	بعرستہم	67	اشکال اور اس کا جواب
83	باب فی التفریق بین السبی	68	وَحَلَّ مَكَّةَ غَاةَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمَغْفَرُ
83	اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ	68	ابن خطل کے قتل کا بیان
84	وقعة الحرة کا ذکر	69	قصاص فی الحرم اور دخول حرم بغیر احرام کی بحث
85	باب الرخصة فی الدار کین یفرق بینہم	69	باب فی قتل الأسیر صبرا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
106	باب فی السلب یعطى القاتل		باب فی المال یصیبه العدو من المسلمین، ثم یدرکہ صاحبہ فی الغنیمۃ
106	حدیث غزوہ حنین	86	
110	باب فی الإمام یمنع القاتل السلب الخ	86	مسئلہ استیلاء الکافر علی مال المسلم کی بحث و اختلاف علماء
113	هَلْ أَنتُمْ تَأْتُونَ لِي أَمْ تَأْتُونَ لِي؟ الحديث		باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین
114	باب فی السلب لا یخمس	89	فیسلمون
114	باب من أجاز علی جریح متحن ینفل من سلبہ	89	خَرَجَ عَيْدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْحَنْدِ بَيْتَهُ
116	باب فیمن جاء بعد الغنیمۃ لاسهم له	90	اس حدیث میں دو امر قابل تحقیق
121	باب فی المرأة والعبد یحذیان من الغنیمۃ	91	باب فی إباحة الطعام فی أرض العدو
125	باب فی المشرک یسهم له	92	باب فی النهی عن النهی إذا کان فی الطعام قلة الخ
125	استعانة بالمشرک میں مذاہب ائمہ	94	باب فی حمل الطعام من أرض العدو
126	باب فی سهمان الخیل	94	ترجمۃ الباب کی تشریح
127	باب فیمن أسهم له سهمًا	95	باب فی بیع الطعام إذا فضل عن الناس الخ
129	غنائم خیر کی تقسیم کے بارے میں دو مختلف روایتیں	96	حدیث الباب کی ترجمۃ الباب سے مطابقت
130	باب فی النفل	97	باب فی الرجل ینتفع من الغنیمۃ بالشیء
134	باب فی نفل السریۃ تخرج من العسکر	97	مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ بالتحقیق
135	سریۃ البوقادہ	98	باب فی الرخصة فی السلاح یقاتل بہ فی المعركة
138	اصحاب بدر کی تعداد	99	أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ
139	باب فیمن قال الخمس قبل النفل	100	باب فی تعظیم الغلول
139	محل تفیل میں مذاہب ائمہ	101	باب فی الغلول إذا کان یسیرا یترکہ الإمام الخ
141	مکمل شامی کا علمی شغف	103	باب فی عقوبة الغال
142	باب فی السریۃ تردد علی أهل العسکر	105	باب النهی عن الستر علی من غل

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
180	باب فی الطروق	144	لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا دُرُّ عَهْدٍ إلخ
182	باب فی التلقي	146	قصہ غزوۃ الغابۃ
	باب فیما یتحب من إنفاذ الزاد فی الغزو	147	باب فی النقل من الذهب والفضۃ ومن أول مغنم
183	إذا قفل	150	باب فی الإمام یتأثر بشیء من الفیء لنفسه
184	باب فی الصلاة عند القدوم من السفر	151	باب فی الوفاء بالعہد
185	باب فی کراء المقاسم	152	باب فی الإمام یتجن بہ فی العہود
186	باب فی التجارة فی الغزو	154	باب فی الإمام یكون بینہ، و بین العدو إلخ
187	باب فی حمل السلاح إلى أرض العدو	155	باب فی الوفاء للمعاہد و حرمة ذمته
188	باب فی الإحاطة بأرض الشریک	156	باب فی الوصل
189	حسن اختتام	158	باب فی أمان المرأة
189	آخر کتاب الجہاد	159	باب فی صلح العدو
190	کتاب الضحایا	162	شرح حدیث صلح الحدیبیہ
190	مباحثہ مفیدہ	168	باب فی العدو یؤتی علی غرة و یتشبه بہم
194	باب ما جاء فی إیحاب الأضاحی	170	قتل کعب بن الاشرف
194	وجوب الضحیہ کی دلیل	172	الإیمان قَدَّ القَتْلُ الحدیث
195	باب الأضحیۃ عن المیت	172	باب فی التکبیر علی کل شرف فی المسیر
196	مسئلۃ الباب میں اختلاف ائمہ	173	باب فی الإذن فی القفول بعد النہی
196	باب الرجل یأخذ من شعرة فی العشر إلخ	175	باب فی بعثۃ البشراء
197	مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ	176	باب فی إعطاء البشیر
198	باب ما یتحب من الضحایا	177	باب فی سجود الشکر
198	اللہم تقبل من محمد و آل محمد، و من أمۃ محمد	179	بشارت عظمیٰ پوری امت کی مغفرت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
220	باب ما جاء في أكل معاقررة الأعراب		قربانی کے جانور میں شرکت اور اس میں مذاہبِ ائمہ کی تحقیق
220	فَهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ مُعَاذَةَ الْأَعْرَابِ	199	
221	باب في الذبيحة بالمرودة		تَحَرَّ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَصَحَّى بِالْمَدِينَةِ
222	إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى الْحَدِيثِ	200	بِكَتَابَيْنِ أَقْرَبَيْنِ أَمْلَحَيْنِ
223	أَلَمْ نَزَلْ كَيْسًا هُوَ نَاجِيٌّ؟ أَسْمَى مَذَاهِبِ ائِمَّة	202	المحميين موجوبين
224	وَتَقَدَّمَ بِهِ سُرْعَانٌ مِنَ النَّاسِ فَتَجَلَّوْا إِلَيْهِ	203	باب ما يجوز من السنن في الضحايا
224	وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعْدَ عَشْرِ شِيَاهِ	204	إِنَّ الْجَدَّ عُدُوِّي وَمَا تُؤْتِي مِنْهُ الشَّيْءُ
224	إِنَّ هَذِهِ الْبَهَائِمُ أَوَابِدُ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ	205	إِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ
226	باب ما جاء في ذبيحة المتردية	206	قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟
226	أَمَا تَكُونُ الذِّكَاةُ إِلَّا مِنَ اللَّبَنَةِ، أَوِ الْحَلْقِي؟	207	باب ما يكره من الضحايا
227	قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي التَّرَدُّوتِ	210	وَلَا تُصَحِّي بِعَوْرَتِهِ، وَلَا مُقَابَلَةٍ، وَلَا مُدَابَرَةٍ
227	وَالْمَتَوَحِّشِ وَأُورِ اس پر حضرت کا اشکال اور جواب	211	فَهِ أَنْ يُصَحِّي بِعَضْبَاءِ الْأُذُنِ وَالْقَرْنِ
227	باب في المبالغة في الذبح	212	باب في البقر والجوز عن كم تجزئ؟
227	حقيقة الذبح	213	باب في الشاة يضحي بها عن جماعة
228	فَهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ شَرِيكَةِ الشَّيْطَانِ	214	باب الإمام يذبح بالمصلي
228	باب ما جاء في ذكاة الجنين	215	باب في حبس لحوم الأصاحي
229	مسئلة الباب میں اختلاف ائمہ	216	مسئلة الباب میں مذاہبِ ائمہ
	باب ما جاء في أكل اللحم لا يدرى أذكر اسم	217	باب في المسافر يضحي
230	الله عليه أم لا؟	217	باب في النهي أن تصير البهائم، والرفق بالذبيحة
231	شرح السند	218	فَهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ تُصَيَّرَ الْبَهَائِمُ
231	باب في العتيرة	219	باب في ذبائح أهل الكتاب

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
249	وَكَانَ لَنَا جَاءٌ وَتَجِيلًا وَتَهْيِطًا بِالتَّهْرِينِ	231	فرع وعتیرہ کی بحث میں مذاہب ائمہ
249	وَلَمْ تَجِدْ فِي مَاءٍ وَلَا فِيهِ أَكْثَرُ غَيْرِ سَهْمِكَ	232	فرع کی تفسیر میں اقوال
	شکار تیر لگنے کے بعد اگر غائب ہو جائے تو اس	234	باب فی العقیقۃ
250	کا کیا حکم ہے؟ مع اختلاف ائمہ بالتفصیل	234	عقیقہ سے متعلق بعض ضروری مباحث
	مالہ یصل أو تجد فيه أثرا غير سهمك اور لحم	236	عَنِ الْعَلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ
256	منتن کا حکم	238	كُلُّ عِلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ الْحَدِيث
	أَقْتَبِي فِي آيَةِ الْمُجُوسِ إلخ ادنیٰ مشرکین کا	238	شرح الحدیث
256	استعمال کب جائز ہے؟	239	عقیقہ میں یوم السالغ کی قید
257	باب فی صید قطع منه قطعة	240	وَلَدَتْنِي، كَانَ فَتَادَةً إِذَا شِئِلَ عَنِ الدَّامِ إلخ
258	باب فی اتباع الصيد	242	لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْعُقُوقَ
260	کتاب الوصایا	244	کتاب الصيد
260	باب ما جاء في ما يؤمر به من الوصية	244	باب فی اتخاذ الكلب للصيد وغيره
261	مَا حَقَّ امْرِئِي مُسْلِمٌ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ إلخ	244	انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلُّ يَوْمٍ قِيَرًا ط
261	حکم الوصیۃ	245	لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ الْحَدِيث
261	مَا تَرَكْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبَنَاتُهُ وَلَا دَرَاهِمًا	246	باب فی الصيد
262	باب ما جاء في ما لا يجوز للموصي في ماله؟	246	زکاة کی دو قسمیں اختیاری و اضطراری
263	مَرَضٌ مَرَضًا أَشْفِي مِنْهُ إلخ شرح الحدیث	247	تسمیہ عند الذبح و عند الارسال میں اختلاف ائمہ
	يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخْلَفُ عَنِّي هَجْرَتِي؟ قَالَ: إِنْ لَكَ	248	فَكُلُّ رِيَا أَمْسَكُنْ عَلَيْكَ
264	إِنْ تَخْلَفُ بَعْدِي إلخ	248	تعلیم کلب کے بارے میں جمہور اور امام مالک کی دلیل
264	تنبیہ	248	كُلْتُ: أَنَرَمِي بِالْمَعْرَاضِ الْحَدِيث
265	لَكِنَّ الْبَائِثُسَ سَعْدُ بْنُ خُوَلَةَ الْحَدِيث	248	بندوق کا شکار اور اس میں اختلاف

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
281	باب ماجاء فيمن مات عن غير وصية إلخ	265	وصیت سے متعلق ضروری مسائل مع اختلاف ائمہ
282	باب ماجاء في وصية الحر يي يسلم وليه إلخ	266	باب ماجاء في كراهية الإضرار في الوصية
283	باب ماجاء في الرجل يموت وعليه دين إلخ	266	أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ الحديث
284	حديث دين جابر کی شرح	268	باب ماجاء في الدخول في الوصايا
286	كتاب الفرائض	269	باب ماجاء في نسخ الوصية للوالدين والأقربين
286	باب ماجاء في تعليم الفرائض	269	باب ماجاء في الوصية للوارث
	الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ	269	باب بخالطة اليتيم في الطعام
286	الحديث اور اس کی شرح	271	باب ماجاء في مالولي اليتيم أن ينال من مال اليتيم
287	باب في الكلالة	272	باب ماجاء متى ينقطع اليتيم
288	يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي ذِي أَخَوَاتٍ؟	272	باب ماجاء في التشديد في أكل مال اليتيم
288	آيت ميراث کا نزول کس کے بارے میں ہوا؟	273	اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْوَبَقَاتِ الحديث
289	باب من كان ليس له ولد وله أخوات	273	گناہوں میں صفائے کبار کی بحث
289	تنبيه (حاشیہ)	274	باب ماجاء في الدليل على أن الكفن من جميع المال
290	أَلَا أَوْصِي الْأَخَوَاتِ بِالْقُلُوبِ؟ قَالَ: أَحْسِنُ	275	باب في الرجل يهب الهبة ثم يوصي له بها أو يرثها
291	أَخْبِرُوا آيَةَ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ إلخ	276	باب ماجاء في الرجل يوقف الوقف
292	باب ماجاء في ميراث الصلب	276	وقف کی حقیقت میں امام صاحب اور جمہور کا اختلاف
293	لَقَدْ صَلَّيْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَهْتِدِينَ	277	أَصَابَ عَمْرُو أَرْضًا بِحَيْثُ لَا إلخ
295	باب في الجدة	277	حضرت عمرؓ کے وقف والی حدیث کی شرح
296	باب ماجاء في ميراث الجد	279	كتاب الوقف کی نقل
298	باب في ميراث العصبه	280	باب ماجاء في الصدقة عن الميت
299	باب في ميراث ذوي الأرحام	281	إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ
299	اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مدلل		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
324	لا حلف في الإسلام	301	والحال وأبث من لا أبث له، يعقل عنه ويبرئ
325	باب في المرأة تراث من دية زوجها	302	أنا أولى بكل مؤمن من نفسه
	دیت کے بارے میں ابتداء حضرت عمرؓ کی	302	وأنا مؤمل من لا مؤمل له أبث ماله الخ
325	رائے اور پھر اس سے رجوع	304	کیا حضور ﷺ کسی کے وارث ہوتے تھے؟
327	آیہ میراث کی تفسیر و غلامہ	304	إن عدي ميرات رجل من الأزد، ولست أجد أزدًا
330	کتاب الخراج والإمارة والفيء	306	باب ميراث ابن الملائنة
330	کتاب الخراج کا موضوع اور حاصل	308	باب هل يرث المسلم الكافر؟
331	باب ما يلزم الإمام من حق الرعية	309	وهل ترك لنا عقيل منولاً؟
331	كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته	310	لا يتوارث أهل ملكتين شتى
332	باب ما جاء في طلب الإمارة	311	باب فيمن أسلم على ميراث
333	باب في الضرير يولى	312	باب في الولاء
334	باب في اتخاذ الوزير	312	ولاء کی قسمیں مع اختلاف علماء
335	باب في العرافة	312	أمة المؤمنين أراءت أن تشتري جارية تعوقها
337	باب في اتخاذ الكاتب	313	شراء بريرة والى حديث پر کلام
338	آپ ﷺ کے کاتبین کے اسماء گرامی		أن يثاب بن خديجة، تزوج امرأة الحديث وهل يجرى
338	باب في السعاية على الصدقة	314	التوارث في الولاء
339	لا تدخل الجنة صاحب مكس	317	باب في الرجل يسلم على يدي الرجل
339	باب في الخليفة يستخلف	318	باب في بيع الولاء
341	باب ما جاء في البيعة	319	باب في المولود يستهل ثم يموت
342	باب في أرواق العمال	319	باب نسخ ميراث العقد بميراث الرحم
344	باب في هدايا العمال	323	باب في الحلف
346	باب في غلول الصدقة		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
375	اختلاف کا منشاء	346	باب فیما یلزم الإمام من أمر الرعية الخ
377	سورہ حشر کی آیت کا نزول	347	قول عمر: مَا أَنَا بِأَحَقَّ بِهَذَا الْقِيَمِ مِنْكُمْ
	فدک کے بارے میں حضرت عمر بن عبد العزیز	348	مال فی کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے
378	کا کمال انصاف	348	ارض مفتوحہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے
	حضرت فاطمہؓ کی صدیق اکبر سے ناراضگی ترک	348	مال فی اور غنیمت میں فرق اور ہر ایک کا حکم اور مصرف
380	کلام اور اس کی توجیہ	350	باب فی قسم الفیہ
	ازواج مطہرات کا صدیق اکبر سے طلب میراث	352	باب فی أَرْزَاقِ الذَّمِیَّةِ
383	کا ارادہ	353	باب متی یفرض للرجل فی المقاتلة
	باب فی بیان مواضع قسم الخمس، وسهم	354	باب فی کراهیة الافتراض فی آخر الزمان
384	ذی القربی	356	باب فی تدوین العطاء
384	تقسیم غنیمت کے بارے میں آیت کریمہ	358	باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ من الأموال
385	ترجمہ الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ	358	ترجمہ الباب کی تشریح اور غرض مصنف
	خمس غنیمت میں بنو نوفل و عبد شمس کو شامل	359	آپ ﷺ کیلئے غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے
387	نہ کرنا	359	آپ ﷺ کے صفایا کا مصداق و تعیین
391	حضرت علیؓ کی تولیت خمس الخمس میں	361	آپ ﷺ کے بعض ورثاء کا میراث طلب کرنا
	حدیث میں شادیوں کے مسائل سے متعلق		حضرت عمرؓ کی طویل حدیث اختصام علی و عباس کے
395	ایک دلچسپ واقعہ		بارے میں اور اس کی مفصل شرح
398	حضرت علیؓ کے ولیمہ سے متعلق ایک واقعہ	364	مصنف کی ایک عادت شریفہ اور کمال ادب
	أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ أَوْ حُبَاعَةَ ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ	365	طلب میراث کے سلسلہ میں بعض اشکال و جواب
400	الْعَلَّابِ حَدَّثَهُ عَنْ إِخْدَاهُمَا اس سند کی تحقیق	368	ارض بنو نضیر کے مال فی ہونے میں اختلاف
	مَعَا نَقُولُ إِنَّهُ مِنَ الْأَبْدَالِ قَبْلَ أَنْ نَسْمَعَ أَنَّ	369	كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثُ صَفَائِيَا
404	الْأَبْدَالِ مِنَ الْوَالِي	372	حضرت علی و عباس کے درمیان تولیت میں

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
437	إِلَّا قَسَمْتُهَا	404	ابدال واد تاد کا ثبوت احادیث سے
437	باب ما جاء في خبر مكة	405	باب ما جاء في سهم الصفي
438	فتح مكة سے متعلق حدیث		حضرت صفیہؓ آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ اس
443	باب ما جاء في خبر الطائف	407	کے بارے میں روایات
443	غزوہ طائف		باب کیف كان إخراج اليهود من المدينة؟ اور اس
445	اسلام میں نماز کی غایت درجہ اہمیت	411	کی مختصر تاریخ
445	باب ما جاء في حكم أرض اليمن	413	کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا قصہ
448	باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب	417	يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا
448	جزيرة العرب کی تحدید اور اس کا مصداق	418	باب في خبر النصير
451	لَا تَكُونُ قِيْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ الْحَدِيثُ	421	بنو نصیر کے نقص عہد اور غداری کا واقعہ
452	باب في إيقاف أرض السواد وأرض العنوة	423	باب ما جاء في حكم أرض خيبر
453	عشر اور خراج میں فرق	423	باب سے متعلق مباحث اربعہ مفیدہ
	مَنْعَتِ الْيَرَاءَى قَفِيرَهَا وَدِرْهَمُهَا وَمَنْعَتِ الشَّامُ	424	ارض مفتوحہ کی تقسیم و ترک تقسیم کی بحث
453	مُدِّيَهَا وَدِينَارُهَا الْحَدِيثُ	424	بحث رابع: عشری اور خراجی زمین کی تفصیل
455	صحیفہ ہمام بن منبہ کی روایت اور اس صحیفہ کا تعارف	425	ارض ہند عشری ہیں یا خراجی
456	باب في أخذ الجزية	428	غزوہ خیبر کا بیان
456	شرائط وجوب جزیہ	429	خیبر کی فتح عنوة ہے یا صلح
	لَيْنُ بَقِيَّتِ لِنَصَارَى نَبِي يَغْلِبُ، لَأَكْفُلَنَّ الْقَاتِلَةَ	435	قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَفُرِئَ عَلَى الْخَارِثِ بْنِ مَسْكِينٍ
458	اس حدیث کی شرح اور اس پر کلام	435	مصنف کا حادث بن مسکین سے روایت کرنے کا طرز
459	آپ کی نصاریٰ خیران کے ساتھ مصالحت	436	ولاء کی قسمیں مع اختلاف علماء
460	باب في أخذ الجزية من المجوس		قول عمر: لَوْلَا أَخِيْرُ الْمُسْلِمِينَ مَا بُجِّحَتْ قَرْيَةٌ
462	مجوس سے جزیہ لینے میں عمر فاروقؓ کا تردد		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	معادن قبلہ والی حدیث کے حقیہ کی طرف	462	ایک اصولی مسئلہ صیغہ تحدیث سے متعلق
479	سے جوابات	463	باب فی التشدید فی جباۃ الجزیۃ
483	إِنَّمَا قَطَعْتُ لَهُ النَّاءَ الْعِدَّ الْحَدِيثِ اور اسکی شرح	464	باب فی تعشیر أهل الذمۃ إذا اختلفوا بالتجارات
	وَسَأَلَهُ عَمَّا يُجْعَى مِنَ الْأَمْثَلِ، قَالَ: مَا لَمْ	464	مسئلہ مذکورہ فی الباب کی تنقیح و تشریح
483	تَكُنْ لَهُ خِفَافٌ	465	اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ بالتفصیل
486	إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا إِيْمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ	466	إِنَّمَا الْعُسُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالتَّصَارَى الْحَدِيثِ
486	حدیث پر ایک قوی اشکال اور اس کا جواب		ذمیوں کے ساتھ معاملات میں احتیاط اور زیادتی
487	آپ ﷺ کی ناقہ عضباء کا واقعہ	468	پر وعید
489	أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا	470	عَنْ آبَائِهِمْ وَنَبِيَّةٍ اس لفظ کی شرح
489	الكلام على الحديث من حيث الفقه	470	باب فی الذمی یسلم فی بعض السنۃ هل علیہ جزیۃ
490	حَدَّثَنِي جَدِّي صَفِيَّةٌ، وَذُخِّيَّةٌ اور اسکی شرح	470	شرح الحدیث و مذاہب الائمۃ
490	اَكْتُبَ لَهُ يَا غُلَامُ بِالدُّنْيَا الْحَدِيثِ	471	باب فی الإمام یقبل هدايا المشرکین
492	مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَقُولَهُ		آپ ﷺ کی معیشت اور گذران کے بارے میں
492	أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ حُضْرَ فَرَسِهِ، فَأَجْرَى فَرَسَهُ	474	ایک طویل حدیث
492	باب فی احياء الموات		إِنِّي لَهَيْتُ عَنْ زُبَيْرٍ الْمَشْرُوكِينَ اس سلسلہ میں روایات
	فَأَهْدَى مِلْكًا أَيْلَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِغِلَّةٍ	476	کا اختلاف اور اس کی توجیہ
497	بَيْضَاءٍ إلخ اور اس کی شرح	477	باب فی إقطاع الأراضین
	أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُؤْتَتْ	477	اقطاع اور احياء کی تعریف اور دونوں میں فرق
498	خُدَّاءُ الْمُهَاجِرِينَ النِّسَاءِ	479	أَقْطَعَ لَوْلَا نَحْنُ الْحَارِثُ الْأَنْزَلِيُّ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ
499	باب ما جاء فی الدخول فی أرض الخراج		معادن میں زکاة واجب ہوتی ہے یا خمس اور اس میں
500	مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِحِزْبٍ يَتِيهَا، فَقَدْ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ	479	اختلاف ائمہ
501	باب فی الأرض یجمعیها الإمام أو الرجل		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
520	ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لَهُمْ عِيَادَةُ الْحَدِيث	502	حمی اور احیاء میں فرق
521	باب الخروج من الطاعون	502	باب ما جاء في الركاز وما فيه
522	باب الدعاء للمريض بالشفاء عند العيادة	503	في الركاز الخمس الحديث اور اسمیں اختلاف ائمہ
523	باب الدعاء للمريض عند العيادة	504	وَقَدْ أَقْبَدَ الْحَاجُّ بِبَيْتِ الْحَبِيبَةِ اور اسکی شرح
524	باب في كراهية تمني الموت	505	باب نبش القبور العادية يكون فيها المال
525	باب موت الفجأة	505	هَذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ. وَكَانَ بِهَذَا الْحَرَمِ يَدْفَعُ عَنْهُ أَبُو رِغَالٍ كَاتِعَارَفَ
526	باب في فضل من مات في الطاعون	507	كتاب الجنائز
527	شہادت کے اسباب سب سے کی تشریح	507	قائدہ ساریجہ بذل المجہود سے متعلق
528	اسباب الشہادۃ کی تعداد اور ان کے مصادیق	508	باب الأمراض العنقرية للذئوب
530	باب المريض يؤخذ من أظفارہ وعانته	512	باب إذا كان الرجل يعمل عملاً صالحاً إلخ
530	حضرت خبیب بن عدی کی شہادت	512	باب عيادة النساء
531	باب ما يستحب من حسن الظن بالله عند الموت	514	قول عائشة: إني لأعلم أشد آية في القرآن؟
531	باب ما يستحب من تطهير ثياب الميت عند الموت	514	باب في العيادة
532	دو متعارض حدیثوں کے درمیان تطبیق		حضور ﷺ کا عبد اللہ بن ابی کی عیادت کیلئے تشریف لے جانا اور اپنی قمیص اس کو پہنانا
533	باب ما يستحب أن يقال عند الميت من الكلام	515	باب في عيادة الدمي
534	باب في التلقين	516	باب المشي في العيادة
536	باب تغميض الميت	517	باب في فضل العيادة على وضوء
537	باب في الاسترجاع	519	باب في العيادة مراراً
538	باب في الميت يسجي	520	باب في العيادة من الرمد
538	باب القراءة عند الميت		
539	باب الجلوس عند المصيبة		
541	باب في التعزية		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
566	لَيْسَ فِيهَا قَوْمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ	542	لَوْ بَلَغَتْ مَعَهُمُ الْكُدَى قَدْ كَرَّ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ
566	کفن الرجل کے مصداق میں ائمہ اربعہ کے مسالک	542	آپ ﷺ کے والدین کا حکم اخروی
567	لَيْسَ فِيهَا قَوْمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ کس کی دلیل ہے؟	543	باب الصبر عند الصدمة
568	کفن کے تین درجات	544	باب في البكاء على الميت
568	باب كراهية المغالاة في الكفن	546	باب في النوح
569	مُضْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، قُبِلَ قَوْمَهُ أَحَدٌ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا تَمِيْرَةٌ	547	إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ اس حدیث کی تحقیق اور توجیہ
570	باب في كفن المرأة	550	باب صناعة الطعام لأهل الميت
570	عورت کے کفن کی تفصیل عند الائمہ الاربعہ	551	باب في الشهيد يغسل
572	باب في البسك للميت	553	صلوة الشهيد کی بحث
573	باب التعجيل بالجنازة و كراهية حبسها	555	ثوب واحد میں ایک سے زائد میت کی تکفین
573	اس تعجیل کی مصلحت	557	باب في ستر الميت عند غسله
574	باب في الغسل من غسل الميت	558	آپ ﷺ کے غسل سے متعلق حدیث
574	اس مسئلہ میں اختلاف علماء	560	احد الاروجین کا آخر کو غسل دینا و مذہب الائمہ فیہ
576	قال ابو داؤد ارجح في شرح	560	باب كيف غسل الميت
577	باب في تقبيل الميت	562	فَقَالَ: اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا اسْتَبْرَاكَ بِأَثَرِ الصَّالِحِينَ
577	غسل میت کی علت میں علماء کے اقوال	563	اور اس بارے میں بخاری کی ایک حدیث
578	باب في الدفن بالليل	563	قَالَتْ وَصَفَرْنَا رَأْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُونٍ ثُمَّ أَقْبَتَاهَا خَلَقَهَا
578	ایک ذکر جبری کرنے والے کی خوش نصیبی اور	564	باب في الكفن
578	آپ ﷺ کا اس کی قبر میں نزول	565	دفن باللیل سے منع کی حدیث
579	باب في الميت يحمل من أرض إلخ	566	آپ ﷺ کے کفن کی تحقیق میں حضرت عائشہ کی رائے
579	نقل میت کے بارے میں مذہب ائمہ		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
604	باب إذا حضر جنازة رجال ونساء من يقدم	581	باب في الصفوف على الجنازة
604	فَقَالُوا: «هَذِهِ السُّنَّةُ» الحديث	582	باب اتباع النساء الجنائز
605	باب أين يقوم الإمام من الميت إذا صلى عليه	583	باب فضل الصلاة على الجنائز وتشيعها
605	مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ	585	باب في النار يتبع بها الميت
608	إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيِّ أَنْ يُوضَعَ الحديث	586	باب القيام للجنازة
609	باب التكبير على الجنازة	586	یہاں پر دو مسئلے ہیں اور ان کی وضاحت
610	باب ما يقرأ على الجنازة	590	باب الركوب في الجنازة
611	باب الدعاء للميت	591	باب المشي أمام الجنازة
612	نماز جنازہ میں جو دعائیں وارد ہیں	592	مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ
614	باب الصلاة على القبر	593	صلوة على الطفل میں مذاہب ائمہ
614	اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ	594	باب الإسراع بالجنازة
615	حديث الباب میں اختلاف روایات	596	باب الإمام لا يصلي على من قتل نفسه
616	حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ	597	باب الصلاة على من قتلته الحدود
617	باب في الصلاة على المسلم يموت في بلاد الشرك		صلوة على ماعز بن مالک کے بارے میں اختلاف
617	صلوة تسمى على النجاشي	598	روایات بخلاف امر آة غامیہ کے
618	اسلام نجاشی	599	باب في الصلاة على الطفل
619	باب في جمع الموق في قبر والقبر يعلم	599	مَاتَ إِبرَاهِيمُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ الحديث
620	باب في الحفار يجد العظم الخ	600	باب الصلاة على الجنازة في المسجد
621	باب في اللحد	602	باب الدفن عند طلوع الشمس وعند غروبها
621	الْأَحْدُ ثَلَاثُ الشُّقِّ الْغَيْرِ ثَا	603	اوقات منہیہ میں صلوۃ جنازہ میں مذاہب اربعہ
622	باب كم يدخل القبر	603	اوقات منہیہ میں دفن میت میں اختلاف ائمہ
623	باب في الميت يدخل من رجله		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
637	باب المشي في النعل بين القبور	624	آپ ﷺ کو قبر شریف میں کیسے اتارا گیا؟
639	باب في تحويل الميت من موضعه للأمر يحدث	625	باب الجلوس عند القبر
639	باب في الثناء على الميت	626	باب في الدعاء للميت إذا وضع في قبره
641	باب في زيارة القبور	626	باب الرجل يموت له قرابة مشرك
	کیا اس حکم میں عورتیں بھی داخل ہیں؟ و بیان	627	باب في تعميق القبر
642	اختلاف فیہ	628	باب في تسوية القبر
643	باب في زيارة النساء القبور	631	حجرہ شریف میں قبور ثلاثہ کا نقشہ
643	باب ما يقول إذا زار القبور أو مر بها	631	باب الاستغفار عند القبر للميت إلخ
644	باب المحرمه يموت كيف يسع به	631	تدفین کے بعد میت کیلئے دعا کرنا
	إذا مات ابن آدم انقطع عمله الحديث اور	632	باب كراهية الذبح عند القبر
645	اس حدیث کی تخریج	633	باب الميت يصلی علی قبره بعد حين
		634	باب في البناء على القبر
		634	هَمْ أَنْ يَقْعَدَ عَلَى الْقَبْرِ إلخ
		634	قعود علی القبر کی تفسیر میں اختلاف
		635	قوله: أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ أَمِي عَلَى الْقَبْرِ
		636	قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا أَقْبَرَاءَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ
		636	باب في كراهية القعود على القبر

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نَضَّ اللَّهُ أَمْرًا

مَعَ مَا يَنْتَظِرُ فَحِظْ مِنْهُ

(سنن ابی داؤد - کتاب العلم - باب فی فضل نشر العلم 3660)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے مجھ سے حدیث سنا پھر اس کو محفوظ کیا یہاں تک کہ اس کو آگے لوگوں تک پہنچایا۔

بَابُ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

۱۰۷۔ بَابُ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

قیدی کو کلمہ کفر پر مجبور کئے جانے کا بیان

اسیر سے مراد اسیر مسلم کما هو ظاہر، بخلاف اس ترجمۃ الباب کے جو چند صفحات بعد آرہا ہے بَابُ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، یہاں اسیر سے اسیر کافر مراد ہے، لہذا یہ دونوں ترجمۃ الباب آپس میں متقابلین ہیں، نیز کفر سے مراد یہاں حقیقت کفر نہیں بلکہ اجزاء کلمۃ الکفر علی اللسان مراد ہے، یعنی یہ جائز ہے یا ناجائز؟ جواب یہ ہے کہ اسمیں تفصیل ہے اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر اہ کیلئے ذریعہ اور صورت کیا اختیار کی جا رہی ہے، پس اگر اکراہ علی الکفر ایسی شئی کے ذریعہ سے ہے جس سے جان جانے کا خطرہ ہو یا اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کیلئے گنجائش ہے اظہار کفر کی، اور اس کو چاہئے کہ تو یہ کرے، پس اگر اس نے ایسا کیا اور حال یہ کہ اس کا قلب مطمئن بالایمان ہو فلا إثم علیہ، اور اگر صبر و استقلال سے کام لے اور اظہار کفر نہ کرے حتیٰ کہ قتل کر دیا جائے کان مأجوراً، کذا فی الہدایۃ^۱، اس سے معلوم ہوا کہ اظہار کفر کی گنجائش اور اس کی رخصت اس قسم کے اکراہ میں ہے جس میں جان جانے یا کم از کم کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو جس کو اصولیین اکراہ ملجنٹی سے تعبیر کرتے ہیں یعنی ایسا اکراہ جس میں الجاء اور اضطرار کے معنی پائے جائیں، اور اگر اکراہ اس سے کم درجہ کی چیز پر ہو، مثلاً ضرب، جس وغیرہ تو پھر اظہار کفر کی اجازت نہیں۔

جاننا چاہیے کہ احکام شرعیہ دو طرح کے ہیں: عزیمت اور رخصت، عزیمت تو حکم اصلی کو کہتے ہیں جو مقصود ہوتا ہے اور کسی عارض پر مبنی نہیں ہوتا۔ اسی سے رخصت کی تعریف بھی سمجھ میں آگئی، یعنی وہ حکم جو کسی عارض پر مبنی ہو جیسے سفر یا مرض یا اکراہ، پھر اصولیین نے اکراہ کی دو قسمیں قرار دی ہیں: اکراہ لمبی اور غیر لمبی، اکراہ لمبی وہی ہے کہ جس میں آدمی کے نفس یا عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، اور جہاں ایسا نہ ہو جیسے اکراہ بالقید یا بالضرب جس میں نفس یا عضو کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو، نیز اکراہ جو کہ سبب رخصت ہے اس کی انواع مختلف ہیں۔ کہیں اس فعل کو کرنا جس پر اکراہ کیا جا رہا ہے فرض ہوتا ہے اور کسی جگہ ممنوع ہوتا ہے اور بعض جگہ اس کام کو کرنا رخصت کے درجہ میں ہوتا ہے یعنی اولیٰ عزیمت کو ہی اختیار کرنا ہوتا ہے۔ یہ تفصیلات اصول فقہ کی کتابوں نور الانوار وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں جہاں رخصت پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس کی مثال دیتے ہیں اکل میت کے ساتھ اگر اکل میت پر اکراہ لمبی پایا جائے تو وہاں پر اس مردار کو کھانا فرض ہو جائے گا، اور اگر اس کو نہ کیا

بلکہ صبر کیا تو مستحق عقاب ہو گا، اور بعض جگہ اس کام کو جس پر اکراہ کیا جا رہا ہے حرام ہوتا ہے جیسے زنا اور قتل نفس، اور بعض جگہ اس کام کو کرنا صرف جواز کے درجہ میں ہوتا ہے، اور عزیمت اختیار کرنا اولیٰ ہوتا ہے اس کی مثال یہی اجراء کلمۃ الکفر ہے۔

۲۶۴۹- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدًا فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَّوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَدْعُو اللَّهَ لَنَا؟ فَجَلَسَ لِحُمْرًا وَجْهَهُ فَقَالَ: «قَدْ كَانَ مِنْ قَبْلِكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُخْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُجْعَلُ فَوْقَ تَيْنٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمَشَّطُ بِأَمْشَاطِ الْحَيِّدِ مَا يُؤْدِنُ عَظْمِيهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللَّهِ لَيُثَمِّنَنَّ اللَّهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللَّهَ تَعَالَى، وَالَّذِثُّبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلِكُنُكُمُ تَعْبَلُونَ».

ترجمہ: حضرت خباب بن الارتؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کعبہ شریف کے سائے میں ایک چادر کو تکیہ بنائے ہوئے (تشریف فرما) تھے تو ہم لوگوں نے (شرکین کی ایذاؤں کی) آپ ﷺ سے شکایت کی۔ ہم نے عرض کیا: آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے مدد کی دعا نہیں فرماتے؟ آپ ﷺ یہ بات سن کر بیٹھ گئے اس حال میں کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور (غصہ کی وجہ سے) سرخ ہو گیا اور فرمایا: تم سے پہلے ایک شخص کی یہ حالت ہوتی کہ وہ (ایمان کی وجہ سے) پکڑا جاتا اور ایک گڑھا کھود کر اس کے سر پر آرا رکھ کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا لیکن یہ سزا بھی اس کو دین سے نہ پھیرتی اور بعض لوگوں کو اس طرح سزا دی جاتی کہ لوہے کی کنگھیاں اس کی ہڈی گوشت اور پٹھوں میں چلاتے یہ مصیبت بھی اس کو اس کے دین سے نہ پھیرتی۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کام کو (یعنی دین کو) پورا کرے گا یہاں تک کہ آدمی (مقام) صناعاء سے (مقام) حضر موت تک چلا جائے گا اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گا یا اپنی بکریوں پر بھیڑیوں سے ڈرے گا۔ لیکن تم لوگ جلد بازی کرتے ہو (پس صبر سے کام لو اللہ تمہاری مدد کرے گا)۔

مخبر: صحیح البخاری - المناقب (۳۴۱۶) صحیح البخاری - المناقب (۳۶۳۹) صحیح البخاری - الإکراہ (۶۵۴۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۴۹) مسند احمد - من مسند القبائل (۳۹۵/۶)

شرح الحدیث: اس حدیث کے راوی حضرت خبابؓ ہیں جو قدیم الاسلام صحابہؓ میں سے ہیں، حضور ﷺ کی ہجرت سے پہلے اسلام لانے والوں میں ہیں، جنہیں اسلام کی خاطر کفار کی طرف سے بڑی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں، جس مضمون کو وہ اس وقت بیان کر رہے ہیں وہ اسی قسم کا ہے، وہ فرماتے ہیں، ہم حضور ﷺ کی خدمت میں آئے جبکہ آپ کعبہ اللہ کے سائے میں اپنی چادر کو تکیہ بنائے لیٹے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے اپنا عرض حال کیا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے نصرت کیوں نہیں طلب کرتے، ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے، ان صحابیؓ کا یہ طرز سوال آپ ﷺ کیساتھ آپ کی اس شفقت اور رافت کی بنا پر تھا جس کا یہ حضرات مشاہدہ کرتے تھے جس طرح اولاد پریشان ہو کر مصیبت کے وقت میں اپنے ماں باپ سے شکوہ کیا کرتی ہے، اور آپ کی شفقت تو امت پر ماں باپ سے کہیں زائد تھی، فَجَلَسَ

لَحْمًا وَجَهَةً اس سوال کے جواب میں آپ کا طرز عمل بھی وہی رہا جو ایک شفیق مربی و مرشد کا ہونا چاہیے، چنانچہ آپ ﷺ غصہ میں بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے گزشتہ امتوں کے بعض مؤمن ایسے گزرے ہیں کہ ان کو دشمن پکڑتے تھے پھر گڑھا کھود کر اس میں اس کو کھڑا کر دیتے تھے اور پھر آ رہ لایا جاتا اور اس کے سر پر اس کو چلایا جاتا جس سے اس کے سر کے دو ٹکڑے ہو جاتے تھے، یہ مصیبت بھی اس کو اس کے دین سے نہیں ہٹاتی تھی، اور ایسے ہی بعض لوگوں کے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتیں جو ہڈی کے علاوہ باقی سب گوشت اور پٹھوں تک کو کاٹ ڈالتیں، اس شخص کو بھی یہ مصیبت اس کے دین سے نہیں ہٹاتی تھی، یہ تو گزشتہ اہل ایمان کے صبر و استقلال کا بیان صحابہ کی تشبیح اور ان کی ہمت افزائی کیلئے ہے آگے آپ ﷺ تسلی کیلئے پیش گوئی کے طور پر ان کو یقین دلارہے ہیں کہ واللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے اس دین کو پھیلا کر رہیں گے یہاں تک کہ تنہا ایک سوار صنعاء اور حضر موت کے درمیان کی مسافت طے کرے گا جس کو کسی کافر دشمن کا خوف نہ ہو گا، بجز اللہ تعالیٰ کے خوف کے اور بھیڑیے کے خوف کے اپنی بکریوں پر وَلَکِنَّکُمْ تَعْجَلُونَ لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو، شرح نے لکھا ہے کہ صنعاء سے مراد بظاہر صنعاء الیمین ہے جس میں اور حضر موت کے درمیان پانچ دن کی مسافت ہے اسلئے کہ حضر موت اقصائے یمن میں ہے اور ہو سکتا ہے کہ صنعاء سے صنعاء الشام ہی مراد ہو۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت بھی ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں گزشتہ امتوں کے اہل ایمان جو اکراہ کیا گیا ہے اس کا بیان ہے بوالحدیث أخرجه البخاری والنسائی قالہ المذہبی۔

۱۰۸۔ بَابُ فِي جُحُومِ الْجَائِسِينَ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا

اس مسلمان کا حکم جو کہ کفار کے لئے جاسوسی کرے

یعنی اگر کوئی شخص باوجود مسلمان ہونے کے، مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئله الباب میں مذاہب ائمہ: جواب یہ ہے کہ عند الجمہور ومنہم الحنفیہ والشافعیہ ایسے شخص کی تعزیر کی جائے گی اور اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس میں امام کو اختیار ہے جیسا وہ مناسب سمجھے گویا ان کے نزدیک قتل بھی کیا جاسکتا ہے، امام خطابیؒ نے معالم السنن میں امام شافعیؒ سے اس میں تفصیل نقل کی ہے کہ اگر وہ شخص صاحب حیثیت اور ذی الہیۃ ہے اور نادانی میں اس نے ایسا کیا ہے جیسا کہ حضرت حاطب سے اس کا صدور ہوا تو میں بہتر سمجھتا ہوں کہ اس سے درگزر کیا جائے، اور اگر وہ شخص غیر ذی ہیئت ہے تو امام کو اس کی تعزیر کا اختیار ہے ^۱ اور امام عینیؒ نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جاسوس مسلم کی تعزیر کی جائے، ولا يجوز قتله، اور اگر ذی ہیئت ہے تو اس کو معاف کیا جائے قصر حاطب کے پیش نظر اور امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ اس کو سخت سزا دی

جائے، اور دیر تک قید میں رکھا جائے اور بعض علماء سے منقول ہے کہ اگر اس کی عادت یہی ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے وہ قال ابن ماجہون اھ مختصراً^۱، حضرت امام شافعیؒ نے جو اس میں ذی الہیۃ اور غیر ذی الہیۃ کا فرق کیا ہے غالباً اس حدیث کی بنا پر جو ابو داؤد میں آگے آئے گی: اَقْبِلُوا ذَوِي الْهَيْئَاتِ غَفَرَتْ لَهُمْ إِلَّا الْخُدُودُ^۲

۲۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرُ، وَالْمِقْدَادُ، فَقَالَ: «انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاضٍ فَإِنَّ بِهَا طَعِينَةً^۳ مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوا مِنْهَا». فَأَنْطَلَقْنَا نَتَعَادَى بَنَاتِ خَيْلِنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالطَّعِينَةِ فَقُلْنَا: هَلُمِّي الْكِتَابَ. قَالَتْ: مَا عِنْدِي مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْتُ: لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتَقِينَ النَّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِغَضَبِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا هَذَا يَا حَاطِبُ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ فَإِنِّي كُنْتُ أَمْرًا مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَإِنَّ قُرَيْشًا لَهُمْ بِهَا قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ قَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَوْنَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَاتِي بِهَا، وَاللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا كَانَ بِي مِنْ كُفْرٍ وَلَا إِنْتِدَادٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَدَقَكُمُ». فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبُ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟» فَقَالَ: «اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ».

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع جو کہ سیرت علیؑ کے کاتب تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت علیؑ سے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو نبی کریم ﷺ نے (مقام) روضہ خان روانہ فرمایا اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ چلتے رہو یہاں تک کہ روضہ خان تک پہنچو اس لئے کہ وہاں اونٹ پر سوار (اونٹ کے) کجاوے میں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک خط ہے تم لوگ اس سے وہ خط لے لو۔ چنانچہ ہم لوگ جلدی چلے اور ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑائے لیجا رہے تھے یہاں تک کہ ہم مقام روضہ خان پہنچ گئے اور اس عورت کو جالیا۔ ہم نے اس عورت سے کہا وہ خط نکال۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں۔ ہم لوگوں نے کہا: نہیں، ضرور خط نکال ورنہ ہم تمہاری جامہ تلاشی لیں گے اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر دے دیا۔ ہم لوگ اس کو خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئے۔ وہ خط حاطب بن ابی بلتعہ کی جانب سے مشرکین مکہ کے نام تحریر کیا گیا تھا اور اس میں نبی کریم ﷺ کے بعض امور کی اطلاع دی گئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے

۱ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری - ج ۴ ص ۲۵۶

۲ سنن ابی داؤد - کتاب الحدود - باب فی الحد یشفع فیہ ۴۳۷۵

۳ ”ہی المراتی المودج“ تم قبل للمرأة وحدها، والمودج وحده، وذكر ابن إسحاق أن اسمها سارة، والواقدي أن اسمها كود، وفي رواية أم سارة، من البذل ج ۱۲ ص ۱۶۶-۱۶۷

فرمایا اے حاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟ حاطب نے کہا: آپ (مجھے سزا دینے میں) غلٹ نہ فرمائیں۔ میں ایسا شخص ہوں جو کہ قریش کا حلیف ہونے کی حیثیت سے ان سے بڑا ہوا ہوں مگر میں قریش خاندان سے نہیں ہوں اور جو لوگ قریش خاندان میں سے ہیں وہاں پر ان کے رشتہ دار (رہتے) ہیں اور وہ مشرک مکہ میں اس رشتہ داری کی بنا پر ان کے مال اور ان کے اہل و عیال کی نگرانی کرتے ہیں۔ چونکہ میری ان سے رشتہ داری نہیں تو میں نے یہ چاہا کہ ان لوگوں پر ایسا احسان کروں کہ جس کی بنا پر وہ کفار میرے بیوی بچوں کی حفاظت کریں اللہ کی قسم یا رسول اللہ! میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی بنا پر نہیں کیا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا مجھ کو اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو غزوہ بدر میں شریک رہے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر پر جھانک کر (متوجہ ہو کر) فرمادیں جو دل چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

۲۶۵۱ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ

بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: انْطَلَقَ حَاطِبٌ فَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ، وَقَالَ فِيهِ: قَالَتْ: مَا مَعِيَ كِتَابٌ فَانْتَحَيْنَاهَا فَمَا وَجَدْنَا مَعَهَا كِتَابًا، فَقَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي يُخَلِّفُ بِهِ لَأَقْتُلَنَّكَ أَوْ لَتُخْرِجَنَّكِ الْكِتَابَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

علیؓ سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو تحریر لکھی کہ نبی کریم ﷺ تم لوگوں پر حملہ آور

ہونے والے ہیں۔ اس روایت میں اس طرح ہے کہ اس عورت نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے اس عورت کا اونٹ بٹھا کر دیکھا تو اس کے پاس کوئی خط نہ پایا میں نے کہا: اس ذات کی قسم کہ جس کی قسم کھائی جاتی ہے میں تمہیں قتل کر دوں گا ورنہ مجھے وہ خط نکال کر دے پھر اخیر تک مذکورہ واقعہ بیان کیا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۴۵) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۹۱۵) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۲) صحیح

البخاری - المغازی (۴۰۲۵) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۰۸) صحیح مسلم - فضائل الصحابة (۲۴۹۴) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۳۰۵) سنن أبي داود - الجہاد (۲۶۵۰) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۰/۱)

شرح الأحادیث: مصنف نے اس باب میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اور زبیرؓ اور مقدادؓ کو آپ ﷺ نے بھیجا اور فرمایا کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ یہاں تک کہ روضہ خاخ تک جب پہنچو گے تو تم وہاں ایک ہودج نشین عورت کو پاؤ گے جس کے پاس ایک تحریر ہے، اس سے وہ لے کر آؤ، حضرت علیؓ فرماتے کہ ہم اس طرف چلے گئے، ہمارے گھوڑے ہمیں دوڑائے لیجا رہے تھے، یہاں تک کہ جب ہم اس مقام تک پہنچے

۱ ہکذا فی البخاری فی کتاب الجہاد فی باب الجاسوس وغیرہ، ووقع فی البخاری فی کتاب المغازی فی باب فضل من شہد بدراً، قَالَ يَتَقَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدَةَ الْقَتَوِيَّ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ (۳۷۶۲) یعنی مقدادؓ کے بجائے اس دوسری جگہ ابو مرثدہ واقع ہوا ہے، حافظ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے حضرت علیؓ کے ساتھ جانے والے یہ تینوں ہوں، زبیر بن العوامؓ، اور مقدادؓ اور ابو مرثدہؓ، فذکر أحد الراويين عنه مالم يذكره الآخر، اھ من البذل بزيادة (فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۷ ص ۵۲۰، وبذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۶۶)

جسکو روضہ خان کہتے ہیں تو ہم نے وہاں حضور ﷺ کی خبر کے مطابق ایک ہودج نشین عورت کو پایا، تو ہم نے اس سے کہا کہ تیرے پاس جو تحریر ہے وہ لا، اس نے انکار کیا کہ میرے پاس کوئی تحریر نہیں، میں نے کہا کہ یا تو وہ تحریر نکال کہاں ہے در نہ پھر ہم تیرے کپڑے اتاریں گے، یعنی تلاشی کے لئے قَالَ: فَأَخْرَجْتُهُ مِنْ عِقَاصِهَا، کہ اس نے وہ پرچہ اپنی چوٹی میں سے نکالا، اور ایک روایت میں ہے: فَأَخْرَجَتْ مِنْ حُجْرَتِهَا، یعنی اس نے نکالا اسکو اپنی ازار کے نیفہ میں سے، اور جمع بین الروایتین اس طرح کیا گیا ہے کہ ممکن ہے اس نے اولاً اس پرچہ کو اپنی چوٹی کے بل میں داخل کیا ہو اور اسکی چوٹی چونکہ طویل تھی اسلئے اس نے اسکے سرے کو نیفہ میں لگالیا ہو، آگے روایت میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم وہ تحریر لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے جسکے شروع میں یہ لکھا تھا: مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور پھر آگے حضور ﷺ نے جو غزوة الفتح کا ارادہ فرما رکھا تھا اس کی خبر دی گئی تھی، اور اسکے بعد والی روایت میں اس تحریر کے یہ الفاظ منقول ہیں: أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَأَرَ إِلَيْكُمْ اور ایک روایت میں ہے، كَمَا فِي الْبَذَلِ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَكُمْ بِحَيْثُ كَاللَّيْلِ يَسِيرُ كَالسَّيْلِ^①، یعنی محمد ﷺ مکہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں اپنے بڑے لشکر کے ساتھ جو رات کی طرح ہے یعنی اسکے چلنے سے زمین ایسی تاریک ہو جاتی ہے جیسے رات میں ہوتی ہے، اور جو تیز رفتاری اور سرعت سیر میں پانی کے رو کی طرح ہے۔

اور الأبواب والتراجم میں حضرت شیخؒ نے علامہ عینیؒ سے اس تحریر کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں أما بعد: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، جَاءَكُمْ بِحَيْثُ كَاللَّيْلِ، يَسِيرُ كَالسَّيْلِ، فَوَاللَّهِ لَوْ جَاءَكُمْ وَاحِدَةٌ نَصْرَهُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ، وَأَنْجَزَ لَهُ وَعْدَهُ، فَاَنْظُرُوا أَنْفُسَكُمْ وَالسَّلَامَ اه^②، امام بخاریؒ نے اس قصہ کو کتاب الجہاد میں باب الجاثوس وغیرہ کے تحت اور کتاب المغازی میں باب غزوة الفتح وما تبع حاطب بن أبي بلتععة إلى أهل مكة میں ذکر کیا ہے، اور کتاب التفسیر وغیرہ میں بھی فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا يَا حَاطِبُ قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ الْخ-

جب حضور ﷺ کے پاس یہ تحریر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے حاطبؓ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے کسی فیصلہ میں جلدی نہ فرمائیے گا پہلے میری بات صاف صاف سن لیجئے وہ یہ کہ آپ ﷺ کے پاس جو صحابہؓ خاندان قریش سے ہیں تو چونکہ مکہ مکرمہ میں قریش کا خاندان موجود ہے، لہذا آپ ﷺ کے صحابہؓ کے جو بعض اعزہ مکہ میں موجود ہیں تو وہ ان کی اس قرابت کی بنا پر ان کے اہل و عیال کی حمایت و حفاظت کرتے ہیں اور بندہ تو اصالہ قریش سے نہیں ہے بلکہ میں تو ان کے ساتھ حلیف ہونیکی حیثیت سے جڑا ہوا تھا تو میرے جو اعزہ مکہ میں ہیں ان کی حمایت و حفاظت کی صورت میں نے یہ سوچی کہ کفار قریش پر میں کوئی احسان رکھوں جس کی وجہ سے وہ میرے اعزہ کا خیال رکھیں،

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۷ ص ۵۲۰، وبذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۶۸

② عمدة القاری شرح صحیح البخاری - ج ۱۷ ص ۲۷۳، والأبواب والتراجم - ج ۲ ص ۷

اور انہوں نے قسم کھا کر عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ! اس منشا کے علاوہ کوئی اور بات کفر یا ارتداد میرے اندر نہیں پایا جاتا، آپ ﷺ نے ان کا کلام بغور سن کر صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: صَدَقْتُكُمْ کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سچ ہے، گویا آپ ﷺ نے ان کو معذور سمجھتے ہوئے درگزر فرمادیا۔

شرح حدیث نے اس واقعہ سے جو جو احکام اور فوائد مستفاد ہوتے ہیں ان کو تفصیل سے لکھا ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے، بینظر العینی باب الجاسوس^①۔

فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَصْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْفَتَانِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ^② اللَّهُ أَطْلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ؟» فَقَالَ: «أَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»: اس پر حضرت عمرؓ جن کی شدت امر دین میں معروف و مشہور ہے انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے اس بات کی کہ میں اس منافق کو قتل کر ڈالوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے اور تمہیں خبر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کیسی رحمت کے ساتھ اہل بدر پر متوجہ ہوئے ہیں اور انکے بارے میں یہ فرمایا ہے نَاعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ، اس جملہ پر جو اشکال ہوتا ہے وہ ظاہر ہے اس لئے کہ اس سے اہل بدر کیلئے ہر قسم کے عمل کی اباحت سمجھ میں آتی ہے، جو منشا شائع کے خلاف ہے، اس کی ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس حدیث کا تعلق گزشتہ اعمال سے ہے کہ وہ سب معاف کر دیئے گئے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر اس کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہوتا تو بجائے لفظ ماضی کے یوں کہا جاتا غفرہ لکم، لیکن اس توجیہ پر ایک قوی اشکال یہ ہے کہ اگر یہ حکم صرف ماضی سے متعلق ہوتا تو پھر قصہ حاطب میں اس سے استدلال کیسے درست ہے کیونکہ قصہ حاطب بدر کے تقریباً چھ سال بعد فتح مکہ سے قبل پیش آیا ہے، دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ خصوصیت ہے اہل بدر کی اور اللہ تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے اپنی وعیدات کے نافذ کرنے اور نہ کرنے میں: لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ^③، نفی العینی: وَفِيهِ الْحُجَّةُ لِتَرْكِ إِنْفَازِ الْوَعِيدِ مِنَ اللَّهِ لِمَنْ شَاءَ ذَلِكَ (ج ۴ ص ۲۵۷) یعنی دراصل اس سے مقصود اہل بدر کی تشریف و تکریم ہے نہ کہ اباحت ذنوب یعنی اہل بدر کے اس عظیم کارنامہ کی وجہ سے ان کے گزشتہ ذنوب معاف کر دیئے گئے ہیں اور آئندہ بھی اگر وقوع ہو تو وہ اس کے اہل اور مستحق ہیں کہ ان کو بھی معاف کر دیا جائے جیسا کہ دنیوی حکومتوں میں بھی بعض لوگوں کے کارناموں کی وجہ سے ان کے حق میں بطور انعام حق وفاداری..... بعض خون معاف کر دئے جاتے ہیں، یعنی بالفرض اگر ان سے ایسا ہو تو ان

① عمدة القاری شرح صحیح البخاری - ج ۴ ص ۲۵۳-۲۵۷

② ولفظ "لعل" وإن کان للترجی، لیکن قال العلماء إن الترجی فی کلام اللہ وکلام رسولہ للوقوع (بذل ج ۱۲ ص ۱۷۰) قوله "إِطْلَعْ": بتشدید الطاء، أي أطل على أهل بدر، ونظر إليهم نظر الرحمة والمغفرة. (عون المعبود - ج ۷ ص ۳۱۲)

③ اس سے پوچھا نہ جائے گا جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے (سورة الانبیاء ۲۳)

سے گرفت نہیں کی جائیگی اور یہ مقصد نہیں کہ ان کو قتل کی اجازت یا ترغیب دی جا رہی ہے، اور بھی بعض توجیہات بذل^۱ وغیرہ شروح میں مذکور ہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المذہبی۔
حاطب بن ابی بلتعہؓ کا کچھ حال بذل (ج ۱۲ ص ۱۶۸) میں مذکور ہے ان ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ“^۲۔

۱۰۹۔ بَابُ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ

ذمی کا فر کی جاسوسی کرنے کا بیان

جاسوسی کرنیوالوں کا حکم: ذمی اگر مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے تو اس کا یہ فعل نقض عہد شمار ہوتا ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک شمار نہیں ہوتا، امام مالکؒ کے نزدیک یہ نقض عہد ہے لہذا ان کے نزدیک اس بنا پر اس کا قتل جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس کا قتل جائز نہیں، کذا فی البذل عن النووی آگے ایام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایک صورت میں شافیہ کے نزدیک بھی جاسوسی سے انتقاض عہد ہو جاتا ہے یعنی اگر اس کی شرط لگائی گئی ہو، اور اگر جاسوس کافر حربی ہو تو اس کا قتل بالا جماع جائز ہے^۳، جاسوس مسلم کا حکم تو شروع باب میں گزر ہی چکا، ذکر هذه الأحكام الإمام النووی لکن لم يتعرض لحکم الجاسوس المستأمن والظاهر والله تعالى أعلم عدم الجواز فإنه أشبه بالذمی۔

۲۶۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَالُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَابِرَةَ بِنْتِ مُصَرِّبٍ، عَنْ فُرَاتِ بْنِ حَيَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَكَانَ عَيْنًا لِأَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ خَلِيفَةَ الْوَجَلِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَرَّ بِخَلْقَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِيَّيْ مُسْلِمٍ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ يَقُولُ: إِيَّيْ مُسْلِمٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا نِكَحَهُمْ إِلَى إِيْمَانِهِمْ، مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ».

ترجمہ: حضرت فرات بن حیانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے میرے قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ فرات ابو سفیان کے جاسوس تھے اور وہ ایک مسلمان انصاری کے حلیف تھے۔ چنانچہ فرات انصاری کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے اور کہنے لگے میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ شخص خود کو مسلمان کہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بعض لوگ تم میں سے ایسے ہیں کہ ہم انہیں ان کے ایمان کے سپرد کرتے ہیں ان میں سے فرات بن حیان ہیں۔

سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۵۲) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۳۶/۴)

۱۔ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۷۰-۱۷۱

۲۔ اے ایمان والو! نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے (سورة الممتحنة ۱)

۳۔ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۲ ص ۶۷، وبذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۷۸

شرح الحدیث: فرات بن حیان جو اس واقعہ مذکورہ فی الحدیث کے بعد اسلام لے آئے تھے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے قتل کا حکم صادر فرمادیا تھا جبکہ میں ابوسفیان کی طرف سے جاسوس بن کر آیا تھا، اور یہ اس وقت ایک انصاری صحابی کے حلیف تھے، چنانچہ انصار کی ایک جماعت پر ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے میں مسلمان ہوں تو ایک انصاری شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو یوں کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں حالانکہ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم فرما رکھا ہے، تو آپ ﷺ نے یہ سنا کر فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض رجال ایسے ہیں کہ ہم ان کے معاملہ کو سپرد کرتے ہیں ان کے ایمان کی طرف، یعنی ان کے دعویٰ ایمان کو قبول کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان ہی میں سے فرات بن حیان بھی ہے۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت: یہ حدیث بظاہر ترجمہ الباب کے مطابق نہیں، اسلئے کہ فرات بن حیان ذمی کہاں تھے، یہ تو ابوسفیان کی جانب سے جاسوسی کیا کرتے تھے، لہذا کافر حربی ہوئے، اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہاں روایت میں تصریح ہے اس بات کی کہ وہ بعض انصار کے حلیف تھے، لہذا بمنزلہ ذمی کے ہوئے۔

۱۱۰۔ ثَابِتُ فِي الْخَامِسِ مِنَ الْمُسْتَأْذِنِ

جو مشرک مسلمانوں سے امان حاصل کرنے کے جاسوسی کرے؟

۲۶۵۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْرٍ: عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكُوْعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ أَسْأَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْلَبُوهُ فَاقْتُلُوهُ». قَالَ: فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُهُ وَأَخَذْتُ سَلْبَتَهُ، فَتَقَلَّنِي إِنَائًا.

ترجمہ: حضرت ابن سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں مشرکین کا ایک جاسوس آیا اور آپ ﷺ (اس وقت) سفر میں تھے وہ آپ ﷺ کے صحابہ کے پاس بیٹھ گیا پھر وہ کھسک گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو تلاش کر کے قتل کر دو۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے اس کو پکڑا اور اس کو قتل کر کے اس کا سامان لے لیا۔ آپ ﷺ نے وہ سامان مجھ کو بطور نفل عنایت فرمادیا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۸۶) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۵۳)

مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۴/۶۷) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۴/۶۷) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴)

۲۶۵۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ، وَهَشَامًا حَدَّثَاهُمَا، قَالَا: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِنَائُسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَنْصَبُ وَعَامَتُنَا مَشَاةً وَفِينَا ضَعْفَةٌ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ فَانْتَرَعَ طَلْقًا مِنْ حَقْوِ الْبَعِيرِ فَقَيَّدَ بِهِ جَمَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا رَأَى

ضَعَفَتْهُمْ وَرَبَقَةً ظَهَرَهُمْ خَرَجَ يَتَدَوُّ إِلَى جَمَلِهِ فَأَطْلَقَهُ، ثُمَّ أُنَاخَهُ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ خَرَجَ بِرُكْبَتِهِ، وَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ عَلَى نَاقَةٍ وَرَبَقَاءَ هِيَ أَمْتَلُ ظَهْرِ الْقَوْمِ قَالَ: فَخَرَجْتُ أَعْدُو، فَأَدْرَكْتُهُ وَرَأْسُ النَّاقَةِ عِنْدَ وَرَبَكِ الْجَمَلِ، وَكُنْتُ عِنْدَ وَرَبِكِ النَّاقَةِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرَبِكِ الْجَمَلِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخَطَامِ الْجَمَلِ فَأَخْلَعْتُهُ، فَلَمَّا وَضَعْتُ رُكْبَتَهُ بِالْأَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَأَصْرَبْتُ رَأْسَهُ فَتَدَرَّ، فَجِئْتُ بِرَأْسِهِ وَمَا عَلَيْهَا أَقْوَمُهَا، فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ مُقْبِلًا فَقَالَ: «مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ؟» فَقَالُوا: سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ، فَقَالَ: «لَهُ سَلْبُهُ أَجْمَعُ» قَالَ هَاهُنَا: «هَذَا الْقَطْعُ هَاشِمٌ».

ترجمہ: حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہونکر (قبیلہ) ہوازن کے مقابلہ کیلئے جہاد میں شرکت کی ایک روز چاشت کے وقت ہم لوگ کھانا کھا رہے تھے اور ہم میں سے زیادہ تر لوگ پیدل اور بعض کمزور تھے۔ اتنے میں ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اونٹ کی (ترگاہ) سے چمڑہ کا تسمہ نکال کر اونٹ کو باندھ دیا اور ہمارے ساتھ کھانا کھانے لگا۔ جب اس نے ہم لوگوں کی کمزوری اور سوار یوں کی کمی کو دیکھا تو وہ اپنے اونٹ کی جانب دوڑتا ہوا گیا اس کی رستی کھول دی اور بٹھا کر اس پر سوار ہو کر دوڑتا ہوا چل پڑا (اب ہم کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جاسوس ہے) تو قبیلہ اسلم سے ایک شخص اپنی خاکی رنگ کی اونٹنی پر جو کہ ہم لوگوں کی سب سوار یوں میں اعلیٰ تھی سوار ہو کر اس کے پیچھے چلا۔ سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ اور میں پیدل دوڑتا ہوا اس کے پیچھے گیا پھر میں نے اس مشرک کو پایا کہ قبیلہ اسلم کی اونٹنی کا سر اس مشرک کے اونٹ کے سرین کے پاس تھا اور میں قبیلہ اسلم کی اونٹنی کی سرین کے پاس تھا۔ میں آگے بڑھا یہاں تک کہ میں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسکو (نیچے) بٹھایا۔ جب اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا تو میں نے میان سے تلوار نکال لی اور اس مشرک کے سر پر مار دی (تلوار سے) اس کا سر اڑ گیا (کٹ گیا) میں اس شخص کے اونٹ کو بھی لے آیا اور اس پر جو سامان تھا اس کو بھی گھسیتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں لایا۔ آپ ﷺ لوگوں کے درمیان میری جانب چہرہ کئے ہوئے سامنے تشریف لائے اور دریافت کیا کہ اس شخص کو کس نے مارا؟ لوگوں نے کہا سلمہ بن اکوع نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا سارا سامان سلمہ کو ملے گا۔

حج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۸۶) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۵۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۴۶/۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴)

شرح الأحادیث: اس باب کی پہلی حدیث مختصر ہے، دوسری مفصل ہے، حدیثیں دونوں ایک ہی ہیں جس کے راوی سلمہ بن الاکوع کے بیٹے ایاس بن سلمہ ہیں۔ حضور ﷺ جب غزوہ حنین کیلئے تشریف لیجا رہے تھے تو اس سفر کے درمیان کا یہ واقعہ ہے جس کو سلمہ بن الاکوع بیان کر رہے ہیں۔

اس غزوہ میں جو کہ قبیلہ ہوازن کے ساتھ ہوا تھا حضور ﷺ کے ساتھ میں بھی تھا، ایک روز کا واقعہ ہے کہ ہم سب قافلہ والے صبح کا کھانا کھا رہے تھے، اکثر ہم میں پیادہ پاتھے اور بہت سے ہم میں ضعیف اور کمزور لوگ تھے (ضعفۃ جمع ہے ضعیف

کی، اور ہو سکتا ہے یہ لفظ ضَعْفَةٌ ہو سکون میں کے ساتھ اُنی حالۃ الضعف) تو ہچانک ایک شخص کافر سرخ اونٹ پر سوار آپہنچا، اور اس پر سے اترنے کے بعد اس نے اس اونٹ کی تہی گاہ سے ایک چڑھ کا تسمہ نکالا، اسکے ذریعہ سے اپنے اونٹ کو باندھا پھر آکر ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا (کھانے کے درمیان اس نے پورے لشکر پر نظر ڈال کر) لوگوں کے ضعف کی حالت اور سوار یوں کی کمی کا اندازہ لگالیا، پھر اٹھ کر دوڑ کر جانے لگا اپنے اونٹ کی طرف، چنانچہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو ایڑ مار کر بھگانے لگا، سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اسکا پیچھا کیا، اور یہ اونٹنی پورے لشکر کی اونٹنیوں میں سب سے افضل تھی، یعنی تیز دوڑنے میں، سلمہ کہتے ہیں، میں بھی اس کے تعاقب میں چلا پیدل دوڑتا ہوا (یہ تیز رفتاری میں بڑے مشہور و معروف تھے پیدل دوڑنے میں شہ سوار کو پیچھے کر دیتے تھے) چنانچہ آگے وہ اسی کو بیان کر رہے ہیں: فَأَذَى كُنْهَ وَأَسْ التَّاقَةَ عِنْدَ وَرَإِ الْجَمَلِ، وَكُنْتُ عِنْدَ وَرَإِ التَّاقَةِ، سلمہ جو صورت حال بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ دوڑنے میں سب سے آگے تو وہ مشرک تھا جو اونٹ پر سوار تھا، اور اس کے پیچھے قبیلہ اسلم کے وہ صحابی تھے جو اپنی اونٹنی پر سوار تھے، سلمہ فرما رہے ہیں کہ دوڑتے دوڑتے ان صحابی کی ناقہ کا سر مشرک کی سواری کے سرین کے قریب پہنچ چکا تھا اور میں ان صحابی کی ناقہ کے سرین کے پاس بھاگتا بھاگتا پہنچ چکا تھا: ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرَإِ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخَطَامِ الْجَمَلِ یعنی میں نے ہمت کر کے ایک چھلانگ اور لگائی یہاں تک کہ میں ان صحابی کی جگہ آ گیا یعنی اونٹ کے سرین کے قریب، پھر میں اور قوت سے آگے بڑھا حتیٰ کہ میں نے مشرک سوار سے آگے نکل کر اس کے اونٹ کی ٹکیل پکڑ لی اور اس اونٹ کو میں نے زمین پر بٹھادیا اور اسی اثناء میں میں نے اپنی تلوار نیام میں سے نکال کر اس کافر کے رسید کی جس سے اس کا سر کٹ گیا اور وہ مشرک سواری پر سے گر گیا، پھر میں اس کی سواری کو مع اس کے ساز و سامان کے لے کر چل رہا تھا پس حضور ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ مع اپنے چند اصحاب کے میری طرف چلے آ رہے ہیں، اور آکر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس مشرک کو کس نے قتل کیا ہے لوگوں نے میرا نام لیا کہ سلمہ بن الاکوعؓ نے کیا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: لَهٗ سَلْبَةٌ أَجْمَعُ کہ اس کافر کا تمام سلب ابن الاکوعؓ ہی کے لئے ہے۔

حدیث کی ترجمہ الباب کیساتھ مطابقت: اس حدیث پر بھی ترجمۃ الباب کے ساتھ عدم مطابقت کا اشکال ہوتا ہے اس لئے کہ جمل احمر والا مشرک مستأمن کہاں تھا، چنانچہ اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: بَابُ الْحَرْبِ إِذَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ أَمَانٍ، اس کی زائد سے زائد توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ روایت میں یہ ہے کہ یہ مشرک صحابہ کے ساتھ کھانے میں آکر شریک ہو گیا، اور ظاہر ہے کسی نے اس کو ٹوکا نہیں گویا یہ ایک طرح کا استیمان ہو گیا لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ توجیہ حدیث اور ترجمۃ الباب میں مناسبت پیدا کرنے کیلئے ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کا حکم ایک ہی ہو، اسی حکم الجاسوس الحربی والمستأمن، اس حدیث میں سلب مقتول کا ذکر ہے کہ وہ قاتل کیلئے ہے کما فی الحدیث: مَنْ

قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ^①، لیکن یہ سلب کا مسئلہ اختلافی اور وسیع الذیل ہے یعنی اس کے تحت میں بہت سارے مسائل اور جزئیات ہیں جو عنقریب آپے محل میں کتاب الجہاد ہی میں آنے والے ہیں۔ حدیث الباب المختصر أخرجه البخاری والنسائی، والمفصل أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۱۱۱۔ بَابُ فِي أَيِّ وَقْتٍ يُسْتَحَبُّ الْفَقَاءُ

۸۸ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے کونسا وقت اچھا ہے؟ ۸۸

یعنی کس وقت دشمن پر حملہ کرنا اور مقابلہ کرنا بہتر ہے۔

۲۶۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَرَ ابْنُ الْجَوْيِّ، عَنْ عُلْفَمَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُزَنِيِّ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ الثُّعْمَانَ يُعْنِي ابْنَ مُقَرَّنٍ، قَالَ: «شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، وَتَهْبِطَ الرِّيحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ».

ترجمہ: حضرت نعمان بن مقرن سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک جنگ کے موقع پر حاضر ہوا تو اگر آپ ﷺ شروع دن میں قتل و قتال نہ کرتے تو دشمن سے مقابلہ میں (یعنی جنگ میں) تاخیر فرماتے یہاں تک کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتیں اور مدد (الہی) نازل ہوتی۔

شرح: صحیح البخاری - الجزية (۲۹۸۹) جامع الترمذی - السیر (۱۶۱۲) جامع الترمذی - السیر (۱۶۱۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۵۵)

شرح الحدیث: نعمان بن مقرن فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے بعض مغازی میں شریک ہوا ہوں تو میں نے دیکھا کہ اگر آپ کسی وجہ سے دن کی شروع میں قتال نہیں کر سکے تو پھر قتال کو مؤخر فرماتے تھے زوال شمس تک کے لئے۔

یعنی اول تو آپ ﷺ دن کے شروع میں قتال فرمایا کرتے تھے اور اگر کسی وجہ سے اس وقت لڑائی شروع نہ ہو سکے تو پھر دن چڑھے لڑائی کی ابتداء نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ ظہر کے وقت کا انتظار فرمایا کرتے اور پھر نماز کے بعد جو خیر و برکت کا وقت ہوتا ہے اور نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اس وقت لڑائی شروع کرتے۔ حافظ لکھتے ہیں: فائدہ تاخیر قتال کا یہ ہے کہ اوقات صلاة محل ہیں اجابت دعا کا اور ہوا کے چلنے کا وقت ہے اور نشاط کے پیدا ہونے کا، ترمذی شریف میں نعمان بن مقرن کی یہ حدیث ذرا تفصیل سے ہے، ولفظه: «فَرَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ أُمْسَكَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتْ تَمَاتَلْ، فَإِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ أُمْسَكَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، فَإِذَا زَالَتْ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ، ثُمَّ أُمْسَكَ حَتَّى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ الْحَدِيثُ^②، قلت: وقد تقدم في باب دعاء المشركين من حديث أنس: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

① شرح معاني الآثار - كتاب السیر - باب الرجل يفعل قتيلًا في دار الحرب، هل يكون له سلبه أم لا؟ ۵۱۹۳

② جامع الترمذی - أبواب السیر - باب ما جاء في الشاة التي يستحب فيها القتال ۱۶۱۲

كَانَ «يُعِيدُ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ يَتَسَمَّعُ، فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ»^۱. وحديث الباب أخرجه البخاري والترمذي والنسائي، قاله المنذري.

۱۱۲۔ باب فی ما یؤمر بہ من الصمت عند اللقاء

لڑائی کے وقت خاموش رہنے کا حکم

۲۶۵۶۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: «كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصُّوتَ عِنْدَ الْقِتَالِ».

حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ جنگ کے وقت آواز سے گفتگو کرنے کو برا سمجھتے تھے۔

۲۶۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ هَمَّامٍ، حَدَّثَنَا مَطَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ ذَلِكَ.

عبید اللہ بن عمرو دوسری سند سے نبی کریم ﷺ سے اسی طرح کی روایت بیان کرتے ہیں۔

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کفار پر حملہ کے وقت شور و پکار کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ خاموشی کے ساتھ قتال کرتے تھے، شرح نے لکھا ہے کہ اس وقت میں شور و پکار سے شبہ ہوتا ہے گھبراہٹ، بے صبری، اور خوف کا، بخلاف متانت اور خاموشی کے کہ وہ دلیل ہے ثبات اور پختگی کی، بذل میں ہے کہ ملا علی قاریؒ نے یہاں پر ذکر اللہ کا استثناء کیا ہے لیکن اس استثناء کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ لڑائی کے وقت ذکر اللہ کے ساتھ آواز بلند کرنا کہاں ثابت ہے^۲۔

۱۱۳۔ باب فی الرجل یترجل عند اللقاء

جنگ سواری سے اتر کر پایادہ جنگ لڑنے کا بیان

۲۶۵۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ إِسْرَاطِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبُرَاءِ، قَالَ: «مَتَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَنكَشَفُوا انْزَلَ عَنْ بَعْلِيهِ فَتَرَجَّلَ».

حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جب (غزوہ) حنین کے روز مشرکین سے جنگ میں مدد بھیڑ

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الجہاد - باب فی دعاء المشرکین ۲۶۳۴

۲ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۷ ص ۵۵، وبتل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۱۸۱

ہوئی اور مسلمان بھاگنے لگے تو آپ ﷺ فخر سے اتر گئے اور آپ ﷺ (مصلحت کی بنا پر) پیدل روانہ ہو گئے۔

شرح الحدیث: یعنی یہ کہ غازی پہلے سے تو سوار ہو اور پھر عین لڑائی اور حملہ کے وقت اپنی سواری سے نیچے اتر کر قتال کرے مطلب یہ ہے کہ اگر اس میں مصلحت سمجھ تو ایسا کر سکتا ہے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے: **مَاتَ لَقِيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَنكَشَفُوا نِزْلَ عَنْ بَعْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ**۔

کہ غزوہ حنین میں جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مشرکین کے تیروں کی کثرت سے منتشر ہونے لگے تو آنحضرت ﷺ اپنی سواری سے نیچے اتر کر پیدل دشمن کی طرف چلے، ایسا کرنے میں بہت سی مصلحتیں تھیں، مثلاً یہ کہ مشرکین کے تیروں کی وجہ سے آپ ﷺ کی سواری بدک کر پیچھے نہ ہٹنے لگے، اور یہ کہ آپ ﷺ کفار پر اپنی ثبات قدمی ظاہر کرتے تھے، نیز صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی، کہ جوان میں منتشر ہو گئے تھے آپ ﷺ کو پایادہ دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر مجتمع ہو جائیں، وغیرہ، اور اس سے آپ ﷺ کی کمال شجاعت کا ثبوت ہونا تو ظاہر ہے ہی کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سے اتر کر باوجود صحابہ کے منتشر ہو جانے کے **أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ**، **أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ** ^۱ کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے، **أَوْ شَرَفَ وَ كَرَمَ وَ عَلَى آلِهِ وَ صَحْبِهِ أَجْمَعِينَ**۔ و الحدیث أخرجه البخاری و مسلم و النسائی اتم منه فی اثناء الحدیث الطویل، قاله المنذری۔

۱۱۴۔ باب فی الحیلاء فی الحرب

جنگ میں تکبر کرنا

۲۶۵۹ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، وَ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمُعَنَّى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «مَنْ الْعِزَّةُ مَا يُحِبُّ اللَّهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللَّهُ فَالْعِزَّةُ فِي الرِّبَةِ، وَأَمَّا الْعِزَّةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللَّهُ فَالْعِزَّةُ فِي غَيْرِ رِبَةٍ، وَإِنَّ مِنَ الْحِيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللَّهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللَّهُ، فَأَمَّا الْحِيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللَّهُ فَالْحِيَلَاءُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَالْحِيَلَاءُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللَّهُ فَالْحِيَلَاءُ فِي الْبَغْيِ» قَالَ مُوسَى: «وَالْقُحْرُ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ غیرت دو طرح کی ہے: ① ایک تو وہ جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے ② دوسری وہ جو کہ اللہ کو پسند نہیں۔ وہ غیرت جو کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہے وہ یہ ہے کہ شبہ اور تہمت کی جگہ پر ہو (اور قوی قرآن موجود ہوں جیسے کہ کسی شخص کی بیوی سے کوئی شخص خلوت میں آکر ہنسی مذاق کرے بذل الجہود) اور وہ غیرت جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں وہ یہ کہ شبہ اور تہمت کے بغیر ہو اسی طرح تکبر کی بھی ایک قسم اللہ تعالیٰ کو

ناپسند ہے اور ایک پسندیدہ ہے۔ جو (تکبر) پسندیدہ ہے وہ یہ کہ انسان، کفار سے جہاد کے وقت غرور کرے اور راہ الہی میں (صدقہ) دیتے وقت (یعنی بخوشی صدقہ دیتے وقت اپنے صدقے کو حقیر جانے) اور جو (تکبر) ناپسندیدہ ہے یہ ہے کہ ظلم اور تعدی میں غرور کرے اور نسب میں فخر کرے اور لوگوں کو گھٹیا سمجھے۔

تخریج سنن النسائي - الزكاة (۲۵۵۸) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۵۹) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۴۵/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۴۶/۵) سنن الدارمی - النکاح (۲۲۲۶)

شرح الحديث: اس حدیث میں دو جزء ہیں: ① ایک غیرت سے متعلق ② اور ایک فخر اور خیلہاء سے جزء ثانی ہی کو ترجمہ الباب سے مطابقت ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ بعض قسمیں تکبر کی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں، اور بعض قسمیں اسکی ایسی بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، قسم ثانی کا مصداق وہ فخر اور بڑائی کا اظہار جو دشمن کے سامنے لڑائی کے وقت کیا جائے، دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے اپنی بہادری جتلائے، زبان سے بھی اور نقل و حرکت سے بھی، اور ایسے ہی وہ خیلہاء جو صدقہ خیرات کے وقت ہو، اور صدقہ میں خیلہاء یہ ہے کہ چاہئے جتنی بڑی مقدار صدقہ کی ہو اس کو کثیر نہ سمجھے بلکہ اس کی قلت کا اظہار کرے، نیز بہت خوش دلی کے ساتھ اور انبساط کینا ساتھ صدقہ کرے، اور اختیال کی قسم اول جو مبغوض عند اللہ ہے وہ آدمی کا اکڑنا اور خوش ہونا ہے دوسروں پر ظلم اور زیادتی کرنے میں۔

اور حدیث کا دوسرا جزء جو غیرت سے متعلق ہے اس کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس کی بھی دو قسمیں ہیں محبوب عند اللہ، اور مبغوض عند اللہ، غیرت کہتے ہیں کراهة المشابہة فی امر محبوب کو یعنی آدمی کا اپنی محبوب اور پسندیدہ چیز میں دوسرے شخص کی شرکت کو پسند نہ کرنا، جیسے عاشق اپنے معشوق کے بارے میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا اس سے تعلق قائم کرے، اور یہ کہ وہ معشوق کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہو، علیٰ ہذا القیاس اپنی بیوی ہے، یہ کون چاہے گا کہ کوئی دوسرا اس کی طرف دیکھے یا رغبت کرے، پس آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جو صفت غیرت کی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے وہ غیرت ہے جو واقعی محل شک اور محل تہمت میں ہو جس کو آپ ﷺ فرما رہے ہیں: القیڑة فی البیبة اور وہ غیرت جو مبغوض ہے وہ وہ ہے جو بے محل ہو، خواہ مخواہ اور بلا وجہ، بات بالکل صحیح ہے اس لئے کہ جو غیرت بلا وجہ اور بے محل ہوگی وہ تو سراسر سوء ظن ہے، لہذا اس سے بچنا ضروری ہے اسی لئے اس کو مبغوض فرما رہے ہیں اور جو غیرت واقعی محل شک میں ہو وہ مطلوب اور پسندیدہ ① ہے، والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

① مثلاً اگر کسی شخص کو اپنی بیوی کے بارے میں اس وجہ سے غصہ اور غیرت آئے کہ وہ فلاں اجنبی کو جھانکتی ہے یا کوئی اجنبی اس کو دیکھتا ہے تو یہ بات اگر کسی قرینہ کی وجہ سے ہے تب تو یہ اس کی غیرت محبوب ہے اور اگر بلا وجہ ہو تو مبغوض ہے۔

۱۱۵۔ باب فی الرَّجُلِ یُسْتَأْسَرُ

۱۱۵ اگر کوئی دشمن کے ہاتھوں قید ہو جائے تو؟

ترجمہ الباب کی شرح: یستأسر کو معرہ و فوجوں دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان لڑائی وغیرہ میں کفار کے گھیرے میں آجائے تو اس کو کیا کرنا چاہئے، اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دے، اور ان کی قید کو قبول کرے، یا یہ کہ ان کے ساتھ مزاحمت کرے، اور ان کی قید قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو، امام بخاریؒ نے بھی اس مضمون پر باب باندھا ہے: باب هل يستأسر الرجل ومن لم يستأسر، میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب میں جز ثانی (ومن لم يستأسر) بڑھا کر عدم استیسا کو افضل قرار دیا ہے، یعنی یہ کہ گویا اسے آڑے وقت میں کافر کی قید قبول کرنا جائز ہے، لیکن اولیٰ یہی ہے کہ کافر کی بات پر اعتماد نہ کرے، اور اس کی قید کو قبول نہ کرے۔

۲۶۶۰ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِهَيْمٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ جَابْرِ النَّخَعِيُّ خَلِيفَةُ بَنِي زُهْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ عَيْنًا، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ فَتَقَرُّوا لَهُمْ هَذَا نِيلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَلَمَّا أَحْسَسَ بِهِمْ عَاصِمٌ جَاءُوا إِلَى قَرَدٍ، فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمْ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا، فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي دِمَةٍ كَافِرٍ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ: مِنْهُمْ حُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّيْنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرٌ، فَلَمَّا اسْتَمَكُّوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَانًا قَسِيَّهُمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّلَاثُ: هَذَا أَوَّلُ الْعَدْرِ، وَاللَّهُ لَا أَصْحَبَكُمْ إِنْ لِي بِهِمْ لَأَسُوءَةٌ، فَجَرُّوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَلَبِثَ حُبَيْبٌ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مُوسَى يَسْتَجِدُّ بِهَا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ قَالَ لَهُمْ: حُبَيْبٌ دَعَايَ أَمْ كَعَرْتُمَنِي، ثُمَّ قَالَ: وَاللَّهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسَبُوا مَا لِي جَزَاءَ لِرَدِّتْ."

شرح: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے دس افراد کو جاسوسی کیلئے روانہ فرمایا اور ان لوگوں کا امیر عاصم بن ثابت کو مقرر فرمایا۔ چنانچہ (قبیلہ) ہذیل کے سوتیر انداز افراد ان کے (مقابلے کیلئے) نکلے۔ عاصم نے جب ان کو دیکھا تو ان کے دس ساتھی نیلہ پر چھپ گئے (لیکن مشرکین نے ان کو گھیرے میں لے لیا) کفار نے ان لوگوں سے کہا کہ نیچے آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم لوگ تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم لوگوں میں سے کسی شخص کو ہلاک نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم نے کہا کہ میں کسی بھی قیمت پر مشرک کی پناہ میں نہیں آؤں گا۔ اس بات پر مشرکین نے ان کو تیروں سے قتل کر دیا۔ عاصم اور ان کے ساتھی سات افراد کو مشرکین نے قتل کر دیا اور تین اشخاص مشرکین کے اقرار پر اعتماد کر کے نیچے آ گئے ان لوگوں میں سے حضرت حبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک دوسرا شخص (بن کا نام عبد اللہ بن طارق تھا) جب یہ لوگ

مشرکین کے قبضہ میں آگئے تو ان لوگوں نے اپنی کمانوں کے تانت کھول کر ان لوگوں کو باندھ دیا۔ تیسرے آدمی نے کہا (یعنی عبد اللہ بن طارق نے) کہ یہ پہلی عہد شکنی ہے اللہ کی قسم میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ میرے لئے ان لوگوں میں بہترین نمونہ ہے (یعنی میری خواہش ہے کہ میں بھی شہید ہو کر اپنے ساتھیوں سے ملوں) مشرکین نے ان کو گھسیٹا انہوں نے کفار کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا تو کفار نے ان کو بھی شہید کر دیا اب غیب کفار کے پاس گرفتار ہے اور کافروں نے انہیں بھی شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا انہوں نے کافروں سے موئے زیر ناف کی صفائی کیلئے ایک استر امانگا جس وقت مشرکین ان کو شہید کرنے کیلئے چل پڑے تو غیب نے ان لوگوں سے کہا مجھے ذرا مہلت دو میں دور کعت ادا کر لوں۔ پھر کہا: اللہ کی قسم! اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ میں قتل کئے جانے کے ڈر سے نماز ادا کر رہا ہوں تو میں مزید نماز پڑھتا۔

۲۶۶۱-

حَدَّثَنَا ابْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيِّ، وَهُوَ خَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ

حضرت عمرو بن ابوسفیان بن اسید بن جاریہ جو کہ قبیلہ بنو زہرہ کا حلیف تھا اور نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہنے والا تھا اس نے اسی طرح حدیث ذکر کی۔

تصحیح

صحیح البخاری - الجہاد والسیور (۲۸۸۰) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۷) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۵۸) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۷) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۰) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲/۲۹۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲/۳۱۱)

شرح الاحادیث

مصنف نے اس باب میں سریہ الرجب کا واقعہ ذکر فرمایا ہے، یہ اصحاب سریہ دس اصحاب تھے جن کو حضور ﷺ نے عین یعنی جاسوس بنا کر خبر قریش لانے کیلئے مکہ مکرمہ کی جانب بھیجا تھا جن کا امیر آپ ﷺ نے عاصم بن ثابتؓ کو مقرر فرمایا تھا جیسا کہ یہاں حدیث میں تصریح ہے۔

فَتَقَرُّوْا لَهُمْ هَذَا يَلُّ بِقَرِيْبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ: یعنی جب یہ سریہ مکہ کی جانب جا رہا تھا تو راستہ ہی میں ان کی طرف قبیلہ ہذیل کے تقریباً سو آدمی تیر انداز قسم کے ان کے مقابلہ کیلئے نکل آئے، اور ظاہر بات ہے کہ یہ اصحاب سریہ تو خالی ہاتھ تھے، غیر مسلح، کیونکہ یہ تو صرف جاسوسی کیلئے جا رہے تھے نہ کہ لڑائی کیلئے، اب جب اچانک سو تیر انداز ان کے مقابلہ کیلئے آگئے تو یہ لوگ اپنی جان بچانے کیلئے ایک پہاڑی پر چڑھ گئے، جس کو راوی کہہ رہا ہے: فَلَمَّا أَحْشَ بِهِمْ عَاصِمٌ جَلَّوْا إِلَى قُرْدٍ، الحاصل جب یہ لوگ پہاڑی پر چڑھ گئے تو ان تیر انداز مشرکین نے ان سے کہا اُذِلُّوْا اَکْمَ نِجْجٍ اُتْرَاو اور اپنے آپ کو ہمارے حوالہ کر دو اس طور پر کہ ہم تم سے معاہدہ کرتے ہیں، یعنی اس بات پر کہ تم میں سے کسی کو قتل نہ کریں گے، اس پر امیر سریہ عاصم بن ثابتؓ نے کہا: اَمَّا اَنَّا فَلَا اُذِلُّوْا فِيْ ذِمَّةٍ كَالِدٍ، کہ میں تو کسی کافر کے ذمہ کے اعتبار کر کے نیچے اتروں گا نہیں (جو تم سے ہو سکے کر لو) اس پر ان مشرکین نے تیر اندازی کے ذریعہ عاصم امیر سریہ اور ان کے سات عدد ساتھیوں کو ختم کر دیا وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ فَلَاكُهُ لَقَدْ اب جو تین باقی رہ گئے تھے وہ ان کا عہد قبول کرتے ہوئے نیچے اتر آئے وہ..... یہ ہیں، غیب بن عدی، زید بن الدھنہ،

ورجل آخر (عبداللہ بن طارق) جب ان مشرکین نے ان تین پر قابو پایا تو اپنی کمانوں کے اوتار کھولنے لگے، اور ان اوتار کے ذریعہ سے ان تین کو باندھنے لگے، خبیبؓ اور زیدؓ کو تو انہوں نے باندھ لیا، جب تیسرے شخص کو باندھنے لگے تو اس نے کہا: هَذَا أَقْلُ الْقَدَرِ وَاللَّهِ لَا أَصْحَبُكُمْ، کہ یہ غدر اور نقض عہد کی ابتداء ہے یعنی باندھتے کیوں ہو واللہ میں تمہارے ساتھ ہر گز نہ جاؤں گا، اور یہ جو میرے ساتھی شہید کر دیئے گئے ہیں یہ میرے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہیں، مشرکین ان کو کھینچ کر زبردستی لیجانے لگے لیکن انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، تب مشرکین نے ان کو بھی قتل کر دیا، اب ذوق باقی رہ گئے خبیبؓ اور زید بن الدثنہؓ ان دونوں کو وہ مشرک ہاتھ باندھنے کے بعد اپنے ساتھ لے گئے فَلَبِثَ خُبَيْبٌ أَسِيرًا رَاوِیَتْ مِیْنِ اخْتِصَارِہِ، صرف خبیبؓ کا ذکر کیا حتیٰ اَجْمَعُوا قَتْلَهُ یہاں بھی اختصار ہے، بخاری کی روایت میں تفصیل ہے، چنانچہ اس میں اس طرح ہے: فَانْطَلَقُوا بِخُبَيْبٍ وَابْنِ دُثْنَةَ حَتَّى بَاغَوْهُمَا بِحِمَاةٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ فَابْتِغَاءَ خُبَيْبًا يُكُونُ الْحَارِثُ بْنُ عَامِرٍ بْنُ نَوْفَلٍ بْنُ عَبْدِ مَنَافٍ وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا فَأَخْبَرَني عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيَّاضٍ أَنَّ بِنْتَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ أَنَّہُمْ جِئُوا اجْتَمَعُوا السَّعَاءَ مِنْهَا مَوْسَى یعنی وہ مشرکین حضرت خبیبؓ اور حضرت زید بن الدثنہؓ دونوں کو لے کر چلے گئے، اور ان دونوں کو مکہ میں لیجا کر فروخت کر دیا ان دو میں سے خبیبؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا، اور حال یہ کہ خبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا، اب ظاہر ہے کہ خبیبؓ اب ایسے شخص کے ہاتھ میں پہنچ گئے جس کے باپ کے قاتل خبیبؓ ہیں تو وہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، جو بھی سخت سے سخت معاملہ کرے کم ہے، بہر حال روایت میں یہ ہے کہ یہ خبیبؓ انکے یہاں چند روز تک رہے، آخر کار بنو الحارث نے جب خبیبؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے اپنی موت اور شہادت کی تیاری میں اس گھر والوں سے استرہ طلب کیا زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کیلئے فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ یہاں بھی اختصار ہے، اس روایت کا بقیہ حصہ خود ابو داؤد کی کتاب الجنائز میں بَابُ الْمَرِيضِ يُؤْخَذُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَعَانَتِهِ میں آ رہا ہے، وہاں یہ ہے: فَأَعَارَتْهُ فَدَّرَجَ بُنْيَ لَهَا وَهِيَ غَافِلَةٌ الْحَدِيثُ ①، یعنی جس وقت خبیبؓ استمداد کر رہے تھے تو ایک چھوٹا سا بچہ کھیلتا کھیلتا انکے پاس پہنچ گیا، جسکو انہوں نے اپنی ران پر بٹھالیا، اتفاق سے اس منظر کو اس بچہ کی ماں نے دیکھ لیا وہ دیکھ کر گھبرا گئی، خبیبؓ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے اسکو سمجھایا کہ کیوں ڈرتی ہے اللہ نہ کرے میں اسکو قتل توڑا ہی کروں گا، بخاریؒ کی روایت میں اسکے بعد مزید تفصیل ہے، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ الْحَاصِلُ جب بنو الحارث انکو قتل کیلئے لے جانے لگے تو حضرت خبیبؓ نے ان سے فرمایا کہ مجھے ذرا مہلت دو دور کعت پڑھنے کی چنانچہ انہوں نے اسکی مہلت دیدی، انہوں نے دو رکعت مختصر سی پڑھ کر سلام پھیر کر یہ کہا: واللہ! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم میرے بارے میں موت کی گھبراہٹ کا گمان کرو گے تو میں اس نماز کو اور دراز کرتا، روایت میں ہے کہ انہوں نے ان لوگوں کیلئے کچھ بد دعائیں کیں: اللَّهُمَّ أَخْصِهِمْ عَذَابًا

وَأَقْتُلَهُمْ بَدَدًا، یا اللہ! ان سب کو ایک ایک کر کے ہلاک کر دے، روایت میں ہے، راوی کہتا ہے کہ وہ سال پورا نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ سب ہلاک کر دیئے گئے، ایک بھی ان میں سے زندہ باقی نہیں رہا۔ اس موقع پر حضرت خبیبؓ نے چند اشعار بھی کہے تھے شہادت کے ذوق و شوق میں:

عَلَى أَبِي شَيْبَةَ كَانَ لِلَّهِ مَضْرَعِي فَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُشْلِمًا
يُبَارِكُ عَلَى أَوْصَالِ شَيْبَةَ مُنْزَعٌ ① وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهِ وَإِنْ يَشَأْ

صحیح بخاری کی روایت میں تو صرف دو ہی بیت ہیں باقی قصیدہ طویل ہے، جو دوسری سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے جس کو ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے تمامہا "لامع الدراری" کے حاشیہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ طلبہ کی سہولت کیلئے تحریر فرمادیا ہے، اس کو ضرور دیکھا جائے۔

حضرت خبیبؓ کا قصیدہ ہم ناظرین کی سہولت کیلئے یہیں نقل کرتے ہیں، اصل قصیدہ کی ابتداء اس طرح ہے حاشیہ لامع میں ہر ہر بیت کے بعد اس کا ترجمہ مذکور ہے:

لَقَدْ جَمَعَ الْأَحْزَابُ حَوْلِي وَالْبُؤَى قَبَائِلُهُمْ وَاسْتَجْمَعُوا كُلَّ الْجَمْعِ

میرے گرد بہت سے گروہ جمع ہو رہے ہیں، اور انہوں نے بہت سے قبائل کو جمع کر رکھا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ مجمع اکٹھا ہو رہا ہے۔

وَكُلُّهُمْ مُبْدِي الْعَدَاوَةِ جَاهِدْ عَلَيَّ لِأَيِّ فِي وَثَاقٍ وَمَضْجِعِ

ہر ایک ان میں دشمنی کرنے والا ہے، اور میرے خلاف کوشش کر رہا ہے اسلئے کہ میں رسیوں میں جکڑا ہوا ہوں، اور بربادی کی جگہ پڑا ہوا ہوں۔

وَقَدْ جَمَعُوا أَبْنَاءَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَتَرَبُّثٌ مِنْ جَذَعٍ طَوِيلٍ مُنْجِعِ

اور ان لوگوں نے (میرا تماشہ دیکھنے کے واسطے) اپنی سب عورتوں اور بچوں کو جمع کر رکھا ہے اور (سولی دینے کیلئے) قریب لایا گیا ہوں ایک بہت بڑے (درخت کے) تنے کے جو محفوظ ہے، یا بہت زیادہ طویل ہے۔

إِلَى اللَّهِ أَشْكُو غُرْبَتِي ثُمَّ كُرْبَتِي وَمَا أُرْصِدُ الْأَحْزَابَ لِي عِنْدَ مَضْرَعِي

اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اپنی بے کسی کا اور اپنی مصیبت کا اور اس چیز کا جو ان کافر جماعتوں نے میرے قتل کے وقت میرے لئے تیار کر رکھی ہے۔

فَذَا الْعَرْشِ، صَبَّرْنِي عَلَى مَا يُرَاوِي فَقَدْ بَضَّعُوا الْحُمَى وَقَدْ يَأْسُ مَطْمَعِي

پس اے عرش کے مالک تو مجھے صبر عطا فرما اس چیز پر جس کا یہ لوگ میرے ساتھ ارادہ کر رہے ہیں اور ان لوگوں نے میرے

گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں اور مجھے ہر اس چیز سے مایوسی ہو گئی ہے جسکی مجھے خواہش ہو (بڑی خواہش تو قید سے چھوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری ہے اور زندگی کی خواہش بھی اس میں داخل ہو سکتی ہے)۔

وَذَلِكَ فِي ذَاتِ الْإِلَهَةِ وَإِنْ شَاءَ يُتَارِكُ عَلَى أَوْصَالٍ شَلَوْ مُتَزَعٍ

اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ شانہ کی پاک ذات کے سلسلہ میں ہو رہا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو برکت عطا فرما دے ٹکڑوں پر میرے اور اس بدن کے جو ٹکڑے کر دیا گیا ہے۔

وَقَدْ خَيَّرْتُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْمَوْتِ وَبَيْنَ الْإِيمَانِ وَالْحَيَاةِ

اور ان لوگوں نے مجھے اختیار دیا ہے کفر کا، اور بغیر اس کے موت کا (یعنی یا کفر اختیار کروں ورنہ موت کو) اور میری دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں بغیر کسی گھبراہٹ کے (اور گھبراہٹ نہ ہو نیکی وجہ آگے آرہی ہے)۔

وَمَا بِي حَذَاءُ الْمَوْتِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ

مجھے موت کا ڈر نہیں ہے اس لئے کہ (بہر حال میں ایک دن) ضرور مرنے والا ہوں، لیکن مجھے خوف اس آگ کی جسامت کا ہے جو بہت شعلوں والی ہے یا (انسانوں کو) کھا جانے والی ہے، مراد جہنم کی آگ ہے۔

تنبیہ: ”آگ کی جسامت“ یہ ترجمہ اس پر مبنی ہے کہ حجم کو تقدیم الحاء الہمد علی الجیم کے ساتھ پڑھا گیا، لیکن صحیح ”حجم“ بتقدیم الجیم علی الحاء ہے جو تجسیم کا ماخذ ہے، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا، (لیکن مجھے خوف اس دہکتی آگ کا ہے)۔

فَوَاللَّهِ مَا أَرْجُو إِذَا مِتُّ مُسْلِمًا

پس خدا کی قسم..... اگر میں بحالت اسلام قتل کر دیا جاؤں تو مجھے ڈر اپرواہ نہیں کہ میں اللہ کے بارے میں کس کروٹ گراؤں۔

فَلَسْتُ بِمُهْبِدٍ لِلْعَدُوِّ وَتَخَشُّعًا

پس نہیں ہوں میں دشمن کے سامنے ظاہر کرنے والا کسی قسم کی عاجزی کو اور نہ کسی قسم کی گھبراہٹ کو، اس لئے کہ اللہ کی طرف مجھے لوٹنا ہے (إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کی طرف اشارہ ہے) بعض نسخوں میں اس طرح ہے کہ

فَلَسْتُ أَبَالِي حِينَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا

بخاری کی روایت میں ہے وَكَانَ حُبِيْبٌ هُوَ سَنَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قُتِلَ صَبْرًا، کہ حضرت حبیبؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قتل صبراً کے وقت ادائے رکتین کی سنت جاری کی۔

یہ سریۃ الریح کا قصہ جنگ بدر کے بعد ۳ء کا واقعہ ہے، اس قصہ سے معلوم ہوا کہ امیر سریہ عاصم بن ثابتؓ نے اسر مشرکین کو قبول نہیں کیا بلکہ شہادت کو اس پر ترجیح دی، البتہ باقی دو صحابیوں نے اسر کافر کا قبول کیا، علامہ عینیؒ اس حدیث کے فوائد کے ذیل

میں لکھتے ہیں کہ حضرت خبیبؓ اور ان کے دو ساتھیوں کے نزول میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے وقت میں کافر کی قید قبول کرنا جائز ہے، مہلب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کیلئے رخصت پر عمل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، حضرت حسنؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں، اور امام اوزاعیؒ سے فعل عاصمؓ کی ترجیح منقول ہے، یعنی ایسے وقت میں بجائے اسر کافر کے قبول کرنے کے شدت اختیار کرنا اولیٰ ہے (بذل^۱)، والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري۔

۱۱۶۔ ثَابِتُ فِي الْكَمْنَاءِ

کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھنے کا بیان

کمناء جمع ہے کمین کی، کمین وہ شخص جو دشمن کی تاک اور گھات میں ہو، تاکہ موقع پر اس پر اچانک حملہ کر دے، کمین کا اطلاق اردو اور فارسی میں اس جگہ پر بھی ہوتا ہے جہاں چھپ کر بیٹھا جاتا ہے یعنی کمین گاہ پر جس کو فارسی میں دامگاہ بھی کہا جاتا ہے، دراصل یہ ماخوذ ہے کمون سے جو مقابل ہے بروز کا، بظاہر مصنف کا یہ مقصد ہے کہ تدابیر حرب میں سے ایک تدبیر کمین گاہ میں بیٹھنا بھی ہے جیسا کہ غزوہ احد میں ہوا جو حدیث الباب میں مذکور ہے۔

۲۶۶۲ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ، قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرِّمَاءِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا اَئِمَّةً رَجُلًا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ، وَقَالَ: «إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطِفُنَا الظُّيُورَ، فَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسِلَ لَكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَوَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَا هُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسَلَ إِلَيْكُمْ». قَالَ: فَهَرَمَهُمُ اللَّهُ. قَالَ: فَأَنَا وَاللَّهُ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ عَلَى الْجَمَلِ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيْمَةَ - أَيْ قَوْمَ الْغَنِيْمَةِ - : ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أُنْسِيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَتَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلْيَصِيْبَنَّ مِنَ الْغَنِيْمَةِ، فَأَتَوْهُمْ فَضَرَبَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مِنْهُمْ مِدِينَ.

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ احد میں تیر اندازوں پر جو کہ پچاس افراد تھے عبد اللہ بن جبیر کو امیر مقرر فرمایا اور فرمایا: اگر تم لوگ یہ دیکھو کہ ہم لوگوں کو پرندے اچک رہے ہیں جب بھی تم لوگ اپنی جگہ سے نہ ہٹا یہاں تک کہ تمہیں بلایا نہ جائے۔ اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی اور ان کو روند ڈالا جب بھی تم لوگ اس جگہ سے نہ ہٹو جب تک کہ تمہیں بلایا نہ جائے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دے دی اور میں نے ان لوگوں کی عورتوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑوں پر چڑھنے لگیں (یعنی فرار ہونے لگیں) حضرت عبد اللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ مال غنیمت لے لو تمہارے ساتھی (مسلمان) غالب آگئے ہیں۔ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟

حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ بھول گئے جو آنحضرت ﷺ نے تم سے کہا تھا (کہ اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا)؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ تو جائیں گے اور مالِ غنیمت حاصل کریں گے۔ وہ لوگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے چہرے پھیر دیئے اور ان لوگوں کو شکست ہوئی۔

تخريج صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٧٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٦٤) صحيح البخاري - المغازي (٣٨١٧) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٤٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٨٥) سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٣/٤)

أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْنَا أَصْطَفَقْنَا يَوْمَ بَدْرٍ: «إِذَا أَكْتَبُواكُمْ» - يَعْنِي: إِذَا غَشَوْكُمْ - فَأَمْرُهُمْ بِالنَّبْلِ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن جب ہم نے صف بندی کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب وہ کفار تمہارے قریب پہنچیں تو ان پر تیر پھینکو اور اپنے تیر بچا کے رکھو۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۴۴) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۳) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۳)

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۳) مسند احمد - مسند المکین (۴۹۸/۳)

شرح الحدیث: حضرت ابو اسیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ جب جنگ بدر میں ہم لوگ اپنی اپنی صفوں میں آگئے تو آپ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی کہ جب یہ کفار تمہارے قریب آجائیں تب تیر اندازی شروع کرنا، یعنی تم میں اور مشرکین میں جب اتنا فاصلہ رہ جائے کہ تمہارے تیر ان تک پہنچ سکیں تب تیر اندازی شروع کرنا، اور اگر اس سے پہلے تیر اندازی شروع کی جائیگی تو ظاہر ہے کہ تیر ضائع ہوں گے، کوئی دشمن تک پہنچے گا کوئی نہیں پہنچے گا اسی لئے آگے فرما رہے ہیں کہ اپنے تیروں کو بچا کر رکھو، بچانے کا مطلب یہی ہے کہ دور سے مار کر ان کو ضائع نہ کیا جائے، و الحدیث أخرجه البخاری، قاله المنذرى۔

۱۱۸ - بَابُ فِي سَلِ السُّيُوفِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

وَمَنْ دُشِمَنَ جَسَ وَزْدِيكَ آجَاءَ اس وقت تلواریں کھینچ لی جائیں

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَيْسَى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَحْيَى، - وَلَيْسَ بِالْمُطَّلَبِ - عَنْ مَالِكِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: «إِذَا أَكْتَبُواكُمْ فَأَمْرُهُمْ بِالنَّبْلِ، وَلَا تَسْلُوا السُّيُوفَ حَتَّى يَغْشَوْكُمْ».

ترجمہ: مالک بن حمزہ بن ابی اسید ساعدی اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا جب مشرکین تم لوگوں کے نزدیک آجائیں تو ان کو تیر مارو اور جب تک وہ تم لوگوں کے بالکل قریب نہ آجائیں اور تم پر چھانہ جائیں اپنی تلواروں کو نہ نکالو۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۴۴) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۳) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۶۳)

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۴) مسند احمد - مسند المکین (۴۹۸/۳)

شرح الحدیث: یہ پہلی ہی حدیث کا دوسرا طریق ہے، اس میں سل سیوف کی زیادتی ہے جو پہلے طریق میں نہیں تھی، اس میں استعمال سیف کا طریقہ بتلایا گیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب مشرکین تھوڑے قریب ہوں تب تیر اندازی کی جائے،

اور جب زیادہ قریب آجائیں تو اس وقت سیوف کا استعمال کیا جائے، یہ آپ ﷺ کی طرف سے صحابہ کرام کو استعمال اسلحہ کے بارے میں ضروری ہدایات ہیں۔

۱۱۹۔ باب فی المبارزۃ

جنگ کے لئے صف سے نکلنے کا بیان

ترجمة الباب کی شرح ومذایب افہمہ: قتال اور مقابلہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک اجتماعی دوسری انفرادی یعنی پوری جماعت، جماعت پر حملہ کرے اور یا مقابلہ فرداً فرداً ہو، فرداً فرداً مقابلہ پر آنے کو مبارزۃ کہتے ہیں، یعنی صف قتال سے ایک بہادر نکل کر سامنے میدان میں آئے اور کہے: ہل من مبارز ہے کوئی میرے مقابلہ پر آنے والا؟ اس باب میں مصنف اسی کو بیان کر رہے ہیں کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز، سو اگر مبارزۃ یا اذن الإمام ہو تب تو اسکے جواز میں کوئی کلام ہی نہیں، عند اکثر ومنہم الأئمة الأربعة سوى الحسن فإنه لم يجزها مطلقاً، اور اگر بدون اذن الإمام ہو تب بھی عند الجمهور ومنہم مالک والشافعی جائز ہے، ففي المغنی: وأما المبارزة فيجوز بإذن الأمير في قول عامة أهل العلم إلا الحسن فإنه لم يعرفها وكرهها، إلى آخر ما ذكر^①، لیکن اس میں حنابلہ کا اختلاف ہے انکے یہاں اس میں تفصیل ہے، ابن قدامہؒ نے اسکی تین صورتیں لکھی ہیں: ① ایک صورت میں مستحب ہے، ② ایک میں مباح^③ اور ایک میں مکروہ، مستحب اس صورت میں ہے جب اسکی ابتداء کفار کی جانب سے ہو، اور مقابلہ پر آنے والا قوی شجاع ہو، یا اذن الإمام، اور مباح اس صورت میں ہے جبکہ اسکی ابتداء ایسے مرد مسلم کی طرف سے ہو جو شجاع قوی ہو، اور مکروہ اس صورت میں جبکہ اسکی ابتداء مسلم ضعیف کی طرف سے ہو۔

۲۶۶۵

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُصَرِّبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: تَقَدَّمَ - يَعْنِي عُثْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ - وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَتَدَايَ مِنْ يُبَارِز؟ فَأَنْتَدَبَ لَهُ شَيْبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ. فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةَ بْنُ الْحَارِثِ». فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُثْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ صُرَبَتَانِ فَأَتَخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مَلَأْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاخْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ.

شرح

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ عتبہ بن ربیعہ مقابلہ کے لئے آگے بڑھا اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور بھائی (یعنی شیبہ بن ربیعہ) اس کے پیچھے آیا۔ پھر عتبہ نے آواز لگائی کون ہمارے مقابلہ کیلئے آتا ہے؟ تو انصار میں سے کئی نوجوانوں (عبد اللہ بن رواحہ، عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء) نے جواب دیا تو عتبہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ انصار کے جوانوں نے

اپنا قبیلہ، نام و نسب کا تعارف کرایا۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ مجھے تم لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم لوگ تو صرف اپنے چچا کی اولاد سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے حمزہ! کھڑے ہو جاؤ اور اے علی! کھڑے ہو جاؤ اور اے حارث کے لڑکے عبیدہ! کھڑے ہو جاؤ۔ تو حضرت حمزہ عتبہ کی جانب لڑائی کرنے کیلئے متوجہ ہوئے اور اس کو قتل کر دیا اور میں شیبہ کی جانب متوجہ ہوا تو اتنے میں عبیدہ اور ولید کے درمیان شمشیر زنی کا تبادلہ ہوا اور دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا۔ پھر ہم نے بھی ولید پر حملہ کر دیا اور اس کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو میدانِ جہاد سے اٹھالائے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۰۶۶۵) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجنة (۱۱۷/۱)

شرح الحدیث

حضرت علیؑ سے روایت ہے (کہ جنگ بدر میں) تین کافر عتبہ بن ربیعہ اور اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عتبہ، اور عتبہ کا بھائی شیبہ بن ربیعہ یہ تین میدانِ جنگ میں آگے بڑھے اور ہر ایک نے لکار کر کہا: مَنْ يُبَارِزُ؟ تو ان کے جواب میں تین نوجوان انصاری میدان میں آئے (عبداللہ بن رواحہ، عوف بن عفراء، معوذ بن عفراء) جب یہ مقابلہ پر آئے تو عتبہ نے سوال کیا: مَنْ أَنْتُمْ؟ انہوں نے بتلادیا کہ ہم فلاں فلاں ہیں یعنی انصار، تو بڑے فخر اور تکبر سے کہنے لگا تمہاری ہم کو ضرورت نہیں، اِنَّمَا أَرَادَ قَاتِلِي عَمَتَا، ہمیں تو مقابلہ کیلئے اپنے خاندان قریش کے آدمی چاہئیں، حضور ﷺ اور مسلمان یہ سارا منظر دیکھ ہی رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: فَمَا نَفْعُ يَاحْمَزَةُ، فَمَا نَفْعُ يَاحْمَزَةُ، فَمَا نَفْعُ يَاحْمَزَةُ، چنانچہ یہ تینوں حضرات میدان میں آگئے چونکہ مقابلہ فرداً فرداً تھا اس لئے حضرت حمزہ عتبہ کی طرف متوجہ ہوئے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں: اور میں شیبہ کی طرف متوجہ ہوا (ان دونوں نے اپنے مقابل کو بحمد اللہ تعالیٰ مٹا دیا) آگے حضرت علیؑ فرماتے ہیں: عبیدہ اور ان کے مقابل ولید کے درمیان مقابلہ ہوتا رہا، ہر ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا (ہم چونکہ فارغ ہو چکے تھے اس لئے) مائل ہوئے ولید کی طرف اور اس کو قتل کر ڈالا، اور اپنے ساتھی عبیدہ کو میدان میں سے اٹھا کر لے آئے، حافظؒ نے لکھا ہے کہ یہ سب سے پہلی مبارزہ ہے جو اسلام میں پیش آئی^۱، ابن قدامہ نے جواز مبارزۃ بإذن الإمام میں اس واقعہ کو بھی پیش کیا ہے اسکے علاوہ بھی اور بعض دوسری مثالیں اسکی لکھی ہیں جن میں سے بعض میں اذن امام بھی ثابت نہیں، جو چاہئے وہاں دیکھ لے، حدیث الباب نے معلوم ہو رہا ہے کہ مبارزۃ بإذن الإمام وبغير اذن الإمام دونوں جائز ہیں کما هو مسلک الجمهور، اس لئے کہ حمزہ و علیؑ کی مبارزۃ اگرچہ بالاذن تھی لیکن انصار کی مبارزۃ بدون اذن الإمام تھی، ولعمري، ينكر عليهم النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم، قاله الخطابي^۲، یہاں ایک مسئلہ اور اختلافی ہے، وہ یہ کہ مبارز کی اعانت جائز ہے یا نہیں؟ قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ جائز نہ ہو کیونکہ مقابلہ فرد کا فرسے ہے، چنانچہ امام اوزاعی اور سخون مالکی کے نزدیک یہ اعانت مکروہ ہے لکن عند الجمهور تجوز لہذا الحدیث

۱ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۷ ص ۲۹۷

۲ معالم السنن - ج ۲ ص ۲۷۹

(اوجز^①) اس حدیث پر منذری نے سکوت کیا ہے اور اسکی تخریج نہیں کی، صحیح بخاری میں مختصر آیا ہے، قیس بن عباد کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ: هَذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمَا^② ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے جنگ بدر میں مبارزہ کی تھی حمزہؓ و علیؓ و عبیدہؓ، فتح الباری میں حافظؒ لکھتے ہیں کہ اس روایت میں مبارزہ کی تفصیل مذکور نہیں ہے اور پھر اس کے بعد حافظؒ نے سیرۃ ابن اسحاق وغیرہ سے اس مبارزین کی تفصیل ذکر کی^③۔

۱۲۰۔ بَابُ فِي التَّهْمِ عَنِ الْمُثَلَّةِ

مثله کرنے کی ممانعت

مثله اسم مصدر ہے، اس کا مصدر مثل ہے يقال: مثلت بالحيوان مثلاً ومثلت بالقتيل، اور مثلت بالعشيد مبالغہ کیلئے ہے، کسی جانور یا انسان کو بری طرح قتل کرنا، اعضاء کو الگ الگ کر کے، لیکن روایت میں مجر د اہی آیا ہے (مجمع البحار^④)۔

۲۶۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَيْسَى، وَزِيَادُ بْنُ أَبِي بَرْزَاءٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُعَيْدَةُ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ

هُشَيْمِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعَفُّ النَّاسِ وَثَلَّةُ أَهْلِ الْإِيمَانِ».

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بہتر طور پر قتل کرنے والے اہل

ایمان ہوتے ہیں۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۶) سنن ابن ماجہ - الدیات (۲۶۸۱) سنن ابن ماجہ - الدیات (۲۶۸۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۳۹۳/۱)

شرح الحدیث: مثله ابتداء اسلام میں جائز تھا بعد میں اس پر نہی وارد ہوئی اور اس کا جواز منسوخ ہو گیا جیسا کہ احادیث الباب سے معلوم ہو گا۔

أَعَفُّ النَّاسِ وَثَلَّةُ أَهْلِ الْإِيمَانِ: یعنی قتل کرنے میں سب سے زیادہ عقیف اور محتاط اہل ایمان ہوتے ہیں اس حدیث میں گویا اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اہل ایمان کسی کو قتل کرنے میں مثله نہیں کرتے اور اس سے بعد والی حدیث میں مثله سے صراحتہ نہی وارد ہے: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَنَّا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثَلَّةِ، یعنی آپ ﷺ ہم کو صدقہ کی ترغیب دیتے تھے اور مثله سے منع کرتے تھے اور درمختار میں ہے کہ مثله ممنوع ہے کفار کے ساتھ بعد الظفر بهم أما قبله فلا بأس بها یعنی کسی کافر کا مثله کرنا اس پر قابو پانے کے بعد ناجائز ہے، اور قابو پانے سے پہلے اس پر قابو پانے کیلئے جیسے بھی ممکن

① أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۹ ص ۲۲۰

② یہ دو مدعی ہیں جھگڑے میں اپنے رب پر (سورۃ الحج ۱۹)

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۷ ص ۲۹۷

④ النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر - ج ۴ ص ۲۹۴، مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار - ج ۴ ص ۵۳۶

ہو قتل کر سکتے ہیں، اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں: قال الزیلعی وهذا حسن ونظیرہ الإحراق بالنار^①، یعنی احراق بالنار کا حال بھی یہی ہے کہ کسی کافر کا احراق اس پر قابو پانے کے بعد ناجائز ہے، اور قابو پانے سے پہلے جائز ہے، کر سکتے ہیں، تعذیب بالا احراق کا مسئلہ مستقل آگے آیا ہے، حدیث عبد اللہ أخرجه ابن ماجه قاله المنذرى، وحديث سمرة سكت عليه المنذرى۔

۲۶۶۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْهَيَّاجِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي لَهْلَاءَ، فَعَجَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ لِقْنٌ قَدْراً عَلَيْهِ لِيَقْطَعَ يَدَهُ، فَأَرْسَلَنِي لِأَسْأَلَ لَهُ فَأَتَيْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: «كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَنُ عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَبْهَانَا عَنِ الْبُخْلَةِ». فَأَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ حُصَيْنٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَنُ عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَبْهَانَا عَنِ الْبُخْلَةِ».

ترجمہ

ہیاج بن عمران سے روایت ہے کہ عمران کا ایک غلام فرار ہو گیا انہوں نے اللہ تعالیٰ سے نذر کی کہ اگر میں اس غلام کو پکڑ سکا تو اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ پھر عمران نے مجھے یہ مسئلہ معلوم کرنے کیلئے بھیجا تو میں نے سرہ بن جندب سے معلوم کیا انہوں نے کہا: حضور اکرم ﷺ ہم لوگوں کو صدقہ دینے کی ترغیب دیتے تھے اور ہاتھ، پاؤں، ناک، کان کاٹنے سے منع فرماتے تھے۔ پھر میں عمران بن حصین کے پاس آیا اور ان سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ ہم لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔

تصحیح

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۷) مسند احمد - اول مسند البصریین (۴/۴۲۸) سنن الدہامی - الزکاة (۱۶۵۶)

۱۲۱ - بَابُ فِي قَتْلِ النِّسَاءِ

عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت

جہاد میں نساء و صبیان اور شیخ فانی ان سب کو قتل کرنا جائز نہیں، فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے مگر بعض صورتوں میں ان کا قتل جائز ہے وہ یہ کہ یہ عورت یا صبی قتال میں شریک ہو یا وہ عورت مشرکین کی ملکہ ہو، اسی طرح صبی ملک، اور ایسے ہی وہ شیخ فانی جو تجربہ کار اور ذورائی ہو اس لئے کہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا تھا درید بن الصمہ کے قتل کا غزوہ حنین میں اس کے ذی رائے ہونے کی وجہ سے، حالانکہ اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی، لیکن اس میں امام مالک اور اوزاعی کا اختلاف ہے ان کے نزدیک نساء اور صبیان کا قتل مطلقاً ناجائز ہے، ایسے ہی شیوخ کے بارے میں شافعیہ کا اختلاف ہے جو آئندہ حدیث میں آرہا ہے، یہاں تک کہ اگر مشرکین اپنی عورتوں اور بچوں کو بطور ڈھال کے استعمال کریں تب بھی ان پر تیر اندازی وغیرہ جائز نہیں، حتیٰ لو تترس أهل الحرب بالنساء والصبيان لم یجز بهم^②۔

① مد المحتار علی الدہ المختار - ج ۶ ص ۲۱۲

② حتی لو تترس أهل الحرب بالنساء والصبيان أو تحصنوا بجهنم أو سفينة وجعلوا معهم النساء والصبيان لم یجز بهم (الابواب والتر اجم لصحيح البخاري - ج ۱ ص ۲۰۲، وفتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۶ ص ۱۴۷)

۲۶۶۸ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنِ مَوْهَبٍ، وَثِقَبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، «أَنَّ امْرَأَةً

وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَتَكَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتَلَ النِّسَاءَ وَالصَّبِيَّانَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت کو نبی کریم ﷺ نے کسی جنگ میں دیکھا اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

تحقیق: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۵۱) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۵۲) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۴) جامع الترمذی - السیر (۱۵۶۹) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۸) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۴۱) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۲۲/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۲۳/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۷۶/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۹۱/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۰۰/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۱۵/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۲۲/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۲۳/۲) موطأ مالک - الجہاد (۹۸۱) سنن الدارمی - السیر (۲۴۶۲)

۲۶۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اُمِّ قَرْعٍ بْنُ صَيْفِيٍّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ

رَبِيعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسُ لُجُتْمَعِينَ عَلَى شَيْءٍ فَبَحَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: «انْظُرْ عَلَامَةً

اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ؟» فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلَةٍ. فَقَالَ: «مَا كَانَتْ هَذِهِ لِقَاتِلٍ» قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَبَحَثَ

رَجُلًا، فَقَالَ: «قُلْ لِّخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيقًا».

ترجمہ: حضرت رباح بن ربیع سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک جنگ میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ کسی چیز کے گرد جمع ہیں تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو روانہ فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ یہ کیسا مجمع ہے؟ تو وہ شخص آیا اور اس نے کہا کہ ایک عورت کو قتل کر دیا گیا ہے اس پر لوگوں کا جوم (ہورہا) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عورت تو لڑائی نہیں کرتی تھی (پھر اسکو کس وجہ سے قتل کر دیا گیا)۔ راوی کہتا ہے کہ لشکر کے مقدمہ اگلے حصے پر خالد بن ولیدؓ تھے۔ تو آپ ﷺ نے ایک شخص کے ذریعے خالد بن ولیدؓ کو کہلوادیا کہ نہ کسی عورت کو قتل کرو اور نہ ہی کسی خدمت گار کو (جو کہ صرف خادم ہی ہو)۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۶۹) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۴۲)

شرح الحدیث: کُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسُ لُجُتْمَعِينَ عَلَى شَيْءٍ رِ: رباح بن ربیع کہتے ہیں کہ

ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں تھے (غزوۃ الفتح) تو آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو ایک جگہ جمع دیکھا، آپ ﷺ نے ایک

شخص کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ یہ لوگ مجتمع کیوں ہیں، اس نے آکر جواب دیا کہ ایک کافرہ مقتول پڑی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا كَانَتْ هَذِهِ لِقَاتِلٍ کہ عورت تو قاتل کرتی نہیں، مطلب یہ کہ پھر اس کو کیوں قتل کیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت

قاتل کرے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے جیسا کہ جمہور کہتے ہیں خلافاً للإمام مالک، قالہ الحافظ۔

قُلْ لِّمَالِكٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا غَسِيفًا: عسيف یعنی اجیر اور خادم جو مجاہد کے ساتھ اسکی خدمت کیلئے ہوتا ہے، اجیر کے بارے میں حضرتؒ نے بذل میں یہ لکھا ہے کہ ازلہ ذکرانی کتب فقہ الاحناف ۱، میں کہتا ہوں مغنی المحتاج شرح المنہاج میں شافعیہ کی اس میں دو روایتیں لکھی ہیں جواز قتل اور عدم جواز، ولفظہ: یجوز قتل راہب و اجیر و شیخ و أعمی و زمن لا قتال فیہم ولا رأی فی الاظهر، اور اس کی شرح میں ہے: لعموم قولہ تعالیٰ: { قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ } ۲، والثانی المنع؛ لانہم لا یقاتلون فأشبهوا النساء والصبيان ۳۔

۲۶۷۰

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْتُلُوا أَشْيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا أَشْرَ خَنَهُمْ»۔

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بڑی عمر والے یعنی زیادہ طاقتور مشرک کو قتل کر ڈالو اور کم عمر نابالغ مشرکین کو رہنے دو۔

جامع الترمذی - السیر (۱۵۸۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۷۰)

شرح الحدیث ومذاہب الأئمۃ

شرح شارح کی جمع ہے یعنی صبی، اس حدیث سے شیوخ اور صبیان کے حکم کے درمیان فرق مستفاد ہو رہا ہے کہ اول کا قتل جائز ہے ثانی کا ناجائز لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک دونوں کا حکم یکساں ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا، یعنی عدم جواز، لہذا حدیث حنفیہ اور مالکیہ کے خلاف ہوئی، اور شافعیہ کے موافق ہوئی اسلئے کہ ان کا قول اصح جواز قتل شیوخ ہے جیسا کہ ابھی مغنی المحتاج سے اوپر گزرا ہے ہو کذا اقال النووی، ہماری طرف سے حدیث کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا استعمال کبھی شاب کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اور کبھی صغیر و صبی کے مقابلہ میں، جیسا کہ یہاں حدیث میں صغیر کے مقابلہ میں ہو رہا ہے، اور جب شیخ کا استعمال صغیر کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس سے مراد شاب ہوتا ہے، لہذا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین کے بڑوں کو یعنی جوانوں کو قتل کیا جائے، اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے، یہ بات مشہور ہے کہ شیخ کا اطلاق کبھی کبیر یعنی اسن اور ضعیف پر ہوتا ہے اور کبھی اس کا اطلاق کامل فی الرجول یعنی جوان اور بہادر اور گاہے کامل فی العلم یعنی استاد اور ماہر فی العلم پر ہوتا ہے، اور ہماری دلیل حضرت انسؓ کی وہ حدیث مرفوع بھی ہے جو باب فی دعاء المشرکین میں گزر چکی لَا تَقْتُلُوا شَبَحًا قَانِیًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً الْحَدِیْث ۴، وفي الأوجز: قوله "ولا صبیا ولا کبیرا ہرما"، قال الباجی: یرید الشیخ

۱ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۲۰۰

۲ پاری آیت کا ترجمہ یہ ہے: تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں (سورۃ التوبہ ۵)

۳ مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج - ج ۴ ص ۲۹۵

۴ سنن ابی داؤد - کتاب الجہاد - باب فی دعاء المشرکین ۲۶۱۴

الهرم الذي بلغ من السن مالا يطيق القتال ولا ينتفع به في رأي، ولا مدافعة، فهذا مذهب جمهور الفقهاء أن لا يقتل، وبه قال أبو حنيفة ومالك، وللشافعي قولان، أحدهما: مثل قول الجماعة، والثاني: يقتل، والدليل ما نقلوه قول أبي بكر هذا ولا يخالف له، فثبت أنه إجماع اه^١، اس میں حنابلہ کا مذہب نہیں آیا، وہ بھی اس میں جمہور ہی کے ساتھ ہیں ففی شرح العمدة قول لا يقتل منهم صبي ولا مجنون ولا امرأة ولا راهب ولا شيخ فان ولا زمن ولا اعلمي ولا من لا رأي لهم إلا أن يقاتلوا؟ الخ^٢، حدیث عبد اللہ بن عمر اول حدیث الباب أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي واما حديث رباح بن ربيع فأخرجه النسائي وابن ماجه والحديث الثالث حديث سمرة بن جندب أخرجه الترمذي، قاله المنذري۔

٢٦٧١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ خُرُوصَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَمْ يُقْتَلْ مِنْ نِسَائِهِمْ - تَعْنِي بَنِي قُرَيْظَةَ - إِلَّا امْرَأَةٌ، إِنَّهَا لَعِنْدِي تُحَدِّثُ تَضَحُّكَ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْتُلُ رَجُلَهُمْ بِالسُّيُوفِ، إِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاسْمِهَا أَيْنَ فُلَانَةُ؟ قَالَتْ: أَنَا. قُلْتُ: «وَمَا شَأْنُكَ؟» قَالَتْ: حَدَّثْتُ أَخَدْتُه. قَالَتْ: «فَانْطَلِقْ بِهَا فَضْرِبَتْ عُنُقَهَا، فَمَا أَتَيْتُ عَجَبًا مِنْهَا إِنَّهَا تَضَحُّكَ ظَهْرًا وَبَطْنًا وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّهَا تُقْتَلُ».

سرخسہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو قریظہ کی خواتین میں سے کوئی خاتون قتل نہیں کی گئی لیکن ایک خاتون جو کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی گفتگو کر رہی تھی اور وہ ہنستی جا رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے اسکی پشت اور اسکے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے حالانکہ نبی ﷺ بازار میں اسکے مردوں کو قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک آواز دینے والے نے اسکا نام لے کر آواز دی کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں ہوں۔ اماں عائشہ فرماتی ہیں: میں نے معلوم کیا کہ یہ تم کو کیا ہو گیا (یعنی کس وجہ سے تمہارا نام پکارا جا رہا ہے) اس نے کہا کہ میں نے ایک نیا کام کیا (یعنی رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی ہیں)۔ اماں عائشہ نے فرمایا کہ پھر وہ پکارنے والا شخص اسکو لے گیا اور اس عورت کو قتل کر ڈالا۔ اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ابھی تک فراموش نہیں کر سکی کہ اس وقت مجھ کو تعجب ہوا تھا کہ وہ عورت اس قدر ہنستی جا رہی تھی کہ اسکی پشت اور پیٹ میں بل پڑتے تھے حالانکہ اسکو علم تھا کہ وہ قتل کی جانے والی ہے۔

سنن أبي داود - الجهاد (٢٦٧١) مسند أحمد - باقی مسند الانصار (٢٧٧/٦)

شرح الحدیث: اس حدیث میں قتل بنو قریظہ کا ذکر ہے جو کہ مشہور واقعہ ہے، حضور ﷺ نے یہود بنی قریظہ کے رجال کو قتل کیا تھا اور عورتوں بچوں کو قید کیا تھا، مگر ایک عورت جس کا ذکر حضرت عائشہ فرما رہی ہیں، وہ فرماتی ہیں کہ یہود بنو قریظہ کی ایک عورت (قبیل اسمہا نباثہ) میرے پاس بیٹھی بات چیت کر رہی تھی، اور بات کرتے وقت ایسی ہنس رہی تھی کہ بہت زیادہ، جیسے کہتے ہیں ہنسی میں لوٹ پوٹ ہونا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کے مردوں کو باہر قتل کر رہے تھے، اسی اثناء میں ایک آواز

١ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٩ ص ٧٩

٢ عمدة الفقه في المذهب الحنبلي - ص ١٤٢

دینے والے نے اس عورت کا نام لیکر آواز دی: اَیْنَ فُلَانَةُ؟ وہ بولی: اَنَا یعنی ہاں میں موجود ہوں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ (مجھے کیوں پکارا جا رہا ہے) تو اس نے جواب دیا: حَدَّثْتُ أَخَذْتُہُ کہ میں نے ایک حرکت کر رکھی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ اس کو میرے پاس سے لیجایا گیا اور اس کی گردن مار دی گئی، عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس بات پر ہمیشہ تعجب ہوتا رہا کہ وہ اس قدر بے اختیار ہو کر ہنس رہی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ میرے قتل کا نمبر آنے والا ہے، کہا گیا ہے کہ اس عورت نے خلا د بن سویدؓ کو قتل کر دیا تھا، کبخت نے ان پر چکی کا پاٹ الٹ دیا تھا و قیل کانت شعثت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم^۱، شاتم نبی کا مسئلہ ہمارے یہاں کتاب الحدود میں ایک باب کے تحت ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا، اور ہذل^۲ میں یہاں اس جگہ مذکور ہے دیکھ سکتے ہیں۔

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ يَعْْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ ابْنِ جَثَامَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيِّتُونَ فَيَصَابُونَ مِنْ دَرَارِهِمْ وَنِسَائِهِمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُمْ مِنْهُمْ» وَكَانَ عَمْرُو يَعْْنِي ابْنَ دِينَارٍ يَقُولُ: «هُمْ مِنْ آبَائِهِمْ» قَالَ الزُّهْرِيُّ: «ثُمَّ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ».

حضرت ابن عباسؓ، حضرت صعب بن جثامہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے مشرکین کے اہل خانہ کے متعلق دریافت کیا کہ شب خون مارتے وقت ان کی عورتیں اور بچے بھی قتل کر دیئے جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھی انہی میں سے ہیں۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ ان کے والد کی اولاد میں سے ہیں۔ زہری نے کہا کہ پھر آپ ﷺ نے خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۵۰) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۵) جامع الترمذی - السیر (۱۵۷۰) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۷۲) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۳۹) مسند احمد - أول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۳۸/۴) مسند احمد - أول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۷۲/۴) مسند احمد - أول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۷۳/۴)

شرح الحدیث: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا مشرکین کے اہل خانہ کے بارے میں جن پر شب خون مارا جا رہا ہو، اور اس شب خون میں انکی عورتیں اور بچے مارے جائیں، حاصل سوال یہ ہے کہ نساء مشرکین اور ذراری مشرکین کے قتل کی تو اصالۃ ممانعت ہے، اور رات کی لڑائی میں ظاہر ہے کہ عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا قوی امکان ہے، تو آپ ﷺ سے اس کا حکم دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: هُمْ مِنْهُمْ یعنی مشرکوں کی عورتوں اور بچے اس صورت میں رجال مشرکین ہی کے حکم میں ہیں، یعنی ممانعت تو بالقصد ان کے مارنے سے ہے، قَالَ الزُّهْرِيُّ: ثُمَّ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ زَهْرِي رَاوِي حَدِيثَ كَبَرٍ هِيَ فِي قَتْلِ مَنْعٍ فَرَمَادِيَا تَهَاهِي زَهْرِي كِي
لِبَنِي رَايَ هِيَ، نَسَاءُ اَوْر ذَرَارِي كِي قَتْلِ كِي مَمَانَعَتِ تَوِ پَہْلے سَہے اسی لَئے سَائِل كُو سَوَال كِي ضَرُورَتِ پِشِ آئی، لِيَكِن اِس سَہے
مَعْلُوم هُو رَہَا هِيَ كِي مَمَانَعَتِ گُو هِيَ لِيَكِن اِس صُورَتِ مِینِ نَہِیں، بَلَكِه يَہ صُورَتِ مَعْفُوعِنَہ هِيَ۔ وَالحَدِيثُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ
وَمُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةٍ قَالَهُ الْمُنْذَرِيُّ۔

۱۲۲۔ بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّارِ

دُشْمَن كُو آگ سَہے جَلَانِے كِي مَمَانَعَتِ

مسئلة الباب پر کلام: يَہ تَعْذِيبُ بِالنَّارِ كَا مَسْئَلَه هِيَ، اِس مِیں تَفْصِيلُ يَہ هِيَ كَمَا قَالِ ابْنُ قَدَامَةَ كِي دُشْمَن پَر قَابُو
پَانِے كَے بَعْدِ اِسْكَی تَحْرِيقُ بِالنَّارِ بِالِاتِّفَاقِ نَاجَازِ هِيَ، اَوْر قَابُو پَانِے اَوْر اِن كُو قَيْدِ كَرْنِے سَہے پَہْلے، اِس صُورَتِ مِیں حَكْمُ يَہ هِيَ كِي اِگر
بِدُونِ تَحْرِيقِ كَے اِن پَر قَابُو پَانَا مُمْكِن هُو تَب تَوَانِ كِي تَحْرِيقُ جَازِ نَہِیں، اَلْبَتَّہ جِس صُورَتِ مِیں بِدُونِ تَحْرِيقِ كَے قَابُو پَانَا مُمْكِن نَہِ هُو تَو
اِس صُورَتِ مِیں اَكْثَرِ اَهْلِ عِلْمِ كَے زَرْدِيكُ تَحْرِيقُ جَازِ هِيَ^۱۔ اِمَامُ بُخَارِي كَا تَرْجَمَه هِيَ: بَابُ لَا يُعَذَّبُ بِعَذَابِ اللّٰهِ اِس تَرْجَمَه كَے
تَحْتِ حَافِظُ قَرَمَاتِے هِیں كِي تَحْرِيقُ كَے مَسْئَلَه مِیں سَلَفِ كَا اِخْتِلَافُ رَہَا هِيَ بَعْضُ صَحَابِہ جِيسَے حَضْرَتُ عُمَرُ اَوْر ابْنُ عَبَّاسٍ اُس كُو مُطْلَقًا
مَكْرُوہ كَہتے تَہے سَوَاءُ كَانِ ذَلِكُ بِسَبَبِ كُفْرٍ اَوْ فِي حَالِ مَقَاتِلَةٍ اَوْ كَانِ قِصَاصًا، اَوْر بَعْضُ صَحَابِہ جِيسَے حَضْرَتُ عَلِيٌّ اَوْر خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ
اِس كُو جَازِ قَرَارِ ديتے تَہے، اِلَى اَخْرِ مَا ذَكَرُ^۲، اَوْر ابْنُ قَدَامَةَ قَرَمَاتِے هِیں كِي اِگر چَہ اَبُو بَكْرٍ صَدِيقُ نَبِيِّنَا اِہْلُ رَدَّةِ كِي تَحْرِيقُ كَا حَكْمُ
فَرَمَا يَہ تَہَا اَوْر اِن كَے اِس حَكْمِ كِي تَعْمِيلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ نَہِے كِي تَہِي لِيَكِن اَبِ اِس مَسْئَلَه مِیں كُوئی اِخْتِلَافُ نَہِیں رَہَا، يَٰعْنِي اِس كَے عَدَمِ
جَوَازِ پَر اِتِّفَاقُ هُو گِیَا، (أَيُّ بَعْدِ أَخْذِهِمُ وَالْقَدَرَةِ عَلَيْهِمْ) مِیں كَہتَا هُوں، كِتَابُ الْحُدُودِ كَا پَہْلَا بَابُ "الْحُكْمُ فِيمَنْ ارْتَدَّ" كَے تَحْتِ
يَہ رَوَايَتِ آرہی هِيَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْہُ أَخْرَقَ نَاسًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ لِأَخْرِقْهُمْ بِالنَّارِ،
إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُعَذَّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ» الْحَدِيثُ^۳، يَہ لُوكُ جِن كِي حَضْرَتُ عَلِيٌّ نَہِے تَحْرِيقُ كِي تَہِي
اِس كَا مَصْدَقُ فَرْقَہ سَبَايَہ هِيَ جُو عِبْدُ اللّٰهِ بَنِ سَبَايَہ وَدِي كِي طَرَفِ مَنسُوبِ هِیں اِن لُوكُوں نَہِے حَضْرَتُ عَلِيٌّ كَے بَارِے مِیں اَلْوَهِيَّتِ
كَادِ عَوِي كِيَا تَہَا، كَمَا هُوَ مَذْكُورُ فِي الْبَذْلِ فِي كِتَابِ الْحُدُودِ^۴۔

۲۶۷۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُعَيْبَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَرَامِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حُمَزَةَ الْأَسْلَمِيُّ،

۱ المصنف والشرح الكبير - ج ۱ ص ۵۰۲، والأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ۱ ص ۲۰۲

۲ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۶ ص ۱۵۰

۳ سنن أبي داود - كتاب الحدود - باب الحكم فيمن ارتد ۴۳۵۱

۴ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱ ص ۲۸۳

عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ عَلَى سَرِيَّةٍ قَالَ: فَخَرَجْتُ فِيهَا، وَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا فَأَخْرِقُوهُ بِالنَّارِ». فَوَلَّيْتُ فَنَادَانِي فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا فَأَقْتُلُوهُ وَلَا تَحْرِقُوهُ، فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».

ترجمہ حضرت حمزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ایک چھوٹے لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں (جہاد کیلئے) نکلا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر فلاں مشرک ملے تو اس کو آگ میں ڈال کر جلا دینا میں جب پشت پھیر کر چل دیا تو رسول کریم ﷺ نے پھر آواز دی۔ میں واپس ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو قتل کر دینا (لیکن) آگ میں نہ جلانا کیونکہ آگ کا عذاب وہی دے گا کہ جو آگ کا مالک ہے۔

۲۶۷۴ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، وَفُتَيْبَةُ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: «إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا وَفُلَانًا»، فَنَزَعْنَا عَنْهُمَا.

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو رسول کریم ﷺ نے ایک لشکر میں روانہ فرمایا اور فرمایا اگر تمہیں فلاں فلاں مشرک ملے اور اوپر والی روایت کی طرح بیان کیا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۷۳) مسند احمد - مسند المکین (۴۹۴/۳)

شرح الاحادیث حمزہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ کو ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا، چلتے وقت آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: «إِنْ وَجَدْتُمْ فَلَانًا فَأَخْرِقُوهُ بِالنَّارِ» کہ اگر فلاں شخص کو پاؤ تو اس کو آگ میں جلا دینا جب میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے آواز دے کر بلایا اور بلا کر یہ فرمایا کہ اس شخص کو اگر تم پاؤ تو قتل کرنا، اس کی تخریق نہ کرنا فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ گویا آپ ﷺ نے حکم سابق سے رجوع فرمایا، فلاں سے مراد..... جیسا کہ بعض روایات میں تصریح ہے، ہبار بن الاسود ہے، روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبار کا ایک رفیق بھی تھا جو ہبار کے ساتھ ہو لیا تھا، ان دونوں کو اس سزا کا حکم اسلئے دیا گیا تھا کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جب انکے شوہر ابو العاص بن الربیع نے حضور ﷺ سے معاہدہ کے مطابق مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف سواری پر بٹھا کر روانہ کیا تھا، تو اس ہبار نے جس کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہو لیا تھا، ان دونوں نے حضرت زینبؓ کی سواری اونٹ کے نیزہ مار کر ان کو گرادیا تھا جبکہ وہ حاملہ بھی تھیں، اور وہیں سے ان کی بیماری شروع ہو گئی تھی، بعض کتابوں میں ہبار بن الاسود کے رفیق کا نام نافع بن عبد قیس آیا ہے۔ ہذل میں بعض کتب سے نقل کیا ہے کہ اس سریہ کو جس کا ذکر یہاں حدیث الباب میں ہے، ہبار سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی، لہذا وہ قتل بھی نہ ہو سکا، بلکہ روایت میں یہ آتا ہے کہ ہبار بعد میں اسلام لے آیا تھا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، حضرت زینبؓ کا یہ واقعہ کتاب النکاح میں بھی مد زینب الی ابی العاص بن الربیع والی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

۲۶۷۵ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَحْيَى بْنُ مَوْسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْقَدْرَابِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ ابْنِ سَعْدٍ -

قَالَ: غَيْرُ أَبِي صَالِحٍ - عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَنْطَلَقَ لِتَاجِعِهِ فَرَأَيْنَا مُحَمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرَخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمْرَةُ فَجَعَلَتْ تَقْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ مُرُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا». وَرَأَى قَرْيَةً تَحْمِلُ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: «مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟» قُلْنَا: لَمْ نَحْنُ. قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذَّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک سفر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں نے ایک چڑیا کے مشابہ چھوٹا پرندہ دیکھا کہ جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے بچوں کو پکڑ لیا وہ پرندہ زمین پر آکر اپنے پروں کو پھیلانے لگا اسی وقت رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: اس پرندہ کو کس نے بے چین کیا کہ اس کا بچہ لے لیا؟ اس کو اس کا بچہ دے دو اور آپ ﷺ نے چوٹیوں کا ایک بل دیکھا، ہم لوگوں نے اسکو جلا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس بل کو کس نے آگ لگائی؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ سے عذاب دینا آگ پیدا کرنے والے کے بغیر کسی کیلئے مناسب نہیں۔

سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۷۵) مسند أحمد - مسند الكثرين من الصحابة (۴۰۴/۱)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے عبد اللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے جب راستہ میں ایک منزل پر اترے تو آپ ﷺ تو قضاے حاجت کیلئے تشریف لے گئے، ہم لوگوں کی نظر ایک پرند پر پڑی جس کے ساتھ اس کے دو چوزے بھی تھے، تو ہم نے اس کے چوزوں کو پکڑ لیا، تھوڑی دیر بعد وہ پرند یعنی چوزوں کی ماں آئی، اور جس شخص کے ہاتھ میں وہ چوزے تھے اس پر پھڑ پھڑانے لگی بیٹھنے لگی، کچھ دیر بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور جب آپ نے وہ پرند اور چوزوں کا منظر دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کس نے تکلیف پہنچائی ہے اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے ان بچوں کو ان کی ماں کی طرف لوٹاؤ (اس سفر میں ایک واقعہ تو یہ پیش آیا، اور دوسرا واقعہ وہ جس کو راوی آگے بیان کر رہا ہے) اور آپ ﷺ نے چوٹیوں کے بل کو دیکھا کہ ہم لوگوں نے اس کو جلا ڈالا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے سوال فرمایا مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ (یہ آخری، یہ پرند اور اس کے چوزوں کا واقعہ ایک دوسرے سیاق سے کتاب الجنائز کے شروع میں بھی آرہا ہے، اس میں کچھ اور اضافہ بھی ہے، نیز کتاب الأدب کے اخیر میں بَابُ فِي قَتْلِ الذَّرِّ میں بھی یہ حدیث آرہی ہے۔

۱۲۳ - بَابُ فِي الرَّجُلِ يَكْذِبُ دَابَّتَهُ عَلَى الْيَصْفِ أَوْ الشَّهْمِ

جو شخص جہاد میں مال غنیمت کے آدمے یا پورے حصہ پر اپنے جانور کرائے پر دے

یہ مسئلہ یہاں پر تو اپنے محل میں ہے اور اس سے پہلے یہ کتاب الطہارۃ میں بَابُ مَا يَنْهَى عَنْهُ أَنْ يُسْتَنْجَى بِهِ میں حدیث کے ذیل میں تبعاً آچکا ہے، اس کی طرف رجوع کیا جائے، اس قسم کا اجارہ امام احمدؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک جائز ہے، عند الجمہور جائز

نہیں، جمہور کی طرف سے جواب گزشتہ مقام میں گزر چکا۔

۲۶۷۶ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَخَرَجْتُ إِلَى أَهْلِي فَأَقْبَلْتُ، وَقَدْ خَرَجَ أَوَّلُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَفَقْتُ فِي الْمَدِينَةِ أَنْادِي الْأَمَنَ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ؟ فَتَادَى شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: لَنَا سَهْمُهُ عَلَى أَنْ نَحْمِلَهُ عَقَبَةً وَطَعَامُهُ مَعَنَا. قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللَّهِ تَعَالَى. قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ خَيْرِ صَاحِبٍ حَتَّى أَقَاءَ اللَّهُ عَلَيْنَا، فَأَصَابَنِي قَلَائِصٌ فَسَقَطْتُهُنَّ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَخَرَجَ فَقَعَدَ عَلَيَّ حَقِيبَةً مِنْ حَقَائِبِ إِبِلِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَقَطْتُ مَذِيرَاتٍ، ثُمَّ قَالَ: سَقَطْتُ مُقْبِلَاتٍ فَقَالَ: مَا أَتَى قَلَائِصَكَ إِلَّا كِرَامًا. قَالَ: إِنَّمَا هِيَ غَنِيمَتُكَ الَّتِي شَرَطْتَ لَكَ. قَالَ: اخُذْ قَلَائِصَكَ يَا ابْنَ أَخِي فَغَيِّرْ سَهْمَكَ أَمْوَدًا."

ترجمہ: حضرت وائلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (مجاہدین کے جمع کرنے کیلئے) غزوہ تبوک میں منادی کرائی۔ میں اپنے گھر گیا، میں وہاں سے ہو کر آیا تو آپ ﷺ کے صحابہ پہلے ہی نکل چکے تھے۔ میں نے شہر میں آواز دینی شروع کر دی کہ ایسا کوئی شخص ہے جو کسی شخص کو سوار کرے اور مال غنیمت میں سے جو حصہ مجھے ملے وہ وصول کر لے۔ ایک انصاری بوڑھے شخص نے کہا کہ اچھا اسکا حصہ ہم لے لیں گے اور اسکو اپنے ساتھ باری باری سوار کریں گے اور ساتھ کھانا کھائیں گے میں نے کہا: جی ہاں قبول ہے۔ اس بوڑھے نے کہا: تو پھر چلو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے۔ انہوں نے کہا کہ البتہ میں بہترین ساتھی کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مال غنیمت عطا فرمایا اور میرے حصہ میں کچھ جوان اونٹیاں آئیں۔ میں ان اونٹیوں کو ہنکاتا ہوا اپنے دوست کے پاس لایا وہ نکلا اور ان اونٹیوں میں سے ایک اونٹ کے پالان پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ ان اونٹیوں کو میری جانب پشت کر کے چلاؤ۔ پھر کہا کہ ان اونٹیوں کو میری جانب رخ کر کے ہانک دو اسکے بعد اس نے کہا: تمہاری اونٹیاں میری رائے میں بہت اچھی ہیں۔ میں نے یہ کہا کہ یہ تو تمہارا مال ہے جسکی میں نے شرط کی تھی۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے تم اپنی اونٹیاں لے لو ہمارا مقصد تمہارے حصہ کے علاوہ ہے (ثواب آخرت کرنا ہے)۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت وائلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طرف سے غزوہ تبوک میں جانے کا اعلان ہوا، میں اعلان سُن کر اپنے گھر گیا اور وہاں جا کر میں بھی اس طرف متوجہ ہوا، لیکن بہت سے صحابہ نکل چکے تھے (ان کے پاس چونکہ سواری نہیں تھی اسلئے وہ کہہ رہے ہیں کہ) میں مدینہ کی گلیوں میں اعلان کرتا ہوا پھر رہا تھا: أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ؟ رَجُلٌ سے مراد خود ان کی ذات ہے، کہ کوئی ہے ایسا شخص جو مجھے اپنی سواری پر سوار کر لے اس طور پر کہ میرا حصہ مال غنیمت کا اس کیلئے ہوگا، گویا سہم غنیمت کو سواری کی اجرت قرار دیا (اور ظاہر ہے کہ سہم غنیمت معلوم نہیں کہ حاصل ہوگا یا نہیں اور نہ اس کی مقدار معلوم ہے) لہذا یہ (اجارہ یا جرۃ مجہولہ ہوا) میرے اس اعلان پر ایک شیخ انصاری نے لبیک کہا، یعنی وہ

اس کیلئے تیار ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے لئے اس کا سہم ہو گا اس طور پر کہ میں اس کو اپنی سواری پر سوار کرتا رہوں گا باری باری، اور اس کا کھانا بھی ہماری ساتھ ہی ہو گا، واثمہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ بہتر ہے، شیخ انصاریؒ نے کہا کہ پھر چلو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر، واثمہ کہتے ہیں: میں بہت اچھے ساتھی کے ساتھ نکلا، مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کو بہت اچھا پایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت عطا فرمایا جس میں مجھ کو چند اونٹنیاں تھیں، میں ان کو ہانک کر شیخ انصاری کے پاس لایا وہ بھی اندر سے نکل کر آیا، وہ ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ کے پالان پر بیٹھا اور بیٹھنے کے بعد اس انصاری نے مجھ سے کہا کہ ان کو ذرا چلاؤ پیچھے کی طرف، پھر کہا ذرا ان کو آگے کی طرف چلاؤ (یعنی ان اونٹیوں کو آزمائے کیلئے) پھر وہ انصاری کہنے لگا مجھ سے تیری یہ اونٹنیاں تو بہت عمدہ ہیں، واثمہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ تو آپ ہی کی ہیں جیسا کہ میں نے شرط لگائی تھی، اس انصاری نے جواب دیا کہ میرے پیارے! پکڑ اپنی اونٹیوں کو فَعَيِّرْ سَهْمَكَ اُنْزِدْنَا ہمارا مطلوب تیری یہ اونٹنیاں تھوڑا ہی ہیں، ہماری مراد تو کچھ اور ہے یعنی ثواب آخرت۔

اجازہ کی جو صورت یہاں پائی گئی ہے وہ من حیث المسئلة والفقہ، ائمہ ثلاث اور جمہور کے خلاف ہے، اس کا ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ فعل صحابی ہے، حدیث مرفوع نہیں، فلا حجة فیہ، امام احمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب: اسکے بعد سمجھئے کہ یہاں ایک اشکال ظاہر ہے وہ یہ کہ غزوہ تبوک میں نہ تو قتال کی نوبت آئی تھی اور نہ ہی مال غنیمت حاصل ہوا تھا، تو پھر یہ کیسی غنیمت ہے اسکی کیا صورت ہوئی، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بسا اوقات بڑے غزوات میں یہ ہوتا تھا کہ ایک لشکر کسی جگہ جنگ کیلئے جا رہا ہے جس کا سفر طویل ہے، راستہ میں امیر لشکر کی رائے ہوتی ہے کہ قریب میں جو بستی ہے وہاں اس لشکر میں سے ایک دستہ بنا کر اس کو فتح کرنے کیلئے بھیج دیا جائے، اسکی نوبت بسا اوقات آتی رہتی تھی، چنانچہ لکھا ہے کہ غزوہ تبوک میں بھی ایسا ہی ہوا کہ تبوک کے قریب ایک قریہ واقع ہے دومة الجندل کے نام سے، جس کا رئیس اور امیر ”اکیدر“ نامی شخص تھا، حاشیہ نسائی میں لکھا ہے کہ یہ بزاز میندار اور نواب تھا، الحاصل حضور ﷺ نے قیام تبوک کے دوران خالد بن الولیدؓ کو ایک دستہ کا امیر بنا کر اسکی طرف روانہ فرمایا حضرت خالدؓ نے اس اکیدر پر قابو پا کر اسکو قید کر لیا تھا، اسکا طویل قصہ ہے، سیرۃ کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے، غرضیکہ دومة الجندل کو فتح کرنے کے بعد اکیدر سے مصالحت ہو گئی تھی، جو مال مصالحت میں ملے ہوا تھا اس کی مقدار کتابوں میں یہ لکھی ہے، اہل دوہزار، فرس آٹھ سو، دروع (زرہیں) چار سو، رخ چار سو، تو حصول مال غنیمت کی یہ صورت ہوئی تھی، اس واقعہ کا ذکر ابو داؤد میں آگے کتاب الخراج میں بَابُ فِي اخْذِ الْجَزْيَةِ کے تحت اس طرح آ رہا ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أَكِيدِرَ، دَوْمَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَّقَ لَهُ دَوْمَةَ وَمَصَالِحَهُ عَلَى الْجَزْيَةِ ۝ اور اسکی تفصیل وہاں ہندل ۱ میں حضرت نے لکھی ہے جس کا ملخص سيرة المصطفى میں اس طرح لکھا ہے، تبوک سے

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الخراج والإمامة والنسب - باب فی اخذ الجزية ۳۰۳۷

۲ ہندل السجود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۷۷-۳۷۸

آپ ﷺ نے خالد بن الولیدؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف روانہ فرمایا جو ہر قل کی طرف سے دومہ الجندل کا حاکم اور فرماں روا تھا، آپ ﷺ نے رواگلی کے وقت خالد بن الولیدؓ سے فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا اسکو قتل نہ کرنا مگر قدر کر کے میرے پاس لے آنا، ہاں وہ اگر انکار کرے تو قتل کر دینا، خالد چاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکیدر اور اسکی بیوی قلعہ کی فصیل پر بیٹھے ہوئے گانا سن رہے تھے، اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے پھانک سے آکر ٹکرماری (نیل گائے کا شکار بہت مشکل کام ہے وہ بہت تیز دوڑتی ہے ہر ایک شکاری کے قابو میں بھی نہیں آتی، اسکے شکار کیلئے وہاں کے شکاری لوگ گھوڑوں کی تقسیم کرتے ہیں مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی شان کہ اللہ تعالیٰ کو اس سریہ کے فتح کا انتظام مقصود تھا وہ نیل گائے خود ہی آکر قلعہ کے دروازہ سے ٹکرانے لگی) اکیدر فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کیلئے اتر اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس نیل گائے کے پیچھے دوڑنے لگا، تھوڑی ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن الولیدؓ آ پہنچے، اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور اکیدر جو شکار کرنے کیلئے نکلا تھا وہ خود خالد بن الولیدؓ کا شکار ہو گیا، خالدؓ نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا منظور کرو، اکیدر نے اسکو منظور کر لیا، خالد بن الولیدؓ اکیدر کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اکیدر نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سوزر ہیں اور چار سو نیلے دیکر صلح کی اہ ۱۔

ایک اور سوال و جواب: پھر یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک کے لشکر کی تعداد تو تقریباً تیس ہزار تھی اور یہ قلائص جو اکیدر سے حاصل ہوئے تھے ان کی تعداد صرف دو ہزار تھی تو وائٹلہ کے حصہ میں چند اونٹ کیسے آگئے اس لئے کہ مال غنیمت تو برابر تقسیم ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ آئندہ بعض احادیث میں آنے والا ہے کہ جب کسی جیش میں سے کوئی سریہ نکال کر بھیجا جاتا تھا تو حاصل ہونے والی غنیمت میں سے خاص اصحاب سریہ کو مال غنیمت کا ثلث یا ربع دیا جاتا تھا، اور باقی کو جیش پر رد کیا جاتا تھا، لہذا ہو سکتا ہے اس ثلث غنیمت میں سے وائٹلہ کے حصہ میں جو اس سریہ میں شریک ہوں گے اتنے اونٹ آگئے۔

۱۲۴۔ باب فی الأسیر یوثق

۱۔ قیدی کو باندھنے کا بیان

یعنی کافر قیدی کو باندھ جوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ حدیث الباب سے اس کا جواز معلوم ہو رہا ہے۔

۲۶۷۷۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «عَجِبْتُ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہمارے

پروردگار نے اس قوم سے تعجب کیا کہ جو زنجیروں میں جنت کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

تخریج صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۴۸) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۷۷) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۰۲/۲) مسند

أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۰۶/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۴۸/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۴۵۷/۲)

شرح الحدیث: یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ان لوگوں کو جن کو جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے زنجیروں اور بیڑیوں میں

باندھ کر، حدیث میں اس سے مراد وہ کافر ہیں جن کو مسلمان پکڑ کر دارالاسلام کی طرف لاتے ہیں اور پھر وہ یہاں آکر مشرف با

سلام ہو جاتے ہیں، تو گویا ان کو باندھ جوڑ کر اسلام کی طرف لایا جا رہا تھا اور اسلام کی طرف آنا جنت میں داخل ہونا ہے، لہذا کہہ

سکتے ہیں کہ انکو باندھ جوڑ کر جنت میں لایا جا رہا تھا، اس حدیث سے کافر قیدی کے ربط کا جائز ہونا ثابت ہو رہا ہے، والحدیث أخرجه

البخاری، قالہ الشیخ محمد عوامہ۔

۲۶۷۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ

عُثْبَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ مَكِيثٍ، قَالَ: «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ^۱ بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِي فِي

سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشْتُوا الْقَارَةَ عَلَى نَبِيِّ الْمَلُوحِ بِالْكَدِيدِ». فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ لَقِينَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَزْءَاءِ

الْلَيْثِي، فَأَخَذَنَا فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيدَ الْإِسْلَامَ، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُنْ مُسْلِمًا لَمْ

يُضْرَكَ رِبَاظُنَا وَمَا وَلَيْلَةٌ، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ نَسْتَوْثِقُ مِنْكَ، فَشَدَدْنَا وَثَاقًا.

ترجمہ: حضرت جندب بن مکیت سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن غالب الیثی کو ایک چھوٹے لشکر کا

سردار بنا کر روانہ فرمایا میں بھی انہیں لوگوں میں تھا اور آپ ﷺ نے ان لوگوں کو حکم فرمایا کہ کئی اطراف سے قبیلہ بنی الملوح

پر (مقام) کدید میں حملہ آور ہوں۔ چنانچہ ہم لوگ نکل پڑے اور مقام کدید میں پہنچے تو ہم لوگوں کو حارث بن براء الیثی مل

گیا۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں تو اسلام قبول کرنے کیلئے نکلا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا۔ ہم نے

کہا کہ اگر تو مسلمان ہے تو ایک دن، رات بندھے رہنے میں تیرا کوئی نقصان نہیں اور اگر مسلمان نہیں ہے تو ہم تجھ کو مضبوط

باندھیں گے پھر ہم نے اس کو مضبوطی سے باندھ دیا۔

تخریج سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۷۸) مسند أحمد - مسند المکین (۴۶۸/۳)

شرح الحدیث: جندب بن مکیت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن غالب الیثی کو ایک سریہ کا امیر بنا کر

بنو الملوح سے قتال کے لئے مقام کدید کی طرف بھیجا، جندب کہتے ہیں ہم کدید کی جانب چل دیے تو جب ہم وہاں پہنچے تو ہمارا

سامنا حارث^۲ بن البرصاء الیثی سے ہوا، ہم نے اس کو پکڑ لیا، اس نے کہا: میں تو اسلام ہی کے ارادہ سے آیا ہوں، اور اب میں

① قیل هو الصحیح: الصواب غالب بن عبد اللہ، والیہ میل الحافظ، وقیلہ المنذری، حیث قال: الصواب غالب بن عبد اللہ.

② یہ قائل ہوئی بنی بنوہ پر مرفوع بھی ہو سکتا ہے اور منصوب بھی بنا پر مفعولیت، اس لئے کہ اس سے پہلے جو فعل ہے لہذا اگر اس کو صیغہ مفرد پڑھا جائے تو الحارث فاعل ہو گا، اور اگر لہذا صیغہ جمع شکم پڑھا جائے تو اس صورت میں الحارث مفعول ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ ہی کی خدمت میں جانے کیلئے نکلا ہوں (اور ان لوگوں نے اس کو باندھنے کا ارادہ کیا) پس ہم نے اس سے کہا کہ اگر تو واقعی مسلمان ہو چکا ہے تو ہمارا تجھ کو صرف ایک دن اور ایک رات کیلئے باندھنا کیا نقصان پہنچا سکتا ہے، اور اگر ایسا نہیں ہے، یعنی واقعی میں تیرا ارادہ اسلام کا نہیں ہے تو ہم اپنا اطمینان چاہتے ہیں اسلئے کہ اس صورت میں یہ باندھنا یقیناً مفید اور قرین قیاس ہے، چنانچہ ہم نے اسکو اچھی طرح جکڑ دیا۔

اس واقعہ سے بھی جیسا کہ ظاہر ہے جو از ربط الاسیر ثابت ہو رہا ہے۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، وَقُتَيْبَةُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قَبِيلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أَقَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنَّ تَقْتُلُ تَقْتُلُ دَائِمًا، وَإِنْ تَنْعِمُ تَنْعِمُ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطِ مِنْهُ مَا شِئْتَ، فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ الْعَدُوُّ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ؟» فَأَعَادَ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ، فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْعَدُوِّ، فَذَكَرَ مِثْلَ هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ». فَأَنْطَلَقَ إِلَى تَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَغْتَسَلَ فِيهِ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سَأَلَنِي الْحَبِيثُ، قَالَ عِيسَى: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ وَقَالَ: «دَائِمًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر گھر سواروں کا عہد کی جانب روانہ فرمایا تو لشکر کے لوگ (قبیلہ) بنی حنیفہ میں سے ایک شخص کو پکڑ لائے جس کو ثمامہ بن اثال کہا جاتا تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا۔ لوگوں نے اسکو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا اور آپ ﷺ اسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے ثمامہ! تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: اے محمد! میرے پاس خیر و خوبی ہے تم اگر مجھ کو قتل کر دو گے تو میری قوم میرے خون کا بدلہ لے لے گی اور اگر احسان کرو گے تو تمہارا ایک قدر دان پر احسان ہو گا اور اگر آپ مال کے طلب گار ہوں تو جس قدر چاہے لے لو آپ ﷺ نے اس شخص کو چھوڑ دیا (یعنی اسکو اسی حالت پر چھوڑ دیا) یہاں تک کہ اگلا دن ہو گیا پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ پھر اس نے دوبارہ وہی کہا آپ ﷺ نے اسکو اسی حال میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا پھر آپ ﷺ نے اس سے ویسا ہی سوال کیا جیسا پہلے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے۔ ثمامہ مسجد کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں گیا، غسل کیا اور مسجد میں آیا پھر کہا کہ میں اسکی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں پھر قتیبہ نے حدیث اخیر تک بیان فرمائی۔ عیسیٰ نے کہا کہ لیث کی روایت میں (دائمہ کے بجائے) دَائِمًا یعنی اگر تم ہلاک کرو گے تو بڑی عزت والے کو ہلاک کرو گے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۵۰) صحیح البخاری - الصلاة (۴۵۷) صحیح البخاری - الخصومات (۹۰) صحیح البخاری - الخصومات (۲۲۹۱) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۱) صحیح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۶۴) سنن النسائي - الطهارة (۱۸۹) سنن النسائي - المساجد (۷۱۲) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۷۹) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۵۲/۲)

شرح الحديث

یعنی آپ ﷺ نے ایک دستہ مجید کی جانب بھیجا (اس سے مراد سریہ محمد بن مسلمہ ہے) تو وہ سریہ قبیلہ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو پکڑ کر لایا جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا جو اہل یمامہ کا سردار تھا ان لوگوں نے اس کو مدینہ میں لا کر مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا (اس سے ربط الاسیر کا ثبوت ہو گیا لہذا ترجمہ الباب کی مطابقت اسی جزء سے ہے) آگے روایت میں یہ ہے کہ جب حضور ﷺ اس کے پاس کو گزرے تو آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر استفسار فرمایا: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ؟ کہ اے ثمامہ تیرے ذہن میں کیا ہے یعنی اسلام لانے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ اور یا اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرا گمان ہمارے بارے میں کیا ہے، کہ ہم تیرے ساتھ کیا کریں گے، تو اس نے جواب دیا: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْْرٌ اِنْ تَقْتُلُ تَقْتُلُ ذَا دِمَةٍ، اِنْ تَتَّعِمُهُ تَتَّعِمُهُ عَلٰی شَاكِرٍ ثَمَامَةُ نے سنجیدگی کیساتھ بہت مناسب جواب دیا کہ اے محمد ﷺ میرے پاس خیر ہے، یعنی اسلام لانے کا ارادہ ہے، اور آگے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ کو قتل کرتے ہیں تو آپ قتل کریں گے ایسے شخص کو جو زودم ہے، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ میں واقعی مستحق قتل ہوں، یعنی آپ ﷺ لوگوں کے اصول پر، اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ ﷺ مجھے قتل کرتے ہیں تو ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کا خون بہالینے والے موجود ہیں، یعنی وہ جتنے والا شخص ہے اسلئے کہ یہ اہل یمامہ کا سردار تھا کما تقدم في الرواية، اس کے بعد اس نے کہا: اور اگر آپ ﷺ مجھ پر انعام فرماتے ہیں تو آپ ﷺ ایسے شخص پر انعام فرمائینگے جو آپ کا شکر گزار ہو گا، پھر آگے اس نے ایک اور بات کہی گھٹیا سی کہ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو آپ فرمائیے عطا کیا جائے گا جتنا آپ چاہیں گے، حضور ﷺ خاموشی کے ساتھ اس کا سارا جواب سن کر اس کو چھوڑ کر آگے چل دیئے، آگے روایت میں یہ ہے کہ اگلاروز ہو تو آپ ﷺ اسی طرح اس کے پاس کو گزرے، اس دن بھی یہی سوال جواب ہوا اور آپ ﷺ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ گئے، یہاں تک کہ جب تیسرا روز ہوا تب بھی یہی سوال و جواب ہوا، مگر اس مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: اَطْلِقُوا ثَمَامَةَ کو رہا کر دیا جائے، وہ بیڑی سے کھلتے ہی مسجد کے قریب ایک باغ میں گئے جہاں پانی تھا وہاں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آکر کلمہ شہادت پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ، وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم)۔

عینی بن حماد، استاذ مصنف کہتے ہیں کہ ایک روایت میں ذاذیمہ کے بجائے ذاذیمہ ہے بمعنی ذمہ و حرمت، اسی ذی حرمت عند قومہ یعنی اگر آپ ﷺ مجھ کو قتل کرتے ہیں تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو اپنی قوم کا معزز اور محترم ہے۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم والنسائي قاله المنذرى۔

۲۶۸۰

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ يَحْيَى الْفَضْلِيُّ، عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ، قَالَ: قَدِمَ بِالْأَسَاثِي حِينَ قَدِمَ بِهِمْ وَسُودَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ عِنْدَ آلِ عَفْرَاءَ فِي مَنَاحِيهِمْ عَلَى عَوْفٍ، وَمُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ - قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَ الْحِجَابُ - قَالَ: تَقُولُ سُودَةُ: "وَاللَّهِ إِنْ لَعَنَهُمْ إِذْ أَتَيْتُ فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ الْأَسَاثِي قَدْ أَتَى بِهِمْ فَزَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، وَإِذَا أَبُو يَزِيدَ سَهِيلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ نَاجِيَةِ الْحُجْرَةِ يَجْمُوعَةً يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ يَجْعَلُ "لَمْ ذَكَرَ الْحَدِيثَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُمَا قَتْلًا أَبَا جَهْلٍ بْنُ هِشَامٍ وَكَانَا اتَّخَذَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَا، وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ».

شرح

حضرت یحییٰ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ جب (غزوہ بدر میں) قیدی لائے گئے تو حضرت سودہ بنت زمعہ، عفراء کی اولاد کے پاس تھیں جہاں پر ان کے اونٹ بٹھائے جاتے تھے یعنی عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے پاس۔ یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔ سودہ بیان کرتی تھیں میں ان ہی کے پاس تھی کہ دفعتاً میرے پاس ایک شخص آیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ قیدی ہے جو گرفتار ہو کر آئے ہیں۔ میں اپنے گھر میں آئی تو رسول کریم ﷺ وہاں موجود تھے اور ابو یزید سہیل بن عمرو حجرے کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے ایک رستی سے بندھے ہوئے تھے۔ پھر باقی حدیث بیان کی۔ امام ابو داؤد نے فرمایا: عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء نے ابو جہل بن ہشام کو قتل کر دیا اور اس کو نہیں پہچانتے تھے (لیکن انہوں نے اس پر حملہ کیا جب عبد الرحمن بن عوف نے ان کو بتلایا) اور غزوہ بدر کے روز انہوں نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔

شرح الحدیث

راوی کہتا ہے: جس وقت اساری بدر کو مدینہ میں لایا گیا تو اس وقت اتفاق سے ام المؤمنین حضرت سودہ آل عفراء کے ہاں ان کے اونٹوں کے باندھنے کی جگہ، یعنی آل عفراء کی قیام گاہ میں، عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کے قریب بیٹھی تھیں، لیکن اس ترجمہ پر یہ اشکال ہے کہ عوف اور معوذ یہ دونوں تو خود جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے لہذا علی عوف و معوذ کو اس کے ظاہر سے ہٹاتے ہوئے دوسرے معنی مراد لئے جائیں، یعنی حضرت سودہ اس وقت آل عفراء کے یہاں گئی ہوئی تھیں عوف و معوذ کے سلسلہ میں یعنی تعزیت وغیرہ، اس خلاف ظاہر تاویل کی حاجت ہمارے موجودہ نسخہ (یعنی نسخہ بذل) کے اعتبار سے ہے جس میں فی مناخہم خائے مجھے کے ساتھ ہے، اور بعض نسخوں (جیسا کہ محمد محیی الدین عبد الحمید کا نسخہ جس کو یہاں بطور متن اختیار کیا گیا ہے) میں یہ لفظ بجائے خائے مجھے کے حائے مہملہ کے ساتھ ہے "فی مناخہم" یعنی محل نوح اور نوحہ خوانی کی مجلس اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہ ہو گا^①۔ قَالَ: وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَ الْحِجَابُ یہاں چونکہ یہ سوال ہو سکتا تھا کہ حضرت سودہ آل عفراء کے یہاں گئیں اسکا جواب راوی نے دیا کہ یہ واقعہ حجاب سے پہلے کا ہے، سودہ کہتی

① نہ علی اختلاف النسخ الشیخ محمد عوامہ فی تحقیقہ "لسن ابی داؤد" جزاء اللہ تعالیٰ

ہیں کہ جب میں انکے ہاں بیٹھی ہوئی تھی تو کسی کہنے والے نے کہا کہ دیکھو یہ اساری بدر ہیں جن کو لایا گیا، میں یہ جملہ سن کر اپنے گھر لوٹی، اس وقت حضور ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے، تو میں وہاں جا کر کیا دیکھتی ہوں کہ جنگ بدر کا ایک کافر قیدی ابو یزید، سہیل بن عمرو، حجرہ کے گوشہ میں باندھا ہوا پڑا ہے، جس کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ رسی سے باندھ گیا تھا، اس حدیث کے آخری جملہ سے ترجمۃ الباب یعنی ربط الاسیر کا ثبوت ہو رہا ہے ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ، مصنف فرما رہے ہیں آگے حدیث میں اور کچھ بھی ہے جس کو ہم نے اختصاراً حذف کر دیا۔ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلَ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا اثْنَيْنِ لَمْ يَتَعَرَّفَا، وَفُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ» امام ابو داؤد کبھی کبھی حدیث کے بعد تبعاً واستطراداً کوئی علمی فائدہ ذکر کر دیا کرتے ہیں جس کی نظیریں آئندہ بھی آئیں گی اور مجملہ ان کے یہ مقام بھی ہے۔

بہر حال حدیث الباب میں عوف بن عفراء اور معوذ بن عفراء کا ذکر تھا تو ان دونوں شخصوں کے بارے میں مصنف یہ فرما رہے ہیں کہ ان دونوں ہی نے جنگ بدر میں مشرکین کے سردار ابو جہل کو قتل کیا تھا، اور ان دونوں نے اس کے قتل کی ٹھانی تھی لیکن اس کو پہچانتے نہ تھے، فقط چنانچہ قصہ مشہور ہے کہ ان دونوں انصاری لڑکوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے جنگ بدر میں پوچھا اسی ابو جہل کہاں ہے، انہوں نے پوچھا کیا کرو گے اس کو پوچھ کر؟ انہوں نے کہا ہم اس کو نمٹائیں گے، ان کو ان کی دلیری پر بڑا تعجب ہوا کہ دونو عمر انصاری لڑکے سردار قریش کو قتل کرنے کی سوچ رہے ہیں، خیر بہر حال انہوں نے فرمایا کہ جب مجھے نظر آئے گا تو بتلاؤں گا، چنانچہ جب ان کی اس پر نظر پڑی تو انہوں نے اس کی خبر ان کو دے دی الی آخر القصہ۔

قاتلین ابو جہل کی تعیین: امام ابو داؤد نے اپنے اس کلام میں قاتلین ابو جہل کی نشاندہی کی ہے، عوف اور معوذ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان دونوں نے اس کو قتل کیا، یہ خلاف مشہور ہے، صحیحین کی روایات میں قاتلین ابو جہل میں یہ تین نام ملتے ہیں: معاذ بن عفراء، معوذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن الجموح^۱، عوف بن عفراء کا نام نہیں ہے، حضرتؓ نے ہذل میں ذکر عوف کو شاذ قرار دیا ہے، حضرت لکھتے ہیں: وَلَمْ أَرَأِ أَحَدًا ذَكَرَ عَوْفًا فَمِنْ قَتَلِ أَبَا جَهْلٍ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ وَابْنُ سَعْدٍ^۲، میں کہتا ہوں اسی طرح اسکے قاتلین میں عبداللہ بن مسعودؓ کا نام بھی صحیحین وغیرہ کی روایات میں موجود ہے خود ابو داؤد میں بھی آگے ان کا ذکر آ رہا ہے، لیکن ابتداء میں اس پر حملہ کرنے والے وہی تین ہیں جن کا اوپر ذکر آیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بعد میں اس کا کام تمام کرنے والے ہیں، ویسے اس سلسلہ کی روایات میں کافی اختلاف و انتشار ہے جیسا کہ شروع بخاری سے معلوم ہوتا ہے، نیز ان روایات مختلفہ میں تطبیق پر بھی حافظ وغیرہ نے تفصیلی کلام کیا ہے، لیکن عوف بن عفراء کا ذکر جسکو امام ابو داؤدؒ گہرے ہیں، حافظ ابن حجرؒ اسی طرح علامہ عینیؒ نے اس ذیل میں نہیں کیا ہے، لامع الدہاوی اور الحل المفہم میں بھی اس پر قدرے

۱ اس میں ایک قول یہ ہے کہ معاذ بن عمرو اور معاذ بن عفراء ایک ہی شخص ہے، ایک جگہ ماں کی طرف نسبت ہے دوسری جگہ باپ کی طرف۔

۲ ہذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۲۲۰

بچانے ہی تو آئے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں (کافر) کے گرنے (قتل ہونے کی) جگہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا کہ یہ فلاں شخص کے کل کے دن گرنے کی جگہ ہے اور آپ ﷺ نے اس جگہ اپنا دست مبارک رکھا حضرت انسؓ حتم کھا کر کہتے تھے کہ جس جگہ آپ ﷺ نے ہاتھ رکھ کر بتایا تھا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے، اس میں ذرا سا بھی فرق نہ آیا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان مردار کافروں کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹے گئے اور (مقام) بدر کے کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

شرح الحدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے دعوت دی اپنے اصحاب کو بدر کی طرف چلنے کی وہ بدر پہنچ گئے چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے: **فَانْطَلَقُوا حَتَّى نَزَلُوا ابَدًا** ①، وہاں جاکر صحابہ نے قریش کی آبکش اونٹنیاں دیکھیں (روایا جمع ہے راویہ کی، راویہ دراصل تو پانی کے مشکیزہ کو کہتے ہیں پھر بعد میں اس کا استعمال اس اونٹ پر ہونے لگا جس پر پانی کے مشکیزے لاد کر لیجاتے ہیں) ان اونٹوں میں قبیلہ بنو حجاج کا ایک سیاہ غلام یعنی ان کا چرواہا تھا، صحابہ نے اس کو پکڑا اور پکڑ کر پوچھنے لگے اَیْنُ اَبُو سَفْیَانَ؟ کہ ابو سفیان رکیں قافلہ، یعنی جو قافلہ شام سے مال تجارت لے کر آ رہا تھا وہ کہاں ہے، صحابہ کے پوچھنے پر وہ جواب دیتا: واللہ اس کے بارے میں تو مجھے کچھ علم نہیں، لیکن میں تم کو ایک اور بات کی خبر دیتا ہوں کہ یہ قریش کا لشکر مکہ سے آچکا ہے اس میں ابو جہل وغیرہ بہت سارے رؤساء قریش کے اس نے نام لئے یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف، صحابہ اس غلام کے اس جواب پر اس کی پٹائی کرنے لگتے، اور وہی سوال کرتے کہ بتا ابو سفیان کہاں ہے، وہ کہتا اچھا مجھے چھوڑو چھوڑو ابھی بتلاتا ہوں جب وہ اس کو چھوڑ دیتے، وہ پھر یہی کہتا کہ ابو سفیان کی تو مجھے خبر نہیں لیکن کفار قریش کا مجھے علم ہے جو مکہ سے آئے ہوئے یہاں جمع ہیں اور اس میں فلاں فلاں مشرکین بھی ہیں، جب یہ سوال جواب ہو رہے تھے اس وقت حضور ﷺ نماز میں مشغول تھے لیکن آپ ﷺ نماز میں یہ سب باتیں سن رہے تھے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے واقعی بات یہ ہے کہ جب وہ غلام تم سے سچ بات کہتا ہے یعنی یہ کہ مجھے ابو سفیان کی خبر نہیں، تب تو تم اس کو مارتے ہو اور جب وہ تم سے جھوٹی بات کہتا ہے تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو، جھوٹ سے مراد اس کا یہ کہنا کہ اچھا میں ابھی بتاتا ہوں لیکن اس کا یہ جھوٹ بولنا صحابہ کو دھوکہ دینے کیلئے نہیں تھا، صحابہ کو تو وہ صحیح بات بتلا رہا تھا بلکہ یہ اپنی جان بچانے کیلئے تھا، پھر حضور ﷺ نے اس غلام والی بات کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو یہ کفار قریش ہیں قریب میں جو غیر ابو سفیان کو بچانے کیلئے آئے ہیں، پھر آپ نے بطور پیشین گوئی کے فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم ہو چکا تھا کہ لڑائی کی نوبت آئے گی اور اس میں مسلمانوں کو فتح ہوگی **هَذَا امْضَرَعٌ لِّلْاِنِّ غَدًا**، **وَهَذَا امْضَرَعٌ لِّلْاِنِّ غَدًا**، آپ ﷺ زمین پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ آئندہ کل کو یہ جگہ فلاں کافر کے گرنے اور پھٹنے کی

ہوگی، اس کافر کا نام لے کر فرماتے، اور یہ جگہ فلاں کافر کے پھڑنے کی ہوگی، تین مرتبہ آپ ﷺ نے اسی طرح نام لے لے کر فرمایا، آگے راوی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کافر کے پھڑنے کی جو جگہ آپ نے متعین کی تھی وہ خاص اسی جگہ گرا، اور پھر ان پھڑنے والوں کو ان کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچ کر قلیب بدر میں ڈال دیا گیا، حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت ظاہر ہے یعنی کافر قیدی کو کسی مصلحت سے مار پٹائی کرنا، قلیب اس کنویں کو کہتے ہیں جس پر منڈیر نہ ہو، یہ کنواں اس وقت مقام بدر میں تھا جو اب نہیں رہا ہو الحدیث أخرجه مسلم اتم منه قالہ المنذہری۔

۱۲۶۔ باب فی الأسیر المکذوب علیہ علی الإسلام

اسلام قبول کرنے کے لئے کافر قیدی کو مجبور کرنے کا بیان

یہ باب باب فی الأسیر المکذوب علیہ الکفر کا مقابل ہے جو پہلے گزر چکا، وہاں بھی ہم نے اس آنے والے باب کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یعنی کسی کافر قیدی کو اسلام پر مجبور کرنا کیسا ہے جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے، پھر کافر قیدیوں کیساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے؟ وہ کتب فقہ اور حدیث میں مشہور ہے عند الجمہور اس کیساتھ چار طرح معاملہ کیا جاسکتا ہے، قتل، استرقاق، من، فداء، یعنی قتل کر دینا، یا اس کو غلام بنالینا، یا اس پر احسان کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دینا، یا فدیہ لیکر چھوڑنا یہ چاروں اختیارات ائمہ ثلاث کے نزدیک مشروع ہیں، حنفیہ کے نزدیک یہ چار اختیارات شروع میں تھے بعد میں ان کے نزدیک ان چار میں سے دو یعنی من اور فداء، منسوخ ہو گئے، اور قتل و استرقاق یہ دو باقی رہ گئے۔

۲۶۸۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَحْيَى السَّجِسْتَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ - وَهَذَا الْقِطْعَةُ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ هُفَيْفَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كَانَتْ الْمَرْأَةُ تَكُونُ مَقْلًا فَجَعَلَ عَلَى نَفْسِهَا أَنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أَنْ تَهْرُوكَ، فَلَمَّا أَجْلَيْتْ بَوَّ النَّصِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا: لَا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: { لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ }" قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْمَقْلَاتُ: الْيَتَامَى لَا يَبْعِثُ لَهَا وَلَدٌ".

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے اوس اور خزرج کے قبیلہ میں جس عورت کا بچہ زندہ نہ رہتا تو وہ عورت یہ نذر مانتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنائے گی۔ جس وقت قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ملک چھوڑ دینے کا حکم ہوا تو ان میں انصار کے کچھ لڑکے بھی تھے۔ انصار نے کہا کہ ہم لوگ اپنے لڑکوں کو نہیں جلنے دیں گے (اور ان کو اسلام لانے پر مجبور کریں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا دین میں زور زبردستی نہیں (یعنی وہ لڑکے اگر تم لوگوں کے پاس بخوشی مسلمان رہنا چاہیں تو ان کو رہنے دو ورنہ ان کو اسلام پر مجبور نہ کرو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مقلات اس

عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

شرح الحدیث: مدینہ منورہ میں دو قبیلے مشرکین کے اوس و خزرج آباد تھے، یہ لوگ جب اسلام میں داخل ہوئے اور مہاجرین کا انہوں نے ایواء اور نصرة کی تو ان ہی کو انصار کہا جانے لگا، ان کے علاوہ مدینہ میں اہل کتاب یعنی یہود بڑی کثرت سے آباد تھے، مشرکین مدینہ اہل کتاب کی اپنے اوپر فوقیت اور فضیلت مانتے تھے، ان کے اہل علم ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ مشرکین تو جاہل مطلق تھے، باب کی اس روایت میں یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے جو انصاری عورت (مشرک) مقلاتہ ہوتی تھی، یعنی جس کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو بسا اوقات اس قسم کی عورتیں اپنے حمل کے زمانہ میں یہ نذر مانتی تھیں کہ اگر میرا یہ بچہ پیدا ہونے کے بعد زندہ رہا تو میں اس کو یہودی بنادوں گی، چنانچہ اس قسم کے بہت سے بچے یہودی بن کر یہود میں شامل ہو گئے، روایت میں ہے: **فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّصِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ** الخ یعنی جب یہود بنو نصیر کو حضور ﷺ کے زمانہ میں مدینہ سے جلا وطن کیا جا رہا تھا تو اس میں مذکورہ بالا قسم کے ابناء الانصار بھی تھے، تو ان ابناء الانصار کے آباء نے یہ بات کہی کہ ہم اپنے بیٹوں کو نہیں جانے دیں گے، یعنی ان کو روکیں گے اور زبردستی اسلام میں داخل کریں گے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی: **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ** گویا اس آیت میں ان انصار کو اس بات سے روکا گیا کہ وہ زبردستی اپنی اولاد کو مسلمان بنا کر مدینہ میں رکھیں۔

ترجمہ الباب میں جو مسئلہ مذکور تھا، اس کا حکم معلوم ہو گیا یعنی **لَا يَجُوزُ إِكْرَاهُ الْأَسِيرِ عَلَى الْإِسْلَامِ**، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "الْمَقْلَاتُ: الْيَتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ"، امام ابو داؤد بھی امام ترمذی کی طرح حدیث کے بعض الفاظ غریبہ کی تفسیر کیا کرتے ہیں اس لئے کہہ رہے ہیں کہ مقلاتہ کا جو لفظ روایت میں آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں، ایسی عورت کو ہندی میں مرت بیانی کہتے ہیں، والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

کیا جہاد مع الکفار میں اکراہ فی الدین نہیں ہے؟ اس آیت کے پیش نظر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا کفار کے ساتھ جو جہاد کیا جاتا ہے اس میں اکراہ نہیں ہے بظاہر تو ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ جہاد کی ابتداء میں اسلام کی بات رکھی جاتی ہے لیکن پھر اسکے بعد جزیہ کا بھی تو نمبر آتا ہے اسلام نہ لانے کی صورت میں، قبول جزیہ پر کفار کے ساتھ قتال ختم کر دیا جاتا ہے، لیکن یہ جواب حنفیہ، مالکیہ کے مسلک پر تو درست ہے کہ ان کے نزدیک قبول جزیہ کی صورت عام ہے، اہل کتاب اور مشرکین سب سے لیا جاسکتا ہے، لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ جزیہ کا حکم اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے، مشرکین سے نہیں لیا جاتا، لہذا ان دونوں اماموں کے مسلک کے پیش نظر اشکال باقی رہا، ان حضرات نے اس کا یہ جواب دیا کہ **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** کا نزول اہل کتاب کے واقعہ میں ہے جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور شان نزول سے معلوم ہو رہا ہے، لہذا اس آیت کا تعلق مشرکین سے نہ ہوا، گویا مشرکین کے بارے میں اکراہ کی ممانعت نہیں ہے، اسی لئے ان سے جہاد کیا جاتا

ہے اور جزیہ قبول نہیں کیا جاتا لیکن حنفیہ کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ گو آیت شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے لیکن عموم الفاظ کے پیش نظر تو اس کا حکم عام ہے العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورء مذکورہ بالا اشکال کے اور بھی بعض جواب دیئے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ اگر اہ کی تعریف یہ ہے الزام الغیر بما لیس فیہ خیر..... کہ کسی شخص کو ایسی بات پر مجبور کرنا جس میں کوئی خیر اور بھلائی نہ ہو، اور اسلام تو سراسر خیر ہی خیر ہے، لہذا اگر اہ علی الاسلام یہ اگر اہ ہی نہیں ہے۔ ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ لَا اِکْرَاهَ فِي الدِّينِ یہ آیت آیات قتال و جہاد سے منسوخ ہے۔

۱۲۷۔ بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ

۸۸ قیدیوں کو اسلام پیش کئے بغیر قتل کرنے کا بیان ۸۸

یعنی کافر قیدی کو اس پر بغیر اسلام پیش کئے قتل کرنا، اور اس دعوت پر اکتفاء کرنا جو قتال سے پہلے دی جاتی ہے۔

۲۶۸۳۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرِ، قَالَ: رَعِمَ الشَّيْطَانِي، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ آمَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةً نَفَرًا وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَاهُمْ - وَابْنُ أَبِي سَرْجٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْجٍ فَأَنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْفَقَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايَعْ عَبْدَ اللَّهِ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلَّ ذَلِكَ يَأْتِي فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: «أَمَّا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَأَيْتُ كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقُولُ؟» فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا فِي نَفْسِكَ إِلَّا أَوْمَاتٌ إِلَيْنَا بَعِيثُكَ، قَالَ: «إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةٌ الْأَعْيُنُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرِّضَاعَةِ، وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عَقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ، وَخَصَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَنَّا إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ».

سرحہ

حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو رسول کریم ﷺ نے تمام لوگوں کو امن و امان عطا فرمایا لیکن چار مردوں اور دو عورتوں کو اس امن عام سے مستثنیٰ قرار دیا اور راوی نے ان کا نام لیا جن میں ابن ابی سرح بھی تھا۔ ابن ابی سرح حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس (کیونکہ یہ حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا) روپوش ہو گیا۔ (کیونکہ ابن ابی سرح مسلمان ہو کر بعد میں موتہ ہو گیا تھا) جب نبی کریم ﷺ نے بیعت کیلئے لوگوں کو بلایا تو حضرت عثمانؓ نے ابن ابی سرح کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! عبد اللہ سے بیعت لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا اور آپ ﷺ نے بیعت نہ لی۔ تین مرتبہ اسی طرح کیا، پھر تین مرتبہ کے بعد آپ ﷺ نے بیعت کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تم لوگوں میں کوئی شخص بھی سمجھ دار نہیں ہے کہ جو کھڑا ہو تا اور جب میں نے اس کی طرف سے ہاتھ کھینچ لیا (تھا) اور اس سے بیعت نہیں لی تھی تو اس کو قتل کر ڈالتا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگوں کو

آپ کے دل کی حالت کا علم نہیں تھا لیکن اگر آپ ﷺ آنکھ سے اشارہ فرمادیتے تو ہم لوگ اسی وقت تعمیل حکم کرتے اور اسکو قتل کر ڈالتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نبی کے یہ شایان شان نہیں ہے کہ وہ کن آنکھوں سے اشارے کرے۔ (یعنی دل میں کچھ چھپائے جو لوگوں میں ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو۔ یہ تو خیانت ہے بذل)۔ امام ابو داؤد نے فرمایا ابن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ ان کا ماں شریک بھائی تھا اس نے شراب پی تو حضرت عثمانؓ نے اسکو حد لگائی تھی۔

سنن النسائي - تحريم الدم (۴۰۶۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۸۳)

شرح الحدیث: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے روز لوگوں یعنی اہل مکہ کو امن دیدیا تھا (لیکن یہ امن دینا مطلقاً نہیں تھا بلکہ بعض شرائط کے ساتھ تھا، جیسے آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ^۱) سوائے چار مرد اور دو عورتوں کے، جن کے نام راوی نے بیان کئے تھے جن میں ابن ابی سرح کا نام بھی تھا، اس روایت میں تو یہی ہے یعنی چار مردوں کا استثناء، حضرت نے اس میں دوسری روایات کے پیش نظر اضافہ کر کے گیارہ مرد اور چھ عورتیں تفصیل کے ساتھ سب کو بیان کیا ہے^۲، مطلب یہ ہے کہ بعض مشرکین کو آپ ﷺ نے معاف نہیں کیا تھا بلکہ ان کے خون کو ہر حال میں مباح قرار دیا تھا، آگے روایت میں عبد اللہ بن ابی سرح کے بارے میں تفصیل ہے، یہ دراصل حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے تھے ثم اہتدثم اسلم، حدیث الباب میں ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے یہاں جا کر چھپ گئے تھے، پھر جب حضور ﷺ نے اہل مکہ کو بیعت علی الاسلام کیلئے طلب فرمایا تو حضرت عثمانؓ، ابن ابی سرح کو لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، اور اس کو آپ کے سامنے لیجا کر کھڑا کر دیا، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو بھی بیعت کر لیجئے، حضور نے اپنا سر مبارک اٹھا کر اس کو دیکھا تین مرتبہ ایسا ہی کیا، ہر بار میں آپ اس کو بیعت کرنے سے انکار فرماتے تھے، یعنی اس کی طرف بیعت کیلئے ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے، تیسری مرتبہ کے بعد آپ ﷺ نے اس کو بیعت کر لیا، اور پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں تھا، کہ جب میں اس کو بیعت کرنے سے اپنے ہاتھ کو روکتا تھا تو وہ کھڑا ہو کر اس کو قتل کر دیتا، اس پر بعض صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کے جی میں کیا ہے اور یہ بھی عرض کیا: أَلَا أَوْمَأْتُ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ کہ آپ نے اپنی آنکھ سے کیوں نہ اشارہ فرمادیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِفَةً الْأَعْيُنُ، یعنی یہ بات نبی کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اس طرح کے موقع پر آنکھوں سے اشارہ کرے، یعنی نبی کا کوئی کام کچا اور سرسری نہیں ہوتا، اس کا تو ہر کام اور ہر بات واضح اور محکم ہوتی کن آنکھوں سے وہ کام نہیں کرتا۔

۱ صحیح مسلم - کتاب الجہاد والسیر - باب فتح مکہ ۱۷۸۰

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۲۲۹

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرِّضَاعَةِ الْح: مصنف فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سرح حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا، آگے ایک اور بات استطراداً افادہ علمی کے طور پر مقام کے مناسب بیان کرتے ہیں وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ الْح یعنی عبد اللہ بن ابی سرح تو آپؐ کا رضاعی بھائی تھا جو کہ گڑ بڑ قسم کا آدمی تھا ایسے ہی ولید بن عقبہ کا بھی حال ہے، وہ حضرت عثمانؓ کا اخیانی بھائی تھا وہ بھی بڑا گڑ بڑ تھا شراب کا عادی تھا اسی لئے حضرت عثمانؓ نے اس پر حد خمر بھی جاری کی تھی، حضرتؓ نے بذل میں یہاں ایک سوال و جواب تحریر فرمایا ہے۔

حدیث میں ایک اشکال اور اس کا جواب: وہ یہ کہ عبد اللہ بن ابی سرح کو جب حضرت عثمانؓ نے پناہ دیدی تھی تو پھر اس کا قتل کہاں جائز تھا، تو پھر آپ ﷺ نے صحابہؓ کو اس کے ترک قتل پر کیوں عیبیہ فرمائی؟ جواب اس کا ظاہر ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس کو مہدر الدم (مباح الدم) قرار دیدیا تھا تو حضرت عثمانؓ کے پناہ دینے سے کیا ہوتا ہے (من البذل) میں کہتا ہوں یہاں اس اشکال کے علاوہ ایک قوی اشکال اور ہوتا ہے اور وہ اشکال یہ ہے، انہ کیف جاز قتله وقد اسلم؟ یعنی بیعت علی الاسلام کیلئے آیا تھا اور اسلام میں دخول کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، اس کا جواب علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں یہ دیا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں آدمی کا اسلام رسول اللہ ﷺ کی رضا اور قبول کرنے پر موقوف تھا، جس شخص کے اسلام کو آپ ﷺ منظور فرما لیتے تھے اسی کا اسلام معتبر تھا والا فلا، ابو داؤد کی کتاب الجنائز میں اسی قسم کا ایک واقعہ حدیث میں آیا ہے وہاں بھی حضور ﷺ نے بیعت کرنے سے اپنے ہاتھ کو روکا تھا، اس کی شرح میں حضرت سہارنپوریؒ نے اشکال مذکور کا یہی جواب تحریر فرمایا ہے، نیز عبد اللہ بن ابی سرح کا بعینہ یہ واقعہ کتاب الحدود میں بھی آرہا ہے، وہاں حضرتؓ نے اس اشکال اور جواب سے تعرض کیا ہے۔ والحدیث أخرجه النسائي قاله المنذرى۔

۲۶۸۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ يَرْبُوعٍ الْمُخَزُومِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: «أَرْبَعَةٌ لَا أَوْفُقُهُمْ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَمٍ فَسَمَاهُمْ». قَالَ: «وَقَيْنَتَيْنِ كَانَتَا لِمُقَيْسٍ، فَقَتِلَتْ إِحْدَاهُمَا وَأَفْلَكَتِ الْآخَرَى فَأَسْلَمَتْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَمْ أَفْهَمْ إِسْنَادَهُ مِنْ ابْنِ الْعَلَاءِ كَمَا أَحِبُّ».

ترجمہ: حضرت سعید بن یربوع مخزومی سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا چار شخص ہیں کہ میں ان کو نہ تو حل میں اور نہ ہی حرم میں پناہ دیتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کا نام لیا اور دو باندیوں کا جو کہ مقیس بن صبابہ کی تھیں (وہ اشعار کہہ کر آپ ﷺ کی توہین کرتی تھیں) ان میں سے ایک باندی ہلاک کر دی گئی اور دوسری فرار ہو گئی پھر وہ اسلام لے آئی۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ میں ابن العلاء سے اس حدیث کی اسناد صحیح طریقہ پر نہیں سمجھ سکا۔ (بلکہ ابن العلاء

کے کسی شاگرد نے اس حدیث کی سند مصنف کو سمجھائی ہوگی۔

شرح الحدیث: یہ بھی گزشتہ روایت کی طرح ہی ہے وہاں چار مرد اور امرأتین کا ذکر آیا تھا، یہاں بجائے امرأتین کے قَتِیْنَتَیْنِ ہے قیدیہ امہ مغنیہ کو کہتے ہیں، اور مطلق امہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو مقیس بن صبابہ کی تھیں، اور کہا گیا ہے کہ ابن خطل کی تھیں جن میں سے ایک تو قتل کر دی گئی تھی، اور دوسری بھاگ گئی تھی اور پھر بعد میں اسلام بھی لے آئی تھی۔

۲۶۸۵۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ غَامَ الْقَتَحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمَغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطْلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: «اقْتُلُوهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «ابْنُ خَطْلٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ، وَكَانَ أَبُو بَرَزَةَ الْأَسْلَمِيُّ قَتَلَهُ»۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فتح مکہ کے سال مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے سر پر (لوہے وغیرہ کا) خود تھا۔ جب آپ ﷺ نے خود اتارا تو ایک شخص آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ابن خطل (جو کہ ایک مباح الدم مشرک تھا) وہ کعبہ اللہ کے پردے سے چٹا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو قتل کر ڈالو۔ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابن خطل کا نام عبد اللہ تھا اور اس کو ابو بَرَزَة اسلمی نے قتل کیا تھا۔

تحقیق: صحیح البخاری - الحج (۱۷۴۹) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۷۹) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۳۵) صحیح البخاری - اللباس (۵۴۷۱) صحیح مسلم - الحج (۱۳۵۷) جامع الترمذی - الجہاد (۱۶۹۳) سنن النسائی - مناسک الحج (۲۸۶۷) سنن النسائی - مناسک الحج (۲۸۶۸) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۸۵) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۰۵) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۱۰/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۶۴/۳) موطأ مالک - الحج (۹۶۴) سنن الدارمی - المناسک (۱۹۳۸) سنن الدارمی - السیر (۲۴۵۶)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر خود (لوہے کی ٹوپی) تھی جب آپ ﷺ نے اس کو اتار کر رکھ دیا یعنی ضرورت پورا ہو جانے کے بعد تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے آکر عرض کیا کہ ابن خطل (جس کو آپ ﷺ نے مباح الدم قرار دے رکھا تھا) کعبہ کے غلاف سے چٹا کھڑا ہے، یعنی اسکے ذریعہ سے پناہ چاہنے کیلئے (پھر بھی) آپ ﷺ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، مصنف فرماتے ہیں: ابن خطل کا نام عبد اللہ ہے اور جس شخص نے اس کو قتل کیا تھا اس کا نام ابو بَرَزَة الاسلمی ہے، میں کہتا ہوں اور کہا گیا ہے کہ اس کو شریک بن عبدہ العجلانی نے قتل کیا تھا، بذل میں تاریخ خمیس سے نقل کیا ہے کہ جاہلیت میں ابن خطل کا نام پہلے عبد العزی تھا، حضور ﷺ نے اسلام لانے کے بعد اس کا نام بدل کر عبد اللہ رکھ دیا تھا^۱ اور خطل اس کے باپ کا لقب تھا نام اس کا عبد مناف تھا کما فی القسطلانی، ابن خطل کے قتل کا منشا امام خطابی نے یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو ایک انصاری کے ساتھ کسی کام سے بھیجا تھا اور اس انصاری کو اسکا امیر بنایا تھا راستہ میں جب جا رہے تھے تو ابن خطل نے ان انصاری کو قتل کر

ڈالا، اور ان کے سامان کو لوٹ لے گیا، اس لئے حضور ﷺ نے باوجود اس کے غلاف کعبہ پکڑنے کے اس کو امان نہیں دیا، اور اس کو قصاص میں قتل کرادیا^①، اور بعض شراح نے لکھا ہے کہ غلافی القسطلانی کہ ابن خطل میں متعدد موجبات قتل جمع ہو گئے تھے، اول جنایت قتل اور کفر و ارتداد، حضور ﷺ کی ایذا اور جھوٹا چنانچہ وہ خود بھی شعر میں حضور ﷺ کی جھوٹا کرتا تھا اور اپنی دو باندیوں سے بھی غنائیں آپ ﷺ کی جھوٹا کرتا تھا^②۔

حدیث میں دو اختلافی فقہی مسئلے: ① ایک قصاص فی الحرم سے متعلق اور ② ایک دخول حرم بغیر احرام سے متعلق، احرام والا مسئلہ کتاب الحج میں گزر چکا، شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا ارادہ دخول حرم کالج و عمرہ کے علاوہ کسی اور حاجت سے ہو خواہ وہ حاجت متکررہ یا یا غیر متکررہ، اس پر احرام واجب نہیں، حنفیہ کے نزدیک مطلقاً واجب ہے، بعض شافعیہ اپنی تائید میں اس حدیث کو بھی پیش کرتے ہیں، ہماری طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: أُحِلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ هَٰذَا^③، کہ میرے لئے مکہ مختصر سے وقت کیلئے حلال کر دیا گیا تھا، لہذا اسی لئے آپ بغیر احرام داخل ہوئے، ہمارے اس جواب کو حافظ و غیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے، اور دوسرا مسئلہ یعنی قصاص فی الحرم وہ یہ ہے کہ اگر جنایت کا وقوع خود حرم میں ہو یا ہو تو اس صورت میں قصاص فی الحرم بالاتفاق جائز ہے، اور اگر کوئی شخص خارج حرم جنایت کر کے حرم میں داخل ہو جائے تو اگر اس جنایت کا تعلق نفس سے نہیں بلکہ اطراف سے ہے یعنی اعضاء سے تب بھی حکم یہی ہے، یعنی اس کا بدلہ حرم میں جائز ہے، اور اگر وہ جنایت فی النفس ہے یعنی کسی کو خارج حرم قتل کر کے قاتل حرم میں داخل ہو جائے، یہ صورت اختلافی ہے، اس صورت میں حنفیہ و حنبلیہ کے نزدیک قصاص فی الحرم جائز نہیں، شافعیہ و مالکیہ کے یہاں اس صورت میں بھی جائز ہے، لہذا یہ حدیث حنفیہ و حنبلیہ کے خلاف ہو سکتی ہے جواب اس کا بھی یہی ہے جو اس سے پہلے مسئلہ میں گزرا کہ فتح مکہ کے روز آپ کیلئے مکہ میں قتال جائز کر دیا گیا تھا، لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہو سکتی اور دوسرا احتمال یہاں پر یہ بھی تو ہے کہ ابن خطل کی جنایت بھی حرم ہی میں واقع ہوئی ہو فجاز قتله بالاتفاق۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قاله المنذری۔

۱۲۸۔ بَابُ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ صَبْرًا

کافر قیدی کو حالت گرفتاری میں قتل کرنے کا بیان

صبر کے معنی جبر اور قید کے ہیں، قتل کافر کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کا قتل میدان جنگ اور لڑائی میں ہو دوسری قسم کا

① معالم السنن - ج ۲ ص ۲۸۸

② إرشاد الساری لشرح صحيح البخاری - ج ۳ ص ۳۱۷

③ صحيح مسلم - کتاب الحج - باب تحريم مكة وصيدها وخلاها وشجرها ولقطتها، إلا لمنشد على الدوام ۱۳۵۵

کافر قیدی کا قتل ہے، یعنی جو کافر ہمارے پاس اور قبضہ میں ہے اس کو قتل کرنا اسی کو قتل صبر کہتے ہیں۔

قال السيوطي: كُلُّ مَنْ قُتِلَ فِي غَيْرِ مَعْرَكَةٍ وَلَا حَرْبٍ وَلَا خَطَأٍ فَإِنَّهُ مَقْتُولٌ صَبْرًا^①، اور بذل میں اس طرح ہے کہ جس شخص کو اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور پکڑ کر قتل کیا جائے، یہ قتل صبر ہے^②، اس کے بعد جو باب آ رہا ہے وہ ہے بَابُ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ دونوں بابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں قتل صبر اسے مراد وہ قتل صبر ہے جو بغیر النبل ہو یعنی بالسیف اور دوسرے باب میں قتل صبر اسے وہ قتل مراد ہے جو بالنبل ہو قتل صبر بالسیف، بالاتفاق جائز ہے جو پہلے باب میں مذکور ہے اور بالنبل کی ممانعت آئی ہے وہ ناجائز ہے، جیسا کہ دونوں بابوں کی حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے۔

٢٦٨٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْنِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ أَنْ يَسْتَعْمَلَ مَسْرُوقًا فَقَالَ لَهُ عُمَارَةُ بْنُ عُقْبَةَ: أَتَسْتَعْمَلُ رَجُلًا مِنْ بَقَايَا قَتْلَةِ عُثْمَانَ؟ فَقَالَ لَهُ مَسْرُوقٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَكَانَ فِي أَنْفُسِنَا مَوْتُكَ الْحَدِيثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ قَتْلَ أَبِيكَ قَالَ: «مَنْ لِلصَّبِيَّةِ؟» قَالَ: النَّارُ، فَقَدْ رَضِيتُ لَكَ مَا رَضِيَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ ضحاک بن قیس نے مسروق کو (کسی مقام کا) عامل بنانا چاہا تو عمارہ بن عقبہ نے اس سے کہا کہ تم ایسے شخص کو عامل بنانا چاہتے ہو جو کہ حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے ہے۔ مسروق نے اس سے کہا کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے حدیث بیان کی اور وہ ہم لوگوں میں بہت معتبر شخص تھے کہ جب آپ ﷺ نے تمہارے والد عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا میرے بچوں کی کون خبر گیری کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا: آگ۔ مسروق نے کہا کہ میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے تیرے لئے پسند کیا (آگ کا مطلب ہے ضائع ہونا یعنی اگر آگ تیرے بچوں کی کفالت کر سکتی تو آگ ہی تیرے بچوں کی کفیل بنے گی)۔

شرح الحدیث: ضحاک بن قیس جو کہ صفار صحابہ میں سے ہیں اور امیر دمشق تھے انہوں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا مسروق کو کسی جگہ کے عامل بنانے کا، تو اس پر عمارہ بن عقبہ نے ضحاک سے کہا کہ ایسے شخص کو عامل بنارہے ہو جو قاتلین عثمان میں سے ایک باقی رہنے والا ہے (ان دونوں میں کسی وجہ سے اختلاف اور ناچاقی ہو گئی) تو اس کے جواب میں مسروق نے کہا (کہ ٹھہر جا اپنے بارے میں بھی سن لے) مجھ سے عبد اللہ بن مسعود نے حدیث بیان کی جو ہمارے نزدیک نہایت قابل اعتماد تھے کہ حضور ﷺ نے جب تیرے باپ کو قتل کا ارادہ فرمایا تھا یعنی عقبہ بن ابی معیط (جو کہ اساری بدر میں سے تھا) تو اس نے بہت بے کسی

① النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر - ج ۳ ص ۸

② بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۲۳۴

کے عالم میں حضور ﷺ سے عرض کیا: مَنْ لِلصَّبِيَةِ؟ کہ آپ مجھ کو قتل کر رہے ہیں تو میرے بچوں کا کیا ہوگا، ان کی کون کفالت کرے گا، قَالَ: التَّامُّ آپ ﷺ نے فرمایا ان کی کفالت آگ کرے گی پھر آگے مسروق نے کہا میں بھی تیرے لئے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو تیرے لئے حضور ﷺ نے پسند کی۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت اس طرح ہے کہ عمارہ کے والد عقبہ بن ابی معیط کا قتل صبر اتھا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تصریح کی ہے کما فی العون ①۔

۱۲۹۔ بَابُ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ

قیدی کو مار کر تیروں سے مار ڈالنا

اس پر کلام پہلے باب میں آچکا۔

۲۶۸۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَّجِ، عَنِ ابْنِ تَعْلَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، «فَأُتِيَ بِأَمْرٍ بَعْضُهُ أَعْلَاجٌ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقَتَلُوا صَدْرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «بِالنَّبْلِ صَدْرًا»، فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ»، فَوَالَّذِي نَفْسِي بَيْنَ يَدَيْهِ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَمْرَ بَعْضِ بَرَقَابٍ.

ترجمہ: حضرت عبید بن تعلی (تاء کے زیر کے ساتھ ہے) سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کے ساتھ مل کر جہاد کیا۔ ان لوگوں کے سامنے چار طاقتور عجمی مشرک دشمنوں میں سے لائے گئے۔ انہوں نے حکم دیا اور وہ (چاروں) باندھ کر قتل کر دیئے گئے۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: سعید بن منصور کے علاوہ اور حضرات نے اس طرح روایت کیا کہ تیروں سے قتل کر دیئے گئے۔ یہ خبر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو ملی تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے باندھ کر قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اللہ کی قسم میری جان جس کے قبضہ میں ہے اگر مرغی بھی ہو تو میں اسکو اس طرح قتل نہ کروں (یعنی باندھ کر) یہ خبر عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو پہنچی تو انہوں نے (بطور کفارہ احتیاطاً) چار غلام آزاد کئے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۸۷) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۲۲/۵) سنن الدارمی - الاصحاح (۱۹۷۴)

شرح الحدیث: اَعْلَاج، عِلْج کی جمع ہے یعنی بھاری بھر کم آدمی، خاص کر کفار عجم میں سے۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ کسی غزوہ میں خالد بن الولیدؓ کے بیٹے عبدالرحمن کے پاس چار دشمن کافر لائے گئے انہوں نے ان کا قتل صبر اکر دیا یعنی بالنبل، جب حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ

سے خود سنا ہے کہ آپ ﷺ اس طرح کے قتل صبر اُسے منع کرتے تھے، واللہ انسان تو انسان اگر کوئی پرندہ بھی ہو مرغی وغیرہ تو میں اس کو اس طرح قتل نہ کروں جب ابویوب انصاریؓ کی یہ بات عبدالرحمن کو پہنچی تو انہوں نے اپنی اس غلطی کی تلافی اور تدارک میں چار غلام آزاد کئے۔

اس دوسرے باب کی حدیث کے تقابیل سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے باب کی حدیث میں جو قتل صبر اُتھاوہ بالسیف تھا جو جائز اور ثابت ہے، کتاب الاطعمۃ کی حدیث میں آئے گاھی عن المصیورۃ اور ایک روایت میں ہے عن المجثمۃ اس حدیث میں بھی اسی قتل صبر اکاذ کر ہے، یعنی پرند کو مرغی وغیرہ کو باندھ کر اپنے سامنے بٹھا کر ذبح کرنے کے بجائے تیر سے مارنا۔

۱۳۰۔ بَابُ فِي الْمَوْتِ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ

قیدی پر احسان کر کے اسکو فدیہ لئے بغیر چھوڑ دینا

اس سے پہلے بَابُ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ میں گزر چکا کہ کافر قیدی کے ساتھ کیا کیا معاملے کر سکتے ہیں اور اس میں جو اختلاف ہے وہ بھی گزر چکا، من کی دو صورتیں ہیں ایک بغیر الفدیہ اور دوسری بالفدیہ، حنفیہ کے یہاں یہ دونوں منسوخ ہیں، مالکیہ کی ایک روایت یہ ہے کہ من اگر بالفدیہ ہو تو جائز ہے اور بغیر الفدیہ ناجائز۔

اس کے بعد جانا چاہئے کہ فدا کی دو قسمیں ہیں: ① فداء الاسیر بالمال یعنی کافر قیدی کو مال لے کر چھوڑ دینا، ② اور فداء الاسیر بالاسیر یعنی مسلمان قیدی کے بدلہ میں جو کفار کے یہاں پھنسا ہوا ہے، کافر قیدی کو چھوڑنا، حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں تو دونوں صورتیں ناجائز اور منسوخ ہیں اور صاحبین کے نزدیک فداء الاسیر بالاسیر جائز ہے، گذشتہ باب میں ائمہ اربعہ کے مذاہب مجملًا گزر چکے ہیں یہ اس میں مزید تفصیل ہے، حنفیہ کے نزدیک فِيمَا مَثًا بَعْدُ وَإِمَا فِدَاءً ① جس کے جمہور قائل ہیں یہ آیت منسوخ الحکم ہے، اور ناسخ اس کیلئے آیت السیف ہے یعنی فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ② سورہ براءۃ کی آیت، اور من وفداء والی آیت سورہ محمد ﷺ میں ہے، نزول میں آیت السیف یعنی آیت براءۃ بالاتفاق موخر ہے۔

۲۶۸۸۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ مِنْ جِبَالِ النَّبْعِيِّ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ لِيَقْتُلُوهُمْ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِلْعًا، "فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَذْرًا جَلًّا { وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيِّدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ }" إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

① پھر یا احسان کجیو اور یا معاوضہ لیجیو (سورۃ محمد ۴)

② تومار و مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو (سورۃ التوبہ ۵)

③ اور وہی ہے جس نے روکت رکھا انکے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے (سورۃ الفتح ۲۴)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ (حدیبیہ کے سال) اہل مکہ کے اسی آدمی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے قتل کے ارادہ سے نماز فجر کے وقت مقام تنعیم کے پہاڑ سے اتر آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو زندہ پکڑ لیا پھر آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ لِيُذِيقُوا الْفَقْرَ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ یعنی وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے ان لوگوں کا ہاتھ تم لوگوں سے بطن نگہ مکرہ میں روک لیا یعنی تم لوگوں کو ان سے بچا دیا تمہیں قتل نہیں کر سکے اور کافروں کو تم سے بچا دیا۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۰۸) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۲۶۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۸۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۲۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۹۰/۳)

شرح الحدیث: یہ عام الحدیبیہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ ﷺ حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو ایک دن صبح کی نماز کے وقت اچانک اسی (۸۰) کفار مکہ صحابہ کو قتل کرنے کیلئے اتر آئے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب ہی نے ان کو قید کر لیا، روایت میں ہے اخذہم سلماً، کسر سین اور فتح سین دونوں کے ساتھ ہے یعنی قیل صلحا و انقیاداً، یعنی بہت سہولت سے وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگئے بغیر مزاحمت کے، مگر حضور ﷺ نے ان کو بجائے قتل کرنے کے رہا کر دیا، تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ لِيُذِيقُوا الْفَقْرَ لِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ گویا حضور ﷺ کے اس طرز عمل کی جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا اس کی تصویب اور تحسین ہے، اور یہ کہ حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ ان کو رہا کر دیا جائے، بیان القرآن میں ہے یعنی ورنہ لڑائی طول پکڑ جاتی۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، الحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۲۶۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَسَارَى بَدْرٍ: «لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، لَمَّا كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ».

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (غزوہ بدر) کے قیدیوں کے سلسلے میں فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتے اور ان ناپاک قیدیوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے تو میں ان کی وجہ سے ان لوگوں کو رہا کر دیتا۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۷۰) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۰۰) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۸۹) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۸۰/۴)

شرح الحدیث: یعنی حضور اقدس ﷺ نے جبیر بن مطعم سے فرمایا (جبکہ وہ آپ ﷺ کے پاس اساری بدر کیلئے سفارشی بنکر آئے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ یعنی مطعم بن عدی آج زندہ ہوتا اور پھر ان گندوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا تو میں اس کی سفارش پر ان کو چھوڑ دیتا۔

تھی جمع ہے نین کی جیسے ز من کی جمع ز منی، اور یا جمع ہے نین کی جیسے ج ریح کی جمع ج ریحی، نین یعنی سڑی ہوئی اور بدبودار چیز، اساری بدر کو آپ ﷺ نے ان کے کفر کی وجہ سے اس طرح تعبیر کیا، قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ^۱، کہا گیا ہے کہ مطعم کا حضور ﷺ پر ایک احسان تھا وہ یہ کہ حضور ﷺ جب سفر طائف سے واپس لوٹ رہے تھے، اور اہل طائف آپ ﷺ کو ایذا پہنچا رہے تھے تو اس وقت اس نے حضور ﷺ کی اعانت فرمائی تھی، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بات جبر کی تطیب قلب اور اس کی تالیف کیلئے فرمائی تھی، کیونکہ اس وقت تک وہ اسلام نہیں لائے تھے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

۱۳۱۔ باب فی فداء الأسیر بالمال

قیدیوں کو مال کے بدلہ رہا کرنا

اس باب میں فداء کی دو قسموں میں سے ایک قسم کا بیان ہے، اس باب میں مصنف نے اساری بدر کا واقعہ ذکر کیا ہے جن کے ساتھ حضور ﷺ نے فداء الاسیر بالمال ہی کا معاملہ فرمایا تھا کہ بدر کے قیدیوں میں سے ہر ہر قیدی سے فدیہ لے کر اس کو آزاد کر دیا گیا تھا۔

۲۶۹۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْخَلْفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَأَخَذَ - يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْفِدَاءَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: { مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي الْأَرْضِ } إِلَى قَوْلِهِ: { لَمَسْكُمْ فِيهَا أَخَذْتُمْ }^۲ مِنَ الْفِدَاءِ، ثُمَّ أَحَلَّ اللَّهُ الْفَتَائِمَ "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنْ اسْمِ أَبِي نُوحٍ، فَقَالَ: «إِيشُ تَصْنَعُ بِاسْمِهِ؟ اسْمُهُ اسْمُ شَنِيعٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اسْمُ أَبِي نُوحٍ قُرَادُ، وَالصَّحِيحُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَزْوَانَ».

حضرت ابن عباس، حضرت عمر فاروق سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوہ بدر کے دن حضور اکرم ﷺ نے قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَشْرَى حَتَّى يَبْعَثَ فِي الْأَرْضِ (یعنی اللہ تعالیٰ کے عوض قیدیوں کو رہا کرنا پسندیدہ معلوم ہوا حضرت عمر فاروق کی رائے یہ تھی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے مال غنیمت حلال قرار دیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو نوح کا نام احمد بن حنبل سے دریافت سے کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم ان کا نام دریافت کر کے کیا کرو گے ان کا نام بہت خراب ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے

① مشرک جو ہیں سو پلید ہیں (سورۃ التوبہ ۲۸)

② نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خورنری نہ کر لے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کے ہاں چاہیے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب (سورۃ الانفال ۶۷-۶۸)

ہیں کہ ان کا نام قراد ہے جس کے معنی چیڑی کے ہیں اور ان کا صحیح نام عبدالرحمن بن غزوان ہے۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۶۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۹۰) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجہاد

(۳۱/۱) مسند احمد - مسند العشرة البشرين بالجہاد (۳۳/۱)

شرح الحدیث حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کریمہ مَا كَانَ لِیَتَّبِعَنِي اَنْ یَّکُوْنَ لَکَ اَشْرَی کا

شان نزول یہ بیان فرمایا کہ اسکا نزول اسوقت ہوا جب اسیران بدر کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا، اس آیت میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے اساری بدر کے ساتھ جو معاملہ کیا کہ انکو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا، آپ ﷺ کیلئے تواضعان فی الارض مناسب تھا، یعنی کفار کی خونریزی کرنا ابطال کفر کیلئے، روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے اساری بدر کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر قدرت دی ہے اور یہ اب تمہارے قابو میں آگئے ہیں اب بتاؤ کہ انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مناسب یہ ہے کہ ان سب کی گردن اڑادی جائے، آپ ﷺ کو یہ رائے پسند نہ آئی اسلئے آپ ﷺ نے دوبارہ پھر وہی سوال فرمایا کہ انکے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے، حضرت عمرؓ نے پھر وہی عرض کیا، تیسری بار آپ ﷺ نے پھر وہی سوال فرمایا اس پر صدیق اکبرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگ فدیہ لے کر چھوڑ دئے جائیں، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے، علی کو حکم دیں کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن ماریں، اور مجھ کو اجازت دیں کہ میں اپنے فلاں عزیز کی گردن ماروں اسلئے کہ یہ لوگ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے کو پسند کیا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا، اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، جس پر حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ رونے لگے، حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس عذاب کی وجہ سے رورہا ہوں جو تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کے وجہ سے من جانب اللہ پیش کیا گیا ہے، اور فرمایا میرے سامنے انکا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا اسکے بعد آپ نے فرمایا اگر اس وقت عذاب آتا تو سوائے عمرؓ کے کوئی نہ بچتا، اور ایک روایت میں ہے کہ اور سوائے سعد بن معاذؓ کے سعد بن معاذؓ کی بھی وہی رائے تھی جو حضرت عمرؓ کی تھی، تیسرے عبداللہ بن رواحہؓ ہیں وہ بھی فدیہ لینے کے مخالف تھے ①۔

ثُمَّ اَحَلَّ لَهُمُ اللّٰهُ الْغَنَائِمَ: آیت مذکورہ میں چونکہ اخذ فدیہ پر نکیر کی گئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ مال غنیمت مسلمانوں کیلئے حلال نہ ہو، اس لئے راوی کہہ رہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو مسلمانوں کیلئے حلال کر دیا تھا۔

مشہور اشکال اور اس کا جواب: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اس مقام پر ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ کہ ترمذی ② وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں کہ اساری بدر کے قصہ میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام

① سیرت مصطفیٰ ملخصاً - ج ۲ ص ۱۰۷-۱۱۴

② جامع الترمذی - کتاب السیر - باب ماجاء فی قتل الاسارى والفداء ۱۵۶۷

نے مجھ سے آکر یہ فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کو اساری بدر کے بارے میں اختیار دیجئے ان دو باتوں میں سے ایک بات کا کہ یا تو وہ ان قیدیوں کو قتل کر دیں اور یا ان سے فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دیں اس طور پر کہ مسلمانوں میں سے اسی تعداد کے برابر آئندہ سال قتل کئے جائیں، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ سے مشورہ فرمایا تو انہوں نے اس تخیر کے بعد فدیہ لینے کا مشورہ دیا اس طور پر کہ اتنے ہی مسلمان آئندہ سال شہید کئے جائیں، اس پر اشکال ظاہر ہے کہ جب فدیہ لینے کی اجازت دیدی گئی تھی تو پھر اس کے اختیار کرنے پر اس آیت کریمہ میں فدیہ لینے پر عتاب کیوں نازل ہوا، اس اشکال کا ایک مشہور جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ اختیار صرف ظاہری اور صوری تھا اور فی الواقع اس اختیار سے مقصود اختیار تھا یعنی امتحان کہ دیکھیں صحابہ کرام اعداء اللہ کے قتل کو اختیار کرتے ہیں یا سامان دنیا کو، اور حضرتؑ نے بذیل میں اس جواب کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس سے بہتر جواب یہ ہے کہ بعض صحابہ اس موقع پر مال کی طرف مائل ہوئے تھے، تو دراصل اس عتاب کا مورد وہی اصحاب ہیں جیسا کہ آیت کریمہ میں بھی اس طرف اشارہ موجود ہے: **تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ**، اور بعض علماء نے حدیث تخیر جس کو امام ترمذیؒ نے کتاب السیر میں باب ما جاء فی قتل الأسارى والقداء میں ذکر کیا ہے، کو وہم رواۃ قرار دیا ہے، علامہ تورپشکی حدیث تخیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث بوجہ اس کے کہ ظاہر قرآن اور ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جو اساری بدر کے بارے میں وارد ہیں جن میں یہ ہے کہ فدیہ کا لینا صحابہ کرام کی رائے اور اجتہاد سے تھا چنانچہ اس پر عتاب نازل ہوا، اگر اس سلسلہ میں کسی وحی سماوی کے ذریعہ سے تخیر ثابت ہوتی تو اس پر عتاب متوجہ نہ ہوتا، فہذا الحدیث مشکل جدا، الی آخر ما ذکر من تضعیف الحدیث، اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے ما کان لیتی اَنْ یَّکُونَ لَهُ اَعْرٰی حَتّٰی یُشْخِنَ فِی الْاَرْضِ کے ذیل میں متعدد روایات صحیحہ جن میں حضور اقدس ﷺ کا صحابہ سے اساری بدر کے بارے میں مشورہ مذکور ہے، اور یہ کہ اخذ قداء باہمی مشورہ سے تھا جس پر آیت کا نزول ہوا، ذکر کی ہیں اور پھر آخر میں حضرت علیؑ کی تخیر والی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں، رواہ الترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحہما من حدیث الثوری بہ وھذا حدیث غریب جدا ①۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ الْح: إِمَامُ ابُو دَاوُدَ فَرَمَاتے ہیں، میرے استاذ احمد بن حنبلؒ سے کسی نے ابو نوح (جو یہاں سند میں مذکور ہے) کا نام دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا، اس کا نام پوچھ کر کیا کرے گا، اس کا نام اچھا نہیں بہت برا ہے اور نام بتایا نہیں، اس پر امام ابو داؤدؒ کہتے ہیں کہ اس کا نام قراد ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام عبدالرحمن بن غزو ان ہے، قراد واقعی نام اچھا نہیں، اس لئے کہ قراد تو چیخڑی کو کہتے ہیں، والحدیث أخرجه مسلم نحوه فی اثناء حدیث طویل، قالہ المنذری۔

-۲۶۹۱-

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعِشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْعُبَيْسِ، عَنْ أَبِي الشَّعْفَاءِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فِدَاءَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَع مِائَةٍ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جاہلیت کے لوگوں (کفار مکہ) کا جنگ بدر میں چار سو درہم فدیہ مقرر فرمایا تھا۔

شرح الحدیث: اس حدیث میں اساری بدر سے جو فدیہ لیا گیا تھا اس کا بیان ہے کہ وہ چار سو درہم تھا، لیکن حضرتؓ نے بذل میں سیرت کی کتابوں سے نقل کیا ہے کہ فدیہ کی مقدار مختلف تھی ہر ایک کی حسب حیثیت، بعض سے چار ہزار درہم، کسی سے تین ہزار، اور بعض سے دو ہزار، اور جن کے پاس نقد دینے کیلئے کچھ نہ تھا تو اس سے کوئی خدمت لی گئی، مثلاً جو کتابت اچھی جانتا تھا تو غلمان مدینہ میں دس غلام اسکے حوالہ کر دیئے گئے تاکہ ان کو کتابت سکھائے۔^۱ والحدیث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۲۶۹۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبُقْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَادٍ، عَنْ أَبِيهِ عُبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَاهُمْ بَعَثَ زَيْنَبُ بِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ: فَلَمَّا آهَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقًى لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً، وَقَالَ: «إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا». فَقَالُوا: نَعَمْ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: «كُونَا بِبَطْنِ يَأْجِجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمْ زَيْنَبُ فَتَعْصِبَهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا».

ترجمہ اماں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کے فدیے روانہ کئے تو آپ ﷺ کی صاحبزادی زینبؓ نے حضرت ابو العاصؓ کے فدیہ میں کچھ مال روانہ فرمایا اور اس مال میں انہوں نے ایک ہار روانہ کیا تھا جو کہ حضرت خدیجہؓ کا تھا۔ خدیجہؓ نے زینبؓ کو یہ ہار جہیز میں دیا تھا۔ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جب ہار دیکھا تو آپ ﷺ پر شدید رقت طاری ہو گئی آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا: تم لوگ اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ کی خاطر انکے قیدی یعنی انکے شوہر کو رہا کر دو، اور جو مال اسکا ہے (یعنی زینبؓ نے حضرت ابو العاصؓ کے فدیہ میں روانہ کیا ہے) وہ واپس کر دو؟ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ابو العاصؓ کو رہا کرتے وقت وعدہ لیا کہ زینبؓ کو میرے پاس آنے سے منع نہ کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو اور انصار میں سے ایک شخص کو (زینبؓ کو لانے کیلئے) روانہ فرمایا اور آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تک زینبؓ تم لوگوں کے پاس نہ آجائے تم مقام بطن یا جج (جو مکہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے) میں ٹھہرے رہنا اور جب زینبؓ آجائیں تو ان کے ساتھ رہنا اور یہاں لے کر آنا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۹۲) مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۲۷۶/۶)

شرح الحدیث اس روایت کا مضمون کتاب النکاح میں اس حدیث کے ذیل میں جس میں یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے

فاطمہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے بنت ابی جہل سے نکاح کا ارادہ کیا تھا، اس حدیث کی شرح میں اس جلد کے شروع میں گزر چکا، اس کے بعد بھی ایک دو مرتبہ اسکا حوالہ آچکا ہے۔ بہر حال اس واقعہ میں فداء الاسیر بالا سیر پایا جا رہا ہے جو صاحبین کے نزدیک بھی جائز ہے، کما تقدم

۲۶۹۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْزُومٍ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَحْيَى سَعِيدُ بْنُ الْحَكَمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَذَكَرَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمُسَوَّرِينَ بِمَكَّةَ أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفَدَّ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَعِيَ مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِمَّا الشَّيْبِي، وَإِمَّا الْمَالِ». فَقَالُوا: نَخْتَارُ سَبِيحَتَا، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثَرَتْنِي عَلَى اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوا ثَانِيَيْنِ، وَإِلَيَّ قَدْ رَأَيْتُ أَنَّ أَمْرًا إِلَيْهِمْ سَبِيحَتُهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيعَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى تُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ». فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَبَقْنَا ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَوْزَنَ مِنْكُمْ يَمُنُّ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرْفَاؤُكُمْ أَمْرُكُمْ». فَارْجَعَ النَّاسُ وَكَلَّمَهُمْ عُرْفَاؤُهُمْ، فَأَخْبَرُوهُمْ أَنَّهُمْ قَدْ طَبَقُوا وَأَذِنُوا.

ترجمہ: حضرت مروان اور مسور بن مخرمہ نے عروہ بن زبیر کو بتلایا کہ حضور اکرم ﷺ نے خطبہ دیا جس وقت کہ (قبیلہ) ہوازن کی قوم کے افراد اسلام قبول کر کے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنے قیدی اور مال واپس کرنے کی درخواست کی۔ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں، جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک پسندیدہ بات وہ ہے جو سچی ہو۔ تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو یا قیدی یا مال۔ قبیلہ ہوازن کے لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدی واپس لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد فرمایا: بے شک تمہارے بھائی کفر وغیرہ گناہوں سے تائب ہو کر آئے ہیں اور میں نے تو ان لوگوں کے قیدیوں کو واپس کرنا مناسب سمجھا تم لوگوں میں سے جو شخص اپنی خوشی سے لوٹا دے تو ایسا کر لے اور تم لوگوں میں سے جو شخص اپنا حصہ وصول کرنے پر قائم رہے تو جب بھی اللہ تعالیٰ ہمیں مال غنیمت عطا فرمائے گا ہم اسکا بدلہ اس میں سے دے دیں گے۔ اسے بھی ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم اس بات پر بخوشی راضی ہیں۔ یعنی قیدیوں کے واپس کرنے پر تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ نہیں جانتے کہ تم لوگوں میں سے کس نے رضامندی ظاہر کی اور کس نے نہیں۔ اسلئے تم لوگ واپس جاؤ تا کہ تمہارے سردار اس معاملہ کو ہمارے پاس لائیں۔ اس طرح تمام لوگ واپس ہو گئے اور انکے سرداروں نے اس سلسلہ میں ان لوگوں سے بات کی پھر سردار دوبارہ لوٹ کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آپکو خبر دی کہ وہ قیدیوں کے واپس کرنے پر راضی ہیں اور انہوں نے اس کی خوشی سے اجازت دی ہے۔

(۲۴۴۴) صحیح البخاری - الہبة وفضلها والتحریر علیہا (۲۴۶۶) صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۲) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۶۴) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۵۵) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۹۳) مسند احمد - أول مسند الکوفیین (۳۲۷/۴)

شرح الحدیث: جعرانہ میں وفد ہوازن کی آمد: غزوہ حنین میں مسلمانوں کو جب فتح حاصل ہوئی اور وہ غنائم حنین کو لیکر مقام جعرانہ میں آکر ٹھہرے تو آپ ﷺ کی خدمت میں قبیلہ ہوازن کا ایک وفد جن میں اس قبیلہ کے آٹھ دس اشرف اور سردار بھی تھے جو حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام میں داخل ہو گئے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے قبضہ میں جو ہمارے قیدی ہیں ان میں بعض ہماری مائیں ہیں اور بعض ہم میں سے بعض کی بہنیں ہیں اور بعض عمت و خالات، لہذا آپ ﷺ برائے مہربانی ان کو واپس کر دیجئے، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: **مَنْ تَدُونَ، وَأَحْبَبُ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ** کہ میرے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو، یعنی آپ کے صحابہ جو اس مال کے اصولاً مستحق ہو چکے ہیں، اور دیکھو میں صحیح بات کو پسند کرتا ہوں (اور وہی تمہارے سامنے رکھتا ہوں) وہ یہ کہ تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرو، یا صرف قیدیوں کی بات رکھو یا مال کی، صرف جانیں لو، یا صرف مال یعنی میں ان میں سے صرف ایک ہی کی سفارش کر سکتا ہوں (آخر میرے اصحاب کا بھی حق ہے، ان کی بھی رعایت ضروری ہے) انہوں نے عرض کیا کہ ہم صرف اپنے قیدیوں کو چاہتے ہیں (مال کی کوئی بات نہیں)۔

آپ ﷺ کی سفارش صحابہ سے قبیلہ ہوازن کیلئے: بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: **"أما الذي لبني هاشم فلكم"** یعنی بنو ہاشم کے حصہ میں جتنے قیدی آئے ہیں ان کا تو میں فی الحال فیصلہ کرتا ہوں کہ وہ تمہارے لئے ہیں، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد اس وفد ہوازن کے آنے کا اور مطالبہ کا صحابہ کرامؓ سے ذکر فرمایا، اور اپنی طرف سے یہ سفارش فرمائی کہ ان کے قیدیوں کو ان کی طرف لوٹا دیا جائے اور فرمایا کہ جو شخص تم میں سے بغیر عوض کے واپس کرنا چاہے وہ اس طرح واپس کر دے، اور جو عوض لے کر واپس کرنا چاہے تو ایسا کر لے، اور اس کا عوض ہمارے ذمہ ہو گا، اس واقعہ کے بعد سب سے پہلے جو مال غنیمت حاصل ہو گا اس میں سے اس کو اس کا عوض دیا جائیگا صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی بات سن کر عرض کیا: **قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ** کہ ہاں ہم خوش دلی کے ساتھ ان کے قیدی ان کو واپس کرتے ہیں یعنی بغیر عوض کے، اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اجتماعی بات میں ہم یقینی طور پر نہیں جان سکتے کہ کون واقعی خوش دلی سے دینے کو تیار ہو اور کون نہیں، لہذا اس وقت آپ لوگ اپنی اپنی جگہ پہنچ کر اپنے اپنے ذمہ داروں کو میرے پاس بھیجیں جو تمہاری صحیح صحیح بات مجھ سے بیان کرے، چنانچہ سب صحابہ اٹھ کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور ہر قبیلہ کے چودھری نے اپنے قبیلہ والوں سے اس بارے میں بات کی اور پھر سب ان ذمہ داروں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: **أَلَهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَدُّوا** کہ واقعی یہ سب لوگ خوش دلی سے قیدیوں کو لوٹانے کی اجازت دے رہے ہیں یعنی بلا عوض، اس روایت میں تو اتنا ہی ہے لیکن بعض دوسری روایات میں آتا ہے **إِلَّا قَلِيلًا**

من الناس^۱ یعنی بجز چند لوگوں کے کہ جو بغیر عوض لئے لوٹانے پر تیار نہیں ہوئے، ان ہی میں سے اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن بھی تھے، کما فی البدل^۲۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی مختصراً ومطولاً قاله المنذرى۔

۲۶۹۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ، فَمَنْ مَسَكَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْقَيْءِ، فَإِنَّ لَهُ بِهِ عَلَيْنَا سِتَّ فَرَاثُصٍ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيدُهُ اللَّهُ عَلَيْنَا»، ثُمَّ دَنَا - يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ بَعِيرٍ، فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْقَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أَصْبُعِيهِ - إِلَّا الْخُمْسُ، وَالْخُمْسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَذُو الْحِجَابِ وَالْمَخِيطِ». فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرِ فَقَالَ: أَخَذْتُ هَذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْدَعَتِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِإِنِّي عَبْدُ الْمَطْلَبِ فَهُوَ لَكَ». فَقَالَ: أَمَا إِنْ بَلَغْتُ مَا أَرَى فَلَا أَرْبِي فِيهَا وَتَبَّهَا.

سرخسٹ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان (قبیلہ بنو ازن) کی عورتوں اور بچوں کو واپس کر دو اور جو ان لوگوں میں سے کسی کو رکھنا چاہے بدلہ کے بغیر تو ہم اسکو بدلہ بھی دیں گے اور وہ یہ ہے کہ ہم اسکے عوض جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے اس میں سے ہم چھ اونٹ دیں گے پھر رسول کریم ﷺ ایک اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے کوہان میں سے بال لے کر فرمایا: اے لوگو! حالت یہ ہے کہ اس فقی کے مال میں سے میرے لئے کچھ نہیں ہے اور نہ یہ (اور آپ نے ان بالوں کی طرف اشارہ فرمایا اور اپنی دو انگلیوں کو بلند فرمایا جس میں یہ بال تھے) مگر خمس اور خمس بھی تمہارے ہی لئے خرچ کیا جاتا ہے تو سوئی اور دھاگہ کو بھی ادا کرو ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کا ایک گچھا تھا اس نے کہا کہ میں نے اسکو پالان کے نیچے کی کملی درست کرنے کیلئے لیا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس میں سے جو حصہ میرا اور بنی عبدالمطلب کا بنتا ہے وہ تیرے لئے ہے تو اس شخص نے کہا جب یہ چند بال اس حد کو پہنچے یعنی اسکا گناہ اس درجہ کو پہنچا جو میں دیکھتا ہوں تو مجھے اسکی ضرورت نہیں اور ان بالوں کو پھینک دیا۔

سنن النسائي - الهبة (۳۶۸۸) سنن الترمذي - قسم الفتي (۴۱۳۹) سنن أبي داود - الجهاد (۲۶۹۴) موطأ مالك - الجهاد (۹۹۴)

شرح الحدیث: رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ: جنین میں جو مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا وہ بہت بڑی مقدار میں تھا جس کی تفصیل یہ ہے قیدیوں میں چھ ہزار نساء و صبیان، اور مال میں چوبیس ہزار اونٹ، چار ہزار اوقیہ چاندی، چالیس ہزار سے زائد بھیڑ بکریاں۔

سِتَّ فَرَاثُصٍ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيدُهُ اللَّهُ عَلَيْنَا: یعنی جو شخص عوض لینا چاہے گا تو ہم اس کو سب سے پہلی غنیمت میں سے چھ اونٹ دیں گے، یعنی ہر شخص کی غنیمت کا عوض چھ اونٹ قرار دیا گیا جو لینا چاہے۔

۱ فی رواية موسى بن عيسى بن عطاء بن السائب عن أبي داود (فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۳۴)

۲ بدل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۲۵۱

إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْقِيَمَةِ شَيْءٌ وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أَصْبُعَيْهِ - إِلَّا الْخُمْسُ وَالْخُمْسُ مَزْدُودٌ عَلَيْكُمْ: پھر آپ ﷺ نے ایک اونٹ کے کوہان کے بال مٹھی میں پکڑ کر فرمایا کہ دیکھو! میرے لئے اس مال غنیمت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے اور نہ یہ بال جو میری مٹھی میں ہیں بجز خمس غنیمت کے، اور اس خمس کا بھی کیا ہوتا ہے وہ بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جاتا ہے، یعنی مصالح مسلمان اور جہاد وغیرہ کی ضروریات میں خرچ کر دیا جاتا ہے۔

فَأَذُوا الْحَيَاطَ وَالْمَخِيطَ: یہ ماقبل پر متفرع ہے، یعنی جب میرا اس میں سوائے خمس کے کچھ نہیں تو اسی طرح تمہارا بھی بطریق اولیٰ سوائے حق واجب کے اس میں کچھ نہیں، لہذا کوئی شخص اپنے معینہ حصہ سے زائد کوئی چیز خواہ وہ دھاگہ یا سوئی ہی کیوں نہ ہونہ لے، اگر لی ہو تو اس کو واپس کر دے کچھ دیر بعد ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں اون کا ایک گچھا تھا، اس نے اسکی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ اون میں نے اپنے نمدہ کی اصلاح کیلئے لی تھی، لیکن چونکہ اس وقت تک مال غنیمت تقسیم ہو چکا تھا اور یہ شخص وہ صوف تقسیم کے بعد لیکر آیا تھا، اس کو چاہئے تھا کہ تقسیم سے پہلے لیکر آتا، اسلئے آپ ﷺ نے اسکو قبول کرنے سے یہ کہہ کر عذر فرمادیا کہ اَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِإِخْوَتِي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ الْحَالِ یعنی اس صوف میں جتنا حصہ میرا اور میرے خاندان والوں کا بیٹھا ہے اسکی اجازت تو میں تجھ کو دیتا ہوں کیونکہ ان بالوں میں پورے لشکر کا حصہ تھا اسلئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنے حصہ کی تو اجازت دے سکتا ہوں، اور اس میں جو دوسروں کا حصہ ہے اسکی اجازت تو خود ان سے لے، وہ آپ ﷺ کی اس احتیاط اور اصولی بات کو سکر کہنے لگا: اَمَّا اِذَا بَلَغْتَ مَا أَمَرَى الْحَالُ أَجَاهِیْهِ مَعْمُولِیْهِ فِیْهِ رَجَبٌ كَوْنُیْهِ كُنْیَ، یہ کہہ کر اسکو پیچنک کر چلا گیا۔

بیان حصہ اللہ فی مال الغنیمۃ: یہاں اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال غنیمت میں میرا کچھ حصہ نہیں سوائے خمس کے، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے، سہم کسہم احد الغامین، یعنی غازیوں کی طرح آپ ﷺ کا ایک حصہ، وخمس الخمس، اور سہم صفی، اس تیسرے کا مستقل باب آگے آیا ہے اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد نفی سے عام نہیں ہے بلکہ موجود اور مخصوص مال غنیمت سے اس کا تعلق ہے، لہذا اب کوئی اشکال نہیں رہا، وینظر باب فی الإمام یتسأئذ بشیء من القی ولتفسیہ، والحديث أخرجه النسائی، قاله المنذری۔

۱۲۲۔ باب فی الإمام یقیم عند الظہور علی العدو بعز صبرہم

حاکم جس وقت دشمن پر غالب آجائے تو وہ میدان جنگ میں قیام کرے

۲۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ، وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرَصَةِ ثَلَاثًا»

قَالَ ابْنُ الْمُنْثَنَّى: «إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيمَ بَعْرَ صَتِهِمْ ثَلَاثًا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ يُحِبِّي بَنُ سَعِيدٍ يَطْعَنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ قَدِيمِ حَدِيثِ سَعِيدٍ لِأَنَّهُ تَغْيِيرُ سَنَةِ كُمْهِيسَ وَأَنْتَعِينَ، وَلَمْ يُخْرِجْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا بِأَخْرَجَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يُقَالُ إِنَّ وَكِيعًا حَمَلَ عَنْهُ فِي تَغْيِيرِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جب کسی قوم پر غالب ہوتے تو میدان جنگ میں تین رات قیام فرماتے اور ابن مثنیٰ کی روایت میں ہے کہ تین رات وہاں پر قیام کرنا آپ ﷺ اچھا سمجھتے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اس حدیث میں طعن کرتے تھے کیونکہ یہ سعید بن ابی عروبہ کی پہلی حدیث میں سے نہیں ہے اس لئے کہ ۴۵ ہجری میں ان کے حافظہ میں تغیر پیدا ہو گیا تھا اور یہ حدیث بھی اخیر عمر کی ہے جب ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ وکیع نے سعید سے ان کے حافظہ کے اختلاط کے زمانے میں ہی یہ حدیث حاصل کی ہے۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۹۰۰) صحیح البخاری - المغازی (۳۷۵۷) جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۱) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۹۵) مسند احمد - أول مسند المدینین رضی اللہ عنہم (جمعین) (۲۹/۴) سنن الدارمی - السیر (۲۴۵۹)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں بھی یہی مضمون ہے کہ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کسی قوم پر غلبہ حاصل کرتے اور کسی سرزمین کو فتح کرتے تو وہاں اس میدان میں فتح کے بعد تین روز تک قیام فرماتے، جس کی علماء نے مختلف مصالح لکھی ہیں مثلاً اس زمین کے حق کی ادائیگی کہ جس پر اب تک غیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی گئی، اب اس فتح کے بعد چند روز اس پر معبود حقیقی کی عبادت ہو جائے، نیز اس لئے بھی کہ آثار فتح ظاہر ہوں، اور سوار یوں اور رفقاء کی استراحت کہ ان کو آرام کا موقع ملے، اور اپنی قوت اور بے پرواہی کا اظہار، کہ اب بھی اگر کسی میں مقابلہ کی ہمت ہو تو آجائے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «كَانَ يُحِبِّي بَنُ سَعِيدٍ يَطْعَنُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ» یحییٰ بن سعید اس حدیث کی سند میں طعن کرتے تھے، اس لئے کہ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ ہیں جو مخططین میں سے ہیں، یعنی آخر عمر میں آکر ان کو اختلاط ہونے لگا تھا اور حافظہ میں کمزوری آگئی تھی جبکہ مخطط کا حکم یہ ہے کہ اس کی روایت قبل الاختلاط کی معتبر ہے، اور اس کے بعد کی نہیں، اور یہ حدیث ان کی آخر عمر ہی کی ہے یعنی بعد الاختلاط کی۔

آگے مصنفؒ کہتے ہیں کہ وکیع کی روایت سعید سے بعد الاختلاط کی ہے لیکن یہاں ان سے روایت کرنے والے وکیع نہیں ہیں بلکہ روح بن عبادہ اور معاذ بن معاذ ہیں، اسکے علاوہ عبد الاعلیٰ بھی ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو روح بن عبادہ کے طریق سے روایت کر کے فرمایا: تَابِعَهُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرٍو وَعَبْدُ الْأَعْلَى، اور وکیع کا تحمل اگرچہ ان سے بعد الاختلاط ہے لیکن ان تین کے بارے میں یہ ثابت نہیں کہ ان کا تحمل فی حال الاختلاط ہے، اور پھر ویسے بھی یہ حدیث متفق علیہ ہے، بخاری اور مسلمؒ نے

اسکی تخریج کی ہے، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۱۳۳۔ بَابُ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

قیدیوں میں آپس میں جدائی کرنے کا بیان

مال غنیمت میں جو قیدی حاصل ہوتے ہیں اگر کسی شخص کے حصہ میں جو قیدی آئے ہیں ان میں باہمی قرابت ہو اور ان میں کبیر کے ساتھ صغیر بھی ہو، مثلاً کسی شخص کے حصہ میں دو غلام آئے اخوین، ایک بالغ اور ایک طفل صغیر تو ان میں تفریق کر سکتے ہیں یا نہیں، بایں طور کہ وہ شخص جس کے حصہ میں یہ دو آئے ہیں وہ ان دو میں سے کسی ایک کی بیچ کر دے یا کسی کو ہبہ کر دے، حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ مترجم بہامین مذاہب انصہ: اب یہ کہ ان میں کون کون سی قرابتیں معتبر ہیں اور کب تک یہ تفریق ممنوع ہے؟ اس تفصیل میں ائمہ کا اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اس تفریق کی کراہت اسکے بلوغ تک ہے، اور امام شافعی کے نزدیک سات یا آٹھ سال تک، یعنی اگر وہ صغیر سات یا آٹھ سال سے چھوٹا ہے تب منع ہے اسکے بعد منع نہیں وقال مالک اذا اشعر، یعنی جب اس بچے کے دانت نکل آئیں، اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ولد اور والدہ کے درمیان تفریق کبھی بھی جائز نہیں اگرچہ بالغ ہو جائے۔

اب یہ کہ کون سے رشتے اس میں معتبر ہیں، بین الولد والوالدة کے عدم جواز پر تو اجماع ہے، پھر حنفیہ کے نزدیک، ہر ذی رحم کا یہی حکم ہے، اور امام شافعی کے نزدیک جیسا کہ انکی کتب سے معلوم ہوتا ہے یہ تحریم قرابت والد کیساتھ خاص ہے ولد اور والدہ، اور ایسے ہی والد اور جد اور جدہ، خواہ جدہ لاب ہو یا لام، ففی معنی المحتاج: ویحرم التفریق بین الأم والولد حتی یمیز، وفی قول حتی یبلغ، ولا یحرم التفریق بینہ و بین سائر المحارم کالأخ والعمة وإن قوی السبکی التحريم بینہ و بینہما^۱، وفی شرح السنة وكذلك حکم الجدۃ وحکم الأب والجداد^۲۔

۲۶۹۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَيْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَوَلَدِهَا «فَنَهَاكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ وَرَدَّ الْبَيْعَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَمَيْمُونٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قَتِيلًا بِالْجَمَاحِمِ، وَالْجَمَاحِمُ سَنَةٌ ثَلَاثٌ وَثَمَانِينَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالْحَرَّةُ سَنَةٌ ثَلَاثٌ وَسِتِّينَ، وَقَتِيلُ ابْنِ الرَّبِيعِ سَنَةٌ ثَلَاثٌ وَسَبْعِينَ»۔

ترجمہ: حضرت میمون بن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک باندی اور اسکے بچے میں علیحدگی کر دی۔

۱۔ معنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج - ج ۲ ص ۵۱-۵۲

۲۔ تحفة الأحمدي بشرح جامع الترمذي - ج ۴ ص ۵۰۴

رسول اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا اور بیع کو رد کر دیا۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ میمون بن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا کیونکہ میمون جنگ جہلم میں ۸۳ھ میں قتل کیا گیا۔ ابو داؤدؒ نے کہا کہ واقعہ حرہ ۶۳ھ ہجری اور ابن زبیر کی شہادت ۷۳ھ ہجری میں ہوئی۔

شرح الحدیث: یہ تفریق چونکہ بین الوالدۃ والولد ہے، اور وہ بالاتفاق ممنوع ہے، آگے روایت میں ہے در البیع اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی یہ تفریق بالبیع تھی کہ انہوں نے ان دو میں سے کسی ایک کی بیع کر دی تھی، دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ اگر اس قسم کی تفریق بیع کے ذریعہ سے کر دی جائے تو وہ بیع فاسد ہے، امام شافعیؒ اور ابو یوسفؒ کا یہی مذہب ہے، اس حدیث سے اسی کی تائید ہو رہی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص اس طرح کی بیع کرے تو وہ مع الکرہۃ صحیح ہے فاسد نہیں۔ قال أبو داؤد: وَمَيِّمُونٌ لَهُ يُدْرِكُ عَلِيًّا: لہذا حدیث منقطع ہے، آگے فرماتے ہیں کہ میمون جنگ جہلم میں قتل ہو گئے، یعنی وہ جنگ جہلم میں واقع ہوئی تھی، اور جنگ جہلم ۸۳ھ میں پیش آئی، یہ ماقبل یعنی عدم ادراک علیؓ کی دلیل نہیں بلکہ مستقل افادہ ہے، اس لئے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کا قصہ ۴۰ھ میں پیش آیا اور یہ بات ممکن ہے کہ یہ اس وقت چار پانچ سال یا اس سے زائد عمر کے ہوں، جس عمر میں سماع صحیح ہوتا ہے (بذل^۱) لہذا اس صورت میں ادراک ہو سکتا ہے، اسی لئے ہم نے کہا کہ یہ عدم ادراک کی دلیل نہیں ہے۔

قال أبو داؤد: وَالْحَرَّةُ ۶۳ھ: **وقعة الحرہ کا ذکر:** مصنفؒ نے یہاں دو مشہور تاریخی لڑائیوں کا تبعاً بطور افادہ ذکر کیا ہے، ایک وقعة الحرہ کہ یہ لڑائی ۶۳ھ میں پیش آئی تھی، دوسرا واقعہ قتل ابن الزبیرؓ کا، اس کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ یہ ۷۳ھ میں پیش آیا، وقعة الحرہ مشہور لڑائی ہے جو امارت یزید کے زمانہ میں پیش آئی جس میں عسکر یزید نے مسلم بن عقبہ کی امارت میں مدینہ پر چڑھائی کی تھی جس میں سینکڑوں صحابہؓ اور تابعینؓ شہید ہوئے تھے، اور قتل ابن الزبیرؓ کا بیان اللہ المنصور جلد ثالث باب الاحصار میں مذکور ہے۔

وقعة الحرہ کا جوڑ تو فتنہ ابن الزبیرؓ سے ہے وہ یہ کہ جب عبد اللہ بن الزبیرؓ یزید کی بیعت سے انکار کر کے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے آئے، اور اہل مکہ نے انکا ساتھ دیا تو اس بناء پر یزید چونکہ مکہ پر چڑھائی کی کوشش کرتا رہا گو وہ اس میں ناکام رہا لیکن اسکی ان حرکتوں کو دیکھ کر اہل مدینہ بھی یزید کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے اپنی بیعت کو فسخ کر دیا، اور مدینہ میں جو بنو امیہ تھے ان کا محاصرہ کر لیا..... مروان امیر مدینہ نے اس کی اطلاع یزید کو کی اور اس سے استغاثہ کیا، اس پر یزید نے ایک لشکر جرار جو کہ بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھا، اور کہا گیا ہے بیس ہزار مسلم بن عقبہ کو اسکا امیر بنا کر مدینہ کی طرف بھیجا اور اس کو یہ ہدایت کی کہ اہل مدینہ کو تین دن تک فہمائش کر کے اگر وہ رجوع کر لیں فہماور نہ ان سے قتال کیا جائے غرضیکہ وہاں جا کر

قتال کی نوبت آئی اہل مدینہ کو شکست ہوئی تین دن مسلسل مدینہ میں قتال ہوتا رہا، یہ لڑائی چونکہ حرہ مدینہ میں ہوئی تھی اسی لئے اسکو وقعہ الحرہ کہتے ہیں جس جگہ یہ لڑائی ہوئی وہ حرہ راقعہ کے ساتھ مشہور ہے جو مسجد نبوی سے ایک میل پر ہے، اس لڑائی میں بقایا مہاجرین و انصار، اور تابعین میں سے ڈیڑھ ہزار سے زائد قتل ہوئے اور اس کے علاوہ عام مسلمانوں کی تعداد عورتوں بچوں کے علاوہ دس ہزار بتلائی جاتی ہے ①۔

۱۳۴۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الدُّرُكَيْنِ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا

بائع قیدیوں میں علیحدگی درست ہے

یعنی تفریق بین السبایا اس وقت ممنوع ہے جبکہ وہ صغیر اور نابالغ ہوں، اور اگر وہ بالغ ہوں تو تفریق کی رخصت اور اجازت ہے۔

۲۶۹۷۔

حَدَّثَنَا هَامُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَّاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَزَّوْنَا فِرَازَةَ فَشَنَّا الْغَارَةَ، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُتْقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ الدَّرِيَّةُ وَالنِّسَاءُ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ قَوَّعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَقَامُوا، فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فِيهِمْ امْرَأَةٌ مِنْ فِرَازَةَ، وَعَلَيْهَا قَشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا بَنْتُ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ، فَتَقَلَّبَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْتَنَاهَا فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: «يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ». فَقُلْتُ: وَاللَّهِ لَقَدْ أَعْجَبَنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْعَدِ لَقِينِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ: «يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلَّهِ أَبُوكَ». فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا وَهِيَ لَكَ، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَفِي أَيْدِيهِمْ أَسْرَى فَقَادَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ.

سراج

سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابو بکرؓ کے ساتھ جہاد کیلئے نکلے اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو ہمارا امیر مقرر فرمایا تھا۔ ہم لوگوں نے قبیلہ فزارہ کے خلاف جہاد کیا تھا تو ہم نے ان پر غارت ڈالی اس کے بعد میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں تھیں۔ میں نے ان کے ایک تیر مار دیا وہ ان کے اور پہاڑ کے درمیان گرا۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر میں ان کو پکڑ کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس لایا ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک خاتون تھی جو کہ خشک کھال کا بہترین لباس پہنے ہوئے تھی اور اس کے ساتھ عرب کی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ لڑکی مجھے بطور نفل دے دی۔ میں مدینہ منورہ میں آیا تو رسول کریم ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے سلمہ! وہ لڑکی مجھ کو ہبہ کر دے میں نے کہا: اللہ کی قسم وہ لڑکی مجھ کو پسند آگئی اور میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں کھولا (ہبستری نہیں کی) آپ ﷺ خاموش رہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو رسول کریم ﷺ کی پھر مجھ سے ملاقات ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

اے سلمہ! اللہ کی رضا کیلئے وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دے، تجھے اپنے والد کی قسم میں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک اس کا کپڑا نہیں کھولا اور وہ آپ ﷺ کیلئے ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اہل مکہ کے ہاں بھیج دیا اور مکہ والوں کے یہاں جو قیدی تھے اس کے بدلہ میں ان کو رہا کر لیا۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۵) سنن ابی داود - الجہاد (۲۶۹۷) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۴۶) مسند احمد - اول مسند
المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۴۷/۴) مسند احمد - اول مسند المدنیین رضی اللہ عنہم اجمعین (۵۱/۴)

شرح الحدیث اس حدیث کے راوی سلمہ بن الاکوع ہیں جو سریہ فزارہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جسکے امیر صدیق اکبرؓ تھے، ابن الاکوع کہتے ہیں کہ ہم نے صدیق اکبرؓ کے ساتھ نکل کر قبیلہ فزارہ سے غزوہ اور ان پر حملہ کیا، جب ہم نے ان پر حملہ اور چڑھائی کی (تو مسلمانوں کو فتح ہوئی، بہت سون کو قتل کیا اور بہت سون کو قید کیا بعض ان میں سے بھاگ رہے تھے، جس کو وہ آگے بیان کر رہے ہیں) پھر میں نے لوگوں کی ایک جماعت کی طرف دیکھا جس میں عورتیں، بچے بھی تھے جو پہاڑ پر چڑھنے کیلئے بھاگ جا رہے تھے جان بچا کر، میں نے ایک تیر چلایا (ان کے مارنے کیلئے نہیں بلکہ ان کو روکنے کیلئے)۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں: میرا تیر پہاڑ اور ان لوگوں کے درمیان جا کر گرا جس سے ڈر کر وہ وہیں رک گئے اور میں جا کر انکو پکڑ لایا، اور صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کیا ان میں قبیلہ فزارہ کی ایک ایسی عورت تھی جس کے بدن پر پوستیں تھیں، اسکے ساتھ ایک بہت خوبصورت لڑکی تھی، صدیق اکبرؓ نے وہ بنت بطور نفل اور انعام کے مجھ کو دیدی (اسی سے ترجمۃ الباب ثابت ہو گیا، کیونکہ یہاں بنت اور اسکی ماں میں تفریق ہو گئی اور ظاہر ہے کہ دونوں مدرکہ اور بالغہ تھیں) جب میں لوٹ کر مدینہ آیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ! یہ جاریہ تو مجھ کو ہبہ کر دے، میں نے عرض کیا: واللہ! مجھ کو پسند آرہی ہے، اور میں ابھی تک اس کے قریب بھی نہیں گیا، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اس پر خاموش ہو رہے، وہ کہتے ہیں اگلے روز پھر حضور ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی اور حضور ﷺ نے مجھ سے پھر وہی بات فرمائی اور میں نے بھی وہی بات عرض کر کے، عرض کیا کہ یہ آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے، وہ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے اس کو اہل مکہ کی طرف بھیج دیا جن کے بچے میں بعض مسلمان پھنسے ہوئے تھے، آپ ﷺ کا یہ بھیجنا ان مسلمان قیدیوں کے فدیہ کے طور پر تھا (یعنی پھر اس پر بھم اللہ تعالیٰ وہ مسلمان قیدی چھوٹ کر آگئے) والحدیث أخرجه مسلم قاله المنذرى وابن ماجه (محمد عوامہ)۔

۱۳۵ - بَابُ فِي الْمَالِ يُصِيبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يُدْبِرُ كُهُ صَاحِبُهُ فِي الْغَنِيمَةِ

جنگ میں اگر مشرکین کسی مسلمان کا مال لے جائیں پھر اس مال کا مسلمان مالک اس کو مال غنیمت میں پائے؟
مسئلہ مترجم بہاکی تشریح مع اختلاف انہ اس ترجمۃ الباب میں ایک مشہور اختلافی مسئلہ مذکور ہے،

جس کی بناء ایک مشہور مسئلہ اصولیہ اختلافیہ پر ہے، وہ یہ کہ استیلاء الکافر علی مال المسلم سبب ملک ہے یا نہیں؟ (یہ مسئلہ آپ سب سے پہلے اصول الشاشی میں پڑھ چکے) حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں سبب ملک ہے، مالکیہ کے یہاں تو مطلقاً اور حنفیہ کے نزدیک استیلاء کا سبب ملک ہونا بعد الاحراز ہے، احراز سے پہلے نہیں اسکی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی کافر کسی مسلمان کا کوئی مال کسی طرح دارالاسلام سے اٹھا کر اپنے ملک لیجائے تو اس استیلاء کی وجہ سے وہ کافر اس مال مسلم کا مالک ہو گا یا نہیں، مالکیہ کے نزدیک تو وہ اس پر قابض ہوتے ہی مالک ہو جائے گا، اور حنفیہ کے نزدیک صرف قبضہ سے ملک ثابت نہیں ہوگی جب تک احراز نہ پایا جائے یعنی وہ اسکو یہاں سے دارالحرب نہ لیجائے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک استیلاء سبب ملک نہیں لہذا انکے نزدیک وہ کافر اس مال مسلم کا مالک نہ ہو گا، وعن أحمد بن حنبل، الأول كالشافعي والثاني كمدھبنا الحنفية وهو الراجح عندهم^۱۔ اس اصولی اختلاف جاننے کے بعد اب حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۶۹۸۔ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ سَهْلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَلَامًا لَابْنِ عُمَرَ أَتَى إِلَى الْعَدُوِّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ، «فَرَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يَقْسِمْ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَقَالَ غَيْرُهُ رَدُّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ».

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کا غلام دشمنوں کی طرف یعنی کافروں میں بھاگ کر چلا گیا۔ پھر جب مسلمان ان پر غالب آگئے تو نبی کریم ﷺ نے وہ غلام ابن عمرؓ کو لوٹا دیا اور اسکو تقسیم نہیں فرمایا یعنی اسے مال غنیمت کے مال میں داخل نہیں کیا۔ صحیح البخاری - الجہاد والسر (۲۹۰۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۶۹۸) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۴۷)

شرح الحدیث من حیث الفقہ: ترجمہ الباب میں ہم نے جو اصولی اختلافی مسئلہ بیان کیا ہے اس کے پیش نظر اب آپ یہ سمجھئے کہ اگر اس قسم کا مال، مال غنیمت میں حاصل ہو تو اس کا کیا ہونا چاہئے؟ آیا اسکو اس مسلم کی طرف رد کر دیا جائے جس کا وہ پہلے تھا، یا اس کو مال غنیمت ہی قرار دیا جائے؟ حنفیہ و مالکیہ کے مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو مال غنیمت قرار دیا جائے کیونکہ وہ مال کفار کا ہو چکا تھا، اور شافعیہ کے مسلک کا تقاضا یہ ہے کہ اس مال کو اسی مسلم کی طرف رد کر دیا جائے اور اس کو مال غنیمت نہ قرار دیا جائے۔

مسئلہ مترجم بہامین انہ اربعہ کے مذاہب: پھر جاننا چاہئے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اس قسم کا مال جب مال غنیمت میں حاصل ہو تو اگر تقسیم غنیمت سے پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں فلاں چیز فلاں مسلمان کی ہے تو اس صورت میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس مال کو اس مسلم کی طرف رد کر دیا جائے گا، اور اگر اس بات کا علم تقسیم غنیمت کے بعد ہو تو اس صورت میں حنفیہ اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ اب رد نہیں کیا جائے گا اور شافعیہ کے نزدیک بعد القسمہ بھی اسکی طرف

رد کیا جائے گا ان کے نزدیک اس مال کو مال غنیمت قرار دینا ہی صحیح نہیں۔

اس تفصیل کے جاننے کے بعد آپ سمجھے کہ اگر کسی حدیث میں اس قسم کے مال کے بارے میں اس کا رد الی المالک وارد ہو تو اس کو خفیہ مالکیہ قبل تقسیم الغنیمہ پر محمول کرتے ہیں (اس لئے کہ ان کے مسلک کا تقاضا ہی یہ ہے) لیکن اگر کسی حدیث میں تصریح ہو تقسیم کی اور پھر بھی اس مال کو رد کیا گیا ہو تو شافعیہ کے تو یہ موافق ہو گا لیکن خفیہ مالکیہ ایسی صورت میں تاویل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ رد بالعوض ہو گا، یعنی اس مسلمان سے اس کا عوض لے کر وہ اس پر لوٹایا گیا ہو گا، ویسے ہی نہیں۔

عبد آبق کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کی رائے: اسکے بعد پھر یہ جانئے کہ اگر کسی مسلمان کا غلام کفار کی طرف از خود بھاگ کر چلا جائے اور پھر ان کفار سے لڑائی میں مال غنیمت میں وہ عبد آبق حاصل ہو تو اس کے بارے میں خود امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک کفار اس قسم کے عبد آبق کے مالک ہو جاتے ہیں جس طرح اور دوسری قسم کے مال کے مالک ہو جاتے ہیں، لیکن امام صاحب عبد آبق کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ کفار اس کے مالک نہیں ہوتے بظاہر اس وجہ سے کہ یہاں استیلاء کہاں پایا گیا اس لئے کہ وہ عبد تو از خود بھاگ کر گیا تھا لہذا استیلاء کا ضابطہ اس پر نافذ نہیں ہو گا، امام صاحب کی بات واقعی ترین قیاس ہے، لہذا عبد آبق میں امام صاحب اور امام شافعی دونوں کی رائے متحد ہو گی، جس طرح امام شافعی کے یہاں اس کو رد کیا جائے گا اسی طرح امام صاحب کے یہاں بھی، باب کی اس پہلی حدیث میں عبد آبق ہی کا قصہ مذکور ہے..... کہ ابن عمرؓ کا ایک غلام تھا وہ کفار کی طرف بھاگ کر چلا گیا پھر جب مسلمانوں کو ان کفار پر غلبہ ہوا اور وہ غلام بھی مال غنیمت میں آیا تو اس غلام کو آپ ﷺ نے ابن عمرؓ کی طرف لوٹا دیا، مال غنیمت میں شامل کر کے اسکو تقسیم نہیں کیا، باب کی حدیث اول کا یہی مضمون ہے، لیکن یہ حدیث کسی کے بھی خلاف نہیں اس لئے کہ یہ رد قبل القسمہ تھا، اور یہ اوپر آچکا کہ قبل تقسیم الغنیمہ اگر علم ہو جائے تو اس صورت میں سبھی کے نزدیک اس شئی کا رد الی المالک ہو گا۔

۲۶۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُتَعَنِّي، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَأَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَزَادَ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبْنَى عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِأَرْضِ الرُّومِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُونَ فَزَادَ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کا گھوڑا بھاگ گیا تو ان کے دشمنوں یعنی مشرکین نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر مسلمان مشرکین پر غالب آ گئے تو وہی گھوڑا دور نبوی میں حضرت ابن عمرؓ کو واپس کیا گیا (یعنی دور نبوی میں وہ گھوڑا مال غنیمت میں داخل نہیں کیا گیا) اور ان کا ایک غلام فرار ہو کر سرزمین روم میں چلا گیا جب مسلمان ان پر یعنی روم کے مشرکین پر غالب آ گئے تو وہی غلام حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو واپس کر دیا یہ واقعہ دور نبوی کے بعد کا ہے۔

شرح الحدیث: اس کے بعد جو دوسری حدیث آرہی ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابن عمرؓ کا ایک گھوڑا ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا جسکو دشمنوں نے پکڑ کر اس پر قبضہ کر لیا تھا، پھر جب ان کفار پر مسلمان غالب آئے تو اس فرس کو ابن عمرؓ پر رد کر دیا گیا تھا، یہ رد امام شافعیؒ کے نزدیک تو مطلقاً ہی ہے، اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک قبل القسمہ پر محمول ہے، اور اگر یہ رد بعد القسمہ تھا تو پھر اس کو محمول کیا جائے گا رد بالعوض والقیمتہ پر یعنی ان سے اسکا عوض لیکر ان پر لوٹایا گیا۔

پھر آگے اس حدیث ثانی میں حضرت ابن عمرؓ کے عبد اَبَق کا بھی ذکر ہے اور اسکے بارے میں بھی یہی ہے کہ اسکو ان پر رد کر دیا گیا تھا۔

امام بخاریؒ نے بھی اس مسئلہ کو لیا ہے باب إِذَا غَنِمَ الْمُشْرِكُونَ مَالَ الْمُسْلِمِ ثُمَّ وَجَدَ الْمُسْلِمَ، اور پھر اس میں یہی حدیث ابن عمرؓ مختلف طرق سے ذکر کی ہے، حدیث الباب الثانی أخرجه البخاری وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۱۳۶۔ بَابُ فِي عِبْدِ الْمُشْرِكِينَ يُلْحَقُونَ بِالْمُسْلِمِينَ فَيُسْلِمُونَ

اگر مشرکین کے غلام فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائیں اور اسلام قبول کر لیں؟

یعنی اگر مشرکین کے غلام ان سے چھوٹ کر بھاگ کر دارالاسلام میں آجائیں، پھر یہاں آکر مسلمان بھی ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ جواب ظاہر ہے کہ وہ آزاد ہو جائیں^۱ گے، عبید مشرکین رقیق تو جب ہوں گے جب وہ مسلمانوں کے پاس مال غنیمت بن کر آئیں گے جہاد اور قتال کے ذریعہ۔

۲۷۰۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَرَّاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: خَرَجَ عَبْدَانُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ - فَكَتَبَ إِلَيْهِمْ مَوْلَاهُمُ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ، وَإِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ. فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَدَاهُمْ إِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «مَا أَرَأَيْكُمْ تَنْتَهُونَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلَى هَذَا». وَأَبَى أَنْ يَزِدَّهُمْ وَقَالَ: «هُمْ غَنَقَاءُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے دن صلح سے قبل چند غلام رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ آئے۔ غلاموں کے مالکوں نے آپ ﷺ کو تحریر کیا کہ اے محمد! اللہ کی قسم یہ غلام تم لوگوں کے مذہب کی طرف رغبت کر کے تمہارے ہاں نہیں آئے یہ تو صرف غلامی سے بچ کر بھاگے ہیں (یعنی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کیلئے) بعض کفار قریش نے کہا: یا رسول اللہ! ان کے مالکوں نے سچ کہا ہے۔ ان غلاموں کو مالکوں کے ہاں بھیج دیجئے تو آپ ﷺ

① علی ہذا القیاس خود مشرکین بھی اگر اسلام لا کر دارالحرب سے دارالاسلام آجائیں تو وہ بھی آزادی رہیں گے۔

ناراض ہوئے اور فرمایا: اے قریش کے لوگو! (مراد مذکورہ بالا کفار ہیں) میرا نہیں خیال کہ تم لوگ اپنی روش سے باز آؤ جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر دے جو تمہیں اس کام پر قتل کر دے۔ آپ ﷺ نے ان غلاموں کو واپس کرنا قبول نہیں کیا اور فرمایا: یہ غلام اللہ تعالیٰ کے آزاد کئے ہوئے ہیں۔

جامع الترمذی - المناقب (۳۷۱۵) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۰۰)

شرح

شرح الحدیث:

مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر صلح سے پہلے مشرکین کے چند غلام انکی طرف سے ادھر مسلمانوں کی طرف آگئے تو ان کے مالکوں نے حضور ﷺ کی طرف لکھ کر بھیجا کہ ہمارے یہ غلام آپ کی طرف، آپ کے دین کی طلب اور رغبت کی وجہ سے نہیں گئے ہیں بلکہ یہ تو غلامی سے بچ کر ہماری طرف سے آپ کی طرف چلے گئے ہیں، روایت میں ہے: فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ مَذْهَبُهُمُ إِلَيْهِمْ يَعْنِي اس پر بعض مسلمانوں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ جن مشرکین کا پیام آپ ﷺ کے پاس آیا ہے ان کی بات صحیح ہے لہذا ان غلاموں کو ان کی ہی طرف لوٹا دیجئے، تو ان کی اس بات پر حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے، اور آپ ﷺ نے بہت سخت بات فرمائی کہ اے معشر قریش! تم اپنی ان حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ایسا دشمن مسلط نہیں کرے گا جو تمہاری گردنیں مارے، راوی کہتا ہے! اور آپ نے ان غلاموں کے واپس کرنے سے صاف انکار فرمادیا، اور فرمایا: هُمْ عَتَقَاءُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حدیث الباب میں دو امر قابل تحقیق: اس حدیث میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں، اول یہ کہ اس روایت میں اس واقعہ کو یوم الحدیبیہ کی طرف منسوب کیا ہے حضرت نے بذیل المجہود^۱ میں روایات حدیبیہ اور کتب تاریخ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ یہ غزوہ طائف کا ہے، لہذا ابو داؤد کی اس روایت میں لفظ یَوْمَ الْحَدَيْبِيَّةِ کسی راوی کا وہم ہے، دوسری بات یہ، حضرت فرماتے ہیں: فَقَالَ نَاسٌ کا مصداق مولانا علی قاریؒ نے بعض صحابہ کو قرار دیا ہے^۲، لیکن یہ بعید ہے، اول تو صحابہ ہی سے بعید ہے یہ بات کہ وہ اپنے مسلم بھائیوں کے مقابلہ میں مشرکین کی تصدیق کریں، ثانیاً حضور اقدس ﷺ کا اس پر یہ طرز رد اور وعید شدید یا معشر قریش کے ساتھ، یہ صحابہ کے حق میں ہونا بعید ہے بلکہ اس سے مراد بعض کفار قریش ہی ہیں^۳، اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ واقعہ حدیبیہ ہی کا ہے، ورنہ اصل تو یہی ہے کہ یہ واقعہ غزوہ طائف کا ہے اور یہ کہنے والے اور تصدیق کرنے والے بعض طلقاء یا بعض مؤلفۃ القلوب تھے، اور صحابہ طلقاء سے اس چیز کا صدور کچھ زیادہ بعید نہیں ہے، اور علی

۱۔ بذیل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۲۶۴-۲۶۵

۲۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۷ ص ۴۸۵، و بذیل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۲۶۷

۳۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہو گا کہ روایت میں یہ ہے کہ کہنے والوں نے یہ بات آپ ﷺ سے "یا رسول اللہ" کے ساتھ خطاب کر کے کہی اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مقام مقام حلق تھا خوشامدی کے طور پر انہوں نے یہ خطاب کیا ہو گا، اور بعض طلبہ نے مجھ سے اس کی یہ توجیہ ذکر کی کہ ہو سکتا ہے کہنے والے منافق ہوں اس لئے یا رسول اللہ کے ساتھ خطاب کیا ہو، لیکن منافقین کا وہاں ہونا سمجھ میں نہیں آتا ۱۲۔

ہذا القیاس اس پر حضور ﷺ کی وعید، اور طلقاء کا غزوہ طائف میں ہونا قرین قیاس بھی ہے اور ثابت بھی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والحديث أخرجه الترمذی أتم منه قاله المنذرى، وفي البذل: وأخرجه الحاكم في المستدرک۔

۱۳۷۔ بَابُ فِي إِبَاحَةِ الطَّعَامِ فِي أَمْرِ الْعَدُوِّ

دُشمن کی سرزمین میں مال غنیمت کی تقسیم سے قبل کھانے پینے کی اشیاء کے استعمال کا بیان
یہاں سے ابواب کا رخ بدل رہا ہے، چنانچہ یہ چند باب مال غنیمت سے متعلق ہیں، مال غنیمت میں تصرف سے متعلق مصنف نے کئی باب مسلسل باندھے ہیں اصل اس میں یہ ہے کہ مال غنیمت میں تصرف قبل القسمة جائز نہیں لیکن بعض اشیاء اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں تصرف قبل القسمة کی اباحت وارد ہے، یہ چند ابواب اسی سے متعلق ہیں، یہ پہلا باب طعام سے متعلق ہے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں تو علماء کا اتفاق ہے کہ ان میں تصرف عند الضرورت بقدر الضرورة مجاہدین کیلئے جائز ہے، اگرچہ بغیر اذن امام ہی کے ہو عند الجمہور، کما قال عیاض، وعند الزهري الاباحة بشرط إذن الإمام۔

۲۷۰۱۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَزَةَ الرُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنْ جِئْنَا غَنَمًا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمْ الْخُمْسُ»۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ دورِ نبوی میں ایک لشکر نے اناج اور شہد مال غنیمت میں حاصل کیا تو ان لوگوں سے پانچواں حصہ یعنی خمس نہیں لیا گیا۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۸۵) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۰۱)

شرح الحدیث: طعام اور عسل سے خمس نہ نکالنے کی وجہ یہی ہے کہ مجاہدین نے اسکو دار الحرب میں کھاپی کر خرچ کر دیا تھا، غنیمت کے طور پر اسکو محفوظ رکھا ہی نہیں گیا کہ اسکو تقسیم کیا جاتا اور اس میں خمس نکالا جاتا، اخراج خمس تو تقسیم کے وقت ہوتا ہے۔

۲۷۰۲۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَالْقَعْقَبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْنِي بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: دَلِيَ جَرَابٌ مِنْ شَحْمِ يَوْمَ خَيْبَرٍ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ قَالَ: لَمْ أَكُنْ أَطْعِمُ مِنْ هَذَا أَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا. قَالَ: فَالْتَقَفْتُ، «فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَشَّرُ إِلَيَّ»۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن معقلؓ سے روایت ہے کہ غزوہ خیبر کے دن ایک چربی کا تھیلا لٹکا ہوا تھا۔ حضرت عبد اللہؓ نے کہا کہ میں نے اسکو بغل میں دبا لیا اور میں نے کہا کہ اس میں سے تو میں آج کسی شخص کو نہیں دوں گا۔ پھر جو میں نے آپ ﷺ کی جانب مڑ کر دیکھا تو آپ ﷺ مجھ پر یعنی میرے اس کام پر تبسم فرما رہے تھے۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۸۴) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۷۷) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۸۹) صحیح

مسلم - الجہاد والسير (۱۷۷۲) سنن النسائي - الضحایا (۴۴۳۵) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۰۲) مسند أحمد - أول مسند المدینین برہمی اللہ

عنهم أجمعين (٨٦/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٥/٥) سنن الدارمي - المبر (٢٥٠٠)

شرح الحديث

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرما رہے ہیں کہ جنگ خیبر میں، یعنی جب اس کو فتح کیا جا رہا تھا اور مال غنیمت لوٹا جا رہا تھا تو چربی کا ایک تھیلہ لٹکا ہوا مجھے دکھائی دیا، تو میں اس تک پہنچا اور اس کو قبضہ لیا اور کہنے لگا (کہ یہ سارا میں لوں گا) اور کسی کو اس میں سے نہیں دوں گا (یہ سارا منظر پیچھے کھڑے ہوئے حضور ﷺ دیکھ اور سن رہے تھے جس کی خبر ان کو نہیں تھی) وہ کہتے ہیں: میں نے جو پیچھے مڑ کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میری طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے ہیں۔ اس روایت میں تو اتنا ہی ہے، مسند ابو داؤد طیالسی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَ لَكَ أَجْهَابٌ تَمَّ هِيَ لَوْ ۱۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

١٣٨ - بَابُ فِي التَّهْنِئَةِ إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قَلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

عندہ کی جب قلت ہو جائے تو دشمن کی سر زمین میں غلہ لوٹ کر اپنے لئے رکھ لینا ممنوع ہے ۸۵۰
التَّهْنِئَةُ بَرَزَنَ عُمَرُ مَصْدَرٌ هِيَ، یعنی لوٹ مار، اور یہاں پر مراد اسکے وہ چیز ہے جو مال غنیمت میں قبل القسمة لے لی جائے اس ترجمہ الباب کا حاصل یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیز کا لینا اگرچہ مباح ہے لیکن اگر طعام میں قلت اور تنگی ہو تو پھر قبل القسمة کسی کو بھی نہیں لینا چاہئے۔

٢٧٠٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي لَيْبِدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَأْبَلٍ فَأَصَابَ النَّاسَ غَنِيمَةٌ فَانْتَهَبُوهَا فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: «سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «فَرَّدُوا مَا أَخَذُوا فَاقْسَمُوا بَيْنَهُمْ»

حضرت ابو لبید سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کے ساتھ کابل میں تھے، وہاں پر لوگوں کو مال غنیمت ملا۔ ان لوگوں نے وہ مال لوٹ لیا۔ حضرت عبدالرحمن نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور کہا کہ میں نے تو حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ لوٹ مار (مال غنیمت میں سے تقسیم سے پہلے لینے) سے منع فرماتے تھے پھر تمام حضرات نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کر دیا اور عبدالرحمن نے تمام غلہ سب لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

سنن أبي داود - الجهاد (٢٧٠٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦٢/٥) سنن الدارمي - الأصاحي (١٩٩٥)

شرح الحديث

اس روایت میں لوگوں کے مال غنیمت کے لوٹنے کا ذکر ہے کہ قبل التقسیم لوگوں نے اس کو لینا شروع کر دیا اس پر عبدالرحمن بن سمرہؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کو حضور ﷺ کی حدیث سنائی، اس پر لوگوں نے جو کچھ لیا تھا سب

واپس کر دیا، پھر انہوں نے اس کو باقاعدہ تقسیم کیا، اس روایت میں جس مال غنیمت کے بانٹنے کا ذکر ہے اگر اس سے مراد غیر طعام ہے، مختلف اشیاء تب تو ظاہر ہے کہ اس کا لینا جائز نہیں تھا اور اگر وہ از قبیل طعام تھا جیسا کہ ترجمۃ الباب کا تقاضا بھی ہے، تو اگرچہ اخذ طعام کی اباحت ہے لیکن قلت کی صورت اباحت نہیں جیسا کہ مصنف نے ترجمۃ الباب سے اشارہ کیا۔

۲۷۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي جُمَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قُلْتُ: "هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُونَ - يَعْنِي الطَّعَامَ - فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟" فَقَالَ: «أَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ».

ترجمہ

محمد بن ابی مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے کہا کہ کیا عہد نبوی میں آپ لوگ کھانے پینے کی چیزوں میں سے پانچواں حصہ نکالا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو غزوہ خیبر کے روز غلہ ملا تو ہر ایک شخص آتا اور اپنی ضرورت کے مطابق اس میں سے لیتا اور اسے لے کر گھر چلا جاتا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۰۴) - مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۵۵/۴)

تحقیق

شرح الحدیث:

عبد اللہ بن اوفی نے بعض صحابہ سے طعام تخمیس طعام کے بارے میں سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ کے زمانہ میں طعام کی تخمیس ہوتی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ جنگ خیبر ہمیں طعام حاصل ہوا تھا تو وہاں یہ صورت تھی کہ ہر شخص اس میں سے بقدر ضرورت لیکر چلا جاتا تھا، بقدر ضرورت تو لینا جائز ہے لیکن اس کے بعد بھی اگر باقی رہے گا تو ظاہر ہے کہ اس کو مال غنیمت کی طرح تقسیم کیا جائے گا بعد التخمیس، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال غنیمت میں کھانے پینے کی چیز اگر کثیر مقدار میں ہو تو پھر اس میں سے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، لہٰذا عن الاخذ قلت کی صورت میں ہے۔

۲۷۰۵

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كَلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَجُحْدٌ، وَأَصَابُوا غَمًّا فَأَنْتَهَبُوا، فَإِنَّ قُدُورَنَا لَتُعْلِي إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي عَلَى قَوْسِهِ، فَأَكْفَأَ قُدُورَنَا بِقَوْسِهِ، ثُمَّ جَعَلَ يُرْقِلُ اللَّحْمَ بِالتَّرَابِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ التُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ» أَوْ «إِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ التُّهْبَةِ» الشَّكُّ مِنْ هَذَا.

ترجمہ

عاصم بن کلیب اپنے والد سے اور وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ لوگوں کو اس سفر میں بہت سخت ضرورت (بھوک) اور انتہائی دشواری پیش آئی پھر ان لوگوں کو کچھ بریاں ملیں تو صحابہ نے اس ریوڑ کو لوٹ لیا بغیر تقسیم کئے (اور اس کو پکا لیا اور تقسیم نہیں کیا) ابھی ہم لوگوں کی ہانڈیاں ابل رہی تھیں کہ اس وقت آپ ﷺ اپنی کمان کے سہارے تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنی کمان سے ہماری ہانڈیوں کو الٹ دیا اور گوشت کی بوٹیوں کو مٹی سے ملنا شروع فرما دیا اور فرمایا کہ لوٹ مار کا مال مردار سے کچھ کم نہیں ہے یا یہ فرمایا کہ مردار

لوٹ کے مال سے کچھ کم نہیں ہے۔ اس حدیث کے راوی ہناد کو (آخری جملوں میں) شک ہوا ہے۔

شرح الحدیث: ایک انصاری صحابی آپ ﷺ کے کسی غزوہ کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس لڑائی میں لوگوں کو بڑی مشقت اٹھانی پڑی اور بھوک برداشت کرنی پڑی، اس حالت میں ان کو کچھ بکریاں حاصل ہو گئیں، مجاہدین نے بھوک کی شدت میں ان کو ذبح وغیرہ کر کے گوشت کو تیار کرنے کیلئے آگ پر ہانڈیاں چڑھا دیں، کچھ دیر بعد حضور ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی، اس کے ذریعہ آپ ﷺ نے ان سب ہانڈیوں کو اوندھا کر دیا، ثُمَّ جَعَلَ يُرْمِلُ اللَّحْمَ بِالْأُتْرَابِ یعنی ان ہانڈیوں کے گوشت کو زیت اور مٹی میں ملا دیا اور یہ فرمایا، یہ لوٹ مار کا مال مردار سے کچھ کم نہیں ہے یعنی حرمت میں۔

حدیث کی توجیہ وتشریح: جاننا چاہئے کہ اباحت طعام کا مسئلہ مہیا للاکل کیساتھ خاص نہیں ہے، یعنی تیار شدہ کھانے کیساتھ بلکہ اس میں جانور وغیرہ بھی داخل ہیں وہ بھی طعام ہی کے حکم میں ہیں، ان کو لے کر اور ذبح کر کے کھا سکتے ہیں صرح بہ الفقہاء، لیکن اس واقعہ میں حضور ﷺ نے جو تشدد اختیار فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا اس کی دوجہ میں سے ایک ہو سکتی ہے یا تو یہ کہا جائے کہ غنم میں قلت تھی (کمافی ترجمۃ الباب) اور یہ کہ ان حضرات کا لینا بقدر حاجت نہ تھا بلکہ اس سے زائد لے لیا تھا جو جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس واقعہ میں یہ اشکال ہوتا ہے اکفاء قدر اور اس کے بعد جو آپ ﷺ نے گوشت کے ساتھ تر میل بالتراب کیا ہے اس میں اضاعت مال ہے، اور مال بھی وہ جس سے دوسروں کا حق متعلق ہے یعنی مجاہدین کا، اس کا ایک جواب حضرتؒ نے بھی بذیل^۱ میں بعض شرح سے نقل کیا ہے، اور دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ شارع ہیں آپ نے جو کچھ کیا سراسر دینی مصلحت کے پیش نظر کیا، یعنی ایک حرام چیز جس کے استعمال کا صحابہ کرام ارادہ کر رہے تھے تو اس فعل کی قباحت اور شاعت کو ثابت کرنے کیلئے یہ عملی شکل آپ ﷺ نے اختیار فرمائی۔

۱۳۹۔ بَابُ فِي حَمْلِ الطَّعَامِ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ

دار الحرب سے کھانے پینے کی اشیاء اٹھالانے کا بیان

ترجمۃ الباب کی شرح: اس ترجمہ میں دو احتمال ہیں من ارض العدو کی غایت یا تو الی محل اقامتہم ہوگی یا الی المدینۃ اگر اول مراد ہے تب تو یہ جائز ہے یعنی میدان جنگ میں سے بعض کھانے کی چیزیں اٹھا کر اپنے خیموں میں لیجا کر ان کو کھانا اور اگر ثانی مراد ہو تو پھر یہ جائز نہیں اس لئے کہ اخذ طعام کی اباحت صرف دار الحرب تک محدود ہے، یعنی اس کو اٹھا کر وہیں کھا لینا لاجل الحاجۃ، اور اس کو وہاں سے اٹھا کر دارالاسلام منتقل کرنا اس کی کوئی گنجائش نہیں، جواز انتقال تو بعد القسمہ ہی ہو سکتا ہے۔

۲۷۰۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ ابْنَ حَرْشَفٍ الْأَزْدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنَّا «نَأْكُلُ الْجُزْءَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتَّىٰ إِن كُنَّا لَنَرْجِعُ إِلَى رِحَالِنَا، وَأَخْرَجْنَا مِنْهُ لُكَاةً».

ترجمہ: حضرت نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے مروی ہے کہ ہم لوگ جہاد میں اونٹ کا گوشت (یا گاجر) کھاتے تھے اور اسکو تقسیم نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ جب خیموں کی جانب واپس ہوتے تو ہماری سواریوں پر لٹکے تھیلے اس (گوشت یا پھل) سے بھرے ہوتے تھے۔

شرح الحدیث: ایک صحابی فرماتے ہیں کہ لڑائیوں میں ہم لوگ اونٹوں کا گوشت کھا لیتے تھے اور اس کو وہاں باقاعدہ تقسیم نہیں کرتے تھے (اور مقدار میں اتنا زائد لیتے تھے) یہاں تک کہ ہم اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹتے تھے اس حال میں کہ ہمارے تھیلے اس گوشت سے پر ہوتے تھے۔

اس حدیث میں رحال سے مراد اگر محل اقامت فی الغزو ہے تب تو کوئی خاص اشکال کی بات ہے نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس گوشت کا نقل کرنا نہیں پایا گیا بلکہ دار الحرب ہی کا قصہ رہا، اور اگر رحال سے مراد الی منازلہم فی المدینہ ہے تو یہ احتمال صحیح نہیں، اس لئے کہ مال غنیمت کو منتقل کرنا دار الحرب سے قبل تقسیم جائز نہیں، اور یہاں تصریح ہے وَلَا نَقْسِمُهُ کی وجہ سے احتمال ثانی کو لے کر ہم یہ کہتے کہ بعد القسمہ مراد ہے۔ اس حدیث میں لفظ الجزء آیا ہے، بعض شرح میں ہے کہ الجزء جمع ہے جزور کی بمعنی اونٹ اور اس کے معنی شاة مذبوحة کے بھی لکھے ہیں، اور حضرتؑ نے بذل میں احتمال اس کے معنی گاجر کے بھی لکھے ہیں جو مشہور سبزی ہے^۱، آخر جہ جمع ہے خرچ کی یعنی تھیلہ، دراصل دابہ کی پشت پر جو ٹاٹ کی بوری ڈالی جاتی ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں دائیں بائیں اس کو خرچ کہتے ہیں، خرچی کا لفظ اسی معنی میں اردو میں بھی مستعمل ہے۔

۱۴۰ - بَابُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ إِذَا فَضِّلَ عَنِ النَّاسِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

جب دار الحرب میں کھانے کی اشیاء لوگوں کی ضرورت سے زائد ہوں تو ان کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟
بظاہر ترجمہ الباب کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجاہدین کھانے پینے کی چیز قبل تقسیم دار الحرب میں مال غنیمت میں سے لیں یعنی حسب ضابطہ جس کا لینا جائز ہے، اس میں سے اگر کچھ مقدار بچ جائے کھانے کی تو اس کو اسی جگہ، یعنی دار الحرب میں فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ یہ ہے کہ مال غنیمت میں سے کسی شے کی بیع قبل القسمہ خواہ وہ طعام ہو یا غیر طعام جائز نہیں، اور اگر کسی نے بیع کی تو مرد الثمن الی الغنیمۃ بالاتفاق واجب ہے، البتہ مبادلة الطعام بالطعام، ضرورتاً جائز ہے۔

۲۷۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الْعَزِيزِ شَيْخُ مِّنْ

أَهْلُ الْأُمْدُونِ. عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: رَأَيْتُنَا مَدِينَةَ قَنْسَرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السَّمْطِ، فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا وَبَقَرًا، فَخَسَمَ فِينَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ، فَلَقِيتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَخَدَّثَنِي، فَقَالَ مُعَاذٌ: «عَزَّوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا، فَخَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً، وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ».

ترجمہ

عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے شرحبیل بن سمط (ان کو علماء کی ایک جماعت نے صحابی قرار دیا ہے اور یہ امیر معاویہ کی طرف سے بیس سال تک حمص کے گورنر رہے) کے ساتھ شہر قنسرین کا محاصرہ کیا۔ جب ان لوگوں نے اس شہر کو فتح کیا تو وہاں پر بکریاں اور گائیں مال غنیمت میں ملیں تو شرحبیل بن سمط نے ان میں سے کچھ ہم لوگوں میں تقسیم کر دی تھیں (جتنی مجاہدین کو ضرورت تھی) اور باقی کو مال غنیمت میں شامل کر دیا۔ عبدالرحمن بن غنم فرماتے ہیں: پھر میں معاذ بن جبل سے ملا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ ہم نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ (کفار سے) خیبر کا جہاد کیا۔ ہم لوگوں کو وہاں پر مال غنیمت میں بکریاں ملیں۔ آپ ﷺ نے ان میں سے کچھ ہم لوگوں کو تقسیم کر دیں اور باقی کو مال غنیمت میں شامل کر دیا۔

شرح الحدیث

عبدالرحمن بن غنم کہتے ہیں کہ ہم لوگ شرحبیل بن السمط کے ساتھ شہر قنسرین کو فتح کرنے کیلئے مرابطہ کئے ہوئے تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسکو فتح کر دیا (قنسرین شام کے ساحلی شہروں میں سے ایک شہر ہے، حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا) تو اس میں مسلمانوں کو بہت سے اغنام و البقار حاصل ہوئے، تو انہوں نے کچھ حصہ بقرہ و غنم کا ہمارے درمیان وہیں تقسیم کر دیا، اور باقی حصہ کو مال غنیمت میں جمع کر دیا، عبدالرحمن کہتے ہیں کہ اسکے بعد میری ملاقات حضرت معاذ بن جبل سے ہوئی تو میں نے ان سے اسکا اس طرح تقسیم کرنے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے تو ایک موقع پر آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا کہ کچھ بکریوں کو لشکر کے درمیان وہاں کی ضرورت کیلئے تقسیم فرما دیا تھا، اور باقی کو غنیمت میں رکھ دیا تھا۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت: مضمون حدیث تو سامنے آگیا مگر سوال یہ ہے کہ اسکو ترجمہ الباب سے کیا مطابقت، ترجمہ الباب میں تو بیع الطعام کا ذکر ہے، طعام کے بارے میں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے مراد غیر مہیا لاکل ہے جو بقرہ اور غنم پر صادق آتا ہے، لیکن اس واقعہ میں بیع کہاں پائی گئی، حضرتؓ نے بھی ہنڈل میں عدم مطابقت الحدیث للترجمہ کا اشکال لکھ کر حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے اسکا جواب دینے کی کوشش فرمائی ہے اسکو ہنڈل میں دیکھ لیا جائے^①، احقر کی سمجھ میں بہت عرصہ کے بعد اسکا یہ جواب ذہن میں آیا ہے کہ اس حدیث پر مصنف نے جو ترجمہ بیع کا قائم کیا ہے وہ فقہ المصنف کے قبیل

سے ہے لہذا حدیث اور ترجمہ کے درمیان صریح مطابقت تلاش کرنا بے سود ہے، میرے خیال میں مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ قبل القسمۃ مال غنیمت کی بیع، طعام ہو یا غیر طعام جائز نہیں، صرف حسب ضرورت طعام اور بقدر ضرورت لے سکتے ہیں اس میں سے بھی اگر کچھ بچے تو اسکو مال غنیمت کی طرف لوٹنا ضروری ہے، لیکن مصنفؒ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر دارالحرب میں کھانے پینے کی چیز کی تقسیم امام کی جانب سے ہو تو اسکی نوعیت دوسری ہے اسکی بیع جائز ہے، کیونکہ امام کا دینا بطور تملیک کے ہے نہ بطریق اباحت، بخلاف اسکے کہ لشکر کھانے پینے کی چیز قبل القسمۃ از خود مال غنیمت میں سے اٹھائے سوا اگرچہ اسکا اٹھانا جائز ہے حسب قاعدہ لیکن اس صورت میں اسکی بیع جائز نہیں، از خود لینے کا جواز بطریق اباحت ہے، بطریق تملیک نہیں، اور یہاں حدیث الباب میں طعام کی تقسیم امیر کی جانب سے ہوئی تھی، اس صورت میں وہ لوگ اس چیز کے مالک ہو گئے اسلئے اسکو وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں، خواہ کسی کو ہبہ کریں یا بیع، ہذا ما عندی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۴۱۔ بَابُ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِالشَّيْءِ

کوئی شخص مال غنیمت میں اگر کسی شے کو اپنے استعمال میں لائے؟

مال غنیمت میں سے جن اشیاء میں تصرف قبل القسمۃ جائز ہے ان اشیاء کا بیان چل رہا ہے، سب سے شروع میں مصنفؒ نے طعام کو بیان کیا ہے، اور اس ترجمہ میں طعام کے علاوہ دوسری بعض اشیاء یعنی مرکوب اور ملبوس کو بیان کرتے ہیں، اور اس سے اگلے باب میں استعمال سلاح کو بیان کر رہے ہیں۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: ان اشیاء کا استعمال عند الجمهور اگر بلا ضرورت ہے یا اپنی ذاتی ضرورت کیلئے ہے تب تو ناجائز ہے، اور اگر حرب اور قتال کی ضرورت سے ان کو استعمال کیا جا رہا ہو تو جائز ہے، اور ملبوس کے بارے میں یہ ہے کہ اگر شدید ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے تب جائز ہے، کذا ایستفاد من البذل، ومغنی المحتاج للشافعية، والمغنی لابن قدامة، اور جو چیز دواء استعمال کی جائے اس میں اختلاف ہے، حنفیہ حنابلہ کے یہاں عند تحقق الحاجة والضرورة اس کا استعمال جائز ہے، شافعیہ کے یہاں استعمال ادویہ جائز نہیں الا بالقیمۃ، اور اکل فواکہ کا جواز شافعیہ حنابلہ کی کتابوں میں مصرح ہے، اسی طرح بذل میں حنفیہ کا مذہب لکھا ہے، اور امام مالکؒ سے مرکوب و ملبوس وغیرہ کے استعمال میں جبکہ وہ بضرورت قتال ہو دو روایتیں ہیں، جواز اور عدم جواز صرح بہ الباجی کما فی الأوجز^۱، مذکورہ بالا مسائل میں مذاہب ائمہ بہت متبع اور مراجعت کتب کے بعد لکھے ہیں، اوجز میں یہاں حافظؒ پر مذاہب کے سلسلہ میں تعقب کیا ہے جس میں بظاہر تسامح ہے (ج ۹ ص ۱۲۲)۔

۲۷۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعُفْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمُعَنَّى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتَقَنُّ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ مَوْلَى مُجِيبٍ، عَنْ حَنْشِ الصَّنَعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَدْكُبُ دَابَّةً مِنْ فِئَةِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَغْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسُ ثَوْبًا مِنْ فِئَةِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّاهُ فِيهِ».

ترجمہ: حضرت رُوَيْفِعِ بن ثابت انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو مسلمانوں کے غنیمت کے کسی جانور پر ایسے سوار نہ ہو کہ اس جانور کو دبلا پتلا کر کے پھر غنیمت میں واپس کر دے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ مسلمانوں کے مال غنیمت سے کوئی کپڑا ایسے نہ پہنے کہ جس وقت اس کپڑے کو (استعمال کر کے) پرانا کر دے تو پھر مال غنیمت کے مال میں اس کو لوٹا دے۔

سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۰۸) سنن الدارمی - السید (۲۴۸۸)

شرح الحدیث: جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہو (یہ تعلق ایمان باللہ کیساتھ تاکید اور اہتمام کے طور پر ہے) تو اسکو چاہئے کہ مال غنیمت کی کسی سواری پر اس طرح سوار نہ ہو کہ جب اس سے سواری لے لے کر اسکو لاغر کر دے تو پھر اسکو مال غنیمت میں واپس کر دے، اسی طرح آگے استعمال ثوب کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اسکو استعمال کرنا رہے اور جب وہ بوسیدہ اور پرانا ہو جائے تو اسکو مال غنیمت میں لوٹا دے، ابن قدامہؒ نے اسی حدیث سے عدم جواز مرکوب و ملبوس پر استدلال کیا ہے، اس حدیث کا سیاق اس بات کو مشعر ہے کہ اس استعمال سے مراد وہ استعمال ہے جو بلا ضرورت ہو یا اپنی ذاتی ضرورت میں ہو کما ہوا مذہب الجمہور۔

۱۴۲ - بَابُ فِي الرُّخْصَةِ فِي السِّلَاحِ يُقَاتِلُ بِهِ فِي الْمَعْرَكَةِ

۵۵ مال غنیمت میں اگر ہتھیار مل جائیں تو جنگ میں ان کا استعمال درست ہے

مصنفؒ کے اس ترجمہ میں اشارہ ہے کہ استعمال سلاح کا جواز اس وقت ہے جب وہ بضرورت قتال ہو یعنی اپنی ذاتی ضرورت نہ ہو۔

۲۷۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، قَالَ: - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبْعِيِّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبْعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ فَإِذَا أَبُو جَهْلٍ صَرِيحٌ قَدْ ضَرَبَتْ رَجُلُهُ قَتْلًا: «يَا عَبْدُ اللَّهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ قَدْ أَخَذَ اللَّهُ الْآخِرَ». قَالَ: وَلَا أَهَابُهُ عِنْدَ ذَلِكَ نَقَالَ: أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ، فَصَرَبْتُهُ بِسَيْفٍ غَيْرِ طَائِلٍ، فَلَمْ نُغْنِ شَيْئًا حَتَّى سَقَطَ سَيْفُهُ مِنْ يَدِي، فَصَرَبْتُهُ بِهِ حَتَّى نَزَدَ.

ترجمہ: ابو عبیدہ اپنے والد، عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوہ بدر میں دوران جنگ جا رہا تھا تو میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ ہتھیار اٹھا رہا ہے جس کے پاؤں پر تلوار کی ضرب تھی تو میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن اے ابو جہل! اللہ

تعالیٰ نے اس شخص کو ذلیل کیا جو کہ بھلائی کے کاموں سے بعید تھا۔ عبد اللہ نے کہا کہ اس وقت میں اس سے نہیں ڈر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اس سے زیادہ کچھ نہ ہوا کہ ایک شخص کو اسکی قوم نے مار ڈالا پھر میں نے اس پر تلوار کا وار کیا پر وہ کارگر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اسکی تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ میں نے اسی کی تلوار سے اس کو قتل کر دیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

شرح الحدیث: عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں: جنگ بدر میں میرا گزر رئیس المشرکین ابو جہل پر ہوا جو میدان جنگ میں پچھڑا ہوا پڑا تھا، جس کی ٹانگ کٹ چکی تھی، میں نے اس کی طرف رخ کر کے کہا (اس کو رسوا اور ذلیل کرنے کیلئے): **يَا عَدُوَّ اللَّهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ**، اور یہ بھی کہا: آج تو اللہ نے ذلیل شخص کو اچھی طرح ذلیل کر دیا، **الْأَخْذُ فَتَحَ هَمْزُهُ بَدْوَنَ الْمَدِّ**، اور کسر خا کے ساتھ ہے بمعنی ذلیل، عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں، اور اس وقت میں اس کو یہ کہتا ہوا کچھ ڈر نہیں رہا تھا (کیونکہ اس وقت تو وہ مجبور پڑا ہوا تھا ورنہ اس سے پہلے تو اس کو اس طرح خطاب کرنا واقعی مشکل تھا کہ کفار اور مشرکین کا سردار تھا) اس پر وہ بولا: اس سے زائد کچھ نہیں ہوا ایک مرد تھا اس کو اس کی قوم نے مار ڈالا، یعنی کون سا تو نے کمال کیا، کس چیز پر فخر کرتا ہے، یہاں چونکہ اس کے مخاطب حضرت عبد اللہ بن مسعود ہڈی تھے، اونچے خاندان اور قبیلہ کے تھے، اس لئے اس وقت تو اس نے یہ بات کہی اور اس میں بھی اسکی اپنی تسلی ملحوظ ہے، جیسا کہ دیا کرتے ہیں:

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں

لیکن شروع میں جب دو انصاری لڑکوں نے اس پر حملہ کر کے اسکو گرایا تھا تو اسوقت اسکی زبان سے افسوس اور قلق کی وجہ سے یہ نکلا تھا: **فَلَوْ غَيْرُ أَكْبَارٍ قَتَلَنِي** ^(۱) (کما فی مغازی البخاری فی باب بلا توجہ بعد، باب شہود الملائکۃ بدر) کاش مجھے کاشٹکار کے لڑکے کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا، یعنی جیسے میں خود بڑا آدمی ہوں ایسے ہی میرا قتل کرنے والا بھی مجھ جیسا ہوتا، اس کا دونوں جگہ کا تاثر مختلف ہے اختلاف مخاطب کی وجہ سے ^(۲)، آگے روایت میں یہ ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں: پھر میرے ہاتھ میں جو تلوار تھی میں نے اسکے ماری، جو معمولی ہونیکی وجہ سے کارگر نہ ہوئی اور اس سے اسکا کام تمام نہ ہوا، یہاں تک کہ اسکے ہاتھ سے اسکی تلوار گری (جو بہت عمدہ اور تیز تھی) تو پھر میں نے اس کو اس پر استعمال کیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اس آخری جملہ کی وجہ سے حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہو گئی کہ اس میں استعمال سلاح غنیمت پایا گیا اس میں مذاہب ائمہ گذشتہ باب میں بالتفصیل گزر گئے، ابو داؤد کی روایت میں لفظ **أَبْعَدُ** واقع ہوا ہے جس کی شرح ہم نے اوپر کر دی ہے اور خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ اس طرح صحیح نہیں، صحیح **أَعْمَدُ** من راجل ہے ^(۳)، جس کے معنی أعجب کے ہیں، بخاری کا لفظ بھی

① صحیح البخاری - کتاب المغازی - باب شہود الملائکۃ بدر ۳۷۹۵

② اور قسطلانی میں ہے کہ اس کا قول **أَعْمَدُ** من راجل الخ اپنی تسلی کیلئے ہے، اور اس کا قتل کی نسبت اپنی قوم کی طرف کرنا (حالانکہ قاتل اس کی قوم سے نہیں تھا) یہ مجاز ہے باعتبار سمیت کے، یعنی اس کی قوم سبب بنی اس کے قتل کا (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری - ج ۶ ص ۲۷۳)

③ معالم السنن - ج ۲ ص ۲۹۹

أَعْمَدُ هِيَ هِيَ - والحديث أخرجه النسائي مختصراً، قاله المنذرى -

۱۴۳ - بَابُ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ

۸۸ مال غنیمت میں سے چوری کرنا سخت گناہ ہے ۸۸

۲۷۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمَا، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانٍ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوِيَ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَنُكِرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ». فَتَغَيَّرَتْ وَجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ، فَقَالَ: «إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ». فَفَتَشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودٍ لَا يُسَاوِي دُرَّ هَمَيْنِ.

زیید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے خیبر کے دن وفات پائی۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا یعنی صحابی کی وفات کا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی پر (خود) نماز پڑھو یعنی میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا تم پڑھ لو اس کی وجہ سے لوگوں کے چہرے بدل گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے ساتھی نے اللہ کے راستہ میں خیانت کی یعنی مال غنیمت میں سے تو ہم لوگوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں اس کے سامان سے یہود کے پتھر موتی وغیرہ میں سے کچھ موتی ملے جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔

سنن النسائي - الجنائز (۱۹۵۹) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۰) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۴۸) مسند أحمد -

مسند الأنصار، رضي الله عنهم (۱۹۲/۵) موطأ مالك - الجہاد (۹۹۵)

یعنی اس بات کے بیان میں کہ غلول جرم عظیم ہے، غلول کے معنی مطلق خیانت، اور کہا گیا ہے کہ وہ خیانت جو مال غنیمت میں ہو، مضمون حدیث واضح ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی کا انتقال ہوا جس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ اپنے ساتھی کی نماز تم ہی پڑھ لو، آپ ﷺ کی اس ناگواری اور طرز سے لوگ بہت گھبرائے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے، راوی کہتے ہیں ہم نے اس کے سامان کی تفتیش کی تو اس کے سامان میں چند پتھر موتی وغیرہ نکلے، یہود کے جواہر میں سے جو قیمت میں دو درہم کے مساوی بھی نہ تھے، اس کے بعد والی روایت کا مضمون بھی اسی نوع کا ہے، والحديث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى -

۲۷۱۱ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدَّائِلِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَامَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَعْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ وَالْأُمُوالَ قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ إِدْيِ الْقَرَى وَقَدْ أَهْدَى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا إِدْيِ الْقَرَى، فَبَيْنَا مِدْعَمٌ يَطُحُّ رَحْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ النَّاسُ: هَئِذَا هُوَ

الْجَنَّةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ التَّغَابُرِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَشُعْبَلٍ عَلَيْهِ نَارًا». فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ جَاءَ تَرْجُلٌ بِشِرَاكِ أَوْ شِرَاكِينِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ» أَوْ قَالَ: «شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر کے سال نکلے تو مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا بلکہ کپڑے اور دیگر سامان اور مال مویشی ہاتھ لگا رسول اللہ ﷺ وادی القریٰ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کو ایک غلام سیاہ رنگ کا ہدیہ دیا گیا جس کا نام مد عم تھا۔ پھر جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے مد عم آنحضرت ﷺ کے اونٹ کا پالان اُتار رہا تھا اتنے میں اسکے ایک تیر لگ گیا اور وہ ہلاک ہو گیا لوگوں نے کہا کہ اس کیلئے جنت مبارک ہو رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر گز نہیں اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو کہ اس نے خیبر کے جہاد میں غنیمت کے مال سے تقسیم سے قبل لے لیا تھا آگ ہو کر اس پر بھڑک رہا ہے۔ جب لوگوں نے یہ سنا تو ایک شخص ایک یا دو تسمہ لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تسمہ آگ کا ہے یا فرمایا: یہ دو تسمہ آگ کے ہیں۔

تحقیق: صحیح البخاری - المغازی (۳۹۹۳) صحیح البخاری - الايمان والنذور (۶۳۲۹) صحیح مسلم - الايمان (۱۱۵) سنن النسائي - الايمان والنذور (۳۸۲۷) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۱) موطأ مالک - الجہاد (۹۹۷)

شرح الحديث: «شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ» أَوْ قَالَ: «شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ»: یعنی جب آپ ﷺ نے غلول کے بارے میں سخت وعید بیان فرمائی تو اس وعید کو سننے کے بعد ایک شخص چمڑہ کا ایک تسمیہ یا دو تسمے لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا (جو اس نے مال غنیمت میں سے اٹھالیا ہو گا) تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تسمہ آگ کا ہے، اور اگر دو تسمے لایا تھا تو فرمایا ہو گا یہ دونوں تسمے آگ کے ہیں شک راوی ہے۔

اس فقرہ کے مطلب میں دو احتمال ہیں: ① اول یہ کہ آپ ﷺ کی مراد اس سے یہ ہے کہ اگر تو اس تسمہ کو واپس نہ کرتا تو یہ تیرے حق میں آگ میں جانے کا ذریعہ ہوتا، اور گویا یہ فرما کر آپ ﷺ نے اس کو رکھ لیا، ② دوسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ وہ شخص یہ تسمہ تقسیم غنیمت کے بعد لایا تھا، لانا چاہئے تھا اس کو اس سے پہلے، اب کس کے حصہ میں اس کو لایا جائے؟ اسلئے آپ ﷺ نے اس کو یہ فرما کر واپس کر دیا کہ یہ تسمہ اب تیرے حق میں موجب نار ہو گیا۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۱۴۴ - بَابُ فِي الْغُلُولِ إِذَا كَانَ يَسِيرُهُ ابْنُ زَكَاةٍ الْإِمَامُ وَلَا يَحْتَزُّ رَحْلَهُ

جب مال غنیمت میں سے کوئی معمولی سی شے چوری کرے تو اس کو حاکم وقت چھوڑے اور چوری کرنے والوں کا سامان نہ جلائے۔
ترجمہ الباب کی تشریح: اس ترجمہ الباب میں دو جزء ہیں: ① پہلا جزء یہ کہ مال غلول اگر کوئی معمولی سی چیز ہو جیسے

تمہ وغیرہ جو باب سابق میں گزرا تو اس کے ساتھ ہی معاملہ کیا جائے جو حدیث میں گزر چکا، لیکن اگر وہ مال غلول کثیر اور بڑی مقدار میں ہو تو پھر اصول کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو رد نہ کیا جائے کیونکہ غامضین کا حق ہے، بلکہ اس کو لے کر باقاعدہ تقسیم کیا جائے، ۲) اور دوسرا جزء ترجمہ کا عقوبت غال سے متعلق ہے جس پر مستقل ترجمہ آگے آ رہا ہے، لہذا یہاں اس کو ذکر کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور ایسے ہی حدیث الباب میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، ویسے مطلب اس جزء کا یہ ہے کہ آگے حدیث میں یہ آ رہا ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے تو اس کا سارا سامان اور متاع نذر آتش کر دو، تو یہاں مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ اس غال کی سواری کو نذر آتش نہیں کیا جائے گا باقی سامان کو کیا جائے، اذلا یجوز تعذیب الحیوان بالنار۔

۲۷۱۲

حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَحْيَى بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْقَزَائِرِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَوَّابٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ غَنِيمَةً أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ فَيَجِئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيَحْمِلُهَا وَيُقَسِّمُهَا، فَبَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذَلِكَ بِزَمَلِهِ مِنْ شَعْرِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا أَيْمًا كُنَّا أَصْبَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَقَالَ: «أَسَمِعْتَ بِلَالًا يَتَذَكَّرُ؟» قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيءَ بِهِ؟» فَأَعْتَدَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: «كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَجْلِبَهُ عَنْكَ».

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جب مال غنیمت پہنچتا تھا یعنی جمع ہوتا تھا اور آپ ﷺ اسکی تقسیم کرنے کا ارادہ فرماتے تو بلالؓ کو اعلان کرنے کا حکم فرماتے پھر بلالؓ لوگوں میں اعلان کرتے یعنی تقسیم کی خبر کرتے تو لوگ اپنی اپنی غنیمتیں آپ ﷺ کے پاس لے آتے پھر آپ ﷺ اس میں سے پانچواں حصہ نکال دیتے اور باقی مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرماتے۔ تو ایک شخص اس تقسیم کے بعد یعنی پانچواں حصہ نکالنے کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لایا اور کہا: یا رسول اللہ! یہ غنیمت کے مال میں سے میں نے لی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بلالؓ کو تین مرتبہ اعلان کرتے ہوئے سنا تھا؟ اس نے کہا: ہاں یعنی سنا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ کو کس چیز نے اس کے لانے سے منع کیا تھا؟ اس نے معذرت کی یعنی مجھ سے تاخیر ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اسکو قیامت کے دن لائے گا اب میں تجھ سے قبول نہیں کرتا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۲) - مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲/۲۱۳)

شرح الحدیث

حدیث الباب کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی جگہ مال غنیمت حاصل ہوتا تو آپ ﷺ حضرت بلالؓ سے لوگوں میں یہ اعلان کراتے کہ جس کے پاس جو مال غنیمت ہے وہ یہاں لا کر جمع کر دے، چنانچہ ایک روایت میں اس طرح ہے: حُصُوا غَنَائِمَكُمْ^۱، چنانچہ لوگ مال غنیمت کو لا کر ایک جگہ جمع کر دیتے آپ ﷺ اس کی

حسب قاعدہ تعمیر فرماتے، یعنی کل مال غنیمت سے ایک فمس نکال کر باقی اربعہ اقسام کو غامدین میں تقسیم فرمادیتے، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص تقسیم غنیمت کے بعد بالوں کی بنی ہوئی ایک رسی (لگام) لے کر آیا اور آکر یہ عرض کیا کہ یہ میں نے مال غنیمت میں سے لے لی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بلالؓ کے اعلان کو سنا تھا جو اس نے تین بار کیا تھا؟ اس نے عرض کیا جی ہاں سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیا چیز مانع ہوئی تھی اس کے لانے سے وہ شخص اس پر کچھ معذرت کرنے لگا لیکن آپ ﷺ نے اس کی بات نہیں سنی اور یہ فرمایا کہ اب تو اس کو بروز قیامت ہی لے کر آئے گا۔

۱۴۵۔ باب فی غنوبۃ الغال

مال غنیمت میں سے چوری کرنے والے کی سزا کا بیان ۸۵

۲۷۱۳۔ حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: الثَّقَلِيُّ الْأَنْدَلُسِيُّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ زَائِدَةَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَصَالِحٌ هَذَا أَبُو دَاوُدَ» - قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّومِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأُخْرِقُوا مَتَاعَهُ وَأَصْرِبُوهُ» قَالَ: فَوَجَدْتَنِي مَتَاعَهُ مُصْحَفًا، فَسَأَلْتُ عَنْهُ فَقَالَ: «بَغْهَ وَتَصَدَّقْ بِشَمْنِيهِ».

حضرت ابو داؤد صالح بن محمد زائد سے روایت ہے کہ میں مسلمہ بن عبد الملک بن مردان کے ساتھ روم گیا وہاں ایک شخص کو لایا گیا جس نے مال غنیمت میں چوری کی تھی تو مسلمہ بن عبد الملک نے سالم سے اس کا حکم معلوم کیا انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا وہ حضرت عمرؓ سے نقل کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جب کسی کو دیکھو کہ اس نے مال غنیمت میں چوری کی ہے تو اس کا سامان جلا دو! پھر اس کی پٹائی کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے سامان میں ایک قرآن بھی تھا۔ مسلمہ نے سالم سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم کو فروخت کر دو اور اس کی قیمت صدقہ کر دو۔

جامع الترمذی - الحدود (۱۴۶۱) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۳) سنن الدارمی - السیر (۲۴۹۰)

اس باب کے تحت جو حدیث مصنف لگائے ہیں وہ یہ ہے: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأُخْرِقُوا مَتَاعَهُ، اس حدیث کا مضمون اوپر والے باب کی حدیث میں گزر چکا۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں اختلاف علماء: بعض علماء اس حدیث کی بنا پر تحریق متاع غال کے قائل ہیں، جیسے حسن بصریؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور امام اوزاعیؒ، اور یہی ایک روایت امام احمدؒ سے ہے، مگر جمہور علماء کا عمل اس حدیث پر نہیں ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ جمہور محدثین نے اس حدیث پر کلام کیا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اسکی تضعیف بلکہ عدم ثبوت نقل کیا ہے، ایسے ہی امام دارقطنیؒ نے بھی اسکی تضعیف کی ہے، ایسے ہی امام ابو داؤدؒ نے بھی اس حدیث کی سند

میں اختلاف اور اضطراب ثابت کیا ہے، اور امام طحاوی فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو پھر جواب یہ ہو گا کہ ممکن ہے یہ اس وقت کی بات ہو جب اسلام میں عقوبت مالیہ جائز تھی جو بعد میں منسوخ ہو گئی^①، امام ابو داؤد نے اس حدیث کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے، اس حدیث کی طرف اشارہ درمنصور جلد ثانی کتاب الصلاۃ میں ترک جماعت پر وعید والی حدیث میں بھی کیا گیا ہے، اور بعض شرح نے کہا کہ اگر اس حدیث کو ثابت مان بھی لیا جائے تو یہ زجر اور توبیخ پر محمول ہوگی، اس لئے کہ حضور ﷺ سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے متاع غل کی تحریق کی ہو۔

باب کی حدیث اول کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمہ جو عبد الملک بن مروان کا بیٹا ہے اس نے اس حدیث کی بنا پر تحریق متاع غل کیا ہے، اور چونکہ اس غل کے متاع میں ایک مصحف بھی تھا تو اس کے بارے میں اس نے حضرت سالم سے معلوم کیا کہ کیا کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا: بَعْدُ وَتَصَدَّقْ بِتَمَنِيهِ۔

۲۷۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ وَمَعَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، فَعَلَّ رَجُلٌ مَتَاعًا فَأَمَرَ الْوَلِيدُ بِمَتَاعِهِ فَأُحْرِقَ وَطِيفَ بِهِ وَلَمْ يُعْطِهِ سَهْمَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصْحَحُ الْحَدِيثَيْنِ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ أَنَّ: الْوَلِيدَ بْنَ هِشَامٍ أَحْرَقَ رَجُلًا زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَكَانَ قَدْ غَلَّ وَهَضَبَهُ.

شرح حدیث: صالح بن محمد سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے ولید بن ہشام بن عبد الملک بن مروان کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سالم بن عبد اللہ بن عمر اور عمر بن عبد العزیز تھے۔ ایک شخص نے مال غنیمت میں سے چوری کر لی تو ولید نے حکم دیا اور اس کا سامان جلا دیا گیا پھر اسے تمام لوگوں میں گھمایا گیا اور اس کو اس کا حصہ بھی نہیں ملا۔ ابو داؤد نے کہا کہ یہ روایت زیادہ صحیح ہے (جس میں ولید نے غل کا سامان جلایا تھا تو غل کا سامان جلانے کا حکم راجح قول میں ولید نے دیا نہ کہ نبی کریم ﷺ نے) کیونکہ متعدد راویوں نے اس کو روایت کیا ہے کہ ولید بن ہشام بن عبد الملک بن مروان بن الحکم نے زیاد بن سعد کا سامان جلا دیا کیونکہ اس نے مال غنیمت میں چوری کر لی تھی اور اس کی پٹائی بھی کی۔

شرح الحدیث: اور باب کی (مذکورہ) حدیث ثانی کا مضمون یہ ہے، صالح بن محمد کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں ولید بن ہشام کے ساتھ تھے اور اس سفر میں ہمارے ساتھ سالم بن عبد اللہ بن عمر، اور عمر بن عبد العزیز بھی تھے تو ولید بن ہشام نے اس شخص کے سامان کے جلانے کا حکم دیا جس نے مال غنیمت میں غلول کیا تھا، اور اس کو پورے لشکر میں پھرایا گیا اور اس کو غنیمت میں سے حصہ بھی نہیں دیا۔

تحریق متاع الغل حدیث کے بارے میں مصنف کی رائے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَصْحَحُ الْحَدِيثَيْنِ الخ مصنف فرما

رہے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث (إِذَا وَجَدْتُمْ الرِّجْلَ قَدْ غُلَّ فَأَخْرِقُوا مَتَاعَهُ) ثابت نہیں بلکہ موقوفاً ثابت ہے، موقوف سے بھی موقوف تابعی یعنی مقطوع مراد ہے۔

۲۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي أُيُوبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ حَرَقُوا مَتَاعَ الْقَالِ وَهَرَبُوا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَرَأَيْتُهُ عَلَى بْنِ بَحْرٍ، عَنِ الْوَلِيدِ، وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ» وَمَتَّعُوهُ سَهْمَهُ «قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَا بِهِ الْوَلِيدُ بْنُ عُثْبَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، قَوْلَهُ، «وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوَاطِي» مَتَّعَ سَهْمَهُ».

سرخیز حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے، انہوں نے شعیب دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کا سامان جلا دیا اور اسکو مارا۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں کہ میرے استاد علی بن بحر نے ولید کے واسطے سے اس میں یہ اضافہ کیا کہ اس خیانت کرنے والے کو اسکے حصہ سے بھی محروم کر دیا لیکن میں نے علی بن بحر سے یہ اضافہ نہیں سنا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ولید بن عتبہ اور عبد الوہاب نے اپنی سند سے مذکورہ بالا واقعہ کو عمرو بن شعیب کا مقولہ کر کے بیان کیا ہے اسکو حدیث مرفوع نہیں کہا عبد الوہاب بن عتبہ نے مَتَّعَ سَهْمَهُ بھی ذکر نہیں کیا۔

۱۴۶ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّرِّ عَلَى مَنْ غُلَّ

مال غنیمت چوری کرنے والے کی پردہ پوشی نہ کی جائے

۲۷۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدٍ بْنُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي حُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: «أَمَّا بَعْدُ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَتَمَ غَلًّا فَإِنَّهُ مِثْلُهُ».

سرخیز حضرت سرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے شخص کی خیانت کو چھپائے یعنی امام سے اظہار نہ کرے کہ فلاں شخص نے خیانت کی ہے تو وہ بھی خیانت کرنے والے جیسا ہے یعنی گناہ میں دونوں برابر ہیں۔

شرح الحدیث: یہ اَمَّا بَعْدُ والی پانچویں حدیث ہے جس کا تعارف ہمارے یہاں درمنصور کے مقدمہ میں اور اس کے علاوہ بھی کئی جگہ آچکا، یہ کل چھ حدیثیں ہیں جس میں سے ایک باقی رہ گئی جو کتاب الجہاد کی آخری حدیث ہے، بذل المجہود میں ہے کہ یہ سند ضعیف ہے، قابل استدلال نہیں، وبکل حال: هذا إسناد مظلم لا ينهض بحکمہ ۱۔ اس حدیث میں یہ ہے

کہ جو شخص غلول کرنے والے کے غلول کو چھپائے، یعنی اسکی پردہ پوشی کرے تو وہ بھی اسکی طرح غلام ہی ہے، اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا غلول معلوم ہو جائے تو امیر سے جا کر اس کی اطلاع کرنا ضروری ہے، اب یا تو یہ کہا جائے کہ مسئلہ غلول، مَنْ سَلَبَ مُسْلِمًا سَلَبَهُ اللَّهُ^۱ کے عموم سے مستثنیٰ ہے، اور یا یہ کہا جائے کہ حدیث الباب ضعیف ہے۔

۱۴۷۔ بَابُ فِي السَّلْبِ يُعْطَى الْقَاتِلُ

جو شخص کسی مشرک کو قتل کرے اس کا سامان اسی قاتل کو دینے کا بیان ہے

احکام سلب کی ابتداء: یہاں سے چند ابواب احکام سلب سے متعلق شروع ہوتے ہیں، سلب کہتے ہیں کافر مقتول کے ساتھ جو سامان ہوتا ہے لباس، ہتھیار، سواری وغیرہ، سلب سے متعلق بہت سے مسائل اختلافی ہیں، حضرت شیخؒ نے اوجز المسالك میں ان سب کو کتب فقہیہ اور شرح حدیث سے جمع فرمایا ہے جو اٹھارہ مسائل ہیں^۲، مجملہ ان مسائل کے ایک بہت مشہور اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ مقتول کا سلب جو قاتل کو دیا جاتا ہے یہ من حیث الاستحقاق ہے یا من حیث التنفیل؟ امام شافعیؒ اور احمد کے نزدیک من حیث الاستحقاق ہے، یعنی امام کی رائے اور اس کی عطا پر موقوف نہیں، وہ اسی کا اپنا حق ہے اور وہ جو حدیث میں آتا ہے: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ، ان دونوں اماموں کے نزدیک یہ کوئی وقتی فیصلہ اور انعام نہیں ہے بلکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے، اور امام ابو حنیفہؒ مالک کے نزدیک سلب از قبیل تنفیل ہے، یعنی امام کی طرف سے کسی غازی کو اسکے کارنامہ پر بطور حصہ زادہ اور انعام کے دیا جاتا ہے، جب یہ بات ہے تو پھر سلب کا قاتل کیلئے ہونا امام کی رائے اور اسکے فیصلہ پر موقوف ہو گا، اگر اس کی جانب سے یہ اعلان ہوا ہے مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ یا بغیر ہی اعلان کے وہ کسی کو دینا چاہے تب اس کیلئے ہو گا ورنہ نہیں۔ دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے اس میں کہ سلب کس قاتل کیلئے ہوتا ہے، امام مالک کے نزدیک اس قاتل کیلئے جو ذو سہم ہو یعنی جس کا باقاعدہ غنیمت میں حصہ لگتا ہو، فلا سلب للصبي والمرأة عندہ بخلاف الجمهور، ان کے یہاں یہ قید نہیں۔

ایک مشہور اختلافی مسئلہ سلب سے متعلق یہ ہے جو آگے مستقل باب میں آئے گا کہ جس طرح مال غنیمت کی تخمیس ہوتی ہے کہ اس میں سے خمس نکالا جاتا ہے بیت المال وغیرہ کیلئے تو کیا اسی طرح سلب کی بھی تخمیس ہوگی یا نہیں، وغیرہ وغیرہ مسائل۔

۲۷۱۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي لُحَيْدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَامِ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا التَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ قَالَ: فَرَأَيْتُمْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: فَاسْتَدْرَكْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ ورائِهِ فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى جَنْبِ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَعَفَنِي ضَعْفَةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَذِنَ كَتَمَ الْمَوْتَ، فَأَمْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ

۱ سنن ابن ماجہ - کتاب الحدود - باب السلب علی المؤمن ودفع الحدود بالشبهات ۲۵۴۴

۲ اوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۹ ص ۱۸۳ - ۲۰۶

لہ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمَرَ اللَّهُ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيْتَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ». قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُنِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّانِيَةَ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيْتَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ». قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُنِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ: ذَلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟» قَالَ: فَاقْتَضَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَسَلَبَ ذَلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: لَاهَا اللَّهُ إِذَا يَعْمَدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلْبَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَدَقَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ» فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: «فَأَعْطَانِيهِ فَبِعْتُ الذَّيْعَ فَأَبْتَعْتُ بِهِ لَحْرًا فِي بَنِي سَلَمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأْتِلُهُ فِي الْإِسْلَامِ».

ترجمہ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں نکلے۔ ہم جب کفار کے مقابلہ پر آئے تو مسلمانوں میں افراتفری ہوئی میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ اس نے ایک مسلمان کو مغلوب کر لیا ہے تو میں نے گھوم کر پیچھے سے اسکی گردن پر تلوار بار دی وہ میری جانب آیا اور مجھے اس طرح بھیجا کہ مجھے موت کی بو محسوس ہوئی پھر خود مر گیا اور مجھ کو چھوڑ دیا پھر میری حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات ہوئی اور میں نے کہا کہ آج لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کا حکم اسی طرح تھا پھر مسلمان واپس آئے اور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کا ہے بشرط یہ کہ اس پر دو گواہ ہوں۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا تو اٹھ کھڑا ہوا پھر میں نے یہ سوچا کہ میری گواہی کون دے گا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو قتل کیا اس کا سامان اسی کو ملے گا بشرط یہ کہ اس کے پاس گواہ ہوں تو میں کھڑا ہوا پھر میں نے یہ خیال کیا کہ گواہ کون ہو گا؟ پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ یہی فرمایا تو پھر میں اٹھ کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم کو کیا ہوا اے ابو قتادہ! میں نے پورا واقعہ سنایا اتنے میں ایک شخص بولا۔ اس نے سچ کہا یا رسول اللہ! اس کافر کا سامان میرے پاس ہے وہ سامان مجھے دلا دیجئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم نبی کریم ﷺ ایسا ارادہ کبھی نہیں فرمائیں گے کہ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور رسول کی طرف سے لڑے اور سامان تم کو مل جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیق اکبرؓ درست کہتے ہیں تم وہ سامان ابو قتادہؓ کو دے دو۔ انہوں نے مجھے دے دیا۔ میں نے زرہ فروخت کر کے قبیلہ بنی سلمہ کے محلے میں ایک باغ خرید اور یہ مال میں نے اسلام میں سب سے پہلے حاصل کیا تھا۔

تحیح جامع الترمذی - السید (۱۵۶۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۷) موطا مالک - الجہاد (۱۶۵۶)

شرح الحدیث:

ابو قتادہؓ فرما رہے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ حنین میں تھے، جب ہمارا مشرکین کے ساتھ مقابلہ ہوا تو لشکر کے بعض لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی ابو قتادہؓ کہتے ہیں میں نے ایک مشرک کو دیکھا کہ ایک مسلمان کو پچھاڑ کر اس پر مسلط تھا، وہ کہتے ہیں: جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں گھوم پھر کر اس کے پیچھے سے اس کی طرف آیا اور میں نے اس

کی گردن کے قریب تلوار ماری، وہ اس کو چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہوا، اور اس نے مجھے اس شدت کے ساتھ دبوچا کہ اس سے مجھے اپنی موت کی بو آنے لگی (مگر ہوا اس کے برعکس) پھر اس کو موت لاحق ہو گئی اور مجھے اس نے چھوڑ دیا، اسی اثناء میں، میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور میں نے ان سے دریافت کیا: مَا بَالُ النَّاسِ؟ کہ لوگوں کو کیا ہوا کیوں بھاگ رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: أَمْرُ اللَّهِ، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں یعنی ایسا اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کے حکم سے ہوا جس کا ظاہری سبب اور منشا اعجاب ہے کما ہونذ کور فی القرآن، اور یا أَمْرُ اللَّهِ کا مطلب یہ ہے کہ گھبراؤ مت اللہ کے فیصلہ اور اس کی مدد کا انتظار کرو۔ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہاں پر روایت میں اختصار ہے اس روایت کے باقی حصہ کو حضرت نے بئذ میں مسلمؑ کی روایت سے نقل کیا ہے اس کو دیکھ لیا جائے، روایت میں ہے کہ جب لوگ آپ ﷺ سے بھاگ کر منتشر ہو گئے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، جو بڑے جہوری الصوت تھے (وَكَانَ رَجُلًا صَوْتًا) نادیا معشر الأنصار، یا اصحاب السمرۃ کہ یہ نداء لگاؤ کہ اے انصار کی جماعت، اے اصحاب الشجرہ حضرت عباسؓ نے یہ ندا لگائی صحابہ سمجھ گئے کہ یہ نداء حضور ﷺ کی طرف سے ہے، چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میری آواز پر لوگ اس طرح مائل ہوئے اور دوڑ کر آئے جس طرح گائے اپنے گمشدہ بچہ کی آواز سن کر اس کی طرف دوڑ کر جاتی ہے، وہ یہ کہتے ہوئے دوڑ رہے تھے يَا لَبَّيْكَ، يَا لَبَّيْكَ، اور سب حضور ﷺ کے قریب لوٹ آئے، یہاں تک جب سو کے قریب آپ کے پاس مجاہدین جمع ہو گئے تو اب وہ کفار کی طرف متوجہ ہوئے لڑنے کیلئے اور زور دار لڑائی شروع ہوئی، آپ نے اس وقت لڑائی کو دیکھ کر فرمایا: الْآنَ حُمِي الْوُطَيْسُ کہ اب لڑائی گرم ہوئی (یعنی ٹھنڈا ہونے اور بھاگنے کے بعد) اور پھر آپ ﷺ نے زمین پر سے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اس کو مشرکین کی طرف یہ کہتے ہوئے پھینکا شہادت الوجوہ (جھلس جائیں یہ چہرے) راوی کہتا ہے: وہ آپ ﷺ کی ایک مٹھی مٹی کی سب مشرکین کی آنکھوں میں جا کر بھر گئی، اور مشرکین پشت موڑ کر بھاگنے لگے، اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

یہ ہے وہ حصہ اس روایت کا جو یہاں ابوداؤد میں مختصر کر دیا گیا تھا۔

وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یعنی لڑائی سے فارغ ہو کر جب حضور ﷺ سکون سے بیٹھے تو آپ نے یہ اعلان فرمایا: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلْبُهُ کہ جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو اور اسکے پاس اس پر شاہد بھی ہو تو اس مقتول کا سلب قاتل کیلئے ہو گا (ابو قتادہ بھی چونکہ ایک کافر کو قتل کر چکے تھے جس کا ذکر روایت کے شروع میں تھا مگر چونکہ آپ ﷺ نے بینہ کی بھی قید لگائی تھی اسلئے وہ کہہ رہے ہیں کہ) میں کھڑا ہوا اور کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہا مَن يَشْهَدُنِي؟ کہ میرے معاملہ میں کوئی گواہی دینے والا ہے؟ جب کوئی نہیں بولا تو میں بیٹھ گیا، حضور ﷺ کی جانب سے پھر وہی اعلان ہوا،

اس پر میں بھی دوبارہ کھڑا ہوا اور میں نے پھر یہی کہا کہ میرا کوئی گواہ ہے، تین مرتبہ اسی طرح ہوتا رہا میری گواہی کیلئے کوئی اٹھا ہی نہیں، حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ابو قتادہ کیا بات ہے (کیوں بار بار اٹھ رہے ہو) وہ کہتے ہیں میں نے اس قتل کا فرکا سارا قصہ آپ ﷺ کو سنا دیا، اب ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سچ کہہ رہا ہے، اور اس کا فرقتیل کا سلب میرے پاس ہے فَأَنْضِيهِ مِنْهُ، پس آپ ابو قتادہ کو اس کا کچھ عوض دے کر راضی کر دیجئے، یعنی وہ سلب میرے ہی پاس رہنے دیجئے، اس وقت مجلس میں صدیق اکبرؓ بھی موجود تھے، ان کو اس شخص کی یہ بات سن کر بہت طیش آیا اور انہوں نے فرمایا: لَا هَا لِلَّهِ إِذَا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أَسَدِ اللَّهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللَّهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلْبَهُ، یعنی اللہ کی قسم ایسا نہیں ہوگا، تو یہ چاہتا ہے کہ حضور ﷺ قصد کریں اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کا، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے قتال کر رہا ہے (اشارہ ہے ابو قتادہ کی طرف) اور تجھ کو اس کا سلب دیدیں؟ (ایسا ہرگز نہیں ہوگا) آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی تائید فرمائی کہ ان کی بات بالکل ٹھیک ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس شخص سے جس کے پاس وہ سلب تھا فرمایا کہ ابو قتادہ کو یہ سلب دے دو، ابو قتادہ کہتے ہیں (وہ سلب اتنا کثیر مقدار میں تھا کہ) میں نے اس میں سے ایک زرہ کو فروخت کر کے اس کے عوض میں بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا، فَإِنَّهُ لَكُلُّ مَالٍ تَأْتِيهِ فِي الْإِسْلَامِ پس یہ باغ سب سے پہلا میرا وہ مال ہے جو مجھے اسلام میں داخل ہونے کے بعد حاصل ہوا۔

تائل اٹل سے ہے وائل کل شیء اصلہ، لَا هَا لِلَّهِ میں لفظ ”اللہ“ مجرور ہے ”أَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ لفظ ”ہا“ واو قسم کا بدل ہے، اس حدیث کی شرح میں حضرتؒ نے بھی ”بذل“ میں بہت سے مسائل سلب سے متعلق کتب فقہیہ سے نقل فرمائے ہیں، والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی ابن ماجہ۔

۲۷۱۸

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ مُحْتَنِينَ: «مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلْبُهُ». فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عَشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ، وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سَلِيمٍ وَمَعَهَا خَنْجَرٌ فَقَالَ: يَا أُمَّ سَلِيمٍ مَا هَذَا مَعَكَ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ وَاللَّهِ أَنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ أَبْعَجَ بِهِ بَطْنَهُ، فَأَخَذَ بِذَلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا أَحَدِيثٌ حَسَنٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَمْزَنًا بِهَذَا الْحَنْجَرِ وَكَانَ سِلَاحَ الْعَجَمِ يَوْمَئِذٍ الْحَنْجَرُ».

۲۷۱۹

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص کسی مشرک کو قتل کر دے گا اس کا سامان اسی شخص کو ملے گا۔ اس دن حضرت ابو طلحہؓ نے بیس مشرکین کو قتل کیا اور ان کا سامان بھی لے لیا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی بیوی (اُمّ سلیم) کو دیکھا کہ ان کے پاس خنجر ہے انہوں نے کہا: اے اُمّ سلیم! تمہارے پاس یہ کیا ہے؟ اُمّ سلیم نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو میں اس خنجر سے اُس کا پیٹ پھاڑ

ڈالوں گی۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس بات کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ انہوں نے کہا ہمدی مراد اس سے معروف ہتھیار خنجر ہے۔ خنجر اس زمانے میں اہل عجم کا ہتھیار تھا۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۰۹) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۸) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۱۲/۳)
مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۱۴/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۹۰/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۹۸/۳)
مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۷۹/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۶/۳) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۴)

شرح الحدیث: معنی حضرت ابو طلحہؓ نے غزوہ حنین میں میں کافروں کو قتل کیا اور ان سب کے اسلاب انہوں نے حاصل کئے۔
وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سَلِيمٍ وَمَعَهَا خَنْجَرٌ: ابو طلحہؓ نے اس لڑائی میں اپنی زوجہ ام سلیم کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک خنجر ہے، ابو طلحہؓ نے پوچھا کہ یہ کس لئے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر ان لوگوں میں سے (کافروں میں سے) کوئی میرے قریب آئے گا تو اس کے پیٹ میں یہ گھسا دوں گی، راوی کہتا ہے: ابو طلحہؓ نے ان کی اس بہادری کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ: حسن سے یا تو اصطلاحی معنی مراد ہیں جیسا امام ترمذیؒ کہا کرتے ہیں لیکن مصنف کی تو یہ عادت نہیں، میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مصنف کی مراد معنی لغوی ہے کہ یہ حدیث بہت اچھی ہے، یعنی امام ابو داؤدؒ کو بہت پسند آئی، ابو طلحہؓ کا بیس کافروں کو قتل کر دینا، ان سب کے سامان حاصل کر لینا، اور پھر مزید برآں ام سلیم کا یہ عجیب سا واقعہ ایک نئی ہی بات، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مصنف کے کلام کا مطلب: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَادَ تَابَهُذَا الْخَنْجَرُ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① ایک یہ کہ اس حدیث میں خنجر سے اس کے معروف معنی ہی مراد ہیں، کوئی اور چیز نہیں ہے خنجر، ② دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری مراد اس حدیث کو ذکر کرنے سے جواز استعمال خنجر ہے، اور آگے یہ ہے کہ اس زمانہ میں خنجر عجیبوں کا ہتھیار تھا وہی اس کو زیادہ تر استعمال کرتے تھے، یعنی عربوں میں اس کے استعمال کا رواج نہیں تھا، گویا اسی لئے اس کے بیان جواز کی ضرورت پیش آئی۔ أخرج مسلم قصه أم سليم في الخنجر بنحوه، قاله المنذرى۔

۱۴۸۔ بَابُ فِي الْإِمَامِ يَمْتَنِعُ الْقَاتِلُ السَّلْبَ إِنْ رَأَى وَالْقَوْسَ وَالسَّلَاحَ مِنَ السَّلْبِ

اگر امام چاہے تو قاتل کو مشرک مقتول کا سامان نہ دے ہتھیار اور گھوڑا بھی سامان حرب میں داخل ہے۔
ترجمہ الباب میں دو جز ہیں: ① اول یہ کہ اگر امام کی رائے قاتل کو سلب نہ دینے کی ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے، خفیہ و مالکیہ کے مسلک کے تو یہ مطابق ہے، لیکن شافعیہ حنابلہ کے خلاف پڑتا ہے کما یظهر ذلك من المذاهب المذكورة قبل، ② اور ترجمہ کا جزء ثانی یہ ہے کہ فرس اور سلاح ان دونوں کا شمار سلب میں ہے، یہ بھی فی الجملہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ سلب کا مصداق مقتول کا کون کون سا سامان ہے، سلاح کا سلب سے ہونا تو اجتماعی ہے، اور فرس اور دابہ بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سلب میں

داخل ہے البتہ امام احمد سے اس میں دو روایتیں ہیں۔

۲۷۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤَتَةَ فَرَأَيْتُنِي مَدَّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَتَحَرَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جُرُوءًا فَسَأَلَهُ الْمَدَنِيُّ طَائِفَةً مِنْ جُلْدَةٍ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ، فَأَتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّمَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرٌ عَلَيْهِ سَرَجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغَرِّي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَنِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرَّقَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ قَتْلُهُ وَحَارَ فَرَسُهُ وَسِلَاحُهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلْبِ. قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ. قُلْتُ: لَتَرَدَّتُهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأَعْرِضَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَنِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا خَالِدُ مَا حَمَلْتُكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟» قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ اسْتَكْثَرْتُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا خَالِدُ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ؟» قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَبْ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا ذَلِكَ؟» فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنتُمْ تَارِكُونَ لِي أَمْرًا؟ لَكُمْ صَفْوَةٌ أَمْرُهُمْ وَعَالِيَهُمْ كَذْرُؤُهُ».

ترجمہ عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں زید بن حارثہ کے ساتھ غزوہ مؤتہ میں نکلا تو اہل یمن کا ایک شخص میری مدد کیلئے میرا ساتھی بن گیا اس کے پاس ایک تلوار کے سوا کچھ نہ تھا۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ مددی (میری مدد کرنے والے ساتھی) نے اس کی تھوڑی سی کھال مانگ لی اور اس نے دے دی۔ مددی نے اس کھال کی ڈھال بنائی۔ جب ہم لوگ چلے یہاں تک کہ روم کی فوجوں سے ڈبھیر ہوئی۔ ان فوجوں میں ایک شخص اشقر (سرخ) گھوڑے پر سوار تھا جس کی زین سنہری اور اسکے ہتھیار بھی سنہرے تھے۔ وہ مسلمانوں پر خوب حملے کر رہا تھا۔ تو مددی اس سوار کی ہاڑ میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ جب وہ سوار وہاں سے گزرا تو مددی نے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے وہ رومی گر گیا۔ مددی اس پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اس کو قتل کر دیا اور گھوڑا اور اسکے ہتھیار لے لئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے (جو کہ اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے) مددی کے پاس کسی شخص کو بھیجا اور اس سامان میں سے کچھ حصہ لے لیا۔ عوف نے کہا کہ میں خالد بن ولیدؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے خالد کیا تم نہیں جانتے ہو کہ نبی کریم ﷺ نے قاتل کیلئے مقتول کا سامان مقرر کر دیا ہے۔ خالد نے کہا کہ مجھ کو علم ہے لیکن میں نے اس سامان کو زیادہ سمجھا میں نے کہا تم یہ سامان اسکو دے دو ورنہ میں تم کو رسول کریم ﷺ کے سامنے بتاؤں گا مگر خالدؓ نے سامان دینے سے انکار کر دیا۔ عوف نے کہا کہ پھر

ہم سب لوگ رسول کریم ﷺ کے گرد جمع ہوئے تو میں نے مددی کا واقعہ بیان کیا اور خالد نے جو اس کے ساتھ کیا وہ بھی بتایا۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے خالد! تم نے ایسا کام کیوں کیا؟ خالد نے کہا: یا رسول اللہ! اس سامان کو میں نے زیادہ سمجھا (اسلئے میں نے اس میں سے کچھ لے لیا) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے خالد! جو تم نے لیا ہے وہ دے دو عوف نے کہا کہ اے خالد! میں نے تم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا وہ اب پورا کیا ہے (یہ سن کر) رسول کریم ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ میں نے پورا واقعہ سنا دیا۔ رسول کریم ﷺ غصہ ہو گئے اور فرمایا: اے خالد! اسکو ہرگز نہ دو کیا تم میری وجہ سے میرے امراء سے باز رہ سکتے ہو؟ ان امراء کے وعدہ کام تمہارے لئے نفع مند ہیں اور ان کے بدلے معاملہ کا وبال ان پر ہی ہو گا۔

۲۷۲۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: سَأَلْتُ ثَوْمَةَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نَفِيرٍ^۱، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، نَحْوًا.

عوف بن مالک اشجعی سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت ہے۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۱۹) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۲۶/۶)

مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۲۸/۶)

شرح الأحادیث: عوف بن مالک جو غزوہ موتہ میں شریک تھے وہ اس غزوہ کا اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں غزوہ موتہ میں جا رہا تھا تو ایک یمنی شخص راستہ سے بطور مدد کے میرے ساتھ ہو گیا، جس شخص کا باقاعدہ جہاد میں نام نہ ہو اور وہ از خود لشکر کی مدد کیلئے ساتھ ہو جائے غالباً اسی کو مددی کہتے ہیں، عوف کہتے ہیں کہ اس یمنی کے ساتھ سوائے تلوار کے اور کوئی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ اس کے پاس ڈھال بھی نہیں تھی، جس کی بڑی ضرورت ہوتی ہے لڑائی میں، تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ڈھال کا انتظام اس طور پر کر دیا کہ راستہ میں کسی لشکر نے اپنا اونٹ ذبح کیا (زاد راہ کیلئے) تو اس مددی نے اس سے کھال کا ایک ٹکڑا لے لیا، اور پھر اس سے ڈھال بنالی، (ڈھال چمڑے ہی کی ہوتی ہے، دشمن کے حملہ سے بچنے کیلئے ہوتی ہے) عوف کہتے ہیں! جب ہم لڑائی کے مقام پر پہنچے تو رومیوں کے بہت بڑے لشکر سے مقابلہ ہوا، ان رومیوں میں ایک رومی اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا جس پر ایسا زین کسا ہوا تھا جو مذہب تھا، یعنی اس پر سونا جڑا ہوا تھا، اور اس کے ہتھیار تلوار وغیرہ بھی مذہب اور بڑے قیمتی تھے وہ کہتے ہیں، یہ رومی شخص مسلمانوں میں بہت تیزی سے کشت و خون کر رہا تھا (اس مددی نے یہ ٹھان لی کہ مجھے اس رومی کا کام ان شاء اللہ تعالیٰ تمام کرنا ہے) چنانچہ وہ مددی ایک چٹان کی آڑ میں اس کے پیچھے بیٹھ گیا، جب رومی اس کے سامنے کو گزرا تو اس نے تلوار چلائی جس سے اس رومی کے گھوڑے کی ٹانگ کٹ گئی، وہ رومی اپنے گھوڑے سے گرا اور یہ مددی اس پر

۱۰ یہاں اختلاف نسخ ہے جس کی طرف شیخ عوامہ نے اشارہ فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں: جبیر بن نفیر، عن عوف: هكذا في الأصول كلها، وتحفة الأشراف ۲۱۰: ۲ (۱۰۹۰۲)، وبذل الجہود ۱۲: ۳۱۳، وفي عون المعبود ۷: ۳۹۱ وطبعة حمص زيادة: عن أبيه، قبل: عن عوف، خطأ. (كتاب السنن

چڑھا اور اس رومی کو قتل کر ڈالا، اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار اس نے سمیٹ لئے جب مسلمانوں کو مکمل فتح ہو گئی (اور خالد بن ولیدؓ لشکر کو معلوم ہوا کہ اس مددی یمنی کے پاس رومی کا بڑا قیمتی سلب موجود ہے) تو خالدؓ نے اسکے پاس آدمی بھیج کر بعض حصہ سلب کا اس سے لے لیا، (اس یمنی نے کچھ نہیں کہا لیکن عوفؓ کو اس پر ناگواری ہوئی چنانچہ عوفؓ کہتے ہیں کہ) میں خالد بن الولیدؓ کے پاس گیا، اور ان سے اس سلسلہ میں بات کی اور یہ کہ سلب تو قاتل کیلئے ہوا کرتا ہے، آپ کو معلوم نہیں حضور ﷺ کا فیصلہ، حضرت خالد بن الولیدؓ نے فرمایا کہ ہاں معلوم ہے لیکن میں نے اس سلب کی مقدار کو بہت کثیر سمجھا اس لئے اس میں سے کچھ لے لیا، اور سارا اس کو دینا مناسب نہیں سمجھا۔ فُلْتُ: لَتَرَوْنَهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأَعْرِضَنَّا عَنْكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عوفؓ کہتے ہیں: میں نے خالدؓ سے کہا یا تو آپ اس سلب کو ضرور بالضرور اسکی طرف لوٹا دیں ورنہ میں آپ کو اس کا مزا چکھاؤں گا، حضور ﷺ کے پاس جا کر، حضرت خالدؓ نے عوفؓ کے اس کہنے کی پرواہ نہیں کی اور دینے سے انکار کر دیا، عوفؓ کہتے ہیں: جب ہم حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے آپ سے مددی کا پورا قصہ بیان کیا، یعنی اس کا کارنامہ، اور جو کچھ خالدؓ نے اس کیساتھ کیا تھا وہ بھی حضور ﷺ سے بیان کیا، حضور ﷺ نے پوچھا خالدؓ سے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے اس سلب کو بہت زائد سمجھا، حضور ﷺ نے فرمایا: ابے خالد! جو کچھ تم نے ان سے لیا وہ سب لوٹا دو، حضرت خالدؓ نے حضور ﷺ کے حکم کی فوراً تعمیل کر دی عوفؓ کہتے ہیں: میں نے اس پر خالدؓ سے کہا: فَوَلَّكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ؟ کہ اے خالدؓ لے، یعنی اس چیز کو جسکا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا، اور آگے یہ بھی کہا، دیکھ کیا میں نے جو تجھ سے کہا تھا اسے پورا نہیں کر دیا، حضرت خالدؓ تو کچھ نہیں بولے مگر حضور ﷺ نے پوچھا عوفؓ سے کہ یہ کیا بات تم کہہ رہے ہو، عوفؓ کہتے ہیں میں نے (بڑی خوشی خوشی) حضور ﷺ کو ساری بات بتلا دی (یہ یوں سمجھ رہے تھے کہ میں نے بڑا اچھا کام کیا، ایک حقدار کو اسکا حق پہنچانے کی کوشش کی، اور یہ نہ سوچا کہ امیر کی اطاعت اور اسکا احترام بھی بہت ضروری ہے) اس پر حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے عوفؓ پر (یعنی مجھ پر کیونکہ راوی وہی ہیں) اور اب حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اے خالدؓ اب مت لوٹانا اس پر، گویا آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا اور آپ ﷺ نے عوفؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: هَلْ أَنتُمْ نَارٌ كُونُ لِي أَمْ رَاحِي؟ لَكُمْ صَفْوَةٌ أَمْ رِهْمُ وَعَلَيْهِمْ كَذِبٌ؟ تم میرے امراء کو چھوڑو گے کہ نہیں؟ یعنی چھوڑ دینا چاہئے ان پر نقد نہیں کرنا چاہئے، انکی صاف بات اور انصاف والا معاملہ تمہارے حق میں مفید ہے ہی، اور ان کا گدلا معاملہ ان پر ہو گا اس کا وبال (تم ان کی اصلاح کیوں کرتے ہو)۔

دیکھئے! حضرت عوف بن مالک اشجعی نے اپنا یہ واقعہ جس پر حضور ﷺ ان سے ناراض بھی ہوئے اور ان پر ڈانٹ بھی پڑی لیکن وہ اس واقعہ کو خود بڑی رغبت کیساتھ تفصیل سے بیان کر رہے ہیں، یہ ان صحابیؓ کی کمال دیانت فی السقل ہے کہ جو واقعہ حضور ﷺ کے سامنے پیش آیا خواہ وہ اپنے خلاف ہی ہو اس کو لوگوں سے بیان کرنا ہے ضرور، اور عوفؓ ہی کیا تمام صحابہ کا یہی حال تھا، حدیث کی کتابوں میں اس کے اور بھی نظائر ہیں، اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت دیکھ لی جائے، ظاہر ہے، اس

حدیث سے ایک یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سلب کی تخمیس نہیں کیجائیگی اس لئے کہ حضور ﷺ نے پورے سلب کا فیصلہ قاتل کیلئے فرمایا تھا بلا تخمیس کے، چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف اگلے باب میں بیان کر رہے ہیں اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، والحدیث أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۱۴۹۔ بَابُ فِي السَّلْبِ لَا يَخْتَمَسُ

مقتول کا پورا سامان غازی کو ملے گا اور اس میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا جائے گا

۲۷۲۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «قَضَى بِالسَّلْبِ لِلْقَاتِلِ، وَلَمْ يَخْتَمَسِ السَّلْبُ».

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مقتول کے سامان کے بارے میں فرمایا کہ اس کا سامان اس کے قاتل کو ملے گا اور آپ ﷺ نے اس سامان میں سے پانچواں حصہ نہیں نکالا۔
صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۳) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۱) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۶/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۸/۶)

شرح الحدیث: اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: تخمیس سلب کا مسئلہ بھی اختلافی ہے، مصنفؒ نے تو ترجمہ الباب میں تخمیس کی نفی کی ہے امام شافعیؒ اور احمدؒ کا مسلک یہی ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بھی یہی ہے کہ اس کی تخمیس نہیں کی جائیگی الا ان قید الامام یعنی مگر یہ کہ امام اعلان کے وقت قید لگا دے تخمیس کی، مثلاً وہ یوں اعلان کرے من قتل قتیلًا فلہ سلبہ بعد التخمیس تو پھر اس صورت میں ہمارے یہاں اس کی تخمیس ہوگی، حافظؒ نے امام مالکؒ سے تخمیس سلب کے مسئلہ میں تخیر نقل کی ہے، یعنی یہ کہ امام کو اختیار ہے تخمیس اور عدم تخمیس کا، اس باب کے تحت میں مصنف نے اوپر والی حدیث ہی ذکر کی ہے۔

۱۵۰۔ بَابُ مَنْ أَجَازَ عَلَى جَرِيحٍ مُتَّخِنٍ يُنْقَلُ مِنْ سَلْبِهِ

انتہائی زخمی مشرک کے کام تمام کرنے والے کو بھی اسکے سامان میں سے بطور انعام کچھ ملے گا

ترجمہ الباب کی شرح: اس ترجمہ الباب کی شرح اور جو مصنفؒ فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر یہ صورت پیش آئے کہ کسی کافر کو اولاً ایک مجاہد صرف زخمی کر دے، دوسرا غازی آکر اس کا کام تمام کر دے تو اس صورت میں سلب کس کیلئے ہوگا، آیا من اجاز کیلئے یا پہلے شخص کیلئے؟ اس میں مذاہب ائمہ ان شاء اللہ تعالیٰ..... اس طرح ہیں کہ امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک سلب

اول ہی کیلئے ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا مدار نوعیت جرح پر ہے اگر اول حملہ کرنے والے نے اس کا فر کو بالکل معذور اور نکما کر دیا تب تو سلب اول ہی کیلئے ہوگا ورنہ آخر کیلئے، موعند مالک علی رأی الإمام (من حاشیة الشیخ علی البذل^①)۔

۲۷۲۲- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «نَقَلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَدْرَسُ يَسِيفٌ أَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتْلَهُ».

عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن مجھے ابو جہل کی تلوار بطور نفل کے دی عبد اللہ بن مسعود نے ابو جہل کو قتل کیا تھا۔

شرح الحدیث من حیث الفقہ ومذاهب الأئمة: حضرت عبد اللہ بن مسعود فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ کو ابو جہل کی تلوار، جنگ بدر میں، بطور انعام و حصہ زائدہ کے عطا فرمائی، راوی کہتا ہے، اس لئے کہ عبد اللہ بن مسعود نے اس کو قتل کیا تھا، حضرت عبد اللہ کے ابو جہل کو قتل کرنے کا ذکر چند باب پہلے گزر چکا، جس میں یہ تھا کہ اولاً میں نے اس پر تلوار چلائی مگر اس تلوار نے کام نہ کیا تو پھر میں نے ابو جہل ہی کی تلوار سے اس کا کام تمام کیا۔

یہ حدیث بظاہر امام شافعی و احمد کے خلاف ہے جیسا کہ مذاہب مذکورہ کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے تو اس کا جواب شافعیہ کی طرف سے امام بیہقی نے یہ دیا کہ یہ واقعہ بدر کا ہے اور غنائم بدر کا مسئلہ جداگانہ ہے، غنائم بدر کا کامل و مکمل اختیار حضور ﷺ کو تھا نص قرآنی کی وجہ سے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ^②، یہ آیت غنائم بدر ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ ابو داؤد ہی میں آگے چل کر اسکی تصریح آئے گی باب فی الثقل میں۔

اسکے بعد سمجھئے کہ یہ حدیث حنفیہ کے ایک حیثیت سے خلاف ہے اور ایک حیثیت سے ان کے موافق، ترجمہ الباب والے مسئلہ کے لحاظ سے تو یہ ہمارے خلاف ہے، اس کا جواب تو یہی ہو جائے گا جو ابھی بیہقی نے دیا، اور دوسرا مسئلہ اس میں یہ ہے جس کو ہم کہہ رہے ہیں کہ اس میں یہ ہمارے موافق ہے کہ حنفیہ و مالکیہ کا مسلک سلب کے بارے میں یہ گزرا ہے کہ سلب مقتول کا قاتل کیلئے ہونا بطریق استحقاق نہیں بلکہ بطریق تنفیل ہے، یعنی امام کے فیصلہ پر موقوف ہے، تو یہ حدیث اس مسئلہ میں ہمارے موافق اس حیثیت سے ہے کہ دیکھئے صحیح بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے معاذ بن عمرو اور معاذ بن عمرو بن الجموح ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا: کِلَا كَمَا قَتَلْتُهُ کہ بے شک تم دونوں ہی نے اسکو قتل کیا ہے لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے سلب کا فیصلہ معاذ بن عمرو بن الجموح کے لئے فرمایا، اگر سلب کا مدار امام کی عطا پر نہ ہوتا تو پھر وہ سلب

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۳۱۴

② تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا (سورۃ الأنفال ۱)

③ فی باب من لم یجتہد فی الأسلاب من کتاب فرض الخمس برقم الحدیث ۲۹۷۲۔

دونوں کو ملنا چاہئے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۵۱۔ بَابُ فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ

جو شخص مال غنیمت کے تقسیم ہونے کے بعد پہنچے اس کو حصہ نہیں ملے گا۔ یہاں سے سہام غنیمت اور ان کے مستحقین کے ابواب شروع ہوتے ہیں، مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ جو شخص تقسیم غنیمت کے بعد میدان جہاد میں پہنچے اس کیلئے سہم غنیمت نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ اس طرح ہیں کہ جمہور علماء ومنہم الأئمة الثلاث کے نزدیک سہم غنیمت کا مدار قتال اور انقضاء قتال پر ہے لہذا جو شخص قتال کے دوران وہاں پہنچ جائے گا اس کیلئے سہم غنیمت ہوگا، اور جو انقضاء قتال کے بعد پہنچے گا اس کیلئے نہیں ہوگا، اور حنفیہ کے نزدیک اس کا مدار احرار اور قسمة پر ہے احرار یعنی مال غنیمت کو سمیٹ کر دارالاسلام منتقل کر لینا، تو جو شخص احرار سے پہلے پہنچے گا اور ایسے ہی تقسیم سے بھی پہلے، یعنی ابھی تک مال غنیمت دارالحرب ہی میں ہے اور تقسیم بھی نہیں ہوئی ہے تب تو مستحق غنیمت ہوگا اگرچہ انقضاء قتال ہو چکا ہو اور اگر بعد الاحرار پہنچایا قبل الاحرار لیکن بعد تقسیم الغنیمہ تو ان دونوں صورتوں میں مستحق غنیمت نہ ہوگا، اس کے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۲۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عَنبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدٍ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قَبْلَ نَجْدٍ، فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَبْرٍ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا، وَإِنَّ حُرْمَةَ خَيْلِهِمْ لَيْفٌ، فَقَالَ أَبَانُ: أَقْسِمُ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: لَا تَقْسِمُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَبَانُ: أَنْتَ بِهَا يَا وَبُرُّ مُحَمَّدٍ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ خَالٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْلِسْ يَا أَبَانُ»، وَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت سعید بن عاصؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابان بن سعید بن العاصؓ کو مدینہ منورہ سے نجد کی جانب ایک لشکر کا سردار بنا کر روانہ فرمایا۔ پھر ابان بن سعید اور ان کے ساتھی آپ ﷺ کی خدمت میں واپس گئے جب آپ ﷺ قلعہ (خیبر) فتح فرما چکے تھے اور ان کے گھوڑوں کی بیٹی کھجور کی چھال کی تھی۔ ابان نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں بھی مال غنیمت کی تقسیم میں حصہ دیجئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان لوگوں کیلئے تقسیم میں حصہ نہ نکالئے ابان نے کہا کہ اے وبریہ بات کہہ رہے ہو (دو ایک قسم کا جانور ہوتا ہے جو کہ بلی جیسا ہوتا ہے یہ لفظ طنز کے طور پر کہا) جو ہمارے پاس جنگلی بیری سے ابھی نیچے اتر کر آیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابان! بیٹھو پھر آپ ﷺ نے ابان کو اور ان کے ساتھیوں کو حصہ نہ دیا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۶۷۲) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۹۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۳)

تخریج

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے آپ ﷺ نے ابان بن سعیدؓ کو ایک سریہ پر امیر بنا کر مدینہ منورہ سے نجد کی جانب بھیجا (اس اثناء میں حضور ﷺ اور صحابہ خیبر کو فتح کرنے کیلئے وہاں پہنچ چکے تھے) ابان بن سعیدؓ اور ان کے اصحاب جو لوٹے تو سیدھے خیبر پہنچے جب کہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد روایت میں ہے: وَإِنَّ حُرْمَةَ خَيْبَلَهُمْ لَيْفٌ، حَزَمَ جَمْعُ حَزَامٍ يَتْنِي، اور لیف کھجور کے درخت کی جھال، یعنی ان آنے والوں کے گھوڑوں کے کمر کے پٹکے کھجور کی جھال کے تھے، ممکن ہے راوی کی غرض اس سے ان کا تقریباً بیان کرنا ہو، اور ہو سکتا ہے اس سے مقصود محض بیان واقع ہو، اب صورت حال یہ پیش آئی کہ ابانؓ نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! غنیمت خیبر میں ہمارا بھی حصہ لگائیے گا، ابوہریرہؓ جو راوی حدیث ہیں وہ کہتے ہیں، میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا تو میں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں کا حصہ نہ لگائیے (اس پر ابانؓ کو ظاہر ہے کہ ناگواری ہوئی ہو) پس ابانؓ نے کہا: أَنْتَ بِهَا يَا وَبُرُّ مُحَمَّدٍ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ ضَالٍ ابَانٌ نے حضرت ابوہریرہؓ کو جل کر یوں کہا اے گھونس! تو یہ بات کہہ رہا ہے، أَنْتَ بِهَا أَيْ أَنْتَ تَقُولُ بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ، انہوں نے ابوہریرہؓ کو وہر تحقیر آکھا ہے (وہر ہماری زبان کے اعتبار سے مؤنث ہے اسلئے آگے ترجمہ اسی کے مطابق ہے) جو اتر آئی ہے ہمارے پاس کسی جنگل سے، ضال کی تفسیر امام بخاریؒ نے السدر البدی کے ساتھ کی ہے، یعنی جنگل بیری اس پر حضور ﷺ نے ابانؓ سے یہ فرمایا: بیٹھ جا اے ابان، یعنی لڑمت، آگے راوی کہتا ہے، حضور ﷺ نے ان لوگوں کا مال غنیمت میں حصہ نہیں لگایا تھا۔

حدیث کی توجیہ حنفیہ کی طرف سے: یہ حدیث بظاہر جمہور کے موافق اور حنفیہ کے خلاف ہے، اسلئے کہ مال غنیمت کا نہ ابھی تک احراز ہوا تھا اور نہ وہ تقسیم ہوا تھا، لیکن انقضاء قتال ہو چکا تھا، اس کا جواب حنفیہ کی طرف سے بعض حضرات نے یہ دیا ہے کہ جب خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تو یہ سمجھو کہ وہ دارالاسلام ہی ہو گیا تھا، لہذا احراز غنیمت پایا گیا۔

اس حدیث کے دوسرے طریق (یعنی آئندہ حدیث برقم ۲۷۲۴) میں مضمون اس کے برعکس ہے، اس میں اس طرح ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرِ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلَنِي أَنْ يُسْهِمَ لِي، فَتَكَلَّمْتُ الْح-

۲۷۲۴ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، فَحَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَةَ بْنَ سَعِيدٍ الْقُرَشِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرِ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلَنِي أَنْ يُسْهِمَ لِي، فَتَكَلَّمْتُ بَعْضُ وَلَدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا تُسْهِمُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: فَقُلْتُ: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقِلٍ، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ: «يَا عَجَبًا لَوْ بَرَّ قَدْ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُومِ ضَالٍ يُعَذِّبُنِي بِقَتْلِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيَّ، وَلَمْ يُهَيِّ عَلَى يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَؤُلَاءِ كَانُوا أَمْخُو عَشْرَةَ فَقُتِلَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَرَجَعَ مَنْ بَقِيَ».

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور رسول کریم ﷺ خیبر میں تھے جب

ترجمہ

آپ ﷺ نے اس کو فتح کیا تھا۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا: میرا بھی حصہ دیجئے تو سعید بن العاص کے لڑکوں میں سے ایک لڑکے (ابان بن سعید) نے کہا کہ اے رسول اللہ! اسکو ہر گز حصہ نہ دیں۔ میں نے کہا کہ یہی شخص ابن قو قل کا قاتل ہے۔ سعید بن العاص نے کہا کہ ہم کو ایک در (جانور) پر حیرت ہے کہ جو ہمارے پاس جنگلی بیری سے اتر کر آیا ہے جو کہ مجھ کو ایک مسلمان کے قتل پر عار دلاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے ہاتھ پر عزت دی اور اس نے مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۶۷۲) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۹۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۴)

شرح الحدیث:

ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: میں اسلام لانے کی غرض سے مدینہ آیا، وہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تو غزوہ خیبر میں تشریف لے گئے، میں وہاں پہنچا جبکہ آپ ﷺ اس کو فتح کر چکے تھے، میں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرا بھی حصہ لگائیے گا، تو اس پر ابان بن سعیدؓ بولا: یا رسول اللہ! ابو ہریرہؓ کا حصہ مت لگائے گا، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: میں نے اس کی جوابی کاروائی میں حضور ﷺ سے عرض کیا: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقُلٍ کہ یا رسول اللہ! ابان تو نعمان بن قو قل صحابی کا قاتل ہے یعنی یہ بڑا غلط آدمی ہے، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، یہاں پر روایت میں سعید بن العاصؓ ہی ہے لیکن سیاق روایت کا تقاضا یہ ہے کہ ابان بن سعیدؓ ہونا چاہئے، جب ابو ہریرہؓ نے ابانؓ کو ایک صحابی کا قاتل قرار دیا، اور ان پر قتل کا الزام لگایا تو اس کے جواب میں ابانؓ نے کہا کہ تعجب ہے اس گھونس سے جو ہمارے پاس کسی جنگلی بیری سے اتر آئی کہ مجھے عار دار رہا ہے ایک مسلمان آدمی کے قتل کے ساتھ، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے ہاتھوں عزت بخشی (کہ میری وجہ سے اس کو مرتبہ شہادت ملا) اور مجھ کو اس کے ہاتھوں ذلیل اور رسوا نہیں کیا۔

ان دونوں روایتوں کے مضمون میں جو فرق ہے سوال و جواب کی ترتیب کے اعتبار سے اس کا جواب بعض محدثین جیسے امام ذہبیؒ نے تو اس طرح دیا کہ پہلی روایت کو رائج اور دوسری کو مرجوح قرار دیا، اور بعضوں نے جمع بین الروایتیں اس طرح کیا کہ ہو سکتا ہے دونوں باتیں پائی گئی ہوں، ابو ہریرہؓ کی طلب پر ابانؓ نے یہ کہا، اور ابانؓ کی طلب پر ابو ہریرہؓ نے یہ کہا، حدیث الباب الأول أخرجه البخاری تعليقاً، والثاني أخرجه البخاری (مسند) قاله المنذرى.

۲۷۲۵ -

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: "قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا - وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لَمْ يَشْهَدْ مَعَهُ إِلَّا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا جَعْفَرٌ وَأَصْحَابُهُ فَأَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ.

ترجمہ:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ یمن سے آئے اور ہم رسول کریم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب آپ ﷺ نے خیبر (قلعہ) فتح فرمایا تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو غزوہ خیبر کے (مال) غنیمت میں حصہ عطا فرمایا کہا کہ ہمیں کچھ عطا فرمایا اور اس میں سے کسی ایسے شخص کیلئے حصہ نہ نکالا جو اس وقت حاضر نہ تھا۔ سوائے اسکے جو کہ

آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھا البتہ ہماری کشتی کے لوگوں یعنی حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں کو دیگر مجاہدین کے ساتھ حصہ عطا فرمایا۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۷) صحیح البخاری - المناقب (۳۶۶۳) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۹۰)
صحیح البخاری - المغازی (۳۹۹۲) صحیح مسلم - فضائل الصحابة (۲۵۰۳) جامع الترمذی - السید (۱۵۵۹) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۵)

شرح الحدیث: ابو موسیٰ اشعریؓ اصحاب الجہاد میں سے ہیں، ان کی ہجرت ثانیہ حبشہ سے جو مدینہ منورہ کی طرف ہوئی اس کا حال بیان فرما رہے ہیں اور چونکہ مدینہ اور حبشہ کے درمیان سمندر ہے کشتی سے آنا جانا ہوتا ہے اسلئے انکو اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب السفینہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ وہ فرما رہے ہیں کہ جب ہم حبشہ سے آئے ظاہر ہے کہ اولاً مدینہ پہنچے ہوں گے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ ﷺ تو فتح خیبر میں مشغول ہیں تو یہ بھی ابو ہریرہؓ کی طرح وہیں پہنچ گئے، ابو موسیٰؓ فرما رہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم سب ساتھیوں کا خیبر کی غنیمت میں حصہ لگایا، اور ہمارے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتح خیبر کے وقت موجود نہ ہو اور اس کا حصہ آپ ﷺ نے لگایا ہو، اصحاب سفینہ میں وہ جعفر بن ابی طالبؓ کا نام بھی لے رہے ہیں۔

یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ابو ہریرہؓ اور ابان بن سعیدؓ کیلئے خیبر کی غنیمت میں حصہ نہیں لگایا اور اصحاب سفینہ کیلئے حصہ لگایا جبکہ دونوں کی نوعیت ایک ہے، اس کا جواب سننے سے پہلے یہ سمجھئے کہ ابو ہریرہؓ اور ابانؓ کے ساتھ جو معاملہ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جمہور کے مسلک کے موافق تھا اور حنفیہ کے مسلک کے خلاف تھا، اور اصحاب سفینہ کے ساتھ جو معاملہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ حنفیہ کے مسلک کے تو مطابق ہے لیکن جمہور کے خلاف ہے، ہمارے موافق اس لئے ہے کہ مال غنیمت کا نہ ابھی تک احراز ہوا تھا اور نہ وہ تقسیم ہوا تھا، اور اس صورت میں ہمارے یہاں اسہام ہوتا ہے، لہذا آپ ﷺ کا یہ معاملہ اصحاب سفینہ کے ساتھ حنفیہ کے تو اصول کے مطابق ہے جمہور کے البتہ خلاف ہے، لیکن چونکہ حنفیہ پہلی حدیث میں یعنی ابو ہریرہؓ کے قصہ میں یہ کہہ چکے ہیں اشکال سے بچنے کیلئے کہ وہاں احراز ہو گیا تھا اسی لئے آپ ﷺ نے ان کا حصہ نہیں لگایا کما تقدم منا آنفاً، اب اس جواب کی رو سے اصحاب سفینہ کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ ہمارے مسلک کے خلاف ہو جاتا ہے، اس توضیح کے جاننے کے بعد اب اصل اشکال کا جواب سنئے، یعنی دونوں قصوں میں وجہ فرق، وہ وجہ فرق علماء نے احتمالاً یہ بیان کی ہے کہ ممکن ہے اصحاب سفینہ کا اسہام برضا لغامین ہو، یا اصل غنیمت سے نہ ہو بلکہ خمس سے ہو جو بیت المال کیلئے ہوتا ہے، دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے: لعل اصحاب السفینہ بلغوا قبل تمام الفتح، یعنی اس وقت تک کامل طور پر فتح نہیں ہوئی تھی، بخلاف ابو ہریرہؓ کے کہ ان کے پہنچنے تک کامل فتح ہو چکی تھی، (وهذا التوجيه الأخير من قبل الجمهور دون الحنفية) والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی مختصراً أو مطولاً، قاله المنذرى.

۲۷۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْقَدَارِيُّ، عَنْ كَلْبِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ هَانِئِ بْنِ قَيْسٍ،

عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ - يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ - فَقَالَ: «إِنَّ عُمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللَّهِ، وَإِنِّي أَبَايَ لَهُ». فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمِهِ، وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرُهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ خطبہ دینے کیلئے غزوہ بدر کے دن کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمانؓ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کے کام کیلئے گئے ہیں اور میں ان کی جانب سے بیعت کرتا ہوں۔ پھر رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کیلئے حصہ مقرر فرمایا یعنی مال غنیمت میں سے اور حضرت عثمانؓ کے علاوہ کسی غیر حاضر شخص کیلئے حصہ مقرر نہیں فرمایا۔

شرح الحدیث: ابن عمرؓ فرما رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے یوم بدر میں تقسیم غنیمت سے پہلے کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ بیشک عثمانؓ اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں، اور میں ان کو بیعت کرتا ہوں، یعنی آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر بیعت کے طریقہ پر ہاتھ سے ہاتھ ملایا، اور پھر غنائم بدر کو تقسیم فرمایا اور باقاعدہ حضرت عثمانؓ کا بھی اس میں حصہ لگایا۔

حضرت عثمانؓ کو آپ ﷺ نے ان کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کیلئے مدینہ ہی میں چھوڑ دیا تھا، یہی مراد ہے آپ ﷺ کی اس سے کہ ”وہ اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہوئے ہیں“، چنانچہ فقہاء نے اسی واقعہ سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ اگر کوئی شخص جہاد میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ اس کو امام نے امور مسلمین میں سے کسی امر میں لگا رکھا ہے، تو اس کا مال غنیمت میں حصہ ہو گا۔

آگے روایت میں یہ ہے، راوی کہہ رہا ہے کہ آپ ﷺ نے عثمانؓ کے علاوہ کسی ایسے شخص کا اس غنیمت میں حصہ نہیں لگایا جو جنگ میں شریک نہ ہوا ہو، اس پر حضرتؓ نے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ یہ بات راوی اپنے علم کے اعتبار سے کہہ رہا ہے ورنہ بعض اشخاص اور بھی ایسے ہیں جن کا حصہ لگا ہے۔^①

اس روایت پر یہ اشکال ہے کہ جنگ بدر میں بیعت کا قصہ کہاں پیش آیا، وہ تو غزوہ حدیبیہ میں پیش آیا تھا جس کو بیعة الرضوان کہتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ غالباً یہ کسی راوی کا وہم ہے (کذا فی العون^② ولم يتعرض له فی البذل)۔

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۲ ص ۳۲۴

② عون المعبود علی سنن ابی داؤد - ج ۷ ص ۳۹۷

۱۵۲۔ بَابُ فِي الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يُحْذَرَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ

عورت اور غلام کو مال غنیمت میں سے کچھ معمولی سی چیز دے دینا

اس باب کا تعلق مواضع تقسیم غنیمت سے ہے، اس کا کلی اور جامع باب تو آگے آئے گا باب فی مواضع قسم الغنیمۃ، یہ اس جامع باب کی ایک کڑی ہے، وہ یہ کہ عورت اور عبد اگر جہاد میں شرکت کرتے ہیں تو ان کیلئے سہم غنیمت ہو گا یا نہیں؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک ذکورۃ اور حریت سہم غنیمت کے شرائط میں سے ہے، لہذا ان دونوں کا باقاعدہ حصہ نہ ہو گا، لیکن حذوہ یعنی بخشش اور عطیہ کے طور پر کوئی معمولی چیز ان کو دیدی جائے گی، اس معمولی چیز کو حذوہ اور صخ دونوں سے تعبیر کرتے ہیں مرآۃ اور عبد کیلئے رضح کا ہونا ائمہ ثلاث کے نزدیک ہے، امام مالکؒ اسکے بھی قائل ہیں، اصل مسئلہ میں امام اوزاعیؒ اور حسن بن صالح کا اختلاف ہے، اوزاعیؒ کا صرف مرآۃ کے بارے میں، اور حسن بن صالح کا صرف عبد کے بارے میں، یہ دونوں حصے کے قائل ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک عبد سے عبد غیر ماذون مراد ہے جس کیلئے حصہ نہیں بخلاف العبد الماذون فانہ فی حکم الحر فی هذه المسئلة، ترجمۃ الباب میں لفظ یحذران مضارع مجہول کا صیغہ ہے احدی یحذی احدا سے، جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں خاص کر مال غنیمت سے۔

۲۷۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَرَارِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزٍ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ وَعَنِ الْمُعْلُوكِ آلَ فِي الْقِيَاءِ شَيْءٌ؟ وَعَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يُخْرَجْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ لَهُنَّ نَصِيبٌ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ الْمُحْمُوقَةُ مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ، أَمَّا الْمُعْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى، وَأَمَّا النِّسَاءُ فَقَدْ كُنَّ يُدَاوِينَ الْجُرْحَى وَيَسْقُونَ الْمَاءَ».

ترجمہ: حضرت یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف لکھا اور ان سے بہت سی چیزیں دریافت کیں اور یہ بھی معلوم کیا کہ اگر غلام جہاد میں شریک ہو تو اسکو بھی کچھ حصہ ملے گا (یا نہیں؟) اور خواتین بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں جایا کرتی تھیں کیا انکو بھی حصہ دیا جاتا تھا یا نہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: اگر مجھ کو اس چیز کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ بے وقوفی کرے گا تو میں ان کو جواب تحریر نہ کرتا۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے جواب تحریر کیا کہ غلام کو بطور انعام کچھ دے دیا جاتا تھا اور خواتین زخمیوں کا علاج کرتیں اور ان کو پانی پلاتی تھیں۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۱۲) جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۷) مسند احمد

- من مسند بنی ہاشم (۲۲۴/۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۰۸/۱)

شرح الحدیث: نجدہ حروری رئیس الخوارج نے ابن عباسؓ سے چند مسائل دریافت کئے جن میں ایک سوال مملوک کے بارے میں تھا کہ اس کا مال غنیمت میں حصہ ہے یا نہیں، اور دوسرا سوال نساء سے متعلق تھا کہ کیا وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں

جہاد کیلئے نکلتی تھیں، اور کیا ان کیلئے باقاعدہ حصہ ہوتا تھا؟ تو اسکے سوال پر ابن عباسؓ فرماتے گئے: لَوْلَا اَنْ يَأْتِيَ اُخْمُوْقَةُ مَا كُنْتُ اِلَيْهِۙ کہ اگر مجھ کو اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ نہ معلوم وہ کیا حماقت کر بیٹھے گا تو میں اسکی طرف جواب نہ لکھتا، بظاہر ابن عباسؓ اس نجدہ کے فاسد العقیدہ ہونے پر اظہار نفرت فرما رہے ہیں، مگر چونکہ دینی مسئلہ کی بات ہے اس لئے مجبوراً لکھنی پڑی ہے، بہر حال انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہاں مملوک کو بخشش کے طور پر کچھ دے دیا جاتا تھا، اور عورتیں بھی مجروحین کی تیمار داری اور خدمت کی نیت سے جہاد میں جاتی تھیں۔

۲۷۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْقُبُ الْوَهْبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزٍ، قَالَ: كَتَبَ تَجْدَةُ الْحُرَوْرِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَشْهَدْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَهَلْ كَانَ يُضْرَبُ هُنَّ بِسَهْمٍ؟ قَالَ: فَأَنَا كَتَبْتُ كِتَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى تَجْدَةَ: «قَدْ كُنَّ يَخْضَرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ هُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا، وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ هُنَّ».

حضرت یزید بن ہریر سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباسؓ کو لکھ کر یہ دریافت کیا کہ دور نبوی ﷺ میں خواتین جہاد میں جاتی تھیں اور کیا ان کو حصہ بھی ملتا تھا؟ میں نے حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے اس کا جواب تحریر کیا کہ دور نبوی ﷺ میں خواتین جہاد میں شریک ہوتی تھیں لیکن ان کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کو بطور انعام کچھ مل جاتا تھا۔

صحیح مسلم - الجہاد والسر (۱۸۱۲) جامع الترمذی - السر (۱۵۵۶) سنن أبی داود - الجہاد (۲۷۲۸) مستدرک أحمد - من مستدرک بیہائم (۱/۲۲۴) مستدرک أحمد - من مستدرک بیہائم (۳۰/۶۱)

٢٧٢٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ قَالَةَ: أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَافِعُ بْنُ سَلَمَةَ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنِي خَشْرَجُ بْنُ زِيَادٍ. عَنْ جَدِّهِ أُمِّ أَبِيهِ أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ، فَبَلَغَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَاهُ النَّضْبَ فَقَالَ: «مَعَ مَنْ خَرَجْتُمْ، وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُمْ؟» فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْنَا نَعْرِضُ الشَّعْرَ وَنُعِينُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَعَادِزُ الْجُرْحَى، وَنُؤَادِلُ الْيَهُودَ وَنُسْقِي السَّوِيقَ. فَقَالَ: «فَمَنْ» . حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ «أَنَّهُمْ لَنَا كَمَا أَنَّهُمْ لِلرِّجَالِ» . قَالَ: قُلْتُ لَهَا: يَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذَلِكَ؟ قَالَتْ: مَمْرًا .

حضرت جسر بن زیاد نے اپنی دادی ام زیادہ اشجیہ سے روایت کیا ہے کہ وہ غزوہ خیبر میں رسول کریم ﷺ

کے ساتھ نکلیں ہم چھ خواتین تھیں۔ ام زیاد کہتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو بلا بھیجا ہم لوگ گئے آپ ﷺ غصہ میں تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئیں اور کس کی اجازت سے آئیں؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم جہاد میں اس لئے آئی ہیں تاکہ اون کاتیں اور اس کے ذریعہ راہ الہی میں امداد پہنچائیں اور ہمارے ساتھ زخمیوں کی دوا ہے اور ہم مجاہدین کو تیر (پکڑا) دیتی ہیں اور ان لوگوں کو ستو گھول کر پیش کرتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے کھڑی ہو جاؤ یہاں تک کہ خیر (کا قلعہ) فتح ہو تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو بھی اس طرح حصہ عنایت فرمایا کہ جس طرح مردوں کو عنایت فرمایا۔ حشر بن زیاد نے کہا کہ ان سے میں نے معلوم کیا (یعنی اپنی دادی سے) وہ کیا حصہ تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ کھجور تھی۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۲۹) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۷۱/۶)

شرح

الحديث:

حشر بن زیاد اپنی دادی ام زیاد الاشجیہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں ہم چھ عورتیں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں نکلیں، حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمیں آدمی بھیج کر بلایا، جب ہم سب آپ کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ آپ ﷺ غصہ میں ہیں، آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا کہ تم کس کے ساتھ نکلی ہو اور کس کی اجازت سے نکلی ہو؟ وہ کہتی ہیں ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نکلی ہیں اس لئے تاکہ اون بانٹیں (الغول بالفارسیۃ بمعنی رشتن، کاتنا) تاکہ وہ جہاد میں کام آئے، اور ہمارے ساتھ دوا ہے مجروحین کیلئے اور تاکہ ہم مجاہدین کو تیر پکڑائیں، اور ان کو ستو وغیرہ پلائیں آپ ﷺ نے ہمارا جواب سن کر فرمایا اچھا کھڑی ہو جاؤ، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر خیبر کو فتح کرا دیا اُنہم لَنَا کَمَا اُسْهَمَ لِلرِّجَالِ کہ آپ ﷺ نے مردوں کی طرح ہمارا بھی غنیمت میں حصہ لگایا۔

یہی حدیث امام اوزاعی کا مستدل ہے، جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد رضح ہے، حشر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ حصہ میں کیا ملا؟ تو انہوں نے کہا: کھجوریں۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۲۷۳۰ -

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ مَوْلَى أَبِي اللَّحْمِ، قَالَ: «شَهِدْتُ حَذِيْرَ مَعَ سَادَتِي، فَكَلَّمُونِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي فَقُلْتُ سَيِّفًا، فَإِذَا أَنَا أَجْرُهُ فَأُخْبِرُ أَيْ مَمْلُوكًا، فَأَمَرَنِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرُفِي الْمَتَاعِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: «كَانَ حَرَمَ اللَّحْمِ عَلَى نَفْسِهِ فُسْوِي أَبِي اللَّحْمِ».

ترجمہ:

مولیٰ ابی اللحم سے روایت ہے کہ میں غزوہ خیبر میں اپنے مالکوں کے ساتھ گیا انہوں نے میرے متعلق رسول کریم ﷺ سے عرض کیا (کہ جہاد میں ان کو ساتھ لے جائیں یا نہیں؟) آپ ﷺ نے اجازت عطا فرمائی اور مجھ کو ہتھیار اٹھا کر چلنے کا حکم فرمایا تو ایک تلوار میری کمر میں لٹکائی گئی جو کہ زمین پر لگتی ہوئی جاتی تھی۔ پھر آپ ﷺ کو معلوم ہوا

کہ میں غلام ہوں تو آپ ﷺ نے مجھ کو گھر کے سامانوں میں سے بطور انعام کچھ عطا فرمایا۔

جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۷) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۳۰) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۵۵) سنن الدارمی - السیر (۲۴۷۵)

شرح الحدیث

عمیر صحابی جو کہ آزاد کردہ غلام ہیں، ایک دوسرے صحابی کے جن کا لقب آبی اللحم مشہور ہے، اور نام میں اختلاف ہے، عبد اللہ یا خلف یا الحویرث الغفاری، ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے: قَالَ أَبُو غَبِيْبٍ: «كَانَ حَزْمَ اللَّحْمِ عَلَى نَفْسِهِ فَسَقَيْتَنِي اللَّحْمَ»، ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ان کو آبی اللحم اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسلام لانے سے قبل جو جانور اصنام کے نام پر ذبح کئے جاتے تھے اس گوشت کو اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا، یعنی اس سے پرہیز کرتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے ساتھ خیبر کی لڑائی میں شریک ہوا، جسکی صورت یہ ہوئی تھی کہ میرے سادات نے میرے بارے میں حضور ﷺ سے یہ بات کی تھی تو آپ نے میرے بارے میں اجازت دیدی تھی، وہ کہتے ہیں کہ میرے گلے میں ایک تلوار ڈال دی گئی (جیسا کہ مجاہدین کے گلے میں ہوتی ہی ہے) تو میں اسے گھسیٹے لیجا رہا تھا، یعنی وہ زمین پر لگتی ہوئی جا رہی تھی (ان کی کم سنی اور قد کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے) آگے کہہ رہے ہیں کہ تقسیم غنیمت کے وقت میرے بارے میں آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ مملوک ہے، پس آپ ﷺ نے میرے لئے گھر کے استعمال کا معمولی سامان دینے کا حکم فرمایا یعنی ہانڈی برتن وغیرہ، الاوانی المنزلیۃ اس سے معلوم ہوا کہ مملوک کیلئے باقاعدہ حصہ نہیں ہوتا، مگر یہاں ایک اشکال ہو گا کہ یہ گو عبد تھے لیکن عبد مازون للقتال تھے جو کہ حنفیہ کے نزدیک فی حکم الحر ہے، اس کا جواب شاید یہ ہو کہ یہ صرف عبد ہی نہیں بلکہ صغیر بھی تھے جیسا کہ ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ» اتمالہم یسہم لہ لصغرة۔
والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۷۳۱ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كُنْتُ أُمِيعُ

أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ»۔

ترجمہ

شرح الحدیث

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے دن میں اپنے ساتھیوں کو ڈول بھر بھر کر پانی پلاتا تھا۔
حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ بدر میں ڈول میں پانی بھر بھر کر اپنے اصحاب کو دیتا تھا بعض نسخوں میں یہ زیادتی ہے: مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ، جابرؓ کے عدم اسہام کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ اس وقت صبی تھے جس کا قرینہ خود روایت میں موجود ہے کہ میں ڈول میں پانی بھر تا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی بھرتے تھے اور پانی کھینچنے والے دوسرے تھے، ماع یجمع مینحاکہ معنی یہی ہیں کہ پانی کے اندر اتر کر اس کو برتن میں بھرنا، ظاہر ہے کہ یہ کام بچہ بھی کر سکتا ہے، ڈول میں بھرنے کے بعد اس کو کھینچنا یہ بڑے کا کام ہو سکتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ بھرنے والے کو مائج اور کھینچنے والے کو ماتج کہتے ہیں، فقد قال الخطابی: المائج هو الذي ينزل إلى أسفل البشر

فیملأ الدلو ويرفعها إلى الماتح وهو الذي ينزع الدلو اه ①

۱۵۳۔ بَابُ فِي الْمُشْرِكِ يُسْهِمُ لَهُ

۴۴ اگر جنگ میں کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ ہو تو اس کو حصہ دیا جائے یا نہیں؟

۲۷۳۲ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَبُخَيْرِيُّ بْنُ مَعِينٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ الْقَضَائِيلِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُبَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ - قَالَتْ يَحْيَى - إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ لَمَاتَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَاتِلٍ مَعَهُ فَقَالَ: «ارْجِعْ». ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: «إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ».

رحمہما اماں عائشہ سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص رسول کریم ﷺ کے ساتھ مل گیا اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر (میدان جنگ میں) لڑتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: واپس ہو جاؤ ہم لوگ مشرک کی امداد نہیں چاہتے۔
صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۱۷) جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۸) جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۸) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۳۲) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۳۲) مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۶/۶۸) مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۶/۱۴۹) سنن الدارمی - السیر (۲۴۹۶)

شرح الحديث: **استعانة بالمشرك من مذاهب ائمه:** یہاں پر دو مسئلے ہیں: ① ایک استعانة بالمشرك جو کہ حدیث الباب میں مذکور ہے یعنی مسلمان کسی مشرک کو اپنے ساتھ جہاد میں لجا سکتے ہیں تاکہ وہ وہاں کام آئے؟ ② اور دوسرا مسئلہ یہ کہ اگر اس کو ساتھ لجا یا گیا تو اس کیلئے غنیمت میں حصہ ہو گا یا نہیں؟ دونوں مسئلے اختلافی ہیں، پہلا مسئلہ جو کہ حدیث الباب میں بھی مذکور ہے **إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ** اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، جواز و عدم جواز، اور حنفیہ کے مطلقاً جواز ہے، اور شافعیہ کے نزدیک جواز بشرطین ہے ایک یہ کہ وہ مسلمانوں کے بارے میں حسن الرائے ہو، دوسرے حاجت الی الاستعانة ②، یعنی ایک تو یہ کہ اس مشرک کے اندر تعصب نہ ہو اور وہ شری نہ ہو، دوسرے یہ کہ واقعی استعانة کی حاجت بھی ہو، حاجت ہی نہ ہو یا تعصب ہو تو پھر جائز نہیں، اور امام مالک کے نزدیک استعانت کا جواز اس صورت میں ہے جبکہ وہ لیجانے والے کے خدام میں ہو، یہ مذاہب تو ہوئے مسئلہ اولیٰ میں، اور رہا دوسرا مسئلہ اسہام کا سوائے شخص کیلئے اسہام صرف امام احمد کے یہاں ہے فی الواقع عندہ، اس لئے کہ ان کے نزدیک اسلام شرائط اسہام میں سے نہیں بلکہ صرف یہ چار چیزیں ہیں

① معالم السنن - ج ۲ ص ۳۰۷

② فقد ترجم النووي (باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر إلا لحاجة) (أو كونه حسن الرأي في المسلمين) عَنْ عَائِشَةَ، رَوَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّمَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلَ بَدْرٍ، فَلَمَّا كَانَ بِحَرْقَةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ قَدْ كَانَ يُدْكَرُ مِنْهُ جُزْأَةٌ وَنَجْدَةٌ، فَقَرَعَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتُ لَأَتَّبِعَكَ، وَأَصِيبَ مَعَكَ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ مِنْ بَالِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْجِعْ، فَلَنْ أَتَّعِينَ بِمُشْرِكٍ». (صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر ۱۸۱۷ والنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۲ ص ۱۹۸)

بلوغ، عقل، حریت، ذکورہ، کما فی الأوجز^۱، اور عند الجمهور ومنہم الأئمة الثلاثة اس کیلئے سہم غنیمت نہیں ہے، اور مسئلہ اولیٰ میں حنفیہ کی دلیل وہ ہے جو اسی کتاب میں باب فی تضمین العاریۃ میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ خنین میں استعانت فرمائی تھی صفوان بن امیہ سے استعارۃ اسلحہ کے ساتھ ان کے اسلام لانے سے پہلے^۲، وحديث الباب أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ، قالہ المنذری۔

۱۵۴۔ باب فی شہمان الخیل

گھوڑے کے لئے حصہ کا بیان

سہم خیل پر توب کا اتفاق ہے کہ گھوڑے کا باقاعدہ حصہ مال غنیمت میں ہوتا ہے لیکن اسکی مقدار میں اختلاف ہے ائمہ خمسہ یعنی ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک فرس کے لئے دو سہم ہیں، لہذا فرس اور فارس دونوں کو ملا کر تین حصے ہوئے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرس کیلئے سہم واحد ہے، لہذا فارس کے دو حصے ہوں گے ایک اس کا اور ایک اس کے فرس کا۔

۲۷۳۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَشْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ".

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سوار کو تین حصہ دلوائے ایک اس کا اپنا حصہ اور دو حصہ اس کے گھوڑے کے لئے۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۰۸) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۸۸) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۶۲) جامع الترمذی - السیر (۱۵۵۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۳۳) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۵۴) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۶۲/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۷۲/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۸۰/۲) سنن الدارمی - السیر (۲۴۷۲)

شرح الحدیث: یہ حدیث ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل ہے، اور امام صاحب کی دلیل آئندہ باب میں آرہی ہے، جس پر مصنف نے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے، اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب کا واقعہ ہے؟ ہو سکتا ہے کہ خیبر سے پہلے کا واقعہ ہو، لہذا منسوخ ہے، اور امام صاحب کی دلیل یعنی مجمع بن جاریہ انصاری کی حدیث وہ غنائم خیبر کی ہے، نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ان تین میں ایک سہم بطور تفیل کے ہو، اوکانت القسمة اذ ذلک مفوضۃ الی راہی الإمام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۷۳۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُسْعُودِ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ:

۱۔ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۹ ص ۱۳۶-۱۳۷

۲۔ سنن ابی داؤد - کتاب الإجارة - باب فی تضمین العور ۳۵۶۳، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۵ ص ۲۴۰

«أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَقَرٍ، وَمَعَنَا فَرَسٌ فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ مِثْلَهُمَا، وَأَعْطَى الْفَرَسَ سَهْمَيْنِ».

ترجمہ: حضرت ابو عمرہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ہم چار افراد رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے پاس ایک گھوڑا تھا آپ ﷺ نے ہم لوگوں میں سے ہر ایک شخص کو ایک حصہ عطا فرمایا اور گھوڑے کو دو حصے دیئے۔

۲۷۳۵- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْمُتَشَعُّودِيُّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ يَمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «ثَلَاثَةُ نَقَرٍ» زَادَ «فَكَانَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَشْهُمٍ».

ترجمہ: حضرت ابی عمرہ گزشتہ روایت کی طرح روایت کرتے ہیں لیکن اس روایت میں اس طرح ہے کہ ہم تین افراد تھے اور گھوڑے سوار شخص کے لئے تین حصہ تھے۔

سنن ابي داود - الجهاد (۲۷۳۴) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۳۸/۴)

۱۵۵- بَابُ فِي مَنَ أَشْهُمَ لَهُ سَهْمًا

ترجمہ: باب جن حضرات کے نزدیک گھوڑے کو ایک حصہ دیا جائے؟

۲۷۳۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَحْيَى بْنَ يَحْيَى، يَذْكُرُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرِ بْنِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَأُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: شَهِدْنَا الْحَنَظَلِيَّةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا إِذَا النَّاسُ يَهْرُؤُونَ الْأَبَاعِرَ، فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: مَا لِلنَّاسِ قَالُوا: أَوْحِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ نُوجِفُ، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْعَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمُ: {إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا} فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْتَحُ هُوَ؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتْحٌ». فَقَسَمْتُ خَيْبَرَ عَلَى أَهْلِ الْحَنَظَلِيَّةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةٍ فَارِسٍ فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ. «وَأَعْطَى الرَّاحِلَ سَهْمًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "حَدِيثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ، وَأَمَرَى الْوَهْمُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ: «ثَلَاثُ مِائَةٍ فَارِسٍ». وَكَانُوا أَمَانَتِي فَارِسٍ".

ترجمہ: حضرت مجاہد بن جاریہ انصاری سے روایت ہے کہ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ یہ قاریوں میں سے تھے جو کہ قرآن کریم تلاوت فرماتے تھے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ صلح حدیبیہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم جس وقت وہاں سے واپس ہوئے تو لوگ اپنے اونٹ جلدی جلدی دوڑانے لگے۔ اس دوران لوگوں نے ایک دوسرے سے

معلوم کیا کہ اونٹوں کو جلدی دوڑانے کی کیا وجہ ہے؟ معلوم ہوا کہ رسول کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے (اور لوگ اس وحی کو سننے کی غرض سے دوڑے جا رہے ہیں) تو ہم لوگ بھی لوگوں کے ساتھ بھاگتے ہوئے نکل پڑے۔ ہم لوگوں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر ٹھہرے ہوئے ہیں (مقام) کراع الغمیم کے نزدیک۔ جب تمام حضرات آپ ﷺ کے نزدیک جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا تلاوت فرمائی۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اس ذات اقدس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بڑی فتح ہے۔ پھر غزوہ خیبر کے جہاد میں جو مال حاصل ہوا تھا وہ صلح حدیبیہ کے حضرات پر تقسیم ہوا۔ آپ ﷺ نے اس مال کے اٹھارہ حصے مقرر کئے اور لشکر کے تمام حضرات ایک ہزار پانچ سو تھے جن میں تین سو سوار تھے (اور ایک ہزار دو سو حضرات پیدل تھے)۔ آپ ﷺ نے سواروں کو دو حصے عنایت فرمائے اور جو لوگ پیدل تھے ان کو ایک ایک حصہ۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں: گزشتہ باب کی ابو معاویہ کی حدیث اصح ہے اور اسی پر جمہور کا عمل ہے حضرت مجمع کی حدیث میں وہم ہے کہ گھڑ سواروں کی تعداد تین سو ذکر کی گئی ہے حالانکہ گھڑ سوار دو سو تھے۔

سنن أبی داؤد - الجہاد (۲۷۳۶) مسند أحمد - مسند المکین (۴۲۰/۳)

شرح الحديث

شرح الحديث

مضمون حدیث یہ ہے کہ مجمع بن جاریہ کہتے ہیں کہ جب ہم حدیبیہ سے لوٹ رہے تھے تو بعض لوگ اونٹوں کو دوڑا رہے تھے، جب اس کا منشا دریافت کیا گیا تو لوگوں نے جواب دیا کہ حضور ﷺ پر وحی اتر رہی ہے، وہ کہتے ہیں ہم نے بھی اپنی سواریوں کو دوڑایا، جب ہم حضور ﷺ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آپ اپنی سواری پر اس کو روک کے کھڑے ہیں کراع الغمیم کے نزدیک، لوگوں کے جمع ہونے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا تو اس پر ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! کہ یہ جو کچھ پیش آیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہاں فتح ہے، یعنی انجام اور مال کے اعتبار سے وہ اس لئے کہ حدیبیہ میں دس سال تک عدم قتال پر بہت سی شرائط کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا مگر کفار نے کچھ ہی مدت گزرنے کے بعد نقض عہد کر دیا جس کی بنا پر بہت جلد فتح مکہ کی نوبت آگئی، اس راجل سے مراد حضرت عمرؓ ہیں، جو حدیبیہ میں ہونے والی صلح پر راضی نہ تھے بلکہ اصل رائے ان کی مقابلہ کی تھی، حضور ﷺ نے ان کے جذبات کو دبا یا، جس پر وہ خاموش ہو گئے، لیکن اس کے باوجود وہ بڑے متاثر اور رنجیدہ تھے، اسی لئے جب حضور ﷺ نے ان کو یہ آیت سنائی: اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا تو انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا بطور تعجب کے کہ کیا یہی فتح ہے۔

مجمع بن جاریہ کی حدیث حنفیہ کی دلیل ہے: آگے روایت میں ترجمۃ الباب والا مسئلہ مذکور ہے، وہ یہ کہ چونکہ صلح حدیبیہ کے فوراً بعد فتح خیبر کا قصہ پیش آیا تھا تو روای غنائم خیبر کی تقسیم کو اس روایت میں بیان کر رہا ہے، وہ یہ کہ حضور ﷺ نے غنائم خیبر کو اہل حدیبیہ پر اٹھارہ سہام پر تقسیم فرمایا اہل حدیبیہ اس لئے کہا کہ فتح خیبر میں شریک ہونے والے

صحابہؓ وہی تھے جو اس سے پہلے آپ ﷺ کے ساتھ صلح حدیبیہ میں تھے اٹھارہ سہام پر تقسیم کرنے کی تفصیل راوی اس طرح بیان کر رہا ہے کہ لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جس میں تین سو فارس اور بارہ سوراہل تھے، اور ان اٹھارہ سہام میں ہر سو حصوں پر مشتمل تھا اس صورت میں راجل کے حصہ میں ایک سہم اور فارس کے حصہ میں دو سہم بیٹھتے ہیں، اور اگر فارس کے تین حصے ہوتے کما قال الجمہور تو پھر اس غنیمت کو بجائے اٹھارہ سہام کے اکیس سہام پر تقسیم کیا جاتا (آپ حساب لگا کر دیکھ لیجئے)۔

غنائم خیبر کی تقسیم کی بارے میں دو مختلف روایتیں: آگے بعض روایات میں اس طرح بھی آئے گا آپ ﷺ نے غنائم خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم کیا لیکن اس میں کوئی تعارض والی بات نہیں ہے، اس لئے کہ جہاں اٹھارہ سہام آیا ہے وہاں راوی کی مراد یہ ہے کہ نصف غنائم خیبر کو آپ ﷺ نے اٹھارہ سہام پر تقسیم کیا، اور اٹھارہ کا دو گنا چھتیس ہی ہوتا ہے، لہذا حساب برابر ہو گیا، دراصل آپ ﷺ نے غنائم خیبر میں سے نصف ہی کو غنائمین کے درمیان تقسیم فرمایا تھا اور نصف کو اپنی ضرورت کے لئے اور نواب مسلمین..... کیلئے رکھ چھوڑا تھا۔

جہاں پر یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے چھتیس سہام پر تقسیم کیا اس سے مراد لوگوں پر تقسیم کرنا نہیں بلکہ باعتبار حساب کے اور پھر اس کے بعد اس چھتیس میں سے نصف یعنی اٹھارہ کو لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا جیسا کہ یہاں روایت میں ہے۔

جمہور کی طرف سے دلیل حنفیہ کا جواب: جمہور اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بات کہ اصحاب حدیبیہ پندرہ سو تھے جس میں تین سو فارس تھے، یہ خلاف تحقیق ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اصحاب حدیبیہ کل چودہ سو تھے جس میں بارہ سوراہل اور دو سو فارس تھے اور دو سو فارس قائم مقام چھ سوراہل کے، بارہ اور چھ اٹھارہ ہوتے ہیں، چنانچہ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ہے کہ حدیث اَبِی مُعَاوِیَۃَ اَصَحُّ ہے حدیث مجمع سے، حدیث مجمع وہم ہے^①، فارس تین سو نہیں تھے بلکہ دو سو تھے، حدیث ابی معاویہ سے مراد گذشتہ باب کی حدیث اول ہے، جو جمہور کے موافق اور ان کی دلیل ہے، میں کہتا ہوں کہ اصحاب حدیبیہ کی تعداد میں اختلاف روایات ہے، بعض روایات میں پندرہ سو آیا ہے، بعض میں چودہ سو اور بعض میں تیرہ سو، کل هذه الروایات فی صحیح البخاری، حنفیہ نے مجمع بن جاریہ کی اس حدیث کے پیش نظر ان روایات تلاش میں سے پندرہ سو کی روایت کو ترجیح دی، اور وجہ ترجیح مجمع بن جاریہ کی اسی روایت کو قرار دیا، جمہور کہتے ہیں کہ مجمع بن جاریہ کی روایت ضعیف ہے، کما تقدم فی کلام المصنف، اسی طرح بعض دوسرے محدثین نے بھی حدیث مجمع پر کلام کیا ہے، چنانچہ ابن القطان کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یعقوب بن مجمع راوی مجہول ہے، ان سے سوائے ان کے بیٹے کے کسی اور کاروائیت کرنا معلوم نہیں گویا وہ من لم یرو عنه الا واحد کے قبیل سے ہیں اور مجہول العین ہیں مگر انہوں نے ان کے بیٹے مجمع کے بارے میں اعتراف کیا کہ وہ ثقہ ہیں۔

جمہور کے نقد کا جواب: اس پر حضرت ہذال میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن القطان کی یہ بات صحیح نہیں کہ یعقوب سے

① جیسا کہ یہاں محمد لمحی الدین عبد الحمید کے نسخہ میں موجود ہے۔

ان کے بیٹے کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا، چنانچہ حافظؒ لکھتے ہیں: روى عنه ابنه، مجمع وابن أخيه إبراهيم بن إسماعيل بن مجمع وعبد العزيز عبيد بن صهيب، ذكره ابن حبان في الثقات، فارتفع الجهالة وثبت التوثيق^①، اس کے بعد حضرتؒ نے ہندل میں اس سند کے دوسرے راوی یعقوب ہی کے بیٹے مجمع بن یعقوب کے بارے میں امام شافعیؒ کا کلام نقل فرمایا، چنانچہ خلاصہ میں ہے: قال الشافعي شيخ لا يعرف، اس پر حضرتؒ فرماتے ہیں قال الحافظ: روى عنه يونس بن محمد المؤدب ويحيى بن حسان، وإسماعيل ابن أبي أويس والقعنبي وقتيبة ومحمد بن عيسى بن الطباع وغيرهم، اس کے بعد حضرتؒ فرماتے ہیں جس سے روایت کرنے والے اس قدر ہوں وہ مجہول کیسے ہوگا، پھر یہ کہ ابن معینؒ اور نسائیؒ سے ان کے بارے میں منقول ہے لیس بہ باس، اسی طرح ابو حاتمؒ نے بھی کہا لا باس بہ، ابن سعدؒ کہتے ہیں کان ثقة اور اس سے پہلے ابن القطانؒ کے کلام میں گزر چکا کہ انہوں نے اس کے باپ یعقوب کے بارے میں تو کہا لا يعرف اور خود مجمع کے بارے میں کہا ثقة، اسی طرح ابن الترمذیؒ نے الجوهر النقي میں کہا کہ امام شافعیؒ سے منقول ہے مجمع کے بارے میں کہ انہوں نے کہا شیخ لا يعرف، پھر وہ کہتے ہیں هذا الحديث أخرجه الحاكم في المستدرک، وقال: حديث كبير صحيح الإسناد، ومجمع بن يعقوب معروف، وروى له أبو داود والنسائي اه مختصراً، ایسے ہی علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تلخیص میں اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا حدیث صحیح اھ^②۔

۱۵۶۔ باب فی النفل

مال غنیمت میں سے انعام مقرر کرنا

ترجمة الباب کی شرح: نفل تو دراصل کہتے ہیں حصہ زائدہ اور انعام کو اور اسی سے ہے تفسیل، مگر یہاں مراد نفل سے غنیمت ہے جیسا کہ احادیث الباب سے معلوم ہوتا ہے، مصنف نے اس باب میں غنائم بدر کی احادیث ذکر کی ہیں جس کا پورا پورا اختیار حضور ﷺ کو تھا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا، اور غنائم بدر ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ، جب اس آیت کریمہ میں غنائم بدر کو نفل سے تعبیر کیا تو اسی کی اتباع میں مصنف نے بھی غنیمت کو نفل ہی سے تعبیر کر دیا۔

۲۷۳۸۔

حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا، فَلَهُ مِنَ النَّفْلِ كَذَا وَكَذَا». قَالَ: فَتَقَدَّمَ الْفُتَيَانُ وَلَرِمَ الْمُشَبَّحَةُ الزَّائِيَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوا، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الْمُشَبَّحَةُ: كُنَّا بِرَدِّ الْكُفْرِ لَوْ أَهْرَمْتُمْ لَفُتْنُكُمْ إِلَيْنَا، فَلَا تَذْهَبُوا بِالْمَغْنَمِ وَتَبْقَى، فَأَبَى الْفُتَيَانُ وَقَالُوا: جَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ} فَتَقَدَّمَ الْفُتَيَانُ وَلَرِمَ الْمُشَبَّحَةُ الزَّائِيَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوا، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الْمُشَبَّحَةُ: كُنَّا بِرَدِّ الْكُفْرِ لَوْ أَهْرَمْتُمْ لَفُتْنُكُمْ إِلَيْنَا، فَلَا تَذْهَبُوا بِالْمَغْنَمِ وَتَبْقَى، فَأَبَى الْفُتَيَانُ وَقَالُوا: جَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ {يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ} فَتَقَدَّمَ الْفُتَيَانُ وَلَرِمَ الْمُشَبَّحَةُ

① تہذیب التہذیب - ج ۱ ص ۳۹۵، ہندل المجہود فی حل ابی داود - ج ۱۲ ص ۳۴۲

② ہندل المجہود فی حل ابی داود - ج ۱۲ ص ۳۴۲-۳۴۳

يَلَهُ وَالرَّسُولِ} إِلَى قَوْلِهِ: {كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكِرَهُوْنَ} ① يَقُولُ: «فَكَانَ ذَلِكَ خَيْرًا لَّهُمْ، فَكَذَلِكَ أَيْضًا فَأُطِيعُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِعَاقِبَةِ هَذَا أَمْنُكُمْ».

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کہ جو شخص یہ کام انجام دے تو اس کیلئے یہ انعام ہے تو جوان آگے بڑھے اور بوڑھے حضرات جھنڈوں کے نزدیک کھڑے رہے اور اسی جگہ جمے رہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو کامیابی سے نوازا تو بوڑھے حضرات نے کہا کہ ہم لوگ تمہارے معاون اور پشت پر تھے اگر تم لوگوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا تو تم ہماری جانب واپس ہوتے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ سارا مال غنیمت لے لو اور ہم لوگ دیکھتے ہی رہ جائیں۔ نوجوانوں نے یہ بات نہیں مانی اور کہا کہ نبی ﷺ نے وہ مال غنیمت ہم لوگوں کو عطا فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ نَازِلٍ فَرَمَانٍ۔ یعنی اے نبی لوگ آپ سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور رسول کیلئے ہے۔ جس طرح آپ کے پروردگار نے آپ کو آپ کے ہی گھر سے نکالا مقررہ وقت پر اور مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کو مذموم سمجھتا تھا یعنی جہاد کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اسی طریقہ پر منظور تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جس طرح جہاد کیلئے نکلنا تمہاری کراہت کے باوجود تمہارے لئے بہترین ثابت ہوا ہے اسی طرح مال غنیمت کی تقسیم میں بھی اللہ پاک فرما رہے ہیں کہ میری تابعداری کرو کیونکہ انجام کے اعتبار سے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

۲۷۳۸ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هَنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: «مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا، وَمَنْ أَسَرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا» ثُمَّ سَأَى نَحْوَهُ. «وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَثَمٌ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے دن ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مشرک کو قتل کرے تو اس کیلئے یہ انعام ہے اور جو کسی کافر کو قید کرے گا اس کو یہ انعام ملے گا۔ اسکے بعد راوی نے مذکورہ روایت کی طرح بیان کیا اور خالد کی ہشیم کی اس حدیث سے مکمل ہے۔

شرح الأحادیث: یعنی حضور ﷺ نے جنگ بدر میں اعلان فرمایا کہ جو جس کافر کو قتل کرے گا اس کا سارا ساز و سامان قاتل کو ملے گا (یہ اعلان بعض مغازی میں ہوا ہے جہاں مصلحت سمجھی گئی، اس سے مقصود تشبیح ہوتی ہے اور ترغیب، تاکہ ہر

① حدیث میں سورۃ الانفال کی ابتدائی پانچ آیات کی طرف اشارہ ہے، جن کا ترجمہ یہ ہے: تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سوڈر اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو درجائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے ان کیلئے درجے ہیں اپنے رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی ○ جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی ○

فخص خوب ہمت سے لڑے) راوی کہتا ہے حضور ﷺ سے اس اعلان کے بعد جو ان طبقہ تو آگے بڑھا قتال کیلئے اور بوڑھے اور ضعیف قسم کے لوگ جھنڈوں کے پاس رہے ان کو سنبھالنے کیلئے، وہ ان کے پاس سے نہیں ہٹے، پس جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تو ان بوڑھوں نے یہ بات کہی جو انوں سے کہ ہم تمہاری مدد اور سہارا تھے (تمہارے پشت پناہ) اگر تمہیں خدا انخواست شکست ہوتی تو تم لوٹ کر ہماری ہی طرف تو آتے، لہذا ساری غنیمت خود ہی نہ لے لینا، جو انوں نے سکر دیے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ تو حضور ﷺ کی طرف سے ہمارے لئے ہے، تو اس اختلاف کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْتَأْذِنُكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ إِلَى قَوْلِهِ: كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ، كَمَا أَخْرَجَكَ كِي تفسیر خود روایت میں یہاں موجود ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بعض صحابہ شروع میں بدر کی طرف لڑائی کیلئے جانے کو تیار نہ تھے اور اس کو پسند نہ کرتے تھے، لڑائی کی تیاری نہ کرنے کی وجہ سے، بلکہ یہ چاہتے تھے کہ عمر قریش ہی کا پیچھا کیا جائے جو ملک شام سے آرہا ہے، جو طریق سائل اختیار کر کے دوسری طرف چلا گیا تھا، لیکن بعد میں جب لڑائی کی نوبت آئی اور مسلمانوں کو شاندار فتح ہوئی تب انہیں احساس ہوا کہ نہیں، قتال ہی میں ہماری خیر و خوبی تھی جس کو شروع میں وہ ناپسند کر رہے تھے، تو اس آیت کریمہ کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ میں اسی بدر کے واقعہ کے ساتھ اس مال غنیمت کی تقسیم اور عدم تقسیم کو تشبیہ دی جا رہی ہے کہ دیکھو جس طرح رسول اللہ ﷺ غنیمت کے بارے میں فیصلہ فرمائیں اسی کو تم اختیار کرو اور اپنے حق میں خیر سمجھو، اور اپنی رائے پر مصر نہ ہو، باعتبار انجام کے اسی میں خیر ہے جیسا کہ بدر میں جس چیز کو تم ناگوار سمجھ رہے تھے بعد میں ثابت ہوا کہ وہ چیز ناگوار نہیں ہونی چاہئے تھی بلکہ اسی میں خیر تھی۔ والحديث أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۲۷۳۹ - حَدَّثَنَا هَامِدُ بْنُ لُحْمَدٍ بْنُ بَكَّارٍ بْنُ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي دَاوُدُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: «فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ». وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَثَمٌ.

یحییٰ بن ابی زائدہ نے اسی سند کے ساتھ داؤد سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے حضور ﷺ نے تمام حضرات کو مال غنیمت برابر (برابر) تقسیم فرمایا اور خالد کی حدیث یحییٰ بن زائدہ کی حدیث سے مکمل ہے۔

شرح الحدیث: اس کے بعد والی روایت میں ہے: فَقَسَّمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ یعنی آپ ﷺ نے غنائم بدر کو تمام مجاہدین کے درمیان برابر تقسیم فرمایا، یعنی سلب کے علاوہ، سلب کے بارے میں تو اعلان ہو چکا تھا کہ وہ صرف قاتل کے لئے ہوگا، اس کے علاوہ جو باقی غنیمت تھی اس کو بیشک برابر تقسیم کیا گیا۔

۲۷۴۰ - حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ الشَّرِيفِ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَذَّبَنِي صَدْرِي الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ، فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ. قَالَ:

«إِنَّ هَذَا الشَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ». قَدْ هَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاكَ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبَلِّ بِلَاثِي، فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: «أُحِبُّ». فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِي شَيْءٍ يُكَلِّمُنِي فَجِئْتُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا الشَّيْفَ، وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ». ثُمَّ قَرَأَ: «يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ» { إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ: «يَسْأَلُونَكَ الثَّقَلِ».

ترجمہ: حضرت مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاصؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ غزوہ بدر کے دن ایک تلوار (جو سعید بن العاص کو قتل کر کے حاصل کی تھی) لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دل کو شفا بخشی ہے یہ تلوار مجھے عنایت فرمادیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تو یہ تلوار میری ہے اور نہ تمہاری میں یہ بات سن کر چل دیا اور یہ بات کہتا ہوا جا رہا تھا کہ یہ تلوار اسی شخص کو ملے گی جس کو میری طرح آزمائش سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہو گا اچانک آپ ﷺ کی طرف سے مجھے بلانے کیلئے ایک شخص آیا اور اس نے کہا چل۔ میں یہ سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ میرے اس بات کے کہنے پر کوئی حکم نازل ہوا ہو جب میں حاضر خدمت نبوی ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار تم نے مجھ سے مانگی تھی (اس وقت تک یہ تلوار نہ میری تھی اور نہ تمہاری تھی اب اللہ تعالیٰ نے وہ تلوار مجھے عنایت فرمادی اور میں نے وہ تمہیں دے دی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ إِنَّهَا لِلَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ إِنْ عَصَاكَ اللَّهُ ۚ

تحریج: صحیح مسلم - الجہاد والسير (۱۷۴۸) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۰۷۹) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۴۰) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۷۸/۱) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۸۰/۱) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۸۱/۱) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۸۶/۱)

شرح الحديث: سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں میں حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک تلوار لے کر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ نے آج میرا سینہ ٹھنڈا کر دیا دشمن سے یعنی ان کو قتل کر کے لہذا یہ تلوار مجھے دیدیجئے (تاکہ آئندہ اس کو جہاد میں استعمال کروں) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار نہ میری ہے نہ تیری (در اصل اس وقت تک مال غنیمت کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا اور غنیمت بدر سب سے پہلی غنیمت ہے، تقسیم غنیمت کی آیت کا نزول اس کے بعد ہوا تھا) تو وہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کا جواب سن کر خالی ہاتھ جانے لگا، اور یہ سوچتا ہوا جا رہا تھا کہ يُعْطَاكَ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبَلِّ بِلَاثِي کہ شاید یہ تلوار ایسے شخص کو دی جائے گی جس نے مجھ جیسی محنت اور مشقت برداشت نہ کی ہو، میں جا رہا تھا یہ سوچتا ہوا اسی اثناء میں حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس پہنچا کہ حضور ﷺ کے پاس چلو، بلایا ہے میں نے یہ سوچا کہ میرے اس دوسرے اور خیال کی وجہ سے (جو نامناسب تھا) میرے بارے میں کچھ نازل ہوا ہو گا، خیر میں حاضر ہو گیا، حاضر ہونے پر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تلوار تو نے مجھ سے مانگی تھی، اس وقت تو نہ تیرے لئے تھی نہ میرے لئے، لیکن

اب اللہ تعالیٰ نے اسکو میرے لئے کر دیا لہذا تو اس کو لے جا، اور آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ الْأَرْبَةِ، امام ابو داؤد فرماتے ہیں: ابن مسعودؓ کی قرآنہ تَسْأَلُونَكَ الْأَنْفَالَ ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم مطولا بنحوه، وأخرجه الترمذی والنسائی، قاله المنذرى۔

۱۵۷۔ بَابُ فِي نَقْلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعُسْكَرِ

بطور انعام مجاہدین کی ایک مختصر جماعت کو کچھ زیادہ حصہ دینے کا بیان (۵۵)

یہ ایک مرتبہ پہلے بھی آچکا ہے ہمارے کلام میں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ جو بڑا لشکر کسی جگہ جہاد کیلئے جا رہا ہو تو راستہ ہی میں اس میں سے ایک مختصر جماعت کسی بستی کو فتح کرنے کیلئے بھیج دی جاتی تھی، وہ جماعت اس بستی اور قریہ کو فتح کرنے کے بعد پھر اس عسکر میں جا کر شریک ہو جاتی تھی، تو اس وقت قانون یہ تھا کہ جو غنیمت یہ سریہ حاصل کرتا تھا اس غنیمت میں سے کچھ حصہ ثلث یا ربع اصحاب سریہ کو دیا جاتا تھا، اور باقی غنیمت اس لشکر کی طرف منتقل کی جاتی تھی، اور پھر تمام لشکر پر تقسیم ہوتی تھی۔ تو یہاں دو چیزیں ہوئیں: ① اول یہ کہ اصحاب سریہ کو بطور نفل کے کچھ دیا جائے، اور دوسری بات یہ کہ باقی غنیمت کو عسکر پر لوٹایا جائے، اس ترجمہ میں مصنف نے امر اول کو ذکر کیا ہے، ② اور امر ثانی کا ذکر چند ابواب کے بعد مستقل ترجمہ میں آ رہا ہے: بَابُ فِي السَّرِيَّةِ تَزِدُّ عَلَى أَهْلِ الْعُسْكَرِ دیکھئے یہ وہ جزء ثانی ہے، کتاب اس طرح سمجھی جاتی ہے اور حل کی جاتی ہے، بغیر محنت و مشقت اٹھائے کسی کتاب کا بھی حل ہونا آسان نہیں ہے، اب حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَشَّرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمُ الْمُعَنَّى، كُلُّهُمْ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ قَبِيلَ بَجْدٍ، وَابْتَعَثْتُ سَرِيَّةً مِنَ الْجَيْشِ، فَكَانَ سَهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، وَنَقَلَ أَهْلُ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا، فَكَانَتْ سَهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ نجد کی جانب روانہ فرمایا اور دشمن سے مقابلہ کے لئے اس لشکر میں سے ایک دستہ روانہ فرمایا پھر لشکر کے افراد کو بارہ بارہ اونٹ ملے اور دستہ کے افراد کو ایک ایک اونٹ زیادہ ملا تو ان کے حصہ میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

شرح الحدیث: ابن عمرؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں بھیجا ایک بڑے لشکر میں نجد کی جانب، اور اس بڑے لشکر میں سے مختصر جماعت نکال کر دوسری جگہ بھیجی، لشکر والوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور اہل سریہ کو ایک ایک اونٹ بطور نفل دیا گیا، اس لئے اہل سریہ میں سے ہر ایک کے حصہ میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

تنبیہ: یہ حدیث صحیح مسلم بھی ہے اس کی شرح میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں کہ بعض شرح یہ سمجھے کہ تمام غانمین کے حصہ میں مجموعی طور پر بارہ اونٹ آئے اور یہ غلط ہے اس لئے کہ ابو داؤد کی بعض روایات میں تصریح ہے اس بات کی کہ جیش میں سے ہر ہر شخص کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور اہل سریہ کو بارہ کے علاوہ مزید ایک ایک اونٹ بطور نفل کے بھی دیا گیا، کذا فی البذل^۱، حدیث ترجمۃ الباب کے مطابق ہے کما هو ظاہر، لیکن یہاں بعض چیزیں محتاج بیان ہیں۔

سریۃ ابوقتاہہ کا ذکر: اول یہ کہ اس سریہ کا نام سریۃ ابوقتاہہ ہے، اور یہ پندرہ یا سولہ آدمی تھے، اور یہ واقعہ شعبان ۸ھ فتح مکہ سے پہلے کا ہے، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ سریہ قبیلہ غطفان سے مقابلہ کیلئے بھیجا گیا، یہ لوگ خضرہ میں آباد تھے، خضرہ علاقہ نجد میں ہے، حضور ﷺ نے ابوقتاہہ کو سولہ رفقاء کی معیت میں بھیجا، مقابلہ میں ان کو فتح ہوئی، غنیمت دو سو اونٹ، دو ہزار بکریاں حاصل ہوئی۔

ایک قوی اشکال اور اس کا جواب: دوسری بات یہ سمجھئے کہ سیرت کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بڑا لشکر چار ہزار پر مشتمل تھا، اس پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ جب حاصل ہونے والی غنیمت میں اونٹ صرف دو سو تھے، تو پورے لشکر کے حصہ میں جو چار ہزار ہے، بارہ بارہ اونٹ کیسے آگئے، اشکال ظاہر ہے، پھر اس اشکال کے دو جواب دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ یہ مقدار غنیمت کی تو وہ ہے جو اصحاب سریہ کو حاصل ہوئی تھی انکی فتح میں اور بڑے لشکر کو جو غنیمت حاصل ہوئی وہ اس کے علاوہ ہے لہذا دونوں غنیمتیں ملا کر ہر ایک کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور دوسرا جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ جس کو مصنف نے بھی آگے چل کر ثابت کیا ہے کہ اس حدیث میں ذکر جیش وہم ہے، لہذا اشکال کی بنیاد ہی منہدم ہو گئی، اب آگے خود کتاب میں آرہا ہے کہ یہ وہم کس راوی سے ہو اور کون اس سے محفوظ رہا۔

۲۷۴۲ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُثْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ يُعْنِي ابْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

فُلْتُ: وَكَذَا أَحَدُنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: لَا تَعْدِلُ مَنْ سَمَّيْتُ بِمَالِكٍ، هَكَذَا، أَوْ نَحْوَهُ يُعْنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ.

ترجمہ: ولید بن عتبہ دمشقی بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مسلم نے ابن مبارک سے یہ حدیث بیان کی کہ ہمیں ابن ابی فروہ نے بھی نافع سے یہ روایت بیان کی ہے تو ابن مبارک نے جواب دیا کہ جن لوگوں کا تم نام لیتے ہو، مالک بن انس کے برابر نہیں ہو سکتے (اشارہ امام مالک کی حدیث کے رائج ہونے کی طرف ہے)۔

تخریج: صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۵) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۸۳) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۹) سنن ابی

داؤد - الجہاد (۲۷۴۱) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۰/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۵۵/۲) مسند احمد -

مسند المکثرین من الصحابة (۸۰/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۱۲/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة

(۱۵۱/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۵۶/۲) موطأ مالک - الجہاد (۹۸۷) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۱)

غور سے سنئے! پہلی حدیث کی سند میں آیا تھا حدیثنا ابن مسلم انکانام ولید ہے، اسکے بعد دو تھوہلیں تھیں اور پھر یہ تھا: كُلُّهُمْ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ، كُلُّهُمْ كَامِصِدَاقٍ وَلَيْدِ بْنِ مُسْلَمٍ اور مبشر اور حکم ابن نافع ہیں، یہ تینوں روایت کرتے ہیں شعیب بن ابی حمزہ سے اور شعیب نافع سے۔

اب اس دوسری سند میں ولید بن مسلم کہتے ہیں جو حدیث میں شعیب سے روایت کرتا تھا وہ میں نے ابن المبارک سے بھی بیان کیا، اور ان سے میں نے یہ کہا کہ جس طرح یہ حدیث مجھ سے شعیب نے بیان کی عن نافع اسی طرح یہ حدیث مجھ سے ابن ابی فروہ نے بھی بیان کی عن نافع "اور اسی طرح" کا مطلب ہے ذکر جیش کے ساتھ، یعنی جس طرح شعیب بن ابی حمزہ کی روایت میں ذکر جیش ہے اسی طرح ابن ابی فروہ کی روایت میں بھی ذکر جیش ہے تو اس پر ابن المبارک نے فرمایا کہ جن دو استادوں کے تم نام لے رہے ہو یعنی شعیب اور ابن ابی فروہ، جن کی روایت میں ذکر جیش ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے مالک بن انس کے، یعنی مالک بن انس دونوں سے بہت اونچے ہیں اور ان کی روایت میں ذکر جیش ہے نہیں، لہذا ابن مبارک کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس حدیث میں ذکر جیش وہم ہے۔

اب اسکے بعد مصنف نے اس روایت کے جتنے بھی طرق ذکر کئے ہیں جن میں ایک طریق مالک کا بھی ہے ان سب میں ذکر جیش نہیں ہے، چنانچہ محمد بن اسحاق عن نافع کی روایت میں ذکر جیش نہیں ہے اور اسکے بعد روایت آرہی ہے مالک کی اور پھر حائے تجوہیل کے بعد لیث کی اس میں بھی ذکر جیش نہیں ہے، اور پھر اسکے بعد روایت آرہی ہے عبید اللہ عن نافع اس میں بھی ذکر جیش نہیں ہے، لہذا تحقیقی جواب اس اشکال کا جو شروع میں ذکر کیا گیا یہی ہے کہ اس روایت میں ذکر جیش ہے ہی نہیں۔

۲۷۴۳ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلِيمَانَ الْكَلَابِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى بَجْدٍ فَخَرَجَتْ مَعَهَا، فَأَصَابَتْ نَعْمًا كَثِيرًا، فَتَقَلْنَا أَمِيرًا نَابِعِيًا بَعِيدًا لِكُلِّ إِنْسَانٍ، ثُمَّ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَ بَيْنَنَا غَنِيمَتَنَا، فَأَصَابَ كُلَّ رَجُلٍ مِائَتًا اثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا بَعْدَ الْخُمْسِ» وَمَا حَاسِبْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي أَعْطَانَا صَاحِبُنَا، وَلَا عَابَ عَلَيْهِ بَعْدَ مَا صَنَعَ، فَكَانَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِائَةً ثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا بَقِيَّةً.

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے لشکر کے ایک دستہ کو نجد کی جانب بھیجا۔ میں بھی اسی دستہ میں شامل تھا۔ پھر ہم لوگوں نے مال غنیمت میں بہت سارے اونٹ حاصل کئے اور ہمارے دستہ کے سردار نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک مزید اونٹ بطور انعام دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے مال غنیمت کو ہم لوگوں میں تقسیم فرمایا ہم میں سے ہر ایک شخص کو بارہ بارہ اونٹ پانچواں حصہ نکال کر ملے اور ہمارے امیر نے جو اونٹ ہم کو عنایت کئے تھے آپ ﷺ نے ان کو حساب میں شامل نہیں فرمایا اور نہ آپ ﷺ نے اس امیر لشکر کے

عمل پر ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تو اس طرح ہم لوگوں میں سے ہر ایک کو بشمول انعام تیرہ تیرہ اونٹ ملے۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۵) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۸۳) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۹) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۴۳) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۵۵/۲) مسند الکثرین من الصحابة (۸۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۱۲/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۱/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۶/۲) موطأ مالک - الجہاد (۹۸۷) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۱)

۲۷۴۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ وَحْدَةَ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَتَرِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ الْمُعْتَمِدِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَبْلَ نَجْدٍ فَنَجِمُوا إِبِلًا كَثِيرَةً، فَكَانَتْ سَهْمًا لَهُمْ اثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا، وَثَقَلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا» زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: «فَلَمْ يُغَيِّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا اس لشکر میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی تھے تو غنیمت میں کافی اونٹ حصہ میں آئے ہر ایک شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے اور ایک ایک اونٹ مزید عنایت کیا گیا پھر نبی کریم ﷺ نے اس تقسیم کو تبدیل نہیں فرمایا۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۵) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۸۳) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۹) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۴۴) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۵۵/۲) مسند الکثرین من الصحابة (۸۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۱۲/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۱/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۶/۲) موطأ مالک - الجہاد (۹۸۷) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۱)

۲۷۴۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُثَيْدِ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَبَلَغَتْ سَهْمَانَا اثْنِي عَشَرَ بَعِيرًا، وَثَقَلْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بَعِيرًا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ بُرَيْدُ بْنُ سَيَّانٍ، عَنْ نَافِعٍ، مِثْلَ حَدِيثِ عُثَيْدِ اللَّهِ، وَرَوَاهُ أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «وَنَقَلْنَا بَعِيرًا بَعِيرًا» لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا تو ہمیں مال غنیمت سے بارہ بارہ اونٹ ملے اور آپ ﷺ نے ایک ایک اونٹ مزید عطا فرمایا۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کو برد بن سنان نے نافع سے عبید اللہ کی مانند روایت کیا اور ایوب نے نافع سے اسی روایت کی طرح بیان کیا لیکن اس روایت میں اس طرح ہے کہ ہم لوگوں کو مزید ایک ایک اونٹ دیا گیا اور اس ایوب کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں ہے۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۵) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۸۳) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۴۹) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۴۵) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۵۵/۲) مسند أحمد -

مسند الکثرین من الصحابة (۸۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۱۲/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۱/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۵۶/۲) موطأ مالک - الجہاد (۹۸۷) سنن الدارمی - السید (۲۴۸۱)

۲۷۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، ح وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَجَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يَقُولُ بَعْضُ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ الشَّرَايَا لَا تُفْسِدُهُمْ خَاصَّةُ الثَّقَلِ سِوَى قَسْمِ عَائِةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمْسُ فِي ذَلِكَ وَاجِبٌ كُلُّهُ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ لشکر کے کچھ دستوں کو (جو لشکر سے الگ کر کے مقابلہ کیلئے روانہ کئے جاتے تھے) زیادہ حصہ عنایت فرماتے تھے جو صرف انہی کو ملتا تھا نہ کہ تمام لشکر کیلئے البتہ مال میں سے پانچواں حصہ نکالا جاتا۔

تخریج: صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۶۶) صحیح مسلم - الجہاد والسید (۱۷۵۰) سنن أبی داؤد - الجہاد (۲۷۴۶) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۴۰/۲)

۲۷۴۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا حُجَيْجٌ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُلُمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةِ عَشَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ احْفَظْهُمْ حَقَافَةً فَاحْمِلْهُمْ، اللَّهُمَّ احْمِلْهُمْ عُرَاقًا فَكُسْهُمْ، اللَّهُمَّ احْمِلْهُمْ حِيَاغًا فَاشْبِعْهُمْ». فَفَتَحَ اللَّهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوا حِينِ انْقَلَبُوا، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِحِمْلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَانْتَسَوْا وَشَبِعُوا.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوہ بدر کے دن تین سو پندرہ افراد لے کر نکلے۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اللَّهُمَّ احْفَظْهُمْ حَقَافَةً فَاحْمِلْهُمْ اے اللہ! یہ لوگ پیادہ ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ یہ لوگ برہنہ ہیں ان کو لباس عطا فرما دیجئے اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں ان کو سیر فرما دے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو غزوہ بدر کے دن فتح عطا فرمائی جب وہ حضرات واپس ہوئے تو ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو ایک اونٹ یا دو اونٹ (مال غنیمت میں سے) نہ لے کر آیا ہو اور ان حضرات کے پاس کپڑے بھی آگئے اور وہ حضرات سیر بھی ہو گئے۔

شرح الحدیث: اصحاب بدر کی تعداد: مضمون حدیث تو واضح ہے کہ آپ ﷺ جنگ بدر کیلئے صرف تین سو پندرہ^① کو لے کر نکلے اور اس وقت آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگیں کہ..... اے اللہ! یہ سب لوگ جو میرے ساتھ جا رہے ہیں ننگے پاؤں ہیں یعنی پیادہ پا ہیں بے سواری کے، پس تو ان کو سواری عطا فرما، اور..... اے اللہ! یہ سب برہنہ بدن ہیں یعنی پورے

① اہل بدر کی تعداد میں روایات مختلف ہیں، مسلم کی ایک روایت میں تین سو انیس ہے اور مسند بزار میں تین سو سترہ اور مسند احمد اور بزار اور طبرانی کی ایک حدیث میں تین سو تیرہ ہے، حافظؒ کہتے ہیں: وهو المشهور عند أهل المغازی (بہل المجہود فی حل أبی داؤد - ج ۱۲ ص ۳۵۹)

بدن پر کپڑا بھی نہیں ہے تو ان کو لباس عطا فرما، اے اللہ یہ بھوکے ہیں تو ان کو شکم سیر کر، (نبی کی دعا کا مستجاب ہونا تو امر یقینی ہے) چنانچہ آگے راوی کہتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کیلئے اس لڑائی میں فتح عطا فرمائی، پس جس وقت یہ لوٹ رہے تھے تو اس طرح لوٹ رہے تھے کہ کسی کے پاس ایک اونٹ تھا سواری کا اور کسی کے پاس دو اونٹ تھے، ایسی ہی لباس اور کھانا وغیرہ سب کچھ، اس روایت میں صحابہ بدر میں کی تعداد تو مذکور ہے جن کی تعداد میں اختلاف ہے جو حاشیہ میں لکھ دیا گیا، اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی اور کہا گیا ہے کہ سات سو پچاس تھی جن کے ساتھ سات سو اونٹ تھے اور سو گھوڑے (بذل)۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت: یہاں پر سوال یہ ہے کہ اس حدیث کو ترجمہ الباب سے کیا مطابقت ہے اور کس لشکر میں سے یہ سریہ نکالا گیا تھا، جواب یہ ہے کہ اسکی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ بدر تو مدینہ کے قریب ہی ہے زیادہ دور نہیں ہے جہاں یہ لڑائی ہوئی تھی تو یہ سمجھئے کہ مدینہ منورہ جہاں بہت سے صحابہ موجود تھے وہ معسر ہو، اور یہ تین سو پندرہ صحابہ بدر میں جانے والے بمنزلہ سریہ کے ہوئے، مگر اس مطابقت میں ایک کسر رہ گئی وہ یہ کہ ترجمہ الباب سے تو یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اصحاب سریہ جو غنیمت حاصل کریں اس کا کچھ حصہ بطور نفل کے انکو دیا جائے اور باقی عسکر پر تقسیم کیا جائے، یہاں یہ دوسری چیز نہیں پائی گئی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے غنائم بدر عام غنائم کے حکم سے خارج ہے جیسا کہ اس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔

۱۵۸۔ بَابُ فِيمَنْ قَالَ الْخُمْسُ قَبْلَ النَّفْلِ

باب پانچواں حصہ (خمس) انعام سے قبل نکالے جانے کا بیان

محل تنفیل میں انمہ کے مذاہب: اس ترجمہ میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ محل التنفیل ہے، یعنی امام کی غازی کو بطور نفل حصہ سے زائد جو کچھ دیتا ہے وہ کس مال میں سے دیا جائے گا؟ صورت حال یہ ہے کہ اولاً کل مال غنیمت کو جمع کیا جاتا ہے اور اس میں سے ایک خمس جدا کر لیا جاتا ہے، اور اربعۃ اخماس الگ ہو جاتا ہے، یہ جو اربعۃ اخماس ہے یہ غانمین میں تقسیم ہوتا ہے، اور وہ جو خمس غنیمت ہے اسکے بارے میں قرآن میں یہ ہدایت ہے کہ اسکو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے، للرسول، ذوی القربی والیتیمی والمسکین وابن السبیل^۱ جب خمس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے گا تو ہر ایک کے حصہ میں ان پانچ میں سے خمس الخمس آئے گا، اب سمجھئے کہ یہ نفل ان مالوں میں سے کون سے مال سے دیا جائے گا، امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ اربعۃ اخماس ہے اور امام مالک کے نزدیک خمس سے، اور امام شافعی کے نزدیک خمس الخمس سے، یعنی امام کا جو اپنا حصہ ہے اس میں سے، اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر امام کی جانب سے تنفیل قبل الاحراز ہو رہی ہے تب تو اربعۃ اخماس سے، اور اگر بعد الا حراز ہے تو پھر خمس سے (من الاوجز^۲)۔

① رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مائتے والوں کو (سورۃ البقرۃ ۱۷۷)

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۹ ص ۲۴۶

اس سب تفصیل کو جاننے کے بعد اب ترجمہ الباب کے الفاظ میں غور کیجئے کہ اس ترجمہ میں کس کا مسلک مذکور ہے بظاہر ترجمہ سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ مال غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد تب نفل دیا جائے، خمس کو پہلے نکال لیا جائے، لہذا بظاہر مطلب یہ ہوا کہ اربعہ انہما سے دیا جائے جو کہ امام احمد کا مذہب ہے اور مصنف بھی حنبلی المسک ہیں، علی ماہو المشہور، اسکے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۲۷۴۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كُوَيْلٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ الشَّامِيِّ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ جَابِرَةَ الْقُدْرِيِّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفَهْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُثْقِلُ الثَّلَاثَ بَعْدَ الْخُمْسِ». حضرت حبیب بن مسلمہ فہری سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد مال غنیمت کا تہائی حصہ بطور نفل عنایت فرماتے تھے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۴۸) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۵۱) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۵۹/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۶۰/۴) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۳)

شرح الحدیث یہ روایت مختصر اور مجمل ہے اور اس کے بعد والی روایت میں ہے: كَانَ يُثْقِلُ الرَّبْعَ بَعْدَ الْخُمْسِ، وَالثَّلَاثَ بَعْدَ الْخُمْسِ إِذَا قُفِّلَ یہ دوسری روایت مفصل اور واضح ہے۔

اس کا مضمون یہ ہے کہ ابتداء غزوہ میں اصحاب سر یہ کو آپ بطور نفل کے مال غنیمت کا ربع دیتے تھے خمس نکالنے کے بعد، اور غزوہ سے واپسی میں غنیمت کا ثلث دیتے تھے اسی طرح یعنی بعد الخمس خلاصہ یہ ہوا کہ جاتے وقت ربع دیتے تھے اور واپسی میں ثلث، اسکی توضیح یہ ہے کہ جیش میں سے جو سر یہ بنا کر راستہ میں سے بھیجا جاتا تھا تو یہ سر یہ کا بھیجنا اگر جاتے وقت ہوتا اور وہ سر یہ مال غنیمت حاصل کرتا تب تو اس غنیمت میں سے اس سر یہ کو اس کا ربع دیا جاتا، اور اگر غزوہ سے واپسی میں یہ سر یہ بھیجا جاتا تو اس صورت میں اسکو اس غنیمت میں سے اس غنیمت کا ثلث دیا جاتا، نفل کی مقدار میں اس کی زیادتی کا منشاء یہ ہے کہ جاتے وقت تو لشکر تازہ دم ہوتا ہے اس میں مشقت کم ہے اس لئے اس صورت میں ربع دیا جاتا، اور واپسی چونکہ سب تھکے ہارے ہوتے اس میں محنت مشقت زیادہ ہوتی ہے کہ ہر شخص گھر پہنچنے کی فکر میں ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں بجائے ربع کے ثلث دیا جاتا۔ الحدیث رواہ ابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۷۴۹ حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجَشْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنِ ابْنِ جَابِرَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُثْقِلُ الرَّبْعَ بَعْدَ الْخُمْسِ، وَالثَّلَاثَ بَعْدَ الْخُمْسِ إِذَا قُفِّلَ»۔

حضرت حبیب بن مسلمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ خمس نکالنے کے بعد چوتھائی حصہ نفل کے طور پر دیتے تھے (بسا اوقات شروع جہاد میں) اور خمس نکالنے کے بعد تہائی حصہ انعام کے طور پر عنایت فرماتے تھے جب

لوگ جہاد سے واپس ہوتے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۴۹) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۵۱) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۵۹/۴) مسند

احمد - مسند الشامیین (۱۶۰/۴) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۳)

۲۷۵۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرٍ بْنُ دُكْوَانَ، وَحُمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّانِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُمَزَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَهْبٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مَكْحُولًا، يَقُولُ: كُنْتُ عَبْدًا بِمِصْرَ لَا مَرْأَةَ مِنْ بَنِي هَذَلٍ فَأَعْتَقْتَنِي، فَمَا خَرَجْتُ مِنْ مِصْرَ وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أَرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِجَازَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أَرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْعِرَاقَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أَرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الشَّامَ فَغَرَبْتُهَا كُلَّ ذَلِكَ أَسْأَلُ عَنِ النَّفْلِ فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُخْبِرُنِي فِيهِ بِشَيْءٍ، حَتَّى لَقِيتُ شَيْخًا يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ جَابِرَةَ التَّمِيمِيُّ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ فِي النَّفْلِ شَيْئًا؟ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفُهْرِيِّ يَقُولُ: «شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَلَ الرَّبْعَ فِي الْبِنَاءِ، وَالثَّلْثَ فِي الرَّجْعَةِ».

مکحول سے روایت ہے کہ میں قبیلہ بنی ہذیل کی ایک عورت کا مصر میں غلام تھا۔ اس عورت نے مجھ کو آزاد کر دیا تو میں مصر سے نہیں نکلا جب تک کہ میں نے اپنی دانست میں وہاں کا سارا علم حاصل نہ کر لیا۔ پھر میں حجاز آیا اور وہاں سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میری دانست (بساط) کے مطابق وہاں جس قدر علم تھا وہ میں نے حاصل کیا۔ پھر میں عراق آیا اور وہاں سے نہیں نکلا یہاں تک کہ میری دانست کے مطابق وہاں جتنا علم تھا میں نے حاصل کیا۔ پھر میں ملک شام آیا اور میں نے ملک شام میں خوب تحقیق کی اور ہر ایک شخص سے نفل کے بارے میں معلوم کر تا رہا لیکن میں نے کسی شخص کو نہیں پایا جو کہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث بیان کرے یہاں تک کہ میری ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جن کا نام زیاد بن جابر تھے، میں نے ان سے کہا: کیا آپ نے نفل کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حبیب بن مسلمہ فہری سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال بطور نفل دیا اور واپس ہوتے وقت تہائی مال بطور نفل دیا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۵۰) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۵۱) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۵۹/۴) مسند

احمد - مسند الشامیین (۱۶۰/۴) سنن الدارمی - السیر (۲۴۸۳)

شرح الحدیث: مکحول شامی کے تحصیل علم کا عجیب حال: مکحول شامی جو بڑے مشہور فقیہ اور محدث ہیں، سندوں میں بھی بکثرت ان کا نام آتا ہے، وہ اپنا کچھ حال بیان کر رہے ہیں کہ شروع میں، میں قبیلہ بنو ہذیل کی ایک عورت کا مصر کے اندر غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا (اللہ کے لطف و کرم سے اور شاید یہ تحصیل علم کے انتظار ہی میں تھے جیسا کہ آگے فرما رہے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آزاد ہوتے ہی تحصیل علم میں لگ گئے تھے) فرماتے ہیں، نہیں نکلا میں مصر سے مگر اس

حال میں کہ اس میں جو کچھ علم تھا علماء کے پاس مگر یہ کہ میں اس پر حاوی ہو گیا، یعنی وہاں کے تمام علماء سے علم حاصل کر لیا اپنی دانست کے اعتبار سے، پھر حجاز میں داخل ہوا اسی طرح وہاں بھی کیا اپنے خیال اور علم میں، پھر عراق آیا وہاں بھی ایسا ہی کیا، پھر اسکے بعد ملک شام آیا (وہاں تو میں نے اپنی تحصیل میں کوئی کسر نہیں چھوڑی) پس اسکو میں نے چھان ڈالا غَرْبَلُہُ، غربال سے مانوڑ ہے، غربال یعنی چھلنی، اسکے بعد کہہ رہے ہیں: كُلُّ ذَلِكَ أَشْأَلُ عَنِ الثَّقَلِ ہر عالم سے میں یہی سوال کرتا تھا (چھوٹا ہویا بڑا) نفل کے بارے میں، بظاہر نفل کے بارے میں سوال یہ کرتے ہوں گے کہ یہ جو بعض روایات میں نفل میں ثلث دینا آتا ہے اور بعض میں ربع دینا آتا ہے اس اختلاف کی کیا تشریح ہے، یا ہو سکتا ہے مطلق نفل کے بارے میں سوال کرنا مراد ہو کہ آپ سر یہ کو نفل میں کتنی مقدار دیتے تھے، واللہ تعالیٰ اعلم ہمرادہ۔

آگے وہ فرما رہے ہیں: کسی شخص نے میرے سوال کا پورا جواب نہیں دیا یہاں تک کہ میں ایک بڑے میاں سے ملا جن کا نام زیاد بن جاریہ تھا تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا کہ آپ نے نفل کے بارے میں کسی سے کوئی حدیث سنی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفُهْرِيِّ يَقُولُ: «شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقَلَ الرُّبْعَ فِي الْبُدَاةِ، وَالثَّلْثَ فِي الرَّجْعَةِ» یہاں آکر امام مکحول کی مراد پوری ہوئی کہ ان شیخ نے نفل کے بارے میں حضور ﷺ کے عمل کی تفصیل بیان کر دی، تفصیل وہی ہے جو ہم نے شروع باب میں لکھی ہے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجة بمعناه، قاله المنذرى۔

۱۵۹۔ بَابُ فِي السَّرِيَّةِ تَرَدُّدُ عَلَى أَهْلِ الْعُسْكَرِ

اس دستہ کا بیان جو غنیمت حاصل کر کے آکر لشکر میں مل جائے

ترد کا مفعول بہ محذوف ہے اُی ترد الغنیمۃ الحاصلة لہا، یہ باب چند ابواب پہلے جو ایک باب آیا تھا بَابُ فِي نَقْلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعُسْكَرِ اس کا تمہ اور کملہ ہے، جس کی وضاحت ہم پہلے باب میں کر چکے ہیں لاجہاجة الى الاعادة۔

۲۷۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ هُوَ مُحَمَّدٌ بَعْضُ هَذَا، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، جَمِيعًا عَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، يَسْعَى بِدِمَائِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدُّ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَرُدُّ مَشِدَّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّبِهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا دُوْهُ عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ» وَلَمْ يَذْكُرْ ابْنُ إِسْحَاقَ: «الْقَوْدُ وَالْتِكَافُوْ».

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ شعیب کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اہل اسلام کے خون برابر ہیں (یعنی سزا میں کسی کیلئے کوئی امتیاز نہیں قانون اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں) معمولی

مسلمان امن دے سکتا ہے اور اسکے (معادہ) امن کو پورا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح دور جگہ کا مسلمان پناہ دے سکتا ہے اگرچہ اس سے قریب والا موجود ہو اور اپنے مخالفین کے مقابلہ میں مسلمان یکمشت ہوتے ہیں اور اور طاقتور مجاہدین جو صحت کے اعتبار سے اور سواری کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں کمزور مجاہدین پر غنیمت لوٹائیں گے۔ اور جہاد میں نکلنے والے مجاہدین ان ساتھیوں پر غنیمت لوٹائیں گے جو لشکر میں دارالحرب میں بیٹھے ہوئے ہوں اور مسلمان شخص کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ اس ذمی شخص کو قتل کیا جائے جس سے معادہ ہو گیا ہو۔

سنن ابی داود - الجہاد (۲۷۵۱) سنن ابن ماجہ - الدیات (۲۶۸۵) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۸۰/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۹۲/۲) مسند احمد - مسند الکثرین من الصحابة (۲۱۱/۲) مسند الکثرین من الصحابة (۲۱۵/۲)

شرح الحدیث: حدیث میں چھ اجزاء مذکور ہوئے، ہر جزء کا مطلب سمجھئے: ① تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں، شریف اور وضع، اونچی قوم اور نیچی قوم کا کوئی فرق نہیں، جان کا بدلہ جان ہے کوئی ہو، ② مسلمانوں کی طرف سے پناہ اور امن دینے میں ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی سعی کر سکتا ہے، یعنی اگر ادنیٰ درجہ کا مسلمان کسی کافر کو امن دیدے تو پھر یہ امن ہر مسلمان کو تسلیم کرنا ہوگا، ادنیٰ خواہ عدد کے اعتبار سے ہو جیسے صرف ایک آدمی، یا مرتبہ کے لحاظ سے، جیسے عبد اور مرآة، چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک عبد کا امان معتبر ہے، لیکن خفیہ کے نزدیک اس شرط کے ساتھ کہ وہ ماذون فی القتال ہو یعنی عند الشیخین، امام محمد کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، انکے نزدیک عبد محجور عن القتال کا امان بھی معتبر ہے ایسے ہی امان المرآة بھی ائمہ اربعہ کے نزدیک معتبر ہے، اس میں سخون مالکی اور ابن ماجشون مالکی کا اختلاف ہے، عندہما یتوقف امان المرآة علی إذن الإمام، لیکن صبی کا امان عند الجمهور جائز نہیں البتہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے، ③ مسلمانوں پر امان دے سکتا ہے کم سے کم درجہ کا آدمی بھی، حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ بظاہر یہ جملہ اولیٰ ہی کی تاکید ہے، اس کے علاوہ اس جملہ کا کوئی دوسرا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا انتہی کلامہ، میں کہتا ہوں: بعض حواشی میں اس کا دوسرا مطلب لکھا ہے وہ یہ کہ اقضاءھم سے مراد ابعدهم داہرا یعنی جو مسلمان دارالحرب سے بہت دور رہتا ہے وہ بھی اگر کسی کافر حربی کو امان دیدے تو وہ امان سب کو ماننا پڑے گا یعنی جو اقدربہم داہرا ہے اس کو بھی ماننا پڑے گا، ④ مسلمان ایک دوسرے کے معاون ہیں ہر ایک کو دوسرے کی امر حق میں معاونت کرنی چاہئے اور اس اعانت میں امان دینا بھی داخل ہے لہذا اس کی بھی رعایت کرنی چاہئے جس کا حکم نمبر ۳ میں گزر چکا، ⑤ ان میں کا قوی ضعیف پر غنیمت کو لوٹائے، قوی اور ضعیف ہونا خواہ اپنی ذات کے اعتبار سے ہو کہ ایک بوڑھا اور ایک جوان ہے، یا سواری کے اعتبار سے ہو کہ ایک کی سواری بہت قوی اور عمدہ ہے دوسرے کی ضعیف اور گھٹیا ہے، استحقاق غنیمت میں سب برابر ہوں گے، ⑥ سر یہ میں جانے والا حاصل ہونے والی غنیمت کو اس لشکر پر لوٹائے جو دارالحرب میں بیٹھا ہے، اسی جزء میں ترجمۃ الباب کی مطابقت ہے، ایسے موقع پر بین السطور میں لکھ دیا جاتا ہے، فیہ الترجمة، یہ تو اصل مسئلہ ہی ہے

اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں، پہلے آگئی۔

مسلم کو ذمی کے بدلہ میں قصاص قتل کیا جائیگا یا نہیں؟ اسمیں مذاہب ائمہ: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ: اس جملہ کی تشریح سے پہلے اختلافی مسئلہ سن لیجئے، یہ قصاص کا مسئلہ ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر حربی کے بدلہ میں مؤمن کو قتل نہیں کیا جائے گا اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ کافر حربی کے بدلہ میں ذمی کو قتل نہیں کیا جائیگا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ ذمی کے بدلہ میں ذمی کو قتل کیا جائے گا لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کافر ذمی کے بدلہ میں مسلم کو بھی قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ عند الجمہور نہیں قتل کیا جائے گا اور حنفیہ کے نزدیک ذمی کے بدلہ میں مسلم کو قتل کیا جائے گا، حنفیہ کے نزدیک قصاص کے مسئلہ میں ذمی اور مسلم دونوں برابر ہیں۔

یہ حدیث دلیل حنفیہ ہے اور کیسے؟ اس کے بعد اب آپ سمجھئے اس حدیث کی شرح، جمہور کہتے ہیں اس حدیث میں کافر سے مراد مطلق ہے حربی ہو یا ذمی، کہ مسلم کو نہ کافر حربی کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا نہ ذمی کے، اگر کوئی مسلم کسی ذمی کو قتل کر دے تو عند الجمہور اس مسلم سے قصاص نہیں لیا جائے گا، اس مسئلہ میں جمہور کے نزدیک سب کافر برابر ہیں حربی ہوں یا ذمی، بظاہر جمہور کی بات صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ حدیث میں بیکافریہ مطلق مذکور ہے۔ حنفیہ نے جو اس کا جواب دیا اس کو غور سے سنیے، وہ یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں بیکافریہ سے کافر حربی مراد ہے نہ کہ مطلق کافر، جس کی دلیل اور قرینہ یہ ہے کہ آگے اس حدیث میں آرہا ہے: وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ، اس ذو عہد کا عطف مؤمن پر ہو رہا ہے، تقدیر عبارت یہ ہو گی: لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ بِكَافِرٍ، اب یہ دیکھئے کہ کافر کا لفظ دو جگہ ہے معطوف میں اور معطوف علیہ میں، معطوف میں کافر سے بالاتفاق کافر حربی مراد ہے کیونکہ اگر مطلق کافر مراد لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ذمی کو نہ کافر حربی کے مقابلہ میں قتل کیا جائے نہ خود ذمی کے، حالانکہ ذمی، ذمی کے مقابلہ میں بالاتفاق قتل کیا جاتا ہے، تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ معطوف میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تو اسی طرح معطوف علیہ میں بھی کافر سے مراد کافر حربی مراد ہو گا، کیونکہ نحوی قاعدہ مشہور ہے کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے فثبت ما ادعیناه ان المراد فی الحدیث بالکافر، الکافر الحربی، لا مطلق الکافر فتدبر و تشکر، اب یہ کہ جمہور ہماری اس تقریر کا کیا جواب دیتے ہیں، بظاہر وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ ثانیہ وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ پر عطف نہیں ہے بلکہ یہ استئناف ہے اور مستقل ہی جملہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو ذمی اپنے عہد پر قائم ہو اس کو قتل نہ کیا جائے، بس بات ختم ہوئی۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذری۔

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمِيْنَةَ عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ رَاغِبِيهَا، فَخَرَجَ يَطْرُدُهَا هُوَ وَأَنَاسُ مَعَهُ فِي خَيْلٍ، فَجَعَلَتْ وَجْهِي قِبَلَ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ نَادَيْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا صَبَا حَاةَ، ثُمَّ اتَّبَعْتُ الْقَوْمَ فَجَعَلْتُ أَرْمِي، وَأَعْقِرُهُمْ، فَلَمَّا

رَجَعَ إِلَى قَارِسٍ جَلَسَتْ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جَعَلَتْهُ وَرَاءَ ظَهْرِي. وَحَتَّى أَلْقُوا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ رُمْحًا وَثَلَاثِينَ بُرْدَةً يَسْتَحْقِقُونَ مِنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُمْ عُيَيْنَةُ مَدْنًا، فَقَالَ: لِيَعْمُرُوا إِلَيْهِ نَقَرٌ مِنْكُمْ، فَقَامَ إِلَى أَرْبَعَةٍ مِنْهُمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ، فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ قُلْتُ: أَتَعْرِفُونِي؟ قَالُوا: وَمَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَهُ لِحَمْدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فِيمَا رَكِبِي، وَلَا أَطْلُبُهُ فَيَقْتُلُونِي، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى قَارِسٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَلُونَ الشَّجَرَ: أَوْهُمْ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ، فَيَلْحَقُ بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَيُعْطِفُ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ الْأَخْرَمُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، وَطَعْنَتْهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَتَلَهُ فَتَحَوَّلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ فَيَلْحَقُ أَبُو قَتَادَةَ، بِعَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ فَعَقَرَ بِأَبِي قَتَادَةَ، وَقَتَلَهُ أَبُو قَتَادَةَ، فَتَحَوَّلَ أَبُو قَتَادَةَ، عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَسْتُ لَهُمْ عَنْهُ دُونَ قَرْدٍ، «فَإِذَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمْسِينَ مِائَةً فَأَعْطَانِي سَهْمَ الْقَارِسِ وَالرَّاحِلِ».

ترجمہ: ایاس بن سلمہ نے اپنے والد سلمہ بن اکوع سے روایت کیا ہے کہ عبدالرحمن بن عیینہ فزاری نے نبی کریم ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ لیا اور آپ ﷺ کے چرواہے کو قتل کر ڈالا اور وہ اس کے گھوڑے پر سوار تھے اونٹوں کو ہنکاتے ہوئے چل دیئے۔ تو میں نے مدینہ منورہ کی جانب اپنا رخ کیا اور تین مرتبہ پکارا: یا صبا حاہ! اس کے بعد میں لوٹنے والے لوگوں کے پیچھے چل پڑا اور ان کے تیر مار کر ان کو زخمی کرتا جاتا تھا۔ جب ان میں سے کوئی سوار میری جانب رخ کرتا تو میں کسی درخت کی جڑ میں چھپ جاتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جتنے اونٹ تھے میں نے وہ تمام اپنے پیچھے کر لئے۔ (یعنی آپ ﷺ کے تمام اونٹ ڈاکوؤں سے آزاد کر لئے) اور ان لوگوں نے اپنے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس سے زیادہ چادریں پھینک دیں تاکہ انکا بوجھ ہلکا ہو جائے (اور فرار ہونے میں سہولت ہو) اتنے میں عبدالرحمن کا والد عیینہ مدد کیلئے پہنچ گیا اس نے کہا تم لوگوں میں سے کچھ افراد اس شخص کی جانب جائیں (یعنی سلمہ بن اکوع کی جانب جاؤ اور اس کو قتل کر ڈالو) سلمہ کہتے ہیں ان لوگوں میں سے چار افراد میری جانب بڑھے اور وہ پہاڑ پر چڑھ گئے جب وہ لوگ اس قدر فاصلہ پر ہو گئے کہ ان کو میری آواز پہنچے تو میں نے کہا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو انہوں نے کہا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم کہ جس نے حضرت محمد ﷺ کے چہرہ انور کو بزرگی عطا فرمائی تم میں سے کوئی شخص مجھ کو پکڑنا چاہے تو کبھی بھی پکڑنے پائے گا اور میں جسے چاہوں گا وہ نہیں بچ سکے گا پھر کچھ دیر ہوئی تھی کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے سواروں کو دیکھا کہ وہ درختوں میں سے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں سب سے آگے اخرم اسدی تھے وہ عبدالرحمن بن عیینہ فزاری سے (یعنی ڈاکوؤں کے سردار) تک پہنچ گئے عبدالرحمن نے ان کو دیکھا دونوں میں مڈ بھیڑ ہوئی اور اخرم نے عبدالرحمن کے گھوڑے کو ہلاک کر دیا اور عبدالرحمن نے اخرم کو قتل کر ڈالا۔ پھر عبدالرحمن اخرم کے گھوڑے پر سوار ہوا اسکے بعد ابو قتادہ (آپ کے خاص سوار) نے عبدالرحمن کو جالیا اور

اس سے مذبح پھرت ہوئی اور ابو قتادہ کا گھوڑا عبدالرحمن نے قتل کر دیا اور ابو قتادہ نے عبدالرحمن کو قتل کر دیا۔ پھر ابو قتادہ اصرم کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اسکے بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت اس پانی کے پاس تھے کہ جس کا نام ذوقر تھا جہاں سے میں نے ڈاکوؤں کو مار بھگایا تھا اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ پانچ سو آدمیوں پر مشتمل لشکر تھا۔ اور آپ ﷺ نے مجھے گھوڑ سوار اور پایادہ دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔

سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۵۲) مسند احمد - اول مسند المدنيين رضي الله عنهم اجمعين (۴/۸) مسند احمد - اول

مسند المدنيين رضي الله عنهم اجمعين (۵۴/۴)

شرح الحديث: قصة غزوة الغابة: یہ قصہ غزوة الغابة اور غزوة ذي قرد سے مشہور ہے، غابہ ایک جگہ کا نام ہے احد کی

جانب اس سے آگے مدینہ سے ایک برید یعنی ایک منزل کے فاصلہ پر، یہ کس سنہ میں پیش آیا اس میں اختلاف ہے، تمام اہل سیر نے تو اس کو قبل الحدیبیہ لکھا ہے اور بخاری کی روایت میں: قبل خیبر بثلاثة أيام^۱ ہے یعنی ۷ دن میں، اس غزوہ کا منشا خود

اس روایت میں مذکور ہے، حضور اقدس ﷺ کی تیس اونٹنیاں دودھ والی وہاں چرتی تھیں، حضرت ابوذر غفاریؓ کے بیٹے ان کے نگران اور راعی تھے خود ابوذرؓ اور ان کی اہلیہ بھی وہاں مقیم تھیں، عبدالرحمن بن عیینہ نے جو کہ کافر تھا (نام اگرچہ اسلامی

ہے) چالیس سواروں کے ساتھ ان اونٹنیوں پر غارت گری کی، چرواہے کو قتل کیا اور وہ سب ان اونٹنیوں کو ہنگالے گئے تو حضور ﷺ پانچ سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو گئے غابہ کی طرف اور سلمہ بن الاکوع جن کی دوڑ ضرب المثل تھی وہ سنتے ہی

آپ ﷺ سے بھی پہلے اس طرف کو دوڑ پڑے اور چلتے وقت مدینہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ آواز لگائی: یا صاحبنا خافہ جملہ استغاثہ کیلئے ہوتا ہے، لوگوں کو باخبر اور متوجہ کرنے کیلئے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کا بہت قوت سے پیچھا کیا تیروں کے

ذریعہ ان کی ساریوں کو زخمی کرتا چلا گیا، جب ان میں سے کوئی میری طرف متوجہ ہوتا تھا تو میں درخت کی آڑ میں ہو جاتا تھا اور پھر تیر چلاتا ہوا آگے دوڑنے لگتا تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ کی جتنی اونٹنیاں تھیں وہ ایک ایک کر کے پیچھے رہ گئیں اور

میں ان کے پیچھے دوڑتا ہی رہا، اس دوڑنے میں ان مشرکین نے اپنے اوپر سے تقریباً تیس چادریں اور اتنے ہی نیزے راستہ میں پھینک دیئے بوجھ ہلکا کرنے کیلئے تاکہ دوڑنا آسان ہو، اب ایک جگہ پہنچ کر عبدالرحمن کا باپ عیینہ خبر سن کر ان لٹیروں کی

حمایت کیلئے آپہنچا، یہ لٹیروں بھی اب تک تو ان کے حواس باختہ تھے غالباً یہ سمجھ رہے تھے نہ جانے ہمارے پیچھے تعاقب میں کتنے لوگ آرہے ہیں، لیکن عیینہ کے پہنچنے پر یہ لوگ سنبھلے، اور میں بھی اب ذرا سنبھلا کہ اب شاید مقابلہ کی نوبت آئے گی

اس لئے ایک دم ایک پہاڑی پر چڑھ گیا، پہاڑی کے نیچے یہ سب مشرکین کھڑے تھے اور میں اوپر پہنچ چکا تھا تو عیینہ نے کہا: اپنے ساتھیوں سے کہ تم میں چند اشخاص پہاڑ پر چڑھو، چنانچہ چار آدمیوں نے میری طرف رخ کیا اور پہاڑ پر چڑھنے لگے، جب وہ

۱ قال البخاري: وهي الغزوة التي اغاروا فيها على لقاح النبي ﷺ قبل خيبر بثلاث (صحيح البخاري - كتاب المغازي - باب غزوة ذات القرد)

پہاڑ پر چڑھتے چڑھتے مجھ سے اتنے قریب ہو گئے کہ وہ میری آواز سن سکیں (یہی ترجمہ ہے فَلَمَّا أَسْمَعْنَاهُمْ) کا) تو میں نے اب ان سے بات چیت شروع کی، مقصود ان کو باتوں میں بھی لگانا تھا اس خیال سے کہ حضور ﷺ میری طرف کچھ مدد بھیجیں گے جس طرح ان کے پاس مدد پہنچی اور انہیں لکار کے کہا: اَتَعْرِفُونِي؟ ارے تم لوگ مجھے پہچانتے بھی ہو میں کون ہوں؟ انہوں نے پوچھا کہ تو ہی تولا کہ تو کون ہے، میں نے کہا: میں ابن الاکوع ہوں، قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد (ﷺ) کو عزت عطا فرمائی ہے تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں کہ دوڑ کر مجھے پکڑ سکے، اور تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ میں اس کو پکڑنا چاہوں اور وہ میرے ہاتھ سے نکل جائے، سلمہ کہتے ہیں: میں ان سے اسی قسم کی بات کرتا رہا (اور وہ بھی باتوں میں لگ کر اوپر چڑھنے سے رک گئے) یہاں تک کہ میں نے دیکھا حضور ﷺ کے گھڑ سواروں کو جو درختوں کے بیچ میں سے دوڑتے ہوئے آرہے تھے ان آنے والوں میں سب سے پہلے اخرم اسدی تھے، اس کے بعد اس واقعہ کا جو حصہ باقی رہ گیا وہ ہمارے یہاں باب الرجل يعرقبدا بته کے ذیل میں گزر گیا اس کو وہاں دیکھا جائے اس کے بعد پھر اس واقعہ میں یہ ہے: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَيْنَهُمْ عَنْهُ دُوقَرْدٍ یعنی پھر میں صحیح سالم لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف آ رہا تھا تو دیکھا کہ حضور ﷺ اس چشمہ پر پہنچ چکے تھے جہاں سے میں نے ان لٹیروں کو ہانکا تھا یعنی ذو قرد، آپ ﷺ اس وقت پانچ سو صحابہ کے ساتھ تھے پس حضور ﷺ نے مجھے ایک حصہ تو فارس کا دیا اور ایک راجل کا، راجل کا تو اسلئے کہ یہ راجل تو تھے ہی، اور فارس کا بطریق نفل کے۔

اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت اس طرح ہو سکتی ہے کہ جن پانچ سو صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ ذو قرد پہنچے تھے مدینہ سے ان کو تو جیش تصور کیا جائے اور سلمہ بن الاکوع اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب سریہ، اور غنیمت کا عسکر کی طرف لوٹنا بھی یہاں پر پایا گیا کہ سلمہ نے وہ سب کچھ سامان لا کر آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا، اور سریہ کو بطور نفل کے دیا جانا وہ بھی یہاں پایا گیا، لہذا حدیث کا ترجمۃ الباب پر انطباق ہو گیا یہ قصہ صحیح مسلم میں اس سے زائد تفصیل سے مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم ① اتم من هذا۔

۱۶۰۔ بَابُ فِي النَّفْلِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ أَوَّلِ مَغْنَمِ

مال غنیمت میں سے سونے چاندی بطور نفل دینے اور پہلی غنیمت میں سے نفل دینے کا بیان (رحمہ)

ترجمۃ الباب کی تشریح: یہ ترجمۃ الباب دقیق ہے، اس میں دو جزء ہیں: ① اول یہ کہ کیا امام کیلئے جائز ہے کہ وہ سونا چاندی بطور نفل کسی غازی کو دے؟ عند الجمہور جائز ہے، اس میں امام اوزاعی کا اختلاف منقول ہے، ان کے نزدیک نفل میں

سونا چاندی نہیں دیا جائے گا، بلکہ اور دوسرا سامان اسلحہ وغیرہ، (۱) اور ترجمہ کا جزء ثانی ہے النفل من اول مغنم، اَوَّلُ مَغْنَمٍ کے مفہوم میں اختلاف ہے، صاحب عون المعبود نے اس کا مصداق لکھا ہے: ما يحصل ابتداء بسبب الجهاد والقتال، یعنی دار الحرب میں داخل ہونے سے پہلے میدان جنگ میں جہاد و قتال کے ذریعہ جو مشرکین کا مال حاصل ہو یعنی وہی جس کو مال غنیمت کہتے ہیں نیز انہوں نے لکھا کہ یہ مقابل ہے مباحات دار الحرب کا یعنی دار الحرب کے اندر کی چیزیں جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں اس کو فتح کرنے کے بعد (۲) اور حضرت نے بذل میں اَوَّلُ مَغْنَمٍ کے معنی احتمالاً یہ لکھے ہیں: ما يحصل من الغنمة قبل القتال إذا دخل عسكر الإسلام دار الحرب، فحصلت لهم غنيمة من قبل أن يقاتلوا بقوة الجیش، یعنی کفار کا وہ مال جو حاصل ہو دار الحرب میں داخل ہونیکے بعد بغیر قتال کے نوبت آئے محض قوت جیش سے (۳)، جس کا حاصل بظاہر مال فی ہوا، اور پھر آگے حضرت نے لکھا ہے کہ غالباً اس سے اوزاعی کے قول کی طرف اشارہ ہے چنانچہ حافظ نے فتح الباری میں امام اوزاعی سے یہ نقل کیا ہے کہ اول غنیمت سے نفل نہ دیا جائے اور نہ ذہب و فضہ کو بطور نفل دیا جائے، وخالفه الجمهور (۴)، حضرت فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ مصنف کا میلان بھی دونوں مسکوں میں اسی طرف ہے، اب خلاصہ اس سب کا یہ ہوا کہ حضرت کے نزدیک اَوَّلُ مَغْنَمٍ سے مراد مال فی ہوا ہے اور یہ کہ مصنف کا میلان امام اوزاعی کے مسلک کی طرف ہے، یعنی دونوں مسکوں میں عدم جواز نفل یعنی لا يجوز النفل من الذهب والفضة ولا من مال الفنى، اور صاحب عون کی رائے یہ ہے کہ اَوَّلُ مَغْنَمٍ سے مراد غنیمت، اور مصنف کا میلان مسلک جمہور کی طرف ہے مسکتین میں، یعنی جواز نفل، سونے چاندی سے بھی اور مال غنیمت سے بھی، اور احقر کی رائے یہ ہے جو شارحین کی رائے اور حدیث الباب میں غور کر کے ہوئی ہے کہ اَوَّلُ مَغْنَمٍ سے مراد تو وہی ہے جو حضرت فرما رہے ہیں ما يحصل بدون القتال، یعنی مال فنی، لیکن مصنف کی رائے یہ سمجھ میں آتی ہے کہ نفل من الذهب والفضة میں تو ان کی رائے مثل جمہور کے ہے، یعنی جواز، اور اَوَّلُ مَغْنَمٍ یعنی مال فی میں عدم جواز نفل، کیونکہ وہ تمام غانمین کا حق ہے، جب وہاں قتال ہی کی نوبت نہیں آئی تو پھر نفل کے کیا معنی، نفل تو تشجیع علی القتال کے لئے دیا جاتا ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ حدیث الباب سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

۲۷۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْحَبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْقُرَازِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْدِ رِثَةَ الْجُرُمِيِّ، قَالَ: أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّومِ جَزْءًا مَحْمُورًا فِيهَا دَنَائِيرٌ فِي إِمْرَةٍ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ: مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أُعْطِيَ رَجُلًا مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي

① عون المعبود على سنن أبي داود - ج ۷ ص ۴۳۲

② بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۳۷۴

③ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۶ ص ۲۴۱

ترجمہ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا نَقْلُ إِلَّا بَعْدَ الْحُمْسِ» لَا عَطِيَّتُكَ، ثُمَّ أَخَذَ يَغْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيْبِهِ فَأَبَيْتُ.
حضرت ابوالجوزیہ جرمی سے مروی ہے کہ میں نے خلافت معاویہؓ میں سرزمین روم میں سے ایک لال رنگ کا منکا پایا اس میں دینار تھے۔ اس وقت قبیلہ بنی سلیم میں سے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی ہم لوگوں کے امیر تھے ان کو معن بن یزید کہا جاتا تھا۔ میں وہ منکا انکی خدمت میں لایا تو انہوں نے دینار مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور مجھے بھی اسی قدر دیا کہ جتنا حصہ ہر شخص کو دیا پھر انہوں نے کہا کہ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے تھے وہ نہ سنا ہوتا کہ زیادہ حصہ نہیں نکالنا ہے مگر پانچواں حصہ نکالنے کے بعد تو میں دیگر حضرات کی بہ نسبت تمہیں زیادہ دیتا۔ اس کے بعد وہ اپنے حصہ میں سے مجھے دینے لگے میں نے لینے سے انکار کر دیا۔

ترجمہ

تخریج

شرح الأحادیث

۲۷۵۴ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِإِسْنَادٍ وَهَّاشٍ.

عاصم بن کلیب سے اسی طرح پر روایت بیان کی گئی ہے۔

سنن ابی داد - الجہاد (۲۷۵۳) مسند احمد - مسند المسکین (۴۷۰/۳)

ابوالجوزیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں سرخ رنگ کی گھڑیا روض روم میں ملی، جس میں دنانیر تھے، اور اس وقت ہمارے امیر ایک صحابی تھے قبیلہ بنو سلیم کے جن کا نام معن بن یزید تھا، میں وہ گھڑیا لیکر ان کے پاس آیا، انہوں نے جب ہی وہ دنانیر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیئے اور میرا حصہ بھی اتنا ہی لگایا جتنا سب کا لگایا یعنی مجھے بطریق نفل کے کچھ زائد نہیں دیا اور پھر مجھ سے بطور معذرت کے یہ کہا کہ اگر میں نے حضور ﷺ سے یہ حدیث سنی نہ ہوتی: لَا نَقْلُ إِلَّا بَعْدَ الْحُمْسِ تو میں تم کو ضرور کچھ زائد دیتا، اور پھر اس کے بعد اپنے حصہ میں سے کچھ مجھ کو پیش کرنے لگے کہ یہ لیلو تو میں نے لینے سے انکار کیا، معن بن یزید نے عدم جواز نفل پر اس حدیث سے استدلال کیا لَا نَقْلُ إِلَّا بَعْدَ الْحُمْسِ کیونکہ اس حدیث سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نفل اس مال میں سے ہوا کرتا ہے جس میں خمس واجب ہوتا ہو، اور یہ جو مال تھا گھڑیا والا اس میں خمس ہے نہیں کیونکہ یہ تو مال فی تھا خمس تو مال غنیمت میں سے لیا جاتا ہے نہ کہ مال فی سے، لہذا اس میں سے نفل بھی نہیں ہوگا۔

حدیث کی ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت ہم نے اوپر یہ لکھا تھا کہ مصنف کا میلان ^۱ اَوَّلِ مَعْتَمِدِ

والے مسئلہ میں عدم جواز نفل کی طرف ہے، یہ تو بظاہر ثابت ہو گیا اور ذہب و فضہ والے مسئلہ میں ہم نے یہ کہا تھا کہ اس میں مصنف جواز نفل کے قائل ہیں، یہ دوسرا مسئلہ بھی بظاہر حدیث الباب سے ثابت ہو رہا ہے کیونکہ معن بن یزید نے اس مال میں سے عدم نفل کے سبب کو منحصر کیا ہے اس بات میں کہ یہ مال فی ہے مال غنیمت نہیں معلوم ہوا..... اگر یہی مال، مال

① یہ جو ہم نے کہا کہ مصنف کا میلان اس طرف ہے یہ اس بناء پر کہ حدیث الباب سے ہمارے نزدیک یہی ثابت ہو رہا ہے، لیکن مسئلہ چونکہ اجتہادی ہے اس لئے ضروری نہیں کہ مصنف کی رائے یہی ہو، اور ترجمہ الباب میں مصنف نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا نہیں، ۱۲۔

غنیمت سے ہوتا تو اس میں سے بطور نفل دیدیتے، اور اسکا ذہب ہونا مانع نہ ہوتا نفل سے، لہذا اثابت ہو گیا کہ ذہب و فضہ سے نفل دیا جاسکتا ہے، میرے نزدیک یہ ترجمہ الباب اور پھر مصنف کی اس سے غرض اور پھر حدیث الباب کی اس غرض سے مطابقت یہ اچھی خاصی دقیق بحث ہے، بعض تراجم ہر کتاب میں مشکل ہوا ہی کرتے ہیں، اور بخاری کے تراجم کی باریکی اور دقت اور غموض تو مشہور بات ہے۔

یہ حدیث اس کتاب کے علاوہ بظاہر صحاح ستہ میں تو کہیں اور ہے نہیں، شیخ محمد عوامہؒ نے لکھا ہے کتاب السید للفرہانی میں اسی متن و سند کے ساتھ ہے۔

۱۶۱۔ بَابُ فِي الْإِمَامَةِ يَسْتَأْذِنُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ

شرکین سے جو مال ہاتھ آئے امام اس میں سے اپنے لئے کچھ رکھ لے

فی کا اطلاق غنیمت پر بھی ہوتا ہے، اس ترجمہ الباب میں فی سے غنیمت ہی مراد ہے، یعنی مال غنیمت میں سے امام اپنے لئے کسی خاص چیز کا انتخاب کر سکتا ہے؟ سہم غنیمت کے علاوہ؟ جواب یہ ہے: ایس لاحقہ بعدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور ﷺ کو تو اس بات کا حق تھا کہ آپ ﷺ مال غنیمت میں سے کوئی سی ایک چیز جو پسند ہو وہ لے سکتے تھے، جس کا نام سہم صفی ہے، اور اس پر آگے مستقل باب بھی آرہا ہے، لیکن آپ ﷺ کے بعد کسی امام کے لئے بالاتفاق اس طرح لینا جائز نہیں۔

۲۷۵۵۔ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُثْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ الْأَسَدِيَّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْسَةَ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيرٍ مِنَ الْمُعْتَمِرِ، فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَّةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيرِ، ثُمَّ قَالَ: «وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هَذَا إِلَّا الْخُمْسُ، وَالْخُمْسُ مَزْدُودٌ فِيكُمْ».

حضرت عمرو بن عبسہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو مال غنیمت کے ایک اونٹ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھائی یعنی آپ ﷺ نے اونٹ کو سترہ بنا لیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے اونٹ کے پہلو میں سے ایک بال لیا اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے اموال غنیمت میں سے اس بال کے برابر بھی میرے لئے حلال نہیں ہے۔ بجز خمس کے اور وہ خمس بھی تم لوگوں کی ضرورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ غنیمت کے اونٹوں میں سے کسی اونٹ کو سترہ بنا کر اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد اونٹ کی کمر سے اپنی مٹھی میں بال پکڑنے کے بعد فرمایا کہ خمس کے علاوہ میرے لئے مال غنیمت میں سے ایک مٹھی بھی لینا جائز نہیں ہے، اور وہ خمس جو لیتا ہوں وہ بھی تم پر ہی خرچ کر دیا جاتا ہے، اس حدیث میں خمس سے مراد خمس الخمس ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا کہ کل مال غنیمت میں خمس نکال کر پھر خمس کو پانچ حصوں تقسیم کیا جاتا ہے جس میں ایک حصہ آپ ﷺ کا ہے، لہذا آپ ﷺ کا حصہ خمس الخمس ہوا، لیکن مجازاً اس کو خمس سے تعبیر کر دیا۔

آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے: لیکن اسکے بعد آپ سمجھے کہ آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں سے تین حصے ہوتے تھے ایک یہی جو ابھی مذکور ہوا، دوسرا سہم کسہم احد الغنمین، اور تیسرا سہم صفی جو اس ترجمۃ الباب میں مذکور ہے، تو جب آپ ﷺ کیلئے غنیمت میں تین قسم کے حصے تھے تو پھر آپ ﷺ نے اس حدیث میں صرف ایک میں کیوں انحصار فرمایا؟ اسکا جواب ہڈل میں حضرتؒ نے یہ دیا ہے کہ اس روایت میں اختصار ہے، مسند احمد^۱ کی روایت میں اس پر زیادتی ہے: إِلَّا نَصِيبِي مَعَكُمْ كِي، یعنی ایک وہ حصہ جو سبھی کیلئے ہوتا ہے، حضرتؒ نے تو ہڈل میں اتنا ہی لکھا ہے، لیکن میرے خیال میں ابھی اشکال باقی ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ کیلئے ایک تیسرا حصہ بھی تو تھا یعنی سہم صفی، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سہم صفی کے بارے میں یہ اختلاف ہو رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لئے ہر غنیمت میں ہوتا تھا یا صرف اس صورت میں جب آپ ﷺ اس غزوہ میں خود بھی شریک ہوں، بخلاف سہم غنیمت کے کہ وہ آپ ﷺ کیلئے ہر صورت میں ہوتا تھا، اگر آپ ﷺ غزوہ میں شریک نہ ہوں تب بھی۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه من حديث عباد بن الصامت بنحوه، وروى أيضا من حديث جبير بن مطعم، والعرباض سارية، قاله المنذرى۔

۱۶۲۔ بَابُ فِي الْوُقُوءِ بِالْعَهْدِ

معاهده پورا کرنا لازم ہے

۲۷۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ الْعَادَةَ يُنْصَبُ لَهُ لَوْ أَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ بْنِ فُلَانٍ"^۲

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عہد شکنی کرنے والے شخص کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا گاڑا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے (تاکہ تمام لوگ اس کی ذلت دیکھیں)۔

صحیح البخاری - الجزية (۳۰۱۶) صحیح البخاری - الأدب (۵۸۲۳) صحیح البخاری - الحیل (۶۵۶۵) صحیح البخاری - الفتن (۶۶۹۴) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۳۵) جامع الترمذی - السیر (۱۵۸۱) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۵۶) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۶/۲)

شرح الحدیث: جہاد میں مشرکین کے ساتھ چال بازی اور دھوکے سے کام لینا تو جائز ہے بلکہ نافع ہے، اور اسکی ترغیب ہے، لیکن کسی مشرک کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو جائے، تو اسکی خلاف ورزی قطعاً جائز نہیں، وہ غدر ہے، اور غدر پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ غدر کرنے والے کے ساتھ قیامت میں یہ معاملہ کیا جائے گا کہ وہ جس جگہ ہو گا

۱ مسند احمد - تمة مسند الأنصار - حدیث عباد بن الصامت ۲۲۶۹۸ ج ۳۷ ص ۳۷۱

۲ أي هذه الهيئة الحاصلة له مجازاة غدرته (عن المعبود علی سنن ابی داؤد - ج ۷ ص ۴۳۶)

وہاں ایک علم (جھنڈا) قائم کیا جائے گا (علم اس لئے قائم کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو کر دیکھیں کہ یہ کون شخص ہے) اور اس وقت میں یہ اعلان کیا جائے گا کہ دیکھو اس شخص نے جو فلاں کا بیٹا ہے، فلاں وقت دنیا میں فلاں غدر کیا تھا، یعنی اس کے غدر کی تشہیر کر کے اس کو رسوا کیا جائے گا، شرح نے تو اس حدیث پر ہمارے خیال میں اتنا ہی لکھا ہے، لیکن حضرت گنگوہیؒ کی تقریر ترمذی، المعروف بالکوکب الدہری، اس میں یہ لکھا ہے کہ اس غادر کو اس لمبی سی لکڑی پر بٹھایا جائے گا جو اس کے سرین میں داخل ہوتی چلی جائیگی^۱، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مبراد الحدیث، ویؤیدہ مافی بعض الروایات عند استہ، والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۱۶۳۔ بَابُ فِي الْإِمَامَةِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُحُودِ

امام کو صلح ناموں اور معاہدہ ناموں میں ڈھال بنایا جاتا ہے

۲۷۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزْازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام ایک ڈھال ہے کہ جس کے سہارے جنگ کی جاتی ہے۔

صحیح مسلم - الإمامة (۱۸۴۱) سنن النسائي - البيعة (۴۱۹۶) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۵۷) مستند احمد - باقي مستند الكثرين (۵۲۳/۲)

شرح الحدیث: ترجمۃ الباب کا لفظ، لفظ حدیث سے ماخوذ ہے اس لئے کہ حدیث الباب میں ہے: إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ، جُنَّةً کہتے ہیں ڈھال کو، ڈھال ذریعہ اور وسیلہ ہوتی ہے دشمن کے حملہ سے بچنے کا، کیونکہ وہ درمیان میں حائل ہو جاتی ہے، تو ترجمۃ الباب کا مطلب یہ ہوا کہ امام ہی کے ذریعہ آڑ حاصل کی جاتی ہے معاہدوں اور صلحوں میں، یعنی عمومی صلح بین المسلمین والمشرکین اور قتال کا تعلق امام المسلمین سے ہے، ظاہر بات ہے، حکومتوں میں جو معاہدے ہوتے ہیں وہ صلح ہو یا قتال اس کا تعلق بادشاہوں ہی سے ہوتا ہے نہ کہ رعایا سے، إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جزا میں نیست امام بمنزلہ ڈھال کے ہوتا ہے اور رعایا کے حق میں وہ وقایہ کا ذریعہ ہوتا ہے، دشمنوں کے حملوں سے اور انکی اذیتوں سے بچنے کیلئے، آگے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: يُقَاتَلُ بِهِ، اسی بامرہ وراہ، یعنی مشرکین کیساتھ قتال میں اسی کی رائے چلتی ہے اور لوگوں کو اسی کی رائے پر چلنا بھی چاہئے جو بھی وہ فیصلہ کرے قتال کا یا صلح کا، رعایا کو اس میں اس کی موافقت کرنی چاہئے۔ آگے امام کو خود اختیار ہے کہ وہ جس سے مناسب سمجھے اسکے بارے میں رائے اور مشورہ لے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۲۷۵۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَسَجِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ، قَالَ: بَعَثَنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْتُ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَا أُخَيِّسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أُخَيِّسُ الْكُفْرَ، وَلَكِنْ أَرْجِعُ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ اللَّيْثُ فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَأَرْجِعْ». قَالَ: فَذَهَبْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ قَالَ: بُكَيْرُ وَأَخْبَرَنِي: «أَنَّ أَبَا رَافِعٍ كَانَ قَبْطِيًّا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا كَانَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا يَصْلُحُ».

ترجمہ: حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر سے پہلے قریش نے مجھے نبی کریم ﷺ کی جانب بھیجا میں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے قلب میں اسلام ڈال دیا گیا یعنی اسلام کی عظمت میرے دل میں قائم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پروردگار کی قسم کہ میں کبھی ان لوگوں کی طرف لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ ہی سفیروں کو قید کرتا ہوں، لہذا تم واپس جاؤ۔ اگر تمہارے دل میں وہی شے قائم رہے جو کہ اس وقت (قائم) ہے یعنی اسلام کی سچائی تو تم واپس آ جانا۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں لوٹ گیا یعنی قریش کے پاس واپس آ گیا اور پھر خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔ بکیر نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابو رافع قبطنی غلام تھے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا یہ اس دور میں تھا (کہ قاصد کو مشرکین کی طرف اسلام لانے کے بعد واپس لوٹا دیا)۔ آج کے زمانہ میں (اگر قاصد مسلمان ہو جائے تو اس کو کافروں کی طرف واپس لوٹانا) صحیح نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۵۸) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۸/۶)

شرح الحدیث: ابو رافعؓ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو قریش نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا، تو گویا یہ حضور ﷺ کی خدمت میں وافر ہونے کی حیثیت سے آئے تھے، وہ کہتے ہیں جب میں نے روئے انور کی زیارت کی تو میرے دل میں فوراً اسلام کی حقانیت آگئی تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ میں کفار کی طرف لوٹ کر اب نہیں جاؤں گا (وہ جس کام کیلئے آئے تھے اس سب کو بھول بھال گئے اور آپ کے گرویدہ ہو گئے) آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو! میں عہد کو نہیں توڑا کرتا (جس کے ساتھ بھی ہو) اور نہ میں ان کو جو قاصد اور اپنی ہوتے ہیں، روکا کرتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو تم لوٹ جاؤ، پس اگر جانے کے بعد تمہارے دل میں پھر وہی بات ہوئی جواب ہے تو لوٹ آنا وہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت تو چلا گیا اور پھر موقع دیکھ کر آپ ﷺ کی طرف چلا آیا اور اسلام لے آیا، آگے روایت میں یہ ہے کہ ابو رافع شروع میں قبطنی غلام تھے، قبط کہتے ہیں قوم فرعون کو، ہڈل میں لکھا ہے کہ شروع میں یہ حضرت عباسؓ کے غلام تھے انہوں نے ان کو آزاد کر دیا تھا^① (بظاہر قبل الاسلام مراد ہے)۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا كَانَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ الْخ: مصنف فرما رہے ہیں کہ اس طرح قاصد کو مشرکین کی طرف لوٹا دینا اس زمانہ کی بات ہے اس زمانہ میں مناسب نہیں، یعنی کفار کی طرف سے آنی والا قاصد دارالاسلام میں پہنچنے کے بعد اگر اسلام لے آئے تو پھر اس کو لوٹانا نہیں چاہئے اگرچہ عام قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے کہ قاصد کو نہیں روکنا چاہئے لیکن یہ صورت مستثنیٰ ہے، اور اس صورت میں اس کو لوٹانا صرف حضور ﷺ کے زمانہ میں تو جائز تھا کہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس کے رجوع کا زبردست محرک تھی، لیکن آپ ﷺ کے بعد اس قاعدہ پر عمل نہیں ہو گا۔

روایت میں ہے لَا أُخْبِسُ بِالْعَهْدِ، یہ خاء مجملہ اور یائے تختانیہ کے ساتھ ہے، خاس یخس کے معنی نقص کے ہیں، اور اس کے بعد جو لفظ ہے لَا أُخْبِسُ الْبُؤْدَ، یہ جس سے ہے بمعنی روکنا اور البرد جمع ہے برید کی، قاصد واپسی۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذري۔

١٦٤ - بَابُ فِي الْإِمَامِ يَكُونُ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْعَدُوِّ عَهْدٌ فَيَسِيرُ إِلَيْهِ

جس مدت میں حاکم وقت اور مشرکین کے درمیان معاہدہ ہو اس مدت میں امام المسلمین انکی طرف سفر کر سکتا ہے ۲۷۵۹ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ التَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْقَيْصِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٍ مِنْ حَمِيرٍ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرَدَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لِعَهْدِهِ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبْسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَخْلُقُهَا حَتَّى يَقْضِيَ أَمْدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ» فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ.

سحیر حضرت سلیم بن عامر (جو کہ قبیلہ حمیر کے ایک شخص ہیں) سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ اور رومی لوگوں کے درمیان اس بات کا معاہدہ تھا (کہ ایک وقت مقررہ تک جنگ نہ کی جائے) اور معاویہؓ نے ان لوگوں کے شہروں کی جانب سفر کرنا شروع کر دیا کہ جب صلح کی مدت ختم ہوگی تو ان پر حملہ کر دیں گے۔ اتنے میں عربی گھوڑے یا ترک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک شخص آیا اور وہ کہتا تھا: اللہ اکبر اللہ اکبر (معاہدہ) پورا کرو عہد شکنی نہ کرو اس شخص کو جب غور سے دیکھا گیا تو وہ شخص عمرو بن عبسہؓ صحابی تھے تو معاویہؓ نے ان کے پاس ایک آدمی یہ دریافت کرنے کیلئے بھیجا (کہ اس میں عہد شکنی کیا ہے؟) تو انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب کسی شخص اور کسی قوم کے درمیان کوئی معاہدہ ہو تو جب تک اس معاہدہ کی مدت پوری نہ ہو جائے تب تک نہ کوئی معاہدہ کرے اور نہ ہی عہد کو توڑے یا برابری کی بنیاد پر ختم کر دے۔ حضرت معاویہؓ یہ بات سن کر وہاں سے واپس آ گئے۔

جامع الترمذی - السیر (۱۵۸۰) سنن ابي داود - الجہاد (۲۷۵۹) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۱۱/۴) مسند

احمد - مسند الشاميين (۱۱۲/۴)

شرح الحديث:

یعنی حضرت معاویہؓ اور نصاریٰ روم کے درمیان عہد تھا، اور وہ ان کے شہر کی طرف جارہے تھے، یعنی عہد پورا ہونے سے پہلے ہی جارہے تھے، اس نیت سے کہ وہاں پہنچتے پہنچتے عہد کی مدت پوری ہو جائے گی تو فوراً حملہ کریں گے تو پیچھے سے ایک شخص آیا گھوڑے سوار (بِزْدُون کہتے ہیں غیر عربی گھوڑے کو، یعنی ترکی) یہ کہتا ہوا اور تنبیہ کرتا ہوا اللہ اُکْبَرُ، اللہ اُکْبَرُ معاہدہ کو پورا کرو، غداری نہ کرو، لوگوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ کہنے والے عمرو بن عبسہؓ ہیں، حضرت معاویہؓ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر معلوم کرایا تو انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو وہ عہد کی گرہ کو باندھے نہ کھولے، مراد یہ ہے کہ اس معاہدہ میں کوئی فرق نہ آنے دے، یہ جملہ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے، اس کے لفظی ترجمہ کی طرف التفات نہ کیا جائے، ”یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت نہ پوری ہو جائے، یا پھر یہ کہ معاہدہ کو کھلم کھلا توڑ دیا جائے“، یعنی واضح طور پر کہہ دیا جائے کہ ہم اس معاہدہ کو ختم کرتے ہیں علی سوا کا مطلب یہی ہے کہ معاہدہ باقی نہ رہنے کے علم میں دونوں برابر ہوں، ایک کو دوسرے کی رائے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ اب آئندہ کیلئے معاہدہ نہیں رکھا جاتا، گویا فسخ معاہدہ، فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ حضرت معاویہؓ یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ آئے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ کا مقصد غدر اور معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں تھی، مدت عہد پورا ہونے پر ہی وہ ان پر چڑھائی کرتے، لیکن یہ فی الجملہ خلاف احتیاط تھا، صریح عہد کے خلاف تو نہ ہوتا لیکن کہہ سکتے ہیں کہ لازم عہد کے خلاف ہوتا، کیونکہ دوسرے فریق کے ذہن میں یہ ہو سکتا ہے کہ گو مدت عہد پوری ہو گئی لیکن ہمارا خصم مدت پوری ہونے کے بعد ہی اپنے مقام سے چلے گا، ہکذا فی البدل عن القاری^۱، لیکن ہمارے حضرت شیخ سبق میں فرماتے تھے کہ میرے خیال میں تو اس میں نقص عہد نہیں تھا۔ والحديث أخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی، حسن صحيح، قاله المنذرى۔

۱۶۵ - بَابُ فِي الْوُقَاةِ لِلْمُعَاهِدِ وَحُرْمَةِ ذِمَّتِهِ

ذمی مشرک سے وفاداری اور اس کے عہد و پیمان کے قابل احترام ہونے کا بیان

۲۷۶۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهٍ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ».

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے معاہدہ والے شخص کو بلاوجہ (شرعی) قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر جنت کو حرام کر دے گا (اس سے مراد ایسے مشرک کا قتل ہے جو کہ

دارالاسلام میں جزیہ یا ٹیکس ادا کر کے رہ رہا ہو۔

شرح الحدیث: سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۷) سنن النسائي - القسامة (۴۷۴۸) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۰) مسند احمد - اول مسند البصريين (۳۶/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۳۸/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۴۶/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۵۰/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۵۱/۵) مسند احمد - اول مسند البصريين (۵۲/۵) سنن الدارمي - السیر (۲۵۰۴)

معاهد سے مراد ذمی، یعنی ذمی کے ساتھ وفاداری کرنا، اس کے ذمہ اور عہد کے خلاف معاملہ نہ کرنا، حدیث الباب میں ہے: جو شخص کسی ذمی کو بغیر وجہ جواز کے قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس قاتل پر جنت کو حرام کر دیتے ہیں، اس قسم کی حدیثیں اپنے ظاہر پر نہیں ہوتیں، بلکہ اہل سنت کے نزدیک مؤول ہوتی ہیں، مثلاً یہ کہ دخول اولی کی نفی ہے کہ اس کیلئے ابتداء دخول جنت کو حرام کر دیا سزا بھگتے کے بعد جائے گا، یا یہ کہ مستحل پر محمول ہے، یا اس سے مقصد مبالغہ فی الزجر والتوہیج ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۱۶۶۔ يَابُ فِي الرُّسُلِ

قاصدوں کے بارے میں

رسول سے مراد قاصد اور اپنی، یعنی کفار کی طرف سے آنے والا وفد، اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان کو قتل نہیں کیا جائیگا اگرچہ وہ کافر ہیں۔

۲۷۶۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ يَحْيَى الْقُضَلِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَشْجَعٍ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِيقٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمٍ بْنِ مَسْعُودٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ نُعَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا مَاحِينَ قَرَأَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ: «مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟» قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ. قَالَ: «أَمَّا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَصَرَبْتُ أَغْنَاكَمَا».

ترجمہ: محمد بن اسحق کہتے ہیں مسلمہ نے آنحضرت ﷺ کو خط لکھا اور دوسری روایت میں حضرت نعیم بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے مسلمہ کذاب کے قاصدوں سے اس کا خط پڑھ کر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہم وہی بات کہتے ہیں جو مسلمہ نے کہی (یعنی ہم لوگ مسلمہ کے رسول ہونے کے قائل ہیں، نعوذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پروردگار کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ پیغام لانے والے کو قتل نہیں کرنا چاہیے تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۱) مسند احمد - مسند المکیین (۴۸۸/۳)

شرح الحدیث: اس حدیث کو محمد بن اسحاق سے روایت کرنے والے ان کے شاگرد سلمہ ہیں، سلمہ یوں کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے مجھ سے یہ روایت ایک مرتبہ تو تعلیقاً بغیر سند کے بیان کی تھی اور ایک مرتبہ سنداً یعنی سند کے ساتھ، چنانچہ وہ سند

یہاں کتاب میں مذکور ہے۔

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مسلمان کذاب جس نے آپ ﷺ کے زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس نے اپنے دو قاصدوں کے ذریعہ ایک تحریر حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجی، راوی حدیث نعیم بن مسعود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس تحریر کو پڑھا کر، جس میں ظاہر ہے اس نے اپنی نبوت کی بات لکھی ہوگی، تو اس پر حضور ﷺ نے خود ان دونوں قاصدوں سے پوچھا کہ تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ جو وہ کہتا ہے وہی ہم کہتے ہیں یعنی اس کی تصدیق کرتے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ واللہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمہاری گردنیں مروا دیتا۔

یہ دو قاصد جو آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے ان کا نام مسند احمد کی روایت میں ابن النواہ، اور ابن اثال آیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: جَاءَ ابْنُ التَّوَّاحَةِ وَابْنُ أَثَالٍ رَسُولًا مَسِيئَةً إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُمَا: "أَتَشْهَدَانِ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ؟"، قَالَا: نَشْهَدُ أَنَّ مَسِيئَةً رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ، لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُولًا لَقَتَلْتُكُمَا" قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: "قَالَ: فَمَضَتْ السُّنَّةُ أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ" ^۱، پوری حدیث بذل میں مذکور ہے۔

۲۷۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِبٍ، أَنَّهُ أَتَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: مَا يَنْبَغِي وَبَيْنَ أَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِقَّةٌ، وَإِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنْظَلَةَ، فَإِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمَسِيئَةٍ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ عَبْدُ اللَّهِ فَجِئَ بِهِمْ فَاسْتَبَاحَهُمْ، غَيْرَ ابْنِ التَّوَّاحَةِ قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَوْ أَنَّكَ رَسُولُ لَقَرَبْتُ عَقْلَكَ» فَأَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ، فَأَمَرَ قَرْظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فِي الشُّوقِ، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ التَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالشُّوقِ».

سرجینا حضرت حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا کہ میرے اور کسی عرب کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے۔ میں قبیلہ بنی حذیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ مسلمہ کذاب پر ایمان لائے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ بات سن کر ان لوگوں کو طلب کیا اور ان سے توبہ استغفار کرنے کیلئے فرمایا۔ تو ابن نواہ کے علاوہ سب نے اس غلط عقیدے سے توبہ کی عبد اللہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اگر تم قاصد نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن مار ڈالتا پس آج کے دن تم قاصد نہیں ہو۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا انہوں نے بازار میں اس کو قتل کر ڈالا اسکے بعد حضرت عبد اللہ بن

① مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة - مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۳۷۶۱ (ج ۶ ص ۳۰۶)، وبذل المجہود فی حل

مسعودؓ نے کہا جو شخص ابن نواحہ کو دیکھنا چاہے تو وہ بازار میں جا کر مشاہدہ کر لے کہ وہ قتل کیا ہوا پڑا ہے۔

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۲) سنن الدارمی - السیر (۲۵۰۳)

صحیح

شرح الحدیث

ایک شخص نے آکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جبکہ وہ کوفہ کے والی تھے یہ کہا کہ دیکھو میرے اور اہل عرب کے درمیان کوئی عداوت اور دشمنی نہیں ہے (یعنی جو بات میں کہنے آیا ہوں کسی دشمنی کی وجہ سے نہیں بلکہ صحیح بات ہے) اور پھر اس نے یہ کہا کہ میں قبیلہ بنو حنیفہ کی ایک مسجد میں کو گزرا تو میں نے دیکھا اس مسجد والوں کو کہ وہ مسیلہ کی تصدیق کرتے ہیں، حضرت عبداللہؓ نے ان کو آدمی بھیج کر بلوایا، آنے کے بعد ان سے استنباط کرائی تو ان سب نے توبہ کر لی، سوائے ابن النواحہ کے، تو اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے ابن النواحہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تیری گردن مروا دیتا، اسکے بعد عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ تو اس وقت قاصد نہیں ہے اور یہ کہہ کر اسکو بر سر بازار قتل کرادیا، اور یہ اعلان کرادیا جو ابن النواحہ کو مقتول دیکھنا چاہئے دیکھ لے۔ والحدیث أخرجه النسائي۔

۱۶۷۔ باب فی أمان المرأة

اگر کوئی عورت کسی مشرک کو پناہ دے؟

یہ مسئلہ اس سے پہلے یسعی بذمتہم اذناہم^۱ کے ذیل میں گزر چکا کہ عورت کا امان معتبر ہے عند الأئمة الأربعة سحنون اور ابن ماجہون مالکیان کے نزدیک امان المرأة اذن امامہ پر موقوف ہے۔

۲۷۶۳

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهَا أَجَارَتْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْقَتْحِ فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ: «قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَزْتَ، وَأَمَّا مَنْ أَمْنْتَ».

سرحمہ

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ کے فتح کے دن ایک کافر کو امان دی۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہم نے اس کو پناہ دی جس کو تم نے پناہ دی اور جس کو تم نے امن دیا ہم نے بھی اسے امن دیا۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۵۰) صحیح البخاری - الجزية (۳۰۰۰) صحیح البخاری - الأدب (۵۸۰۶) صحیح

مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۳۳۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۳) مسند احمد - من مسند القبائل (۴۲۳/۶) مسند احمد - من مسند

القبائل (۴۲۵/۶) موطأ مالك - النداء للصلاة (۳۵۹) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۵۳)

شرح الحدیث

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ام ہانیؓ (حضرت علیؓ کی بہن) نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے فتح مکہ کے دن

ایک مشرک کو امن دے دیا تھا، اس کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس کا ذکر میں نے آپ سے کیا تو وہ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جس کو تو نے امان دیا ہم نے بھی اس کو امان دیا (اس کو آپ ﷺ نے مکرر فرمایا)۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی بنحوه، قاله المنذرى۔

۲۷۶۴

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «إِنْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ لِحَجِيرٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيُجَوِّدُ»۔

ترجمہ

اماں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ بیشک عورت کسی مشرک کو مسلمانوں سے امان دیتی وہ امان جائز ہوتی تھی۔

۱۶۸۔ بَابُ فِي صَلَاحِ الْعَدُوِّ

دشمن سے صلح کرنا

ترجمة الباب کی تشریح ومذایب علماء: جہاد اور قتال کے ابواب چل رہے ہیں یہ باب صلح کے بارے میں ہے کہ دشمن سے صلح بھی کی جاسکتی ہے اور اصل اس میں باری تعالیٰ کا قول: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْتَنِحْ لَهَا^۱ ہے کہ اگر مشرکین صلح کی طرف مائل ہو رہے ہوں تو ان سے صلح کر لیجئے، چنانچہ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ اگر امام کفار کے ساتھ صلح میں مصالحت سمجھے تو صلح کر سکتا ہے، اس میں بعض صحابہؓ اور تابعینؓ کا اختلاف ہے جیسے ابن عباسؓ، عطاءؓ اور مجاہدؓ و حسن بصریؓ وغیرہ، یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے سورہ توبہ کی آیت سے: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ^۲، اسکو آیت السیف بھی کہتے ہیں، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس میں نسخ وغیرہ کچھ نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو اور مصالحت ممکن ہو تو پھر مصالحت کی جاسکتی ہے ورنہ اصل حکم قتال اور جہاد تو ہے ہی، مصالحت کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر سکتے ہیں (ابن کثیر^۳)۔

۲۷۶۵

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَّةِ فِي بَضْعِ عَشْرَةِ مِائَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِإِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَدَ الْهَدْيِ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعَمْرَةِ - وَسَاقِ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّيْبَةِ الَّتِي يَهْبِطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَاتُ بَرَاءِ جَلَّتْ، فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ، حَلْ خَلَّاتِ الْقَصُوءَ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا خَلَّاتِ، وَمَا ذَلِكَ لَهَا يَخْلُقُ، وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ»۔ ثُمَّ قَالَ: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ حُطَّةً يُعْظَمُونَ بِهَا حُرْمَاتِ

۱ اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف (سورۃ الانفال ۶۱)

۲ لڑوان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر (سورۃ التوبہ ۲۹)

۳ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر - ج ۷ ص ۱۱۴

اللہ إِلَّا أَعْطَيْنَاهُمْ إِيَّاهَا». ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ، فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحَدِيثِ عَلَى تَمَدٍّ قَلِيلٍ الْمَاءِ، فَجَاءَهُ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخَزَاعِيِّ، ثُمَّ أَتَاهُ - يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ - فَجَعَلَ يَكُودُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلَحْيَتِهِ، وَالْمُعِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمَغْفَرُ، فَضَرَبَ يَدَهُ بِتَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ: أَخْزَى يَدَكَ عَنْ لَحْيَتِهِ، فَزَعَّ عُرْوَةَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُعِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: أَيُّ عُذْرٍ أَوْ لُسْتُ أَسْعَى فِي عُذْرَتِكَ، وَكَانَ الْمُعِيرَةُ صَاحِبَ قَوْمٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَتَقَاتَلُوا وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا الْإِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا، وَأَمَّا الْمَالُ فَإِنَّهُ مَالٌ عَذْرٌ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ» - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ» وَتَقَصَّ الْحَبِيرُ - فَقَالَ مُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِتْرٌ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا مَرَدَّدَتْهُ إِلَيْنَا، فَلَمَّا فَرَّغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «قُومُوا فَأَخْرُجُوا، ثُمَّ اخْلُقُوا». ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مِنْهَا جَرَاتُ - الْآيَةُ - فَتَهَاكُمُ اللَّهُ أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٌ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَعْنِي، فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ، فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى إِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمَرٍ لَهُمْ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَمْرَى سَيْفِكَ هَذَا يَا فُلَانُ جَبَدًا، فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلٌ قَدْ جَرَّبْتُ بِهِ، فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ، فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ، وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يُعَدُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ رَأَى هَذَا أَدْعَرًا». فَقَالَ: قَدْ قُتِلَ وَاللَّهِ صَاحِبِي، وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ، فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: قَدْ أَوْفَى اللَّهُ بِعَمَلِكَ فَقَدْ مَرَدَّدْتَنِي إِلَيْهِمْ، ثُمَّ تَجَانَى اللَّهُ مِنْهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَيْلَ أُمِّهِ مَشَعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ، فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَتْ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ، فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سَيْفَ الْبَحْرِ وَيَنْقَلِبُ أَبُو جَنْدَلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عَصَابَةٌ.

ترجمہ

مور بن خرمہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ حدیبیہ کے سال میں ایک ہزار سے زائد صحابہ ہمراہ لے کر نکلے یہاں تک کہ آپ ﷺ ذوالحلیفہ میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ہدی کے (جانور کے) قلابہ باندھا، اشعار کیا اور عمرہ کا احرام باندھا اور آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب گھائی پر پہنچے جہاں سے مکہ میں داخل ہونے کیلئے اترتے ہیں تو آپ ﷺ کی اونٹنی آپ ﷺ کو لے کر بیٹھ گئی۔ لوگوں نے حل، حل کہا (یہ اونٹ کو اٹھانے کیلئے بولا جاتا ہے) لیکن آپ کی اونٹنی قصوی نہ اٹھی، دو مرتبہ کہا کہ قصوی بگڑ گئی۔ آپ نے فرمایا قصوی (اونٹنی) نے ضد نہیں کی اور نہ اس کی عادت جم کر کھڑے ہونے کی ہے لیکن اسکو ہاتھی کے روکنے والے نے روک دیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے کہ جس نے بیت اللہ کے شہید کرنے کے ارادہ والے ابرہہ کے ہاتھی کو روک دیا تھا) پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات اقدس کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے آج کے دن قریش مجھ سے جو چیز بھی طلب کریں جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا احترام ہو میں وہی چیز ان کو دوں گا پھر آپ نے اونٹنی کو کھڑا کیا اور وہ کھڑی ہو گئی اور آپ اہل مکہ کے راستہ سے ایک جانب کو ہو گئے اور دوسری طرف چل

دیئے یہاں تک کہ (مقام) حدیبیہ کے آخر میں ایک مقام پر کہ جہاں ایک گڑھے میں کچھ پانی تھا آپ قیام پذیر ہو گئے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں سب سے پہلے بدیل بن ورقہ خزاعی آیا۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی آیا اور آپ ﷺ سے گفتگو کرنے لگات چیت کے دوران عروہ بار بار آپ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگاتا۔ مغیرہ بن شعبہ جو آپ کے قریب کھڑے تھے جن کے ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ سر پر خود پہنے ہوئے تھے انہوں نے عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا قبضہ مارا اور کہا آپ کی داڑھی مبارک کے پاس سے اپنا ہاتھ ہٹالے۔ عروہ نے سر اٹھا کر پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا: اے مکار شخص! کیا میں نے تیری عہد شکنی کی اصلاح کرنے میں کوشش نہیں کی؟ اور اس عہد توڑنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ مغیرہ دور جاہلیت میں کچھ لوگوں کو اپنے ہمراہ لے گئے تھے پھر انکو مار ڈالا اور انکا مال لوٹ لیا۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مغیرہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام تو ہم نے قبول کر لیا لیکن ہم مال نہیں لیں گے کیونکہ وہ مکاری سے کمایا ہوا ہے۔ اسکے بعد مسعر نے آخر تک حدیث بیان کی۔ نبی ﷺ نے کہا تحریر کر دیہ وہی مصالحت نامہ ہے کہ جس پر محمد نے فیصلہ کیا جو رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر سارا واقعہ بیان کیا۔ سہیل نے کہا اور یہ شرط بھی ہے کہ: جو قریش میں سے آپ ﷺ کے پاس آئے اگرچہ اسلام قبول کر کے آئے تو آپ ﷺ اس کو واپس فرمادیں گے۔ جب مصالحت نامہ کی تحریر سے فارغ ہو چکے تو صحابہؓ سے فرمایا اٹھو اور قربانیاں ذبح کرو پھر سر منڈاؤ۔ اسکے بعد مکہ مکرمہ کی کچھ خواتین اسلام قبول کر کے ہجرت کر کے مسلمانوں کے پاس آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں واپس کرنے سے منع فرمادیا اور ان کا مہر جو کہ ان کے مشرک شوہر کا تھا، واپس کر دیا۔ پھر آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو قریش میں سے ایک شخص جس کا نام ابو بصیر تھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قریش نے اسکو واپس بلانے کیلئے دو افراد روانہ کئے۔ آپ ﷺ نے ابو بصیر کو انکے حوالے کر دیا وہ ان کو ساتھ لے کر نکل گئے جب ذوالحلیفہ میں آئے تو وہ وہاں پر اتر کر کھجوریں کھانے لگے ابو بصیر نے ان دونوں میں سے ایک شخص کی تلوار دیکھ کر کہا اللہ کی قسم یہ تمہاری تلوار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس نے تلوار میان سے نکال کر کہا کہ میں اس تلوار کو آزما چکا ہوں۔ ابو بصیر نے کہا کہ میں بھی تلوار دیکھنا چاہتا ہوں اس نے وہ تلوار انہیں دے دی ابو بصیر نے اس تلوار سے ہی اس کے مالک کو قتل کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا اور دوسرا ساتھی یہ (منظر) دیکھ کر فرار ہو گیا یہاں تک کہ وہ مدینہ منورہ میں آیا اور دوڑ کر مسجد میں گھس گیا آپ ﷺ نے فرمایا: یہ شخص خوف اور گھبراہٹ کے عالم میں ہے اس نے کہا میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل کر دیا جاؤں گا اتنے میں ابو بصیر آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے عہد مکمل کر لیا اور مجھ کو مشرکین کے حوالے کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسکی یہ بات جنگ بڑھانے والی ہے، اگر اس کا کوئی ساتھی ہوتا۔ ابو بصیر نے جس وقت یہ بات سنی تو وہ سمجھ گئے کہ نبی ﷺ مجھے دوبارہ مشرکین کے حوالے کر دیں گے وہ نکلے اور دریا کے کنارے چلے گئے۔ اور ابو جندل (جو کہ سہیل کا بیٹا تھا جس نے

کہ مشرکین سے مصالحت کرائی تھی وہ اسلام لے آیا تھا اور مصالحت کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن آپ ﷺ نے صلح کے مطابق اسکو مشرکین کو لوٹا دیا تھا (وہ بھی ابو بصیر کے ساتھ شامل ہو گیا یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں اکٹھا ہو گیا) بعض مؤرخین نے انکی تعداد تین سو لکھی ہے۔ (بذل)۔

صحیح البخاری - الحج (۱۶۰۸) صحیح البخاری - الحج (۱۷۱۶) صحیح البخاری - الشروط (۲۵۸۳) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۲۶) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۴۴) سنن النسائی - مناسک الحج (۲۷۷۱) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۵) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۲۳/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۲۷/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۲۸/۴)

شرح الحدیث: صلح حدیبیہ والی حدیث کی شرح: اس باب میں مصنف نے صلح حدیبیہ کی اس

طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے جو بخاری میں مفصلاً مذکور ہے اس روایت میں اصحاب حدیبیہ کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد بتائی ہے ان کی تعداد میں اختلاف روایات ہے جو قریب ہی میں گزر چکا کہ تیرہ سو تھے یا چودہ یا پندرہ سو، اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ پہنچ کر تقلید ہدی کیا اور اشعار اور عمرہ کا احرام باندھا..... وَسَاقِ الْحَبِیثِ مَصْنُفٌ کہہ رہے ہیں کہ راوی نے پوری حدیث بیان کی (اور میں اس کا اختصار کر کے کہیں کہیں سے اس کا اقتباس کروں گا) چنانچہ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ جب اس ثنیہ پر پہنچے کہ جس سے اہل مکہ پر اتراجاتا ہے تو وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی، جس کا ظاہری سبب کچھ نظر نہ آتا تھا لوگ اس کو اٹھانے کیلئے کہنے لگے حل، حل، اور لوگوں نے یہ بھی کہا خَلَّاتِ الْقَصَوَاءُ کہ آپ ﷺ کی یہ اونٹنی تو آج ہٹ کر رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے، ہٹ نہیں کر رہی ہے اور نہ اس کو اس کی عادت ہے وَلَکِنْ حَبَسَهَا خَابِشُ الْفِیْلِ، بلکہ بات یہ ہے کہ اس کو چلنے سے اس ذات نے روکا ہے جو ہاتھی کا روکنے والا تھا، (ابرہہ کی چڑھائی کے وقت) یعنی اللہ تعالیٰ شانہ، ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ وَالْحَقُّ بِكُمْ أَنِّي لَأَعْلَمُ مَا تَعْلَمُونَ کہ میں نے اس ذات کی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ آج کے دن یہ مشرکین جس چیز کا بھی مجھ سے سوال کریں گے، یعنی شرط لگائیں گے صلح کے اندر تو میں اس شرط کو منظور کر لوں گا، یعنی ایسی شرط جس سے ان کی غرض مسجد حرام، بیت اللہ شریف اور احکام خداوندی کی تعظیم مقصود ہو..... اور اگر کوئی ایسی شرط لگانے لگے جس سے مسجد حرام کی یا بیت اللہ کی یا احکام خداوندی کی بے حرمتی ہوتی ہو تو منظور نہیں کی جائے گی (بیت اللہ اور مسجد حرام کی تعظیم تو مشرکین بھی کرتے تھے اور اپنے نزدیک بے حرمتی نہیں کرتے تھے، لیکن ان کی تعظیم بس اپنے مذہب کے مطابق تھی)، ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ (یعنی آپ ﷺ کے یہ فرمانے کے بعد جس کو اونٹنی بھی سن رہی تھی) آپ ﷺ نے اس کو ہانکا تو دوڑ کر چلنے لگی، یہاں تک کہ چلتے چلتے آپ ﷺ اقصائے حدیبیہ میں اترے ایک معمولی سے چشمہ پر، شروع میں آپ ﷺ کے پاس بدیل بن ورقاء خزاعی اہل مکہ میں سے آیا، اور پھر..... عروہ بن مسعود، عروہ جس وقت آپ سے بات کر رہا تھا تو بار بار آپ کی ڈاڑھی یعنی ٹھوڑی مبارک کو پکڑتا تھا جیسا کہ خوشامد کے وقت کیا جاتا ہے، اس وقت مغیرہ بن شعبہ آپ کے برابر میں محافظ (باڈی گارڈ)

کے طور پر صلح کھڑے تھے، ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھی، تو جب عروہ حضور ﷺ کی ٹھوڑی مبارک کی طرف ہاتھ لیجاتا تھا تو مغیرہ اس تلوار کو جو ان کے ہاتھ میں تھی اسکے نیچے کے حصہ یعنی قبضہ کی طرف سے اس کے ہاتھ پیر مارتے تھے اور زبان سے بھی کہتے تھے کہ آپ ﷺ کی داڑھی پر سے ہاتھ ہٹا، عروہ کو معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ آپ ﷺ کے پاس کون کھڑا ہے، مغیرہ کے فعل السیف مارنے پر عروہ نے ان کی طرف سراٹھا کر دیکھا قال: أَيْ غَدْرًا أَوْ لَيْسَتْ أَسْعَى فِي غَدْرِكَ (دیکھنے سے جب معلوم ہوا کہ یہ مارنے والا تو اپنا بھتیجا ہی ہے تو اب ذرا بولنے کی ہمت ہوئی) اور کہا اے فسادی اور غدار کیا تیری غداری کو میں بھگت نہیں رہا ہوں، آگے راوی انکے اس قصہ کی وضاحت کرتا ہے، کہ ایک مرتبہ مغیرہ زمانہ جاہلیت میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ چلے جا رہے ہیں، راستہ میں مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کو دھوکہ دے کر قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور آکر اسلام میں داخل ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام تو تمہارا تسلیم ہے اور یہ مال جو مال غدر ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ مُصَنَّفٌ "کو چونکہ اختصار کرنا تھا اور اسکے بعد جو اصل حدیث میں مذکور ہے اسکو ذکر کرنا نہیں تھا اسلئے کہہ دیا: وَذَكَرَ الْحَدِيثَ کہ راوی نے اور بہت کچھ ذکر کیا، غرضیکہ مشرکین نے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کو مکہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روک دیا، اور صلح کی بات آپ کی سامنے رکھی کے آئندہ سال تین دن کیلئے آپ عمرہ کرنے کیلئے یہاں تشریف لاسکتے ہیں، اور آپ بھی مصالحت کیلئے آمادہ ہو گئے، تو آپ نے حضرت علیؓ سے صلح نامہ لکھنے کو فرمایا، اور فرمایا کہ شروع میں اس طرح لکھو: هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَقَصَّ الْحَبْرُ، مصنف نے پھر اس سے آگے کے ٹکڑے کو حذف کر دیا، غرضیکہ جب صلح نامہ مرتب ہو رہا تھا اور شرائط لکھے جا رہے تھے تو سہیل بن عمرو نے یہ بھی لکھوانا چاہا أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِّنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا کہ میں مدت صلح کے درمیان اگر کوئی ہمارا آدمی آپ ﷺ کی طرف جائے گا تو اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو اسکو ہماری طرف لوٹانا ضروری ہوگا، طویل حدیث میں ہے کہ اس شرط پر صحابہ کو بہت طیش آیا جو کہ مسلمانوں کے حق میں بہت سخت تھی مگر حضور ﷺ کے فرمانے سے صحابہ خاموش ہو گئے، پھر فقہاء کے درمیان اس شرط کے بارے میں اختلاف ہے..... کہ ایسی شرط مشرکین کی جانب سے اگر ہو تو اس وقت بھی اسکو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں ائمہ میں سے امام احمدؒ کے نزدیک تو اب بھی جائز ہے، اور امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک کفار کی اس طرح کی شرط منظور کرنا اس صورت میں جائز ہے جب اس مسلمان (جس کو لوٹایا جا رہا ہے) کا وہاں یعنی دار الحرب میں عشرہ (کنبہ اور قبیلہ جو اسکی حفاظت کر سکے)..... ورنہ جائز نہیں، اور حنفیہ کے نزدیک اس شرط کا منظور کرنا اب جائز نہیں، منسوخ ہے حضور ﷺ کی اس حدیث کی بنا پر ابنا بری من مسلمہ بین مشرکین ①، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ جب صلح نامہ لکھ کر

① قَالَ: "أَنَا بَرِيٌّ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُّقِيمٍ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ" قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِمَ؟ قَالَ: "لَا تَرَانَا تَارَاهُمَا". (السنن الكبرى للبيهقي - كتاب القسامة - جماع أبواب كفارة القتل ١٦٤٧١ ج ٨ ص ٢٢٥)

تیار ہو گیا اور احصار عن العمرہ کا تحقق ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جو ہدایا تمہارے ساتھ ہیں ان کو ذبح کر دو اور حلق کر اگر حلال ہو جاؤ، ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ مِّمَّهَا جَرَائِدٌ، اس صلح میں جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں چونکہ ایک شرط یہ بھی تھی جو ابھی اوپر گزری کہ اگر یہاں سے کوئی شخص آپ ﷺ کی طرف جائے گا تو اس کو آپ کو واپس کرنا ہو گا اگرچہ وہ اسلام میں داخل ہو گیا ہو تو اس شرط سے متعلق راوی کہہ رہا ہے کہ صلح نامہ مرتب ہو جانے کے بعد کچھ عورتیں مسلمان ہو کر مکہ سے ہجرت کر کے ادھر آ گئیں تو اب یہاں یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ان عورتوں کو واپس کیا جائے یا نہ کیا جائے اس موقع پر اس آیت کریمہ کا نزول ہوا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَ كُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مِهْجَرَاتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۚ اِنَّهٗنَّ اَعْلَمْنَ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُّؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۚ (الآیۃ) ۱، راوی کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اندر مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ ان مہاجرات کو کفار کی طرف لوٹائیں اور نیز اس بات کا حکم کیا گیا صحابہ کو کہ ان مہاجرات میں جو زوج والی ہیں انکا مہر ان کے زوج اول کی طرف واپس کیا جائے اب یہ کہ کون واپس کرے اگر اس مہاجرہ نے یہاں آ کر کسی مسلمان سے شادی کر لی تب تو اس مہاجرہ کا یہ زوج ثانی وہ مہر لوٹائے اور اگر شادی کی نوبت نہیں آئی تو پھر اس کے مہر کے بقدر مال بیت المال سے اس کے زوج اول کو دیا جائے لیکن یہ رد مہر کا مسئلہ عام نہیں ہے، اسی صلح حدیبیہ کے ساتھ خاص ہے کما فی بیان القرآن ۲۔

اس نزول آیت کے سلسلہ میں علماء کے دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ یہ آیت کریمہ ناسخ ہے شرائط صلح میں سے اس خاص جزء کے حق میں، گویا صلح میں جو شرط منظور کی گئی تھی رد الی الکفار کے بارے میں وہ عام تھی رجال و نساء دونوں کے حق میں، لیکن اس آیت نے آکر اس شرط کو فی حق النساء منسوخ کر دیا، اور فی حق الرجال باقی رکھا، چنانچہ مہاجر مردوں کو جو صلح کے بعد مکہ سے مدینہ آئے ان کو حضور ﷺ نے واپس چلے جانے کا حکم فرمایا جیسا کہ آگے خود روایت میں آرہا ہے ② اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ناسخ نہیں ہے بلکہ یہ مفسر ہے اور اس نے آکر یہ وضاحت کی ہے کہ عورتیں اس شرط میں داخل ہی نہیں ہیں لہذا ان کو رد نہ کیا جائے۔

یہاں دو چیزیں قابل تنبیہ ہیں، ایک کا تعلق ہماری کتاب کے موجودہ نسخہ سے ہے وہ یہ کہ ہمارے اس نسخہ میں اس طرح ہے: ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ مِّمَّهَا جَرَائِدٌ - (الآیۃ) - وہ یہ کہ یہ جملہ ثُمَّ سے مہاجرات تک یہ تو راوی کے الفاظ ہیں اور اسکا قول ہے تو اس پر (الآیۃ) لکھنے کا مطلب، (الآیۃ) تو وہاں لکھا جاتا ہے جہاں آیت شروع کر کے باقی کا اختصار کر دیا جائے یہاں تو ابھی آیت کا لفظ شروع ہی نہیں ہوا، لہذا ایوں کہا جائے گا کہ یہاں کسی راوی سے یا کتاب سے عبارت میں سقوط ہو گیا، لہذا پوری عبارت اس طرح تھی ثُمَّ

① اے ایمان والو! جب آئیں تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر ان کو جانچ لو اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کوف یا پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو مت پھیرو ان کو کافروں کی طرف (سورۃ الممتحنہ ۱۰)

② تسہیل بیان القرآن - ص ۱۳۷ (ادارۃ تالیفات اشرفیہ)

جاء نسوة مؤمنات مهاجرات فانزل الله يا ايها الذين امنوا اذا جاءكم المؤمنات مهاجرات فامضن معهن الى داركن فاما اذا جاءكم من غيرهن فامضن منكن فاما اذا جاءكم من غيرهن فامضن منكن فاما اذا جاءكم من غيرهن فامضن منكن فاما اذا جاءكم من غيرهن فامضن منكن

دوسری چیز قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس روایت میں آگے یہ ہے ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ، لہذا اس روایت کے سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہاجرات کی آمد حضور ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حدیبیہ ہی میں یا مدینہ کے راستہ میں ہو گئی تھی حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں، بلکہ ان نساء مہاجرات کی آمد آپ ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے کے کچھ دن بعد ہوئی تھی، کذا فی البذل عن الحافظ، واللہ تعالیٰ اعلم ❶۔

فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَغْنِي، فَأَمْسَلُوا فِي ظُلْمَةٍ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ: یعنی صلح حدیبیہ کے کچھ دن بعد ابو بصیرؓ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ آئے، ان کے آتے ہی کفار کی طرف سے دو آدمی ان کو لینے کیلئے آگئے ان دو آدمیوں کے نام اس روایت میں تو مذکور نہیں بھذل میں ہے ایک کانام خنیس بن جابر ہے اور دوسرا شخص اس کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام جس کا نام کوثر تھا ❶، آپ ﷺ نے ابو بصیر کو ان دونوں شخصوں کے حوالہ کر دیا (یہی شرط دراصل بہت سخت اور مسلمانوں کو ناگوار تھی جس سے وہ بہت چین بچیں ہوئے تھے، مگر حضور اکرم ﷺ نے جو اپنی امت کے حق میں ماں باپ سے بھی زیادہ کریم اور شفیق ہیں اسلام اور مسلمانوں کی عمومی اور اجتماعی مصالح کے پیش نظر اس شرط کو منظور فرمالیا لیا تھا) یہ دو شخص ابو بصیر کو لے کر مدینہ سے باہر ابھی ذوالحلیفہ ہی تک پہنچے تھے، کچھ کھانے پینے کی نیت سے وہاں اترے، ابو بصیر نے خنیس کے ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کو دیکھ کر کہا کہ واللہ تمہاری یہ تلوار تو بڑی عمدہ ہے (اوجھے آدمی اپنی تعریف سے خوش ہوا ہی کرتے ہیں) چنانچہ اس نے یہ منکر فوراً اس کو نیام سے نکالایہ کہتے ہوئے کہ یہ میری آزمودہ تلوار ہے، ابو بصیر نے کہا کہ آپ مجھے دیکھنے کیلئے دے سکتے ہیں فَأَمْسَلَهُ مِثْلَهُ، پس خنیس نے ابو بصیر کو اس تلوار پر قدرت دیدی، ابو بصیر نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اس تلوار کو اسی پر استعمال کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، یہ صورت حال دیکھ کر خنیس کا سا تھا یعنی کوثر مدینہ کی طرف بھاگ پڑا اور بھاگتے بھاگتے مسجد نبوی میں پہنچ کر اس نے سانس لیا، آپ ﷺ نے اس کو دور سے آتا دیکھ کر فرمایا: لَقَدْ رَأَى هَذَا غَوَاكُہ اس نے کوئی خوف اور گھبراہٹ کی بات دیکھی ہے، اس نے آکر حضور ﷺ سے بلا تمہید کے گھبرا کر یہ کہا: واللہ میرا سا تھا تو قتل کر دیا گیا اور میرا نمبر بھی آنے والا ہے، اتنے میں ابو بصیر بھی وہاں پہنچ گئے، انہوں نے حضور ﷺ سے یہ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے تو آپ کا عہد پورا کر دیا اور گویا آپ اب بری الذمہ ہو گئے مجھ کو ان کی طرف لوٹا کر پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل

❶ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۵ ص ۴۸، و بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۳۹۴

❷ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۳۹۵

سے مجھ کو مشرکین سے نجات عطا فرمائی (ان کا منشا یہ تھا کہ اب آپ مجھے مدینہ میں ٹھہرنے کی اجازت دیں مگر چونکہ آپ ﷺ اس کو صلح کے خلاف سمجھتے تھے اور آپ کی یہ رائے نہ ہوئی اسی لئے آپ ﷺ نے ان کی بات سن کر فرمایا: وَقِيلَ لَهُمْ مَسْعَرٌ بَضْمٌ لِمِمْ اسْمٌ فَاعِلٌ بھی ہو سکتا ہے اور بکسر المیم اسم آہ بھی ہو سکتا ہے) آپ ﷺ ابو بصیر کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس کی یہ بات آگ بھڑکانے والی ہے، یعنی اگر ابو بصیر کو واپس نہ کیا گیا، تو مشرکین میں اشتغال ہوگا، یہ بات تو آپ ﷺ کی صلح اور مصلحت پر مبنی تھی اور دوسری بات ابو بصیر کے ساتھ ہمدردی کے طور پر آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا: لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ كَأَشْ کہ ابو بصیر کا اس وقت کوئی ناصر اور مددگار ہوتا، راوی کہتا ہے جب ابو بصیر نے آپ ﷺ کا یہ جملہ سنا تو وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ مجھ کو لوٹا کر ہی رہیں گے، چنانچہ ابو بصیر مدینہ سے نکل آئے اور نکل کر سمندر کے ساحل پر آکر ٹھہر گئے، وَيَقُولُ أَبُو جَنْدَلٍ ابو بصیر کے بعد ابو جندل ایک صحابی اسلام لا کر مع اپنے ستر سوار ساتھیوں کے مکہ سے اس طرف آئے اور بجائے مدینہ آنے کے ابو بصیر کے پاس ٹھہر گئے، اسی طرح وقتاً فوقتاً لوگ مکہ سے اسلام لا کر ہجرت کرتے ہوئے یہاں آکر ساحل بحر پر ٹھہرتے رہے اور راوی کہہ رہا ہے ان کی اچھی خاصی ایک جماعت ہو گئی، بڈل میں سہیلی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی اور یہ لوگ مدینہ اسلئے نہیں آتے تھے کہ اگر وہاں جائیں گے تو حسب صلح لوٹا دیئے جائیں گے، یہ ساحلی علاقہ جہاں یہ لوگ آکر ٹھہرتے تھے کفار قریش کے قافلوں کی گزر گاہ تھی، جب وہ مکہ سے ملک شام اور شام سے مکہ مال تجارت لیکر آتے جاتے تھے، ان لوگوں کے پاس تو ظاہر ہے کچھ کھانے پینے کو نہیں تھا، اور مسلمان کیلئے کافر حربی کا مال حلال ہے، ہی اسلئے وہ ان قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو قریش مکہ نے حضور اکرم ﷺ کی طرف اللہ اور قرابت کا واسطہ دے کر یہ کہلا بھیجا کہ آپ اپنے ان لوگوں کو اپنے ہی پاس بلا لیں اور اب آئندہ جو بھی یہاں سے مدینہ جائے گا وہ امن وامان کے ساتھ وہیں رہے اس کو واپس نہ بھیجا جائے، چنانچہ آپ ﷺ نے ابو بصیر کے پاس آدمی بھیجا کہ تم سب لوگ یہاں آ جاؤ، چنانچہ وہ سب لوگ مدینہ منورہ آ گئے ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ابو بصیر کی طرف اپنا والا نامہ بھیجا، قاصد جب آپ کی تحریر لیکر ان کے پاس پہنچا تو ابو بصیر اس وقت اپنی آخری حالت میں تھے، لکھا ہے کہ جس وقت ان کا انتقال ہوا تو آپ کی تحریر ان کے ہاتھ ہی میں تھی، ابو جندل نے ابو بصیر کو اسی جگہ دفنایا اور ان کی قبر کے قریب ایک مسجد بھی بنادی (بڈل) یہ حدیث طویل مفصل بخاری میں کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد میں مذکور ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي مختصراً ومطولاً، قاله المنذري۔

۲۷۶۶

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ كَاتِبِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمُسَوِّدِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، «أَلَّهْمُ اضْطَلِكُوا عَلَيَّ وَضِعَ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَا مَنْ فِيهِمُ النَّاسُ وَعَلَى أَنْ بَيْنَنَا

عَنْبِيَّةٌ مَكْفُوفَةٌ، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَاحَ وَلَا إِغْلَالَ»

ترجمہ

حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ قریش نے صلح حدیبیہ میں اس پر مصالحت کی کہ دس سال تک جنگ موقوف رکھی جائے گی اس زمانہ میں لوگ امن و امان سے رہیں اور ہم لوگوں کے اور مسلمانوں کے مابین قیمتی کپڑوں کا صندوق بند رہے گا یعنی قلب صاف ہوگا اور نہ پوشیدہ طور پر اور نہ ہی کھلے طور پر چوری ہوگی۔

شرح الحدیث

اَللّٰهُمَّ اصْطَلِكُوا عَلٰی وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ، يَأْمَنُ فِيْهِمُ النَّاسُ وَعَلٰى اَنْ بَيِّنَنَا عَنِّيْةً مَّكْفُوفَةً، وَاَنَّهُ لَا اِسْلَاحَ وَلَا اِغْلَالَ: یہ بھی حدیث حدیبیہ سے متعلق ایک ٹکڑا ہے۔ یعنی حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی وہ دس سال کیلئے تھی کہ آئندہ آنے والے دس سالوں کے اندر سب لوگ مسلمین اور مشرکین امن اور سکون سے رہیں گے، اور اس طور پر ہوئی تھی کہ ہم سب لوگ اس زمانہ ہدیت میں ایک قیمتی کپڑوں کی محفوظ گٹھری کی طرح رہیں گے، شارحین کہتے ہیں یہ کنایہ ہے قلوب صاف رہیں، اور دوسرے جملہ کے مطلب میں ایک قول یہ ہے اِسْلَاح سے مراد کھلم کھلا غارت گری (الغارة الشهيرة) اور اِغْلَالَ کے معنی السرقة الخفية، خفیہ طور پر چوری اور ایک تفسیر اِسْلَاح کی سرقت، اور اِغْلَالَ کی خیانت کے ساتھ کی گئی ہے اور ایک تفسیر اِسْلَاح کی سل السیوف، اور اِغْلَالَ کی لبس الدروع سے کی گئی ہے۔

۲۷۶۷

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: قَالَ: قَالَ جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ: انْطَلَقْتُ بِنَا إِلَى دِيٍّ يُخْبِرُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ، فَسَأَلَهُ جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ عَنْ الْهَدَنَةِ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «سَتَصَالِحُونَ الرُّومَ صَلَاحًا آمِنًا، وَتَعُذُّونَ أَنْفُسَكُمْ وَهُمْ عَدُوٌّ آمِنٌ وَرَأِيكُمْ».

ترجمہ

حضرت حسان بن عطیہ سے مروی ہے کہ مکحول اور ابن ابی زکریا خالد بن معدان کی جانب چلے میں بھی ان لوگوں کے ہمراہ گیا۔ خالد بن معدان نے حضرت جبیر بن نفیر سے حدیث بیان کی کہ حضرت جبیر نے مجھ سے کہا کہ تم میرے ساتھ ذی مخبر کے پاس چلو جو کہ ایک صحابی ہیں۔ میں ان کے پاس گیا جبیر نے ان سے صلح کے متعلق معلوم کیا ذی مخبر نے بیان کیا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ نے سنا آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ عنقریب تم لوگ اہل روم سے ایسی صلح کرو گے جو بڑی امن و امان والی ہوگی پھر وہ (رومی) اور تم لوگ ایک دوسرے سے مل کر ایک تیسرے دشمن سے جنگ کرو گے۔

مختصر

سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۶۷) سنن ابن ماجہ - الفتن (۴۰۸۹) مسند احمد - مسند الشامیین (۹۱/۴) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۷۲/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۰۹/۵)

شرح الحدیث

حسان بن عطیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مکحول شامی اور ابن ابی زکریا، خالد بن معدان کے پاس جا رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ ہو گیا، تو جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ہم سے جبیر کا یہ واقعہ نقل کیا کہ ایک مرتبہ کی

بات ہے کہ جبیر نے مجھ سے کہا (یعنی خالد سے) کہ ہمارے ساتھ ذی مخبر صحابی کے پاس چلو، چنانچہ ہم ان کے پاس گئے، پہنچنے کے بعد جبیر نے ان صحابی یعنی ذی مخبر سے سوال کیا ہدنتہ کے بارے میں (بظاہر جبیر بن نفیر کو کسی سے یہ خبر ملی ہوگی کہ یہ ذی مخبر صحابی ہدنتہ کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع بیان کرتے ہیں اسلئے ان کے پاس براہ راست سننے کیلئے گئے) اس پر ذی مخبر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: سَتَصَالِحُونَ الرُّومَ صَلَاحًا آمِنًا، وَتَعُودُونَ أَنْفُسَكُمْ وَعَدَا امْنٍ وَتَأْتِيكُمْ، آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یعنی مسلمان اخیر زمانہ میں رومیوں سے صلح کرو گے بڑی امن وامان والی صلح اور پھر تم ان کے ساتھ مل کر دشمن سے لڑائی لڑو گے۔

یہ حدیث بعینہ اسی سند اور متن کے ساتھ اس پر زیادتی کے ساتھ کتاب الملاحم میں آرہی ہے، جس کے اخیر میں یہ بھی ہے کہ جب مسلمان اور نصاریٰ فتح کر کے لوٹ رہے ہوں گے تو واپسی میں ایک نصرانی صلیب کو بلند کر کے کہے گا: غَلَبَ الصَّلِيبُ، اس پر مسلمانوں کو غصہ آئے گا اور زبردست لڑائی شروع ہو جائے گی جس کا نام الملعونۃ الکبریٰ ہے^①۔

مصنف اس حدیث کو بَابُ فِي صَلَاحِ الْعَدُوِّ^② میں جواز صلح مع العدو پر دلیل کی حیثیت سے لائے ہیں، اسپر طالب علمانہ یہ نقد ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث فتن کی روایات میں سے ہے، اور اخبار ماسبق کے قبیل سے ہے، گویا آپ ﷺ کی طرف سے ایک پیشینگوئی ہے، لیکن اس طرح کے جو واقعات احادیث میں مذکور ہیں جن کے وقوع کی آپ ﷺ نے اطلاع دی ہے، ان کو جواز یا عدم جواز کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم، اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ اخبار عما سبق والی روایات سے جواز پر استدلال درست نہیں، لیکن یہاں اس روایت سے استدلال اس طور پر ہے کہ آپ ﷺ اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اخیر زمانہ میں کسی وقت یہ بات پیش آئے گی کہ اس وقت کے تمام مسلمان نصاریٰ کے ساتھ مصالحت کریں گے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اس امت کا اتفاق ناحق بات پر نہیں ہوگا، اس حیثیت سے یہ روایت جواز پر دال ہو سکتا ہے ویسے نفس مصالحت کا جواز تو آیت کریمہ اور دوسری احادیث سے ثابت ہے ہی۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

۱۶۹ - بَابُ فِي الْعُدُوِّ يُؤْتِي عَلَى غَرَّةٍ وَيُتَشَبَّهُ بِهِمْ

غفلت دے کر دشمن کے پاس جانا اور اس کو اشتباہ میں ڈال کر قتل کرنے کا بیان

یعنی دشمن کو اشتباہ میں ڈال کر اچانک اسکی غفلت کی حالت میں اس پر حملہ کرنا، مقصود اسکے جواز کو بیان کرنا ہے، اسلئے کہ یہ غدر کے قبیلہ سے نہیں ہے بلکہ الحرب خدعة کے قبیل سے ہے۔

① سنن ابی داود - کتاب الملاحم - باب ما یذل من ملاحم الروم ۴۲۹۲

② سنن ابی داود - کتاب الجہاد - باب فی صلح العدو ۲۷۶۷

۲۷۶۸

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ لَعَنَ بَنِي الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ؟» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَةَ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَجِبْ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَأَذِنَ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ: «نَعَمْ، قُلْ». فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّا قَالَ: وَأَيْضًا لَمَّا لَقِيتُهُ قَالَ: اتَّبِعْنَاكَ فَتَحَنَّنَ نَكْرَهُ أَنْ نَدَّعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَبِي شَيْبَةَ بِصِدْقِ أَمْرِهِ، وَقَدْ أَمَرْنَا أَنْ تُسَلِّفَنَا وَسُقَا أَوْ سَقَيْنِ، قَالَ كَعْبٌ: أَيُّ شَيْءٍ تَرَاهُونِي؟ قَالَ: وَمَا تُرِيدُ مِنَّا؟ قَالَ: نِسَاءُكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللَّهِ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ نَرَاهُكَ نِسَاءً نَأْفِيكَوُنَ ذَلِكَ عَامًا عَلَيْنَا. قَالَ: فَتَرَاهُونِي أَوْلَادَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللَّهِ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا. فَيُقَالُ: مَرِهَنْتَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسَقَيْنِ. قَالُوا: نَرَاهُكَ لِلْأَمَةِ - يُزِيدُ السِّلَاحَ - قَالَ: نَعَمْ، فَلَمَّا أَتَاهُ نَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَطَيَّبٌ يَنْضَحُ رَأْسَهُ، فَلَمَّا أَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ وَقَدْ كَانَ جَاءَ مَعَهُ بِتَقْرِ ثَلَاثَةِ أَوْ أَرْبَعَةٍ قَدْ كَرُوا إِلَيْهِ قَالَ: عِنْدِي ثَلَاثَةٌ وَهِيَ أَعْظَرُ نِسَاءِ النَّاسِ. قَالَ: تَأْذِنُ لِي فَأَشْمُ. قَالَ: نَعَمْ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَشَمَّهُ قَالَ: أَعُوذُ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ، فَلَمَّا اسْتَمَكَّنَ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ فَضَرَبُوهُ حَتَّى قَتَلُوهُ.

حَدَّثَنَا

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون شخص قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی۔ یہ بات سن کر محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کام میں انجام دوں گا اے رسول اللہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کو ہلاک کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا کہ پھر مجھ کو اجازت عطا فرمائیے کہ میں کوئی (چال کی) بات کہہ سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اسکے بعد محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا کہ اس آدمی نے (یعنی نبی کریم ﷺ نے) ہم لوگوں سے صدقہ مانگا پھر ہم لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔ کعب بن اشرف نے کہا: ابھی تم نے کیا دیکھا ہے تم لوگ مزید اکتاہٹ میں مبتلا ہو گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: ہم لوگ اس شخص کی اتباع کر چکے ہیں اب یہ بات نامناسب معلوم ہوتی ہے کہ اس شخص کے راستہ کو چھوڑ دیں جب تک اس شخص کا انجام نہ دیکھ لیں۔ تم لوگوں سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ہمیں ایک وسق یا دو وسق غلہ قرض دو۔ کعب بن اشرف نے کہا: تم کو کسی چیز رہن رکھو گے؟ محمد بن مسلمہ نے کہا: تم لوگ کیا چیز چاہتے ہو؟ کعب نے کہا: تم لوگ اپنی مستورات رہن رکھو۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ تم عرب کے خوبصورت آدمی ہو ہم لوگ تمہارے پاس اپنی مستورات رہن رکھیں اور ہم لوگوں پر یہ داغ باقی رہے۔ کعب نے کہا: تو پھر تم لوگ اپنی اولاد رہن رکھو۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ ہمارا لڑکا جس وقت بڑا ہو جائے گا لوگ اس کو بھی مطعون کریں گے کہ یہ ایک وسق یا دو وسق کے بدلے رہن رکھا گیا تھا البتہ ہم لوگ تمہارے پاس اپنے ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں کعب نے کہا: ٹھیک ہے۔ پھر اس کے پاس محمد بن مسلمہ گئے اور اس کو آواز دی کعب خوشبو لگائے ہوئے گھر سے نکلا اس کا سر خوشبو سے مہک رہا تھا۔ جس وقت محمد بن مسلمہ بیٹھ گئے وہ اپنے ہمراہ جو تین چار شخصوں کو لے کر آئے تھے تمام لوگوں نے خوشبو کا تذکرہ کرنا شروع کیا کعب بن اشرف

نے کہا کہ میرے پاس فلاں عورت ہے وہ تمام عورتوں سے زیادہ خوشبودار رہتی ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں تمہارے سر کے بال سو نگھ لوں؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ محمد بن مسلمہ نے اس کے سر میں اپنا ہاتھ ڈال کر سو نگھا پھر دوسری مرتبہ اجازت چاہی۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے پھر محمد بن مسلمہ نے اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور جب اسے قابو کر لیا تو اپنے ساتھیوں کی جانب اشارہ کیا کہ اب اس کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کعب کو مارنا شروع کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا (یہ واقعہ ربیع الاول ۳ء کا ہے)۔

صحیح البخاری - البرہن (۲۳۷۵) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۶۷) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۶۹) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۱۱) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۰۱) سنن أبی داود - الجہاد (۲۷۶۸)

شرح الحدیث: کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا قصہ: اس باب میں مصنف نے کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے کعب بن اشرف ایک مشہور یہودی تھا اور شاعر قسم کا آدمی تھا، بڑا قد آور بھاری بھر کم، نہایت موذی قسم کا انسان تھا، حضور اکرم ﷺ کی ہجو کرتا تھا، اور آپ کے خلاف کفار قریش کو ابھارا کرتا تھا، خود اس حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں: **إِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ**، بہر حال مضمون روایت یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا ہے تم میں جو کعب بن الاشرف کا کام تمام کر دے، اور ایسا کرنے کی ٹھان لے؟ تو اس پر محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کام کو کر سکتا ہوں، کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہی چاہتا ہوں، انہوں نے عرض کیا کہ اچھا اگر ایسا ہے تو پھر مجھے کچھ جھوٹ بچ کہنے کی اجازت دیجئے (یعنی اس کافر کو دھوکہ میں ڈالنے کیلئے) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اجازت ہے، اس اجازت ملنے کے بعد وہ فوراً اس کام کیلئے کھڑے ہو گئے، اور کعب بن الاشرف کے پاس پہنچ گئے (اس کے پاس ادھر کی بات ملانے کیلئے) چنانچہ اس کے پاس جا کر کہا: **إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّا** کہ دیکھ بھائی یہ شخص ہم سے (اشارہ حضور ﷺ کی طرف ہے) صدقات کا سوال کرتا رہتا ہے اور ہمیں اس نے مشقت، میں ڈال رکھا ہے، عنا و احد ند کر غائب کا صیغہ ہے اور نا ضمیر منصوب ہے یہ عنا سے ماخوذ ہے بمعنی مشقت، اس نے سکر کہا کہ ابھی تو تم اس سے اور زیادہ اکتاؤ گے (ابھی تم نے دیکھا ہی کیا) اس پر انہوں نے کہا کہ بھائی ایسا ہے کہ اب تو ہم نے غلطی سے ان کا اتباع شروع کر دیا ہے اور ہم یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اسکو ایک دم چھوڑ دیں جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس شخص کا انجام کیا ہوتا ہے (ترقی کی طرف چلتا ہے یا تنزل کی طرف) اس کے بعد محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا کہ اس وقت تو میں تمہارے پاس ایک خاص غرض سے آیا ہوں کہ آپ ہمیں ایک یا دو دسق غلہ بطور قرض دیدیں (ضرورت کے وقت اپنے ہی آدمی کام آیا کرتے ہیں، اور ان ہی کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں) اس پر اس نے کہا کہ کیا چیز رہن رکھو گے، انہوں نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے، اس نے کہا کہ اپنی عورتوں کو رہن رکھ دو، انہوں نے کہا سبحان اللہ! تم نے یہ

بڑی عجیب بات کہی بھلا تم انتہائی حسین اور جمیل شخص ہو، پھر ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن کیسے رکھیں، یہ چیز تو ہمارے حق میں باعث عار ہوگی اس نے کہا اچھا اپنی اولاد کو رہن رکھ دو، انہوں نے کہا کہ ہماری اولاد کے حق میں یہ چیز عیب ہوگی لوگ ان کی مخالفت وغیرہ کے وقت میں طعن دیں گے کہ تو وہی تو ہے جو ایک دو وسق غلہ کے عوض رہن رکھا گیا تھا، پھر محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھی خود ہی بولے کہ ہم تو تیرے پاس سلاح اور ہتھیار رکھتے ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے، یہاں روایت میں اختصار ہے، بظاہر یہاں پر اس طرح ہے کہ آپس میں یہ بات طے ہو گئی کہ ہم ان اسلحہ کو لے کر تیرے پاس رات کے وقت میں آئیں گے چنانچہ رات میں معینہ وقت پر محمد بن مسلمہ اس کے مکان پر گئے اور جا کر اس کو آواز دی، وہ اوپر سے اتر کر آیا، بعض روایتوں میں ہے کہ اس کی بیوی نے اس وقت یہ بات کہی کہ تم کہاں جاتے ہو مجھے تو اس شخص کی آواز میں سے موت کی بو آرہی ہے، مگر اس نے اسکی تردید کر دی، اس وقت میں یہ کعب بن الاشرف قسم قسم کی خوشبوئیں اور عطر میں معطر تھا اور اپنی بیوی کے پاس سے اٹھ کر آیا تھا، جب نیچے اتر کر ان کے پاس آکر بیٹھا تو چونکہ محمد بن مسلمہ اپنے ساتھ تین چار ساتھیوں کو بھی لائے تھے تو انہوں نے اس سے اس مہک اور خوشبو کا ذکر کیا تو وہ بولا: عِنْدِي فُلَانَةٌ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ (کہ بھلا مجھ میں سے یہ خوشبوئیں کیوں نہ آئیں) جبکہ میرے گھر میں ایسی عورت ہے جو تمام عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی دلدادہ ہے، تو محمد بن مسلمہ نے کہا کہ اجازت ہے؟ سر کے بال سونگھ سکتا ہوں؟ اس نے کہا اجازت ہے، انہوں نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ داخل کر کے بالوں کو اچھی طرح سونگھا، ایک مرتبہ سونگھنے کے بعد کہا: دوبارہ بھی سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا ہاں! کیوں نہیں، اس مرتبہ پھر انہوں نے اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ داخل کئے اور اس مرتبہ ان بالوں کو مٹھی میں مضبوط پکڑ کر کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: ذُوْكُمْ لَوْ سَنَجَا لَوْ اس کو، چنانچہ انہوں نے اس کی گردن کاٹ دی۔

یہ واقعہ ربيع الاول ۳۱ھ کا ہے، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بالکل واضح ہے، یہ روایت کچھ زیادتی کے ساتھ صحیح بخاری کی کتاب المغازی میں باب قَتْلِ كَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ میں مذکور ہے، بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ محمد بن مسلمہ کے ساتھ رات میں اسکے پاس آنے والوں میں کعب بن الاشرف کا رضاعی بھائی ابوناٹکہ بھی تھا، جب کعب اتر کر نیچے آنے لگا تو اسکی بیوی نے کہا: اَيْنَ تَخْرُجُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَأَخِي أَبُو نَائِلَةَ وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ اَسْمَعُ صَوْتًا كَأَنَّهُ يَقْطُرُ مِنْهُ الدَّمُ، فتح الباری میں بعض روایات سے نقل کیا ہے کہ جب وہ نیچے اترنے لگا فتعلقت به امراته وقالت مكانك فوالله اني لأشري حمرة الدم مع الصوت ①۔

یہ قتل کعب کا واقعہ کتاب الخراج میں باب کَيْفَ كَانَ إِخْرَاجُ الْيَهُودِ مِنَ الْمَدِينَةِ؟ میں بھی آ رہا ہے، اس کی طرف بھی رجوع کیا جائے، اس میں اس طرح ہے: أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ، فَبَعَثَ مُحَمَّدُ بْنُ

مسلمہ^۱، ان دونوں روایتوں میں جو اختلاف ہے اسکی توجیہ آئندہ آنے والے باب میں حضرت سہارنپوریؒ نے بذیل المجہود میں ذکر فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شروع میں تو اسی طرح ہوا تھا جو یہاں پہلی جگہ روایت میں مذکور ہے پھر بعد میں حضور ﷺ نے سعد بن معاذؓ کو بھی فرمایا کہ تم بھی چند آدمی اس کام کیلئے تیار کرو، اور آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ سے بھی فرمایا ہوگا، کہ اس میں زیادہ جلدی نہ کرنا اور سعد بن معاذؓ کے مشورہ سے کام کرنا، چنانچہ حضرت سعدؓ نے چند لوگوں کو محمد بن مسلمہ کے ساتھ بھیج دیا^۲۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۲۷۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُوَازَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ الهَمْدَانِيُّ، عَنِ الشَّيْخِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْإِيمَانُ قَتْلُ الْقَتْلِ لَا يَفْعَلُكَ مُؤْمِنٌ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان نے قتل کی ممانعت کر دی اب کوئی ایمان والا شخص (مؤمن) قتل سے کام نہ لے۔ (اچانک دشمن کی بے خبری میں معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے اسکو قتل نہ کرنے)۔

شرح الحديث: قتل کے معنی القتل غداً فی حال غفلة العدو، یعنی اچانک کسی دشمن پر خلاف معاہدہ حملہ کر دینا، یہ مؤمن کی شان نہیں ہے، اور نہ شرعاً جائز ہے، باب تو چل رہا ہے قتل الکافر غرة کا اور اس کی ترغیب کا اور یہ حدیث بظاہر ترجمہ الباب سے کچھ مطابقت نہیں رکھتی، لیکن مصنف کا اس کو اس باب میں لانا ترجمہ الباب کو ثابت کرنے کیلئے نہیں ہے، بلکہ تنبیہا ہے، یہ بات سمجھانے کیلئے کہ قتل غرة اور چیز ہے، اور قتل یعنی قتل غداً یہ دوسری چیز ہے، اول جائز بلکہ مندوب ہے، اور ثانی ممنوع، تراجم بخاری میں بھی تو ایک چیز آتی ہے، یعنی ذکر الاضداد، ایسے ہی یہ بھی ہے۔

۱۷۰۔ بَابُ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فِي الْمَسِيرِ

دوران سفر ہر ایک اونچی جگہ پر چڑھتے وقت تکبیر کہنے کا بیان

۲۷۷۰۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ: «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيُّونَ تَائِبُونَ غَائِبُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَادِقٌ اللَّهُ وَعْدُهُ، وَتَصَرَّ عَبْدُهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ».

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب حج سے یا عمرہ سے یا جہاد سے واپس تشریف

۱ سنن ابی داود - کتاب الخراج والإمارة والفتی - باب کیف کان إخراج اليهود من المدينة ۳۰۰۰۲

۲ بذیل المجہود فی جل ابی داود - ج ۱۳ ص ۳۲۱-۳۲۲

لائے تو آپ ﷺ ہر بلند جگہ پر (چڑھتے وقت) تین مرتبہ تکبیر فرماتے اور لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ الخ فرماتے یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی سلطنت ہے اور تعریف اسی کے شایان شان ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ہم لوگ اسی کی جانب واپس ہونے والے ہیں توبہ کرنے والے عبادت گزار اور سجدہ کرنے والے ہیں اپنے معبود کی تعریف بیان کرنے والے ہیں (اپنے معبود کی تعریف بیان کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلی ذات نے تمام لشکروں کو مار بھگایا۔

صحیح البخاری - الحج (۱۷۰۳) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۳۳) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۹۱۸) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۹۰) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۲۲) جامع الترمذی - الحج (۹۵۰) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۷۰) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۵/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۰/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۵/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۲۱/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۳۸/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۶۳/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۰۵/۲)

شرح الحدیث: ترجمہ اور حدیث الباب دونوں واضح ہیں کہ آدمی کو چاہئے کہ چلتے وقت جب کسی اونچی جگہ پر چڑھے تو تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتا ہوا چڑھے، اور اس کے بالمقابل جب پستی کی طرف جائے تو تسبیح یعنی سبحان اللہ کہتا ہوا اترے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذرى۔

۱۷۱ - بَابُ فِي الْإِذْنِ فِي الْقُقُولِ بَعْدَ التَّهْنِئَةِ

ممانعت کے بعد میدان جہاد سے واپس آنے کی اجازت کا بیان

۲۷۷۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ ثَابِتٍ الْمُرَوِّزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّخَوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " { لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ } ، الْآيَةُ نَسَخَتْهَا النَّبِيُّ فِي التَّوْبَةِ: { إِيْمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ } ، إِلَى قَوْلِهِ: { غَفُورٌ رَّحِيمٌ } "

ترجمہ: عکرمہ، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آیت کریمہ { لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ } سورہ نور کی آیت کریمہ { إِيْمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ } سے منسوخ ہو گئی ہے۔

شرح الحدیث: ترجمہ الباب کا مضمون یہ ہے، رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے دوران مجلس (آپ ﷺ سے اجازت لینے کے بعد) قفول یعنی لوٹنے کا جواز ممانعت کے بعد، یعنی شروع میں یہ بات ناجائز تھی کہ کوئی شخص آپ ﷺ کی مجلس سے اجازت لینے کے بعد اٹھ کر چلا جائے، بعد میں من جانب اللہ تعالیٰ اسکی اجازت ہو گئی، یعنی آپ سے اجازت لینے کے بعد چلے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں، جائز ہے، اس ترجمہ الباب کے پیش نظر سورہ توبہ کی آیت لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَآزَلَّتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝^۱ یہ آیت منسوخ ہوئی اور ناسخ اس کے لئے دوسری آیت جو سورہ نور میں مذکور ہے یعنی اَتَمَّا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهُ عَلٰى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ^۲ یہ آیت سورہ نور کی ہے، مصنف اس آیت کو ناسخ قرار دے رہے ہیں، آیہ اولیٰ کیلئے جس میں اجازت لیکر لوٹنے کو منافقین کا فعل قرار دیا ہے، تو جب وہ منافقین کا فعل ہے تو یقیناً ناجائز ہوا، لہذا پہلی آیت میں تو گویا اجازت لے کر اٹھنے کی ممانعت ہوئی، اور دوسری آیت جو سورہ نور میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ آپ کی مجلس سے جو لوگ مؤمن ہیں وہ اجازت لئے بغیر نہیں اٹھتے، اجازت لئے کر ہی اٹھتے ہیں یعنی بخلاف منافقین کے کہ وہ آپ کی مجلس سے دوڑان مجلس چپکے سے بغیر اجازت کے سک جاتے ہیں، اس آیت میں اجازت لئے کر مجلس سے اٹھنے کو مؤمنین کا فعل بتلایا ہے اور بغیر اجازت کے اٹھنے کو منافقین کا فعل، لہذا اس آیت سے اجازت لئے کر اٹھنے کا جواز ثابت ہوا، حالانکہ پہلی آیت سے اسکی ممانعت معلوم ہو رہی ہے، اور سورہ نور چونکہ نزول میں مؤخر ہے سورہ توبہ سے لہذا سورہ نور کی آیت نے سورہ توبہ کی آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا، جو بات ترجمہ الباب میں مصنف فرما رہے ہیں وہی بات حضرت ابن عباسؓ بھی حدیث الباب میں آیتین کی تفسیر کے ذیل میں فرما رہے ہیں، لہذا حدیث الباب ترجمہ الباب کے مطابق ہو کر مصنف کا مدعی ثابت ہو گیا، یہ جو کچھ ہم نے لکھا مصنف کے ترجمہ کی تشریح اور جو مصنف کہنا چاہ رہے ہیں اس کے ذیل میں لکھا۔

تحقیق مقام : لیکن واقعہ یہ ہے کہ جن دو آیتوں کو ناسخ اور منسوخ قرار دیا جا رہا ہے ان دونوں آیتوں کا مضمون ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے لہذا نسخ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہر ایک آیت اپنی جگہ قائم اور مستحکم ہے اس لئے کہ آیت اولیٰ کے مضمون کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ جو لوگ منافق ہوتے ہیں وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیلئے نکلنے میں شریعت میں تو شریک ہو جاتے ہیں اور پھر راستہ میں سے جھوٹے سچے اعذار بیان کر کے اور آپ ﷺ سے اجازت لئے کر لوٹ آتے ہیں، بخلاف مؤمنین کے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کرتے، اور آیت ثانیہ جو سورہ نور کی آیت ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ کی جب مجلس وعظ اور تعلیم ہوتی ہے اور اس میں منافقین بھی شریک ہو جاتے ہیں تو ایسی مجلس

① نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سودہ اپنے شک ہی میں جھک رہے ہیں (سورۃ التوبہ ۴۴-۴۵)

② ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہ ہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو پھر جب اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دے جس کو ان میں سے تو چاہے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا مہربان ہے (سورۃ النور ۶۲)

سے منافقین تو چپکے سے بغیر اجازت کے چلے آتے ہیں، اور جو خالص مومن ہوتے ہیں وہ اول تو اٹھتے ہی نہیں، اور اگر کوئی کسی ضرورت سے اٹھے بھی تو آپ ﷺ سے اجازت لے کر اٹھتا ہے، ہمارے اس بیان سے معلوم ہوا دونوں آیتوں کا محمل ہی جداگانہ ہے ایک دوسرے سے مختلف لہذا ان دونوں آیتوں میں نہ کوئی ناسخ ہے نہ منسوخ، مگر اس کے باوجود اس میں اختلاف ہے بہذل میں بھی حضرت نے آیتین کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف لکھا ہے اور یہ کہ بعض علماء اس میں نسخ کے قائل ہیں اور بعض قائل نہیں ①۔

۱۷۲۔ بَابُ فِي بَعْثَةِ الْبَشَرَاءِ

۵۵ (امیر سریہ کا کام انجام دینے کے بعد) کسی شخص کو خوشخبری کی اطلاع دینے کے لئے روانہ کرنا ۵۵
یعنی اگر کسی شخص کو امیر یہ حکم دے کہ اگر تم فلاں کام انجام دو تو بڑا ہی اچھا ہے اور وہ اس کام کیلئے چلا جائے اور اس کو کر کے انجام تک پہنچا دے اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لے، تو اس مامور کو چاہیے کہ امام کو فوری طور پر باخبر کرنے کیلئے کسی قاصد کے ذریعہ سے اس تک فتح اور کامیابی کی بشارت پہنچا دے تاکہ امام کلفت انتظار سے بچے۔

۲۷۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَدِيسِي، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تُرِيدُنِي مِنَ ذِي الْخَلَصَةِ؟» فَأَتَاهَا فَخَرَقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ بِكُنْتَى أَبَا أَرْطَاةَ.

۵۶ حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت نہیں پہنچاتے؟ یہ بات سن کر جریر وہاں پر پہنچے اور انہوں نے اسکو آگ لگا دی۔ پھر قبیلہ احس سے ایک شخص کو رسول کریم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اس بات کی خوشخبری دینے کے لئے جس کی کنیت ابو ارطاة تھی۔

شرح صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۵۷) صحیح مسلم - فضائل الصحابة (۲۴۷۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۷۲) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۶۰/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۶۲/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۶۵/۴)

شرح الحدیث: حضرت جریرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ اے جریر! تو مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت نہیں پہنچا سکتا؟ یعنی اگر پہنچا سکتا ہے تو ضرور پہنچا دے، اس پر وہ فوراً اٹھے اور وہاں پہنچے اور اس کو جلا کر ختم کر ڈالا، اور پھر ہاتھ کے ہاتھ قبیلہ احس کے ایک شخص کو جس کی کنیت ابو ارطاة تھی اس امر کی بشارت دینے کیلئے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا، ذی الخلصہ یمن کے اندر ایک مکان تھا جس میں قبیلہ دوس اور خثعم وغیرہ کابت اور مورتی رکھتی تھی، یعنی بت کدہ، بالفاظ دیگر مندر، یہ روایت صحیح بخاری میں کتاب المغازی میں باب غزوہ ذی الخلصہ میں قدرے تفصیل کے ساتھ

مذکور ہے، اس میں یہ ہے جریر کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے فرمان کے بعد ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ اس کام کیلئے نکلا، اور اس بت خانہ کو توڑ ڈالا اور جو بچاری اس میں موجود تھے انکو قتل کر ڈالا، نیز اسمیں یہ بھی ہے کہ دُو الْخَلَصَةِ كَالْكَعْبَةِ الْيَمَانِيَّةِ اور الْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ بھی کہا جاتا ہے^۱۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وأبو أرطاة اسمه الحصين بن ربيعة، له صحبة، قاله المنذرى.

۱۷۳ - بَابُ فِي إِعْطَاءِ الْبَشِيرِ

۸۸ خوشخبری لے کر پہنچنے والے شخص کو انعام سے نوازنے کا بیان ۸۸

۲۷۷۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَرَفَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ» - وَقَصَّ ابْنُ السَّرْحِ الْحَدِيثَ - قَالَ: «وَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامَاتِهَا الْثَلَاثَةِ». حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، ثُمَّ صَلَّيْتُ الصُّبْحَ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَسَمِعْتُ صَارِخًا يَا كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ أَبْشِرْ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبِي فَكَسَوْتُهُمَا إِثَاكًا، فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدٍ اللَّهُ يُهْرُولُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَانِي.

۸۸ حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ جس وقت سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ پہلے مسجد تشریف لے جاتے اور دو گانہ سفر ادا فرماتے پھر لوگوں میں تشریف فرما ہوتے اسکے بعد ابن السرح نے مکمل حدیث نقل کی کعب بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اہل اسلام کو ہم تینوں افراد سے گفتگو کرنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ ہم غزوہ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہوئے تھے۔ جب کافی مدت گزر گئی تو میں ابو قتادہؓ کے باغ میں دیوار کو دکر داخل ہو گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے میں نے اس کو سلام کیا اللہ کی قسم اس نے سلام کا جواب تک نہیں دیا (کیونکہ آپ نے گفتگو کرنے اور سلام کے جواب دینے سے منع فرمایا تھا) پھر جب میں نے پچاسویں روز اپنے مکان کی چھت پر فجر کی نماز ادا کی تو ایک منادی کرنے والے شخص کی آواز سنائی دی جو کہ آواز دے رہا تھا اے کعب بن مالک تم بشارت حاصل کرو پھر جس وقت وہ شخص میرے پاس پہنچا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو میں نے اس کو اپنے دونوں کپڑے اتار کر دے دیئے اور وہاں سے چل کر میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے (اس وقت) حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے مجھ سے انہوں نے آکر مصافحہ کیا اور مجھ کو مبارک باد دی۔

صحیح البخاری - الجہاد والسير (۲۹۲۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۴۰۰) صحیح البخاری - الاستئذان (۵۹۰۰) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۹۸) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۱۶) صحیح مسلم - التوبة (۲۷۶۹) سنن النسائي - المساجد (۷۳۱) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۷۳) مستند أحمد - مستند السکین (۴۵۵/۳) مستند أحمد - من مستند القبائل (۳۸۶/۶) مستند أحمد - من مستند القبائل (۳۹۰/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۵۲۰)

شرح الحدیث: یہ باب یوں سمجھئے کہ گزشتہ باب کا تکرار ہے یعنی جو شخص خوشخبری لے کر آئے اسکو انعام کے طور پر کچھ دینا بھی چاہئے، اس باب میں مصنف نے کعب بن مالک کے قصہ توبہ کی روایت کا ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے، جس کے اخیر میں یہ ہے کہ جب مجھے گھر میں محبوس رہتے ہوئے پچاس دن پورے ہو گئے، اور میں نے اس دن صبح کی نماز پڑھی اپنے گھر کی چھت پر تو میں نے ایک آواز لگانے والے کی آواز کو دور سے سنا.... یہ کہتے ہوئے یا کعب بن مالک البشر جب وہ میرے پاس قریب آیا مجھ کو بشارت دیتا ہوا تو اس وقت میرے بدن پر کپڑے تھے میں نے وہ اتار کر اس کو ہبہ کر دیئے اور مسجد کی جانب چل دیا، جب مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، وہ فرماتے ہیں: حاضرین مجلس میں سے طلحہ بن عبید اللہ مجھ کو دیکھ کر کھڑے ہوئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔

کعب بن مالک کی توبہ کی مفصل اور طویل حدیث صحیح بخاری کی کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک کے ذیل میں مذکور ہے، جو بخاری شریف کے اٹھارہویں پارے میں ہے^①، اور ہمارے یہاں سنن ابو داود کا بھی یہ اٹھارہواں پارہ ہی چل رہا ہے، خطیب بغدادی کے تجزیہ کے اعتبار سے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی مختصراً ومطولاً، قاله المنذرى۔

۱۷۴ - باب في سجود الشكر

سجدہ شکر کا بیان

۲۷۷۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ بَنِي عُبَيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ «إِذَا جَاءَهُ أَمْرٌ مُرَوَّرٌ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ».

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ کو جب کوئی خوشی کی بات پیش آتی یا آپ ﷺ کو خوشخبری دی جاتی تو آپ ﷺ شکرانہ کے طور پر سجدے میں گر جاتے۔

سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۷۴) سنن ابن ماجہ - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۳۹۴)

شرح الحدیث: یہ باب گزشتہ ابواب سے مربوط ہے، گزشتہ ابواب میں خوشخبری اور اس پر انعام وغیرہ کا بیان آیا ہے اسی کے مناسب یہ باب بھی ہے، حدیث الباب کا مضمون بھی یہی ہے کہ جب حضور ﷺ کے پاس کوئی خوشخبری پہنچتی تھی تو

آپ شکر اللہ سجدہ میں چلے جاتے تھے۔

الدر المنصور جلد ثانی ابواب صلاۃ الکسوف کے آخر میں ایک باب، باب الشُّجُودِ عِنْدَ الْآيَاتِ گزرا ہے، یعنی حوادث کے وقت اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ میں گر جانا، اور یہ موجودہ باب جو ہمارے سامنے ہے یہ اس پہلے باب کا مقابل ہے اور سجدہ کا حکم دونوں جگہ ہے، جس طرح حوادث کے وقت میں اسی طرح مسرت اور خوشی کے موقع پر، سجدہ شکر کا مسئلہ بھی اختلافی ہی ہے کہ شافعیہ، حنابلہ اور صاحبین کے نزدیک مستحب ہے، اور امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک غیر مستحب ہے، جیسا کہ وہاں پہلی جگہ کی تفصیل گزر چکی، اسکی طرف رجوع کیا جائے امام صاحبؒ سے سجدہ شکر کا جو انکار منقول ہے اسکی تشریح میں تین قول ہیں، کہا گیا ہے کہ انکی مراد اس سے عدم وجوب ہے، یعنی واجب نہیں، اور کہا گیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ مشروع ہی نہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اداء شکر کیلئے صرف سجدہ کافی نہیں، بلکہ دو رکعت شکر یہ کی نیت سے پڑھی جائیں۔

۲۷۷۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُدَيْلٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَخْبِي بَنُ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ - عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ لِرَيْدِ الْقُدَيْبَةِ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْرَةَ أَنْزَلَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا أَفْمَكَتَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللَّهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا - ذَكَرَهُ أَحْمَدُ ثَلَاثًا - قَالَ: «إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لَأُمِّي، فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَقْمِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا اشْكُرُ الْوَرَقِ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لَأُمِّي فَأَعْطَانِي ثَلَاثَ أَقْمِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لَوَرَقِ شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لَأُمِّي فَأَعْطَانِي الثَّلَاثَ الْآخِرَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لَوَرَقِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَشْعَثُ بْنُ إِسْحَاقَ أَسْقَطَهُ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِينَ حَدَّثَنَا بِهِ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْهُ مُوسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّهْمِيُّ».

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جانے کیلئے نکلے جب ہم لوگ عزور (مقام) میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نیچے اترے اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہو گئے اور آپ کافی دیر تک سجدہ ہی میں رہے اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کو اٹھا کر کچھ دیر تک دعا مانگی پھر آپ ﷺ سجدہ ریز ہوئے، احمد بن صالح نے اس طرح تین دفعہ دعا اور سجدہ کو ذکر فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی اور میں نے اپنی امت کیلئے سفارش کی اللہ تعالیٰ نے ایک تہائی امت مجھ کو عطا فرمادی (کہ ان کی مغفرت ہوگی ان کے حق میں سفارش قبول ہے)۔ میں نے اس پر شکر کا سجدہ ادا کیا اس کے بعد میں نے سر اٹھایا اور امت کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے مزید ایک تہائی عطا فرمائی۔ میں نے سجدہ شکر ادا کیا پھر سر اٹھایا اور اپنی امت کے لئے دعا مانگی اللہ تعالیٰ نے جو ایک تہائی باقی تھی وہ بھی عنایت فرمادی میں نے اپنے اللہ کیلئے سجدہ

شکر ادا کیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ احمد بن صالح نے جس وقت ہم سے اس حدیث کو نقل کیا تو انہوں نے (راوی) اشعث بن اسحاق کو حذف کر دیا پھر میرے دوسرے استاذ موسیٰ بن سہل رملی نے احمد بن صالح سے اس سند میں اشعث بن اسحاق کے واسطے سے یہ حدیث ہم سے بیان کی۔

شرح الحدیث

سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مکہ سے مدینہ کیلئے روانہ ہوئے جب ہم مقام عزوراء کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اترے پھر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے رہے پھر سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ ہی میں رہے، اس کے بعد کھڑے ہوئے پھر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعاء مانگی اور پھر سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے، پھر تیسری مرتبہ کھڑے ہو کر دعاء مانگی پھر اسی طرح سجدہ میں گر گئے اور پھر بعد میں آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنے رب سے سوال کیا تھا اور اپنی امت کیلئے سفارش کی تھی تو میرے رب نے مجھ کو میری امت کا تہائی حصہ دے دیا، گویا ان کے حق میں سفارش قبول ہو گئی، اس پر میں نے سجدہ کیا اپنے رب کے شکر یہ میں، پھر میں نے سر اٹھایا اور وہی دعا کی تو میرے رب نے ایک ثلث میری امت کا اور مجھ کو عطا کر دیا، اس پر میں سر بسجود ہوا اشکوا للوہی (یہاں تک دو ثلث کی معافی ہو گئی، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ تیسری بار پھر میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آخر ثلث بھی امت کا عطاء فرما دیا، گویا پوری امت کے لئے مغفرت کی سفارش قبول ہو گئی، اس پر میں اپنے رب کے لئے سر بسجود ہوا۔

حافظ ابن القیمؒ نے اس حدیث پر اپنی تعلیق میں مسند احمدؒ کی روایات سے حضور اقدس ﷺ کا سجدہ شکر کرنا مختلف بشارات پر نقل کیا ہے، اور اسی طرح حضرت علیؓ کا سجدہ کرنا، خوارج پر فتح کے وقت اور مقتولین میں جب تلاش کرنے سے ذوالندیہ نکل آیا، اور سنن سعید بن منصور سے انہوں نے نقل کیا کہ صدیق اکبرؓ کے پاس جب سیلہ کذاب کے ہلاک ہو نیکی خبر آئی تو اس وقت انہوں نے بھی سجدہ کیا۔

قال أبو داؤد: أشعث بن إسحاق أسقطه أحمد بن صالح حين حدثنا به، فحدثني به عنه موسى بن سہل الزملي: مصنف کے اس کلام کی شرح یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن عثمان اور عامر بن سعد کے درمیان اشعث بن اسحاق کا واسطہ مذکور ہے، اس کے بارے میں مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث جب مجھ سے میرے استاذ احمد بن صالح نے براہ راست بیان کی تھی اس وقت تو انہوں نے اس واسطے کو ساقط کر دیا تھا، لیکن پھر اس کے بعد جب یہ حدیث مجھ سے میرے دوسرے استاذ موسیٰ بن سہل نے بیان کی احمد بن صالح سے نقل کرتے ہوئے تب انہوں نے اس سند میں اشعث بن اسحاق کا واسطہ ذکر کر دیا تھا، پس حاصل یہ ہوا کہ مصنفؒ کو یہ حدیث دو طرح پہنچی، براہ راست احمد بن صالح سے اور بواسطہ موسیٰ بن سہل، احمد بن

① مسند احمد - مسند البصریین - حدیث ابی بکرہ لا ینفیع بن الحارث بن خالد ۵۵۵: ۲۰۴ (ج ۳ ص ۱۰۶)

② تہذیب السنن - ج ۳ ص ۱۳۷۰ - ۱۳۷۱

صالح سے پہلے طریق میں واسطہ مذکور نہیں، دوسرے طریق میں ہے، لیکن مصنف نے موسیٰ کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اس دوسرے طریق میں بھی اس واسطہ کو ذکر کر دیا، گویا مصنف کی رائے ہے کہ یہ واسطہ ہونا چاہئے۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں حافظ منذریؒ لکھتے ہیں: وفي إسناد موسى بن يعقوب الزمعي، وفيه مقال^① قلت: وقال الذهبي في الميزان في ترجمة: وثقه ابن معين، وقال النسائي ليس بالقوي، وقال أبو داود هو صالح وقال ابن المديني، ضعيف منكر الحديث.

۱۷۵۔ باب فی الطُّرُقِ

سفر سے رات کے وقت اپنے گھر آنے کا بیان (۵۷)

طرق اور طروق دونوں لغت ہیں، اسکے معنی ضرب کے بھی آتے ہیں اور اسی سے مطرقہ (ہتھوڑا) ہے، اور دوسرے معنی اتیان باللیل رات میں آنا، اور رات میں آنے والے کو طارق کہتے ہیں، چونکہ رات میں آنے والا عام طور سے طرق یعنی دق الباب کا محتاج ہوتا ہے۔

۲۷۷۶۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ دِقَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا».

جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ آدمی (سفر سے) رات کے وقت اپنے گھر میں آئے۔

شرح الحدیث: حافظؒ کہتے ہیں: اسی حدیث کے ایک دوسرے طریق میں اس طرح ہے: إِذَا أَطَالَ أَحَدُكُمْ الْغَيْبَةَ فَلَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ لَيْلًا یعنی جب کوئی شخص طویل غیبت کے بعد سفر سے لوٹے تو اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی کے پاس رات کے وقت میں نہ پہنچے^②، اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی سے تیز اور اچھی ہیئت مطلوب ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کی موجودگی میں اس کا اہتمام کرتی ہے، اور اگر شوہر موجود نہ ہو، سفر وغیرہ میں گیا ہو تو وہ اس کا اہتمام نہیں کرتی، اب جب طویل غیبت کے بعد بغیر سابق اطلاع کے رات کے وقت میں پہنچے گا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اپنی بیوی کو جس حالت میں دیکھنا چاہتا ہے اس میں اس کو نہیں پائے گا، اور اس میں خطرہ ہے کہ یہ تنفر کا سبب نہ بن جائے نیز ہیئت حسنہ کے علاوہ ہو سکتا ہے اس کو اور کسی نامناسب حال میں دیکھے، اس صورت میں اچانک پہنچنے سے اس کی پردہ دری ہوگی، حضور ﷺ کے ارشادات میں مختلف مصالح کا ہونا قرین قیاس ہے، جن بعض لوگوں نے آپ ﷺ کی اس ہدایت پر عمل نہیں کیا اور وہ

① مختصر سنن أبي داود للمندري - ج ۴ ص ۸۸

② فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۹ ص ۳۴۰

اچانک رات میں پہنچ گئے تو ان کو ناگوار حالت کا سامنا کرنا پڑا جس کے بعض قصے شرح حدیث میں لکھے ہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی بنحوه، قاله المنذرى۔

۲۷۷۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُعِيشَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ إِذَا قَدِمَهُ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ»۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: سفر سے گھر میں (واپس) آنے کا بہترین وقت رات کے ابتدائی حصہ میں آنا ہے۔

صحیح البخاری - الحج (۱۷۰۷) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۷۶) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۷۷)

شرح الحدیث: یہاں دخول علی الاہل سے مراد صحبت کرنا ہے کہ جب آدمی سفر سے واپس آیا ہو اور سفر سے آنے کے بعد رات میں اپنے اہل کے پاس پہنچے تو اسکے حق میں بہتر اسی کو فرما رہے ہیں کہ وہ شخص شروع ہی میں اپنی ضرورت پوری کر لے، اس لئے کہ سفر اور طول غیبت کی وجہ سے شہوت قوی ہو جاتی ہے تو اس کیلئے یہی مناسب ہے کہ اپنی حاجت سے شروع ہی میں فارغ ہو کر آسودگی طبع حاصل کر لے، لیکن یہ ادب اور طریقہ مسافر کے حق میں ہے، عام حالات میں نہیں، عام حالات میں تو اس کے برخلاف اس کیلئے اخیر شب اولیٰ ہے کہ آخر شب تک کھانا وغیرہ سب ہضم ہونے کے اور کچھ آرام کے بعد طبیعت اعتدال پر آ جاتی ہے۔

یہ جو حدیث کی شرح کی گئی ہے اس صورت میں اس حدیث میں اور حدیث سابق میں کوئی تضاد نہ ہو گا، اور اگر اس حدیث ثانی میں دخول سے مراد گھر میں داخل ہونا لیا جائے تو پھر یہ حدیث پہلی حدیث کے خلاف ہو جائے گی لیکن اگر اس حدیث میں بھی پہلے ہی والے معنی مراد لئے جائیں تو پھر اس تعارض کا یہ جواب ہو گا کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جبکہ اس کے اہل خانہ کو آمد کی اطلاع پہلے سے ہو چکی ہو، بخلاف حدیث اول کے کہ اس کو محمول کیا جائے اس صورت میں جبکہ پہلے سے اطلاع نہ ہو، اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ کراہت والی حدیث محمول ہے دخول فی اثناء اللیل پر، اور عدم کراہت والی حدیث محمول ہے دخول اول اللیل پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی بنحوه، قاله المنذرى۔

۲۷۷۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا سَيِّدَانُ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا دَخَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ: «أَمْهَلُوا اخْتِئْتُ نَدْخُلَ لَيْلًا لَكُنِي تَمُشِطُ الشَّعْفَةَ، وَتَسْتَحِدُّ الْمُغِيبَةَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الرَّهْرِيُّ: «بَعْدَ الْعِشَاءِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ لَا بَأْسَ بِهِ»۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ سفر سے نبی ﷺ کے ہمراہ واپس ہوئے تو جب ہم شہر میں جانا شروع ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: رک جاؤ ہم لوگ شہر میں رات کے وقت داخل ہوں گے، تاکہ پر اگندہ بال عورت

کنگھا کر لے اور جس خاتون کا شوہر ایک عرصہ سے باہر تھا وہ ناف کے نیچے کے بال صاف کر لے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بعد عشاء واپس آنے کی صورت میں ہے (لیکن) عشاء سے پہلے گھر واپس آنے میں کسی قسم کا حرج نہیں ہے۔

صحیح البخاری - الحج (۱۷۰۷) سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۷۸)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب ہم لوگ سفر سے لوٹے تو اپنی ازواج کے پاس جانے لگے (بظاہر یہ سفر سے واپسی شام کے وقت میں ہوئی ہوگی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ٹھہرو رات ہونے پر ان کے پاس جائیں گے تاکہ اس مدت میں پر آگندہ بال والی اپنے بالوں کو کنگھی سے درست کر لے، زیر ناف بال وغیرہ صاف کر لے، مغیبہ وہ عورت جس کا شوہر سفر میں گیا ہو، اس حدیث سے معلوم ہوا شوہر کو چاہئے کہ سفر سے واپسی کے بعد اپنی اہل کے پاس پہنچنے میں جلدی نہ کرے بلکہ اس کو مہلت دے آمد کی اطلاع کے بعد، اتنا وقت جس میں وہ اپنی ہیئت درست کر سکے، اس حدیث میں اَلَمْ تَلْقَا دَهَبْنَا لَدُنْ خُلٍّ میں اختصار ہے، چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے: فَلَمَّا قَدِمْنَا دَهَبْنَا لَدُنْ خُلٍّ اور ہونا بھی اسی طرح چاہئے۔

اس باب میں مصنف نے تین حدیثیں ذکر فرمائیں ہیں، اتفاق سے تینوں مسانید جابر سے ہیں، تینوں کے راوی جابر بن عبد اللہ ہی ہیں، والحدیث أخرجه النسائي، وفي البخاري ومسلم بنحوه، قاله المنذري۔

۱۷۶ - بَابُ فِي التَّلْقِي

مسافر شخص کے استقبال کا بیان

یعنی سفر سے آنے والے کا استقبال۔

۲۷۷۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: «لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ، فَلَقِيَهُ مَعَ الصَّبِيَّانِ عَلَى ثِيَابَةِ الْوَدَاعِ».

حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ جس وقت رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کا لوگوں نے استقبال کیا میں نے بھی بچوں کے ہمراہ (مقام) ثنیۃ الوداع میں آپ ﷺ کا استقبال کیا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسریر (۲۹۱۷) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۶۴) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۶۵)

جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۸) سنن أبي داود - الجہاد (۲۷۷۹) مسند أحمد - مسند المکین (۴۴۹/۳)

سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں، جب حضور ﷺ تبوک سے واپسی میں مدینہ تشریف لا رہے تھے تو صحابہ کرام آپ ﷺ کے استقبال کے لئے ثنیۃ الوداع تک پہنچے، میں بھی اور دوسرے بچوں کے ساتھ استقبال میں گیا۔

ساب بن یزید صغار صحابہؓ (کم سن) میں سے ہیں اس وقت انکی عمر تقریباً سات سال تھی (لأنه ولد فی ۲) ثنیہ کہتے ہیں دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ اور گھاٹی ہوتی ہے جس میں اتار چڑھاؤ ہو، اور وداع کے معنی رخصت کرنے کے ہیں، ثنیہ الوداع کو ثنیہ الوداع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مدینہ سے جانے والوں اور مدینہ میں داخل ہونے والوں کو یہیں سے استقبال اور رخصت کیا جاتا ہے، پھر جاننا چاہئے کہ مدینہ منورہ میں یہ دو ثنیے الگ الگ ہیں ایک وہ جو مکہ مکرمہ کے راستہ پر ہے اور دوسرا ملک شام کے راستہ پر، ان میں سے پہلا ثنیہ مسجد قبا سے ذرا آگے کو واقع ہے، اور دوسرا مسجد نبوی کے شمال میں جبل سلع سے متصل ہے، اور حدیث الباب میں جو ثنیہ مذکور ہے وہ ان میں سے دوسرا ثنیہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کی واپسی سفر تبوک سے ہو رہی تھی، اور وہ جو سابق النخیل والی حدیث میں ثنیہ کا ذکر آتا ہے اس سے مراد بھی یہی دوسرا ثنیہ ہے، اسی جانب میں نخیل کی مسابقت ہوا کرتی تھی۔ والحدیث أخرجه البخاری والترمذی، قالہ المنذری۔

۱۷۷۔ بَابُ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ إِنْقَادِ الرَّاكِبِ فِي الْغَزْوِ إِذَا قَفَلَ

جہاد میں جاتے ہوئے جو سامان مجاہد اپنے ساتھ لے گیا تھا اس جہاد سے واپسی میں اس سامان کو خرچ کرنے کا بیان ہے یعنی جو شخص سفر غزوہ میں اپنے ساتھ زادِ راہ وغیرہ سامان ساتھ لے جاتا ہے تو اس میں سے اگر ضرورت پورا ہونے کے بعد کچھ بچے تو اسکو ساتھ واپس نہ لائے بلکہ اسکو وہیں اللہ کیلئے خرچ کر دے۔

۲۷۸۰۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتُ الْبُنَّانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ فَيْئًا مِنْ أُسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ الْجِهَادَ وَلَيْسَ لِي مَالٌ أَتَجَهَّزُ بِهِ، قَالَ: «أَذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِّضْ، فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَرِّئُكَ السَّلَامَ، وَقُلْ لَهُ ادْفَعْ إِلَيَّ مَا تَجَهَّزْتَ بِهِ». فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ: ذَلِكَ فَقَالَ لَا مَرَأَتِهِ: يَا فُلَانَةُ، ادْفَعِي لَهُ مَا تَجَهَّزْتِ بِهِ وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا، فَوَاللَّهِ لَا تَحْبِسِينَ مِنْهُ شَيْئًا فَيَبَارِكَ اللَّهُ فِيهِ.

سرخسہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک جوان شخص نے خدمت نبوی میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے لیکن میرے پاس سامان نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم فلاں انصاری کے پاس جاؤ اس نے سامان جہاد تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار پڑ گیا اس سے جا کر کہو کہ تم کو نبی کریم ﷺ نے سلام کہا ہے اور یہ کہ تم نے جہاد کیلئے جو سامان اکٹھا کیا تھا وہ سامان مجھ کو دے دو۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ وہ شخص اس انصاری کے پاس گئے اور ان سے اسی طرح کہا۔ انصاری شخص نے اپنی اہلیہ سے کہا: اے فلاں! تم نے جتنا سامان میرے لئے تیار کیا تھا وہ تمام سامان ان کو دے دو (اس میں سے) کچھ نہ رکھنا اللہ کی قسم اگر تم اس میں سے کچھ سامان رکھ لو گی تو کسی قسم کی برکت نہ ہوگی۔

صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۹۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۸۰) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۰۷/۳)

قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان صحابیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور

شرح

شرح الحدیث

میرے پاس اتنا مال نہیں جس سے سامان جہاد مہیا کر سکوں، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد میں جانکی تیاری کر رکھی تھی لیکن پھر بیمار ہو گیا اسلئے جانہ سکا (لیکن سامان جہاد اسکے پاس محفوظ ہے) اور اس سے جا کر کہہ کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھ کو سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جو کچھ سامان تو نے جہاد کیلئے مہیا کیا تھا وہ سب مجھ کو دیدے وہ کہتے ہیں کہ میں اس کے پاس گیا اور حضور ﷺ کی پوری بات اس تک پہنچائی، تو ان انصاری صحابی نے فوراً اپنی بیوی سے کہا کہ جو کچھ تو نے سامان جہاد میرے لئے تیار کیا تھا وہ سب اس شخص کے حوالہ کر دے اور اس میں سے کچھ بھی نہ روکنا، پس واللہ نہیں روکے گی تو کوئی چیز اس میں سے پھر برکت ہو تیرے لئے اس میں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز تو اس میں سے روکے اور اس میں برکت ہو جائے، بلکہ کبھی برکت نہیں ہوگی، اس حدیث سے مصنف نے اس صورت کا استنباط کیا جو ترجمہ الباب میں مذکور ہے۔ والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۱۷۸۔ بَابُ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

سفر سے واپسی پر نماز پڑھنے کا بیان

۲۷۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَالحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، وَعَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِمَا كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا تَهَامَرًا - قَالَ الْحَسَنُ: فِي الصُّبْحِ - فَإِذَا أَقْدَمَ مِنْ سَفَرٍ إِلَى الْمَسْجِدِ فَكَرَعَ فِيهِ، كَعْتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ".

ترجمہ: حضرت کعب بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر سے واپس بوقت چاشت ہی تشریف لاتے پھر آپ ﷺ جب واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو گانہ ادا فرماتے اس کے بعد آپ ﷺ وہیں مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسير (۲۹۲۲) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۴۰۰) صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۷۱۶) صحیح مسلم - التوبة (۲۷۶۹) سنن النسائي - المساجد (۷۳۱) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۸۱) مسند احمد - مسند المکین (۴۵۵/۳) مسند احمد - من مسند القبائل (۳۸۶/۶) مسند احمد - من مسند القبائل (۳۹۰/۶) سنن الدارمی - الصلاة (۱۵۲۰)

شرح الحدیث: یعنی سفر سے واپسی میں آدمی کو چاہئے کہ دو رکعت نماز پڑھے، اسی طرح جب سفر میں جانے کا ارادہ ہو تب بھی دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے، لیکن یہ نماز سفر سے واپسی میں تو مسجد میں پڑھی جائے، یہ اولیٰ ہے، اور سفر کیلئے روانگی کے وقت اس نماز کا گھر میں ہونا مسنون ہے، حدیث الباب میں صرف ترجمہ الباب والی نماز کا ذکر ہے، جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ سفر سے واپسی مدینہ میں دن میں ہوتی تھی چاشت کے وقت اور پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لا کر

وہاں دور کعت پڑھتے تھے، نماز کے بعد پھر وہیں مسجد میں کچھ دیر تشریف رکھتے تھے۔

۲۷۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَقْبَلَ مِنْ حَجَّتِهِ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَأَنَاحَ عَلَى بَابِ مَسْجِدِهِ، ثُمَّ دَخَلَهُ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَيْتِهِ» قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ يَصْنَعُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ جس وقت حج ادا فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت ادا فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ گھر میں تشریف لے گئے۔ نافع نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسا ہی کرتے تھے۔

شرح الحدیث: اور اس کے بعد والی (مذکورہ) حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے حج سے واپسی میں مدینہ میں داخل ہوئے تو اولاً آپ ﷺ نے اپنی سواری کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا، پھر سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہوئے اس کے بعد پھر مکان پر تشریف لے گئے، نافع کہتے ہیں کہ میرے استاذ اور آقا حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۷۹ - بَابُ فِي كِرَاءِ الْمُقَاسِمِ

تقسیم کرنے والوں کو معاوضہ دینے کا بیان

مقاسم بضم المیم بمعنی قسام ہے، لوگوں کے درمیان مشترک چیز کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرنے والا، اور مقاسم بفتح المیم، مقسم کی جمع ہے جس کے معنی قسمت اور تقسیم کے ہیں، بالفتح پڑھنے کی صورت میں مضاف مخذوف ہوگا، یعنی صاحب المقاسم کتب لغت میں لکھا ہے کہ صاحب المقاسم نائب الامیر ہوتا ہے، قسام الغنائم یعنی مال غنیمت کو مجاہدین پر تقسیم کرنے والا، یہ تو لفظ مقاسم کی تحقیق ہوئی اور کراء المقاسم جو ترجمۃ الباب میں ہے اس کے معنی ہوئے اجرة القسام، یعنی تقسیم کرنے والا، تقسیم کرنے کی اگر اجرت لے تو یہ جائز ہے یا ناجائز، اس کا فیصلہ حدیث الباب سے ہوگا۔

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التَّيْسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قُدَيْحٍ، حَدَّثَنَا الزُّمَعِيُّ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّا كُنَّا وَالْقِسَامَةُ». قَالَ: فَقُلْنَا: وَمَا الْقِسَامَةُ؟ قَالَ: «الشَّيْءُ يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَجِيءُ فَيَنْتَقِصُ مِنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ تقسیم کے معاوضہ کو لینے سے احتراز کرو، ہم لوگوں نے عرض کیا: اس کا کیا مفہوم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شے کئی اشخاص میں مشترک ہوتی ہے (پھر ایک تقسیم کرنے والا ان حصہ داروں کو حصہ بنا کر دیتا ہے) تو اس چیز میں سے کچھ اپنے لیے رکھ کر کمی کر دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بچاؤ اپنے آپ کو تقسیم کی اجرت لینے سے، کسی راوی نے اپنے استاذ سے پوچھا کہ قسامہ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک شی چند لوگوں کے درمیان مشترک ہے، تقسیم کرنے والا جب اس چیز کو شرکاء کے درمیان تقسیم کرنے لگے تو اس میں کمی کرے، یعنی اس میں سے کچھ اپنے لئے نکال لے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ بغیر ان سے اجازت لئے، اپنی وجاہت اور چودھراہٹ کی وجہ سے جیسا کہ بعد والی روایت میں آ رہا ہے۔

۲۷۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْقُتَيْبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ شَرِيكَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي تَمِيمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: «الرَّجُلُ يَكُونُ عَلَى الْقِسَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَأْخُذُ مِنْ حَقِّ هَذَا وَحَقِّ هَذَا».

حضرت عطاء بن یسار سے اسی طرح مروی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عطاء نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کی جماعت کا امیر مقرر ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کے حصہ میں سے کچھ وصول کر لیتا ہے۔

یعنی ایک شخص جو جماعتوں پر حاوی ہے (جیسے چودھری ہوا کرتے ہیں) کچھ اسکے حصہ میں سے لیتا ہے کچھ فلاں کے حصہ میں سے، اس کو مختصر لفظوں میں اس طرح بھی تعبیر کر سکتے ہیں وہ زبردستی کی کٹوتی جو چودھری کی طرف سے ہو یہ چودھری لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں، ان کا اپنی قوم پر بڑا زور ہوتا ہے اور گھمنڈ میں اپنی قوم کے مال میں بلا اجازت تصرف کر لیتے ہیں، یہی ہے وہ چیز جس کو آپ ﷺ نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالْقِسَامَةَ، اس قسم کی کٹوتی کے عدم جواز اور حرام ہونے میں تو کوئی تامل ہی نہیں ہے، اور حدیث میں اسی کی ممانعت بھی ہے لیکن ترجمہ الباب میں لفظ کراء مذکور ہے یعنی اجرت تو پھر صورت مسئلہ یہ ہوگی کہ جو شخص کسی مشترک چیز کو شرکاء کے درمیان حسب حصص دیانت کے ساتھ تقسیم کرے جیسے زمین وغیرہ کو پٹواری لوگ کرتے ہیں اور پھر اس تقسیم کی معینہ اجرت لیجائے اس میں تو کوئی کراہت اور عدم جواز کی بات نہیں ہے، چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک یہ جائز ہے، حضرت شیخ نے اس مسئلہ میں امام مالک کا اختلاف لکھا ہے کہ اُنہ کرۃ اجر القسام^۱، صحیح بخاری کی کتاب الاجارۃ میں ترجمہ الباب میں تعلیقاً اس طرح ہے وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ بِأَجْرِ الْقِسَامِ بَأْسًا اور فتح الباری میں ہے: وَكَرِهَ مَالُكَ أَخْذَ الْأَجْرَةِ..... الْقِسَامِ وَقِيلَ إِنَّمَا كَرِهَهَا لِأَنَّهُ كَانَ يَرْزُقُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَكَرِهَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ أَجْرَهُ أَجْرِي وَأَشَارَ سَحْنُونُ إِلَى الْجَوَازِ عِنْدَ فُسَادِ أُمُورِ بَيْتِ الْمَالِ اه^۲۔

۱۸۰۔ بَابُ فِي التَّجَارَةِ فِي الْعَزْوِ

جہاد میں تجارت کرنے کی کراہت کا بیان

۲۷۸۵ حَدَّثَنَا الزُّبَيْرُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ، يَقُولُ:

۱ بدل المجہد فی حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۴۱۹

۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۴ ص ۵۵۴

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ النَّعَاعِ وَالشَّيْءِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَكْتَابُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ تَرَيْتُ رَجُلًا مَرَّحًا مَا يَرِيحُ الْيَوْمَ مِغْلَهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الْوَادِي قَالَ: «وَيْحَكَ، وَمَا تَرَيْتُ؟» قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى تَرَيْتُكَ لَأَنْتَ مِائَةٌ أَوْ قِيَّةٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَنْتَ بَعْدَ رَجُلٍ مَرَّحٍ». قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «رَجُلَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ».

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن سلمان سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول نے ان سے بیان کیا کہ جس وقت ہم لوگوں نے خیبر فتح کیا تو لوگوں نے اپنی اپنی غنیمت نکالی جس میں سامان بھی تھا اور قیدی بھی اور وہ لوگ آپس میں خرید و فروخت کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج میں نے اس قدر منافع حاصل کیا کہ اس بستی کے لوگوں میں سے اس قدر منافع آج تک کسی شخص کو نہیں ہوا ہو گا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تیرا براہو تم کو کیا منافع ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ میں مسلسل خرید و فروخت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھ کو تین سو اوقیہ چاندی یعنی بارہ ہزار درہم کا نفع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو وہ آدمی بتاؤں جس نے تم سے زیادہ عمدہ منافع حاصل کیا ہے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فرض نماز کے بعد دو نفل ادا کیے۔

شرح الحدیث

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ جب ہم نے خیبر کو فتح کیا اور مال غنیمت میں جو کچھ جس کو ملا سامان یا قیدی وغیرہ وہ اس کو آپس میں بیع و شراء کرنے لگے، تو ایک شخص نے آکر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آج کی اس تجارت میں مجھے اتنا نفع حاصل ہوا کہ اتنا کسی کو حاصل نہ ہوا ہو گا، قَالَ: وَبِحَقِّكَ (کلمہ ترحم و توجع) آپ ﷺ نے فرمایا: افوہ! تو نے کیا کمال کیا؟ اس نے عرض کیا: میں اپنا مال بیچتا رہا اور دوسرا خریدتا رہا اسی الٹ پھیر میں مجھے تین سو اوقیہ چاندی نفع میں حاصل ہوئی، یعنی بارہ ہزار درہم، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھ کو بتاؤں، اس سے بہتر نفع حاصل کرنے والے شخص کو اس نے عرض کیا: جی کون ہے وہ، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھے۔

۱۸۱۔ بَابُ فِي مَحْمِلِ السِّلَاحِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

در دشمن کے ملک میں اسلحہ لے جانے کا بیان

دار الحرب کی طرف کسی طرح اسلحہ کو بھیجنا، اما بطریق البیع کہ دار الحرب جانے والے کے ساتھ کوئی مسلمان ہتھیار فروخت کرے، او بطریق الهبة والمبادلة کما فی حدیث الباب، ایسا کرنا خفیہ کے یہاں جائز نہیں، عند الجمهور جائز ہے۔

۲۷۸۶

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ رَجُلٍ مِنَ الْقُصَبَاءِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ أَنْ فَرَغَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ بِأَنْ يَفْرَسَ لِي يُقَالُ لَهَا: الْقَرْحَاءُ، فَقُلْتُ: يَا مُحَمَّدُ إِيَّيْ قَدْ

جئْتُكَ يَا ابْنَ الْقُرْحَاءِ لَتَتَّخِذَكَ. قَالَ: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، وَإِنْ شِئْتُ أَنْ أَقْبَضَكَ بِهِ الْمُخْتَارَةَ مِنْ دُمُوعِ بَدَنِ فَعَلْتُ». فَمَلَأَهُ: مَا كُنْتُ أَقْبِضُهُ الْيَوْمَ بِفَرَّةٍ قَالَ: «لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ».

ترجمہ: ذی الجوشن صحابی رسول ﷺ جو کہ قبیلہ ضباب کے ایک شخص ہیں ان سے مروی ہے کہ جس وقت نبی ﷺ غزوہ بدر کے دن مشرکین سے فارغ ہو گئے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں گھوڑے کا ایک بچہ لے کر حاضر ہوا جس گھوڑی کا نام قرحاء تھا، اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں قرحاء کا بچہ لے کر حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ اس کو اپنے استعمال میں لائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اگر تم اسکے عوض غزوہ بدر کی زرہوں میں سے ایک عمدہ زرہ لینا پسند کرو تو میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ آج کے دن میں اس بچہ کے بدلہ میں غرہ (گھوڑا یا غلام یا باندی) بھی نہ لوں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: سنن أبي داود - الجهاد (۲۷۸۶) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۸۴/۳) مسند أحمد - أول مسند المدنب رضي الله عنهم أجمعين (۶۸/۴)

شرح الحديث: ذی الجوشن اپنے اسلام سے پہلے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضہ مکی ﷺ کی خدمت میں آیا آپ کے جنگ بدر سے فارغ ہونے کے بعد اپنی گھوڑی کا ایک بچہ لیکر جس گھوڑی کا نام قرحاء تھا فرس اقرح فی جبہ بیاض بقدر درہم، المونث قرحاء) اور میں نے آپ ﷺ کا نام لیکر آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کے پاس ابن القرحاء کو لایا ہوں تاکہ آپ اس کو رکھ لیں، قبول کر لیں، آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں (یعنی بہت بغیر بدل کے) پس اگر تو چاہے کہ میں تجھ کو بدر کی عمدہ زرہوں میں سے ایک زرہ تجھ کو دے کر یہ لوں تو میں یہ کر سکتا ہوں، اس پر میں نے کہا (اگر بدلہ والی بات رکھتے ہو) تو پھر آج میں اس کو (اس گھوڑی کے بچہ کو) ایک غلام کے بدلہ میں بھی آپ کو نہیں دے سکتا، آپ نے فرمایا پھر مجھے ضرورت نہیں اسکی۔

قوله: فَإِنْ شِئْتُ أَنْ أَقْبَضَكَ بِهِ: اس لفظ کو نسخہ ہندیہ میں ضم الف کے ساتھ لکھا ہے، بظاہر یہ لفظ بفتح الهمزة ہے، قاض - یقیض سے، اس کے معنی عوض دینے کے ہیں۔

۱۸۲ - بَابُ فِي إِقَامَةِ بَأْرَضِ الشُّرَاكِ

مشرکین کی سرزمین میں رہائش اختیار کرنے کا بیان

یعنی دار الحرب میں اقامہ کا حکم، مقصود منع کو بیان کرنا ہے۔

۲۷۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حُثَّانٍ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدٍ بْنُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ بَعْدُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ جَامَعَ الشُّرَاكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَإِنَّهُ مِثْلُهُ».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مشرک شخص سے میل جول رکھے اور اس کے ساتھ (یعنی اس کی صحبت میں) رہے تو وہ شخص اسی (مشرک) جیسا ہے۔

جامع الترمذی - السیر (۱۶۰۴) سنن ابی داؤد - الجہاد (۲۷۸۷)

شرح الحدیث: یہ روایت سمرہ بن جندب کی احادیث ستہ میں سے ہے، جو ابوداؤد میں ہیں، چھٹی یعنی آخری حدیث ہے، آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں: جو مسلمان مشرک کیساتھ اکٹھا ہو کر رہے تو سمجھو وہ اسی جیسا ہے۔

اس حدیث کی شرح میں تین احتمال ہیں: ① من جامع المشرك ای فی دار واحدہ، یعنی خاص ایک ہی گھر میں دونوں رہیں مسلم بھی اور مشرک بھی، ② اوبلدو واحد، یعنی ایک ہی شہر میں مسلمان رہے اور مشرک بھی، اس دوسرے مطلب میں پہلی صورت اور پہلا مطلب بطریق اولیٰ داخل ہے، لیکن اسکا عکس نہیں، ③ المراد الاشتراك معه فی الرسوم والعادات والزی والہیئۃ، یعنی جو مسلمان مشرکین کا ساتھ دے انکے رسوم اور عادات میں اور ایسے ہی صورت شکل اور ہیئت میں انکی وضع اختیار کرے تو وہ بھی مشرک ہی ہے۔

یہ حدیث اول اور ثانی معنی کے لحاظ سے تو زجر و توبیخ کے قبیل سے ہے، اور تیسرے معنی کے اعتبار سے تقریباً اپنے ظاہر پر ہے، اس حدیث میں اس کے بعض معانی کے اعتبار سے ہجرت کی طرف اشارہ ہے، کتاب الجہاد کی ابتداء بھی باب الہجرۃ ہی سے ہے، فہذا من حسن الاختتام، واللہ ولی المرام، وینیدہ حسن الخاتمة علی الایمان۔

آخر کتاب الجہاد



وہذا آخر الجزء الرابع من "الدرا المنصور علی سنن ابی داؤد" وقد تم تسوید هذا الجزء فی المدینۃ المنورۃ علی صاحبہا ألف صلاة وتحيۃ وقد اعاننی فی تسوید هذا الجزء العزیز المحترم المولوی حبیب اللہ الجمبارنی ثم المدنی المظاہری تحریراً وإملاءً وفی جمع المواد من شروح الحدیث وکتب الفقہ للأئمة الأربعة وغیر ہما من کتب الرجال والسیر والتاریخ یجہد بلیغ واستعداد تام، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً وأمرقنی وإیاءہ لما یحبہ ویرضاہ۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کِتَابُ الضَّحَايَا

قرآنی کے متعلق ذخیرہ احادیث

یہاں نسخے مختلف ہیں، ایک نسخے میں ضحایا کے بجائے الاضحاحی ہے، امام بخاری نے بھی الاضحاحی کا لفظ اختیار کیا ہے، ہمارے نسخے میں اسی سرخی کے بعد حدیث شروع ہو رہی ہے، بقی بعض النسخ کما فی حاشیة البذل: باب ما جاء فی إيجاب الاضحاحی کی زیادتی ہے۔

مباحث ستہ مفیدہ: یہاں چند امور قابل ذکر ہیں: ① اس کتاب کی ماقبل سے مناسبت، ② اضحیۃ لغت و شرعاً، ③ اختلافہم فی حکمہا، ④ عدد ایام اضحیہ میں اختلاف، ⑤ وقت و نحر کی ابتداء، ⑥ مشروعیت اضحیہ کی ابتداء۔

بحث اول (ما قبل سے نسبت): اس کتاب کی مناسبت کتاب الجہاد سے ظاہر ہے کہ جہاد میں اپنی جان و مال دونوں کا انفاق اور قربانی ہوتی ہے۔ اور اضحیہ میں مال خرچ کر کے حیوان کی قربانی ہوتی ہے۔

ہمارے یہاں اس کے بعد کتاب الصيد آرہی ہے، بخاری میں اس کے برعکس کتاب الذبائح وَالصَّيْدِ کتاب الاضاحی سے پہلے ہے۔

بحث ثانی (لغة و شرعاً): بذل المجہود میں اس میں چار لغات لکھے ہیں ①: اضحیۃ (بضم الهمزة) اضحیۃ (بکسر الهمزة) اسکی جمع اضحاحی ہے جیسے اُمْنِیَّة کی جمع اُمْنائی، اضحیۃ اسکی جمع اضحاحی، جیسے اُرطاة کی جمع اُرطی اھ۔

وفی الدر المختار: لغة اسم لما یذبح أيام الاضحی، من تسمية الشيء باسم وقته اھ ②، وقال الکرمانی: وہی ما یذبح يوم العيد تقرباً الى الله تعالى، وسمیت بذلك لانھا تفعل فی الضحی اھ ③ (الحل المفہم)۔

اضحیہ کی مشروعیت کتاب و سنت اور اجماع تینوں سے ہے۔ اُمَّا الْكِتَابُ فَقَوْلُهُ تَعَالَى: {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} ④ قال بعض

① ولی الأوجز عن ابن عابدین: فیہ ھمان لغات، الاضحیۃ بضم الهمزة وکسرھا مع تشدید الباء وتلفیفھا، وضحیۃ بلامزة بفتح الصاد وکسرھا، وأضحاح بفتح الهمزة وکسرھا اھ (أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱ ص ۲۰۳، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۱۳)۔

② بہ المختار علی الدر المختار - ج ۹ ص ۵۲

③ الکواکب الدماری فی شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ۱۲۰

④ سورہ النحر اپنے رب کے آگے اور قربانی کر (سورہ النحر ۲)

أهل التفسير المراد به الأضحية بعد صلاة العيد، وأما السنة فما روى عن أنس رضي الله عنه أنه صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ (متفق عليه) ^①، وأجمع المسلمون على مشروعيتها ^② (أوجز عن المغني).

بحث ثالث (اختلافهم في حكمها): اضحية کے حکم میں وجوب اور سنت کے اعتبار سے اختلاف ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک جس میں ائمہ ثلاثہ بھی ہیں یہ سنت مؤکدہ ہے، امام مالک کا قول مشہور یہی ہے ^③، اور حنفیہ اور امام مالک کی روایت کے نزدیک قربانی واجب ہے، وحکی العینی عن الهدایة: الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسراً أما الوجوب فقول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروایتین عن أبي يوسف رحمهم الله، وعنه أئمة سنة ^④، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام طحاوی نے اس کا وجوب امام ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے، اور صاحبین کا قول یہ ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے ^⑤۔ دلیل وجوب ابن ماجہ کی روایت ہے من حديث أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً من كان له سعة، ولم يضح، فلا يقربن مصلًا ^⑥، قال العيني: وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الإسناد اه ^⑦۔ توسط الشيخ في البذل في مستدلات الحنفية فارجع اليه (من الأوجز)۔

انواع اضحية: بذل میں لکھا ہے: اضحية کی دو قسمیں ہیں: ① واجب اور ② تطوع اور پھر واجب کی چند قسمیں ہیں ایک وہ جس کا وجوب غنی اور فقیر دونوں پر ہو جیسے نذر کی قربانی اس کا وجوب مطلقاً ہے اس لئے کہ یہ وجوب نذر کی وجہ سے ہے جس میں فقیر اور غنی دونوں برابر ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو واجب ہو فقیر پر نہ کہ غنی پر جیسے وہ جانور جسکو فقیر آدمی کی قربانی کی نیت سے خریدے اس لئے کہ وہ جانور شرائ کی وجہ سے متعین ہو گیا بخلاف غنی کے کہ اگر وہ کوئی جانور قربانی کی نیت سے خریدے تو اس پر شرائ کی وجہ سے اس کی قربانی واجب نہ ہوگی، اسکو چھوڑ کر دوسری کر سکتا ہے، تیسری قسم وہ ہے ما یجب علی الغنی دون الفقیر، اور

① صحيح البخاري - كتاب الأضاحي - باب من ذبح الأضاحي بيده ٥٢٣٨، صحيح مسلم - كتاب الصيد والذبايح وما يؤكل من الحيوان - باب استحباب الضحية ١٩٦٦

② المغني دليله الشرح الكبير - ج ١١ ص ٩٤، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٢٠٣

③ اب یہ کہ سنت مؤکدہ علی الکفاية ہے یا علی العین، سوال کیے کے یہاں تو تصریح ہے سنت مؤکدہ لعینہ کی ففی حاشیة الشرح الصغير للدهودور (ج ١ ص ٦٤٩) قولہ سن وتاکد عیناً ائی علی المشهور، وقيل إنها واجبة، وقوله عیناً ائی علی کل واحد بعینہ ممن استولی الشروط الآتية إحدی کتب شافعیہ میں اسوقت علی الکفاية لکھا ہے ففی شرح الإقناع: والتضحية سنة مؤکدہ فی حقنا علی الکفاية إن تعدد أهل البيت، فإذا فعلها واحد من أهل البيت كفی عن الجميع وإلا فسنه عین اه (الإقناع فی حل ألفاظ أبي شجاع للشریبي - ج ٢ ص ٥٦٥) وقال الحافظ في الفتح: وهي عند الشافعية والجمهور سنة مؤکدہ علی الکفاية اه. (ج ١٠ ص ٣)

④ الهداية شرح بداية المبتدی - ج ٧ ص ١٤٦

⑤ البناية في شرح الهداية - ج ١١ ص ٥

⑥ سنن ابن ماجه - كتاب الأضاحي - باب الأضاحي واجبة هي أم لا ٣١٢٣

⑦ البناية في شرح الهداية - ج ١١ ص ٧

یہ اس صورت میں ہے جب کہ نہ نذر پائی جائے نہ شرائہ^۱۔

اضحیہ کیلئے غنی شرط ہے یا نہیں؟ اس کے بعد سمجھیے کہ حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ اوپر ہدایہ سے گزر چکا اضحیہ کے وجوب کیلئے غنی شرط ہے اور جمہور کے نزدیک اگرچہ قربانی تو سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں، اب یہ کہ تاکد سنت کیلئے غنی شرط ہے یا نہیں؟ تو کتب مالکیہ میں تو غنی کو شرط قرار دیا ہے ان کے نزدیک جو شخص قوت عام کا مالک نہ ہو اس کے حق میں سنت نہیں اور کتب شافعیہ میں تصریح ہے کہ اس کے لئے غنی شرط نہیں مستطیع ہونا کافی ہے مسافر پر اضحیہ ہے یا نہیں؟ اس پر مستقل کلام باب فی المسافر یضحی کے ذیل میں آرہا ہے۔

فائدہ: باب کی آخری حدیث (ترم ۲۷۸۹) وَلَٰكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَغْرِكَ وَأُطْفِئَ لَآئِكَ الخ کے ذیل میں بذل المجہود میں لکھا ہے ثم ظاهر الحدیث وجوب الأضحیة إلا على العاجز، ولذا قال: جمع من السلف: تحب على المعسر، ویؤیدہ حدیث یا رسول اللہ استندین وأضحی؟ قال: نعم، فإنه ذین مقضی، الی آخر ما فی البذل^۲، یعنی بعض علماء کے نزدیک فقیر پر بھی قربانی واجب ہے اسلئے کہ حدیث میں ہے ایک سائل کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں قرض لیکر بھی قربانی کرو اسلئے کہ یہ دین ادا ہو جائے گا، یا مطلب یہ کہ یہ قربانی آدمی پر ایک قسم کا دین اور واجب ہے۔

بحث رابع (عدد ایام اضحیہ میں اختلاف): ایام اضحیہ کی تعیین و تعداد میں کافی اختلاف ہے جس کو حضرت شیخ نے اوجز میں تحریر فرمایا ہے اسکے آخر میں حضرت شیخ لکھتے ہیں: والجملة أن فی تعیین ایام الأضحیة سبعة مذاهب: الأول: يوم النحر فقط، وهو مذهب داؤد وابن سیرین، الثاني: ثلاثة أيام، وهو مذهب الأئمة الثلاثة وغيرهم، الثالث: أربعة أيام، وهو مذهب الشافعي وغيره، الرابع: يوم النحر، وستة أيام بعده، وهو قول قتادة، الخامس: عشرة أيام، حكاها ابن التين، السادس: إلى آخر ذي الحجة، وهو مذهب ابن خزم (لرواية أبي سلمة بن عبد الرحمن وسليمان بن يسار قالوا بلغنا أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم قال الأضحى إلى هلال المحرم لمن استأن بذلك (كذا في المحلى)، السابع: يوم في الأمصار، وثلاثة في مدينتي، وهو قول سعيد بن جبیر وجابر بن زید، إلى آخر ما فی الاوجز^۳، اور متن ابی شجاع میں ہے وقت الذبیح من وقت صلاة العيد إلى غروب الشمس من آخر أيام التشريق اه، اور اسکے حاشیہ میں ہے یعنی گیارہ ذی الحجہ اور بارہ اور تیرہ، ہروی ابن حبان عن جبیر بن مطعم رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: وكل أيام التشريق ذبيح^۴، اسی وقت للذبیح اه^۵، اس تفصیل سے معلوم ہوا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایام اضحیہ تین ہیں اور شافعیہ کے

۱۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۶۵۔

۲۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۹-۱۰۔

۳۔ اوجز السائل إلى موطأ مالك - ج ۱۰ ص ۲۷۲۔

۴۔ السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الفحاحا - باب من قال: الأضحى جائز يوم النحر وأيام منى كلها أيام النحر ۱۹۲۴ ج ۹ ص ۹۸۔

۵۔ الإكناع فی حل ألفاظ ابی شجاع للشريبي - ج ۲ ص ۵۷۲۔

نزدیک چار دن ہیں دس ذی الحجہ سے لیکر تیرہ کی شام تک۔

بحث خامس (وقت ذبح کی ابتداء): وقت ذبح کی ابتداء کب سے ہے سو اس پر تو علماء کا اتفاق ہے، ان الذبح قبل صلاة العید لا يجوز، اور اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ امام کی قربانی سے قبل دوسرے لوگوں کیلئے قربانی جائز ہے یا نہیں، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے، امام مالک کے نزدیک ذبح امام سے قبل کسی کیلئے ذبح کرنا جائز نہیں، وسبب اختلافهم اختلاف الآثار فی هذا الباب، وذلك انه جاء فی بعضها انه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم امر لمن ذبح قبل الصلوة ان يعيد الذبح وفي بعضها انه امر لمن ذبح قبل ذبحه ان يعيد، أخرجه مسلم، الى آخر ما فی الاوجز^①، اس میں مزید تفصیل باب ما يجوز فی الضحایا من السن کے آخر میں آرہی ہے۔

بحث سادس (مشروعیت اضحیہ کی ابتداء): قربانی کی مشروعیت کی ابتداء قرآن کریم میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئِي اِنِّي اَرَى فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى^②، حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ہاں جب تک اولاد نہ ہوئی تھی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعاء کی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ○ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ○^③، اس کے بعد وہ اوپر والی آیت مذکور ہے کہ جب وہ فرزند (اسمعیل علیہ السلام) ایسی عمر کو پہنچا کہ اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے لگا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت ان کی عمر تیرہ سال کی ہو چکی تھی تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس اکلوتے بیٹے سے فرمایا بر خور دار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا: يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ اباجان جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو کر گزریے الی آخر القصۃ جس میں یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا: وَتَادَيْنَاهُ اَنْ يَّابْرَاهِيمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّعْيَا الْآیۃ^④ روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبریل علیہ السلام ایک مینڈھالے کھڑے تھے یہ جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ شانہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا (معارف القرآن لمختصاً^⑤)، یہ مضمون سنن ابن ماجہ اور مسند احمد کی روایت میں اس طرح مذکور ہے عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ، قَالَ: قَالَ اَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا هَذِهِ الْاَصْحَاحِيُّ؟ قَالَ: «سِنَّةُ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ» قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ»^⑥، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ارشاد فرما رہے ہیں کہ یہ

① أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱۰ ص ۲۳۱

② پھر جب پہنچا اسکے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے (سورۃ الصافات ۱۰۲)

③ اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہو گا نخل والا (سورۃ الصافات ۱۰۰-۱۰۱)

④ سورۃ الصافات ۱۰۲-۱۰۵

⑤ معارف القرآن للعثماني - ج ۷ ص ۴۵۷-۴۵۹

⑥ سنن ابن ماجہ - کتاب الاصحاحی - باب ثواب الاضحیۃ ۳۱۲۷، مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۴/۳۶۸)

اضحیہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اس کی ابتداء وہاں سے ہوئی ہے۔

۱۔ باب ما جاء في إيجاب الأضاحي

قربانی کے واجب ہونے کا بیان (۸۷)

۲۷۸۸- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ، عَنْ عَامِرِ أَبِي رَمْلَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمٍ، قَالَ: وَنَحْنُ وَفُوتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقاتٍ قَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلٍ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هَذِهِ؟» أَلَيْسَ يَقُولُ النَّاسُ الرَّجْبِيَّةُ؟ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا أَخْبَرْتُ مَنْسُوخٌ».

حضرت مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول کریم ﷺ کے ہمراہ حجۃ الوداع میں عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ضروری ہے اور عتیرہ بھی ضروری ہے۔ تو لوگ واقف ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ یہ وہی ہے کہ جس کو لوگ رجبیہ کہتے ہیں (وہ جانور جو لوگ ماہ رجب میں ذبح کرتے ہیں)۔

جامع الترمذی - الأضاحي (۱۵۱۸) سنن النسائي - الفرع والعتيقة (۴۲۲۴) سنن أبي داود - الضحایا (۲۷۸۸) سنن ابن ماجه - الأضاحي (۳۱۲۵) مسند أحمد - مسند الشاميين (۲۱۵/۴)

مخنف بن سلیم صحابی فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ عرفات میں وقوف کرنے والے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگو! ہر گھر والے کے اوپر اور ان کے ذمہ ہر سال میں اضحیہ اور عتیرہ ہے، اور پھر فرمایا آپ جانتے ہو عتیرہ کیا چیز ہے؟ عتیرہ وہی ہے جس کو لوگ رجبیہ کہتے ہیں۔

وجوب اضحیہ کی دلیل: حنفیہ نے اس حدیث سے وجوب اضحیہ پر استدلال کیا ہے اس لئے کہ لفظ علی الزام اور وجوب کیلئے آتا ہے اور دوسری چیز جو اس حدیث میں مذکور ہے یعنی عتیرہ، وہ عند الجمہور دوسری احادیث کی بنا پر منسوخ ہے، لہذا قربانی کا وجوب باقی رہا، عتیرہ کی تفسیر جیسا کہ خود اس حدیث میں مذکور ہے اس ذبیحہ اور قربانی کا نام ہے جو ابتداء اسلام میں رجب کے عشرہ اولی میں کی جاتی تھی، اس لئے اس کو رجبیہ بھی کہتے ہیں۔

یہاں ایک تیسری چیز اور ہے جو احادیث میں وارد ہے یعنی فَرَع، ان دونوں کا ذکر کتاب الاضحیہ کے اخیر میں آخری باب باب فی العتیرۃ میں آ رہا ہے، لہذا ان دونوں پر کلام ان شاء اللہ تعالیٰ اسی جگہ آئے گا۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائي وابن ماجه قاله التذمری۔

۲۷۸۹- حَدَّثَنَا هَامِدُونَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْوَيْلِ، حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقَتَبَانِيُّ، عَنْ عِيسَى بْنِ هِلَالٍ الصَّدَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَمِزْتُ

یَوْمِ الْأَصْحَى عِيدًا جَعَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ». قَالَ الرَّجُلُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا أَصْحِيَّةً^① أَنْتَى أَفَأَصْحَى بِهَا؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ وَأُظْفَارِكَ وَتَقْطَعُ شَارِبَكَ وَتَحْلِقُ عَائِنَكَ، فَيَعْلَقُ نَمَامُ أَصْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اصحیٰ والے دن (۱۵ ذی الحجہ) عید کا دن منانے کا حکم ہوا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کیلئے عید قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میرے پاس صرف عاریۃ ملی ہوئی اونٹنی یا بکری ہو کیا میں اسکی قربانی کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں تم اپنے بال کتر واد اور اپنے ناخن کاٹ لو اور مونچھ کتر والو اور ناف کے نیچے کے بال کاٹ لو بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہاری یہی قربانی ہے۔

سنن النسائي - الضحایا (۴۳۶۵) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۷۸۹)

شرح الحدیث: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ مجھ کو اس بات کا حکم کیا گیا ہے کہ میں یوم الاصحیٰ کو عید کا دن مناؤں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس دن کو میری امت کیلئے عید کا دن قرار دیا ہے (اور چونکہ اس دن کے احکام میں سے ایک حکم شرعی قربانی کا بھی ہے اس لئے سائل نے آپ ﷺ سے وہ سوال کیا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے وہ یہ کہ) ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس منیجہ کے علاوہ کچھ اور نہ ہو تو کیا میں اسی کی قربانی کر لوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تو ایسا کر کہ اس دن میں اپنے بال اور ناخن تراش اور اپنی لبس لے اور زیر ناف بالوں کا تلیق کر، تیری پوری قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی ہے۔ آپ ﷺ نے ان مذکورہ امور کو گویا اس کے حق میں قربانی کا بدل قرار دیا۔

منیجہ کا اطلاق اس دودھ دینے والی اونٹنی یا بکری پر ہوتا ہے جس کو اس کا مالک کسی دوسرے ضرورت مند شخص کو کچھ مدت کیلئے دیدے تاکہ وہ اس کے دودھ سے اس مدت میں منتفع ہو تا رہے، اور پھر اس جانور کو اس کے مالک کی طرف لوٹا دے، حضور ﷺ نے ان صحابی کو اس منیجہ کی قربانی سے منع فرما دیا یا تو اس لئے کہ وہ اس کی ضرورت کی چیز تھی اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور دودھ کا جانور نہیں تھا، (کذا فی البذل^②) اور یا اس لئے منع فرمایا کہ جیسا کہ ابھی اوپر گزرنا منیجہ کا تو آدمی خود مالک نہیں ہوتا وہ دوسرے کی چیز ہوتی ہے جس کو بعد میں واپس کیا جاتا ہے۔ والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۲۔ بَابُ الْأَصْحِيَّةِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی جانب سے قربانی کرنا

۲۷۹۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي الْحُسَيْنِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ حَنْشٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا يُصْحَى بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا هَذَا؟ فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أَصْحَى عَنْهُ فَإِنَّا أَصْحَى عَنْهُ».

① نسخہ بذل میں أَصْحِيَّةً کے بجائے مَلِيحَةٌ ہے۔

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۹

حضرت حش سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ (دو مینڈھے کی قربانی کرنا) یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میں (آپ ﷺ کی وفات کے بعد) آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کروں، تو میں آپ ﷺ کی جانب سے قربانی کرتا ہوں۔

جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۵) سنن أبی داود - الضحایا (۲۷۹۰)

حش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ دو مینڈھوں کی قربانی کرتے تھے تو میں نے اس کے بارے میں ان سے سوال کیا کہ آپ دو جانور کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس لئے کہ حضور ﷺ نے مجھ کو وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کیا کروں، لہذا ایک کی قربانی میں اپنی طرف سے کرتا ہوں اور دوسرے کی آپ ﷺ کی طرف سے۔

یہ روایت ترمذی میں بھی ہے اور اس کے اخیر میں یہ زیادتی ہے فَلَا أَدْعُهُ أَبَدًا کہ میں اس کو چھوڑوں گا نہیں بلکہ ہمیشہ اسی طرح کرتا رہوں گا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بعض اہل علم کے نزدیک میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اور بعض اس کو جائز نہیں سمجھتے، اور پھر عبد اللہ بن المبارکؒ کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے نہ کہ قربانی، اور اگر کوئی شخص میت کی جانب سے قربانی کرے تو اس میں سے خود کچھ نہ کھائے بلکہ سبھی کو صدقہ کر دے اھ، جمہور یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا اپنی پوری امت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، جس میں اہیاء اور اموات سبھی داخل ہیں، نیز یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ جو قربانی امت کی طرف سے کرتے تھے اس میں سے خود کچھ نوش نہیں فرماتے تھے، بلکہ سب صدقہ کر دیتے تھے، اور حنفیہ کا مسلک اس میں وہ ہے جو الکوکب الذہری میں مذکور ہے، ففیہ: قوله: ولم یر بعضہم أن یضعی عنہ، وهؤلاء حملوا هذا الحديث على الخصوصية، وعندنا أنه أن یضعی عن المیت غیر أنه إن کان بوضیة منه لیس له أن یاکل منه وإن لم یکن وضیة منه حل له أکلها کما فی أضحیة نفسه من غیر فصل اھ^۱۔ والحديث أخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

۳۔ باب الرجل یأخذ من شعره فی العشر وهو یرید أن یضعی

جس شخص کی قربانی کرنے کی نیت ہو تو وہ ذی الحجہ کے شروع کے دس روز تک نہ بال کتروائے اور نہ بال منڈوائے

۲۷۹۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ اللَّيْثِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ

النَّسَبِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ، تَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ لَهُ ذَبْحٌ يَذْبَحُهُ فَإِذَا أَهْلَ هِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ شَيْئًا حَتَّى يُضْحِيَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اِخْتَلَفُوا عَلَى مَالِكٍ، وَعَلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، فِي عَمْرٍو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ بَعْضُهُمْ عَمْرٌو، وَأَكْثَرُهُمْ قَالَ عَمْرُو» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ عَمْرُو بْنُ مُسْلِمٍ بْنِ أَكْبَمَةَ اللَّيْثِيِّ الْجُدُوعِيِّ».

ترجمہ: حضرت اُم سلمہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس قربانی (کا جانور) ہو اور وہ اس کو عید کے دن ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جس دن سے ذی الحجہ کا چاند نظر آئے تو وہ شخص اپنے ناخن اور بال نہ کتروائے یہاں تک کہ وہ قربانی ذبح کر لے۔

تحقیق: صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۷۷) جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۲۳) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۶۱) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۶۲) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۶۴) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۷۹۱) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۴۹) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۵۰) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۸۹/۶) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۷) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۸)

شرح الحدیث: لفظ ذَبْحٌ کسر زال کے ساتھ ہے، یعنی ذبیحہ وہ جانور جس کو ذبح کرنے کا ارادہ ہے کما فی قولہ تعالیٰ: وَقَدْ يُذَبِّحُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۝^۱، اور جو ذبح بالفتح ہے وہ مصدر ہے۔

یعنی جس شخص کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس شخص کو یکم ذی الحجہ سے لیکر قربانی کرنے تک حلقِ شَعْرٍ یا تقليمِ اظفار نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ الباب میں مذاہب ائمہ: یہ بھی ظاہر یہ اور حنبلیہ کے نزدیک تحریم کیلئے ہے، اور امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک کراہت کیلئے ہے، اور حنفیہ کے نزدیک خلافِ اولیٰ ہے، کما فی البذل ۱، امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں: وَإِلَى هَذَا الْحَدِيثِ ذَهَبُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقُ وَرَخَّصَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي ذَلِكَ، فَقَالُوا: لَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَاحْتِجَ بِحَدِيثِ عَائِشَةَ «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ بِالْهَذْيِ مِنَ الْمَدِينَةِ، فَلَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ مِنْهُ الْمُحَرَّمُ» اه، امام نوویؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک اس میں کراہت تنزیہی لکھا ہے، غالباً امام ترمذیؒ کی مراد لا بأس سے یہی ہے یعنی جائز مع الکراہۃ، اس کے بعد امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کی دلیل میں حدیث عائشہؓ کو پیش فرمایا ہے۔ اس کا جواب عرفِ الہندی میں شاہ صاحب نے یہ دیا ہے کہ حضور ﷺ کا بعث ہدی غیر ذی الحجہ میں ہوتا تھا اسی لئے آپ ﷺ اس سے اجتناب نہیں فرماتے تھے۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں: والغرض التشاغل بالحجاج یعنی حدیث الباب میں اخذ شعر اور تقليم الاظفار کی جو ممانعت ہے اس سے مقصود قربانی کرنے والے کو مشابہت اختیار کرنا ہے، حاج محرم کے ساتھ ۲، والحدیث أخرجه مسلم

۱ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا (سورۃ الصافات ۱۰۷)

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۲

۳ العرف الشدی شرح سنن الترمذی - ج ۳ ص ۱۷۳

والترمذی والنسائی وابن ماجہ بمعناه قاله المنذری۔

۴۔ باب مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الضَّحَايَا

قربانی کیلئے کون سا جانور مستحب ہے

۲۷۹۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي صَخْرٍ، عَنْ ابْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَتْشِ أَقْرَنٍ يَطْأُ فِي سَوَادٍ، وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَبُولُ فِي سَوَادٍ، فَأُتِيَ بِهِ فَصَحِّي بِهِ». فَقَالَ: «يَا عَائِشَةُ هَلْ لِي مِنَ الدُّبَةِ؟» ثُمَّ قَالَ: «اشْحِذِي بِهَا بِحَجَرٍ». فَقَعَلْتُ فَأَخَذْتُهَا وَأَخَذْتُ الْكَتْشَ، فَأَضَجَعْتُهُ وَذَبَحْتُهُ وَقَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ». ثُمَّ صَحِّي بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سینگوں والا مینڈھا طلب فرمایا جس کے پاؤں اور آنکھیں اور دونوں بازو سیاہ تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کرو (یعنی دھار لگاؤ) تو میں نے چھری کو تیز کیا اور آپ ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کر زمین پر لٹایا اور اسکے ذبح کرنے کا قصد فرمایا پھر فرمایا: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے بابرکت نام کے ساتھ ذبح کرتا ہوں۔ اے اللہ! حضرت محمد ﷺ آپ کی آل اولاد اور آپ کی امت کی طرف سے اسکو قبول فرمائے پھر آپ ﷺ نے اسکی قربانی کی۔

صحیح مسلم - الاضاحی (۱۹۶۷) سنن ابی داود - الضحایا (۲۷۹۲) مسند احمد - باقی مسند الانصاف (۷۸/۶) شرح الحدیث
یعنی آپ ﷺ نے ایسے خوبصورت مینڈھے کی قربانی کا حکم فرمایا جس میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں کہ سینگوں والا ہو، چلتا ہو سیاہی میں یعنی اس کی ٹانگیں سیاہ ہوں، اور دیکھتا ہو سیاہی میں یعنی اس کی آنکھیں خوبصورت سرگیں ہوں، بیٹھتا ہو سیاہی میں یعنی اس کا پیٹ اور پہلو سیاہ ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ چھری لیکر آؤ اور اس کی دھار پتھر پر رگڑ کر تیز کرو، پھر آپ ﷺ نے اس کو لٹایا اور ذبح کیا۔ اور ذبح کے وقت یہ پڑھا: بِسْمِ اللَّهِ، اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ، وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)۔

قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت اسکی بائیں کروٹ پر لٹایا جائے جس سے اسکا سر ذبح کی بائیں طرف ہو جائے اور وہ اسکے سر کو بائیں ہاتھ سے دبا کر دائیں ہاتھ سے بسہولت ذبح کر سکے۔ قالہ النووی و ذکر اتفاق العلماء علیہ۔ نیز اسکی شکل یہ ہوگی کہ اضمیہ کا سر بجانب جنوب اور ٹانگیں شمال کی جانب میں رکھی جائیں اور بائیں کروٹ پر لٹایا جائے تاکہ جانور کا استقبال قبلہ ہو جائے۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مینڈھے کی قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت بلکہ اپنی تمام امت کی طرف سے کی، کیا ایک بکری کی قربانی چند لوگوں کی طرف سے ہو سکتی ہے؟ اس مسئلہ کیلئے آگے کتاب میں مستقل ایک باب آرہا ہے: بَابُ فِي

الشاة يَضَعِي بِهَا عَنْ جَمَاعَةٍ

قربانی کے جانور میں شرکت اور اس میں مذاہب ائمہ کی تفصیل و تحقیق: اس میں بعض علماء جیسے امام مالک و احمد و اوزاعی کا مسلک یہی ہے کہ ایک بکری پورے ایک گھر والوں کی طرف سے کرنا جائز ہے اگرچہ وہ سات سے بھی زائد ہوں، اور دو گھر والوں کی طرف سے جائز نہیں، اگرچہ ان کی تعداد سات سے کم ہو، کذا فی البدائع وغیرہ و سیجی تفصیل المذاہب، حنفیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے یا تو یہ کہا جائے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس حدیث کی بناء پر جو آئندہ باب فی البقرۃ والجذور عَنْ كَمْ تُجْزَى؟ کے تحت آرہی ہے اور یا یہ کہا جائے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، اور تیسری تاویل یہ کی گئی ہے کہ اس سے مقصود مشارکۃ فی الثواب ہے نہ کہ تضحیہ عن الجميع، واللہ تعالیٰ اعلم، یہ آخری توجیہ زیادہ عمدہ معلوم ہوتی ہے۔

موطأ مالک میں باب الشاة فی الصحاحا عنوان کے تحت او جز میں حضرت شیخ نے مذاہب ائمہ اس طرح لکھے ہیں امام مالک کا مسلک علامہ باجی مالکی سے یہ نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہدی واجب میں اور اضحیہ میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ ایک جماعت قربانی کے جانور کی قیمت میں شریک ہو کر خریدیں اور اس کی قربانی کریں خواہ وہ بقرہ ہو یا بید نہ، اور ہدی تطوع میں ان کے دو قول ہیں، قول مشہور یہی ہے کہ اس میں بھی اشتراک جائز نہیں، اور دوسری روایت اس میں ان سے جواز کی ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک یہ بات جائز ہے کہ ایک شخص کیلئے قربانی کا جانور ہو اور وہ اس کی قربانی کرے اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے اگرچہ وہ سات سے زائد ہوں اھ^①، گویا اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام مالک کے نزدیک قربانی کا جانور بقرہ ہو یا بید نہ یا شاة اس کی قربانی ایک ہی شخص کی طرف سے ہو سکتی ہے، ہاں خاص اپنے اہل بیت کی اس میں اگر نیت کر لے تو وہ درست ہے۔ چاہے وہ اہل بیت سات سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں، اور حنفیہ کا مسلک باجی نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے نزدیک ہدی اور اضحیہ ہر دو میں سات شخصوں کی شرکت ہو سکتی ہے (أی فی البدنة والبقرۃ) بشرط یہ کہ تمام شرکاء کا مقصود اس ذبح سے قربت ہو گو وجوہ قربت مختلف ہوں، جیسے جزاء صید اور فدیہ اذی وغیرہ، اور اگر ان شرکاء میں سے کسی شریک کا مقصود قربت نہ ہو بلکہ لحم مقصود ہو تو وہ قربانی درست نہ ہوگی، وہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک ہر صورت میں جائز ہے (سب کا مقصد قربت ہو یا نہ ہو) اور ان دونوں (حنفیہ شافعیہ) کا اس پر اتفاق ہے کہ سات سے زائد کی شرکت جائز نہیں، فالخلاف بیننا و بینہم فی فصلین: أحدهما: أنه لا يجوز الاشتراك في الرقبة عندنا، ويجوز عندهم، والثاني: أنه يجوز عندنا أن تنحر البدنة الواحدة عن أكثر من سبعة وعندهم لا يجوز ذلك اھ^②، علامہ باجی نے حنابلہ کا مسلک نقل نہیں کیا، ابن قدامہ نے ان کا مسلک اس میں حنفیہ اور

① أوجز السالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٢٥٨

② أي عند المالكية لأن القائل هو العلامة الباجي -

③ أوجز السالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٢٥٨ - ٢٥٩

شافعیہ ہی کے موافق لکھا ہے یعنی یہ کہ بدنہ وبقرة میں سات نفر کی شرکت ہو سکتی ہے، نیت قربت کا ہونا شافعیہ کی طرح ان کے یہاں بھی ضروری نہیں اور مالکیہ کے نزدیک تو چونکہ نفس شرکت ہی جائز نہیں اسلئے وہاں اتحاد نیت یا اختلاف نیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ بدنہ وبقرة میں سات کی شرکت مطلقاً جائز ہے سواء كان المشتري كون من أهل بيت أو لم يكن، پھر آگے ابن قدامہ نے کفایۃ عن اہل بیت واحد والے مسئلہ میں لکھا ہے ولا بأس أن يذبح الرجل عن أهل بيته شاة واحدة أو بقرة أو بدنة نص عليه أحمد وبه قال مالك والليث والأوزاعي اه ①۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ شاة کے بارے میں شافعیہ وحنابلہ مالکیہ تینوں کی کتب فروع میں یہ ملتا ہے اٹھانجزی عن الرجل وعن أهل بيته وان كانوا سبعة أو أكثر، لیکن جائز ہونے کا مفہوم انکے نزدیک یہ ہے کہ اضحیہ تو ذابح ہی کی طرف سے سمجھی جائے گی اور ثواب کا استحقاق بھی خاص اسی کیلئے ہو گا لیکن چونکہ ان حضرات کے نزدیک قربانی سنت علی الکفایہ ہے اسلئے یہ ایک شخص کا قربانی کرنا اسکے تمام اہل بیت کی طرف سے کفایت کر جائے گا۔ جسکو انکی کتابوں میں سقوط الطلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی اسکی قربانی کے بعد باقی گھر والوں سے اضحیہ کا شرعاً مطالبہ نہیں رہا ②، اور حدیث الباب جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کبش واحد کی قربانی اپنی اور پوری امت کی جانب سے فرمائی اسکو انہوں نے خصوصیت پر محمول کیا ہے حصول ثواب للامة کے حق میں، والحدیث أخرجه مسلم قاله المنذرى۔

٢٧٩٣- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَرَّ سَبْعَ بَدَنَاتٍ بِيَدِهِ قِيَامًا، وَضَعَى بِالْمَلَأِ يَدَهُ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أُمْلَحَيْنِ»

سرحینہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سات اونٹوں کو کھڑے کر کے نحر کیا اور آپ نے مدینہ منورہ میں دو مینڈھے ذبح کئے جو سینگوں والے اور چنگبرے تھے۔

تخریج: صحیح البخاری - الحج (۱۴۷۶) صحیح البخاری - الأضاحی (۵۲۲۹) صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۶۶) جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۴) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۸۵) سنن أبي داود - الضحایا (۲۷۹۳) سنن ابن ماجه - الأضاحی (۳۱۲۰) سنن ابن ماجه - الأضاحی (۳۱۵۵) مسند أحمد - باقی مسند المکتوبین (۱۰۱/۳) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۵)

شرح الحدیث: یہ حدیث بخاری کی کتاب الحج میں باب مَنْ تَخَرَّ هَدْيُهُ بِبَدَنٍ اسی طریق سے اسی طرح مروی ہے بظاہر نحر

① المعنی ولبیہ الشرح الكبير - ج ۱۱ ص ۹۷

② نفی شرح الإقناع من فروع الشافعية ونحوه، الشاة عن واحد فقط فإن ذبحها عنه وعن أهله أو عنه وأشرك غيره في ثوابها جاز اه وفي هامشه: والشاة عن واحد فقط فإن قلت هذا مناف لما بعده حيث قال فإن ذبحها عنه وعن أهله الخ أجيب بأنه لا منافاة، لأن قوله عن واحد أي من حيث حصول التضحية حقيقة، وما بعده الحاصل للغير إما هو سقوط الطلب عنه، وإما الثواب والتضحية حقيقة فخاصان بالفاعل على كل حال اه وفي الروض المربع ونبيل المآرب من فروع الخنابلية: وتجزئ الشاة عن واحد وأهل بيته وعياله، وتجزئ البدنة والبقرة عن سبعة. (حاشية الروض المربع - ج ۴ ص ۲۱۹)

بدن کا واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے، اور کَبَشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ کی قربانی کا واقعہ، جیسا کہ روایت میں تصریح ہے، مدینہ منورہ کا ہے، اب یہ سوال ہو گا کہ حج میں تو آپ ﷺ نے جیسا کہ روایات میں تصریح ہے ایک سو ہذا یا کا نحر فرمایا تھا اس کا جواب کتاب الحج کی طرف رجوع کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں روایات مختلف ہیں، سبع بدنات کی بھی ایک روایت ہے، اور سبع کی تخصیص کی ایک وجہ کتاب الحج میں یہ گزر چکی کہ یعنی ان میں سے ہر ایک آپ ﷺ کے قریب ہو رہی تھی کہ دیکھیں ہم میں سے کس سے ابتداء فرماتے ہیں، کلھن یزدلفن الیہ بالیتھن ییدا^۱۔

الح وہ جانور جس کے بالوں کی سفیدی اسکی سیاہی پر غالب ہو (بذل^۲)، وفي المرقاة: املحين: افعال من الملح، وهي بیاض بخالطه السواد، وعليه أكثر أهل اللغة. وقيل: بیاضه أكثر من سواده، وقيل: هو النقي البیاض اه^۳۔

تنبیہ: یہ حدیث تمامہ صحیح بخاری میں موجود ہے کما تقدم فالعجب من الحافظ المنذری حیث قال أخرج البخاری قصة الکبشین فقط بنحوہ۔

۲۷۹۴- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صَبَّيْ بِكَبَشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ يَذْبَحُ وَيُكَبِّرُ وَيُسَمِّي وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى صَفْحَتِهِمَا».

سرجسٹری حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے سینگ والے اور چٹکیرے دنبوں کی قربانی کی۔ آپ ﷺ ذبح کے وقت تکبیر فرماتے اور بسم اللہ پڑھتے اور ان کے چہرے پر اپنا پیر رکھتے تھے۔

تخریج صحیح البخاری - الحج (۱۴۷۶) صحیح البخاری - الأضاحی (۵۲۲۹) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۴) صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۶۲) جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۴) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۸۵) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۷۹۴) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۲۰) مسند أحمد - باقی مسند المکتورین (۲۸۱/۳) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۵)

۲۷۹۵- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبَشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَّأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ، وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِاسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ» ثُمَّ ذَبَحَ.

۱ لیکن ابوداؤد میں یہ حدیث (برقم ۱۷۶۵) عبد اللہ قرطی کی روایت سے ہے ولفظه وَفُزِبَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٌ خُمْسُ أَوْ سِتُّ نَطْفِقُنْ نَزْدَلْفَنَ إِلَيْهِ بِأَيْتِهِنَّ يَبْدَأُ۔

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۵

۳ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۳ ص ۵۰۰، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۷ ص ۴۹۰

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے قربانی والے روز سینگ دار چکبرے اور خصی دے کر ذبح فرمائے پھر جب آپ نے ان کو قبلہ رخ کیا تو فرمایا بلاشبہ میں اپنا چہرہ اس ذات پاک کی جانب متوجہ کرتا ہوں کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں دین ابراہیم پر قائم ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز، میری تمام عبادتیں، میری زندگی اور میرا مرنے والا حصہ اللہ کیلئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ یہ قربانی آپ کی بخشش ہے اور صرف تیری رضا کیلئے ہے۔ محمد ﷺ کی طرف سے اور اس کی امت کی طرف سے اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے یہ فرما کر آپ ﷺ نے اس کو ذبح فرمایا۔

ترجمہ جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۲۱) سنن ابی داود - الضحایا (۲۷۹۵) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۲۱) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۵۶/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۶۲/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۷۵/۳) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۶)

شرح الحدیث وفي بعض النسخ موجئين، وفي بعضها موجيين، يعني خصي، خطابي كقوله: اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ خصی کی قربانی مکروہ نہیں اور بعض اہل علم نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے لنقص العضو، لیکن یہ نقص عیب نہیں ہے اس لئے کہ خضاء کی وجہ سے گوشت عمدہ ہو جاتا ہے اور اس کی رائحہ کریمہ دور ہو جاتی ہے ①۔

اور اس کے بعد والی حدیث میں جس کے راوی ابو سعید خدری ہیں اس میں ہے بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحَبِلَ یعنی ایسا كبش جو جفتی میں بہت عمدہ ہو، اور فحل کا اطلاق مطلق زپر ہوتا ہے دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے، جیسا کہ ابن العربی نے یہی سمجھا دیا ہے: اس حدیث ابو سعید سے اس روایت کی تردید ہو رہی ہے جس میں موجودین وارد ہوئے، حافظ ② فرماتے ہیں: یہ بات نہیں بلکہ اس میں احتمال تعدد واقعہ کا ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قربانی خصی کی کی اور ایک مرتبہ غیر خصی کی۔

حدیث جابر أخرجه ابن ماجه و حدیث أبي سعيد أخرجه الترمذی والنسائي وابن ماجه قاله المنذرى۔

۲۷۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُصَحِّي صَلًى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ فَحَبِلَ، يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ، وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ، وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ».

ترجمہ حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سینگوں والے موٹے تازے دے کر قربانی کیا کرتے تھے کہ جو سیاہی میں دیکھتا تھا اور وہ دنبہ سیاہی میں کھاتا تھا اور سیاہی میں چلتا تھا، یعنی اس کی آنکھیں، پاؤں اور منہ سیاہ ہوتے تھے۔

ترجمہ جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۶) سنن النسائي - الضحایا (۴۳۹۰) سنن ابی داود - الضحایا (۲۷۹۶) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۲۸)

۵۔ بَابُ مَا يَجُوزُ مِنَ الشَّيْءِ فِي الضَّحَايَا

کتنی عمر کا جانور قربانی میں جائز ہے؟

یعنی کس عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے؟

۲۷۹۷- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذْعَةً مِنَ الضَّأْنِ».

ترجمہ: حضرت جابر سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسنہ کو ذبح کرو اگر مسنہ نہ مل سکے تو دنبہ یا بھیڑ میں سے جذع ذبح کرو۔

صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۶۳) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۷۸) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۷۹۷) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۴۱) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۱۲/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۲۷/۳)

شرح الحدیث: مسنہ کا مصداق مع اختلاف ائمہ: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ قربانی صرف مُسِنَّة ہی کی کی جائے اور اس سے کم کی نہ کی جائے، مسنہ بمعنی عمر والا جس کو شئی بھی کہتے ہیں، پھر جانا چاہیے کہ مسنہ ہر جانور کا الگ الگ ہوتا ہے پس مسنۃ الإبل وہ ہے جو پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔ اور مسنۃ البقر وہ ہے جو پورے دو سال کا ہو کر تیسرے میں داخل ہو جائے اور غنم میں خواہ وہ بھیڑ ہو یا بکری وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو کر دوسرے میں داخل ہو جائے۔ جانا چاہیے کہ غنم جنس ہے جس کی دو صنف ہیں معز (بکری) اور ضان (بھیڑ)، اسکے بعد حدیث میں یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو مسنۃ نہ حاصل ہو تو وہ جذع من الضان کر سکتا ہے، جذع لفظ تو اس کو کہتے ہیں جو پورے ایک سال کا ہو اور شرعاً جو کم از کم چھ ماہ کا ہو ماتمت لہ ستة أشهر کذا فی الهدایۃ^۱، اور بعض علماء نے اسکی تفسیر یہ کی ہے ما اتی علیہ اکثر الحول یعنی جس پر سال کا اکثر حصہ گذر چکا ہو، اس حدیث میں جذع کے ساتھ ضان کی قید ہے اسی لیے جذع من المعز (بکری کا ششماہہ بچہ) ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، امام نووی فرماتے ہیں جذع من الضان مطلقاً سب علماء کے نزدیک جائز ہے سواء وجد غیرہ أم لا^۲، بذل المجہود میں لکھا ہے کہ فقہاء نے جذع کے اندر یہ شرط لگائی ہے کہ وہ ایسا تندرست اور فربہ ہو کہ اگر اس کو پورے سال والوں میں خلط کر دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو^۳۔

یہ جو کچھ ہم نے مسنۃ کے مصداق کے بارے میں لکھا اس میں حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک تو بعینہ یہی ہے، لیکن شافعیہ اور مالکیہ کا ان

۱ الهدایۃ شرح ہدایۃ البندی - ج ۷ ص ۱۶۲

۲ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۳ ص ۱۱۷

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۸-۱۹

میں سے بغض میں اختلاف ہے، چنانچہ شافعیہ کے نزدیک مسنة الغنم خواہ وہ معز ہو یا ضأن وہ ہے جو پورے دو سال کا ہو، اور جذع من المعز والضأن وہ ہے جو ایک سال کا ہو، اور مالکیہ کے نزدیک مسنة البقر میں اختلاف ہے ان کے نزدیک مسنة البقر وہ ہے جو تین سال کا ہو، پس شافعیہ کا اختلاف غنم میں اور مالکیہ کا بقر میں ہوا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جذع من الضأن جس کی حدیث میں اجازت دی گئی ہے وہ ائمہ ثلاث کے نزدیک تو وہ ہے جو چھ ماہ کا ہو، یا یہ کہتے کہ ایک سال سے کم کا ہو، اور شافعیہ کے نزدیک وہ ہے جو پورے ایک سال کا ہو، یہ بھی جاننا چاہیے کہ جذع من الضأن جو عند الجمهور والائمة الاربعة جائز ہے اس میں ابن عمر اور زہری کا اختلاف ہے وہ اس کو جائز نہیں رکھتے کما فی الشروح (من الاوجز والبدل)، والحدیث أخرجه مسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۷۹۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طُعْمَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: "قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَصْحَابِهِ ضَحَايَا، فَأَعْطَانِي عَثُودًا جَذْعًا. قَالَ: فَرَجَعْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ: إِنَّهُ جَذْعٌ. قَالَ: «صَحَّحَ بِهِ» فَضَحَّيْتُ بِهِ.

آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے اور مجھے بکری کا ایک بچہ جو کہ ایک سال کا جذع تھا عنایت فرمایا، میں اس بچہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں واپس لایا اور عرض کیا: یہ تو جذع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی قربانی کرو۔ چنانچہ میں نے اس کو ذبح کیا اور قربانی کی۔

سنن أبي داود - الضحايا (۲۷۹۸) مسند احمد - مسند الانصار رضي الله عنهم (۱۹۴/۵)

یعنی حضور ﷺ نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، آپ ﷺ نے مجھے بھی ایک بکری کا بچہ (پٹھیا) عطا فرمایا۔ وہ کہتے ہیں میں اس کو لیکر آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو جذع یعنی ناقص النحر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کی قربانی کر لے۔

یہ جذع اگر من المعز تھا تب تو یہ ان صحابی کی خصوصیت ہوگی کسی اور کیلئے جائز نہ ہوگا، اور اگر جذع من الضأن تھا تب خصوصیت پر حمل کی ضرورت نہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم من رواية عقبة بن عامر الجهني رضي الله تعالى عنه، قاله المنذرى۔

۲۷۹۹- حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ: جُنَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَتَادَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «إِنَّ الْجَذْعَ يُؤْتِي بِمَا يُؤْتِي مِنْهُ الثَّيْيُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهُوَ جُنَاشِعٌ بْنُ مَسْعُودٍ».

حضرت عاصم بن کلیب نے اپنے والد کلیب سے روایت کیا ہے کہ کلیب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ

حضور ﷺ کے ایک صحابی کے ہمراہ تھے جن کا نام مجاشع تھا۔ وہ قبیلہ بنی سلیم میں سے تھے۔ ایک مرتبہ بھیڑ بکریاں مہنگی ہو گئیں۔ انہوں نے منادی کرنے والے کو منادی کا حکم دیا کہ وہ یہ منادی کرے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جہاں شی (سال بھر کا دنبہ) کام آتا تھا وہاں جذعہ (چھ ماہ کا دنبہ بھی) کافی ہے (اس کی قربانی بھی جائز ہے)۔

سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۷۹۹) سنن ابن ماجہ - الاضاحی (۳۱۴۰)

کلیب کہتے ہیں کہ ہم ایک صحابی کیساتھ تھے جن کا نام مجاشع ہے، ایک سال ایسا ہوا کہ بکریوں کی قلت ہو گئی یعنی پوری عمر والیوں کی، تو ان صحابی نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا کہ حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے، کہ بھیڑ کا ششماہ بچہ وہی کام دیتا ہے جو پوری عمر والا دیتا ہے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۸۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ التَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَنَسَكَ بُسْكَنَا فَقَدْ أَصَابَ الدُّمُكَ، وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَيَلْكَ شَاةُ لَحْمٍ». فَقَامَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَّارٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أُخْرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ وَشُرْبٍ، فَتَعَجَّلْتُ فَأَكَلْتُ وَأَطَعَمْتُ أَهْلِي وَجِيرَانِي. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَلَكَّ شَاةُ لَحْمٍ». فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً وَهِيَ خَبْرٌ مِنْ شَاةٍ لَحْمٍ، فَهَلْ تُجْزِي عَنِّي؟ قَالَ: «نَعَمْ، وَلَنْ يُزِيَّ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ».

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا: جو شخص ہم لوگوں جیسی نماز ادا کرے اور نماز عید کے بعد ہماری جیسی قربانی ادا کرے، تو اس نے قربانی کی (یعنی اسکو قربانی کا اجر مل گیا) اور جو شخص نماز عید الاضحیٰ سے قبل قربانی کرے تو وہ بکری کی قربانی شمار نہ ہوگی، بلکہ وہ گوشت کھانے کی خاطر بکری ذبح کی گئی۔ یہ بات سن کر حضرت ابورہہ بن نيار کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے نماز عید الاضحیٰ کی طرف نکلنے سے قبل قربانی کر دی اور میں یہ سمجھا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے تو میں نے عجلت سے کام لیا ہے، میں نے خود بھی کھایا اور اپنے بیوی، بچوں اور پڑوسیوں کو بھی کھلایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بکری تو گوشت کی بکری ہوئی۔ پھر حضرت ابورہہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک جذعہ بکری موجود ہے وہ بکری گوشت والی دو بکریوں سے زیادہ عمدہ ہے کیا قربانی کیلئے وہ بکری کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، لیکن وہ بکری تمہارے علاوہ کسی دوسرے شخص کیلئے کافی نہ ہوگی (یعنی یہ حکم صرف تیرے لئے ہے)۔

صحیح البخاری - الجمعة (۹۰۸) صحیح البخاری - الاضاحی (۵۲۲۵) صحیح مسلم - الاضاحی (۱۹۶۱) جامع الترمذی - الاضاحی (۱۵۰۸) سنن النسائي - صلاة العيد (۱۵۶۳) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۰۰) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۲۸۲/۴) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۶۲)

شرح الحدیث: یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ نے دسویں ذی الحجہ کو عید کی نماز کے بعد خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح اولاً عید کی نماز ادا کرے اور اسکے بعد ہماری طرح قربانی کرے تو اسکی قربانی تو درست ہے اور جو شخص عید کی نماز سے

قبل قربانی کر لے تو یہ اس کا ذبح کرنا گوشت کیلئے ہو گا نہ کہ قربانی کے طور پر۔ اس پر ایک صحابی ابو بردہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کر لی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شاة تمہاری شاة لحم ہے، اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری کا بچہ ہے جذع جو دو شاة لحم سے بھی بہتر ہے، شرح نے لکھا ہے کہ مراد یہ ہے کہ کھانے والوں کے حق میں اس کا گوشت بہت عمدہ ہے یا یہ کہنے کے چونکہ آپ ﷺ نے ان صحابی کی سابق قربانی کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ وہ قربانی نہیں بلکہ شاة لحم ہے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے جو گو چھوٹی ہے لیکن میری پہلی قربانی کی بکری سے گوشت اور فربہ میں تقریباً دو گنی ہے، تو کیا اسکی قربانی میرے لئے کافی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے کافی ہو جائے گی اور تیرے علاوہ کسی اور کے لئے کافی نہ ہوگی، بظاہر یہ جذع من المعز ہو گا اسی لئے آپ ﷺ نے جواز کو انکے ساتھ مقید فرمادیا، لہذا یہ جواز انہی صحابی کے ساتھ خاص رہے گا، یہ روایت سنن ترمذی شریف میں بھی ہے ولفظه: قَالَ (أَيُّ الْبَرَاءِ): فَقَامَ خَالِي، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَا يَوْمُ اللَّحْمِ فِيهِ مَكْرُوهُ، وَإِنِّي عَجَلْتُ نَسِيكَتِي، وَفِي آخِرِهِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عِنْدِي عَنَّا قَيْنَ لَبْنٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ، عَنْقَ لَبْنٍ كَيْهْ شَرَّاحٌ لَمْ يَكُنْ يَكْفِي: بکری کا وہ دودھ پیتا بچہ جس کا ابھی تک فطام نہیں ہوا، اور کو کب الدہی میں یہ ہے کہا گیا ہے عناق لبن سے مراد یہ ہے کہ وہ بڑی عمدہ نسل کی بکری کا بچہ ہے جو بہت دودھ دینے والا ہے اور کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ إِنْهَا مُدْبَاةٌ بِاللَّبَنِ الْكَثِيرِ کہ اس کو خوب دودھ پلا پلا کر پرورش کیا گیا ہے تاکہ خوب اچھا اور فربہ ہو جائے اھ -

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ ترمذی کی اس روایت میں یہ ہے کہ هَذَا يَوْمُ اللَّحْمِ فِيهِ مَكْرُوهٌ۔ اسکا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آج کے دن یعنی قربانی کے دن صبح صبح کے وقت تو گوشت پسند کیا جاتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور دیر ہونے کے بعد ناپسندیدہ اور غیر مرغوب ہو جاتا ہے اسی لئے میں نے ایسا کیا کہ صبح سویرے قربانی کر لی تاکہ لوگ اسکو بشوق و رغبت کھائیں، ویسے فی نفسہ اس میں روایات مختلف ہیں، چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں تو اسی طرح ہے، اور دوسری روایت میں ہے: ”هَذَا يَوْمُ اللَّحْمِ فِيهِ مَقْرُومٌ“ جسکے معنی ہیں پسندیدہ کے، يقال قرمت الى اللحم، وقرمته اذا اشتهيته، اس صورت میں معنی حدیث کے ظاہر ہیں، کہ چونکہ آج کے دن لوگوں کی رغبت اور اشتہاء گوشت کی طرف بہت ہوتی ہے اسلئے میں نے اپنی قربانی جلدی کر لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے قبل قربانی درست نہیں اسی لئے اس حدیث پر امام ترمذی نے باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الذَّبْحِ بَعْدَ الصَّلَاةِ، امام ترمذی اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ لَا يُضْحَى بِالصَّوْمِ حَتَّى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِأَهْلِ الْقُرَى فِي الذَّبْحِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ أَهْ، حَنْفِيَّةٌ كَمَا مَسْلُكُ قُرْبَانِي كَيْ وَاقْتُ دَسْ ذِي

الحجہ کو صحیح صادق ہونے پر شروع ہو جاتا ہے، خواہ اہل مصر ہوں یا اہل قریہ لیکن اہل مصر کے حق میں جو از کیلئے ایک شرط زائد ہے وہ یہ کہ عید کی نماز کے بعد کی جائے اس پر تقدیم جائز نہیں ہے کذا فی البذل عن البدائع اور شافعیہ و حنابلہ کا مسلک اس میں (اہل قریہ و مصر دونوں کے حق میں) یہ ہے کہ طلوع شمس کے بعد اتنا وقت گزر جائے جس میں عید کی نماز اور خطبہ ادا ہو سکتا ہو، خواہ ابھی نماز ادا کی گئی ہو یا نہیں، بس اتنے وقت کا گذرنا کافی ہے^۱، کذا فی الاوجز عن کعب الفزوع یہ مسئلہ ابتدائی مباحث میں مختصر آگزر چکا ہے اس جگہ یہاں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۲۸۰۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: صَلَّى خَالِدٌ لِي يَقَالَ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «شَأْنُكَ شَأْنُ الْحِمِّ؟» فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَدَّةً مِنَ الْمُغَزَّى فَقَالَ: «ادْبَحْهَا وَلَا تَصْلَحْ لِبُغْيَرِكَ».

ترجمہ حضرت براء سے مروی ہے کہ میرے ایک ماموں حضرت ابو بردہؓ نے نماز (عید الاضحیٰ) سے قبل قربانی کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہاری یہ بکری گوشت کھانے کی خاطر ذبح ہوئی، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک بلی ہوئی جذعہ ہے بکری میں سے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسی بکری کو ذبح کر دو اور تمہارے علاوہ یہ کسی اور دوسرے کیلئے صحیح نہیں ہے۔

تحقیق صحیح البخاری - الجمعة (۹۱۲) صحیح البخاری - الاضاحی (۵۲۲۵) صحیح مسلم - الاضاحی (۱۹۶۱) جامع الترمذی - الاضاحی (۱۵۰۸) سنن النسائی - صلاة العیدین (۱۵۶۳) سنن ابی داود - الضحایا (۲۸۰۱) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۲۸۲/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۳/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۳۰۳/۴) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۶۲)

۶ - بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ الضَّحَايَا

قربانی کرنے کیلئے کس قسم کا جانور مکروہ ہے؟

۲۸۰۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَمَرَ التَّمِيمِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ مَا لَا يَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ. فَقَالَ: قَامَ فَيَتَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصَابِعِي أَقْصَرُ مِنْ أَصَابِعِهِ، وَأَنَا مِلِّي أَقْصَرُ مِنْ أَنَا مِلِّهِ فَقَالَ: "أَرَبْعٌ لَا تَجُوزُ فِي الْأَضَاحِيِّ - فَقَالَ -: الْعَوْرَاءُ بَيْنَ عَوْرَتِهَا، وَالْمَرِيضَةُ بَيْنَ مَرَضَتِهَا، وَالْعُرْجَاءُ بَيْنَ ظَلْعَيْهَا، وَالْكَسِيرَةُ الَّتِي لَا تَنْتَعِي". قَالَ: فُلْتُ: فَأَيُّ أَكْرَهَةٍ أَنْ يَكُونَ فِي السِّنِّ نَقْصٌ. قَالَ: «مَا كَرِهْتَ فَدَعَهُ وَلَا تُحَرِّمُهُ عَلَى أَحَدٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «لَيْسَ لَهَا مَحْ».

ترجمہ عبید بن قیس سے مروی ہے کہ میں نے براء بن عازبؓ سے دریافت کیا کہ قربانی میں کون سا جانور ذبح کرنا جائز

نہیں؟ تو براہ نے کہا کہ نبی ﷺ ہم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور میری انگلیاں آپ کی انگلیوں سے چھوٹی اور حقیر ہیں اور انگلیوں کے پورے آپ کی انگلیوں کے پورے سے چھوٹے اور حقیر ہیں۔ آپ ﷺ نے (چار انگلیوں سے اشارہ فرمایا) اور فرمایا کہ چار قسم کا جانور قربانی کے جانے کے لائق نہیں ہے ایک تو وہ جانور کہ جس کا کانپن واضح طور پر محسوس ہوتا ہو اور وہ مریض جانور کہ جس کا مرض ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہو (کہ وہ چارہ کھانا بالکل ختم کر دے) اور وہ لنگڑا جانور کہ جس کا لنگڑاپن ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہو اور وہ کمزور اور دبلا جانور کہ جس کی ہڈی میں گودانہ ہو۔ عبید بن فیروز نے کہا کہ میں نے عرض کیا مجھ کو قربانی کے واسطے وہ جانور بھی ناپسند لگتا ہے کہ جس کی عمر کم ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جو ناپسند معلوم ہو تو اس کو رہنے دو لیکن دوسرے کو منع نہ کرو۔

تحقیق جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۷) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۶۹) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۷۰) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۷۱) سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۰۲) سنن ابن ماجه - الأضاحی (۳۱۴۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۸۴/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۸۹/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۱/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۰۱/۴) موطأ مالك - الضحایا (۱۰۴۱) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۹) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۵۰)

شرح الحدیث عبید بن فیروز نے حضرت برائے سے سوال کیا کہ کون سے جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ہم لوگوں کو خطاب فرمایا (اور چونکہ آپ ﷺ نے آنے والے مضمون کو اپنے دست مبارک کی انگلیوں کے اشارہ کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور پھر آپ ﷺ کے اتباع میں حضرت برائے نے بھی اسی طرح اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اس لیے وہ آگے فرما رہے ہیں) کہ میری انگلیاں تو بہت کوتاہ ہیں آپ ﷺ کی انگلیوں سے اور میرے پورے بہت کوتاہ اور گھٹیا ہیں آپ ﷺ کے پوروں سے پس آپ نے فرمایا کہ چار قسم کے جانور ایسے ہیں جن کی قربانی جائز نہیں: ① ایک عوراء جس کا عور بالکل ظاہر ہو یعنی جس کی ایک آنکھ خراب ہو اس سے نظر نہ آتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو تو اس کی قربانی بطریق اولیٰ ناجائز ہوگی، ② وہ مریض جانور جس کا مرض صاف ظاہر ہو اس سے مراد وہ مریضہ ہے الی لا تعتلج جس نے مرض کی وجہ سے گھاس کھانا چھوڑ دیا ہو، ③ عرجاء جس کا لنگڑاپن ظاہر ہو ظلع بمعنی عرج ای بین عرجھا اس سے مراد وہ جانور ہے الی لا تمشی الی المنسلک کہ جو مذبح تک چل کر نہ جاسکے، ④ الکبیر یعنی بوڑھی اور دراز عمر الی لا تنقی یعنی الی لا تنقی لھا تنقی بوزن سدر ہڈی کے اندر کا گودا یعنی ایسی بوڑھی جس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہو، اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ میں نے برائے سے عرض کیا کہ میں قربانی کے جانور میں یہ اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ وہ کم عمر ہو انہوں نے فرمایا کہ جو تجھ کو پسند نہ ہو تو خود اس کو چھوڑ دے لیکن دوسرے کیلئے ناجائز قرار نہ دے نقص فی السن سے مراد نقص شرعی نہیں ہے کیونکہ وہ تو کسی کیلئے بھی جائز نہیں بلکہ اس سے وہ نقص مراد ہے جو ظاہر میں دیکھنے کے لحاظ سے اور عرف کے لحاظ

سے ہو مثلاً ایک سال کی بکری یہ گو عرفا کسن ہے لیکن شرعاً قربانی کے لائق ہے۔

اسکے بعد جانئے کہ جو چار قسمیں اس حدیث میں مذکور ہیں ان کی قربانی چاروں ائمہ کے نزدیک ناجائز ہے وفی الاوجز حکى الإجماع علی ذلك ابن رشد المالکی فی البدایة والموفق فی المعنی والشوکانی فی الذیل وغیرہم وكذلك اجمعوا علی ان الیسیر من هذه العیوب الأربعة لا یضر والكثیر یمنع ثم اختلفوا فی الحد الفاصل بین الیسیر والكثیر الی آخر ما فی الاوجز من التفصیل فی ذلك^①۔ والحديث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

- ۲۸۰۳ -

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا، ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ بْنُ بَرِيٍّ، حَدَّثَنَا عَيْسَى الْمُعْتَمِدِيُّ، عَنْ ثَوْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو مُحَمَّدٍ الرَّعِنِيُّ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ دُوْمَصْرٌ، قَالَ: أَتَيْتُ عُثْبَةَ بْنَ عَبْدِ السَّلَامِيِّ فَقُلْتُ: يَا أَبَا الْوَلِيدِ، إِنِّي خَرَجْتُ التَّمِسَّ الضَّحَايَا فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا يُعْجِبُنِي غَيْرَ ثَمَرَاءَ فَكَرِهْتُهَا فَمَا تَقُولُ؟ قَالَ: أَفَلَا جِئْتَنِي بِهَا. قُلْتُ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَجَوُّزُ عَنْكَ وَلَا تَجَوُّزُ عَنِّي. قَالَ: نَعَمْ، إِنَّكَ تَشْكُ وَلَا أَشْكُ، إِنَّمَا "هِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصَفَّرَةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَحْقَاءِ وَالْمَشِيعَةِ، وَالْكَسْرَاءِ، وَالْمُصَفَّرَةِ: الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أَذْهَانُهَا حَتَّى يَبْدُوَ سَمَاحُهَا" وَالْمُسْتَأْصَلَةُ: الَّتِي اسْتُؤْصِلَ قَرْنَاهَا مِنْ أَضْلَاهِ، وَالْبَحْقَاءُ: الَّتِي تُبْحَقُّ عَيْنُهَا، وَالْمَشِيعَةُ: الَّتِي لَا تَتَّبِعُ الْغَنَمَ عَجْفًا وَضَعْفًا، وَالْكَسْرَاءُ: الْكَسِيرَةُ".

ترجمہ:

یزید مصریؒ سے مروی ہے کہ میں عتبہ بن عبد سلمی کے پاس آیا اور کہا اے ابو الولید میں قربانی کیلئے جانور تلاش کرنے کیلئے نکلا مگر مجھے کوئی جانور اچھا نہیں لگا (جو کہ موٹا تازہ اور اعلیٰ قسم کا ہو) علاوہ ایک بکری کے کہ جس کے دانت گر گئے تھے تو میں نے اس کو ناپسند کیا۔ اب تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ تم وہ بکری میرے لئے کیوں نہیں لیتے آئے۔ میں نے کہا سبحان اللہ تمہارے واسطے درست ہے اور میرے واسطے درست نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں تم کو شک ہے مجھ کو شک نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے کسی جانور کی قربانی سے منع نہیں فرمایا۔ سوائے مصفرہ اور مستاصلہ، بحقاء، مشیعہ اور کسراء سے۔ اور مصفرہ وہ جانور ہے کہ جس کا کان اس قدر کٹا ہو کہ اس کے کان کا سوراخ ظاہر ہو گیا اور مستاصلہ وہ جانور ہے کہ جس کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ اور بحقاء وہ جانور ہے کہ جس کی آنکھ کی روشنی ضائع ہو گئی ہو (لیکن آنکھ موجود ہو) مشیعہ وہ جانور ہے جو کہ کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں کے ساتھ نہیں چل سکتی بلکہ ان بکریوں سے پیچھے جاتی ہے اور کسراء وہ ہے کہ جس کا ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ گیا ہو۔ (بہر حال مذکورہ قسم کے جانور کے علاوہ اور تمام اقسام کے جانور قربانی میں درست ہیں)۔

سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۰۳) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۸۵/۴)

تخریج

شرح الحدیث: أَخْبَرَنِي يَزِيدُ دُوْمَصْرٌ، قَالَ: أَتَيْتُ عُثْبَةَ بْنَ عَبْدِ السَّلَامِيِّ لِح: يَزِيدُ بْنُ كَالِقَبٍ دُوْمَصْرٌ هُوَ يَكْتُمُ فِيهِمْ أَنَّهُ فِيهِمْ

جانوروں میں جو میں نے دیکھے اول تو کوئی پسند ہی نہیں آیا اور جو پسند آیا وہ شماء ہے ساقطۃ الانسان اسلیمے میں نے اس کو بھی ناپسند کر دیا اس میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم اس کو میرے پاس کیوں نہ لے آئے (میں اس کی قربانی کر لیتا) میں نے کہا سبحان اللہ ایہ عجیب بات ہے کہ تمہارے لیے تو جائز ہو جائے اور میرے لیے جائز نہ ہو انہوں نے فرمایا یہ اس لیے کہ تم شک کر رہے ہو اسکے جواز میں اور میں شک نہیں کر رہا ہوں اسکے بعد انہوں نے فرمایا: اِنَّمَا تَهَيَّئْ لِنَبِيِّكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصَفَّرَةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبُخْقَاءِ وَالْمَشِيعَةِ، وَالْكَسْرَاءِ الخ، اس کے بعد پھر آگے روایت میں ان پانچوں صفات کی تفسیر و تشریح مذکور ہے وہ یہ کہ مصفرہ سے مراد وہ جانور ہے کہ جس کا کان بالکل جڑ سے جدا کر دیا گیا ہو۔ یہاں تک کہ کان کا سورخ نظر آنے لگے اور مستأصلة وہ جانور ہے جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو اور بخقاء وہ جانور ہے جس کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی ہو۔ اور آنکھ اپنی جگہ صحیح و سالم ہو اور مشیعہ وہ بکری ہے جو دوسری بکریوں کے ساتھ ریوڑ میں نہ چل سکتی ہو ضعف کی وجہ سے اور کسراء وہ جانور ہے جو مکسورۃ الرجل ہو۔

۲۸۰۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ الثُّعْمَانِ وَكَانَ بِرَجُلٍ صَدِيقٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: «أَمَرَ نَبِيُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأَذُنَ، وَلَا نَصْجِي بَعُورَاءَ، وَلَا مُقَابِلَةً، وَلَا مَدَابِرَةً، وَلَا حَرَقَاءَ، وَلَا شَرَقَاءَ» قَالَ زُهَيْرٌ: فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: أَذْكَرُ عُضْبَاءَ؟ قَالَ: «لَا». قُلْتُ: فَمَا الْمُقَابِلَةُ؟ قَالَ: «يُقَطَّعُ طَرَفُ الْأُذُنِ». قُلْتُ: فَمَا الْمَدَابِرَةُ؟ قَالَ: «يُقَطَّعُ مِنْ مَوْخَرِ الْأُذُنِ». قُلْتُ: فَمَا الشَّرَقَاءُ؟ قَالَ: «تُشَقُّ الْأُذُنُ». قُلْتُ: فَمَا الْحَرَقَاءُ؟ قَالَ: «تُخْرَقُ أَذُنُهَا لِلْسَمَةِ».

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ہم لوگوں کو حکم فرمایا کہ قربانی کے جانور کی آنکھ کان (اور دیگر اعضاء) کو اچھی طرح دیک لیں اور کانے جانور کی قربانی نہ کریں اور اسی طرح مقابلہ، مدابره، خرقاء، اور شرقاء کی بھی قربانی نہ کریں۔ زہیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحق سے کہا کہ شریح بن ثعمان نے عضباء (ٹوٹی ہوئی سینگ والی بکری) کو ذکر کیا تھا تو انہوں نے کہا: نہیں، میں نے پھر پوچھا مقابلہ کس جانور کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جس جانور کا کان اگلی طرف سے کٹا ہوا ہو۔ میں نے پوچھا مدابره کس جانور کو کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا جس کا کان پچھلی طرف سے کٹا ہوا ہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ شرقاء کس جانور کو کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان چرے ہوئے ہوں۔ میں نے پوچھا خرقاء کس جانور کو کہتے ہیں؟ فرمایا جس کے کان نشانی ڈالنے کی غرض سے چھید دئے گئے ہوں۔

جامع الترمذی - الأضاحی (۱۴۹۸) سنن النسائی - الضحایا (۴۳۷۲) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۰۴) سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۴۲) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۰/۱) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۵۱) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۵۲)

شرح الحدیث: حضرت علیؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں امر فرمایا ہے کہ ہم لوگ قربانی کے جانور کی آنکھ اور کان کو بغور دیکھا کریں (کہ وہ صحیح سالم بھی ہیں) اور پھر آگے حدیث میں اور چار جانوروں کا ذکر ہے جن کی قربانی کرنے سے آپ نے منع فرمایا ان چاروں کا تعلق عیب فی الاذن سے ہے۔ چنانچہ مقابلہ وہ جانور ہے جس کے کان کا کچھ حصہ مقدم اذن یعنی آگے کی جانب سے کاٹ کر اس کو وہیں چھوڑ دیا گیا ہو (الگ نہ کیا گیا ہو) اور مدبرہ وہ جانور ہے جس کے کان کا کچھ حصہ پیچھے کی طرف سے کاٹ کر اس کو ویسا ہی چھوڑ دیا گیا ہو اور شرقاء وہ جانور ہے جس کا کان طولا چیر دیا گیا ہو (ماخوذ من الشرق ای الشق) اور خرقاء وہ جانور ہے جس کے کان میں گول سوراخ کر دیا گیا ہو للمیمة یعنی علامت کے طور پر۔

حدیث الباب میں مذاہب ائمہ: ان چاروں قسموں کی قربانی شافعیہ کے یہاں ناجائز ہے لہذا یہ نبی ان کے نزدیک تحریم کیلئے ہے اور عند الحنفیۃ للتزویہ، اسلئے کہ حنفیہ کے نزدیک اذن کے بارے میں یہ ہے کہ اگر وہ نصف یا اکثر مقطوع ہو تو اسکی قربانی ناجائز ہے اور اگر مادون النصف مقطوع ہو تو وہ جائز ہے، اور مالکیہ کے نزدیک ثلث اگر مقطوع ہے تو جائز ہے اور مافوق الثلث جائز نہیں کما یظهر من کلام الدر دیز اور شافعیہ کے نزدیک اس میں مطلقاً گنجائش نہیں، ففی شرح الإقناع: ولا یجزیء مقطوع بعض الأذن وإن کان یسیرا، وقال أبو حنیفة إن کان المقطوع دون الثلث أحزأ^۱، مذہب حنفی کے نقل میں اس میں تسامح ہے بلکہ ہمارے یہاں مادون النصف معفو عنہ ہے کما تقدم اور حنابلہ کے نزدیک اذن میں دو روایتیں ہیں ایک مثل حنفیہ کے مادون النصف معاف ہے اور دوسری روایت نصف کی ہے، ففی الروض المربع: ویجزیء مع الکراهة ما بأذنه أو قرنه خرق أو شق أو قطع أقل من النصف أو النصف فقط، علی ما نص علیہ فی روایۃ حنبل وغیرہ اھ۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذری^۲۔

۲۸۰۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهُ الدَّسْتَوَائِيُّ، وَيُقَالُ لَهُ هِشَامُ بْنُ سَنَدٍ - عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جُرَيْجِ بْنِ كَلْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كُنِيَ أَنْ يُصْعَقَ بِعَصَا الْأُذُنِ وَالْقُرْنِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "جُرَيْجِي: سَدُّو سِيَ بَصْرِي لَمْ يُحَدِّثْ عَنْهُ إِلَّا قَتَادَةَ".

شرح الحدیث: حضرت علیؓ نے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے عصباء کی قربانی سے ممانعت فرمائی (یعنی آپ نے سینگ ٹوٹے، کان کٹے جانور جس کے سینگ یا کان کا اکثر حصہ نہ ہو کی قربانی سے منع فرمایا) ابو داؤد فرماتے ہیں کہ جری، سدوسی بصرہ کے باشندہ ہیں اور ان سے صرف قتادہ نے روایت کی ہے۔

۲۸۰۶۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: "مَا الْأَعْصَبُ؟ قَالَ:

۱ الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع - ج ۲ ص ۵۷۱

۲ حاشية الروض المربع شرح زاد المستقنع - ج ۴ ص ۲۲۴

«التَّصُفُّ فَمَا فَوْقَهُ».

ترجمہ: حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے دریافت کیا کہ اعضب کس جانور کو کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جس جانور کے آدھے یا آدھے سے زیادہ کان کٹے ہوئے ہوں۔

مخرج: سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۰۵) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۲۹/۱) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۳۷/۱) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۵۰/۱)

شرح الحديث: یعنی مقطوع الاذن اور مکسور القرن، آگے روایت میں ہے قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ: "مَا الْأَعْضَبُ؟ قَالَ: «التَّصُفُّ فَمَا فَوْقَهُ» بظاہر سعید بن المسیب کے کلام کا تعلق اعضب القرن سے ہے، نہ کہ اعضب الاذن سے اس لئے کہ اذن میں تو تفصیل ہے اور مذاہب مختلف ہیں کما تقدم قریباً، اور اعضب القرن یعنی مکسور القرن مطلقاً جائز ہے لہذا النصف فما فوقہ اسی میں جاری ہو گا۔ حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

۷۔ بَابُ فِي الْبَقَرَةِ وَالْجُرُودِ عَنْ كَمْ يُجْزَى؟

کتنے افراد کی جانب سے اونٹ، گائے، بیل کی قربانی ہو سکتی ہے؟

۲۸۰۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «كُنَّا نَتَمَتَّعُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجُرُودَ عَنْ سَبْعَةٍ نَشْتَرِكُ فِيهَا».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے دور میں تمتع کیا کرتے تھے تو سات افراد کی طرف سے گائے ذبح کیا کرتے تھے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ذبح کیا کرتے تھے اور تمام لوگ اس میں شریک ہو جاتے تھے۔

مخرج: صحيح مسلم - الحج (۱۳۱۸) - جامع الترمذی - الحج (۹۰۴) - سنن النسائی - الضحایا (۴۳۹۳) - سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۰۷) - سنن ابن ماجہ - الأضاحی (۳۱۳۲) - مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۲۹۴/۳) - موطأ مالک - الضحایا (۱۰۴۹) - سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۵۵) - سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۵۶)

شرح الحديث: جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ بقرہ ہو یا اونٹ دونوں میں سات نفر کی شرکت ہو سکتی ہے ^①۔ امام ترمذی اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم ثم قال وقال إسحاق: «يجزى أيضا البعير عن عشرة واحتج بحديث ابن عباس» اھ، ابن عباس کی حدیث ترمذی میں اس سے پہلے گزر چکی، ولفظه: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَخَصَرَ الْأَضْحَى فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً، وَفِي الْبَعِيرِ عَشْرَةً، قَالَ

① اور مالکیہ کے مسلک کی تحقیق پہلے گزر چکی کہ ان کے نزدیک شرکت فی الاضحية جائز نہیں۔

قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى، فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، وَقَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، هَذَا عَلَيَّ، وَعَمَّنْ لَمْ يُصَاحَ مِنْ أُمَّتِي».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ عید الاضحیٰ میں عید گاہ میں موجود تھا جب آپ ﷺ خطبہ دے کر فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور ایک مینڈھالا یا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اس کو ذبح کیا اور فرمایا: بِسْمِ اللَّهِ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے اس شخص کی طرف سے ہے کہ جس نے قربانی نہیں کی۔

تحقیق: جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۲۱) سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۱۰) سنن ابن ماجه - الأضاحی (۳۱۲۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۵۶/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۶۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۷۵/۳) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۴۶)

۹۔ بَابُ الْإِمَامِ يَذْبَحُ بِالْمُصَلَّى

امام کی عید گاہ میں اپنی قربانی ذبح کرنے کا بیان

— ۲۸۱۱ — حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْبَحُ أَضْحِيَّتَهُ بِالْمُصَلَّى» وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ قربانی کو عید گاہ میں ذبح فرماتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

تحقیق: سنن النسائي - صلاة العیدین (۱۵۸۹) سنن النسائي - الضحایا (۴۳۶۶) سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۱۱) سنن ابن ماجه - الأضاحی (۳۱۶۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۰۹/۲)

شرح الحديث: وفي الأوجز عن المنسوي: الذبح في المصلى أحسن إظهاراً للشعار الدين اه^①، جمهور کے نزدیک تو یہ نام ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا بَابُ الْأَضْحَى وَالْمُشْحَرِ^② بِالْمُصَلَّى، لیکن امام ابو داؤدؒ نے اس ترجمہ میں امام کے ساتھ اسکو مقید کیا جو کہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ ففي الأبواب والتراجم: قال ابن بطال: هو سنة للإمام خاصة عند مالك، قال مالك إنما يفعل ذلك لثلاثين ذبح أحد قبله، زاد المهلب: وليد بجوابه على يقين، وليتعلما منه صفة الذبح اه^③، میں کہتا ہوں اور ہمارے یہاں ابتدائی مباحث میں بھی یہ گزر چکا ہے کہ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ لوگوں کیلئے قربانی کرنا اس وقت تک جائز نہیں

① أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱ ص ۲۲۵

② قال القسطلاني: وفي بعض النسخ والنحر بغير ميم. (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۳۰۲)

③ فتح الباري شرح صحيح البخاري لابن حجر - ج ۱ ص ۹، الأبواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ۲ ص ۹۴

جب تک امام قربانی نہ کر چکے۔ وحدیث الباب أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه بنحوه قاله المنذرى۔

۱۰۔ باب فی حبس لحوم الضحای

قربانی کے گوشت کی ذخیرہ اندوزی کا بیان

۲۸۱۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: دَفَنَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضْرَةَ الْأَضْحَى فِي رَمَانَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْخُرُوا الثُّلُثَ، وَتَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ». قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَفِعُونَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَحْمِلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، وَيَتَّخِذُونَ مِنْهَا الْأَسْقِيَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَمَا ذَاكَ؟» - أَوْ كَمَا قَالَ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَمَيْتُ عَنْ إِمْسَاكِ لَحْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا هَيْئَتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَفَنَتْ عَلَيْكُمْ، فَكُلُوا وَتَصَدَّقُوا وَادْخُرُوا».

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ دیہات کے رہنے والے کچھ لوگ دور نبوی میں عید الاضحیٰ کے موقع پر آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دن تک کی ضرورت کیلئے گوشت رکھ لو اور باقی صدقہ کر دو۔ اسکے بعد آپ ﷺ سے اگلے سال قربانی کے موقع پر لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ پہلے لوگ اپنی قربانیوں سے نفع اٹھاتے تھے اور ان جانوروں کی چربی پگھلاتے تھے اور ان کی کھالوں کی مشکیں بناتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اب کیا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو اس وجہ سے منع کر دیا تھا کہ دیہات سے کچھ غرباء و مساکین آگئے تھے۔ اب تم لوگ قربانی کے گوشت کھاؤ اور اس کو راہ الہی میں دو اور اس کو بچا کر ذخیرہ بھی سکتے ہو۔

صحیح البخاری - (۵۲۵۰) صحیح مسلم - (۱۹۷۱) جامع الترمذی - (۱۵۱۱) سنن النسائی - (۴۴۳۱) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۳۲) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۱۲) ابن ماجه - (۳۱۵۹) مسند احمد - (۵۱/۶) موطأ مالک - الضحایا (۱۰۴۷) سنن الدارمی - (۱۹۵۹)

مضمون حدیث یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں قربانی کے موقع پر کچھ دیہات سے لوگ مدینہ آگئے اس پر آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ اپنی اپنی قربانی کا گوشت تین دن کے بقدر روک کر باقی کو صدقہ کر دیں پھر جب آئندہ سال قربانی کا زمانہ آیا تو لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگ اپنی قربانی کے گوشت سے منتفع ہوتے تھے اور اس کی چربی کو پگھلا کر رکھ لیتے تھے اور قربانی کے چمڑوں سے مشکیں بناتے تھے اس پر آپ ﷺ نے پوچھا، وَمَا ذَاكَ؟ کہ پھر کیا بات ہے (یعنی اب تم کو اس میں کیا اشکال ہو رہا ہے؟) لوگوں نے عرض کیا اس

لئے کہ آپ ﷺ نے لحوم اضاحی کے امساک سے منع فرمادیا تھا کہ تین دن سے زائد نہ روکا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِنَّمَا هَيْئَتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَنَتْ عَلَيْكُمْ** کہ میں نے تو گزشتہ سال دیہات سے آنے والوں کی وجہ سے روکا تھا (یعنی وقتی طور پر نہ کہ ہمیشہ کیلئے) لہذا قربانی کا گوشت کھاؤ بھی، صدقہ بھی کرو اور ذخیرہ بنا کر بھی رکھو۔

بخاری میں ہے **بَاب مَا يُؤْكَلُ مِنَ لَحْمِ الْأَكْحَاجِيِّ وَمَا يَتَزَوَّدُ مِنْهَا**، قال الحافظ أبي من غير تقييد بثلاث ولا نصف (وما يتزود منها) أي للسفر وفي الحضر وبيان التقييد بثلاثة أيام إما منسوخ وإما خاص بسبب اه^①۔

مسئله الباب میں مذاہب ائمہ: ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ افضل یہ ہے کہ ایک تہائی گوشت کا صدقہ کیا جائے اور ایک تہائی اقرباء و احباب کی ضیافت کیلئے رکھا جائے اور ایک ثلث کو اپنے لئے ذخیرہ بنائے، اور ایسا کرنا صرف مستحب ہے اگر سارا ہی اپنی ضرورت کیلئے رکھ لے تو بھی جائز ہے۔ وفي الدر المختار: **وَنَدَبُ تَرْكِ التَّصَدَّقِ لِلَّذِي عِيَالٌ غَيْرُ مُوسِعِ الْحَالِ تَوْسِعَةً عَلَيْهِمْ**^②، اور کتب شافعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حصہ لحم اضحیہ کا صدقہ کرنا واجب ہے بلکہ افضل یہ ہے کہ ایک دو لقمہ چھوڑ کر باقی سبھی کا صدقہ کیا جائے^③، والحديث أخرجه مسلم والنسائي قاله المنذري۔

۲۸۱۳- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَدَّادُ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ ثُبَيْشَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا كُنَّا هَيْئَتَنَا عَنْ لَحْمِهَا أَنْ تَأْكُلُوهَا فَوْقَ ثَلَاثٍ لَكِنِّي تَسَعُّكُمْ، فَقَدْ جَاءَ اللَّهُ بِالسَّعَةِ فَكُلُوا وَادْخُرُوا وَاتَّخِذُوا، أَلَا وَإِنْ هَذِهِ الْأَيَّامُ أَكَلٍ وَشُرْبٍ وَذَكَرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»۔

ترجمہ: حضرت نبیؐ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو تین روز کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے اس وجہ سے منع کیا تھا کہ وہ گوشت تم سب لوگوں تک پہنچ جائے۔ اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی ہے تو اب قربانی کا گوشت کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور اجر و ثواب حاصل کرو یاد رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الہی کیلئے ہیں۔

ترجمہ: سنن النسائي - الفرع والعتيرة (۴۲۳۰) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۱۳) سنن ابن ماجہ - الاضاحی (۳۱۶۰) مسند احمد - أول مسند البصريين (۷۵/۵) سنن الدارمي - الاضاحی (۱۹۵۸) ۴

شرح الحديث: باب کی حدیث ثانی میں ہے: **فَكُلُوا وَادْخُرُوا وَاتَّخِذُوا**، یہ لفظ اجر سے ماخوذ ہے جس کو باب افتعال میں لے گئے یعنی الاتجار یعنی اجر و ثواب حاصل کرنا کوئی اس کو تشدید تاء کے ساتھ نہ پڑھے۔ واتخذوا کیونکہ یہ تجارت سے نہیں ہے۔ والحديث أخرجه النسائي بتمامه وابن ماجه مختصرة على الاذن في الادخار فوق ثلاث وأخرج مسلم الفصل الثاني في ذكر الاكل والشرب والذكر قاله المنذري۔

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۱۰ ص ۲۵

② رد المحتار علی الدر المختار - ج ۹ ص ۴۷۴

③ الابواب والتراجم لصحیح البخاری - ج ۲ ص ۹۵

۱۱۔ باب فی المسافر یضحی

مسافر شخص کے قربانی کرنے کا بیان

۲۸۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّقِیْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْحِطَّاطُ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: «يَا ثَوْبَانُ أَضْلِحْ لَنَا لَحْمَ هَذِهِ الشَّاةِ». قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَطْعِمُهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ.

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ حضرت اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع میں قربانی ذبح فرمائی پھر ارشاد فرمایا: اے ثوبان! ہم لوگوں کے لئے بکری کے اس گوشت کو صاف کرو۔ ثوبان نے عرض کیا پھر میں وہی گوشت آپ کو کھلاتا رہا یہاں تک کہ (ہم لوگوں کا سفر حج پورا ہو گیا اور) ہم مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔

تخریج: صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۷۵) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۱۴) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۷۸/۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۸۱/۵) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۶۰)

شرح الحدیث: امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ اضحیہ کی سنیت سب لوگوں کے حق میں ہے مقیم ہو یا مسافر، امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ مقیم و مسافر سب کے حق میں سنت موکدہ ہے إلا الحاج جمنی فإنهم لا ضحیۃ علیہم وسنتهم الهدی^۱، اور خفیہ کے نزدیک مسافر کے حق میں قربانی واجب نہیں ہے صرف مقیم کے حق میں واجب ہے۔

حدیث الباب میں حضور ﷺ کی جس قربانی کا ذکر ہے بظاہر یہ سفر حجۃ الوداع کا واقعہ ہے، بذل میں ہے: فأضحیتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لمحمولۃ عندنا علی التطوع اه^۲۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی قاله المنذری۔

۱۲۔ باب فی التہی أن تضبر البہائم، والزف فی الذبیحۃ

جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے کی ممانعت اور ذبح کرتے ہوئے (ان کے ساتھ) نرمی کرنے کا بیان

۲۸۱۵۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: خَصَلَتَانِ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا" قَالَ غَيْرُ مُسْلِمٍ يَقُولُ: «فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ» - وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلِيَجِدَ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلِيُخْرِجَ ذَبِيحَتَهُ.

حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے دو قسم کی عادتوں کے متعلق سنا ہے:

۱۔ ولہ و قال مالک: الصدقة بثمن الضحية مبنی أحب إليہ. (الکافی فی فقہ أهل المدينة المالکی - ص ۱۷۳)

۲۔ بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۴۷

① اول یہ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ساتھ ہر شے پر احسان کا معاملہ کرنے کا حکم دیا ہے تو تم لوگ جو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کیا کرو (یعنی کسی مسلمان یا کافر کو کسی شرعی وجہ سے قتل کرنا پڑے تو اسے تڑپا تڑپا کر نہ مارو)، ② دوسرے یہ کہ کسی جانور کو جس وقت ذبح کرنے کا ارادہ کرو تو اس کو بہتر طریقہ پر ذبح کیا کرو اور اپنی چھری تیز کر لیا کرو اور جانور کو ذبح کرتے وقت راحت پہنچانے کا خیال رکھو۔

تخریج صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۵۵) جامع الترمذی - الدیات (۱۴۰۹) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۰۵) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۱) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۱۲) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۱۳) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۱۴) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۱۵) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۷۰) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۷۰)

شرح الحدیث صحابی فرما رہے ہیں کہ دو باتیں میں نے حضور ﷺ سے سنی ہیں جو اس ضابطہ کے تحت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر یہ بات واجب کی ہے کہ وہ ہر چیز میں احسان کا لحاظ رکھے کہ اس کو حسن و خوبی اور نرمی کے ساتھ کرے، آگے ان دو خصلتوں کا بیان ہے کہ اگر تم کسی کافر کو قتل بھی کرو تو اس کو اچھے طریقہ سے کرو، یعنی مثلاً نہ کرو، اور ایسے ہی جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اس کو ذبح بھی اچھی طرح کرو، یعنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ، کہ ذبح کے بعد فوراً اس کی کھال نہ کھینچو بلکہ اس کے ٹھنڈے ہونے کا انتظار کرو۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ قاله المنذری۔

۲۸۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَنَسٍ، عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَدُوْبٍ، فَرَأَى فِتْيَانًا - أَوْ غُلَمَانًا - قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَزْمُوْنَهَا، فَقَالَ أَنَسٌ: «هَؤُلَاءِ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُضَبَّرَ الْبَهَائِمُ». **ترجمہ** ہشام بن زید سے مروی ہے کہ میں انس بن مالک کے ہمراہ حکم بن ایوب کے پاس گیا (یہ حکم حجاج بن یوسف کا چچا زاد بھائی تھا اور بصرہ کا گورنر تھا) تو حضرت انس نے وہاں پر چند نوجوانوں یا لڑکوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایک مرغی کو نشانہ بنا رکھا ہے اور اس پر تیر اندازی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت انس نے کہا کہ نبی ﷺ نے جانوروں کو اس طرح باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تخریج صحیح البخاری - الذبائح والصید (۵۱۹۴) صحیح مسلم - الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۵۶) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۱۶) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۸۶) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۱۷/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۷۱/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۸۰/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۹۱/۳)

شرح الحدیث هَؤُلَاءِ رُسُلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُضَبَّرَ الْبَهَائِمُ: صبر کے معنی روکنے اور قید کرنے کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جانوروں کو قاعدہ کے اندر ذبح کیا جائے جو ذبح کا طریقہ ہے، اور صبر بہائم یہ ہے کہ کسی جانور مثلاً کسی مرغی کو باندھ جوڑ کر اسکو سامنے بٹھا کر اس کو تیر کا نشانہ بنایا جائے اور جس جانور کے ساتھ ایسا کیا جائے اس کو مصبورہ اور مجثرہ بھی کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ذبح نجس شرعی نہیں ہے۔ اس طرح وہ جانور حلال بھی نہیں ہوتا حرام ہو جاتا ہے، جیسا کہ کتاب الاطعمہ میں آئے گا۔ والحدیث

آخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه قاله المنذری۔

۱۳۔ باب فی ذبائح اهل الکتاب

ذبیحہ اہل کتاب کے حکم کا بیان

۲۸۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ قَابِطٍ التُّرُوزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ التَّحَوِي، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: " { فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ } ^(۱)، { وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ }، فَلَسِيخَ وَاسْتَنْتَى مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ: { وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ } ^(۲) "۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ارشاد فرمایا: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ یعنی ان جانوروں کو کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اور جن جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے ان جانوروں کو نہ کھاؤ یہ آیت کریمہ منسوخ ہو گئی یعنی اس میں سے ذبائح اہل کتاب کا استثنیٰ ہو گیا اور ان لوگوں کے ذبیحہ جائز ہیں چنانچہ ارشاد الہی ہے اہل کتاب کا کھانا تم لوگوں کے لئے حلال ہے اور ان لوگوں کے لئے تمہارا کھانا حلال ہے۔

شرح الحدیث: اہل کتاب کے ذبیحہ کی اباحت پر ابن قدامہؒ نے معنی میں علماء کا اجماع نقل کیا ہے، البتہ اہل کتاب کے صید میں اختلاف ہے، اکثر علماء کی رائے تو اس میں بھی اباحت ہی کی ہے البتہ امام مالکؒ کا اسمیں ابن قدامہؒ نے اختلاف لکھا ہے ولفظہ: إِلَّا مَا لَكَ أَبَاحَ ذَبَائِحَهُمْ وَحَرَّمَ صَيْدَهُمْ وَلَا يَصِحُّ لَأَنْ صَيْدَهُمْ مِنْ طَعَامِهِمْ فَيَدْخُلُ فِي عَمُومِ الْآيَةِ اه ^(۳)۔ (الابواب والتراجم)

قلت: قال الدردير: لا كافر ولو كتباً فلا يؤكل صيده ولو سمي الله عليه لان الصيد رخصة والكافر ليس من اهلها اه، لكن كتاب الكافي لابن عبد البر میں یہ لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک صید اہل کتاب مکروہ ہے حرام نہیں، لقول الله عز وجل: تَعَالَى آيَاتُكَمْ وَرِ مَا حُكِّمَ [سورة المائدة ۹۴] یعنی اہل ایمان، وهو عند جمهور أهل العلم مثل ذبائحهم اه ^(۴)۔

۲۸۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا سَمَاعٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: " { وَإِنَّ الشَّيْطَانِ لَيُؤْمِنُ إِلَى آوَالِيهِمْ } يَقُولُونَ: «مَا ذَبَحَ اللَّهُ فَلَا تَأْكُلُوا وَمَا ذَبَحْتُمْ أَنْتُمْ فَكُلُوا» . فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: { وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ } ^(۵) "۔

① سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا (سورة الأنعام ۱۱۸)

② اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے (سورة المائدة ۵)

③ المغني وبلية الشرح الكبير - ج ۱ ص ۳۵، الابواب والتراجم لصحيح البخاري - ج ۲ ص ۹۲

④ الكافي في فقه أهل المدينة - ص ۱۸۳

⑤ اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے (سورة الأنعام ۱۲۱)

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے: وَإِنَّ الشَّيْطَانِ لَيُؤْخَذُ إِلَىٰ أُولِيهِمْ یعنی شیاطین اپنے دوستوں کے قلوب میں وسوسے ڈالتے ہیں اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ کفار کہتے تھے کہ جو جانور اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا (یعنی جو جانور قدرتی موت سے مرا) اس کو تم لوگ نہیں کھاتے ہو، اور جس کو خود ذبح کرتے ہو اس کو کھا لیتے ہو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔

شرح الحدیث یعنی شیاطین کفار کے دل میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم اللہ کے ذبیحہ کو تو کھاتے نہیں، اللہ کے ذبیحہ سے مراد وہ جانور جس کو اللہ تعالیٰ نے موت دیدی ہو یعنی میت، اور اپنے ذبیحہ کو تم حلال سمجھتے ہو اور کھاتے ہو یعنی یہ کیسی بے انصافی ہے، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ یعنی اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ انسان کا ذبیحہ محض اس وجہ سے حلال نہیں ہے کہ وہ انسان کا ذبیحہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے، بخلاف ماذن اللہ کے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جاتا۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه قال المنذرى۔

۲۸۱۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "جَاءَتْ الْيَهُودُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا: نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلْنَا، وَلَا نَأْكُلُ مِمَّا قَتَلَ اللَّهُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ: {وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ} إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں یہود حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا ہم اس جانور کو کھالیں جسے ہم مار ڈالیں؟ اور وہ جانور نہ کھائیں جسے اللہ مار ڈالے؟ اس پر آیت کریمہ: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ نازل ہوئی۔

سنن النسائي - الضحايا (۴۳۷) سنن أبي داود - الضحايا (۲۸۱۹) سنن ابن ماجه - الذبائح (۳۱۷۳)

۱۴ - بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ مُعَاقِرَةِ الْأَعْرَابِ

جن جانوروں کو اہل عرب بطور فخر اور دکھاوا ذبح کریں ان کے کھانے کا بیان

مُعَاقِرَةٌ بمعنی ذبح، لیکن یہاں پر یہ مصدر بمعنی مفعول ہے اسی معاقرۃ الاعراب۔

۲۸۲۰ - حَدَّثَنَا هَامُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِي رِيحَانَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «ثُمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُعَاقِرَةِ الْأَعْرَابِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «اسْمُ أَبِي رِيحَانَةَ، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَطَرٍ، وَغُنْدَرٌ أَوْ قَفَّةٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ»۔

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان جانوروں کے کھانے کی ممانعت فرمائی کہ جن کو اہل عرب فخر کے طور پر ذبح کرتے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے فرمایا کہ اس روایت کو غندر نے ابن عباسؓ پر موقوفاً بیان کیا ہے۔ امام

ابوداؤد نے فرمایا کہ ابوریحانہ کا نام عبد اللہ بن مطر تھا۔

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے گاودیوں اور جالوں کے ذبیحہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے اس سے مراد وہ قربانی ہے جو بطور فخر و ریاء اور دوسروں کے مقابلہ کیلئے کی جائے، فقہاء نے لکھا ہے: وَكَذَلِكَ كُلُّ طَعَامٍ صَنَعَ رِيَاءً وَمُفَاخَرَةً، یعنی جو قربانی یا کھانا صرف نام و نمود کے لئے کیا جائے اس کا کھانا ممنوع ہے۔

فائدہ: اسی قسم کی ایک اور حدیث کتاب الجنائز باب كَرَاهِيَةِ الذَّبْحِ عِنْدَ الْقَبْرِ میں آرہی ہے قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ»^①، اس حدیث کے معنی دوسرے ہیں جیسا کہ ترجمۃ الباب سے معلوم ہو رہا ہے چنانچہ وہاں متن میں آرہا ہے: كَانُوا يَعْقِرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقْرَةً أَوْ شَاةً، یعنی زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنے کسی سخی کی قبر پر اونٹ وغیرہ کوئی جانور ذبح کیا کرتے تھے، بعض تو اس خیال سے کہ یہ شخص اپنی زندگی میں مہمان نوازی کیا کرتا تھا ہم اس کے بدلہ میں اس کی قبر پر اس کی طرف سے یہ ذبح کر رہے ہیں تاکہ اس کو درندے اور پرندے کھائیں اور بعض اس خیال سے ایسا کرتے تھے تاکہ جو جانور اس کی قبر پر ذبح کیا جا رہا ہے وہ قبر سے اٹھنے کے وقت اس کی سواری بنے، کیونکہ بعض کفار بعث کے قائل تھے۔

۱۵۔ بَابُ فِي الذَّبْحِ بِالْمَرْوَةِ

سفیہ پتھر (سنگ مرمر) سے ذبح کرنا

مرودہ سے مراد الحجر المحدث یعنی دھاردار پتھر جو چھری کی طرح کام کرتا ہو، اور غرض مصنف کی یہ ہے کہ ہر دھاردار چیز سے ذبح کرنا جس سے رگیں کٹ کر خون بہنے لگے جائز ہے، خاص چھری ہی کا ہونا اس کیلئے ضروری نہیں جیسا کہ حدیث میں آرہا ہے۔
۲۸۲۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوِسِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عُبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ عَدَاً وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى أَقْنَدُ ذَبْحٍ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَرَأَيْتَ - أَوْ - أَعْجَلُ» - مَا أَكْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فُكِّلُوا أَمَّا لَمْ يَكُنْ سِنًا أَوْ ظُفْرًا، وَسَأَحْدِثُكُمْ عَنْ ذَلِكَ، أَمَّا السِّنُّ: فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَعَدَى الْحَبَشَةِ. وَتَقَدَّمَ بِهِ سُرْعَانُ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا فَأَصَابُوا مِنَ الْفَتَائِحِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ النَّاسِ، فَتَضَيُّوا قُدُورًا، فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُورِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُكْفِئَتْ، وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيرًا بِعَشْرِ شِيَاهٍ، وَنَدَّ بَعِيرًا مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ عَيْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَخَبَسَهُ اللَّهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ هَذَا الْبَهَائِمُ أَوْ أَيْدٍ كَأَوْبِدِ الْوَحْشِ، فَمَا فَعَلْنَا مِنْهَا هَذَا أَفَأَفْعَلُوا بِهِ مِثْلَ هَذَا».

ترجمہ حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم لوگ کل دشمنوں سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چاقو، چھری نہیں ہے آپ نے فرمایا تم اسے اس چیز سے ذبح کرو یا فرمایا اس چیز سے ذبح کرنے میں جلدی کرو جو خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے تو اس کو کھالو۔ علاوہ ناخن اور دانت کے اور میں تم لوگوں سے اس کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ دانت ایک ہڈی ہے اور ناخن اہل حبش کے چھری چاقو ہیں۔ پھر کچھ لوگ عجلت میں آگے کی جانب بڑھ گئے اور انہوں نے مال غنیمت کو لوٹا۔ اور آپ ﷺ لوگوں کے اخیر میں تھے تو ان لوگوں نے دیگیں چڑھائیں۔ آپ ﷺ کا دیگوں پر سے گزر ہوا۔ آپ نے ان دیگوں کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ نے مال غنیمت لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور اونٹ کودس بکریوں کے برابر قرار دیا اور اونٹوں میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا۔ لوگوں کے پاس اس وقت گھوڑے نہیں تھے۔ ایک شخص نے اس کے تیر مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو روک دیا۔ (یعنی وہ مر گیا) آپ نے فرمایا کہ ان چوپائوں میں بھی بھگوڑے جانور ہوتے ہیں جس طرح وحشی جانور ہوتے ہیں پھر جو کوئی جانور ان جانوروں میں سے ایسی حرکت کرے تو اس کے ساتھ ایسا ہی عمل کرو۔

تحریح صحیح البخاری - الشركة (۲۳۵۶) صحیح البخاری - الجہاد والسير (۲۹۱۰) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۷۹) صحیح مسلم - الاضاحی (۱۹۶۸) جامع الترمذی - الاحکام والفوائد (۱۴۹۱) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۹۷) سنن ابن ماجہ - الاضاحی (۳۱۲۷) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۸۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۴۰/۴) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۴۲/۴) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۷۷)

شرح الحديث فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى أَفْتَدِ بِحِ يَ الْمُرُوءَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمِنْ - أَوْ» أَعْجَلُ:

أَمِنْ کے ضبط میں شدید اختلاف ہے اور مختلف اقوال ہیں:

① أَمِنْ بکسر الراء علی وزن اطع أُمی اهلکھا ذبیحاً، یعنی ذبح کر اور مار ڈال اس کو (یعنی ہر دھاردار چیز سے)۔

② کہا گیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ لفظ ائرن ہے من امن یا من باب سمع جس کے معنی ہیں اعجل اور مطلب یہ ہے کہ کسی بھی دھاردار چیز سے اس کو ذبح کر دے اور ذبح کرنے میں جلدی کر اس لیے کہ لوہے کے علاوہ کسی دوسری دھاردار چیز سے یہ خطرہ رہتا ہے کہ تمام رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی کہیں وہ مرنے جائے، اس لیے فرمایا کہ ذبح کرنے میں جلدی کر، اسکے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

مضمون حدیث یہ ہے حضرت رافع بن خدیج نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آئندہ کل سفر جہاد میں جارہے ہیں (اور ہمارے ساتھ گوتلواریں ہیں لیکن ان کو تو ذبح میں استعمال کرنا مناسب نہیں) اور ہمارے پاس چھریاں ہیں نہیں تو اگر ذبح کی نوبت آئے تو کس چیز سے ذبح کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آلہ بھی جانور کا خون بہادے اس حال میں کہ خون بہاتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا ہو تم اس کو کھالو، پھر آگے آپ ﷺ نے ایک استثناء فرمایا کہ وہ خون بہانے والی چیز دانت اور

ناخن کے علاوہ ہونی چاہیے، اور آگے آپ ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ دانت سے تو اس لیے نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن کے بارے میں فرمایا کہ وہ جشیوں کی چھری ہے، سن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہڈی ہے اسکی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ عظم سے ذبح نہ کرو ولسیہ کہ وہ خون سے نجس ہو جائے گی اور حال یہ کہ تم کو تنجیس عظم سے منع کیا گیا ہے: لانه زاد إخوانكم من الجن، اور ظفر سے منع کرنے کی وجہ آپ ﷺ نے بیان فرمائی کہ وہ اہل حبشہ کی چھری ہے لہذا اس سے ذبح کرنے میں تشبہ بکفار الحبشہ ہے^①۔

آلہ ذبح کیسا ہونا چاہیئے؟ اس میں مذاہب ائمہ: آلہ ذبح کیا ہونا چاہیئے؟ اس بارے میں أوجز المسالك^② میں مذاہب ائمہ کی تفصیل اس طرح لکھی ہے ابن رشد مالکی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو چیز حیوان کا خون بہادے اور اوداج (گلے کی رگیں) قطع کر دے خواہ وہ حدید ہو یا پتھر یا کچھ اور اسکے ذریعہ ذبح کرنا جائز ہے، لیکن تین چیزوں میں علماء کا اختلاف ہے سن اور ظفر اور عظم (یعنی سن کے علاوہ دوسری ہڈی) پھر آگے لکھتے ہیں کہ مالکیہ کے مذہب میں اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ذبح بالعظم جائز ہے اذا أثمر الدم، البتہ سن اور ظفر ان دو میں مالکیہ کا اختلاف ہے جس میں تین قول ہیں: ① المنع مطلقاً، ② الفرق بین الانفصال والاتصال، ③ اور تیسرا قول یہ ہے کہ صرف کراہیت ہے نہ کہ منع اور ابن قدامہ نے حنابلہ کا مذہب سن اور ظفر کے بارے میں صرف عدم جواز لکھا ہے مطلقاً منزوع ہوں یا غیر منزوع اور مطلق عظم (غیر السن) کے بارے میں امام احمد کے دو قول لکھے ہیں اباحت اور عدم اباحت، اور انہوں نے اباحت کو ترجیح دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: والأول أصح إن شاء الله تعالى؛ لأن العظم دخل في عموم اللفظ المبيح، ثم استثنى السن والظفر خاصة، فيبقى سائر العظام داخلا فيما يباح الذبح به اه^④ اور شافعیہ کا مسلک شرح إقناع وغیرہ میں ان تین (السن والظفر ومطلق العظم) کے بارے میں مطلقاً عدم جواز لکھا ہے اتصال وانفصال کے فرق کے بغیر پھر آگے لکھا ہے کہ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذبح بالعظام سے نجی تعبیری ہے جیسا کہ ابن الصلاح وغیرہ کی رائے ہے یا غیر تعبیری یعنی معلل والیہ مال النووی یعنی تنجیس عظم جو کہ ممنوع ہے، اور حنفیہ کا مذہب جیسا کہ مشہور ہے الفرق بین الاتصال والانفصال یعنی ظفر اور سن اگر بدن سے متصل ہے تب ذبح ناجائز ہے اور اگر منفصل ہو تو جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے، ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں، وفي الهدایة^⑤ ومارواه (الشافعی) محمول علی غیر المنزوع؛ فإن الحبشة كانوا يفعلون ذلك، ولأنه آلة جارحة، فيحصل به ما هو المقصود، وهو إخراج الدم، بخلاف غير المنزوع؛ لأنه يقتل بالثقل فيكون في معنى المنخنة (ملخصاً من الأوجز)۔

① النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۳ ص ۱۲۴-۱۲۵

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱۰ ص ۲۱-۲۶

③ المغنی وبلہ الشرح الکبیر - ج ۱۱ ص ۴۴

④ الهدایة شرح بدایة المبتدی - ج ۷ ص ۱۲۹-۱۳۱

آگے حدیث میں ہے وَتَقْدَمُ بِهِ سُرْعَانُ مِنَ النَّاسِ فَتَعَجَّلُوا أَفْصَانُ وَأَمِنْ الْعَنَائِمِ الْحِ: یعنی بعض جلد باز قسم کے لوگوں نے مال غنیمت میں سے قبل التقسیم بعض بکریاں وغیرہ ذبح کر کے کھانے کیلئے ہانڈیاں چڑھا دیں حضور ﷺ پیچھے کی طرف تھے جب آپ ﷺ کا گزر ان ہانڈیوں پر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو اوندھا کر دینے کا حکم دیدیا تاکہ کوئی کھانہ سکے۔ مال غنیمت سے انتفاع قبل التقسیم طعام کے اندر جائز ہے جس کی تفصیل کتاب الجہاد کے ابواب میں گزر گئی اسکی طرف رجوع کیا جائے۔

وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيدًا بَعِيدًا بِعَشْرِ شِيَا: پھر آگے حدیث میں ہے وَقَسَمَ بَيْنَهُمْ فَعَدَلَ بَعِيدًا بَعِيدًا بِعَشْرِ شِيَا: یعنی مال غنیمت کی تقسیم کے وقت آپ ﷺ نے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر قرار دیا، اس سے بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک اونٹ کی قربانی میں دس آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے، لیکن یہ استدلال بس ایسا ہی ہے، حافظ فرماتے ہیں: وَلَعَلَّهُ كَانَتْ قِيَمَةُ الْغَنَمِ اِذَا ذَاكَ كَذَلِكَ، یعنی ہو سکتا ہے اس زمانہ میں بازار میں دس بکریاں ایک اونٹ کی قیمت کے برابر ہوتی ہوں^۱۔

وَنَدَّ بَعِيدًا مِنْ اِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَبْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ: آگے حدیث میں ہے وَنَدَّ بَعِيدًا مِنْ اِبِلِ الْقَوْمِ، وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَبْلٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ: یعنی اس سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ اونٹوں میں سے ایک اونٹ بگڑ گیا اور متوحش ہو کر بھاگنے لگا اور قابو سے باہر ہو گیا تو ایک شخص نے اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو شکار کے ساتھ کیا جاتا ہے یعنی بسم اللہ پڑھ کے اس کے تیر مارا جس سے وہ ٹھہر گیا اور قبضہ میں آگیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ هَذِهِ الْبَهَائِمُ اَوْ اَبْدَانُ كَا وَاَبْدَانِ الْوَحْشِ کہ بیشک ہمارے ان مانوس جانوروں میں بعض وحشی جانوروں کی طرح متوحش ہو جاتے ہیں پس اگر کوئی جانور اس طرح ہو جائے تو اس کے ساتھ یہ معاملہ کرنا جائز ہے، یعنی اس قسم کا جانور شکار کے حکم میں ہو جاتا ہے، اور جس طرح شکار کرنے کا شریعت میں طریقہ ہے اس کو ایسے جانور میں اختیار کرنا جائز ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۸۲۲- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ زِيَادٍ، وَحَمَّادُ أَحَدَثَا لَهُمَا، الْمُعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: «أَصْدْتُ أَرْنَبَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمَا» فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا.

حضرت محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد سے مروی ہے کہ میں نے دو خرگوشوں کا شکار کیا تو میں نے ان کو ایک (دھاری دار) سفید پتھر سے ذبح کیا، پھر حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو ان کے

کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

سنن النسائي - الصيد والذبايح (٤٣١٣) سنن النسائي - الصحايا (٤٣٩٩) سنن أبي داود - الصحايا (٢٨٢٢) سنن ابن ماجه - الصيد (٣٢٤٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٧١/٣) سنن الدارمي - الصيد (٢٠١٤)

٢٨٢٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ تَرْجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَزْعِي لِقِحَّةٍ بِشَعْبٍ مِنْ شَعَابِ أَحَدٍ، فَأَخَذَهَا الْمَوْتُ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا يَتَحَرَّهَا بِهِ، فَأَخَذَ وَتَدَا فَوَجَّأَ بِهِ فِي لَبَتِهَا حَتَّى أَهْرَقَ دَمُهَا، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ «فَأَمَرَكَ بِأَكْلِهَا».

حضرت عطاء بن یسار، بنی حارثہ کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ وہ احد پہاڑ کے دروں میں اپنی اونٹنی کو چرایا کرتا تھا اور وہ اونٹنی مرنے لگی اور کوئی شے اس قسم کی نہ مل سکی کہ جس سے وہ اونٹنی کو نحر کرے تو اس نے ایک کیل لے کر اونٹنی کے گردن میں چھو دی یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اس بات کی اطلاع دی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے اس اونٹنی کے کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔

سنن أبي داود - الصحايا (٢٨٢٣) موطأ مالك - الذبايح (١٠٥٦)

یعنی ایک شخص لبنی اونٹنی کو جبل احد کی کسی گھاٹی میں چرا رہا تھا اسی اثناء میں وہ اونٹنی قریب المرگ ہو گئی اس شخص نے اس کا نحر کرنا چاہا مگر کوئی چیز نہ ملی سوائے لوہے کی ایک میخ کے جس کو اس نے اس کے سینہ میں گھسا دیا جس سے اس کا خون بہہ گیا اور پھر آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کی اجازت دیدی۔

٢٨٢٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ مُزَيْبِ بْنِ قَطَرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ أَحَدُنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّينٌ أَيْدُبُحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ فَقَالَ: «أَمْرِي بِالَّذِي يَمَاشِئْتُ، وَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ».

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے اگر کسی شخص کو شکار مل جائے اور اس کے پاس (چاقو) چھری نہ ہو تو کیا وہ شخص تیز پتھریا لکڑی کے ٹکڑے سے ذبح کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ کا نام لے کر جس شے سے چاہو اس کا خون بہا دو۔

سنن النسائي - الصيد والذبايح (٤٣٠٤) سنن النسائي - الصحايا (٤٤٠١) سنن أبي داود - الصحايا (٢٨٢٤) سنن ابن ماجه - الذبايح (٣١٧٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٥٨/٤)

شرح الحديث: أَيْدُبُحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا؟ مَرْوَةٌ دَهَارٌ دَارٍ پتھر اور شِقَّةُ الْعَصَا کسی لکڑی کا دھار دار ٹکڑا اور حصہ۔

وحدیث عدی بن حاتم هذا أخرجه النسائي وابن ماجه قاله المنذرى۔

۱۶۔ باب ما جاء في ذبيحة المتروكة

جو جانور بلندی سے گر جائے اس کو کس طریقہ سے ذبح کیا جائے؟

۲۸۲۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الْعَشْرَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا تَكُونُ الذَّكَاءُ مِنَ اللَّبَةِ، أَوِ الْخَلْقِ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجَزَ أَعْنُكَ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمَتْرُوكَةِ وَالْمَتَوَحِّشِ».

حضرت ابو العشاء سے مروی ہے کہ ان کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ذکوۃ (یعنی ذبح کرنا) سینہ اور حلق میں ہی ہوتا ہے کسی اور جگہ نہیں ہوتا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم جانور کی ران میں نیزہ مار دو تو جب بھی کافی ہے۔ امام ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ اس جانور کے ذبح کرنے کا طریقہ ہے جو اوپر سے گر جائے (اور اس کو ذبح کرنے کا موقع نہ مل سکے) یا وہ جانور جو فرار ہو جائے تو اسے بھی اسی طرح ذبح کر سکتے ہیں۔

جامع الترمذی - الأظعمة (۱۴۸۱) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۰۸) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۲۵) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۸۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۴/۳۲۴) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۷۲)

شرح الحدیث: ابو العشاء اور ان کے باپ کے نام میں اختلاف ہے جس کی تفصیل بذل المجہود میں^① ہے، نیز ابو العشاء کے اپنے باپ سے سماع میں بھی اختلاف ہے، امام ترمذی اس کے بارے میں فرماتے ہیں: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث حماد بن سلمة، ولا نعرف لأبي العشاء عن أبيه غير هذا الحديث واختلفوا في اسم أبي العشاء، فقال بعضهم: اسمه أسامة بن قهطم، ويقال: اسمه يسار بن بزر، ويقال: ابن بلز، ويقال: اسمه عطارد نسب إلى جده اه، اور مسند أحمد میں ہے: إلهي الخلق أو اللبّة؟ ان صحابي نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ذکاۃ شرعی حلق اور لبہ ہی کے ساتھ خاص ہے؟ (حلق کا تعلق تو ذبح سے ہے) اور لبہ کا نحر سے جس کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الحج میں گزر چکا، لبہ سینہ کا بالائی حصہ (موضع القلادة من الصدر اور حلق تو معروف ہے) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ اگر جانور کی ران میں بھی جرح کر دیا جائے تو کافی ہے۔ جانتا چاہیے کہ ذکاۃ شرعی کی دو قسمیں^② ہیں ایک اختیاری دوسری اضطراری، اختیاری تو وہ ہے جو مانوس اور مقبوض جانوروں میں ہوتی ہے، یہ تو حلق اور لبہ ہی کے ساتھ خاص ہے، اور دوسری قسم یعنی ذکاۃ اضطراری متوحش اور غیر مانوس جانوروں میں ہوتی ہے، یعنی شکار میں یہ حلق اور لبہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ بدن کے کسی بھی حصہ میں جرح کر دینا، یہاں حدیث میں سائل کا

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۶۱

② اس کی پوری تفصیل کتاب الصيد میں آرہی ہے ۱۲۔

سوال ذکاۃ اختیاری سے متعلق تھا جو لبہ اور حلق ہی کے ساتھ خاص ہے، اسی لئے امام ابو داؤد اس حدیث کی تشریح اور تاویل میں فرما رہے ہیں: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَا يَصْلُحُ إِلَّا فِي الْمَتَرَدِيَّةِ وَالْمَتَوَسِّحِشِ، متوحش سے مراد تو وہی جانور ہے جس کا ذکر وَنَدَّ بَعِيدٌ مِنْ إِبِلِ الْقَوْمِ میں گزر چکا، اور متردیہ سے مراد وہ مانوس اور مقبوض جانور ہے جو اوپر سے کسی نیچی جگہ میں گر جائے مثلاً کنویں میں، اور اس قسم کے جانور کا حکم جو کنویں میں گر جائے ظاہر ہے کہ اس میں ذکاۃ اختیاری کا جو طریق ہے وہ نہیں ہو سکتا۔ تو مصنف فرما رہے ہیں کہ حدیث الباب کا محمل یہی مجبوری والی شکل ہے، اس لئے کہ اگر وہاں بھی ذکاۃ اختیاری کو ضروری قرار دیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ جانور اسکی نوبت آنے سے پہلے ہی مر جائے، ہمارے فقہاء نے بھی ایسی مجبوری کی صورت میں اس کا حل یہی لکھا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد یہی تاویل ذکر کی ہے، وہ فرماتے ہیں: قَالَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ: هَذَا فِي الضَّرُورَةِ انْتَهَى۔

فائدہ: حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود^۱ میں مصنف کی اس تاویل پر ایک نقد فرمایا ہے جو بظاہر اصول اور قواعد کے مطابق ہے، لیکن مصنف جو مسئلہ بیان کر رہے ہیں اسکی تصریح ہدایہ میں موجود ہے، لہذا مصنف کی تاویل اپنی جگہ درست ہے۔^۲ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذرى۔

۱۷۔ بَابُ فِي الْمُبَالَغَةِ فِي الذَّبْحِ

بہت مبالغہ سے ذبح کرنا چاہے

یعنی جانور کو اچھی طرح ذبح کرنا ضروری ہے ویسے ہی معمولی سا شتر مار دیا جس سے وہ جانور آہستہ آہستہ خون بہہ کر ختم ہو جائے یہ معتبر نہیں۔

حقیقۃ الذبح: بذل میں ترجمۃ الباب کے ذیل میں لکھا ہے حتی یقطع الحلقوم والمری والودجان یعنی کامل ذبح یہ ہے کہ

① بذل المجہود فی حل أبی داؤد - ج ۱۳ ص ۶۲

② میری ایک یادداشت میں اس طرح لکھا کہ مصنف کی توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث ذکاۃ اضطراریہ پر محمول ہے نہ اختیاریہ پر، اور مصنف نے اسکے دو فرد بیان کئے ایک متوحش کما تقدم ان لهذه البہائم اوباد کا وابد الوحش الخ، اور ایک متردیہ، اول میں تو کوئی اشکال نہیں خود حدیث میں اسکی تصریح ہے، لیکن متردیہ پر محمول کرنا مفید نہیں اس لئے کہ متردیہ کو قرآن کریم میں میت کی جگہ میں رکھا ہے، اگرچہ مصنف کی مراد یہ ہے کہ تردی کے بعد مطلق جرح کافی ہے یعنی ذکاۃ اضطراری لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ اگر حدیث کو ذکاۃ اضطراریہ پر محمول کر لے تب بھی درست نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس متردیہ کی موت کے دو سبب جمع ہو جائیں گے ایک تردی اور ایک جرح، جرح تو ذکاۃ اضطراری میں صحیح ہے لیکن تردی بھی چونکہ سبب موت ہے اور یہاں وہ موجود ہے اور ذکاۃ اضطراریہ میں اگر دو سبب جمع ہو جائیں جن میں ایک سبب ایسا ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا تو پھر ایسا کیا ہو اشکار جائز نہیں ہوتا، یہی اشکال حضرت نے بذل میں فرمایا ہے حضرت کا یہ اشکال اور تحقیق اصول و قواعد کے تو مطابق معلوم ہوتی ہے لیکن متردیہ کی جو شکل مصنف نے لکھی ہے اسکے بارے میں جزیہ ہدایہ رابع میں مصرح ہے اور اس کو جائز لکھا ہے فلا إشکال فی توجیہ المصنف فتدبر و تشکر، نبھی علی تلك الجزیة بعض الطلبة فی اثناء الدرس جزاء اللہ تعالیٰ خیرا۔

ان تینوں رگوں کا قطع ہو جائے^۱، حلقوم کہتے ہیں مجری النفس کو (سانس کی نالی) اور مری کہتے ہیں طعام و شراب کی نالی کو، اور ویدان خون کی دو رگیں، وفي الهدایة: والعروق التي تقطع في الذکاة أربعة: الحلقوم، والمری، والودجان "لقوله عليه الصلاة والسلام: "أفر الأوداج مما شئت". وهي اسم جمع وأقله الثلاث فيتناول المری والودجين^۲، پھر آگے ہدایہ میں اس مسئلہ میں اختلاف لکھا ہے ان چاروں کا قطع کرنا ضروری ہے یا اکثر کا قطع کرنا کافی ہے؟ اس پر انہوں نے مدلل بالتفصیل کلام فرمایا ہے اور دوسرے ائمہ کا بھی اختلاف لکھا ہے فارجع الیہ لو شئت۔

۲۸۲۶- حَدَّثَنَا هَنَّاذُ بْنُ السَّرِيِّ، وَالحَسَنُ بْنُ عِيسَى مَوْلَى ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ زَادَ ابْنُ عِيسَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا: «كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيْطَةِ الشَّيْطَانِ» زَادَ ابْنُ عِيسَى فِي حَدِيثِهِ: «وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيَقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَمِي الْأَوْدَاجَ، ثُمَّ تُتْرَكُ حَتَّى تَمُوتَ».

ترجمہ: حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے شیطان کے شریطہ سے منع فرمایا۔ ابن عیسیٰ کی روایت میں شریطہ کی یہ تشریح ہے کہ جس جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو اس کی کھال کو کاٹ دیا جائے لیکن اس کی رگوں کو نہ کاٹا جائے اس کے بعد اس جانور کو چھوڑ دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ (تڑپ تڑپ کر) مر جائے۔

سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۲۶) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۹/۱)

شرح الحدیث: کُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيْطَةِ الشَّيْطَانِ: یعنی آپ ﷺ نے اس ذبیحہ کے کھانے سے منع فرمایا ہے جس کو ناقص طور پر ذبح کیا گیا ہو، یہ لفظ ماخوذ ہے شرط الحجام سے حجام یعنی کچھنے لگانے والا جس جگہ کچھنے لگتا ہے اس جگہ کو پہلے مشرط (نشر) لگا کر زخمی کرتا ہے، لہذا مطلب یہ ہوا کہ معمولی سا قطع کرنا جائز نہیں اس سے وہ جانور حلال نہیں ہوتا، زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ ایسا ہی کرتے تھے کہ حلق کے بعض حصہ کو قطع کر کے اس جانور کو ویسے ہی چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ مر جاتا تھا حدیث میں اس فعل کو شیطان کی طرف منسوب اسلئے کیا ہے کہ ایسی حرکت پر انسان کو وہی ابھارتا ہے، اس حدیث کی شرح خود متن میں بھی موجود ہے: وَهِيَ الَّتِي تُذْبَحُ فَيَقْطَعُ الْجِلْدُ ارْخَ۔

۱۸۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكَاةِ الْجَمِينِ

جو جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اس کو ذبح کرنے کا طریقہ

۲۸۲۷- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ جُمَالٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاعِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَمِينِ فَقَالَ: «كُلُّهُ إِنْ شِئْتُمْ». وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ

۱ بذل الجھود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۶۴

۲ الهدایة شرح ہدایة البندی - ج ۷ ص ۱۲۷

تَنَكَّرُ النَّاقَةُ، وَتَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَتَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَلْقِيَهُ أَمْ نَأْكُلُهُ؟ قَالَ: «كُلُوا إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاءَهُ ذَكَاءُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے اس بچہ کے متعلق دریافت کیا کہ جو ذبح کرنے کے بعد ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو اس بچہ کو کھا لو۔ مسند استاد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اونٹنی کو نحر کیا کرتے ہیں اور گائے اور بکری کو ذبح کرتے ہیں اور ہم لوگ ان کے پیٹ میں مرہو بچہ پاتے ہیں تو کیا ہم لوگ اس کو (ایک طرف) ڈال دیں یا اس مرہو بچہ کو بھی کھالیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا دل چاہے تو اس کو بھی کھا لو بلاشبہ اس بچہ کی ماں کا ذبح کرنا اس بچہ کا ہی ذبح کرنا ہے۔

جامع الترمذی - الأظعمة (۴۷۶) سنن ابی داود - الضحایا (۲۸۲۷) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۹۹)

شرح الحدیث: فَإِنَّ ذَكَاءَهُ ذَكَاءُ أُمِّهِ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ہم بعض مرتبہ جس جانور کو ذبح کرتے ہیں تو اسکے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے اس کا ہم کیا کریں اس کو ہم کھائیں یا پھینک دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کھا سکتے ہو اسلئے کہ اسکی ماں کا ذبح خود اس کا ذبح ہے، یعنی وہ بچہ ذبح میں ماں کے ذبح کے تابع ہے لہذا اس کے مستقل ذبح کی حاجت نہیں، اور یہ جو حکم حدیث میں مذکور ہے اس صورت میں ہے جب کہ وہ جنین مرہو ہو، اور اگر وہ زندہ نکلے تو اس صورت میں یہ حکم نہیں، اس صورت میں اس کے حلال ہونے کیلئے بالاتفاق ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

مسئلة الباب میں اختلاف انہ: اس کے بعد آپ سمجھیے کہ اس حدیث پر ائمہ ثلاث اور صاحبین کا عمل ہے، امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ نہیں ہے، ففی الہدایۃ: "ومن نحر ناقۃ أو ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یؤکل أشعر أو لم یأکل وهذا عند أبي حنيفة. وهو قول زفر والحسن بن زياد رحمهما الله. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: إذا تم خلقه أكل وهو قول الشافعي لقوله عليه الصلاة والسلام: "ذكاة الجنين ذكاة أمه" إلى آخره^①. وفي هامشه: وقال الإمام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی موطا: فأما أبو حنيفة فكان یکرہ أكله حتی یخرج حیاً فیذکی، وكان یروی عن حماد عن إبراهيم أنه قال: لا تكون ذكاة نفس ذكاة نفسین^②۔

الجواب عن الامام ابی حنیفہ: حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے مقصود تشبیہ ہے اُی ذکاة الجنین کذکاة امہ، اور تشبیہ کبھی حرف تشبیہ کے حذف کے ساتھ بھی ہوتی ہے کما فی قوله تعالیٰ: وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ^③، اسی عرضہا کعرض السموات والارض، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو کہا گیا ہے

① الہدایۃ شرح بدایۃ البندی - ج ۷ ص ۱۳۵

② التعليق المجد علی موطأ محمد - ج ۲ ص ۶۴۵-۶۴۶

③ اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین (سورۃ آل عمران ۱۳۳)

کہ ایک روایت اس حدیث میں ذکاة کے نصب کے ساتھ بھی ہے ذکاة الجنین ذکاة اُمّہ اور یہ منصوب ہنزع الحافض ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ: وَهِيَ تَمُوتُ مَوْتًا شَعَابًا ①۔

نیز امام صاحبؒ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ جنین میتہ جس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ پہلے ہی سے اپنی ماں کے پیٹ میں میتہ ہو گا تب تو اس کی حرمت ظاہر ہی ہے، اور یا ماں کے ذبح کے بعد اس پر موت واقع ہوئی ہوگی اختناق یعنی سانس رکنے کی وجہ سے، لہذا اس صورت میں منعنقہ ہوا یعنی ایک صورت میں میتہ اور ایک صورت میں منعنقہ و کلاہما حرامان بنص القرآن، نیز کہا گیا ہے کہ اگر حدیث سے مقصود تشبیہ نہ ہوتی بلکہ بیان حکم اور نیابت ہوتا تو پھر اس کیلئے تعبیر اس طرح ہونی چاہیے تھی ذکاة ام الجنین ذکاتہ۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

۲۸۲۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوِيَّةٍ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ذِكَاةُ الْجَنِينِ ذِكَاةُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹ کے (اندر موجود) بچہ کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے یعنی بچہ کی ماں کا ذبح کرنا کافی ہے اب پیٹ کے بچہ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۲۸) سنن الدارمی - الاضاحی (۱۹۷۹)

۱۹۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي أَكْلِ اللَّحْمِ لَا يُذَكَّرُ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا؟

۱۹۔ اس گوشت کا حکم کہ جس کے ذبح کرنے والے کے متعلق معلوم نہیں کہ اس نے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی یا نہیں؟ ۲۸۲۹- حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوِيَّةٍ، حَدَّثَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ الْقَدَّاحُ الْمَكِّيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ذِكَاةُ الْجَنِينِ ذِكَاةُ أُمِّهِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضرت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ کچھ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں (اور انہیں شرعی احکام کا پوری طرح علم نہیں) وہ ہمارے یہاں گوشت لاتے رہتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ لوگ بوقت ذبح بسم اللہ پڑھتے ہیں یا نہیں تو کیا ہم ایسا گوشت کھالیں؟

تو حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اللہ کا نام لو اور گوشت کھاؤ۔

صحیح البخاری - البیوع (۱۹۵۲) صحیح البخاری - الذہائح والصدقات (۵۱۸۸) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۳) سنن النسائی - الضحایا (۴۴۳۶) سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۲۹) سنن ابن ماجہ - الذہائح (۳۱۷۴) موطأ مالک - الذہائح (۱۰۵۴) سنن الدارمی - الاصحاحی (۱۹۷۶)

شرح الحديث: وَلَمْ يَذْكُرَا عَنْ حَمَادٍ وَمَالِكٍ، عَنْ عَائِشَةَ: لَفْظٌ عَنْ عَائِشَةَ تَرْكِبٌ فِي لَمْ يَذْكُرَا
مفعول بہ ہے، مصنف کے اس حدیث میں تین استاد ہیں، موسیٰ اور القعنبی تیسرے یوسف، لہذا مطلب یہ ہوا مصنف فرما رہے ہیں میرے استاد موسیٰ نے حماد سے اور قعنبی نے اپنے استاد مالک سے اس سند میں لَفْظٌ عَنْ عَائِشَةَ ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف تیسرے استاد یعنی یوسف بن موسیٰ نے اس کو ذکر کیا ہے، لہذا پہلے دو کی روایت مرسل ہوئی اور یہ دوسری موصول۔
مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بعض صحابہ نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا کہ بعض نو مسلم لوگ ہمارے پاس ذبیحے کا گوشت لاتے ہیں جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی تھی یا نہیں تو کیا ہم اسکو کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ یعنی جو کھانے کا مسنون طریقہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے وہ کرو، یعنی ان نو مسلموں کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ کرتے ہوئے اسکو کھالینا چاہیے اور یہ مطلب نہیں کہ تسمیہ عند الاکل، تسمیہ عند الذبح کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجہ قاله المنذري۔

۲۰ - بَابُ فِي الْعَتِيرَةِ

عتيرة (ماہِ رجب کی قربانی) کا بیان

فرع وعتيه کی بحث مع مذاہب ائمہ: عتیرہ کا ذکر کتاب الضحایا کی سب سے پہلی حدیث میں بھی گزر چکا، اور اس آنے والے باب کا حوالہ بھی، عتیرہ اس قربانی کا نام ہے جو ابتداء اسلام میں رجب کے پہلے عشرہ میں کی جاتی تھی کما تقدم فی اول الكتاب، امام ابو داؤد نے تو یہاں صرف ایک ہی باب (عتیرہ پر) قائم کیا ہے اور امام بخاری نے عتیرہ اور فرع دونوں پر الگ الگ باب قائم کئے ہیں، اور دونوں میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث مرفوعہ: لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةً^۱ ذکر فرمائی ہے، روایات میں دونوں ہی کے بارے میں اختلاف ہے نفیاً واثباتاً، چنانچہ کتاب کے شروع میں جو حدیث گذری ہے اس میں عتیرہ کا جواز مذکور ہے اور یہاں حدیث الباب میں اس کی نفی مذکور ہے صحیحین میں تو دونوں کی نفی اور عدم جواز مذکور ہے، البتہ سنن کی روایات اس میں مختلف ہیں، چنانچہ عتیرہ کے بارے میں تو ابھی اختلاف گزر چکا اور فرع کے بارے میں اس باب کی پہلی حدیث میں تو اس کا اثبات مذکور ہے فی کُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعَ، اور باب کی دوسری حدیث میں اس کی نفی ہے لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةً، اسی طرح آگے باب العقیقہ میں

ایک حدیث میں (برقم ۲۸۴۲) آرہا ہے وَالْقَرْعُ حَقٌّ، جمہور علماء وائمہ ثلاث کے نزدیک تو یہ دونوں ہی منسوخ ہیں البتہ حضرت امام شافعیؒ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک یہ دونوں اب بھی مستحب ہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے امام شافعیؒ سے انکے استحباب کی تصریح نقل کی ہے^①۔

یہ پہلے گزر چکا کہ جمہور کا عمل تو حدیث صحیحین لَا قَرْعَ وَلَا عَتَبِيرَةَ پر ہے اور وہ ان دونوں کو منسوخ مانتے ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ نے اثبات اور نفی کی روایات میں دفع تعارض ایسے فرمایا ہے کہ نفی کو محمول کیا ہے نفی وجوب پر اور اثبات کی روایت کو استحباب پر۔

فرع کی تفسیر میں اقوال: اسکے بعد آپ سمجھیے کہ عتیرہ کی تفسیر تو اوپر گزر چکی اور فرع کی تفسیر میں اقوال مختلف ہیں:

① کسی دابہ کا پہلا بچہ (جیٹھا) جس کو مشرکین اصنام کے نام پر ذبح کرتے تھے خیر و برکت کیلئے اور ابتدائے اسلام میں اس کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ دوسرا فرق یہ تھا کہ مشرکین تو اس کو پیدائش کے بعد شروع ہی میں ذبح کرتے تھے اور ابتدائے اسلام میں بڑا ہونے کے بعد جیسا کہ آگے ابوداؤد کی ایک روایت مرفوعہ میں اس کا ذکر آرہا ہے،

② پورے گلے میں سے جو نسا جانور پہلے بیائے اس کا بچہ، خواہ فی نفسہ وہ اس کا پہلا نہ ہو،

③ آدمی کی ملک میں بکری ہو یا اونٹ، سو کا عدد^④ پورا ہونے کے بعد جو بچہ پیدا ہو،

④ ہر بیچاس بکریوں میں سے ایک بکری، کما فی الحدیث الْآتِي مِنْ كُلِّ مِائَةِ شَاةٍ شَاةٌ^⑤۔

۲۸۳۰۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ يَشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْمُعَنَّى، حَدَّثَنَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، قَالَ: قَالَ بُيُشَةُ: نَادَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتَبِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فِي رَجَبٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «اذْجُوحُوا اللَّهَ فِي أَبِي شَهْرٍ كَانَ، وَبَرُّوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ، وَأَطِيعُوا». قَالَ: إِنَّا كُنَّا نَقْرِعُ فَرَعًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «فِي كُلِّ سَائِمَةٍ فَرَعٌ تُغْدُوهُ مَا شِئْتَ حَتَّى إِذَا اسْتَحْمَلَ» قَالَ نَصْرٌ: «اسْتَحْمَلَ لِلْحَجِيجِ وَبِحَتِّهِ فَتَصَدَّقْتَ بِلَحْمِهِ». قَالَ خَالِدٌ: أَحْسَبُهُ قَالَ: «عَلَى ابْنِ السَّبِيلِ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ». قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَمْ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: «مِائَةٌ»۔

ترجمہ: حضرت نبیؐ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کو آواز دی کہ ہم لوگ دور جاہلیت میں ماہِ رجب میں عتیرہ کیا کرتے تھے۔ اب آپ ہم لوگوں کو کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کیلئے جس مہینہ میں موقعہ

① دفی ہامش البذل (ج ۱۳ ص ۷۸): وعند الحنابلة لا یسن ولا یکرہ، والمراد بالنفی عندہم نفی السنیۃ کما جزم فی الروض المربع۔

② جیسا کہ آگے راوی کے کلام میں آرہا ہے کَمْ السَّائِمَةُ؟ قَالَ: «مِائَةٌ»، اور اسی طرح کتاب الطہارۃ میں باب فی الاستنذان میں جو حدیث طویل (برقم ۱۴۲) گزری ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے و فیہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لَا تَحْسَبَنَّ أَنَّكَ مِنْ أَجْلِكَ وَتَحْتَاہَا، لَنَا عَتَمٌ مِائَةٌ لَا تُرِيدُ أَنْ تَزِيدَ، فَإِذَا وَلَدَ الرَّاعِي بَيْعَتَهُ، وَبَحْتَنَا مِائَتًا شَاةً۔

③ سنن ابی داؤد - کتاب الضحایا - باب فی العتیرۃ ۲۸۳۳

ہو، ذبح کرو اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور (غریب کو) کھانا کھلاؤ۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ ہم لوگ دورِ جاہلیت میں فرع کرتے تھے۔ اب آپ ہمارے لئے اس سلسلہ میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر ایک چرنے والے جانور میں ایک فرع لازم ہے جس کو تمہارے جانور کھلاتے ہیں (مراد یہ ہے کہ اس کیلئے چارہ لا کر دیتے ہیں) جب وہ فرع وزن لادنے کے قابل ہو جائے یا اونٹ بن جائے اس طرح کہ اس پر حج پر جانے والا شخص سواری کر سکے تو اس کو ذبح کر لو پھر اس کا گوشت مسافروں پر صدقہ کرو خالد بن الحذاء راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں ابو قلابہ نے عَلِيّ ابْنِ السَّيْبِلِ لفظ بھی فرمایا تھا۔ خالد الحذاء نے ابو قلابہ سے کہا کہ کتنے سائتمہ جانوروں میں فرع لازم ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک سو جانور میں۔

سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٨) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٢٩) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٠) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣١) سنن النسائي - الفرع والعتيرة (٤٢٣٢) سنن أبي داود - الضحايا (٢٨٣٠) سنن ابن ماجه - الذبائح (٣١٦٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧٦/٥)

شرح الحدیث: فی کل سائمة فرع تغذوہ ما شیتک حتی إذا استحمل قال نصر: «استحمل للحجج وحنثہ فصَدَقَتْ بلحمہ»: فرع کے بارے میں جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ زمانہ جاہلیت میں اس بچہ کو پہلے ہی دن ذبح کر دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ اس حدیث میں فرما رہے ہیں کہ فرع تو برحق ہے لیکن پہلے ہی دن ذبح کرنے کی بات غلط ہے بلکہ تم کو چاہیے کہ جب وہ تمہارا اپنا جانور ہے تو اس کو پالو پرورش کرو، جب وہ بڑا ہو جائے سواری کے قابل ہو جائے تب اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کرو، اور اسی طرح کی ہدایت آپ ﷺ کی جانب سے آگے ایک روایت (برقم ۲۸۴۲) میں آرہی ہے۔ (جس کا حوالہ اوپر گزر چکا) وَالْفَرَعُ حَقٌّ وَأَنْ تَذْكُوهُ حَتَّى يَكُونَ بَكْرًا شَعْرًا ابْنُ لُحَاظٍ، أَوْ ابْنُ لَبُونِ اس کا ترجمہ یہ ہے: اور یہ بات کہ تم اس بچہ کو چھوڑے رکھو یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے، اور پھر اسکو تم کسی مسکین عورت کو عطا کرو یا جہاد میں اسکو استعمال کرو تو یہ بہتر ہے اس بات سے کہ تو پیدا ہونے کے بعد فوراً اسکو ذبح کرے اور اسکا گوشت اسکی کھال اور اون ہی کو لگا رہ جائے اور تو اپنے دودھ کے برتن کو اوندھا کرے اور تو اس بچہ کی ماں کو دکھ پہنچائے، دودھ کے برتن کو اوندھا کرنے کا مطلب ظاہر ہے کہ جب اونٹنی کے بچہ کو بچپن ہی میں ذبح کر دیا جائے گا تو پھر وہ اونٹنی بغیر اپنے بچہ کے دودھ کیسے دے سکتی ہے۔ حدیث نبی ﷺ أخرجه النسائي وابن ماجه، وحديث أبي هريرة أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه. قاله المنذري۔

٢٨٣١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا فَرْعَ وَلَا عَصْبَةَ».

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں نہ تو فرع ہے اور نہ عتیرہ ہے۔

صحیح البخاری - العقیقة (۵۱۵۶) صحیح البخاری - العقیقة (۵۱۵۷) صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۷۶) جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۱۲) سنن النسائي - القرع والعنبرة (۴۲۲۲) سنن النسائي - الفرع والعنبرة (۴۲۲۳)

سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۳۱) سنن ابن ماجه - الذبائح (۳۱۶۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۲۹/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۷۹/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۰/۲) سنن الدارمي - الاضاحي (۱۹۶۴)

۲۸۳۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: «الْفَرْعُ أَوَّلُ اللَّتَاجِ كَانَ يُنْتَبِجُ لَهُمْ قَيْدُ بَحْوَنَةٍ».

ترجمہ: حضرت سعید بن السیب فرماتے ہیں کہ فرع اس بچے کو کہتے تھے کہ جو (جانور کے) پہلے پہل پیدا ہوتا مشرکین لوگ اس کو (بٹوں کے لئے) ذبح کرتے تھے۔

۲۸۳۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ ثَعْلَبَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهُكْ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُلِّ خَمْسِينَ شَاةً شَاةً» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "قَالَ بَعْضُهُمْ: الْفَرْعُ أَوَّلُ مَا يُنْتَبِجُ الْإِبِلَ كَانُوا إِذْ بَحْوَنَهُ لَطَوَاعِيَتِهِمْ، ثُمَّ يَأْكُلُونَهُ وَيُلْقِي جِلْدُهُ عَلَى الشَّجَرِ وَالْعَتِيرَةِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ رَجَبٍ".

ترجمہ: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو نبی ﷺ نے ہر پچاس (بکریوں) میں سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ شاید یہ حکم مستحب ہے علاوہ زکوٰۃ کے کہ وہ فرض ہے۔ امام ابو داود فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے فرع کا یہ مفہوم بیان فرمایا ہے کہ جس وقت اونٹ کا سب سے پہلا بچہ پیدا ہوتا تھا تو مشرکین اس پہلے بچے کو بٹوں کے نام پر ذبح کر کے کھایا کرتے تھے اور اس کی کھال کو درخت پر لٹکا دیتے تھے اور حیرہ اس کو کہا جاتا ہے کہ (مشرکین) ماہ رجب کے شروع دس دنوں میں اس بچے کو ذبح کیا کرتے تھے۔

سنن أبي داود - الضحایا (۲۸۳۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۵۱/۶)

۲۱ - بَابُ فِي الْعَقِيقَةِ

عققة کا بیان

صحیح بخاری کا عنوان کتاب العقیقۃ ہے جس کو انہوں نے کتاب الأطعمة کے بعد متصلاً ذکر کیا ہے، باب الفرع والعقیرۃ سے پہلے، اور اس میں امام بخاری نے صرف دو باب قائم کئے ہیں: بَابُ تَسْمِیَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةً یُولَدُ لِمَنْ لَمْ یَعُقْ عَنْهُ وَتَحْنِیکِہِ، اور دوسرا بَابُ إِطَاةِ الْأَدَى عَنْ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ جس میں یہ حدیث ذکر کی ہے مَعَ الْعَلَامَةِ عَقِيقَةً فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَدَى^۱۔

عققة سے متعلق بعض ضروری مباحث: عققة عنق سے ماخوذ ہے جس کے معنی شق اور قطع کے آتے ہیں، عققة کا

اطلاق مولود کے سر کے بالوں پر بھی ہوتا ہے جن کو قطع کیا جاتا ہے اور اس ذبیحہ پر بھی۔

عقیدہ ان امور میں سے ہے جو زمانہ جاہلیت میں بھی رائج تھے لیکن وہ لوگ یہ کرتے تھے کہ ذبیحہ کے خون کو مولود کے سر پر ملتے تھے، اسلام میں اصل عقیدہ کو تو باقی رکھا گیا لیکن دوسری خصلت یعنی اللطیع بالدم سے منع کر دیا گیا اور اس کے بجائے زعفران استعمال کیا گیا، یہ مضمون باب کی آخری حدیث میں آ رہا ہے۔

اوجز میں کتاب العقیقة کے شروع میں دس بحثیں ذکر کی ہیں^①، جن کا ذکر مجملہ حاشیہ لامع اور الاہواب والذراجم میں آیا ہے، بحث اول تولغوی تحقیق میں ہے اور دوسری بحث اس کے حکم میں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیدہ ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے و هو روایۃ عن أحمد والحسن، اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اور امام مالک کے نزدیک مستحب ہے کما فی المؤطا وکلام الدرر، اور حنفیہ کی اس بارے میں تین روایات ہیں اول یہ کہ مستحب ہے و هو المعروف فی فردعہم، دوسری یہ کہ مباح ہے، اور تیسری روایت یہ ہے کہ انھا بدعة ونسب الی الإمام، وأنکر الإنساب العلامة العینی، صحیح عند الحنفیہ یہی ہے کہ عقیدہ مستحب ہے، البتہ صاحب بدائع کی رائے اسکے خلاف ہے انہوں نے اس کو منسوخ اور مکروہ قرار دیا ہے، مؤطا میں امام محمد نے بھی نسخ ہی لکھا ہے۔ لیکن اسکے محشی نے اس پر تعقب کرتے ہوئے تفصیلی کلام کیا ہے، اور کتب شافعیہ میں یہ بھی ہے کہ عقیدہ امت کے حق میں تو مستحب ہے اور حضور ﷺ کے حق میں واجب۔

ایک بحث ان مباحث میں سے یہ ہے کہ عقیدہ میں غلام اور جاریہ دونوں کا حکم یکساں ہے یا اس میں فرق ہے؟ جمہور اور ائمہ ثلاث کی رائے یہ ہے جیسا کہ حدیث الباب میں تصریح ہے کہ غلام کی طرف سے شاتین اور لڑکی کی طرف سے شاة واحدہ، اور امام مالک کی رائے اس میں یہ ہے کہ دونوں کیلئے ایک ایک بکری ہے، چنانچہ انہوں نے مؤطا میں حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل نقل کیا ہے: **وَكَانَ يُعْقُّ عَنْ وَلَدِهِ بِشَاةٍ شَاةٍ. عَنِ الدُّكُورِ، وَالْإِنَاثِ.**^② اور التعلیق الممجد میں یہ ہے کہ جمہور کا مسلک یعنی عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة حضور ﷺ سے متعدد طرق سے ثابت ہے، البتہ آپ ﷺ کے فعل میں روایات مختلف ہیں، یعنی حضرات حسنین کے بارے میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں بعض روایات میں کَبْشًا کَبْشًا ہے اور بعض میں کَبْشَيْنِ کَبْشَيْنِ، چنانچہ ترمذی میں ہے **عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: عَقَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْحَسَنِ بِشَاةٍ، قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.**^③ وفي البذل عن الحافظ: واحتج مالك بما جاء أن النبي صلى الله عليه وسلم عَقَّى عَنْ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا وَلَا حُجَّةَ فِيهِ فَقَدْ أَخْرَجَهُ أَبُو الشَّيْخِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ بِلَفْظِ

① اوجز المسالك إلى مؤطا مالك - ج ١٠ ص ١٦٤

② مؤطا مالك - كتاب العقیقة - باب العمل فی العقیقة ١٠٨٥

③ جامع الترمذی - كتاب الأضاحی - باب العقیقة بشاة ١٥١٩

کبشین کبشین اہ^①، میں کہتا ہوں اسی طرح ابن عباسؓ کی یہ روایت کَبَشَيْنِ کَبَشَيْنِ والی نسائی میں بھی ہے اور بعض کتب مالکیہ میں جیسے إرشاد السالك اسی طرح ہے العقیقة ذبح شاة اور پھر آگے ہے والأفضل عن الذکر بشاتین^② یعنی اولیٰ ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ لڑکے کی طرف سے شاتین کی جائیں اور ابن رشد مالکی کامیلان بھی اسی طرف ہے کما فی الاوجز۔

۲۸۳۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَانٌ، عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أُمِّ كُرَيزٍ الْكَعْبِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ قَالَ: مُكَافِئَتَانِ: «أَيُّ مُسْتَوِيَّتَانِ أَوْ مُقَابِلَتَانِ».

ترجمہ: ام کرز کعبیہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے میں نے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی طرف سے (عقیقہ میں) برابر کی دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ہے (مراد یہ ہے کہ دونوں بکریاں ایک عمر کی ہوں کم زیادہ عمر کی نہ ہوں)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے لفظ مُكَافِئَتَانِ کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ وہ دونوں بکریاں عمر کے اعتبار سے برابر کی ہوں (چھوٹی، بڑی نہ ہوں)۔

جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۱۶) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۵) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۶) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۷) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۸) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۳۴) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۶۲) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۶۶)

شرح الحدیث: امام ترمذیؒ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: هذا حديث حسن صحيح والعمل في العقیقة علی ما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر وجه «عن الغلام شاتان مکافئتان، وعن الجارية شاة» وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أيضا أنه «عن عن الحسن بشاة» اہ۔

یعنی لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں دو بکریاں کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ مُكَافِئَتَانِ کی شرح میں مختلف قول ہیں، تقریباً تین قول ہیں: ① ایسی دو بکریاں جو آپس میں عمر میں برابر ہوں (چھوٹی بڑی نہ ہوں) حکاکہ المصنف عن الامام احمد، ② ایسی دو بکریاں جو برابر ہوں ان بکریوں کے جو اضحیہ میں کی جاتی ہیں، یعنی عمر کے اعتبار سے اس سے کم نہ ہوں، قالہ الزمخشري، ③ ایسی دو بکریاں جو برابر ہوں باعتبار ذبح کے یعنی دونوں کو ایک ساتھ ذبح کیا جائے، یہ نہ ہو کہ ایک کو مثلاً صبح کے وقت ذبح کیا اور دوسری کو شام کے وقت ہوئی ذلک عن زید بن اسلم لهذا ما فهمت من الشروح، والحدیث أخرجه النسائی قالہ الشیخ محمد عوامہ۔

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۹ ص ۵۹۲، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۸۰

② إرشاد السالك إلى أشرف السالك في فقه الإمام مالك - ص ۱۰۱

۲۸۳۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَقْرُّوَا الطَّيْرَ عَلَى مَكَائِنِهَا». قَالَتْ: وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «عَنِ الْعَلَامِ شَاتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ لَا يَضُرُّكُمْ أَذْكُرَانَا كُنَّ أُمَّ إِنَانَا».

ترجمہ: حضرت ام کرز سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سے میں نے سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ پرندوں کو (ان کے گھونسلوں سے) اڑا کر اذیت نہ پہنچاؤ بلکہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رہنے دو نیز میں نے یہ بھی آپ سے سنا ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور انہیں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ مذکر ہوں یا مؤنث (یعنی یہ نہ سوچو کہ لڑکے کی طرف سے عقیقہ میں بکر اذبح کرو اور لڑکی کی جانب سے بکری)۔

تحقیق: جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۱۶) سنن النسائي - العقیقة (۴۲۱۵) سنن النسائي - العقیقة (۴۲۱۶) سنن النسائي - العقیقة (۴۲۱۷) سنن النسائي - العقیقة (۴۲۱۸) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۳۵) سنن ابن ماجہ - اللبائح (۳۱۶۲) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۶۶)

شرح الحدیث: ”مکناات“ کو کئی طرح ضبط کیا گیا ہے، فتح مسمیٰ اور کسر کاف، اور دونوں کا فتح، اس صورت میں اس کے معنی لکھے ہیں بیضہ، فتح مسمیٰ اور ضم کاف اس کی تفسیر کی گئی ہے لما کن کے ساتھ، لہذا پہلی صورت میں حدیث کے معنی ہوں گے کہ پرندوں کو ان کے بیضوں پر بیٹھا رہنے دو اور برقرار رکھو، اور دوسری صورت میں پرندوں کو بیٹھا رہنے دو ان کے آشیانوں میں، اب یہ کہ آپ ﷺ کی غرض اس سے کیا ہے، فقیل الغرض المنع عن زجر الطیر وتنغیرها من اما کنھا إذ فیہ ایداء الحیوان۔ یعنی خواہ مخواہ بلا وجہ پرندوں کو پریشان مت کرو ان کو چھیڑ کر، وقیل الغرض المنع عن الصيد لیلا لان اللیل وقت راحتھا، یعنی رات میں پرندوں کا شکار نہ کیا جائے، رات ان کی راحت کا وقت ہے اگر شکار کرنا ہے تو دن میں کرو۔ وقیل الغرض المنع عن الطیرة یعنی اچھی بری فال نکالنے کے لئے ان کو ان کی جگہ سے مت اڑاؤ، اذلا طیرة فی الاسلام۔

لَا يَضُرُّكُمْ أَذْكُرَانَا كُنَّ أُمَّ إِنَانَا: یعنی اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ دونوں نہ ہوں یا مادہ۔ والحدیث عزاء المزی فی التحفه الی النسائی وابن ماجہ قالہ الشیخ محمد عوامہ۔

۲۸۳۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنْ سَبَاعِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أُمِّ كُرَيْزٍ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عَنِ الْعَلَامِ شَاتَانِ، وَمِثْلَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ شُعْبَانَ وَغَيْرِهِ».

ترجمہ: حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی جانب سے ایک بکری ہونا چاہیے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث درست ہے اور

سفیان کی حدیث وہم ہے۔

جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۱۶) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۵) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۶) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۷) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۸) سنن ابی داود - الضحایا (۲۸۳۶) سنن ابن ماجه - الذبائح (۳۱۶۲) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۶۶)

شرح الحدیث قال أبو داود: «هَذَا هُوَ الْحَدِيثُ، وَحَدِيثُ سَفْيَانَ وَهُمْ»: سفیان کے طریق میں عبید اللہ کے

بعد عن أبيه کی زیادتی ہے جو کہ حماد کی روایت میں نہیں ہے، مصنف اسی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ یہ زیادتی وہم ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی مختصراً وأخرجه النسائی بتمامه ومختصراً، وأخرجه ابن ماجه مختصراً، قاله المنذرى۔

۲۸۳۷ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ التَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَنَّى» فَكَانَ قَتَادَةُ إِذَا سُئِلَ عَنِ الدَّامِ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: «إِذَا بَحَّتِ الْعَقِيقَةُ أَخَذْتَ مِنْهَا صُوفَةً، وَاسْتَقْبَلْتَ بِهَا أَوْدَاجَهَا، ثُمَّ تَوَضَّعَ عَلَى يَأْفُوخِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَسِيلَ عَلَى رَأْسِهِ مِثْلَ الْحَبِطِ، ثُمَّ يُغَسَّلُ رَأْسُهُ بَعْدَ وَيُحْلَقُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا وَهُمْ مِنْ هَمَّامٍ» وَيُدَنَّى "قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "خُولِفَ هَمَّامٌ فِي هَذَا الْكَلَامِ، وَهُوَ وَهُمْ مِنْ هَمَّامٍ وَإِنَّمَا، قَالُوا: «يُسَقَى»، فَقَالَ هَمَّامٌ: «يُدَنَّى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَيْسَ يُؤْخَذُ بِهِذَا».

سرحہ حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر ایک بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی رکھا ہوا ہے اس کی طرف سے (اس کی پیدائش کے بعد) ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس بچہ کا سر منڈا جائے اور اس بچہ کے سر پر (قربانی کے جانور) کا خون لگایا جائے جب قتادہ سے کوئی شخص معلوم کرتا کہ خون کس طرح لگایا جائے تو وہ بیان کرتے تھے کہ جس وقت عقیقہ کا جانور ذبح ہونے لگے تو جانور کے بالوں میں سے ایک ٹکڑا یا تھ میں لے کر جانور کی رگوں میں رکھ دیا جائے پھر وہ ٹکڑا سر کے درمیان رکھ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے سر سے خون، دھاگہ کی طرح بہنے لگے پھر اس بچہ کے سر کو دھویا جائے اور اس کا سر منڈ دیا جائے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ روایت میں لفظ یُدَنَّى، راوی ہمام کا وہم ہے دراصل یہ لفظ یُسَقَى ہے جس کو راوی ہمام نے یُدَنَّى بنا دیا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

جامع الترمذی - الأضاحی (۱۵۲۲) سنن النسائی - العقیقة (۴۲۲۰) سنن ابی داود - الضحایا (۲۸۳۷) سنن ابن ماجه - الذبائح (۳۱۶۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۷/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۲/۵) سنن الدارمی - الأضاحی (۱۹۶۹)

شرح الحدیث كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ وَيُدَنَّى: اور ترمذی کی روایت میں اس

طرح ہے: الغلام مَرْهُونٌ بِعَقِيقَتِهِ، مَرْهُونٌ اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی مرہون اس حدیث کی شرح میں چند قول ہیں: ① عقیقہ ہر نو مولود کے لئے لازم اور ضروری ہے جس طرح شی مرہون کا مرہن کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہوتا ہے،

تشبیہ باعتبار لزوم کے ہے گویا مقصود تاکید عقیقہ ہے اور بظاہر اس سے تائید ہوتی ہے قول وجوب کی کما ذہب الیہ بعضہم۔
 ① نو مولود اپنے بالوں کی اذیت میں مرہون یعنی مقید اور جکڑا رہتا ہے جب تک ان کو زائل نہ کیا جائے، (لہذا یہ گندے بال اس سے جلدی ہی زائل کرنے چاہئیں بعض لوگ اس میں بہت تاخیر اور سستی کرتے ہیں، ہم نے اپنے بعض اساتذہ سے اس حدیث کی شرح میں سنا کہ بچہ کا عقیقہ کر کے بلا تاخیر اس کی آجلا کو دور کرنا چاہیے۔)

② حضرت امام احمدؒ سے منقول ہے کہ یہ حدیث شفاعت کے بارے میں ہے یعنی یہ کہ اگر نو مولود کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور پھر وہ صغر سنی میں مر جائے تو اپنے والدین کے بارے میں شفاعت نہیں کرتا ①۔
 یہ پہلے گزر چکا کہ عقیقہ کا اطلاق نو مولود کے سر کے بال اور ذبیحہ دونوں پر ہوتا ہے، ان معانی میں سے بھی بعض کا تعلق بالوں سے ہے اور بعض کا ذبیحہ سے۔

عقیقہ میں یوم السابع کی قید: آگے حدیث میں یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اسی طرح سر کا حلق، اس پر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہی ہے کہ عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور اگر ساتویں دن میسر نہ ہو تو پھر چودھویں دن کیا جائے۔

اور اگر اس میں بھی میسر نہ ہو تو اکیسویں دن کیا جائے، اس تعیین وقت میں فقہاء کا اختلاف ہے یوم السابع کی قید مالکیہ کے نزدیک تو معتبر اور ضروری ہے ان کے نزدیک عقیقہ یوم السابع سے پہلے معتبر نہیں اور نہ اس کے بعد معتبر ہے نیز ان سے منقول ہے کہ جو بچہ یوم السابع سے پہلے مر جائے اس کا عقیقہ ساقط ہے اور ابن وہب کی روایت امام مالکؒ سے یہ ہے کہ اگر سابع اول میں عقیقہ نہ کیا گیا ہو تو پھر سابع ثانی میں کیا جائے اور تیسرے میں بھی کچھ حرج نہیں، کذا فی الفتح و کذا فی الدسوقی، حنابلہ کے نزدیک یہ قید ضروری نہیں، ان کے نزدیک قبل السابع بھی جائز ہے کما فی ذیل المآرب، وفي الروض المربع، ولا يعتبر الا سبوع بعد ذلك فیعنی فی ای یوم اراد، اور شافعیہ کا مذہب شرح اقبال میں یہ لکھا ہے: ویدخل وقته من الولادة ویسن یوم السابع، ویسقط بعد اکثر مدۃ النفاس و فیما بینہما تردد، اور حنفیہ کا مسلک کما فی یہشتی زیور کہ ساتویں روز کی رعایت مستحب ہے اگرچہ کتنے ہی دن گزر جائیں اور اس کی صورت یہ لکھی ہے کہ بچہ کا عقیقہ جب بھی کیا جائے ولادۃ والے روز سے ایک دن پہلے کیا جائے مثلاً اگر

① میری یادداشت میں اس حدیث کے معانی اس طرح ملے۔ کل غلام مرقن بعقیقۃ ① عقیقہ سے مراد ذبیحہ بکری وغیرہ جو ذبح کی جاتی ہے یہ کنایہ ہے لزوم اور وجوب سے ہر نو مولود کیلئے عقیقہ لازم ہے جس طرح شی مرہون کا مرقن کے ہاتھ میں رہنا ضروری ہے جب تک قرض ادا نہ ہو، ② ہر نو مولود شیطان کے تصرفات کیساتھ مقید اور جکڑا ہوا رہتا ہے جب تک اس کا عقیقہ نہ کیا جائے۔ تو گویا عقیقہ بمنزلہ فدیہ کے ہے اس کی وجہ سے وہ نو مولود شیطان کے تصرفات سے نجات پاتا ہے، ③ ہر نو مولود اپنے والدین کیلئے سفارش سے رکا رہتا ہے جب تک والدین اس کی طرف سے عقیقہ کر کے اس کا حق ادا نہ کریں، یہ تفسیر امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ہے، ④ عقیقہ سے مراد نو مولود کے سر کے بال ہیں یعنی ہر نو مولود اپنے سر کے (گندے) بالوں کے ساتھ مقید اور جکڑا ہوا رہتا ہے۔ جب تک کہ ان بالوں کو اس سے زائل نہ کیا جائے (لہذا عقیقہ اپنے وقت میں جلدی ہی کر دینا چاہیے اس میں دیر نہ کی جائے) ۱۲۔

پیدائش بچہ کی جمعہ کے دن ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعہ سے ایک روز قبل یعنی جمعرات کو کیا جائے (من ہامش البذل^①)۔

حدیث العقیقہ میں لفظ یدئی کی تحقیق: وَیَدَّی فَمَّا كَانَ قَتَادَةُ إِذَا سَیَّلَ عَنِ الدَّمِ کَیْفَ یُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: إِذَا دَبَّحْتَ الْعَقِیقَةَ: اس روایت میں لفظ یدئی وارد ہے تد میہ سے جو ماخوذ ہے ”دم“ سے یعنی خون ملا جائے، قتادہ سے سوال کیا گیا کہ اس کی کیا صورت ہونی چاہیے؟ تو انہوں نے کہا کہ جو بکری تو ذبح کرے تو اس کا تھوڑا سا صوف لے اور اس صوف کو عقیقہ کے گلے کی رگوں پر لگائے اور پھر اس پھائے کو بچہ کے تالو پر مل دے یہاں تک کہ اس کے سر پر سے خون کی دھاری بہنے لگے اور پھر بعد میں سر کو دھو کر اس کا حلق کر دیا جائے۔

آگے کتاب میں ہے مصنف فرما رہے ہیں یدئی کا لفظ اس روایت میں ہام راوی کا وہم ہے، چنانچہ اس کے بعد والی روایت میں جس کو قتادہ سے روایت کرنے والے سعید ہیں بجائے ہام کے اس میں یدئی کے بجائے یُسْعٰی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یُسْعٰی ہی اصح ہے۔

یدئی کو وہم ہام قرار دینے پر حافظؒ نے یہ اشکال کیا ہے کہ اس کو وہم قرار دینا کیونکر صحیح ہے اس لئے کہ آگے روایت میں تو یہ موجود ہے، ہام کہتے ہیں کہ جب ہمارے استاد قتادہ سے دم کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا کہ اس کا کیا کیا جائے، تو اس پر وہ اس کا طریقہ بتاتے، یہ سب تو ضبط ہام پر دلالت کرتا ہے نہ کہ اسکے وہم پر، الا یہ کہ یوں کہا جائے کہ اصل حدیث میں تو یُسْعٰی تھا لیکن اس کے بعد قتادہ نے اہل جاہلیت کے دم کا ذکر کیا تو پھر ہام کے سوال پر انہوں نے اس کا طریقہ بتلایا، لیکن ہام کو وہم ہوا کہ وہ یُسْعٰی کے بجائے یدئی نقل کرنے لگے، اور بعض نے یہ توجیہ کی کہ یہ منسوخ ہے، اور ایک توجیہ اس کی یہ کی گئی کہ اس سے مراد یُخْتَمِ ہے کہ بچہ کی ختنہ کی جائے، لیکن اس سب کے باوجود شرح نے لکھا ہے کہ بعض علماء جیسے ابن عمر اور عطاء و قتادہ استحباب تد میہ کے قائل تھے، والحدیث رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

۲۸۳۸- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذَبِّحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسْعَى» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَيُسْعَى» أَصَحُّ كَذَا قَالَ: سَلَامُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ، عَنْ قَتَادَةَ، وَإِسَاسُ بْنُ دَعْقَلٍ، وَأَشْعَثُ، عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: «وَيُسْعَى». وَرَوَاهُ أَشْعَثُ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيُسْعَى».

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہر نوجوان کو مولود اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈ دیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ لفظ یسعی زیادہ درست ہے اسی طرح سلام بن ابی مطیع نے اپنی سند سے حضرت حسن سے نقل کیا ہے قتادہ کے واسطے سے، ایاس، اشعث، حسن سے روایت کیا ہے۔

تخریج جامع الترمذی - الاصحاحی (۱۵۲۲) سنن النسائی - العقیقہ (۴۲۲۰) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۳۸) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۶۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۸/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۱۲/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۱۷/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۲۲/۵) سنن الدارمی - الاصحاحی (۱۹۶۹)

۲۸۳۹ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلَمَانَ بْنِ عَامِرٍ الصَّبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَعَ الْعَلَامِ عَقِيقَتُهُ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى».

ترجمہ حضرت سلمان بن عامر رضی سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لڑکے کی پیدائش کے ساتھ (ساتھ) اس کا عقیقہ کرنا مسنون ہے اور اس بچہ کی طرف سے خون بہاؤ (جانور ذبح کرو) اور اس سے گندگی رفع کرو یعنی اس کے سر کے بال مونڈ دو اور اس کو غسل دو۔

تخریج صحیح البخاری - العقیقہ (۵۱۵۴) جامع الترمذی - الاصحاحی (۱۵۱۵) سنن النسائی - العقیقہ (۴۲۱۴) سنن ابی داؤد - الضحایا (۲۸۳۹) سنن ابن ماجہ - الذبائح (۳۱۶۴) مسند احمد - اول مسند المدینین رضی اللہ عنہم اجمعین (۱۸/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۲۱۴/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۲۱۵/۴) سنن الدارمی - الاصحاحی (۱۹۶۷)

۲۸۴۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامُ، عَنْ الْحُسَيْنِ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: «إِمَاطَةُ الْأَذَى خَلْقُ الرَّأْسِ».

ترجمہ حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ گندگی رفع کرنے کا مفہوم سر منڈانا ہے۔

۲۸۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّى عَنِ الْحُسَيْنِ، وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا».

ترجمہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت سیدنا حسین و حضرت حسن کی طرف سے ایک ایک دنبہ کا عقیقہ کیا۔

شرح الحدیث اس حدیث کے بعض طرق میں کبشین کبشین ہے کما تقدم قریباً، والحدیث أخرجه النسائی، قاله المنذرى. ۲۸۴۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَرَاهُ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيقَةِ فَقَالَ: «لَا يَحِبُّ اللَّهُ الْعُقُوقَ». كَأَنَّهُ كَرِهَ الْإِسْمَ وَقَالَ: «مَنْ وَلَدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يُنْسَلَ عَنْهُ فَلْيُنْسَلْ عَنِ الْعَلَامِ شَاتَانِ مَكَافِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ». وَسَمِعْتُ عَنِ الْفَرَعِ قَالَ: «وَالْفَرَعُ حَقٌّ»

وَأَنْ تَتَوَكَّلُوهُ حَتَّى يَكُونَ بِكُمْ أَشْعَرُ ثَابِتًا ابْنُ مَحَاضٍ، أَوْ ابْنُ لَبُونٍ فَتُعْطِيَهُ أَمْرًا أَوْ تَحْمِلَ عَلَيْهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذْبَحَهُ فَيَلْزَقَ لَحْمَهُ بِوَبَرَةٍ. وَتَكْفَأُ إِنْاءَكَ، وَتُولِيهِ نَاقَتَكَ».

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے عقیقہ کے متعلق دریافت کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں فرماتے۔ آپ نے اس عقیقہ کے نام کو ناگوار خیال فرمایا اور ارشاد فرمایا جس شخص کے بچہ کی ولادت ہو اور وہ شخص اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنا چاہیے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا چاہیے۔ پھر آپ سے فرع کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا فرع برحق ہے (یہ حکم نسخ سے پہلے ارشاد فرمایا) تم لوگ اگر اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اونٹ جو ان ہو جائے یا خوب موٹا تازہ ہو جائے ابن محاض یا ابن لبون بن جائے پھر اس اونٹ کو بیواؤں کو دے دو یا جہاد یا حج کرنے کیلئے صدقہ کر دو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کی (پیدائش کے بعد) اس کو کاٹ ڈالو اور اس کا گوشت اس کے بالوں سے چسپاں ہو (یعنی گوشت کم ہونے کی وجہ سے) پھر تم اپنا برتن الٹ دو (کیونکہ بچے کے مرنے کے بعد اسکی ماں دودھ نہیں دیتی) اور اس کی ماں کو تکلیف پہنچاؤ۔

ترجمہ: سنن النسائی - العقیقة (۴۲۱۲) سنن ابی داؤد - الصحابہ (۲۸۴۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابہ (۱۸۳/۲) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابہ (۱۹۴/۲)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عقوق کو پسند نہیں کرتے، عقیقہ اور عقوق دونوں ایک ہی اصل کی طرف راجع ہیں یعنی "عق" جسکے معنی قطع اور شق کے ہیں اور اسی سے ماخوذ ہے عقوق الوالدین، آگے روایت میں ہے راوی کا کلام کہ شاید آپ ﷺ کو یہ نام پسند نہیں، راوی کا یہ خیال صحیح ہے اس لئے کہ اسی حدیث میں اس کے بعد آپ ﷺ عقیقہ کا حکم فرما رہے ہیں مگر عقیقہ کے لفظ کے ساتھ نہیں بلکہ لفظ نُسُک کے ساتھ، لہذا اس میں اشارہ ہوا اس طرف کہ عقیقہ کے بجائے اس کو نسیکہ یا کسی دوسرے لفظ سے تعبیر کیا جائے، جو حضرات استحباب عقیقہ کے قائل نہیں بلکہ اسکو مکروہ کہتے ہیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، پھر آگے حدیث میں فرع کے بارے میں سوال وجواب ہے جس کی شرح ہمارے یہاں باب العتیرہ میں گزر چکی، اس میں ایک لفظ شَعْرُ ثَابِت ہے اس کے بارے میں شرح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ لفظ مصحف ہے اور صحیح رُحْزُ ثَابِت ہے ای غلیظاً قویاً، ایسے ہی اس میں ایک لفظ یہ ہے وَتُولِيهِ نَاقَتَكَ یہ تُولِیہ سے ماخوذ ہے وہو ذهاب العقل لاجل فقدان الولد، یعنی بچے کے مرنے کی وجہ سے اس کی ماں کا پاگل ہو جانا۔ والحدیث أخرجه النسائی قاله المنذرى۔

۲۸۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ، يَقُولُ: كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا وَلَدَ لِأَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاةً وَلَطَخَ رَأْسَهُ بِدَمِهَا، فَلَمَّا جَاءَ اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ كُنَّا «نَذْبَحُ شَاةً وَنَحْلِقُ رَأْسَهُ وَنَلَطُخُهُ بِرَغْفَرَانٍ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ دورِ جاہلیت میں جب ہم لوگوں میں سے کسی کے یہاں لڑکے کی ولادت ہوتی تو وہ شخص ایک بکری ذبح کرتا تھا اور اس بکری کا خون بچہ کے سر پر لگاتا۔ جب اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کیا کرتے اور بچہ کے سر کے بال مونڈھ کر اس پر زعفران لگاتے تھے۔

شرح الحدیث: بریدہ ترکیب میں بدل واقع ہو رہا ہے اپنی سے یعنی عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بریدہ سے سنا اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں ابتداء میں گزر چکا۔

آخر کتاب الضحایا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کِتَابُ الصَّيْدِ

شکار کے متعلق ذخیرہ احادیث

کذا فی بعض النسخ، اور ہمارے پاس جو نسخہ ہندیہ ہے اس میں ہے۔ آخر الاضاحی، اول الصيد۔

۱۔ بَابُ فِي اخْتِذَا الْكَلْبِ لِلصَّيْدِ وَغَيْرِهِ

باب جو شکار کھیت کی حفاظت، گھر کی نگہبانی وغیرہ کے لئے کتابا لے کا حکم

۲۸۴۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي هِلْمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ اخْتَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَا شَبَّهَ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَمَعَ انْتَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلِّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ».

حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مویشیوں کی حفاظت یا شکار یا کھیتی کی حفاظت کے علاوہ کتابا لے گا تو اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا جائے گا۔

صحیح البخاری - المزاعمہ (۲۱۹۷) صحیح البخاری - بدء الخلق (۳۱۴۶) صحیح مسلم - المساقاة (۱۵۷۵) سنن النسائي - الصيد والذبائح (۴۲۸۹) سنن النسائي - الصيد والذبائح (۴۲۹۰) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۴۴) سنن ابن ماجه - الصيد (۳۲۰۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۲۵/۲)

شرح الحديث حدیث سے معلوم ہوا کہ شکار کیلئے کتابا لے اور پھر اس کے ذریعہ شکار کرنا جائز ہے، ترجمۃ الباب سے مصنف کی غرض بھی یہی ہے، مسئلہ اجماعی ہے خود قرآن کریم میں موجود ہے: يَسْتَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ الْأَيَّةِ^۱، اس حدیث میں یہ ہے کہ جو شخص امور ثلاثہ مذکورہ فی الحدیث کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے کتے کو پالے تو ہر روز اس کے ثواب میں سے ایک قیراط گھٹا دیا جاتا ہے۔

قیراط اور قیراطان کے اختلاف کی توجیہ: اس روایت میں قیراط بصیغہ مفرد ہے اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں یعنی من طریق الزہری علی سعید بن المسیب جو مسلم کی روایت میں ہے اس میں بجائے قیراط کے

۱ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو کھاتے ہو اس میں (سورۃ المائدہ ۴)

قیراطان ہے، ① اسکے بارے میں بذل میں اس طرح ہے: «واختلفوا فی اختلاف الروایتین فی القید الطین والقید اط، فقیل: الحکم الزائد لکونه حفظ مالہ یحفظ الآخر یعنی زیادتی والی روایت رائج ہے، ② یا یہ کہا جائے کہ شروع میں آپ ﷺ نے ایک قیراط کے بارے میں فرمایا وعید کو ذرا ہلکا کرتے ہوئے پھر اسکے بعد تاکید تنفیہ کیلئے دو قیراط فرمایا لیکن ایک راوی نے صرف ایک قیراط والی روایت کو سنا اور دوسرے راوی نے قراطین کا لفظ سنا، فکل روی ہما سمع ③، ④ کلاب مختلف ہوتے ہیں قلیل الضرر اور کثیر الضرر، اول میں ایک قیراط کا نقصان اور ثانی میں دو قیراط کا، ⑤ قیراطان والی روایت مدینہ منورہ پر محمول ہے اور قیراط والی غیر مدینہ پر وغیرہ ذلک من التوجیہات۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی قالہ المنذری۔

- ۲۸۴۵ -

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدٌ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَمِ لَكُمَزْتُ بِقَتْلِهَا، فَأَقْتُلُوا مِنْهَا الْأَسْوَدَ الْبَيْهِيمَ».

شرح

عبد اللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کتا مخلوقات میں سے ایک نوع کی مخلوق نہ ہوتا تو میں ان کے قتل کا حکم دے دیتا تاہم تم ان میں سے انتہائی کالے رنگ کے کتوں کو مار ڈالو۔

جامع الترمذی - الأحکام والفوائد (۱۴۸۶) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۸۰) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۴۵) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۵) مسند أحمد - أول مستند المدینین رضی اللہ عنہم أجمعین (۸۵/۴) مسند أحمد - أول مستند البصریین (۵۴/۵) مسند أحمد - أول مستند البصریین (۵۶/۵) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۰۸)

شرح الحديث شروع میں آپ ﷺ نے کلاب کے بارے میں شدت اختیار فرمائی اور سب کے قتل کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حتیٰ کہ دیہات سے آنے والی عورت کے ساتھ بھی اگر کتا ہوتا تھا تو ہم اس کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے، پھر بعد میں آپ ﷺ کی رائے میں تبدیلی آئی اور حکم سابق سے روک دیا، اور یہ فرمایا کہ کلاب بھی مخلوقات کی ایک نوع ہے تو اول تو مخلوق کی ایک پوزی نوع کو قتل کرنا انسان کے بس میں نہیں، اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نوع مخلوق کی تخلیق میں یقیناً مصلحت ہوتی ہے اس لیے بھی سب کو قتل کرنا مناسب نہیں، تاہم ان میں جو زیادہ شریر اور خبیث ہوتا ہے یعنی کلب اسود اس کو تو قتل کر ہی دیا کرو، امام نوویؒ فرماتے ہیں: کلب عقور کے قتل پر تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ جو کلب بے ضرر ہو اس کے قتل میں اختلاف ہے امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ شریعت کا استقرار نسخ قتل پر ہی ہو چکا اب کسی کلب کا قتل جائز نہیں حتیٰ کہ اسود بہیم کا قتل بھی جائز نہیں ⑥، لیکن اس رائے پر ملا علی قاریؒ کو انشراح نہیں وہ فرماتے ہیں: یہ

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۹۱

② لیکن یہ جواب اس وقت صحیح ہوتا جب حدیث الگ الگ ہوتا لیکن جب صحابی ایک ہی ہے پھر یہ جواب صحیح نہ ہو گا اور یہ بھی ہے کہ کتے کے سلسلہ میں پہلے پہل تو تشدید زیادہ کی گئی تھی بعد میں سہل کی گئی تھی۔

③ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۰ ص ۲۳۵

محتاج دلیل ہے (بذل^۱)، والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المندھری۔

۲۸۴۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «أَمَرَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ». حَتَّى إِنْ كَانَتْ الْمَرْأَةُ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ يَعْني بِالْكَلْبِ فَنَقُضُهُ، ثُمَّ نَهَانَا عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ: «عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ».

حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا یہاں تک کہ اگر کوئی عورت دیہات سے اپنے ساتھ کتا لیکر آتی تو ہم اسکو بھی قتل کر دیتے پھر آپ ﷺ نے ہمیں ان کے قتل سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم پر سیاہ کتوں کو مارنا لازم ہے۔

صحیح مسلم - المساقاة (۱۵۷۲) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۴۶) مسند احمد - باقی مستند المکثرین (۳۳۳/۳)

۲ - بَابُ فِي الصَّيْدِ

شکار کرنے کا حکم کے بیان میں

صيد کبھی مصید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی معنی مصدری میں یہاں یہی مراد ہے یعنی کلب معلم اور تیر کمان وغیرہ کے ذریعہ شکار کرنے کے بیان میں۔

ذکاة کی دو قسمیں اختیاری اور اضطراری: جاننا چاہئے کہ ذکاة شرعی کی دو قسمیں ہیں: ① اختیاری ② اضطراری، اضطراری حیوان مقبوض و مانوس میں ہوتی ہے، اور اضطراری غیر مقبوض اور غیر مانوس جانور میں جیسے شکار، اور جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا کہ ذکاة اختیاری تو خاص ہے لبہ اور حلق کے ساتھ، اور ذکاة اضطراری نام ہے مطلق جرح کا، فی آتی موضع کان من البدن اور جرح سے مراد امراض الدم ہے۔

اس تمہید کے بعد اب آپ سمجھئے کہ ذکاة اضطراری جن آلات سے ہوتی ہے وہ تین ہیں: ① الحيوان الجارح، ② المحدد یعنی ہر دھاردار چیز جیسے سہم، ③ المثل كاللحم والحشيش، ان میں جو پہلی دو چیزیں ہیں ان سے شکار کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور تیسری چیز۔ یعنی مثل، اسکے ذریعہ شکار کرنا ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں، البتہ بعض علماء شام مثل مکحول واوزاعی ان کے نزدیک جائز ہے اسی لیے انکے نزدیک صید معراض اور ایسے ہی صید بندقہ جائز ہے (سبل السلام^۲) پھر اسکے بعد جاننا چاہئے کہ اگر ذکاة اضطراری حیوان جارح کے ذریعہ سے ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ وہ جارح معلم ہو، اور یہ امر متفق علیہ ہے قال تعالیٰ: وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ اور علامت تعلیم کلب میں دو چیزوں کا پایا جانا ہے: ① اول امساك علی صاحبه یعنی

① مرقاة المفاتیح شرح مشکاة الصابیح - ج ۸ ص ۳۳، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۹۳

② سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ۷ ص ۳۷۷

عدم الاكل۔ کہ وہ کتا شکار میں سے کچھ کھائے نہیں (۲) اور دوسری چیز یہ ہے کہ جب شکار کی طرف اس کو چھوڑا جائے تو فوراً اس کی طرف جائے، اور جب بلایا جائے اور روکا جائے تو رک جائے یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک تعلیم کلب کیلئے امساک علی صاحبہ ضروری نہیں، صرف امر ثانی کا پایا جانا کافی ہے اور علامت تعلیم طیر جیسے بازی وغیرہ میں یہ ہے کہ جب اس کو پکارا جائے تو فوراً آئے، اور یہاں امساک بالاتفاق ضروری نہیں ہے۔ (بذل ۱)۔

ذکاۃ اضطراری کے شرائط بالتفصیل، بذل المجہود میں مذکور ہیں وہاں دیکھا جائے۔

تسمیہ عند الذبح وعند الإرسال میں اختلاف ائمہ: نیز جاننا چاہئے کہ یہ ارسال کلب شکار کے وقت ایسے ہی تیر کا چلانا بمنزلہ چھری چلانے کے ہے عند الذبح اسلئے اس ارسال اور تہی سہم کے وقت تسمیہ ضروری ہے، جیسا کہ احادیث الباب میں مصرح ہے، وفي الهداية: وإذا أرسل كلبه المعلم أو بآزیه وذکر اسم الله تعالى عند إرساله فأخذ الصيد وجرحه فمات حل أكله لما روينا من حديث عدي رضي الله عنه، ولأن الكلب أو البازي آلة، والذبح لا يحصل بمجرد الآلة إلا بالاستعمال وذلك فيهما بالإرسال فنزل (الإرسال) منزلة الرمي وإمراة السكين فلا بد من التسمية عنده ولو تركه ناسيا حل أيضا اه ۱، ویسے دوسرے ائمہ کا اس میں اختلاف بھی ہے اور وہ یہ ہے کما فی هامش البذل واختلف ثقل المذاهب فيه، والصحيح من مذاہبهم أن ترك التسمية عمدا لا يجوز عندنا وعند مالك، ويجوز إن كان الترك سهواً فالتسمية شرط عند الذکر وعند الشافعي يجوز مطلقاً في السهو والعمد فهي سنة عندنا وأما أحمد فإنه فرق بين الصيد والذبيحة ففي الذبيحة هو معناه وفي الصيد لا يجوز مطلقاً (من الاجز) ۲۔

۲۸۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنُصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ: إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ، فَتُمْسِكُ عَلَيَّ، أَفَأَكُلُ؟ قَالَ: «إِذَا أُرْسِلَتْ الْكِلَابُ الْمُعَلَّمَةُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ، فَكُلْ مِمَّا أُمْسَكَ عَلَيْكَ». قُلْتُ: وَإِنْ قَتَلَن؟ قَالَ: «وَإِنْ قَتَلَن مَالَهُ يَشْرُكُهَا كَلْبٌ لَيْسَ مِنْهَا».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میں سکھائے ہوئے کتے کو چھوڑتا ہوں اور وہ شکار کو میرے خاطر پکڑ لاتا ہے تو کیا میں اس شکار کو کھا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے سکھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑ دیا اور تم نے اللہ کا نام (اس پر) لے لیا تو وہ تمہارے خاطر جو شکار لائے اسے کھا لو۔ میں نے عرض کیا: اور اگر وہ (کتے) شکار کو قتل کر ڈالیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگرچہ وہ کتے (شکار کو) قتل

۱ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۹۴-۹۵

۲ الهداية شرح بداية المبتدى - ج ۷ ص ۳۱۳

۳ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱۰ ص ۶-۷، بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۰۴

بھی کر دیں جب تک کہ کوئی دوسرا غیر سدھایا ہوا کتا اس میں شریک نہ ہو (اس شکار کا کھانا حلال ہے) میں نے عرض کیا: اگر میں دھاری دار عصا سے شکار کروں تو کیا اس کو کھالوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے دھاری دار عصا سے شکار کیا اور اللہ کا نام بھی لیا پھر اس شکار کو وہ عصا لگ گیا جس نے شکار کو چیر ڈالا تو اس کو کھالو اور اگر وہ (آلہ شکار) چوڑائی کی طرف سے لگا تو اس کو نہ کھانا۔

تصحیح صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۳) صحیح البخاری - البیوع (۱۹۴۹) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۵۸) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۲) صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۵) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۳) سنن أبی داود - الصيد (۲۸۴۷) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۸) مسند احمد - أول مستند الکوفیین (۲۵۶/۴) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۰۲)

شرح الحدیث **تعلیم کتب کے بارے میں جمہور اور امام مالک کی دلیل:** فَكُلْ مِمَّا أُمْسَكْنَ عَلَيْكَ:

یہ حدیث ائمہ ثلاث کی دلیل ہے کہ کلب معلم کے ذریعہ شکار میں عدم اکل ضروری ہے، اور یہ روایت مالکیہ کے خلاف ہے، امام مالک کا استدلال آئندہ آنے والی أَبُو ثَعْلَبَةَ الْحَشَنِيِّ کی حدیث (رقم ۲۸۵۲) ہے جس میں اس طرح ہے: إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فُكِّلَ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ جمہور علماء نے عدی بن حاتم کی حدیث کو مقدم رکھا ہے ابو ثعلبہ کی حدیث پر کیونکہ حدیث عدی اس سے اصح ہے (متفق علیہ ہے) اور بعض علماء نے حدیث ابو ثعلبہ کی یہ تاویل کی ہے کہ یہاں کھانے سے عین شکار کے وقت اس کتے کا کھانا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ابتداء میں وہ کتا اس شکار کو مار کر فارغ ہو کر چلا گیا اور پھر بعد میں جب اس شکار کو وہاں پڑا دیکھا اس وقت اس میں سے کھانے لگا پس اس کا یہ کھانا مضر نہیں ہے ❶۔ قلت اربی بالمعروض فاصيب أنا كل الخ: معروض کی تفسیر میں اختلاف سا ہے، ابن التین فرماتے ہیں یعنی وہ عصا جس کے سرے میں دھار دار چیز لگی ہوئی ہو لوہا وغیرہ، اور امام نووی فرماتے ہیں وہ ایک بھاری سی لکڑی ہوتی ہے، یا عصا جس کے سرے پر دھار دار چیز لگی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی سادہ ہوتا ہے بغیر دھار دار چیز کے میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال بلم سے بھی دی جاسکتی ہے وہ بھی ایک عصا ہوتا ہے جس کے سرے پر دھار دار لوہا لگا ہوتا ہے، بہر حال حدیث میں یہ ہے کہ اگر معروض سے شکار کیا جائے تو اگر شکار کے اس کا دھار دار حصہ لگ کر اس کو زخمی کر دیتا اور اس کے اندر نفوذ کر جاتا ہے تب تو وہ شکار حلال ہے اس کو کھا سکتے ہیں اور اگر وہ معروض اپنی چوڑائی میں سے شکار پر جا کر لگا ہے تو وہ حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ وقید ہو گا، قال تعالیٰ: وَالْمَنْعِقَةُ وَالْمَوْقُودَةُ وَالْمَتَرْدِيَّةُ ❷، اور موقوفہ اسی شکار کو کہتے ہیں جو مشقل اور غیر دھار دار چیز سے مارا جائے۔

بندوق کا شکار اور اس میں اختلاف: جمہور نے صید بالبندقہ کی حرمت پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اور

❶ المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۳ ص ۷۵-۷۷

❷ اور جو مرگیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے مڑ کر (سورة المائدة ۳)

اس میں اوزاعی اور کحول وغیرہ کا اختلاف ہے مگر مقدم قریباً، لہذا یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔

فائدہ: یہ عدی بن حاتم راوی حدیث حاتم طائی مشہور سخی ہی کے بیٹے ہیں یہ معمرین میں سے ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک سو اسی سال کی عمر پائی یہ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب سے میں اسلام میں داخل ہوا ہوں اس وقت سے اب تک کسی نماز کی اقامت نہیں ہوئی مگر یہ کہ میں اس وقت با وضو تھا (تہذیب التہذیب^۱)۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۸۴۸ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ قُضَيْلٍ، عَنْ بَيَانَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ: إِنَّا نَصِيدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ. فَقَالَ لِي: «إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمُعْلَمَةُ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا قَتَلَ بِهَا أَمْسُكَنَّ عَلَيْكَ، وَإِنْ قَتَلَ إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَإِنْ أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ».

ترجمہ: عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم ان کتوں کے ذریعہ شکار کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نے سکھائے ہوئے کتے کو (شکار کے لئے) چھوڑا اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا تو وہ جو چیز تمہارے لئے شکار کر کے لائے تو تم اسے کھا لو اگرچہ وہ (شکار کو) مار بھی ڈالے مگر یہ کہ اگر وہ کتا اسے کھالے تو اگر کتے نے اسے کھا لیا تو مت کھاؤ اسلئے کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ شکار اس کتے نے اپنے لئے کیا ہو۔

تخریج: صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۳) صحیح البخاری - النبوع (۱۹۴۹) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۵۸) صحیح البخاری - التوحيد (۶۹۶۲) صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۵) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۳) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۴۸) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۸) مسند احمد - اول مسند الکوفيين (۲۵۶/۴) سنن الداہمی - الصيد (۲۰۰۲)

شرح الحدیث: صحیح مسلم کی حدیث کے ایک جملہ کی تشریح: عدی بن حاتم کی یہ حدیث جس کو ان سے روایت کرنے والے عامر شعبی ہیں متعدد طرق سے صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے ان روایات میں سے صحیح مسلم اور نسائی میں ایک روایت میں اس طرح ہے: حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ، وَكَانَ لَنَا جَارٌ وَدَّجِيلًا وَرَبِيطًا بِالتَّهْرَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيثَ، اس میں جار اور دخیل کے معنی تو ظاہر ہیں جار پڑوسی اور دخیل وہ شخص جو کسی سے خصوصی تعلق رکھتا ہو اور اس کے امور میں اس کا معاون اور مشیر ہو، لیکن ربط کے بارے میں امام نوویؒ نے تو یہ لکھا ہے نوالربیط هنا بمعنى المرابط وهو الملازم والرباط الملازمة قالوا والمراد هنا ربط نفسه على العبادة وعن الدنيا^۲، اور قاضی عیاضؒ نے اپنی شرح میں ربط کے صرف پہلے معنی لکھ کر اسی پر اکتفاء کیا ہے چنانچہ اس میں ہے نوالربیط هنا: المرابط الملازم

۱ تہذیب التہذیب - ج ۷ ص ۱۶۶

۲ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱۳ ص ۷۷

من الرباط اه^۱، بظاہر امام نووی نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے چنانچہ انہوں نے پہلے اس معنی کو لکھ کر دوسرے معنی جو لکھے ہیں، وہ ”قالوا“ کے ساتھ لکھے ہیں یعنی بعض شرح کی رائے یہ ہے، مرابط کہتے ہیں سرحد پر پہرہ دینے والے کو جیسا کہ کتب احادیث میں آتا ہے اور مشہور ہے، اور دوسرے معنی جو نووی نے لکھے ہیں اس کا حاصل: یعنی وہ شخص جو زاہد اور منقطع عن الدنيا ہو اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا ہو لیکن اس معنی کا دخیل کے ساتھ جوڑ نہیں بیٹھتا ”اور اس ربطاً بالنہرین“ کا تعلق واللہ اعلم بظاہر سمعت سے ہے یعنی شعبی کہہ رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عدی بن حاتم سے جو ہمارے پڑوسی اور دخیل تھے اس وقت میں سنی جب کہ وہ مقام نہرین میں مرابط تھے^۲، یعنی پہرہ دے رہے تھے اور ہو سکتا ہے مطلق ان کی صفت بیان کرنا مقصود ہو، جار اور دخیل کی طرح، اور نہرین ظاہر یہی ہے کہ یہ کسی جگہ کا نام ہے جس کی تصریح تو کہیں اب تک ملی نہیں البتہ ”معجم البلدان“ میں ”نہرین“ کا نام ملا ہے جسکے بارے میں وہ لکھتے ہیں: من قری الیمن من ناحیۃ دماراھ^۳، ہو سکتا ہے روایت میں ”نہرین“ سے یہی مراد ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۸۴۹ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَمَادٌ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ يَزِيدِ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَوَجَدْتَهُ مِنَ الْعَدَا، وَلَمْ تَجِدْهُ فِي مَاءٍ وَلَا فِيهِ أَثَرُ غَيْرِ سَهْمِكَ فُكُلٌ، وَإِذَا اخْتَلَطَ بِكَلَامِكَ كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ لَا تُدْرِي لَعَلَّهُ قَتَلَهُ الَّذِي لَيْسَ مِنْهَا».

عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے اپنے تیر سے شکار کیا اور اللہ کا نام لے لیا پھر وہ شکار تم کو دوسرے دن ملا اور نہ تو تم نے اس کو پانی میں پایا اور نہ ہی اس پر تمہارے تیر کے سوا کوئی نشان ہو تو اسے کھا لو اور جب ایسا ہو کہ تمہارے (ان سکھلائے ہوئے) کتوں کے ساتھ دوسرے غیر سدھائے ہوئے کتے نے مل کر شکار کیا تو اسے نہ کھاؤ اسلئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس شکار کو غیر سکھلائے ہوئے کتے نے مار ڈالا ہو۔

صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۳) صحیح البخاری - البیوع (۱۹۴۹) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۰۸) صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۵) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۳) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۴۹) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۸) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۲۵۶/۴) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۰۲)

شرح الحدیث: شکار تیر لگنے کے بعد اگر غائب ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی اگر کوئی شخص

شکار پر تیر چلائے اور وہ اس کو لگ بھی جائے، لیکن اس وقت وہ شکار نظروں سے غائب ہو جائے، پھر اگلے روز وہ کسی جگہ پڑا ہوا ملے

① إكمال العلم شرح صحيح مسلم - ج ۶ ص ۳۶۴

② جیسا کہ ابو داؤد کی اس روایت میں ہے: عَنْ أَبِي سَالَمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، بِذِكْرِ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُزَابِطٌ بِحُصْنِ بَابِ الْيُونِ - یہاں پر بھی یہی ہے کہ ابوسالم جیشانی نے یہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اس وقت سنی جب کہ وہ ان کے ساتھ حصن باب الیون میں پہرہ دے رہے تھے۔ (سنن ابی داؤد - کتاب الطہارۃ - باب ما یبھی عنہ ان یستنجی بہ ۳۷)

③ معجم البلدان - ج ۵ ص ۳۱۵

بشرط یہ کہ پانی میں نہ ہو، اور دوسری شرط یہ کہ اس میں تیرے تیر کے علاوہ کسی دوسرے کے تیر کا اثر نہ ہو تو اس کو کھا سکتا ہے۔ اس حدیث میں دو شرطیں مذکور ہیں: ① ایک یہ کہ وہ شکار پانی میں نہ گرے، یہ وقوع فی الماء کب مضرب ہے؟ اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک بہر صورت مضرب خواہ جراحت جو شکار کو پہنچی ہے موجب ہلاکت ہو یا نہ ہو بشرط یہ کہ وہ پانی اتنی مقدار میں ہو جو شکار کیلئے قاتل ہو، امام احمد کی مشہور روایت یہی ہے، اور دوسری روایت امام احمد سے یہ ہے کہ اگر جراحت موجب ہلاکت ہو تو پھر وقوع فی الماء مضرب نہیں یہی قول ہے امام شافعی اور امام مالک کا (اوجز ①) اور ② دوسری شرط جو اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس میں تمہارے تیر کے علاوہ دوسرے کے تیر کا اثر نہ ہو، یہ شرط متفق علیہ بین الأئمة الأربعة ہے کما یظهر من کلام الشراح و کتب الفروع، شکار کی غیبت والے مسئلہ میں ایک یہ بھی اختلاف ہو رہا ہے کہ کتنی غیبت مغتفر ہے چنانچہ امام بخاری نے باب باندھا ہے: بَابُ الصَّيْدِ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ أَوْ ثَلَاثَةً، اس میں امام مالک کا مسلک جیسا کہ موطا اور مدونہ میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب شکاری سے اس کا شکار غائب ہو جائے مجروح ہونے کے بعد، اسکے بعد پھر وہ ملے اور اس میں اس شکاری کے کتے یا تیر کا اثر موجود ہو تو اسکو کھا سکتا ہے مآلہ یثبت یعنی جب تک رات نہ گزرے اور اگر رات گزر گئی تو اب اسکو کھانا جائز نہیں۔ اور دوسری روایت ان سے یہ ہے کہ اگر وہ شکار تیر کا ہے تو کھایا جاسکتا ہے اور اگر کلب کا کیا ہوا شکار ہے تو کھانا جائز نہیں اھ۔ اور امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ جب شکار زخمی ہونے کے بعد غائب ہو جائے پھر اس کے بعد وہ ملے مر اھو بشرط یہ کہ اس میں اس کے تیر کے علاوہ کوئی اور اثر نہ ہو تو وہ حلال ہے امام شافعی کے ایک قول میں، اور امام مالک کے نزدیک بھی، اور امام شافعی کا قول ثانی یہ ہے کہ حرام ہے وهو الأصح عند اصحابنا، اور تیسرا قول یہ ہے کہ کلب کے شکار میں ناجائز ہے اور تیر کے شکار میں جائز ہے پھر وہ فرماتے ہیں کہ پہلا قول یعنی مطلقاً حِلُّ اقویٰ اور اقرب الی الاحادیث الصحیحہ ہے، اور امام احمد کا قول مشہور شکار کے غائب ہونے کی صورت میں حلت ہی ہے اور دوسری روایت ان سے یہ ہے: ان غاب غاب غاراً فلا یأس به وان غاب لیلاً لم یأكله، اور تیسری روایت ان سے یہ ہے: ان غاب مدة طويلة لم یبیح وان كانت يسيرة ابیح، قیل له ان غاب یوماً؟ قال یوم کثیر، نیز موفق کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ غیبت صید کے مسئلہ میں امام احمد کے یہاں اقتفاء اور طلب شرط نہیں، اور مالکیہ کے یہاں اس میں دونوں روایتیں معلوم ہوتی ہیں، ففی الأوجز نقلًا عن الباجی: قال القاضي أبو الحسن: إذا كان مجدأ في الطلب حتى وجده على هذه الحالة، فإنه يجوز أكله، وإن تشاغل عنه ثم وجده ميتاً فإنه لا يجوز أكله، وفيه بعد اسطر: وحكى القاضي أبو محمد عن مالك في الصيد بالكلب أنه يؤكل وإن بات عنه سواء كان صاحبه يطلبه أو لا يطلبه اھ (اوجز ②) و تراجم البخاری) اور حنفیہ و شافعیہ کے یہاں بھی اقتفاء شرط ہے کما قال الحافظ فی

① اوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٦٦-٦٧

② اوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١٠ ص ٧٠

الفتح وکذا فی فروع الحنفیۃ، یہ اعتفاء اور طلب گویا تیسری شرط ہوئی جس کا ذکر آئندہ حدیث (برقم ۲۸۵۳) میں آ رہا ہے:
أَحَدُنَا يَرْمِي الصَّيْدَ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالْقَلَاةِ الْيَعْنِي شَكَارَ كَيْ غَابَ هُوْنَهُ كَيْ بَعْدَ اسْكَ حَلَالِ هُوْنَهُ كَيْلَيْهِ اسْكَ اَعْتَفَاءِ
بھی ضروری ہے، یعنی شکاری اس شکار کی تلاش اور طلب میں لگا رہے اس سے فارغ ہو کر نہ بیٹھے، اور یہ اعتفاء اور طلب کی شرط
حنفیہ وشافعیہ دونوں کے نزدیک ہے حنابلہ کے نزدیک نہیں۔ وعن المالکیۃ رواہ ابن کما تقدّم قریباً۔

۲۸۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِي عَاصِمُ الْأَحْوَلُ،
عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ يَزِيدِ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا وَقَعْتَ بِرَمِيَّتِكَ فِي مَاءٍ فَغَرِقَ فَمَاتَ فَلَا تَأْكُلْ».
سرخسہ عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا تیر زدہ شکار پانی میں
ڈوب کر مر جائے تو اسے نہ کھاؤ۔

تخریج صحیح مسلم - الصيد والذی بالبحر وما یؤکل من الحیوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۶۶۹) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۵۰)
۲۸۵۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ يَزِيدِ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا عَلَّمْتُ مِنْ كَلْبٍ أَوْ بَازٍ، ثُمَّ أُرْسِلَتْهُ وَذَكَرْتُ اسْمَهُ اللَّهُ فُكِّلَ بِمَا أُمْسِكَ عَلَيْكَ». قُلْتُ:
وَإِنْ قَتَلَ؟ قَالَ: «إِذَا قَتَلَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ شَيْئًا فَلَا تَأْكُلْهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «الْبَازُ إِذَا أَكَلَ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَالْكَلْبُ إِذَا
أَكَلَ كُرَّةً، وَإِنْ شَرِبَ الدَّمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ».

سرخسہ عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جس کتے یا باز کو شکار سکھایا
پھر اس کو چھوڑا اور اللہ کا نام لیا تو جو وہ تمہارے لئے شکار کر لے اسے کھاؤ۔ میں نے عرض کیا: اگر وہ اسے مار ڈالے تو؟ آپ
ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اس نے شکار کو مار ڈالا اور اس میں سے کھایا کچھ نہ ہو تو اس نے وہ تمہارے لئے ہی شکار کیا ہے۔

تخریج صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۳) صحیح البخاری - الذبائح والصيد صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۲) صحیح مسلم - الصيد والذبائح
وما یؤکل من الحیوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۶۶۵) جامع الترمذی - الصيد (۱۶۷۰) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۳) سنن ابی
داؤد - الصيد (۲۸۵۱) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۸) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۵۶/۴) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۰۲)

۲۸۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ يُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ
الْحَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحَشَنِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَيْدِ الْكَلْبِ: «إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَذَكَرْتُ اسْمَهُ
اللَّهُ فُكِّلَ وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ، وَكُلُّ مَا رَدَّتْ عَلَيْكَ يَدُ الْكَلْبِ».

سرخسہ ابو ثعلبہ الحشنی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کے شکار کے متعلق فرمایا کہ
جب تم نے اپنے کتے کو چھوڑا اور اللہ کا نام بھی لے لیا تو اسے کھاؤ اگرچہ وہ اس میں سے کچھ کھالے اسی طرح اس جانور کو
بھی کھاؤ جو تم نے اپنے ہاتھ سے شکار کیا ہو۔

صحیح البخاری - الذہائح والصيد (۵۱۶۱) صحیح البخاری - الذہائح والصيد (۵۱۷۰) صحیح البخاری - الذہائح والصيد (۵۱۷۷)
 صحیح مسلم - الصيد والذہائح وما یؤکل من الحيوان (۱۹۳۰) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۴) جامع الترمذی - الأطنمة (۱۷۹۷) سنن النسائي -
 الصيد والذہائح (۴۲۶۶) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۵۲) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۷)

اب تک سلسلہ عدی بن حاتم کی روایات کا چل رہا تھا اور یہ روایت ابو ثعلبة الخشني کی ہے جو مالک کی دلیل
 ہے تعلیم کلب کے مسئلہ میں، کما تقدہ فی أول الكتاب، اور جمہور کا استدلال عدی بن حاتم کی حدیث سے ہے جو اس سے زیادہ
 صحیح ہے لانہ فی الصحیحین۔

وَكُلُّ مَا رَزَقْتَ عَلَيْكَ يَدَاكَ: اور کھالے تو جو لوٹائے تجھ پر تیرا ہاتھ، اس سے مراد تیرا شکار ہے جس کو آدمی اپنے ہاتھ سے
 چلاتا ہے۔

۲۸۵۳ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ حُلَيْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّهُ قَالَ:
 يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخَذْنَا فِي الصَّيْدِ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ، ثُمَّ يَجِدُ مَيْتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ أَتَا كُلُّ؟ قَالَ: «نَعَمْ إِنْ شَاءَ» أَوْ
 قَالَ: «يَأْكُلُ إِنْ شَاءَ».

عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی تیر سے شکار کو
 مارتا ہے پھر اس کو دو دو تین تین دن تلاش کرتا رہتا ہے اسکے بعد اسے مردہ پالیتا ہے اس حال میں کہ اس پر اس کے تیر کا
 نشان ہوتا ہے تو کیا وہ اس کو کھا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اگر وہ چاہے یا فرمایا کہ اگر چاہے تو کھالے۔

صحیح البخاری - الذہائح والصيد (۵۱۶۷) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۹) سنن ابی داؤد - الصيد
 (۲۸۵۲) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۱۳) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۷۷/۴)

شرح الحديث: أَخَذْنَا فِي الصَّيْدِ فَيَقْتَفِي أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ: اقتفاء کے مسئلہ میں اختلاف اوپر گزر چکا، والحديث
 أخرجه البخاری معلقاً۔

۲۸۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: قَالَ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: سَأَلْتُ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ؟ فَقَالَ: «إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّهُ وَقِيدٌ».
 ثَلَاثُ: أُرْسِلَ كَلْبِي؟ قَالَ: «إِذَا سَمَّيْتَ فَكُلْ إِلَّا فَلَا تَأْكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ مِنْهُ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ لِنَفْسِهِ». فَقَالَ: أُرْسِلْ كَلْبِي
 فَأَجِدَ عَلَيْهِ كَلْبًا آخَرَ؟ فَقَالَ: «لَا تَأْكُلْ لِأَنَّكَ إِذَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ».

عدی بن حاتم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دھاری دار عصا کے متعلق دریافت
 کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب وہ اپنی دھار سے شکار کو لگے تو کھالو اور جب اپنی چوڑائی سے لگے تو نہ کھاؤ اسلئے کہ
 وہ چوٹ زدہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں شکار کرنے کیلئے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ جب تم نے بسم اللہ پڑھی ہو تو اسے کھالو اور اگر نہ پڑھی ہو تو نہ کھانا اور اگر اس نے شکار میں سے کھایا ہو تو بھی مت کھانا اسلئے کہ اس نے تو اپنے ہی لئے شکار کیا ہے۔ پھر عدی بن حاتم نے عرض کیا کہ میں کبھی اپنے کتے کو چھوڑتا ہوں پھر اس شکار پر دوسرے کتے کو بھی حملہ کرتے دیکھتا ہوں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسکو نہ کھاؤ اسلئے کہ تم نے تو اپنے ہی کتے پر بسم اللہ پڑھی تھی۔

تخریج صحیح البخاری - الوضوء (۱۷۳) صحیح البخاری - البیوع (۱۹۴۹) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۵۸) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۶۲) صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۲۹) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۵) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۳) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۵۴) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۸) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۲۵۶/۴) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۰۴)

۲۸۵۵ - حَدَّثَنَا هَذَا بَنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيَوَةَ بِنِ شَرِيحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَدِيعَةَ بِنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْحَوْلَانِيُّ عَائِدُ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخَشَنِيَّ يَقُولُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَصِيدُ بِكَلْبِي الْمُعْلَمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعْلَمٍ؟ قَالَ: «مَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعْلَمِ فَأَذْكُرَ اسْمَهُ اللَّهُ وَكُلْ، وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعْلَمٍ فَأَذْكُرْ كَتَّ ذَكَاتُهُ فُكُلْ».

ترجمہ ابو ثعلبہ الخشنی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں اور بغیر سکھلائے ہوئے کتے سے بھی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم نے سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کیا پھر اس پر اللہ کا نام بھی لیا تو اسے کھالو اور جو تم نے غیر سکھلائے ہوئے کتے سے شکار کیا تو پھر اس شکار کو تم نے زندہ پالیا تو (اسے ذبح کر کے) کھاؤ۔

تخریج صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۶۱) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۷۰) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۷۷) صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما یؤکل من الحیوان (۱۹۳۰) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۴) جامع الترمذی - الأطعمة (۱۷۹۷) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۲۶۶) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۵۵) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۷)

شرح الحدیث وَمَا أَصَدْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمُعْلَمٍ فَأَذْكُرْ كَتَّ ذَكَاتُهُ فُكُلْ: یعنی کلب معلّم کا شکار تو جائز ہے اور جو شکار کلب غیر معلّم کے ذریعہ کیا جائے تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر اس کو اس کتے نے مار ڈالا تب تو وہ حرام ہے اور اگر مارا نہیں حتیٰ کہ شکاری نے اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا ہو تب وہ جائز ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی قاله المنذرى، وقال الشيخ محمد عوامه: عزاه المزی إلى الجماعة، وهو عند ابن ماجه بزيادة، وأما الترمذی فرواه بمثل اسناد المصنف اهـ.

اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: فُكُلْ ذِكْيًا وَغَيْرَ ذِكْيٍ، یعنی مذبوح اور غیر مذبوح، دونوں صورتوں میں جائز ہے جو شکار تیر یا کلب معلّم کے ذریعہ سے مر جائے اور اس کو ذبح کی نوبت نہ آئے وہ تو ہوا غیر ذکی، اور جو تیر وغیرہ کے ذریعہ سے مرانہ ہو بلکہ وہ

زندہ ہی ہے یہاں تک کہ شکاری اس کے پاس پہنچ گیا تو پھر اس کو ذبح کرنا ضروری ہے یہی مراد ہے ذکی سے۔

۲۸۵۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ سَيْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسَ الْحَوْلَانِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْحَشَنِيُّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ كُلْ مَا رَزَقْتُ عَلَيْكَ قَوْمُكَ وَكَلْبُكَ» زَادَ عَنِ ابْنِ حَزْبٍ: «الْمَعْلَمُ وَهَذَا فَكُلْ ذِكْيًا وَغَيْرَ ذِكْيٍ».

ابو ثعلبہ الحشنی فرماتے ہیں کہ مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ثعلبہ! جو تم کو اپنے تیر کے شکار سے یا اپنے کتے کے شکار سے ملے تو اسے کھالو۔ ابن حزم نے سکھائے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے شکار کئے ہوئے کا اضافہ کیا کہ پھر اسکو تم ذبح کر سکو یا نہ کر سکو (بلکہ ذبح سے پہلے مر جائے) تو بھی اسے کھالو۔

صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۶۱) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۷۰) صحیح البخاری - الذبائح والصيد (۵۱۷۷) جامع الترمذی - الصيد (۱۴۶۴) جامع الترمذی - الأطعمة (۱۷۹۷) سنن النسائي - الصيد والذبائح (۴۲۶۶) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۵۶) سنن ابن ماجہ - الصيد (۳۲۰۷)

۲۸۵۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْهَالِ الصَّمِرِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ رُحَيْعٍ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ الْمَعْلَمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا يُقَالُ لَهُ أَبُو ثَعْلَبَةَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي كَلْبًا مُكَلَّبَةً فَأَفْتِنِي فِي صَيْدِهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ كَانَ لَكَ كَلْبٌ مُكَلَّبَةٌ فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكَ عَلَيْكَ». قَالَ: ذِكْيًا أَوْ غَيْرَ ذِكْيٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَإِنْ أَكَلَتْ مِنْهُ؟ قَالَ: «وَلَوْ أَكَلَتْ مِنْهُ». فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفْتِنِي فِي قَوْمِي؟ قَالَ: «كُلْ مَا رَزَقْتُ عَلَيْكَ قَوْمُكَ». قَالَ: ذِكْيًا أَوْ غَيْرَ ذِكْيٍ؟ قَالَ: «وَلَوْ تَغَيَّبَ عَنِّي؟ قَالَ: «وَلَوْ تَغَيَّبَ عَنْكَ عَالَمٌ يَهْلُ أَوْ يُجِدُ فِيهِ أَثَرٌ غَيْرَ سَهْمِكَ». قَالَ: أَفْتِنِي فِي آيَةِ الْمَجُوسِ إِنْ اضْطَرَّ رَمْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: «اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا».

عمر بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی جن کو ابو ثعلبہ کہا جاتا تھا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میرے پاس شکاری کتے ہیں تو آپ مجھے ان کے شکار کے بارے میں حکم بیان فرمادیجئے۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے پاس شکاری (یعنی سدھائے ہوئے) کتے ہوں تو جو وہ تمہارے لئے شکار کر کے لائیں وہ کھالو۔ انہوں نے عرض کیا: ذبح کر سکوں یا نہ کر سکوں (دونوں صورتوں میں کھالوں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ذبح کر سکو یا نہ کر سکو۔ انہوں نے عرض کیا: پھر اگر وہ اسمیں سے کھالے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ وہ اس میں سے کھالے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے کمان (سے شکار) کے بارے میں حکم بیان فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو تمہارے تیر کمان سے شکار حاصل ہو وہ بھی کھالو خواہ ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ انہوں نے پوچھا خواہ وہ تیر لگنے کے بعد وہ شکار نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگرچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو جو وقت تک نہ تو وہ سزا ہو یا اس پر کوئی نشان تمہارے تیر کے سوانہ ہو۔ عرض کیا: مجھے مجوسیوں کے برتنوں کے متعلق حکم

بیان فرمادیجئے جب کہ ہم ان کو استعمال کرنے پر مجبور ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو دھو کر اس میں کھالو۔

صحیح جامع الترمذی - الصيد (۱۰۴۶۴) سنن أبي داود - الصيد (۲۸۵۷) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۸۴/۲)

شرح الحدیث اور جہ منتہی کا حکم: وَإِنْ تَغَيَّبَ عَنْكَ مَالُكَ يَضِلُّ أَوْ تَجِدُ فِيهِ أَثْرًا غَيْرَ سَهْمِكَ: یعنی شکار کے غائب ہو

جانے کی صورت میں اس کو اس وقت کھانا جائز ہے جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں: ① ایک یہ کہ وہ جانور سڑا نہ ہو ② اور دوسرے یہ کہ اس میں تیرے تیرے علاوہ دوسرے تیر کا اثر نہ ہو۔

مَالُكَ يَضِلُّ: فتح یاء اور کسر صاد کے ساتھ اور تشدید لام کہا جاتا ہے صَلَّ اللّٰهُمَّ صَلِّ لَاحِذًا اذ انتن، یعنی جب اس گوشت میں سے بدبو آنے لگے، اور مسلم کی حدیث میں مَالُكَ يَضِلُّ ① ہے، حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک یہ قید برائے استحباب ہے، ان کے نزدیک لحم منتن کا کھانا مکروہ تہذیبی ہے اور مالکیہ کے نزدیک حرام ہے، شافعیہ کا استدلال حدیث العنبر سے ہے جس کو صحابہ کرام نے نصف ماہ سے زائد تک کھایا تھا، اور اتنی مدت تک گوشت میں رائحہ کریمہ پیدا نہ ہو یہ بہت مشکل ہے، لیکن حافظ فرماتے ہیں: یحتمل أنهم ملّحوه وقد دوه، کہ ممکن ہے صحابہ نے اس کے ٹکڑے کر کے ان کو نمک مل دیا ہو (ہامش البذل ②) موفی الشمال للترمذی فی باب تواضع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حديث أنس بن مالك رضي الله تعالى عنهما كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يُدْعَى إِلَى حُبْزِ الشَّعِيرِ وَالْإِهَالَةِ الشَّيْخَةِ ③، وكذا أخرجه البخاري في البيوع والرهن، ولفظه في البيوع في باب شراء النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم بالنسيئة عن أنس رضي الله تعالى عنه أنه مشى إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم يحبز شعير وإهالة شبيخة ④، اس حدیث میں حضور ﷺ کے پرانی بودار چکنائی کھانے کا ذکر ہے، حدیث الباب ابو ثعلبہ کی یہ حدیث آئندہ بھی آ رہی ہے وہاں بذل میں لکھا ہے: قال القاري: قال علماءنا: وهذا على طريق الاستحباب وإلا فالنتن لا أثر له في الحرمة. قال ابن الملك: وقد روي أنه عليه السلام أكل متغير الریح إلى آخره ⑤

اوانی مشرکین کا استعمال کب جائز ہے؟ قَالَ: أَقْتَنِي فِي آيَةِ الْمُجُوسِ إِنْ اضْطُرَرْنَا إِلَيْهَا. قَالَ: «اغْسِلْهَا وَكُلْ فِيهَا»: آپ ﷺ سے مجوس کے ظروف کے استعمال کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ کیا مجبوری کے وقت ان کو استعمال کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بعد الغسل ان کو استعمال کر سکتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اوانی مشرکین کا استعمال بعد الغسل

① بلکہ خود ابو داؤد میں کتاب الصيد کی بالکل آخری حدیث میں بھی اسی طرح ہے مَالُكَ يَضِلُّ۔

② واللحم لا يبقى غالباً بل انتن في هذه المدة لا سيما في الحجاز مع شدة الحر لكن يحتمل أن يكونوا ملّحوه وقد دوه (فتح الباري) شرح صحيح

البخاري لابن حجر - ج ۹ ص ۶۱۹، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۲ ص ۱۰۷

③ الشمال المحمدية للترمذی رقم الحديث ۳۳۴ - ص ۱۵۰

④ صحيح البخاري - كتاب البيوع - باب شراء النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالنسيئة ۱۹۶۳

⑤ مرآة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ۸ ص ۸

عند الاضطراب جائز ہے، اور یہ بھی کہ بغیر مجبوری کے بعد الغسل بھی ان کا استعمال مکروہ ہے، حالانکہ فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ادائی مشرکین کا استعمال بعد الغسل مطلقاً کراہت جائز ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں حدیث میں ادائی مجوس سے وہ ادائی مراد ہیں جس میں وہ لحم خنزیر کا طہج کرتے ہوں یا جن کو شرب خمر میں استعمال کرتے ہوں جیسا کہ اسکی تصریح ابو داؤد کی بعض روایات میں ہے، اور فقہاء کا کلام مطلق ادائی سے متعلق ہے یعنی ان ادائی سے جن کو وہ نجاسات میں استعمال نہیں کرتے (بذل^۱)، اس سلسلہ میں روایات ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں دونوں طرح کی ہیں، بعض مطلق ہیں جیسا کہ حدیث الباب اور بعض مقید ہیں جیسا کہ حضرت نے بذل میں تحریر فرمایا، حضرت کی مراد یہ ہے کہ روایات مطلقہ میں اختصار ہے وہ بھی مقیدہ پر ہی محمول ہیں۔

۳۔ بَابُ فِي صَيْدٍ قُطِعَ مِنْهُ قِطْعَةٌ

باب ہے جب شکار کے جسم سے کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے تو اس کا حکم

۲۸۵۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَّارٍ، عَنْ أَبِي وَاقِدٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا قُطِعَ مِنَ الْبَيْهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ». ابو واقد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جانور کے جسم کا جو ٹکڑا کاٹ لیا گیا اسکے زندہ ہونے کی حانت میں تو وہ مردار ہے (اس کا کھانا حرام ہے)۔

سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۵۸) سنن الدارمی - الصيد (۲۰۱۸)

شرح الحدیث: مَا قُطِعَ مِنَ الْبَيْهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ: یعنی زندہ ماکول جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے تو وہ حرام ہے حکم میں میتہ کے ہے، یہ روایت ترمذی میں بھی ہے، ابو داؤد کی روایت سے اطول اس میں یہ ہے کہ جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ اونٹ کا کوہان اسی طرح مینڈھے کی چکیاں (الیات الغنم) کاٹ لیتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے وہ فرمایا جو یہاں حدیث میں مذکور ہے۔

فائدہ: فقہاء نے نافجۃ المسک کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ وہ بھی طاہر ہے مشک کی طرح اور ماکول ہے اس کا کھانا حلال ہے لہذا مسئلہ الباب سے اس کا استثناء کیا جائے گا^۲۔ والحدیث أخرجه الترمذی أتم منه، وأخرجه ابن ماجه من حدیث عبد الله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قاله المنذري۔

^۱ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۰۸

^۲ فی نور الإيضاح فی بیان الدباغة: وناجۃ المسک طاهرة کامل مسک وأكله حلال اه. (نور الإيضاح - ص ۶۴)

۴۔ باب فی اتباع الصید

شکار کے شغل میں منہمک ہونے کی مذمت

۲۸۵۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى، عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ مَرَّةً سُفْيَانُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ، وَمَنْ أَتَى السُّلْطَانَ افْتُنَّ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے نبی کریم ﷺ کی یہ روایت مروی ہے اور سفیان نے ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ میں اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے مروی جانتا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو جنگل میں رہائش اختیار کرتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے چلتا ہے وہ غفلت میں پڑ جاتا ہے اور جو کوئی بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ فتنہ میں پڑ جاتا ہے۔
تحقیق: قال الأرنؤور: أخرجه الترمذی (2406)، والنسائی (4309) من طریق سفیان الثوري، بهذا الإسناد. وفي الباب عن أبي هريرة، سيأتي بعده.

۲۸۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَيْسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ الشَّعْبِيُّ، عَنْ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى مُسَدَّدٍ، قَالَ: «وَمَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُنَّ» زَادَ: «وَمَا أَزْدَادُ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا أَزْدَادَ مِنَ اللَّهِ بُعْدًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کی یہ روایت مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے بادشاہ کی صحبت اختیار کی وہ فتنے کا شکار ہو اور مزید کہا: جو شخص بادشاہ کے جس قدر قرب ہو گا اللہ تعالیٰ سے اسی قدر دور ہو جاتا ہے۔
تحقیق: جامع الترمذی - الفتن (۲۲۵۶) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۳۰۹) سنن ابی داود - الصيد (۲۸۵۹) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۵۷/۱)

شرح الأحادیث: مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا، وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ إلخ: یعنی جنگل میں رہنے والا سخت مزاج ہو جاتا ہے لوگوں کے ساتھ رہنے بہن کی کمی کی وجہ سے اس لیے کہ جو لوگوں سے خللا مار کھتا ہے تو وہ دوسروں کی اذیتیں اور مشاق برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے نیز اس لیے بھی کہ ایسے لوگ حکومت اور اس کی دار و گیر سے دور رہتے ہیں۔
اور جو شکار کے درپے ہوتا ہے، مراد تو غل ہے کہ اسی کو اپنا مشغلہ بنا لے تو اس کی زندگی غفلت میں گذرتی ہے نماز اذان کی کچھ خبر نہیں رہتی۔

اور جو امراء و سلاطین کے پاس جاتا ہے وہ دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے (بذل^۱)۔ والحدیث أخرجه

الترمذی والنسائی مرفوعا قالہ المنذری۔

۲۸۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْحِطَّاطُ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ نَقِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحُشَيْجِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا مَاتَ الصَّيْدُ فَأَذْرَهُ كُنْتَهُ بَعْدَ ثَلَاثِ لَيَالٍ وَسَهْمُكَ فِيهِ فَكُلْهُ مَا لَمْ يَنْتِنَ».

ابو ثعلبہ الحشئی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم نے شکار کو تیر پھینکا پھر وہ شکار تم کو تین دن گزرنے پر ملا اور تمہارا تیر اس کے جسم میں پیوست بھی ہو تو تم اس کو کھا سکتے ہو جب تک کہ وہ شکار کہ بدبودار نہ ہو۔

صحیح مسلم - الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان (۱۹۳۱) سنن النسائی - الصيد والذبائح (۴۳۰۳) سنن ابی داؤد - الصيد (۲۸۶۱)

شرح الحدیث: یہ حدیث مصری نسخوں میں نہیں ہے اور ہونی بھی نہ چاہیے، مضمون کے لحاظ سے یہ حدیث مکرر ہے، پہلی جگہ اس میں مَا لَمْ يَنْتِنَ کے بجائے مَا لَمْ يَصِلْ کا لفظ آیا تھا۔

آخر کتاب الصيد



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الوصایا

وصیت کے متعلق ذخیرہ احادیث

وصایا جمع ہے وصیۃ کی جیسے ہدایا و ہدیہ، وصیۃ کا استعمال معنی مصدری یعنی ایصاء اور مایو صی بہ، یعنی جس چیز کی وصیت کی جائے دونوں میں ہوتا ہے۔ وصیۃ کی تعریف شرعیہ کی گئی ہے: ہو عہد خاص مضاف الی ما بعد الموت، یعنی وہ معاملہ جس کا تعلق ما بعد الموت سے ہو، اور وصیت کا استعمال بمعنی نصیحت یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر بھی ہوتا ہے۔ (من البذل^۱)

۱۔ باب ما جاء فی ما یؤمر بہ من الوصیۃ

وصیت کرنے کی تاکید کا بیان

ہمارے اس نسخہ میں ”یا امر“ بصیغہ معروف ہے اور بعض میں ”یؤمر“ ہے و ہوالا واضح اس لئے کہ معروف کی صورت میں اس کے لئے فاعل مقدر ماننا پڑے گا مثلاً الشرع یا الاسلام۔

۲۸۶۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ، عَنْ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا حَقُّ أَمْرِ يَ مُسْلِمٍ لَكَ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان شخص کے

شایان شان نہیں کہ اس کی کوئی شے اس قسم کی ہو جو کہ وصیت کی صلاحیت رکھتی ہو اور وہ دو راتیں اس طرح گزارے کہ

اس کی وصیت اس کے پاس تحریری طور پر موجود نہ ہو۔

صحیح البخاری - الوصایا (۲۵۸۷) صحیح مسلم - الوصیۃ (۱۶۲۷) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۴) جامع الترمذی -

الوصایا (۲۱۱۸) سنن النسائي - الوصایا (۳۶۱۵) سنن النسائي - الوصایا (۳۶۱۶) سنن النسائي - الوصایا (۳۶۱۸) سنن

النسائي - الوصایا (۳۶۱۹) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۶۲) سنن ابن ماجہ - الوصایا (۲۶۹۹) مسند أحمد - مسند المکثرین من

الصحابۃ (۱۰/۲) موطأ مالک - الاقصیۃ (۱۴۹۲) سنن الدارمی - الوصایا (۳۱۷۵)

شرح الحديث وحکم الوصية: یوصی فیہ ترکیب میں شئی کی صفت ہے، اور یتبیت لیتبیت، حق کی خبر ہے، یعنی جس مسلمان کے پاس کوئی ایسی شئی ہو جو قابل وصیت ہو تو اس کیلئے لائق نہیں یہ بات کہ دورا میں گزارے مگر اس حال میں کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو، اور ایک روایت میں لِقْلَةً أَوْ لِقْلَتَيْنِ ہے اور مسلم اور نسائی کی روایت میں یتبیت ثلاث لیتال ہے، وہذا یذل علی أنه للتقریب لا للتحدید، ای ولو زماناً قلیلاً۔ (بذل^۱)

وصیت ظاہر یہ اور بعض علماء زہری و عطاء بن جریر اور امام شافعی کے قول قدیم میں مطلقاً ای فی کل حال واجب ہے اور عند الجہور جس شخص کے ذمہ دیون یا حقوق العباد ہوں اس پر وصیت واجب ہے لیکن اس کا مکتوب ہونا اور اس میں تعجیل کرنا یہ مستحب ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ وصیت کی چار قسمیں ہیں: ① واجبة كالوصية برد الودائع والديون المجهولة، ② ومستحبة كالوصية بالكفارات وفدية الصلاة والصيام ونحوها، ③ ومباحة كالوصية للأغنياء من الأجانب والأقارب، ④ ومكروهة كالوصية لأهل الفسوق والمعاصي اه^۲، وفي الهداية: القياس يأبي جواز الوصية لأنه تملك مضاف إلى حال زوال ماله کیلئے إلا أنا استحسانه لحاجة الناس إليها^۳، إلى آخره اه^۴ من التراجع۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه قاله المنذري۔

۲۸۶۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَحُمَيْدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا بَعِيرًا وَلَا شَاةً وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ»۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے درہم، دینار، اونٹ، بکری، وغیرہ غرض مال وغیرہ کچھ بھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی آپ ﷺ نے کسی شے کی وصیت کی۔

تحفہ: صحیح مسلم - الوصية (۱۶۳۵) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۲۱) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۲۲) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۲۳) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۶۳) سنن ابن ماجه - الوصايا (۲۶۹۵) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۳۷/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۸۵/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۸۷/۶)

شرح الحديث: اور آپ ﷺ نے کسی چیز کی وصیت نہیں کی یعنی مال یا خلافت کے بارے میں، لیکن کتاب اللہ کے بارے میں اور اپنے اہل بیت کے بارے میں اور اخراج الیہود من جزيرة العرب وغیرہ ان امور کی آپ ﷺ نے وصیت یقیناً فرمائی ہے،

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۱۴

② رد المحتار علی الدر المختار - ج ۱۰ ص ۳۳۶

③ یعنی چونکہ وصیت کا تعلق مابعد الموت سے ہے اور موت کے بعد انسان میں کسی بھی فعل کی خواہ وہ تملیک ہو یا کچھ اور صلاحیت باقی نہیں رہتی لہذا وصیت کا جواز خلاف قیاس ہے مگر استحساناً ضرورتاً اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور وہ ضرورت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی پر مغرور ہوتا ہے اور کاموں کو ملامتارتا ہے زندگی کے غرور میں جس سے بہت سی واجب الاداء چیزیں ذمہ میں رہ جاتی ہیں اچانک موت پیش آنے کی وجہ سے تو اس کی تلافی کیلئے شریعت نے یہ صورت نکالی ہے۔

④ الهداية شرح بداية المبتدي - ج ۸ ص ۲۲۷-۲۲۸

کما فی الأحادیث الصحیحہ

دراہم و دنانیر کے بارے میں بذل میں سیرۃ حلبیۃ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس وفات سے پہلے چھ یا سات دینار تھے آپ ﷺ نے وہ اپنے ہاتھ میں لیکر حضرت عائشہؓ کو دیئے کہ ان کو صدقہ کر دیا جائے، اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ان کو علیؓ کے پاس بھیج دو تاکہ وہ صدقہ کرے۔^۱ اس حدیث میں بعیر اور شاة کی بھی نفی ہے اس کے بارے میں ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی ملک میں بہت سے اونٹ تھے اور بیس اونٹیاں تھیں دودھ دینے والی نواحی مدینہ میں، اور سات بکریاں تھیں وغیرہ وغیرہ، اہل سیر کی یہ روایت اس حدیث صحیح کے معارض نہیں ہو سکتی فلا معتبر، اور آگے فرماتے ہیں کہ اگر صحیح بھی مان لیا جائے تو اسکو اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ اونٹ صدقہ کے تھے جن کو آپ ﷺ نے اہل صفہ اور فقراء صحابہ کیلئے چھوڑا تھا،^۲ اور اسکے علاوہ جو آپ ﷺ کی بعض زمینیں تھیں خیبر اور فدک میں سو ان کو تو آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں مسلمانوں کی ضروریات کیلئے صدقہ اور وقف فرمادیا تھا، جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے: **أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَفْتَكِسُ دَرْتَمِي دِينَارًا مَّا تَرَكَتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَثُونَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ**،^۳ وفی روایۃ: **لَا تُورَثُ مَا تَرَكَتُمَْا صَدَقَةً**،^۴ من البذل،^۵ یعنی ان زمینوں کے بارے میں تو چونکہ آپ ﷺ نے اپنی حیات ہی میں فیصلہ فرمادیا تھا، لہذا اس کو وصیت نہیں کہا جائے گا۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی وابن ماجہ قالہ المنذری۔

۲۔ باب ما جاء فی مال لا یجوز للموہبی فی مالہ؟

۸۸۸ اپنے مال میں ناجائز وصیت کا بیان

یعنی مرنے والا اپنے مال میں کتنی وصیت کر سکتا ہے؟

۲۸۶۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ

① إنسان العیون فی سیرۃ الأئمن المأمون (سیرۃ حلبیۃ) - ج ۳ ص ۹۸

② مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۱۱ ص ۱۲۶

③ صحیح البخاری - کتاب الوصایا - باب نفقة القیم للوقف ۲۶۲۴، صحیح مسلم - کتاب الجہاد والسیر - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقة" ۱۷۶۰

④ صحیح البخاری - کتاب الخمس - باب فرض الخمس ۲۹۲۶، صحیح مسلم - کتاب الجہاد والسیر - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقة" ۱۷۵۹

⑤ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۱۵-۱۱۶

⑥ لہذا اب یہ اشکل واقع نہ ہو گا کہ آپ ﷺ نے زمینوں کے بارے میں تو وصیت فرمائی ہے، پھر اس حدیث میں وصیت کی نفی کیوں کی گئی ہے ۱۲۔

أبيه، قال: مريض مَرَضًا - قال ابن أبي خَلَفٍ - بِمَكَّةَ، ثُمَّ اتَّفَقَا أَشْفَى فِيهِ فَعَادَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي مَالًا كَثِيرًا وَلَيْسَ يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي أَفَأَتَصَدَّقُ بِالْأُلُفِّينِ؟ قَالَ: «لَا». قَالَ: فَبِالشَّطْرِ؟ قَالَ: «لَا». قَالَ: فَبِالْأُلْفِ؟ قَالَ: «الْأُلْفُ وَالْأُلْفُ كَثِيرٌ، إِنَّكَ أَنْ تَتَوَلَّى وَتَرْتَلِّكَ أَعْدِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدَّعَهُمْ عَالَةً يَمَكِّفُونَ النَّاسَ، وَإِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً إِلَّا أَجَزْتَ بِهَا حَتَّى اللَّفْقَةُ تَرْفَعَهَا إِلَيَّ فِي أَمْرَاتِكَ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَخْلُفُ عَنْ هَجْرَتِي؟ قَالَ: «إِنَّكَ إِنْ تَخْلُفَ بَعْدِي فَتَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ لَا تُزِدْ أَوْ بِهٍ إِلَّا بِرَفْعَةٍ وَدَرَجَةٍ لَعَلَّكَ أَنْ تَخْلُفَ حَتَّى يَنْتَفِعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَمَّرَ بِكَ آخِرُونَ». ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ أَمِضْ لِأَصْحَابِي هَجْرَتَهُمْ وَلَا تُزِدْهُمْ عَلَى أَعْقَابِهِمْ لَكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ يَزِيئُ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَاتَ بِمَكَّةَ».

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ شدید علیل ہو گئے تو نبی ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بہت دولت مند شخص ہوں اور میری ایک بیٹی کے علاوہ میرا کوئی وارث نہیں، تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا میں آدھا مال صدقہ کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں۔ انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا: کیا میں تہائی مال صدقہ کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مال کا تہائی حصہ صدقہ کر دو اور صدقہ کیلئے مال کا تہائی حصہ کافی ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو دولت مند چھوڑ جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ ان کو تنگ دست اور بھیک مانگنے والا چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگوں سے سوال کریں اور جو شے تم رضائے الہی کیلئے خرچ کرو گے تو تمہیں اس عمل کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اپنی اہلیہ کے منہ میں لقمہ بنا کر دو تو اس کا بھی تمہیں اجر ملے گا۔ حضرت سعدؓ نے خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنی ہجرت سے پیچھے رہ جاؤنگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم پیچھے رہ جاؤ گے (تو کیا ہو؟) تم رضائے الہی کیلئے نیک عمل کرو گے تو تمہارا رتبہ بلند ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ تم زندہ رہو (یعنی مکہ معظمہ میں تمہاری وفات نہ ہو) یہاں تک کہ تمہاری وجہ سے کچھ لوگوں کو فائدہ ہو اور کچھ دوسرے نقصان میں رہیں اسکے بعد آنحضرت ﷺ نے یہ دعا مانگی: اے اللہ! میرے صحابہ کی ہجرت مکمل فرما دینا اور ان کو اس ہجرت سے واپس نہ فرما لیکن بے چارہ سعد بن خولہ جس کا آپ کو رنج تھا کیونکہ مکہ معظمہ میں ان کا انتقال ہوا۔

تحقیق: صحیح البخاری - الإیمان (۵۶) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۳۴) صحیح البخاری - الوصایا (۲۵۹۱) صحیح البخاری - المناقب (۳۷۲۱) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۴۷) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۳۹) صحیح البخاری - المرضى (۵۳۳۵) صحیح البخاری - الدعوات (۶۰۱۲) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۲) صحیح مسلم - الوصیة (۱۶۲۸) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۵) جامع الترمذی - الوصایا (۲۱۱۶) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۲۶) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۶۴) سنن ابن ماجہ - الوصایا (۲۷۰۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۱۶۸) موطأ مالك - الاقصیة (۱۴۹۵) سنن الدارمی - الوصایا (۳۱۹۵) سنن الدارمی - الوصایا (۳۱۹۶)

شرح الحدیث: عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ شدید بیمار ہوئے

ایسے کہ قریب المرگ ہو گئے، حضور ﷺ ان کے پاس عیادت کیلئے تشریف لائے تو میرے والد نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور میرے اس مال کا وارث کوئی نہیں سوائے میری بیٹی کے، تو کیا میں اس صورت میں اپنے مال کا دو ٹکٹ صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ پھر انہوں نے نصف کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمادیا، اور پھر ایک ٹکٹ کی آپ ﷺ نے اجازت دی، اور فرمایا کہ تو اپنے ورثاء کو اغنیاء چھوڑ کر مرے یہ بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو فقیر چھوڑ کر جائے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کریں، اس حدیث میں یہ ہے کہ میرا کوئی وارث نہیں سوائے ایک بیٹی کے، شرح فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ بیٹی کے علاوہ ذوی الفروض میں سے کوئی وارث نہیں، اور مطلق نفی مراد نہیں اس لئے کہ ذوی الفروض کے علاوہ دوسرے ورثاء عصبہ ان کے ساتھ تھے، جیسا کہ خود اس حدیث میں ہے اَنْ تَتْرُكَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاء۔

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتُخَلَّفُ عَنْ هَجْرَتِي؟ قَالَ: اِنَّكَ اِنْ تَخَلَّفْتَ بَعْدِي فَتَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا تُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ اِلَاح: مسئلہ وصیت کے بعد انہوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ میں اپنی ہجرت سے پیچھے ہٹا جا رہا ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ مہاجرین میں سے ہیں اور یہ مکہ مکرمہ میں آکر شدید بیمار ہو گئے تھے حجۃ الوداع^۱ کے موقع پر تو ان کو اپنی موت کا خطرہ ہوا مکہ مکرمہ میں یعنی غیر مہاجر^۲ میں، اور اپنی ہجرت کے باطل ہونے کا اندیشہ ہوا، اس پر آپ ﷺ نے ان کو تسلی دلائی وہ یہ کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہو گا بلکہ تم میرے بعد بہت دن تک زندہ رہو گے اور اعمال کے ذریعہ سے تمہارے درجات بلند ہوں گے۔ اور بعض اقوام یعنی مسلمین تم سے منتفع ہوں گی، اور بعض دوسرے یعنی مشرکین تم سے ضرر پذیر ہوں گے، اور آپ ﷺ نے دعاء بھی فرمائی: اللَّهُمَّ اَمْضِ لِاصْحَابِي هَجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ، شرح نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی، اور یہ صحابی اس مرض سے صحت یاب ہو کر بہت مدت تک زندہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں عراق وغیرہ کو فتح کیا اور عراق کے گورنر بنے، اور آپ ﷺ کے بعد تقریباً چالیس سال زندہ رہے حتیٰ مات سنة خمسین علی المشہور، وقیل غیر ذلک۔

تنبیہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا یہ واقعہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ صحیحین کی بعض روایات میں اس کی تصریح ہے اور ترمذی کی روایت میں اس کو عام الفتح کا واقعہ قرار دیا ہے، ہمارے عربی حاشیہ میں یہ گزر گیا ہے کہ حفاظ حدیث نے اس کو وہم قرار دیا ہے اور حافظؒ کی رائے جمع بین الروایتین کی ہے یعنی تعدد واقعہ، لیکن امام طحاویؒ نے اس اختلاف

۱ اور ترمذی کی روایت میں عام الفتح ہے جو ابن عیینہ راوی کا وہم ہے، قال، الحافظ واتفقوا علی انه وهم فیہ ابن عیینہ من اصحاب الزہری، ثم قال: ويمكن الجمع بین الروایتین بان یکون ذلک وقع له مرتین مرة عام الفتح ومرة عام حجة الوداع، فی الاولی لم یکن له وراثت من الاولاد اصلاً، ولی الثانية کانت اہنة فقط اسکے بارے میں مزید آگے شرح میں آ رہا ہے۔ ۱۲۔

۲ مہاجر وہ جگہ اور مقام جہاں آدمی ہجرت کر کے جائے، جیسے مہاجرین مکہ کا مہاجر مدینہ منورہ تھا۔ ۱۲۔

روایتین کو مشکل الآثار^① میں باقاعدہ اسکے لئے مستقل باب قائم کر کے اس کو بیان کیا ہے اور پھر ایک روایت مفصلہ کے ذریعہ جو بہت واضح ہے عام الفتح کا واقعہ ہونے کو ترجیح دی ہے گویا ان کی تحقیق اکثر محدثین کی رائے کے خلاف ہے، بعد میں حافظ نے بھی اسی روایت مفصلہ کے پیش نظر اپنی رائے بدلی ہے مگر انہوں نے بجائے ترجیح کے تعدد واقعہ کو اختیار کیا ہے، تو اب گویا اس میں تین آراء ہو گئیں: ① اکثر محدثین کی جس کو حافظ اتفاق حفاظ سے تعبیر کر رہے ہیں، ② اور دوسری امام طحاویؒ کی ③ اور تیسری حافظ ابن حجرؒ کی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لكن البائس بسعد بن خولة يزني له رسول الله صلى الله عليه وسلم أن مات بمكة: آپ فرما رہے ہیں: لیکن قابل افسوس حال تو سعد بن خولہ کا ہے یا قابل رحم تو سعد بن خولہ ہیں۔ آگے راوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ رحم کھارہے ہیں سعد بن خولہ پر اس لئے کہ ان کی موت مکہ میں ہوئی، سعد بن خولہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ سے ہجرت ہی نہیں کی تھی، حتیٰ کہ انہوں نے وہیں وفات پائی، اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ انہوں نے ہجرت تو کی تھی لیکن وفات ان کی حجة الوداع میں مکہ مکرمہ میں ہوئی، یعنی غیر مہاجر میں بائس من اصابہ بؤس ای ضرر یعنی نقصان اٹھانے والا۔ شرح نے لکھا ہے کہ اس میں صلاحیت مذمت کی بھی ہے اور ترحم کی بھی، لہذا پہلی صورت (عدم الهجرة) میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بطریق مذمت ہو گا، اور دوسری صورت میں بطریق ترحم، یہ یزنی مرثیہ سے ماخوذ ہے جس کا استعمال میت میں ہوتا ہے، یعنی محاسن میت کا ذکر (تحفہ^②) علماء کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر مہاجر کی موت مکہ میں واقع ہو تو بعض کہتے ہیں اگر ایسا اسکے اختیار سے ہوا ہے تب تو اس کا اجر ہجرت حبط ہوتا ہے ورنہ نہیں، وقیل یحبط مطلقاً وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل^③ ہم نے حاشیہ میں لکھے ہیں انکو دیکھا جائے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن

① شرح مشکل الآثار للطحاوی - ج ۱۳ ص ۲۲۱-۲۲۲

② تحفة الأحودی بشرح جامع الترمذی للمبار کفوری - ج ۶ ص ۲۵۳

③ وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل مع اختلاف ائمہ: حدیث الباب سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسان کے لئے زائد سے زائد ایک ٹکٹ کی وصیت غیر وارث کیلئے جائز ہے، امام بخاریؒ کا ترجمہ ہے باب الوصیۃ بالثلث، اس پر حافظؒ لکھتے ہیں اس پر علماء کا اجماع ہے کہ ٹکٹ سے زائد وصیت ممنوع ہے (پھر میت دو حال سے خالی نہیں اس کے ورثاء ہوں گے یا نہیں، شق ثانی میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ ایسے شخص کے لئے ٹکٹ سے زائد وصیت جائز نہیں) اور اگر شق اول ہے یعنی میت کے ورثاء ہیں تو اس وقت بھی ٹکٹ سے زائد کی وصیت کو جمہور علماء ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن حنفیہ اور اسحاق اور احمد فی روایت نے اس کو جائز رکھا ہے اھ (فتح الباری ج ۵ ص ۳۶۹) یعنی بشرط یہ کہ ورثاء کی طرف سے اس کی اجازت ہو، چنانچہ ہدایۃ (ج ۸ ص ۲۲۸-۲۲۹) میں ہے: ثم تصح للأجنبي في الثلث من غير إجازة الورثة؛ ولا تجوز بما زاد على الثلث؛ إلا أن تجوزها الورثة بعد موته، وهم كبار إلا أن امتناع لحقهم وهم اسقطوه، ولا معتبر بإجازة هم في حال حياته اھ نیز جانا چاہئے کہ وصی للوارث کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، ظاہر یہ کے نزدیک تو یہ حکم مطلقاً ہے لحدیث لا وصیۃ لوارث أخرجه أبو داؤد الترمذی وغیرہما اور عند الجمہور وصیۃ لبعض الورثة کا جواز موقوف ہے بقیہ ورثاء کی اجازت پر، اگر بقیہ ورثہ موت موسمی کے بعد اس کی اجازت دیدیں تو پھر دو وصیت معتبر اور جائز ہے لروایۃ الدارقطنی: لا تجوز الوصیۃ لوارث إلا أن تشاء الورثة، قال الحافظ وبه حاله ثقات إلا أنه معلول (تراجم صحیح)

ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۔ باب ماجاء فی کراهیۃ الإضرار فی الوصیۃ

وصیت میں دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کراہیت کا بیان

اضرار سے اضرار و رشہ مراد ہے، یعنی خلاف قاعدہ وصیت کر کے ورثاء کو ضرر و اذیت پہنچانا۔

۲۸۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِي ذُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ حَرِيصٌ تَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَى الْفَقْرَ، وَلَا تُنْهَلْ حَتَّى إِذَا بَلَغْتَ الْخُلُقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ»

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو صدقہ تندرستی کی حالت میں ہو اس وقت تم کو زندگی کی توقع ہو اور ناداری کا اندیشہ ہو ایسا نہ ہو کہ تم منتظر رہو جس وقت تمہاری روح حلق میں آجائے تو اس وقت کہو کہ فلاں شخص کو اس قدر دینا، فلاں شخص کو اس قدر دینا حالانکہ وہ مال تو فلاں شخص کا حق ہو چکا۔

صحیح البخاری - الزکاة (۱۳۵۳) صحیح البخاری - الوصایا (۲۵۹۷) صحیح مسلم - الزکاة (۱۰۳۲) سنن النسائی - الزکاة (۲۵۴۲) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۱۱) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۶۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۳۱/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۵۰/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۱۵/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۴۷/۲)

شرح الحدیث: یا رسول اللہ! ای الصدقة افضل؟ قال: ان تصدق وانت صحيح الخ: آپ ﷺ سے سوال کیا گیا افضل الصدقة کے بارے میں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو اس حال میں کیا جائے کہ آدمی تندرست

للم بخاری) وفي العيني قال المنذري: إماما يطل الوصية للوإراث في قول أكثر أهل العلم من أجل حقوق سائر الورثة، فإذا أجازوها جازت كما إذا أجازوا الزيادة على الثلث، وذهب بعضهم إلى أنها لا تجوز، وإن أجازوها، لأن المنع لحق الشرع فلو جوزناها كنا قد استعملنا الحكم المنسوخ، وذلك غير جائز، وهذا قول أهل الظاهر (عندة القاري ج ۱ ص ۳۹)، وفي الهداية: ولا تجوز لو إراثه إلا أن يميزها الورثة لأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم، ولو أجاز بعض ورفض بعض تجوز على المجيز بقدر حصته لولايته عليه (اهم ملخصاً ملقطاً) نیز جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص مرض الوفاة میں اپنے کسی وارث کو کوئی چیز فی الحال بہہ کرے تو وہ حکم میں وصیہ کے ہے فی الهدایہ: والہبۃ من المرض (مرض الموت) للوارث فی هذا نظیر الوصیۃ، لأنها وصیۃ حکما (ج ۸ ص ۲۳۳)، نیز حدیث میں ہے والثلث کثیر اسی لئے علماء فرماتے ہیں وصیت اگر ثلث سے کم ہو تو یہ بہتر ہے، ففی الهدایہ: "وہستحب أن یوصی الإنسان بحدود الثلث" سواء كانت الورثة أغنیاء أو فقراء، لأن فی التفتیش صلة القرب بترك ما له علیہم، بخلاف استكمال الثلث، لأنه استيفاء ممام حقه فلا صلة ولا منة (ج ۸ ص ۲۳۵)، پھر یہ کہ مادون الثلث کی بھی وصیت کرنا اولیٰ ہے یا اس کا ترک اولیٰ ہے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اگر ورثاء فقراء ہیں اس صورت میں ترک وصیت اولیٰ ہے اور اگر وہ اغنیاء ہیں تو وصیت کرنا اولیٰ ہے، اور دوسرا قول یہ ہے موصی کو اختیار ہے جو نسی چاہے شق اختیار کرے اس لئے کہ ہر ایک شق میں من وجہ فضیلت ہے۔ مختصر امن الهدایہ۔

ہو، اور اس کو مال کی حرص اور محبت بھی ہو صحت اور توانائی کی وجہ سے کافی روز تک اپنے زندہ رہنے کی توقع ہو، اور فقر سے ڈرتا ہو تو جو صدقہ اس حال میں کیا جائے گا وہ سب سے افضل ہو گا ❶، لہذا اسی حالت میں آدمی کو صدقہ کرنا چاہئے، اور پھر آگے اسکی ضد سے آپ ﷺ منع فرما رہے ہیں کہ مت تاخیر کر اور نہ مہلت دے اپنے نفس کو صدقہ کرنے سے یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچ جائے تو تو کہنے لگے (بطور وصیت کے) فلاں کو اتنا دیا جائے، فلاں کو اتنا دیا جائے، حالانکہ وہ دوسرے فلاں کا ہو چکا یعنی وارث کا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۸۶۶-

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حُدَيْكٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ شُرَّحْبِيلَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَنْتَصِدُّ الْمَرْءُ فِي حَيَاتِهِ بِدِينِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَنْتَصِدَّقَ بِمَالِهِ دِينِهِ عِنْدَ مَوْتِهِ».

ترجمہ

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: (صحت کی حالت میں) اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم صدقہ کرے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرے۔

۲۸۶۷-

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَبِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْءُ أَكْبَطَاعَةٌ لِلَّهِ سِتِينَ سَنَةً ثُمَّ يُخْصَرُ هُمَا الْمَوْتُ فَيَصْطَارَانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا النَّارُ» قَالَ: وَقَدْ عَلَيَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مِنْ هَاهُنَا { مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةِ يُؤْطَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَآءٍ } ❶ حَتَّى بَلَغَ: { ذَلِكَ الْقَوْرُ الْعَظِيمُ } قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يَعْنِي الْأَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ جَدَّ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ».

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر جب انکی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت کر کے (ورثاء) کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کیلئے دوزخ واجب ہو جاتی ہے۔ شہر بن حوشب نے یہ روایت ابو ہریرہؓ سے سامنے کر کے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُؤْطَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرِ مُضَآءٍ ❶ { ذَلِكَ الْقَوْرُ الْعَظِيمُ } (یعنی قرض یا وصیت کے ادا کرنے کے بعد نقصان پہنچانے والا نہ ہو یہ حکم الہی ہے اور اللہ تعالیٰ اچھی طرح واقف ہیں حکمت والے ہیں یہ حدود الہی ہیں تو ان حدود سے آگے نہ بڑھنا)۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اشعث بن جابر نصر بن علی کے دادا ہیں۔

سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۶۷) سنن ابن ماجہ - الوصایا (۲۷۰۴)

تخریج

شرح الحدیث

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ وَالْمَرْءُ أَكْبَطَاعَةٌ لِلَّهِ سِتِينَ سَنَةً ثُمَّ يُخْصَرُ هُمَا الْمَوْتُ فَيَصْطَارَانِ فِي الْوَصِيَّةِ فَتَجِبُ لَهُمَا

❶ اس لئے کہ ان حالات کا تقاضا یہ ہے کہ صدقہ نہ کیا جائے لیکن وہ شخص باوجود اس کے اپنے نفس کی مخالفت کر کے صدقہ کر رہا ہے ۱۲۔

❷ بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو (سورۃ النساء: ۱۲)

القائم: آپ ﷺ فرما رہے ہیں: بلاشبہ بعض مرد اور بعض عورتیں ایسی ہیں جو ساٹھ ساٹھ سال تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاری میں زندگی گزارتے ہیں، پھر جب موت کا وقت آتا ہے تو وصیت کے بارے میں ورثاء کو نقصان پہنچاتے ہیں اور جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

مصنف نے اس باب میں بعض حدیثیں تصدق کی ذکر کی ہیں اس لئے کہ تصدق عند الموت وصیت ہی کے حکم میں ہوتا ہے اور جس طرح وصیت ثلث سے زائد کی جائز نہیں ایسے ہی تصدق بھی جائز نہیں، اور اگر تصدق ورثاء کو نقصان ہی پہنچانے کی غرض سے ہو تو وہ مطلقاً جائز نہیں، خواہ ثلث ہو یا اقل من الثلث۔ (ہذا) والحديث أخرجه الترمذی وابن ماجه قاله المنذرى۔

۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّخُولِ فِي الْوَصَايَا

وصی بنے کا بیان

یعنی کسی کا وصی بن کر وصیتوں کے مسائل میں داخل ہونا اور ذمہ داریوں میں پڑنا۔

۲۸۶۸۔ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُقَرَّبِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أَحِبُّ لَكَ مَا أَحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأْمُرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلِّينَ مَالَ يَتِيمٍ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ مِصْرَ».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ذر! میں تمہیں کمزور و ناتواں دیکھ رہا ہوں، اور جو کچھ میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے بھی پسند کرتا ہوں تو تم دو شخصوں پر بھی امیر نہ بننا اور مال یتیم کا ولی نہ بننا۔

صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۲۶) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۶۷) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۶۸)

شرح الحديث: يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا، وَإِنِّي أَحِبُّ لَكَ مَا أَحِبُّ لِنَفْسِي فَلَا تَأْمُرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلِّينَ مَالَ يَتِيمٍ: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی کہ اے ابو ذر! میں تم کو کمزور پاتا ہوں، یعنی امارت کی مصالحت اور اس کی ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں، لہذا کبھی دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا (چہ جائیکہ اس سے زائد پر) اور ہر گز کسی یتیم کے مال کا متولی نہ بننا۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تو فرما رہے ہیں: أَحِبُّ لَكَ مَا أَحِبُّ لِنَفْسِي حالانکہ آپ تو امیر الامراء اور ولی الاولیاء تھے، اس کا جواب ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا حضرت ابو ذرؓ کو قبول امارت و تولیت سے منع فرمانا ایک علت کے ساتھ معلل ہے یعنی ان کا ضعف اور وہ علت آپ میں مفقود ہے، اور پھر آپ کی امارت اور تولیت وغیرہ آپ کی اپنی اختیار کردہ تھوڑا ہی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذرى۔

۵۔ باب مَا جَاءَ فِي نَسْخِ الْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

۸۸ ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے لئے وصیت کے منسوخ ہونے کا بیان ۸۸

۲۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُرُوزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ التَّحَوِي، عَنْ عِكْرِمَةَ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، { إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ }، فَكَانَتْ الْوَصِيَّةُ كَذَلِكَ حَتَّى نَسَخْتُهَا آيَةُ الْمِيرَاثِ.

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: { إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ } شروع اسلام میں تھی کہ والدین اور دیگر ورثاء کیلئے وصیت ہوتی تھی۔ اس کے بعد یہ آیت میراث کے حکم سے منسوخ ہو گئی۔

شرح الحدیث شروع میں آیت میراث کے نازل ہونے سے قبل وصیت للوالدین والاقربین کا حکم تھا، قلیل وجوباً، وقیل استحباباً، قال اللہ تعالیٰ: كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ^۱ پھر آیت میراث کے نزول سے یہ حکم منسوخ ہو گیا، یہی مضمون ابن عباسؓ کی روایت مذکورہ فی الباب میں ہے۔

۶۔ باب مَا جَاءَ فِي الْوَصِيَّةِ لِلْوَارِثِ

۸۸ وارث کے لئے وصیت کا بیان ۸۸

۲۸۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ، سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ، سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَعْطَى كُلَّ دِي حَقِّ حَقِّهِ فَلَا وَصِيَّةَ لِلْوَارِثِ».

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حقدار شخص کو اس کا حق دلوادیا لہذا اب وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۷۰) سنن ابن ماجہ - الوصایا (۲۷۱۳)

وصیت سے متعلق بعض ضروری مسائل مع اختلاف ائمہ گذشتہ باب سے پہلے باب میں گزر گئے جن میں مسئلہ الباب بھی ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجہ، قاله المنذری۔

۷۔ باب لِحَالِطَةِ الْيَتِيمِ فِي الطَّعَامِ

۸۸ یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ ملانے کا حکم ۸۸

۲۸۷۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَا أَذْوَ

۱ فرض کر دیا یتیم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ (سورۃ البقرہ: ۱۸۰)

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} ۱ و {إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتِيمِ ظُلْمًا} ۲، الآية انْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَ الْيَتِيمِ فَعَزَلَ طَعَامَهُ مِنْ طَعَامِهِ وَشَرَّابَهُ مِنْ شَرَابِهِ، فَجَعَلَ يَقْضِلُ مِنْ طَعَامِهِ فَيَحْبِسُ لَهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ أَوْ يَقْضِلُ، فَاشْتَدَّ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتِيمِ قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ} ۳، فَخَلَطُوا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِ وَشَرَّابَهُمْ بِشَرَابِهِ."

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت: وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ نازل فرمائی یعنی تم لوگ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ لیکن اچھے طریقہ سے اور دوسری آیت یہ کہ جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھا لیتے ہیں (در حقیقت) وہ لوگ اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے کھا رہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ لوگ دوزخ میں جائیں۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم رہتے تھے انہوں نے اپنے کھانے سے ان کا کھانا اور ان کا پینا اپنے پینے سے علیحدہ کر دیا۔ تو جب یتیم کا کھانا بچ جاتا تو وہ رکھا رہتا یہاں تک کہ وہ خود ہی کھانا کھاتا یا اس کا کھانا بدبو دار ہو جاتا۔ یہ بات ان لوگوں پر گراں گزری۔ انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتِيمِ یہ آیت نازل فرمائی یعنی اے نبی! آپ سے لوگ یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا بہتر ہے اگر تم لوگ ان کے ساتھ باہمی طور پر مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اسکے بعد لوگوں نے اپنا کھانا پینا ان کے ہمراہ شامل کر لیا۔

تحریک: سنن النسائي - الوصايا (۳۶۶۹) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۷۰) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۷۱) مسند أحمد - من مسند أبي حاشم (۳۲۵/۱)

شرح الحديث: مضمون حدیث واضح ہے کہ ابتداء میں ایسا تھا جن لوگوں کی ذمہ داری میں یتیم بچے پرورش پاتے تھے اور وہ ان کے مالوں کے متولی تھے تو وہ ان یتیم بچوں کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ شرکت میں تیار کرتے تھے جس میں یتیم ہی کا فائدہ تھا تو جب یہ دو آیتیں، جو روایت میں ہیں، نازل ہوئیں تو ان اولیاء نے احتیاطاً ایسا کیا کہ ان یتیمی کے کھانے پینے کا انتظام مستقل الگ شروع کر دیا، خلط بین الطعamen سے بچنے کیلئے، جب الگ پکانا شروع کر دیا تو اب اکثر اس کھانے میں سے کچھ بچ جاتا تھا تو وہ بچا ہوا یا تو باسی ان یتیمی کو کھانا پڑتا تھا یا وہ سڑتا تھا، یہ صورت حال ان پر گراں گزری، اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو اس پر وہ دوسری آیت نازل ہوئی جو حدیث میں مذکور ہے، اس پر حسب سابق ان صحابہؓ نے کھانے کے بارے میں عمل شروع کر دیا۔ والحدیث أخرجه النسائي. قاله المنذرى۔

① اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو (سورۃ الانعام: ۱۵۲)

② جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق (سورۃ النساء: ۱۰)

③ اور تم سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ مال تو وہ تمہارے بھائی ہیں (سورۃ البقرة: ۲۲۰)

۸۔ بَابُ [مَا جَاءَنِي] مَالُ الْيَتِيمِ أَنْ يَقَالَ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ

۴۸ یتیم بچہ کے ولی کو مال یتیم سے کس قدر کھانا جائز ہے؟ ۴۸

ولی الیتیم یعنی وصی اور متولی، حاصل ترجمہ یہ ہے کہ کیا متولی یتیم مال یتیم کی نگرانی و خدمت کی اجرت و وظیفہ لے سکتا ہے مال یتیم سے؟

۲۸۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَعْنِي الْمَعْلَمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي فَقِيرٌ لَيْسَ لِي شَيْءٌ وَلَا يَتِيمٌ. قَالَ: فَقَالَ: «كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ، وَلَا مُبَادِرٍ، وَلَا مُتَأَثِّلٍ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سخت ضرورت مند ہوں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میرے پاس ایک یتیم بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے مال میں سے بغیر فضول خرچی اس کے بڑے ہو جانے سے ڈرے بغیر اور مال سمیٹنے کی نیت کے بغیر کھا سکتے ہو۔

شرح الحديث: سنن النسائي - الوصايا (۳۶۶۸) سنن ابی داؤد - الوصايا (۲۸۷۲) سنن ابن ماجہ - الوصايا (۲۷۱۸) فَقَالَ: «كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ، وَلَا مُبَادِرٍ، وَلَا مُتَأَثِّلٍ» ترجمہ الباب والے مسئلہ میں آپ ﷺ نے ایک شخص کو یہ فرمایا کہ ہاں ایسی صورت میں تو اپنے یتیم کے مال سے حق الخدمت لے سکتا ہے اس حال میں کہ اسراف کرنے والا نہ ہو اور نہ جلدی کرنے والا ہو اور نہ سرمایہ جمع کرنے والا ہو۔

یہ اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ إِمْرًا فَآوٍ وَإِنَّ يَكْبَرُوا ۝۱ - بَدَاؤُكُمْ مَطْلَبِ جَس سے روکا جا رہا ہے یہ ہے کہ وہ متولی یتیم جلدی یتیم کے مال کو خرچ کرے یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے، کیونکہ اس کے بالغ ہونے کے بعد تو تولیت ختم ہو جائے گی، مُتَأَثِّلٌ اُمی غیر متجدد منہ اصل مال، یہ اَثْلَہ سے ہے، اَثْلَہ الشئ اصلہ یعنی ایسا نہ ہونا چاہئے کہ مال یتیم کو اپنے لئے ذخیرہ اور راس المال بنایا جائے، صرف حق الخدمت لیا جائے، اور شرح میں اس کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ وہ متولی مال یتیم میں تجارت کرے اور اس کے راس المال سے کماتا رہے اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد ربح خود رکھ کر اس کو صرف راس المال دے۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۹۔ باب ما جاء منی بقطع الیتیم

۴۴ یتیمی کب تک رہتی ہے؟ ۴۵

۲۸۷۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ خَالِدٍ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُقَيْشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ شُعْبَةَ بْنَ يَزِيدٍ عَمْرٍو بْنَ عَوْفٍ، وَمِنْ خَالِهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَحْمَدَ، قَالَ: قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَتِمُّ بَعْدَ اخْتِلَامِهِ، وَلَا صُمَاتٍ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ».

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سن کر یاد رکھا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے (مراد یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بچہ یتیم نہیں رہا) اور نہ خاموشی ہے دن بھر کی رات تک۔

شرح الحدیث: لَا يَتِمُّ بَعْدَ اخْتِلَامِهِ، وَلَا صُمَاتٍ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ: حضرت علیؑ فرما رہے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ کی یہ حدیث اچھی طرح محفوظ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اختلام کے بعد یتیم یتیم نہیں رہتا، بلکہ اس پر بالغین کے احکام جاری ہو جاتے ہیں، اور گویا ولی کی تولیت اس سے ہٹ جاتی ہے، وہ خود اپنا اور اپنے مال کا ذمہ دار ہو جاتا ہے، اور دوسری بات جو مجھ کو آپ ﷺ سے محفوظ ہے یہ ہے کہ صبح سے شام تک خاموش رہنا یعنی صوم سکوت یہ اسلام میں نہیں ہے لہٰذا من عبادۃ الجاہلیۃ، بلکہ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ ذکر اللہ اور کلمۃ الخیر زبان سے بولا جائے۔

۱۰۔ باب ما جاء فی التشدید فی أكل مال الیتیم

۴۴ یتیم کا مال کھانے پر وعید کا بیان ۴۵

۲۸۷۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ ثَوْرٍ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» . قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشُّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الرَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو الْغَيْثِ سَالِمٌ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ سات تباہ کرنے والے گناہوں سے بچو۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کونسے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ① اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ② اور جادو (کرنا) ③ اور حق کے بغیر کسی کو قتل کرنا کہ جس کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے ④ اور سود کھانا (یعنی سود لینا یا سود دینا) ⑤ اور یتیم کا مال کھانا ⑥ اور جہاد کے روز مشرکین کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا ⑦ اور

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔

۲۸۷۵ -

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ الْجَوْزْجَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هَاشِمٍ، حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ سِتَّانٍ، عَنْ عُثَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكِبَائِرُ؟ فَقَالَ: «هُنَّ ثَلَاثٌ»، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ: «وَعُقُوبُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبَلَتِكُمْ أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا».

ترجمہ: عمیر صحابی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! گناہ کبیرہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نو۔ (سات کبیرہ) گناہ تو وہی ہیں جو کہ مندرجہ بالا حدیث (نمبر ۲۸۷۴) میں مذکور ہیں اور اس میں دو کبیرہ گناہوں کا اضافہ ہے ایک تو مسلمان والد، یا والدہ کی نافرمانی کرنا، دوسرے بیت اللہ شریف کی حرمت کا خیال نہ کرنا جو کہ عزت والا گھر ہے اور موت و زندگی میں تم لوگوں کا قبلہ ہے۔

صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۱۵) صحیح البخاری - الطب (۵۴۳۱) صحیح البخاری - الحدود (۶۴۶۵) صحیح مسلم - الإيمان (۸۹) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۷۱) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۷۴)

شرح الاحادیث اجْتَنِبُوا الْمَسْبُوعَاتِ: حدیث الباب میں ناحق مال یتیم کھانے کو سب کبار مہلکات میں شمار کیا گیا ہے۔ التَّوَلَّى يَوْمَ الرَّحْفِ: زحف ہے مراد قتال اور جنگ یعنی لڑائی سے منہ موڑ کر جانا۔

وَقَدْ ذُكِرَ الْمُحْصَنَاتُ الْغَائِلَاتُ الْمُؤْمِنَاتِ: یعنی پاک دامن اور بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔

اور بعد والی روایت میں اس طرح ہے: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكِبَائِرُ؟ فَقَالَ: هُنَّ ثَلَاثٌ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ زَادَ: وَعُقُوبُ الْوَالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ، وَاسْتِحْلَالُ الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِبَلَتِكُمْ أَحْيَاءَ وَأَمْوَاتًا۔ اس حدیث میں کبار کی تعداد آپ ﷺ نے نو (۹) فرمائی ہے، گزشتہ سات کے علاوہ دو کا اضافہ ہے عقوب الوالدین، اور کعبۃ اللہ کا استحلال یعنی ہتک حرمت، جو چیزیں اس میں حرام کی گئی ہیں ان سے نہ رکنا، آگے ہے روایت میں کہ وہ کعبہ جو کہ تمہارا قبلہ ہے زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی چنانچہ زندگی میں آدمی اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے اور مرنے کے بعد قبر میں میت کے چہرہ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔

گناہوں میں صفائر و کبائر کی بحث: اس حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی معاصی کی تقسیم یعنی بعض معاصی عند الشارع صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، دوسری چیز ان کی تعداد جمہور علماء کی رائے تو یہی ہے کہ گناہ دو قسم کے ہیں صغائر اور کبائر، اور بعض علماء اس تقسیم کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ رب العالمین احکم الحاکمین کی ہر نافرمانی کبیرہ گناہ ہے لیکن ظاہر قرآن و احادیث سے جمہور ہی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے نیز حد کبیرہ یعنی اس کی تعریف میں بھی علماء کے اقوال مختلف ہیں، لہذا الکبیرۃ فی الموجهۃ للحد، وقیل: ما یلحق الوعد بصاحبہ بلص کعبۃ اوسنة، یعنی جس گناہ کے بارے میں قرآن یا حدیث

میں وعید وارد ہوئی ہو، وقیل: کل ذنب أدخل صاحبه النار وغير ذلك إلى آخر ما في البذل ①۔

دوسری چیز حدیث میں تعداد کبار ہے، پہلی حدیث میں سات اور دوسری میں نو بیان کئے گئے ہیں، ان کے علاوہ بھی احادیث میں دوسرے کبار ذکر کئے گئے ہیں چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کُلُّ مَا هَيَّيَ اللَّهُ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيرَةٌ ②، نیز ان سے سوال کیا گیا کہ کیا کبار نو ہیں تو انہوں نے فرمایا ہی ایلی سبعین یعنی ان کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے اور ایک روایت میں ان سے سبعة مائة مروی ہے یعنی سات سو ہیں ③۔

حضرات علماء نے کبار کے نام سے مستقل تصنیفات بھی لکھی ہیں مثلاً الکبائر للذهبي، الصغائر والكبائر لابن نجيم، الزواجر لابن حجر الهيتمي، الکبائر لابن عبد الوهاب۔ حدیث أبي هريرةؓ أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، وحدیث عميرؓ أخرجه النسائي قاله المنذري۔

۱۱۔ باب [مَا جَاءَ فِي] الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْكُفْنَ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ

کفن کا کپڑا مردہ کے مال میں داخل ہونے کا بیان

وفي بعض النسخ من رأس المال، یعنی میت کے کفن کا تعلق میت کے پورے مال سے ہے اگر پورا تر کہ اس میں صرف ہو جائے تو ہوا کرے، لہذا کفن مقدم ہو گا دین اور وصیت اور میراث سب پر، اسی سے اس باب کی مناسبت بھی کتاب الوصیۃ کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔

۲۸۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ قَالَ مَضَعَبُ بْنُ عَمِيرٍ: قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا نَمْرَةٌ كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَاءِ أَسْهَ خَرَجَتْ بِرَجُلَاةٍ، وَإِذَا غَطَّيْنَا بِرَجُلِيهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَطُّوا بِهَاءِ أَسْهَ، وَاجْعَلُوا عَلَى رَجُلِيهِ مِنَ الْإِذْخِرِ»۔

خباہ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے اور ایک کبل کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ جب ہم لوگ ان کا سر کپڑے سے ڈھانک دیتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب پیر ڈھانک دیتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ یہ بات دیکھ کر حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کا سر ڈھانپ دو اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۱۷) صحیح البخاری - المناقب (۳۶۸۴) صحیح البخاری - المناقب (۳۷۰۱) صحیح

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۳۳

② المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۲۹۳ ج ۱۸ ص ۱۴۰

③ التناجی شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۲ ص ۸۴

شرح الحدیث: عَنْ خُبَّابٍ قَالَ مَضَعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ: قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ إِلَّا مَهْدَةٌ: قَالَ كَأَنَّكَ ضَمِيرٌ مَرْفُوعٌ هُوَ خُبَابُ
کی طرف راجع ہے، اور مَضَعَبُ ترکیب میں مبتداء اور قُتِلَ اس کی خبر ہے، حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ
جنگ احد میں اس حال میں شہید کئے گئے کہ ان کے پاس سوائے ایک اونی چادر کے کچھ بھی نہیں تھا، اور وہ بھی ایسی تھی کہ اگر ہم
اس سے ان کے سر کو ڈھانپتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، حضور ﷺ نے
فرمایا کہ اس کو سر کی جانب کر دو، اور پاؤں پر اذخر کے پتے رکھ دو۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی.
قاله المنذرى۔

کوئی شخص کسی شے کو ہبہ کرے پھر وصیت یا میراث کے ذریعہ وہ چیز اس کو مل جائے

۲۸۷۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ بُرَيْدَةَ، أَنَّ أُمَّ رَأَةَ أُمَّتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: كُنْتُ تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي يُولِيدَةَ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَتَرَكَتْ تِلْكَ الْوَلِيدَةَ قَالَ: «قَدْ وَجِبَ أَجْرُكِ وَرَجَعَتْ إِلَيْكَ فِي الْبِرَاثِ». قَالَتْ: وَإِنَّهَا مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرِ أَفْجِزِيٍّ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَصُومَ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ». قَالَتْ: وَإِنَّهَا لَمْ تَحْجْ أَفْجِزِيٍّ أَوْ يَقْضِي عَنْهَا أَنْ أَحْجَّ عَنْهَا؟ قَالَ: «نَعَمْ».

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ میں نے اپنی والدہ کو ایک باندی بطور ہبہ دی تھی۔ اب میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے وہ باندی ترکہ میں چھوڑی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور تمہاری باندی بھی تمہیں مل گئی۔ پھر اس خاتون نے عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور اسکے ذمہ ایک مہینے کے روزے واجب تھے کیا میں اسکی طرف سے روزے قضا کر لوں تو یہ کافی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج بھی ادا نہیں کیا تھا کیا میں اسکی طرف سے حج کر لوں تو یہ کافی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں (حج کر لو)۔

صحيح مسلم - الصيام (١١٤٩) جامع الترمذي - الزكاة (٦٦٧) جامع الترمذي - الحج (٩٢٩) سنن أبي داود - الوصايا (٢٨٧٧) سنن ابن ماجه - الأحكام (٢٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥٩/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٦١/٥)

یعنی ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے یہ عرض کیا کہ میری والدہ کا انتقال ہو

گیا اور میں نے ان کو ان کی زندگی میں ایک جاریہ ہبہ کی تھی اور اب وہ اس جاریہ کو ترکہ میں چھوڑ گئی، یعنی کیا میں اس کو لے سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے اجازت دیدی اور فرمایا تیرا اجر اپنی جگہ قائم ہے اور وہ تیرے پاس میراث میں لوٹ کر آگئی، جمہور کا مسلک یہی ہے کہ صدقہ کیا ہو مال اگر میراث کے طور پر آئے تو اسکو لینا جائز ہے، بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اسکو لینے کے بعد صدقہ کرنا ضروری ہے^①۔

پھر اسی عورت نے یہ سوال بھی کیا کہ میری والدہ کے ذمہ ایک ماہ کے روزے بھی ہیں، تو کیا یہ کافی ہے کہ میں ان کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم، اور پھر یہی سوال حج کے بارے میں آگے مذکور ہے۔
یہ مسئلہ کہ عبادات میں نیابت جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، بالتفصیل کتاب الصوم اور حج میں گزر چکا۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۱۳۔ باب ما جاء في الرجل يوقف الوقف

کسی چیز کا وقف کرنے کا بیان

ذکر وقف میں مصنفین کا طرز عمل: یہ باب وقف سے متعلق ہے جس کو مصنف کتاب الوصیت کے ضمن میں لائے ہیں، حضرت امام بخاریؒ نے بھی ایسا ہی کیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے وقف کا باب أبواب الأحکام کے ضمن میں لیا ہے، اور امام نسائیؒ نے مستقل کتاب کتاب الأختبائیں کے عنوان سے قائم کر کے اسکے تحت میں متعدد ابواب ذکر کئے ہیں، اور اسکے بعد متصلاً کتاب الوصایا کو ذکر فرمایا۔

وقف کی حقیقت میں امام صاحب اور جمہور کا اختلاف: اسکے بعد جانا چاہئے کہ وقف کی حقیقت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے، اور جو مسلک صاحبین کا ہے وہی ائمہ ثلاث کا ہے، وقف کے معنی لغوی جس کے ہیں اور شرعاً اس کی تعریف یہ ہے حبس العین علی ملک الواقف والتصدق بالمنفعة^②، یعنی اصل شئی کو اپنی ملکیت پر باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع کا صدقہ کرنا، کسی شخص پر یا کسی جماعت پر، خواہ فقراء ہوں یا اغنیاء، یہ تعریف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے: حبس العین علی حکم ملک اللہ تعالیٰ والتصدق بمنفعتہا، یعنی کسی شخص کا اپنی کسی چیز کا مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ٹھہراتے ہوئے اس کی منفعت کا صدقہ کرنا، امام صاحب کے نزدیک واقف کی ملکیت وقف کردہ شئی میں باقی رہتی ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ شئی مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے، نیز وقف امام صاحب کے

① بدل السجود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۳۶-۱۳۷

② لہیں المعائن شرح کنز الدقائق - ج ۳ ص ۳۲۵

نزدیک جائز ہے لازم نہیں مثل عاریتہ کے ہے، واقف کی حیات میں وہ شی اسکی ملک میں رہتی ہے اور اسکی وفات کے بعد ملک ورثہ ہو جاتی ہے۔ بحیث بیاع و بویہ، و کذا اجاز رجوع الواقف عن الوقف فی حیاتہ مع الکراہۃ، اور صاحبین کے نزدیک وقف کیلئے ابطال وقف جائز نہیں بلکہ وہ لازم ہوتا ہے، اسی طرح اسمیں میراث بھی جاری نہیں ہوتی وعلیہ الفتوی (الدر المختار) جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مسلک بھی یہی ہے۔

- ۲۸۷۸

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ ثَابِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِغَيْرِ قَائِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أَصِبْ مَالًا قَطُّ أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهُ فَكَيْفَ تَأْمُرُنِي بِهِ؟ قَالَ: «إِنْ شِئْتَ حَبَسْتُ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا». فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا بَيْعَ أَصْلَهَا، وَلَا يُوهَبُ، وَلَا يُورَثُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْقُرْبَى وَالزُّكَاةِ، وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَابْنِ السَّبِيلِ وَزَادَ عَنْ يَشْرٍ: «وَالضَّعِيفِ»، ثُمَّ اتَّفَقُوا: لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ، وَيُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ. زَادَ عَنْ يَشْرٍ قَالَ: وَقَالَ لِحُمَيْدٍ: غَيْرُ مُتَأَثِّلٍ مَالًا.

ترجمہ

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو خیبر میں ایک زمین ملی وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایک زمین ملی ہے کہ جس سے عہد مال مجھے نہیں ملا۔ آپ اس کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو زمین کی ملکیت روک لو اور اس کے نفع کو صدقہ کر دو۔ حضرت عمرؓ نے اسی پر عمل کیا کہ اصل زمین نہ فروخت کی جائے نہ اس کو ہبہ کیا جائے نہ وہ وراثت میں تقسیم کی جائے اور اس سے فقراء و مساکین نفع حاصل کریں اور غلام و مجاہدین اور مسافر اور مہمان اس سے نفع اٹھائیں۔ جو شخص وقف کا متولی ہے تو وہ ضابطہ کے مطابق اس کے منافع استعمال کرے اور ان رفقاء کو کھلائے جو دولت مند نہ ہوں اور نہ اس میں سے مال جمع کرنے والے ہوں۔

شرح الحدیث (وقف عمر رضی اللہ عنہ)

مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں دونوں کا تعلق حضرت عمرؓ فاروقؓ کے وقف سے ہے جنہوں نے اپنی دوزمینیں شمع اور صیرمۃ ابن الاکوع حضور اقدس ﷺ کے مشورہ کے بعد وقف کی تھیں ان دو میں پہلی حدیث تو ذرا مختصر ہے اور دوسری مفصل، جس میں پورا وقف نامہ یعنی کتاب الوقف مذکور ہے پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے: حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے ایک ایسی زمین حاصل کی ہے کہ اس سے زیادہ نفیس مال مجھے کبھی حاصل نہیں ہوا، تو میں اس کا کیا کروں اور کیسے صدقہ کروں، اس میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو اصل زمین کو روک کر اس کے منافع کا صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کا تصدق کر دیا اس شرط کے ساتھ لَا بَيْعَ أَصْلَهَا، وَلَا يُوهَبُ، وَلَا يُورَثُ کہ اصل زمین کی نہ بیع کی جائے نہ ہبہ اور نہ اس میں

میراث جاری کی جائے، آگے موقوف علیہم کا بیان ہے، لِلْفَقْرَاءِ وَالْقُرْبَىٰ وَالرَّقَابِ، وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ قُرْبَىٰ سے مراد یا تو واقف کے اقارب ہیں، اور ہو سکتا ہے حضور ﷺ کے اقارب مراد ہوں، اور رقاب سے مراد قَلْبِ رِقَاب یعنی غلاموں کو آزاد کرنا اور مکاتبین کے دیون ادا کرنا۔ لَا جُنَاحَ عَلَی مَنْ ذَلِیْهَا أَنْ یَأْكُلَ مِنْهَا بِإِمْقَازٍ یعنی متولی وقف کیلئے یہ جائز ہو گا کہ اس سے مقدار اور معروف طریقہ سے منتفع ہو اور اپنے دوست کو بھی کھلانا، لیکن یہ نہ ہو کہ اس میں سے اپنے لئے رکھ کر جمع کرے، گویا صرف حسب حاجت اتفاق کی اجازت ہے جمع کی نہیں، غَیْرِ مُتَأْتِلٍ مَّا لَا مُتَأْتِلِ اِثْلُهُ سے ماخوذ ہے اِثْلُهُ اصل ثنی کو کہتے ہیں قال امرئ القیس ع وقد یدرک المجد المؤثّل امثالی، یعنی وقف کے مال کو اپنا راس المال نہ بنائے۔

اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقف میں یہ شرطیں لَا یُبَاعُ وَلَا یُوهَبُ وغیرہ حضرت عمرؓ کی جانب سے تھیں اور بخاری کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شروط کی ہدایت خود حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو فرمائی تھی، حافظ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان شروط کا مرفوع ثابت ہونا ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ رفع والی روایت اتم اور اصرح ہے، اور صاحب تحفۃ الأحوذی نے روایتین کا تعارض لکھ کر یہ توجیہ کی ہے کہ ان دونوں کے درمیان جمع اس طور پر ممکن ہے کہ جس روایت میں یہ شرائط حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہیں وہ روایت بعد کی ہے اولاً خود حضور ﷺ نے ان کو ان شرائط کی ہدایت فرمائی تھی پھر حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں وہ شرطیں لکھوائیں ①۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ حدیث وقف کے سلسلہ میں جمہور اور صاحبین کے موافق ہے کیونکہ اس میں لَا یُبَاعُ وَلَا یُوهَبُ وَلَا یُورَثُ کی تصریح ہے جمہور بھی وقف کے بارے میں یہی کہتے ہیں اور یہ اس لیے کہ یہ حدیث اس بات پر دال نہیں ہے کہ یہ امور حقیقت وقف میں داخل ہیں بلکہ یہ تو شرط کے قبیلہ سے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چیزیں حقیقت وقف میں داخل ہوں ہذا ما یخطر ببالی فلیسل، واللہ تعالیٰ أعلم۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

٢٨٧٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهَرِّيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، "عَنْ صَدَقَةَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَسَخَهَا لِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا مَا كَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ فِي مَمْنَعٍ، فَقَصَّصَ مِنْ خَبَرِهِ نَحْوَ حَدِيثِ نَافِعٍ، قَالَ: «غَيْرُ مُتَأْتِلٍ مَالًا، فَمَا عَقَا عَنْهُ مِنْ ثَمَرِهِ فَهُوَ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ». قَالَ: وَسَأَلْتُ الْقِصَّةَ قَالَ: وَإِنْ شَاءَ وَلِيٌّ مَمْنَعٍ اشْتَرَى مِنْ ثَمَرِهِ رَقِيقًا لِعَمَلِهِ. وَكَتَبَ مُعَيَّقِيْبٌ، وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَّثَ بِهِ حَدَّثُ أَنْ مَمْنَعًا وَصَرَمَةً بَنَ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدُ الَّذِي فِيهِ وَالْمِائَةُ سَهْمٍ النَّبِيُّ يَحْيَى وَرَقِيقُهُ الَّذِي فِيهِ، وَالْمِائَةُ النَّبِيُّ أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ بِالْوَادِي تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيهِ دُو الرُّبِّي مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى بِنَفْقَةٍ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمُخْرُومِ وَذَوِي الْقُرْبَى، وَلَا خَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ أَكَلَتْ أَوْ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ."

ترجمہ

حضرت یحییٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پوتے نے مجھے عمر فاروقؓ کی کتاب الصدقہ نقل کر کے عنایت فرمائی۔ وہ کتاب یہ ہے جو کہ اللہ کے بندے عمرؓ نے شمع کے بارے میں تحریر فرمائی۔ پھر حدیث اخیر تک اسی طرح بیان فرمائی جو کہ اوپر مذکور ہے۔ یعنی اس سے نہ مال جمع کرنے والے ہوں اور اس (باغ) میں سے جو پھل نیچے گریں وہ فقراء غرباء کے ہیں اسکے بعد واقعہ بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر شمع متولی چاہے تو وہ اس کے پھلوں کے عوض کام وغیرہ کے لئے کسی غلام کو خرید لے (یعنی باغ کے امور کی انجام دہی کے لئے غلام خرید لیا جائے) اور معقیب نے تحریر کیا اور اس پر عبد اللہ بن ارقمؓ نے شہادت دی کہ یہ اس وصیت کی تحریر ہے جو اللہ کے بندے عمرؓ نے کی جو کہ امیر المؤمنین ہیں۔ اگر میرے ساتھ کسی قسم کا حادثہ پیش آجائے (یعنی میری وفات ہو جائے) تو شمع اور صرمہ بن اکوع اور وہاں پر جو غلام ہیں اور میرے خیر میں جو سو حصے ہیں اور وہاں پر جو غلام ہیں اور ایک سو حصہ ہیں اس دادی میں جو کہ خیر کے قریب واقع ہے وہ سب آنحضرت ﷺ نے مجھے عنایت فرمایا تھا اور ان تمام کی متولی حفصہؓ رہیں گی تا حیات اسکے بعد جو ان میں سے صاحب الرائے ہو گا وہ متولی رہے گا اس شرط پر کہ یہ مال نہ فروخت کیا جائے اور نہ اس کی خریداری کی جائے اور جہاں وہ مناسب سمجھے سوال کرنے والوں اور محروم شخص اور رشتہ داروں میں اس کو خرچ کر دے اور جو شخص وقف کا متولی ہو تو اس کیلئے کسی قسم کا خرچ نہیں کہ وقف میں سے وہ کھائے یا کھلائے یا اسکی آمدنی میں سے اس مال وقف کی حفاظت اور خدمت کیلئے غلام وغیرہ خریدے۔

تخریج

صحیح البخاری - الشروط (۲۵۸۶) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۱۳) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۲۰) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۲۱) صحیح مسلم - الوصیة (۱۶۳۳) جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۷۵) سنن النسائي - الأحباس (۳۶۰۳) سنن النسائي - الأحباس (۳۶۰۴) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۷۸) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۳۹۶) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۳۹۷) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۳/۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۵۵/۲)

شرح الحدیث

کتاب الوقف کی شرح: یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ کے وقف کے بارے میں کہ اس وقف نامہ کو مجھے لکھ کر دیا یعنی اس کی نقل عبد اللہ بن عمرؓ کے پوتے عبد الحمید نے آگے اس کتاب الوقف (وقف نامہ) کی عبارت ہے اس عبارت میں عمر "عبد اللہ" سے بدل واقع ہو رہا ہے ترجمہ یہ ہو گا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ کا بندہ عمر لکھ رہا ہے شمع کے بارے میں، آگے مصنف حوالہ کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ پھر یحییٰ بن سعید نے آگے وقف کے سلسلہ میں اسی طرح ذکر کیا جیسے اس سے پہلے نافع کی روایت میں آیا تھا اور یحییٰ کی روایت میں غَيْرُ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ہے پھر اس روایت میں جو گذشتہ روایت سے زائد ہے اس کو روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ ان مصارف مذکورہ میں خرچ کرنے کے بعد بچے اس کے پھلوں میں

سے تو سائل اور محروم سب کیلئے ہے۔ قال وساق القصة یعنی راوی نے اور کچھ بیان کیا، اس طرح وہاں کہتے ہیں جہاں اختصار کرنا مقصود ہو جیسے الی آخرہ کہتے ہیں آگے یہ ہے کہ اگر متولی شمع چاہے تو اس زمین کی آمدنی میں سے زمین کی خدمت اور کام کیلئے غلام خرید سکتا ہے۔ وَكَتَبَ مُعْتَقِيبٌ، وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَثَرِ قَوْمٍ یعنی اس وقف نامہ کو لکھنے والا معقیب ہے اور گواہ عبد اللہ بن الارقم ہیں تحریر کے اخیر میں جس طرح کاتب اپنا نام لکھا کرتا ہے یہ وہی ہے معقیب حضرت عمرؓ کے خزانچی اور منشی تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَّثَ بِهِ حَدَّثَ أَنْ تَمْتَعُوا وَصِيْرَمَةَ بَنِي الْأَنْكُوعِ إلخ بظاہر ① یہ وقف نامہ کی اصل اور مسلسل عبارت ہے اوپر چونکہ مصنف وقف نامہ کی عبارت شروع کر کے اختلاف روایات کو بیان کرنے لگے تھے وہاں پوری عبارت نہیں آسکی تھی اسلئے یہاں وہ پوری عبارت منقول ہے ہذا ما فہمت واللہ تعالیٰ أعلم۔

صِيْرَمَةَ بَنِي الْأَنْكُوعِ: بھی شمع کی طرح زمین کا نام ہے ②۔
وَالْمِائَةِ الَّتِي أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِي: یعنی اور وہ سو حصے (ان کو بھی وقف میں شامل کر رہے ہیں) جو مجھ کو یعنی عمرؓ کو حضور ﷺ نے عطا کئے تھے وادی میں وادی سے مراد وادی القریٰ ہے جو مدینہ اور تبوک کے درمیان ہے۔
تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ: یعنی اس وقف کی تولیت میری بیٹی حفصہ کیلئے ہوگی جب تک وہ حیات رہے پھر اس کے بعد اس کے خاندان میں سے جو ذی رائے ہو۔

۱۴۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے چیز صدقہ کرنے کا بیان

۲۸۸۰۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَدِّي، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَرَاهُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ: مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ."

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس شخص کا اجر منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین عمل (ایسے ہیں جن) کا اجر منقطع نہیں ہوتا: ① صدقہ جاریہ، ② وہ علم کہ جس سے مخلوق نفع حاصل کرے، ③ نیک اولاد جو کہ والدین کے لئے دعا مانگے۔

صحیح مسلم - الوصیة (۱۶۳۱) جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۷۶) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۵۱) سنن ابی داود -

① اس کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ یہاں عبارت میں ظاہر نکرار محسوس ہو رہا ہے۔

② اور صرمہ بن قیس ایک انصاری صحابی کا نام ہے جو کتاب الصوم کے شروع میں گزر رہا ہے اور اس سے پہلے ابواب الاذان اُجیلَت الصلاة ثلاثہ حوالہ کے ذیل میں قتل کر۔

الوصایا (۲۸۸۰) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۲۴۲) مسند أحمد - ہائی مسند المکثرین (۳۷۲/۲) سنن الدارمی - المقدمة (۵۵۹) **شرح الحدیث** یعنی آدمی کے مرنے پر اس کے سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، اسی طرح سلسلہ ثواب کا بھی منقطع ہو جاتا ہے انقطاع عمل سے، لیکن اس میں آپ ﷺ نے تین عملوں کا استثناء فرمایا کہ وہاں سلسلہ ثواب انقطاع عمل سے منقطع نہیں ہوتا: ① صدقہ جاریہ یعنی ایسا صدقہ جس کا نفع لوگوں میں جاری رہے جیسے اوقاف، ② ایسا علم جس سے لوگ منتفع ہوتے رہیں جیسے تعلیم و تصنیف، قال التاج السبکی التصنیف اقوی من التعلیم لطول بقائه، ③ ولد صالح جو اپنے باپ کیلئے دعا کرتا ہو، صالح سے مراد یہاں مؤمن ہے کما قال ابن حجر المکی۔ ہمارے ایک استاد فرماتے تھے مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کہ ید غولہ کی قید احترازی نہیں اتفاقی ہے اسلئے کہ آدمی کی مؤمن اولاد اس کیلئے ویسے بھی صدقہ ہے خواہ دعا کرے یا نہ کرے۔

مصنف نے ترجمہ قائم کیا صدقہ عن المیت، اس میں ایصال ثواب برائے موتی کا مسئلہ ① ہے اس پر کلام ہمارے یہاں کتاب الزکاة باب فی فضل سقی الماء میں گزر چکا، اس مسئلہ پر یہاں بذل میں بھی تفصیلی کلام کیا ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ لے۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی قالہ المنذری۔

۱۵۔ بَابُ مَا جَاءَ فِيَمَنْ مَاتَ عَنْ غَيْرِ وَصِيَّةٍ يَتَصَدَّقُ عَنْهُ

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس نے کوئی وصیت نہ کی ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟

۲۸۸۱۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أُمِّي أَفْلَيْتْ نَفْسَهَا، وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَتَصَدَّقْتُ وَأَعْطَيْتُ، أَفِيَجْزِي أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَعَمْ فَتَصَدَّقِي عَنْهَا».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ میری والدہ اچانک انتقال کر گئی اور اگر وہ اچانک فوت نہ ہوتی تو وہ کچھ راہ الہی میں دیتی، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کا ثواب اس کو ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے صدقہ کرو۔

تخریج: صحیح البخاری - الجنائز (۱۳۲۲) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۰۹) صحیح مسلم - الوصیة (۱۰۰۴) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۴۹) سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۸۱) سنن ابن ماجہ - الوصایا (۲۷۱۷) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۵۱/۶) موطأ مالک - الاوصیة (۱۴۹۰)

شرح الحدیث: ترجمہ اور حدیث الباب ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں۔

۲۸۸۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا تَرَوُّحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ

عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَحْمِي تُوَفِّتُ أَتَيْتُفَعُّهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ فَقَالَ: «نَعَمْ». قَالَ: فَإِنْ لِي مَخْرَقًا، وَإِنِّي أَشْهَدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهَا عَنْهَا.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو اس کا ثواب ملے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ضرور پہنچے گا۔ اس شخص نے عرض کیا: تو پھر میرے پاس ایک باغ ہے میں آپ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ باغ میں نے اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

ترجمہ: صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۰۵) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۱۱) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۱۸) جامع الترمذی - الزکاة (۶۶۹) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۵۴) سنن النسائی - الوصایا (۳۶۵۵) سنن أبی داؤد - الوصایا (۲۸۸۲) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۷۰/۱)

شرح الحدیث: حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا أخرجه النسائی وابن ماجه، و حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما أخرجه البخاری و الترمذی و النسائی، قاله المنذرى۔

۱۶۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي وَصِيَّةِ الْحَبْرِيِّ يُسَلِّمُ وَلِيُّهُ أَيْلُرْمُهُ أَنْ يُفْذَلَهَا؟

کسی حربی کافر کی موت آجائے اور کوئی مسلمان اس شخص کا وارث ہو تو کیا کافر کی وصیت پوری کی جائیگی؟ یعنی اگر کوئی کافر کوئی وصیت کر کے مرے اور حال یہ کہ اس کا وارث مسلمان ہو جائے تو کیا اس صورت میں اس وارث مسلم پر یہ واجب ہے کہ اس کافر باپ کی وصیت کو پورا کرے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس پر وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں جیسا کہ حدیث الباب سے سمجھ میں آرہا ہے حدیث الباب یہ ہے

أَنَّ الْعَاصِ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً لَمْ يَكُنْ عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ الْعَاصِ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ، فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً، فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرُو أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَّةَ، فَقَالَ: حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبِي أَوْصَى بِعِتْقِ مِائَةِ رَقَبَةٍ، وَإِنْ هِشَامًا أَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِينَ وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُونَ رَقَبَةً، أَفَأَعْتَقُ عَنْهُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَوْ كَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمُ عَنْهُ أَوْ تَصَدَّقْتُمُ عَنْهُ أَوْ حَجَّجْتُمُ عَنْهُ بَلَعَهُ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضرت عاص بن وائل نے اپنی طرف سے ایک سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو ان کے بیٹے ہاشم نے پچاس غلام آزاد کئے اس کے بعد ان کے دوسرے بیٹے عمرو نے

بقیہ پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس نے کہا کہ پہلے میں یہ مسئلہ نبی ﷺ سے دریافت کر لوں۔ لہذا اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی تو (میرے بھائی) ہشام نے ان کی طرف سے پچاس غلام تو آزاد کر دیئے اور پچاس غلام ابھی ان کے ذمہ باقی ہیں۔ کیا میں اپنے والد کی طرف سے پچاس غلام آزاد کر دوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا خیرات کرتے یا حج ادا کرتے تو اس کو اجر مل جاتا۔

سنن ابی داؤد - الوصایا (۲۸۸۳) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۸۲/۲)

تخریج

شرح الحدیث

یعنی عاص بن وائل جو کہ کافر تھا اسلام نہیں لایا اگرچہ اس نے اسلام کا زمانہ پایا ہے، اس نے یہ وصیت کی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں، تو ان کے ایک بیٹے ہشام بن العاص نے تو پچاس غلام آزاد کر دیئے اور اس کے دوسرے بیٹے عمرو بن العاص نے بھی ارادہ کیا باقی پچاس آزاد کرنے کا، تو انہوں نے سوچا کہ اول حضور ﷺ سے دریافت کر لیا جائے، چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر انہوں نے دریافت کیا اور آکر آپ کی خدمت میں اپنے باپ کی وصیت کا ذکر کیا اور یہ کہ میرے بھائی نے تو پچاس اس کی طرف سے آزاد کر دیئے ہیں تو کیا باقی پچاس میں اس کی طرف سے آزاد کر دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ مسلم ہوتا اور پھر تم لوگ اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تب تو اس کا ثواب اس کو پہنچتا (لیکن موجودہ صورت میں آزاد کرنا بیکار ہے) (۱) دیکھئے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی وجہ سے مرنے کے بعد بھی میت کو فوائد پہنچائے جاسکتے ہیں۔ فالحمد لله الذی هدانا لهذا لولا لایسلم۔

۱۷۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَلَهُ وَفَاءٌ يُسْتَنْظَرُ غَرْمًا وَكَذَلِكَ يُرْفَقُ بِالْوَارِثِ

کوئی شخص مقروض ہونے کی حالت میں انتقال کر جائے اور اتنا مال چھوڑ جائے کہ قرض ادا ہو سکتا ہے تو وارث کو قرض خواہوں سے مہلت دلوائی جائے گی۔

یعنی اگر کوئی شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ذمہ کسی کا دین ہو اور وہ اتنا مال چھوڑ کر بھی مرے جس سے دین ادا ہو سکتا ہو تو اس کے قرض خواہوں سے کیا مہلت طلب کی جائے اور وارث کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا جائے۔ یہ ترجمہ یا تو بطریق استفہام کے ہے بتقدیر ہمزۃ الاستفہام، اور احتمال اس میں خبر کا بھی ہے۔ (بذل) (۲)

۲۸۸۴ =

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّ شُعَيْبَ بْنَ إِسْحَاقَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ هِشَامِ بْنِ غُرْدَةَ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا نُؤَيْبٍ وَتَرَكَ عَلَيْهِ ثَلَاثِينَ وَشَقًّا لِرَجُلٍ مِنْ يَهُودَ فَاسْتَنْظَرَهُ جَابِرٌ فَأَبَى، فَكَلَّمَ جَابِرُ النَّبِيَّ

۱ مشکوٰۃ شریف نصف اول کی یہ آخری حدیث ہے جس کی نسبت اس میں صرف ابو داؤد کی طرف کی ہے۔

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۵۱

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَشْفَعَ لَهُ إِلَيْهِ، «فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَمَّ الْيَهُودِيَّ لِيَأْخُذَ فَمَرَّ تَحْتَهُ بِاللَّيْلِ لَهُ عَلَيْهِ قَائِي عَلَيْهِ، وَكَلَّمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنْظِرَهُ قَائِي» وَسَاقِي الْحَدِيثِ.

ترجمہ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انکے والد کی وفات ہو گئی اور وہ اپنے ذمہ ایک یہودی کا تیس و سق کھجور قرضہ چھوڑ گئے۔ جابرؓ نے اس یہودی شخص سے مہلت طلب کی مگر اس یہودی نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ جابرؓ نے نبی ﷺ سے چاہا کہ آپ (یہودی سے) سفارش فرمائیں۔ آپ ﷺ اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے قرض کے عوض جس قدر کھجور کے باغ کے پھل ہیں وہ لے لو۔ اس نے (پھر بھی) انکار کیا۔ پھر نبی ﷺ نے اس یہودی سے کہا کہ جابر کو مہلت دے دو اس نے انکار کر دیا۔ اسکے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی۔

تحقیق صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (۲۲۶۵) صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (۲۲۶۶) صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (۲۲۷۵) صحیح البخاری - الصلح (۲۵۶۲) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۳۶) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۳۷) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۳۸) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۳۹) سنن النسائي - الوصايا (۳۶۴۰) سنن أبي داود - الوصايا (۲۸۸۴)

شرح الحدیث یہ حدیث دین جابرؓ کی کہلاتی ہے، ان کے دین کا قصہ روایات میں مشہور ہے بخاری میں یہ حدیث متعدد مواضع میں ہے، کتاب البیوع، کتاب الصلح، کتاب الاستقراض، کتاب الہبۃ، کتاب الوصایا، علامات النبوة الضیافۃ وغیرہ، اسی طرح نسائی میں بھی بالتفصیل متعدد طرق سے آئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد عبد اللہ بن عمرو بن حرامؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان کے ذمہ جیسا کہ ابو داؤد کی اس روایت میں ہے ایک یہودی کی تیس و سق کھجوریں تھیں، حضرت نے بذل^۱ میں لکھا ہے کہ بخاری وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے غرماء یعنی قرض خواہ بہت سے تھے، لہذا ابو داؤد کی روایت کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ان غرماء میں سے تیس و سق کھجوریں صرف ایک غریم کی تھیں اور دوسرے غرماء کے جو ان پر دین تھے وہ اس کے علاوہ تھے غرض یہ کہ حضرت جابرؓ نے اپنے والد کے غرماء سے اول تو کچھ دین کی معافی کی بات رکھی کہ چھوڑ دیا جائے، جب انہوں نے اس کو نہ مانا تو پھر انہوں نے استنظار یعنی مہلت طلب کی، جب انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا تو پھر حضرت جابرؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ ہی کچھ سفارش فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے ان غرماء سے ان کیلئے سفارش فرمائی، انہوں نے تب بھی نہیں مانا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اچھا جاؤ اپنے باغ میں اور کھجوریں توڑو اور ہر قسم کی کھجور کو علیحدہ علیحدہ جمع کرو، یعنی ان کو خلط نہ کیا جائے اور جب تم یہ سب کام کر چکو تو مجھے اطلاع کر دینا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا اور کھجوروں کے ڈھیر لگا کر حضور ﷺ کو اطلاع کرادی، آپ ﷺ تشریف لائے اور ان ڈھیروں میں سے ایک پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ان لوگوں کو ناپ

ناپ کر کھجوریں دینی شروع کرو، وہ فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ برکت کی دعاء فرماتے رہے یہاں تک کہ سب کا حق پورا ادا ہو گیا اور میری کھجوروں کا حال یہ تھا کہ گویا ان میں سے کچھ لیا ہی نہیں گیا، ایک روایت میں ہے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے باغ کی کئی سال کی فصلوں میں جا کر یہ قرض ادا ہو گا، مگر وہ ایک ہی سال کی فصل سے ادا ہو گیا، اور روایت میں ہے کہ ہمارے دو باغ تھے ایک چھوٹا ایک بڑا، اور یہ سارا قرض ایک چھوٹے باغ سے پورا ہو گیا حتیٰ وَفَّيْنَاكَ جَمِيعَ حَقِّهِ مِنْ أَصْغَرِ الْحَبِيقَتَيْنِ، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے، کہ جب سب کے حقوق ادا ہو گئے تو حضور ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ جاؤ ابو بکرؓ و عمرؓ کو بھی اس کی اطلاع کر دو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس کی اطلاع کی ان دونوں نے فرمایا کہ ہم تو پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ جب آپ ﷺ بہ نفس نفیس باغ میں تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر ایسا ہی ہو گا، یہ حضور ﷺ کا معجزہ ظاہر ہے اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کو علامات نبوة میں بھی ذکر کیا ہے، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

والحدیث أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔ وفي البذل والحدیث بتعامه مذکور فی البخاری ومسلم وغیرہما ۱، قلت لم أجده فی صحیح مسلم ولعله سبق فلم، والصواب بدله والنسائی فلیحرر۔

آخر کتاب الوصایا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الفرائض

وراثت کے تفصیلی احکام

۱۔ باب ما جاء في تعليم الفرائض

علم میراث سیکھنے کے فضائل

۲۸۸۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعِ التَّوْحِي، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سَوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةُ مُحْكَمَةٍ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ".

سراج: عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ حقیقی علوم تین ہیں اور ان کے علاوہ جو علوم ہیں وہ زائد علوم میں داخل ہیں: ① قرآن کریم کا علم جسکی تمام آیات محکم غیر منسوخ ہیں، ② وہ تمام احادیث مبارکہ جو سند صحیح سے مروی ہیں، ③ وراثت کا وہ علم جس میں ہر ہر وارث کو انصاف کے ساتھ اس کا حصہ مل سکے۔

سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۸۸۵) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۵۴)

شرح الحديث: الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، وَمَا سَوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةُ مُحْكَمَةٍ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ: یعنی علوم شرعیہ معتبرہ تین ہیں، اور ان کے علاوہ جو ہے وہ ضرورت سے زائد اور غیر ضروری ہے، آگے ان تین کا بیان ہے: ① آیات محکمہ، یعنی غیر منسوخہ، یا صریحہ غیر محتمل تاویل، ② احادیث صحیحہ ثابتہ، ③ فریضہ عادلہ فریضہ سے مراد یا تو وہ احکام و اصول ہیں جن سے تقسیم بین الورثہ عدل کیساتھ یعنی پوری پوری ہو سکے اور یہ بات علم الفرائض سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد مطلق وہ فرائض و احکام ہیں جن پر عمل واجب ہے، اور عادلہ سے مراد ہے مساویہ، یعنی وہ احکام مستنبطہ جو مساوی اور موافق ہوں ما یؤخذ من الكتاب والسنة کے واللہ تعالیٰ اعلم، فقیہہ إشارۃ إلى الإجماع والقياس، لہذا اس حدیث میں چاروں اولہ شرعیہ کتاب وسنت اجماع و قیاس کا ذکر آگیا ①۔ اس حدیث کی شرح میں یہ دونوں احتمال "بذل" میں "فتح الودود" کے

① میری تقریر ابو داؤد کی ایک کاپی میں اس طرح ملتا: علوم شرعیہ معتبرہ تین ہیں آیات صریحہ محکمہ، احادیث صحیحہ ثابتہ، وہ احکام اور فرائض جو قسمین اولین سے ماخوذ مستنبط ہوں (إشارة إلى الإجماع والقياس) العادلۃ یعنی برابر یعنی یہ احکام اور فرائض مستنبطہ معتبر ہونے اور واجب العمل ہونے میں برابر ہیں قسمین اولین کے، لیکن مصنف کی مراد یہ معنی نہیں بلکہ دوسرے معنی مراد ہیں وہ یہ کہ فریضہ عادلہ سے مراد وہ احکام اور اصول ہیں جن سے عدل نہیں

حوالہ سے لکھے ہیں^۱، امام ترمذی نے کتاب الفرائض کے شروع میں باب ما جاء فی تعلیم الفرائض کے تحت میں یہ حدیث ذکر کی ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَعْلَمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي مُقْبِوُصٌ»^۲، وفی ہامشہ عن مجمع البحار: قیل: اُبی علم المواریث، ولا دلیل علیہ، والظاهر ما فرض اللہ، ويمكن أن يراد سنناً صادرة منه مشتملة على الأوامر والنواهي، أي تعلموا الكتاب والسنة^۳۔

۲۔ باب فی الکلالۃ

کلالہ وارث کے احکام کا بیان

کلالہ عند الجمہور وہ میت ہے جو والد اور ولد چھوڑ کر نہ مرے من لا والد لہ ولا ولد، اور اس میں یہ بھی کہا گیا ہے وہ ورثاء جن میں میت کا والد اور ولد نہ ہو، یہ دونوں تو تقریباً ایک ہی ہیں، وقیل: من لا والد لہ فقط، وهو قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، او من لا ولد لہ فقط۔

۲۸۸۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: "مَرَضْتُ فَأَتَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُودُنِي، هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مَاشِيَيْنِ، وَقَدْ أَعْمَى عَلِيٌّ، فَلَمَّ أَكَلَمَهُ، فَتَوَضَّأَ وَصَبَّهُ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي وَلِي أَخَوَاتٌ؟ قَالَ: فَذَلَّتْ آيَةُ الْمَوَارِيثِ: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ}"^۴۔

سرحمد محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ پیادہ میری عیادت کیلئے تشریف لائے مجھ پر اس وقت بے ہوشی طاری تھی میں آپ ﷺ سے بات نہیں کر سکا تو حضور ﷺ نے وضو فرما کر وضوء کا استعمال شدہ پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے بے ہوشی سے افاقہ ہو گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے وارثوں میں تو صرف میری بہنیں ہیں تو میں اپنے مال کے متعلق وصیت کر سکتا ہوں یا نہیں؟ تو اس پر میراث کی آیت نازل ہوئی..... اے نبی! لوگ آپ سے وراثت کے متعلق فتویٰ طلب کر رہے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ پاک کلالہ وارث کے متعلق صاف صاف اور محکم حکم بیان فرماتا ہے۔

لکھ الورثۃ فی الحصص المعنیۃ حاصل ہو، اور یہ بات علم الفرائض سے حاصل ہوتی ہے، وهذا المعنی هو المطابق لغرض المصنف فمعنی "العادلة" علی الاول العادلة اُمی المستویۃ للقسمین الاولین فی الحجبۃ وعلی الثانی بمعنی العادلة فی القسمة۔

۱ بدل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۵۳

۲ جامع الترمذی - کتاب الفرائض - باب ما جاء فی تعلیم الفرائض ۲۰۹۱

۳ مجمع بحار الأنوار فی غرائب التنزیل ولطائف الأخبار للفتی - ج ۴ ص ۱۲۲، جامع الترمذی (ط قدیمی) - ج ۲ ص ۲۹

۴ حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا (سورۃ النساء: ۱۷۶)

صحیح البخاری - الوضوء (۱۹۱) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۳۰۱) صحیح البخاری - المرضی (۵۳۲۷) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۴) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (۶۸۷۹) صحیح مسلم - الفرائض (۱۶۱۶) جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۶) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۰۱۵) سنن أبی داؤد - الفرائض (۲۸۸۶) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۲۸) مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۲۹۸/۳) سنن الدارمی - الطہارۃ (۷۳۳)

شرح الحدیث: **مضمون حدیث جابر فی الوصیۃ:** اس باب میں مصنف نے حضرت جابرؓ کی حدیث ذکر کی جس میں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں اس وقت بے ہوش تھا آپ سے بات نہیں کر سکا، آپ نے وضو فرمائی اور وضو کا بچا ہوا پانی یا غسلہ (و بالا خیر جزمہ الحافظ فی الفتح کما فی ہامش البذل) مجھ پر چھڑکا جس سے میں ہوش میں آگیا، اس وقت میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کیا کروں (یعنی اگر کچھ وصیت کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں) اور میرے وارثوں میں صرف میری بہنیں ہیں، وہ فرماتے ہیں اس پر آیت میراث نازل ہوئی (آیت میراث کا مصداق آگے مذکور ہے) **يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ**، اور بعض روایات میں اس طرح ہے: **فَنَزَلَتْ {يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ}**^۱، اور امام بخاریؒ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیت المیراث سے مراد **يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ** الایۃ ہے۔

حضرت جابر کے بارے میں کونسی آیت کا نزول ہوا: پھر جاننا چاہئے اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں ان دو آیتوں میں سے کونسی آیت نازل ہوئی، آیا وہ **يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ** ہے جو سورۃ نساء کے شروع میں مذکور ہے اور بڑی مفصل ہے تمام ورثاء کے حصص اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں، اور اس کے آخر میں مجملہ کلام کا بھی ذکر ہے **وَإِنْ كَانَ زَكَاةً يُؤْتَىٰ مِنْ كَلَالَةٍ أَوْ مِمَّا رَزَقَ الرَّجُلُ مِنْهُ فَلْيُؤْتِ مِنْهُ** اور یا اس کا مصداق **يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ** ہے جو سورۃ نساء کے اخیر میں مذکور ہے جس میں حکم کلام کا بیان واضح مذکور ہے جس کو آیۃ الصیف بھی کہتے ہیں، پس بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق اول سورۃ والی آیت ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق آخر سورۃ والی آیت ہے، لیکن حضرت جابرؓ کے حال کے مناسب چونکہ وہ کلام تھے قول ثانی ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ ابن العربی نے اس سلسلہ میں اپنا خلیجان ظاہر کرتے ہوئے آیت میراث کو ترجیح دی ہے یعنی **يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ**، پھر آگے حافظؒ نے اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں آیۃ الصیف کا نزول ہوا **يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ**، اور اسی طرح آیت المیراث (**يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ**) کا آخری ٹکڑا جس میں کلام کا ذکر مجملہ ہے یہ دو تو جابرؓ کے قصہ میں نازل ہوئیں اور آیۃ میراث کے شروع کا حصہ یہ سعد بن الربیع کی دو بیٹیوں کے قصہ میں نازل ہوا (من البذل)^۲ میں کہتا ہوں: سعد بن الربیع سے متعلق

۱ حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں (سورۃ النساء: ۱۱)

۲ لعل الباری شرح صحیح البخاری - ج ۱۲ ص ۴، ہذل المجهود فی حل أبی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۵۶

آیت آئندہ باب میں آرہی ہے جس میں اس طرح ہے: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتْ امْرَأَةً بِابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَاتَانِ بِنَتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ..... قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَخْطَأَ بِشْرُ فِيهِ إِمَامَاهُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ» وَفِي أُخْرَى وَقَالَ: نَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: {يُؤْصِيكُمْ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ} (والحديث^①) - والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى -

۳۔ باب مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ

جس میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اسکی بہنیں ہوں

اس باب میں بھی مصنف نے حضرت جابرؓ ہی والی روایت ذکر کی، کیونکہ حضرت جابرؓ پر یہ بات صادق آتی ہے لیس له ولد وله أخوات اور من لیس له ولد یہی کلام ہے (علی قول) لہذا پہلا باب اور یہ باب دونوں کلام سے متعلق ہیں۔ فالفرق بین الترحمتین بقولہ ہہنا ولہ أخوات، وهذا القید لیس بملاحظ فی الترجمة السابقة.

۲۸۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَيْتُ وَعِنْدِي سَبْعُ أَخَوَاتٍ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَفَحَّخَنِي وَجْهِي، فَأَقْبَضْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَوْصِي الْأَخَوَاتِ بِالْقُلْتِ؟ قَالَ: «أَحْسِنُ»، قُلْتُ: الشُّطْرُ؟ قَالَ: «أَحْسِنُ» ثُمَّ خَرَجَ وَتَرَ كَنِي، فَقَالَ: «يَا جَابِرُ، لَا أَرَاكَ مَتَيْتًا مِنْ وَجْعِكَ هَذَا، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ أَنْزَلَ قَبِيْنَ الَّذِي لِأَخَوَاتِكَ فَجَعَلَ لَهُنَّ الْقُلْتَيْنِ»، قَالَ: فَكَانَ جَابِرٌ يَقُولُ: «أَنْزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ}».

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور میری سات بہنیں تھیں پس رسول اللہ ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے (میں بیہوش تھا تو رسول اللہ ﷺ نے وضوء فرما کر) میرے چہرے پر چھینٹا مارا تو مجھے ہوش آگیا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنی بہنوں کیلئے دو تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

① سنن ابی داؤد - کتاب الفرائض - باب ما جاء فی میراث الصلب ۲۸۹۱

② تعبیر: ہم نے اس باب اور گزشتہ باب کے درمیان تکرار سے بچنے کیلئے فرق اگرچہ ظاہر کر دیا لیکن یہ باب بعض نسخوں میں ہے ہی نہیں، بلکہ گزشتہ ہی باب کے تحت چار حدیثیں مذکور ہیں: ① حدیث احمد بن حنبل ② حدیث عثمان بن ابی شیبہ ③ مسلم بن ابی حاتم حدیث منصور بن ابی مزاحم جو ہمارے یہاں اس ترجمہ ثانیہ کے تحت آگے آرہی ہے اور چاروں حدیثیں ترجمہ الباب کے مطابق ہیں دوسرا اختلاف نسخ یہاں پر یہ ہے کہ ہمارے نسخہ میں ترجمہ ثانیہ کے تحت جو تیسری حدیث ہے حدیث ثاموکی بن السعلیل، اور چوتھی حدیث اسد اور پانچویں حدیث ابن السرح، بعض دوسرے نسخوں میں یہ تینوں حدیثیں آئندہ آنے والے باب یعنی باب ما جاء فی میراث الصلب کے تحت میں مذکور ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے کہ ان تینوں روایتوں کو ہمارے ترجمہ الباب (مَنْ كَانَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخَوَاتٌ) سے کوئی مناسبت نہیں بلکہ اس کے منافی ہیں۔

فرمایا کہ تم اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرو تو میں نے عرض کیا کہ میں آدھے مال کی وصیت کر سکتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی بہنوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو پھر رسول اللہ ﷺ مجھے چھوڑ کر باہر تشریف لے جانے لگے اور اس وقت مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے جابر! میرے خیال میں تمہاری اس بیماری کے سبب تمہاری وفات نہیں ہوگی..... اور اللہ پاک نے قرآن شریف میں واضح احکام اتار کر تمہاری بہنوں کا حصہ بیان کر دیا ہے اور ان بہنوں کیلئے تمہارے ترکہ کا دو تہائی حصہ مقرر فرمایا ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی ہے: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

صحیح البخاری - الوضوء (۱۹۱) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۳۰۱) صحیح البخاری - الرضی (۵۳۲۷) صحیح البخاری - الفرائض (۶۲۴۴) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (۶۸۷۹) صحیح مسلم - الفرائض (۱۶۱۶) جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۶) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۰۱۵) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۸۷) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۲۸) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۲۹۸/۳) سنن الدارمی - الطہارۃ (۷۳۳)

شرح الحدیث ظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت جابرؓ نے آپ ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں اپنی بہنوں کیلئے دو ثلث کی وصیت کر دوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اپنی اخوات کے ساتھ احسان کر، انہوں نے عرض کیا کہ اچھا نصف کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا: أحسن۔ اس حدیث پر بادئی الرأی میں دو اعتراض ہوتے ہیں اول یہ کہ اخوات کیلئے وصیت کہاں جائز ہے وہ تو وارث ہیں ولا وصیۃ لوارث، دوسرے یہ کہ وہ تو ثلثین کی وصیت کی اجازت لینا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: احسن الی الاخوات۔ اس پر انہوں نے نصف کی وصیت کی اجازت طلب کی، اس میں احسان الی الاخوات کہاں ہے اس میں تو اور بھی نقصان پایا جا رہا ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ باب وصیۃ میں لام موصیٰ لہ پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں ”لا اخواتی“ میں یہ لام صلہ کا نہیں ہے اور موصیٰ لہ پر داخل نہیں ہو رہا ہے بلکہ یہ لام اجلیہ ہے یعنی لاجل اخواتی، اور مطلب یہ ہے کہ میں جو آپ سے وصیت کی اجازت طلب کر رہا ہوں وہ اخوات کے موجود ہونے کی وجہ سے ہے کہ چونکہ میرے درثناء میں میری اخوات موجود ہیں تو کیا ان کے ہوتے ہوئے میں کسی شخص کیلئے ثلثین کی وصیت کر سکتا ہوں، فزال الاشکال بحذا فیرہ، کذا اسمعنا من الأساتذہ۔ پھر آگے روایت میں یہ ہے: آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم اپنے اس مرض میں وفات نہیں پاؤ گے۔

تنبیہ: حضرت جابرؓ کا کلام ہونا اور پھر محدثین کا ان کی روایت کو باب الکلالہ میں ذکر کرنا یہ ان کی اس موجودہ حالت کے اعتبار سے ہے جو بوقت سوال تھی ورنہ بعد میں تو جب وہ اس مرض سے صحتیاب ہو گئے تو شادی کی صاحب اولاد ہوئے اور بہت زمانہ تک زندہ رہے حتیٰ تو فی ۷۳ ہجری مدھو ابن اربعۃ وتسعين سنة وهو آخر من مات بالمدينة من الصحابة (کذا فی التہذیب^۱)

والحدیث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۲۸۸۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْ إِسْحَاقٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "أَخْرَجُ آيَةَ نَزَلَتْ فِي الْكَلَالَةِ: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ}."

براء بن عازب فرماتے ہیں کہ کلالہ وارث کے متعلق جو آخری آیت نازل ہوئی یہ والی ہے: {يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ}۔

شرح الحدیث: نزلت: آیت کی صفت ہے یعنی آخری آیت جو کلالہ کے بارے میں نازل ہوئی وہ {يَسْتَفْتُونَكَ} الخ ہے اسی آیت کو آیۃ الصیف کہا جاتا ہے اور وہ جو سورۃ نساء کے شروع میں ہے اس کو آیۃ الشتاء کہتے ہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائي، قاله المنذرى۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا مُنْصَوِّرُ بْنُ أَبِي مَزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَسْتَفْتُونَكَ فِي الْكَلَالَةِ فَمَا الْكَلَالَةُ؟ قَالَ: «مُجْزِيكَ آيَةَ الصَّيْفِ» فَقُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: هُوَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا وَلَا وَلَدًا؟ قَالَ: «كَذَلِكَ ظَنُّوا أَنَّهُ كَذَلِكَ»۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آیت مبارکہ {يَسْتَفْتُونَكَ} الخ میں کلالہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس آیت کو پڑھ لو جو گرمی کے زمانے میں نازل ہوئی تھی تو تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کلالہ کون شخص کہلاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحاق سے پوچھا کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کا اس حال میں انتقال ہو کہ نہ اس کا بیٹا ہو اور نہ ہی اس کا باپ ہو؟ تو ابواسحاق نے فرمایا کہ تم نے کلالہ کی جو تعریف بیان کی ہے یہی تعریف علماء بیان فرماتے ہیں۔

جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۰۴۲) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۸۹)

شرح الحدیث: خطابي فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلالہ کے بارے میں دو آیتیں نازل فرمائیں ایک سردی کے زمانہ میں اور یہ وہ آیت ہے جو سورۃ نساء کے شروع میں ہے جس میں اجمال و ابہام ہے، پھر دوسری آیت نازل فرمائی گرمی کے زمانہ میں اور یہ وہ ہے جو سورۃ نساء کے آخر میں ہے جس میں تفصیل اور وضاحت ہے اس لیے آپ ﷺ نے اس سائل کو اسی آیۃ الصیف کا حوالہ دیا کہ اس کو پڑھ وہ تیرے لیے کافی ہو جائے گی^۱۔ والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذرى۔

٤ - باب ما جاء في ميراث الصلْب

حقیقی اولاد کی وراثت کا بیان (۶۷)

۲۸۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرٍ بْنُ زُرَّارَةَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ، عَنْ هُذَيْلِ بْنِ شُرْحَبِيلٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، وَسَلَمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ قَسَا لَهُمَا، عَنِ ابْنَتِهِ، وَابْنَةِ ابْنِ، وَأُخْتِ لِأَبٍ وَأُمٍّ، فَقَالَا: وَلَا أُخْتٍ مِنَ الْأَبِ، وَالْأُمِّ النَّصْفُ، وَلَمْ يُورَثَا ابْنَةُ الْإِبْنِ شَيْئًا، وَأَبُ ابْنِ مَسْعُودٍ، فَإِنَّهُ سَيَتَابِعُنَا، فَأَتَاهَا الرَّجُلُ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهِمَا، فَقَالَ: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ، وَلَكِنِّي سَأَقْضِي فِيهَا بِقَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لِابْنَتِهِ النَّصْفُ، وَلِابْنَةِ الْإِبْنِ سَهْمٌ تَكْمِلُهُ الثَّلَاثِينَ، وَمَا بَقِيَ فَلِلْأُخْتِ مِنَ الْأَبِ وَالْأُمِّ».

ترجمہ: ہزیل بن شرحبیل کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابو موسیٰ شعری اور سلیمان بن ربیعہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اسکے ورثہ میں اسکی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور حقیقی بہن ہیں تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ وراثت کا آدھا حصہ بیٹی کو ملے گا اور آدھا حصہ حقیقی بہن کو ملے گا اور پوتی کو ان دونوں حضرات نے میراث میں حصہ دار نہیں بنایا اور تم ابن مسعودؓ کے پاس چلے جاؤ وہ بھی وہی بات فرماینگے جو ہم نے تمہیں بتلائی ہیں تو یہ شخص ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے ان سے میراث کا یہ مسئلہ دریافت کیا اور یہ بھی بتلایا کہ یہ دونوں حضرات فرما رہے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ بھی ہماری موافقت فرمائینگے۔ تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر انکی اس بات میں، میں موافقت کروں تو میں گمراہ ہو جاؤ گا اور سیدھی راہ پر نہ رہو گا لیکن اس مسئلے میں میں وہ فیصلہ کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میت کی ایک بیٹی کو میراث کا آدھا حصہ ملے گا اور میت کی ایک پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا میراث کی دو تہائی پورا کرنے کیلئے اور بقیہ مال عینی بہن کا ہو گا۔

تخریج: صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۵) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۶۱) جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۳) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۰) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۲۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۸۹/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۴۰/۱)

شرح الحدیث: ایک شخص ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس جو کہ اس وقت حضرت عثمانؓ کی جانب سے امیر کوفہ تھے اور سلمان بن ربیعہ کے پاس (جو کہ قاضی کوفہ تھے) آیا اور اس نے ان دونوں سے فرائض کا یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن چھوڑی ان دونوں نے یہ فیصلہ فرمایا کہ نصف میراث بیٹی کے لیے ہے (لقولہ تعالیٰ: وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ) اور نصف بہن کے لیے اور پوتی کو کچھ نہیں دیا اور ان دونوں نے اس سائل سے یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعودؓ کے پاس بھی چلے جاؤ وہ بھی اس فیصلہ کی موافقت فرمائیں گے، یہ سائل ان کی خدمت میں پہنچا اور ان دونوں کا

فیصلہ سنایا انہوں نے فرمایا: لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذْ أَوْمَأْنَا مِنَ الْفُتَيْنِ کہ اگر میں یہ فیصلہ کروں تو میں سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں گا، اور پھر انہوں نے فیصلہ یہ کیا کہ نصف بیٹی کے لیے اور سدس پوتی کے لیے تَكْمِلَةُ الثَّلَاثَيْنِ، اور باقی یعنی ثلث بہن کے لیے۔

تَكْمِلَةُ الثَّلَاثَيْنِ کا مطلب سراجی پڑھنے والے جانتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک میں تصریح ہے اس بات کی کہ اگر بیٹی ایک ہو تو اس کیلئے نصف ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو پھر ان کا حصہ دو ثلث ہے (لقولہ تعالیٰ: فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ) یہاں چونکہ بنت ایک تھی کتاب اللہ کی تصریح کے مطابق نصف تو اس کا ہو گیا اور چونکہ بنت الابن بھی بنت ہی ہے مگر ذرا بعید اس لیے بنت کو نصف دینے کے بعد ثلثین میں سے جو سدس باقی رہ گیا تھا وہ دوسرے درجہ کی بنت کو دیدیا گیا تاکہ مجموعہ بنات کا حصہ پورا دو ثلث ہو جائے اور دونوں آیتوں کے مضمون پر عمل ہو جائے یہ مطلب ہے تَكْمِلَةُ الثَّلَاثَيْنِ کا۔ الحدیث أخرجه البخاری والترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحوہ قالہ المنذری۔

۲۸۹۱ -

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جِئْنَا امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ فِي الْأَسْوَاقِ، فَجَاءَتْ امْرَأَةً ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَاتَانِ بِنَتَا ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قُتِلَ مَعَكَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقَدْ اسْتَفَاءَ عَنْهُمَا مَا لَهُمَا وَمِيرَاثُهُمَا كُلُّهُ، فَلَمْ يَدَعْ لَهُمَا مَالًا إِلَّا أَخَذَهُ، فَمَا تَرَى يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَوَاللَّهِ لَا تُنْكَحَانِ أَبَدًا إِلَّا وَهُمَا مَالٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَقْضِي اللَّهُ فِي ذَلِكَ»، قَالَ: وَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ: {يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ} الْآيَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُوا إِلَى امْرَأَةٍ وَصَاحِبَتِهَا» فَقَالَ لَعَنَهُمَا: «أَعْطِيَهُمَا الثَّلَاثَيْنِ وَأَعْطِي أُمَّهُمَا الثَّمَنَ، وَمَا بَقِيَ فَلَكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَخْطَأَ يَشْرُفِيهِ إِتْمَانُهُمَا ابْنَتَا سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ، قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ».

ترجمہ

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری خاتون کے گھر پہنچے مقام اسواق میں تو وہ خاتون اپنی دو بیٹیوں کو خدمت نبوی ﷺ میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ دونوں میرے شوہر ثابت بن قیس کی بیٹیاں ہیں (آگے آ رہا ہے کہ یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں نہ کہ ثابت بن قیس کی لہذا یہ لفظ وہم ہے) جو آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور ان بچیوں کے چچا نے ان کا سارا مال اور انکی پوری میراث لے لی ہے اور ان بچیوں کیلئے کوئی بھی مال نہیں چھوڑا لیکن وہ سارا مال انکے چچا لے اڑے اے اللہ کے رسول! آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ خدا کی قسم ان بچیوں کی شادی تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ انکے پاس روپیہ پیسہ ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک اس معاملے میں فیصلہ نازل فرمائینگے راوی کہتے ہیں کہ سورۃ نساء نازل ہوئی: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ الخ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس میت کی بیوی اور بیوی کے خصم (میت کے چچا) کو بلاؤ اور حضور ﷺ نے ان بچیوں کے چچا سے ارشاد فرمایا کہ اپنی بھتیجیوں کو میراث کا دو تہائی اور انکی والدہ کو میراث کا آٹھواں حصہ دو

اور جو مال بچ جائے تو وہ تمہارا ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ بشر راوی نے اس حدیث میں غلطی کی ہے یہ دونوں لڑکیاں تو سعد بن ربیع کی بیٹیاں تھیں۔ ثابت بن قیس تو جنگ یمامہ میں (حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں) شہید ہوئے تھے (نہ کہ غزوہ احد میں)۔

۲۸۹۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَةً سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ سَعْدًا هَلَكَ وَتَرَكَ ابْنَتَيْنِ، وَسَائَ تَحْوُهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا هُوَ أَصَحُّ».

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ سعد بن ربیع کی اہلیہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! سعد شہید ہو گئے اور انہوں نے دو بیٹیاں اپنے پیچھے چھوڑی اسکے بعد گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بشر راوی کی نقل کردہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۲) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۸۹۱) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۲۰)

شرح الحدیث: فَجَاءَتِ امْرَأَتُهُ ابْنَتَيْنِ لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: اس روایت کا ذکر ہمارے یہاں شروع میں آچکا مضمون حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں سعد بن الربیع کی زوجہ نے اپنی دو بیٹیوں کو پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ دونوں سعد بن الربیع کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے ساتھ جنگ احد میں تھے اور شہید ہو گئے تھے ان دونوں کے چچانے ان کا سارا مال اور میراث قبضاً لیا اب کیا کیا جائے بغیر مال کے ان کا نکاح کیسے کیا جائے گا آپ نے اس عورت کی بات سن کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کچھ فیصلہ فرمائیں گے، اس پر پھر آیت میراث: يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِهِ كُفَّةً نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اس عورت کو اور اسکے صاحب معاملہ کو بلوایا اور ان کے آنے کے بعد آپ نے ان لڑکیوں کے چچا سے فرمایا کہ دو ثلث میراث کا ان دونوں کو دے اور ثمن ان کی والدہ کو، آگے جو بچے وہ تیرے لیے ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجہ فی حدیثہما سعد بن الربیع، قالہ المنذری۔

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو حَسَّانَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، «وَتَرْتِ أَخْتًا ابْنَةً، فَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا التُّصِفَ وَهُوَ بِالْيَمَنِ»، وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَيٌّ.

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ نے ملک یمن میں نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک بہن اور ایک بیٹی کو میت کا اس طرح وارث بنایا کہ میت کی ایک بیٹی اور ایک بہن میں سے ہر ایک کو آدھا آدھا حصہ دیا۔

صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۳) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۶۰) سنن ابی داؤد - الفرائض

(۲۸۹۳) سنن الدارمی - الفرائض (۲۸۷۹) سنن الدارمی - الفرائض (۲۸۸۰)

۵۔ باب فی الجدة

میت کی دادی اور نانی کی میراث کا بیان (۶۷)

۲۸۹۴ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ خُرَشَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بِنِ دُوَيْبٍ، أَنَّهَا قَالَتْ: جَاءَتِ الْجَدَّةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا؟ فَقَالَ: مَا لَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا عَلِمْتُ لَكَ فِي سُنَّةِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا، فَأَمْرُ جَعِي حَتَّى أَسْأَلَ النَّاسَ، فَسَأَلَ النَّاسَ، فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، «حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهَا الشُّدُسَ»، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: هَلْ مَعَكَ غَيْرُكَ؟ فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَقَالَ: مِثْلُ مَا قَالَتِ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَأَنْقَذَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ جَاءَتِ الْجَدَّةُ الْآخَرَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا، فَقَالَ: «مَا لَكَ فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى شَيْءٌ، وَمَا كَانَ الْقَضَاءُ الَّذِي تُضَيِّ بِهٖ إِلَّا غَيْرُكَ، وَمَا أَنَا بِرَأِيٍّ فِي الْقَرَأِئِينَ، وَلَكِنْ هُوَ ذَلِكَ الشُّدُسُ، فَإِنْ اجْتَمَعْتُمْ مَعَهُ فَلَهُو بَيْنَكُمَا، وَإِنِّي كَمَا خَلْتُ بِهِ فَهَؤُلَاءِ».

ترجمہ

قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خدمت میں میت کی ایک نانی آئی اور اس نے اپنے نواسہ کی میراث میں اپنا حصہ طلب کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں تمہارا حصہ مذکور نہیں اور اللہ کے نبی کی سنت میں بھی مجھے تمہارا کوئی حصہ معلوم نہیں تم واپس لوٹ جاؤ میں صحابہ کرام سے تمہارے متعلق احادیث دریافت کرتا ہوں، پس حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ سے نانی کی میراث کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے نانی کو میراث کا چھٹا حصہ عطا فرمایا تھا میں اس مجلس میں موجود تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: کیا تمہارے علاوہ بھی کوئی اور اس بات کی گواہی دے گا؟ تو محمد بن مسلمہؓ صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت مغیرہ کی طرح حدیث بیان کی تو حضرت ابو بکرؓ نے اس نانی کیلئے میراث کے چھٹے حصے دینے کا حکم ارشاد فرمایا پھر اس میت کی دادی (یانانی) حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور اپنے پوتے کی میراث طلب کرنے لگی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہارے لئے قرآن کریم میں کوئی حصہ نہیں ہے اور وہی فیصلہ صحیح ہے جو پہلے ہو چکا ہے (حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں) کہ تمہارے علاوہ میت کی نانی وارث ہوگی اور میں وراثت کے مسائل میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں کر سکتا لیکن اب یہ فیصلہ ہے کہ میراث کا چھٹا حصہ میت کی دادی کیلئے ہو گا پس اگر میت کی دادی اور نانی دونوں موجود ہوں تو یہ چھٹا حصہ میت کی دادی اور نانی کے درمیان تقسیم ہو گا اور جب کسی میت کی دادی نانی میں سے کوئی ایک وارث ہو تو چھٹا حصہ پورا کا پورا اس کیلئے ہو گا جو موجود ہوگی۔

جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۰۰) جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۰۱) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۸۹۴) سنن

ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۲۴) موطأ مالک - الفرائض (۱۰۹۸)

شرح الحدیث: جدہ سے یہاں دادی اور نانی دونوں مراد ہیں کیونکہ دونوں ذوی الفروض میں سے ہیں اور دونوں کا سهم بھی ایک ہی ہے یعنی سدس، اگر دونوں میں سے ایک ہوگی تو تنہا سدس وہ لے لیگی اور اگر دونوں ہیں تو سدس میں دونوں مشترک ہو جائیں گی جیسا کہ حدیث الباب میں ہے۔

جانتا چاہئے کہ ذوی الفروض یعنی وہ ورثاء جن کے حصص متعین ہیں وہ دو طرح کے ہیں اکثر تو وہ ہیں جن کے حصہ کی تصریح کتاب اللہ میں ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کا فرض اور حصہ کتاب اللہ سے ثابت نہیں بلکہ حدیث سے ہے چنانچہ جدہ خواہ ام الاب ہو یا ام الامہ اسی قسم ثانی میں سے ہے۔

چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ کسی میت کی جدہ صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اپنی میراث طلب کرنے تو انہوں نے فرمایا: بما للہ فی کتاب اللہ تعالیٰ شیء کہ کتاب اللہ میں تو تیرا حصہ مذکور نہیں اور کسی حدیث سے تیرا حصہ ثابت ہے یا نہیں یہ میرے علم میں نہیں البتہ میں اس کے بارے میں لوگوں سے معلوم کروں گا، ان کے سوال کرنے پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے عرض کیا کہ میرے سامنے حضور اقدس ﷺ نے جدہ کو سدس عطا کیا ہے اور محمد بن مسلمہ نے بھی اسکی تائید فرمائی، ان دو صحابیوں کی روایت پر حضرت ابو بکرؓ نے اس حصہ کا نفاذ فرمادیا پھر آگے روایت میں یہ ہے کہ پھر عمر فاروقؓ کے زمانہ میں اسی میت کی جدہ آخری آئی اور اپنی میراث طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ جدہ کے لیے ایک ہی سدس ہے اگر وہ تنہا ہو تنہا لے لے اور اگر دو ہوں (دادی اور نانی) تو وہ اس میں مشترک ہوں گی۔

جدہ کا اطلاق چونکہ دادی اور نانی دونوں پر ہوتا ہے اور دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ اگر صدیق اکبرؓ کے پاس آنے والی اس میت کی دادی تھی تو فاروق اعظمؓ کے پاس آنیوالی اسکی نانی ہوگی اور ہو سکتا ہے اس کا عکس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۸۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا عُثَيْدُ اللَّهِ أَبُو الْمُنِيبِ الْعَتَكِيُّ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْجَدَّةِ السُّدُسَ، إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهَا أُمٌّ».

ترجمہ: بریدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ اس وقت عطا فرمایا جب میت کے ورثاء میں ماں موجود نہ ہو۔

۶۔ باب ما جاء في ميراث الجد

دادا کی میراث کا بیان

جد سے مراد ابو الأب جو کہ ذوی الفروض میں سے ہے مگر بالسنۃ نہ کہ بالکتاب، اور جد سے ابو الامہ مراد نہیں ہو سکتا جس کو

جد فاسد کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے جن کی توریث میں اختلاف ہے اور اس کا باب آگے آ رہا ہے میراث
جد کی جدہ کی طرح سدس ہے۔

۲۸۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ لُحَيْصٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ ابْنَ ابْنِي مَاتَ، فَمَا لِي مِنْ مِيرَاثِهِ؟ فَقَالَ: «لَكَ الشُّدُسُ» فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاكَ، فَقَالَ: «لَكَ شُدُسٌ
آخَرُ» فَلَمَّا أَدْبَرَ دَعَاكَ، فَقَالَ: «إِنَّ الشُّدُسَ الْآخَرَ طُعْمَةٌ» قَالَ قَتَادَةُ: «فَلَا يَدْمُونُ مَعَ أَيِّ شَيْءٍ يُوْرَثُهُ». قَالَ: قَتَادَةُ: «أَقُلُّ
شَيْءٍ يُوْرَثُ الْجَدُّ الشُّدُسُ».

ترجمہ: عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ ایک شخص خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میرے
پوتے کا انتقال ہو گیا تو مجھے اسکی وراثت میں سے کتنا حصہ ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اسکی میراث کا
چھٹا حصہ ملے گا جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے تمہارے پوتے
کی میراث میں سے ایک اور چھٹا حصہ بھی ہے۔ جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے اسکو دوبارہ بلایا اور
ارشاد فرمایا تمہارے لئے دوسرا چھٹا حصہ بطور زائد حصہ کے ہے (جو عصبہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص صورت مسئلہ میں
ملتا ہے) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے کن ورثہ کی موجودگی میں دادا
کو میراث کے دو چھٹے حصے عطا فرمائے تھے..... قتادہ فرماتے ہیں کہ دادا کا وراثت میں کم از کم حصہ مال کا چھٹا حصہ ہے۔

شرح جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۹) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۶) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۴/۴۳۶)

شرح الحدیث: ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے یعنی مرنے والے کا دادا، اس نے عرض کیا کہ میرا پوتا مر گیا ہے
مجھے اس کی کتنی میراث ملے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سدس جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور فرمایا: تیرے لیے
ایک سدس اور ہے پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اس کو پکارا اور فرمایا کہ یہ دوسرا سدس تیرے معینہ حصہ سے زائد ہے۔
دادا کا اصل حصہ یعنی فرض تو سدس ہی ہے، اور یہاں سدس آخر جو اس کو ملا وہ تعصیب کے طور پر ہے جس کی بظاہر شکل یہ ہوگی
کہ مرنے والے نے اپنے جد کو چھوڑا اور بنتین کو، بنتین کا فرض دو ثلث ہے تو باقی ایک ثلث میں سے نصف یعنی سدس یہ دادا کا
حصہ تھا وہ آپ ﷺ نے اسکو دیا اور پھر جو سدس بچا وہ بھی آپ ﷺ نے اسکو دے دیا اور شروع ہی میں پورا ثلث اسلئے نہیں
دیا تا کہ اس کو معلوم رہے کہ میرا اصل فرض ایک سدس ہے۔ و الحدیث أخرجه الترمذی والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۸۹۷ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، أَنَّ عُمَرَ قَالَ: أَلَيْكُمْ يَعْلَمُ مَا وَرَثَتْ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةَ؟ فَقَالَ مَعْقِلُ بْنُ يَسَافٍ: أَنَا، «وَرَّثَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّدُسُ». قَالَ: مَعَ مَنْ؟
قَالَ: لَا أَدْرِي، قَالَ: لَا وَرَثَتِ، فَمَا تُغْنِي إِذَا؟

حضرت عمرؓ نے صحابہ سے پوچھا تم میں سے کس کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دادا کو کس قدر حصہ کا وارث بنایا؟ تو معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے میت کے دادا کو چھٹا حصہ عطا فرمایا تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ میت کے دیگر کون سے ورثہ موجود تھے جب دادا کو چھٹا حصہ رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا؟ تو معقل بن یسارؓ نے فرمایا کہ یہ مجھے نہیں معلوم تو حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تمہیں اس بات کے جاننے کا کیا فائدہ ہوا؟

سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۷) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۲۳)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حاضرین مجلس سے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے جد کا میراث میں کتنا حصہ لگایا؟ اس پر معقل بن یسارؓ نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ نے دادا کا حصہ سدس لگایا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ آپ ﷺ نے دادا کو سدس کن ورثاء کے ہوتے ہوئے دیا؟ اس پر معقل نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم نہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں اس کا کچھ علم نہیں صرف اتنا جانتا کہ سدس دلایا مفید نہیں، اور یہ اس لیے کہ میراث میں ذوی الفروض کو اصل فرض کے علاوہ بعض صورتوں میں عصبہ ہونے کی حیثیت سے کچھ زائد بھی ملتا ہے، جیسا کہ ابھی اوپر والی حدیث میں گذرا تو جب تک سب ورثاء کا علم نہ ہو اس وقت تک بات منقح نہیں ہو سکتی۔

جانتا چاہئے کہ میراث الجہد میں یعنی اس کی مقدار میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف رہا ہے، خود حضرت عمرؓ سے بھی اس میں مختلف فیصلے منقول ہیں، ابو داؤد میں کتاب الاثریۃ کے شروع میں حضرت عمرؓ کی یہ حدیث آرہی ہے: «ثَلَاثٌ وَدُرَّةٌ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُقَارِقْنَا حَتَّى يَعْهَدَ إِلَيْنَا فِيهِمْ عَهْدًا نَنْتَوِي إِلَيْهِ: «الْجَدُّ، وَالْكَلاَلَةُ، وَأَبْوَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الرِّبَا» ۱

والحدیث أخرجه النسائي، وابن ماجه بنحوه، قاله المنذرى.

۷۔ باب فی میراث العصبۃ

عصبہ کی وراثت کا بیان

جانتا چاہئے کہ وراثت کے اعتبار سے ورثاء کے درمیان ترتیب اس طرح ہے: اولاً ذوی الفروض، ثم العصبات النسبیۃ ثم العصبات السببیۃ یعنی مولی العتاقۃ اس لیے کہ اسکی عصبیت نسب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے سبب کی وجہ سے ہے یعنی عتاق ثم ذوی الارحام۔

عصبہ ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا حصہ لگابندھا اور متعین نہ ہو (اگر ہو تو ذوالفرض کہلاتا ہے) بلکہ ذوی الفروض کے دینے کے بعد جو بچے وہ ان کو ملے۔

۲۸۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَخَلْدُ بْنُ خَالِدٍ - وَهَذَا حَدِيثٌ مُخْلَدٌ وَهُوَ الْأَشْيَعُ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «انْقَسَمَ الْمَالُ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَاثِصِ، عَلَى كِتَابِ اللَّهِ فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَاثِصُ فَلِلْأُولَى ذِكْرٌ»^①.

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جن ورثاء کا حصہ قرآن کریم میں موجود ہے ان کے درمیان قرآن کریم کے مطابق مال کو تقسیم کرو اور ان ورثاء کو دینے کے بعد جو مال بچ رہے تو وہ مال اس شخص کو دو جو مذکور ہو اور میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو۔

تحقیق: صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۱) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۴) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۶) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۶۵) صحیح مسلم - الفرائض (۱۶۱۵) جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۸) سنن أبي داود - الفرائض (۲۸۹۸) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۴۰) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۹۲/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۱۲/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۲۵/۱)

شرح الحدیث: یعنی میراث کو اولاً ذوی الفروض میں تقسیم کیا جائے کتاب اللہ کے مطابق، پس ذوی الفروض کو ان کے فرائض دینے کے بعد جو بچے وہ میت کے قریب ترین مرد رشتہ دار کیلئے ہے، اس سے مراد عصبہ بنفسہ ہے جو مرد ہی ہوتا ہے، اور اولیٰ کے معنی اقرب کے ہیں جو ماخوذ ہے ولی بمعنی القرب سے، کما فی قولہ تعالیٰ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ^②، وقوله ﷺ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً^③، یعنی اولیٰ سے مراد احق اور ارحح نہیں ہے، اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم احق اور ارحح کون ہے، ہاں اقرب نسباً کون ہے اس کو سب جانتے ہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، بنحوہ، قالہ المنذری۔

۸۔ بَابُ فِي مِيرَاثِ ذَوِي الْأَرْحَامِ

ذوی الارحام کی وراثت کا بیان

ذوی الارحام کی تعریف یہ لکھی ہے کہ آدمی کے وہ اقارب جو ذوی الفروض اور عصبات کے علاوہ ہیں۔

ترجمة الباب والى مسئلته میں انہ کا اختلاف اور دلیل: جاننا چاہئے کہ ذوی الارحام کی تواریث میں اختلاف ہے، صحابہ اور تابعین اسی طرح فقہاء کے درمیان بھی، ائمہ میں سے حنفیہ اور حنابلہ قائل ہیں، اور شافعیہ و مالکیہ قائل نہیں، دینی

① أي الأقرب في النسب إلى المورث دون الأبعد فإن استردا اشتراكاً، وأقرب العصبات البنون ثم بنوهم وإن سفلوا، ثم الأب ثم الجد أبو الأب وإن علوا، قال الخطابي: أقرب العصبية إلى الميت كالإخ والعمة، فإن الأخ أقرب من العمة، وكالعمة ابن العم، فالأول أقرب من الثاني أم. (عون المعبود - ج ۸ ص ۱۰۵)

② بے شک لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم علیہ السلام سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے (سورۃ آل عمران ۶۸)

③ الجامع لشعب الإيمان للبيهقي ۱۴۶۲ - ج ۳ ص ۱۲۹

البذل: أما من نفى توريتهم استدلل بآيات المواثيق بأن الله سبحانه لم يذكر لذوي الأرحام شيئاً وما كان بهك نسباً، وأيضاً توريتهم زيادة على كتاب الله، وذلك لا يثبت بخبر الواحد والقياس، إلى آخر ما قال، يعني آيات ميراث میں ذوی الارحام کا کوئی ذکر نہیں، لہذا خبر واحد یا قیاس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں، ومن قال بتوريتهم استدلل بقوله تعالى: وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ^①، وهذا إيجاب الاستحقاق بالوصف العام، وقال النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم الخال وارث من لا وارث له^②، وفي رواية الخال وارث من لا وارث له، يعقل عنه ويرثه^③، إلى آخر ما بسط في البذل^④۔

۲۸۹۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ بُدَيْلٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهَوَازِيِّ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ الْمُقْدَامِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَلْيَتَّي» وَرَبَّمَا قَالَ: «إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلْيُورَثْهُ، وَأَنَا وَارِثٌ مِنْ لَا وَارِثَ لَهُ، وَأَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ، وَالْخَالُ وَارِثٌ مِنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَعْقِلُ عَنْهُ وَيَرِثُهُ»۔

مقدم بن معد یکرب فرماتے ہیں کہ جس شخص نے بوجھ (قرضہ چھوٹے بچے) چھوڑے تو انکی ذمہ داری مجھ پر ہے یا فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ہے اور جس شخص نے مال چھوڑا تو وہ اس کے ورثاء کیلئے ہے اور جس کا کوئی وارث نہیں تو میں اس کا وارث ہوں میں ایسے شخص کی دیت ادا کروں گا اور اس کا وارث بنوں گا..... اور جس شخص کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال میں اس کا وارث بنے گا وہ اسکی دیت بھرے گا اور اس کے مال کا وارث ہو گا۔

سنن ابی داود - الفرائض (۲۸۹۹) سنن ابن ماجہ - الذیات (۲۶۳۴) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۳۸) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۳۱/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۳۳/۴)

کَلَّ کہتے ہیں نقل اور بوجھ کو، اور یہاں مراد اس سے عیال اور ذین ہے، یعنی جو شخص نابالغ بچے چھوڑ کر مر جائے یا دین تو ان کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑ کر مرے سو وہ اس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس شخص کے کوئی وارث نہ ہو اس کا وارث میں ہوں۔ چنانچہ اس کی طرف سے میں ہی دیت ادا کروں گا اور اس کے مال کا وارث ہوں گا، یعنی اگر وہ کوئی مال چھوڑ کر مرے اور اس کے کوئی وارث نہ ہو تو میں اس کے مال کا وارث ہوں گا یعنی بیت المال کے لیے، یہ وراثت آپ کی انتظام اور

① اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں (سورۃ الأنفال ۷۵)

② جامع الترمذی - کتاب الفرائض - باب ما جاء في ميراث الخال ۲۱۰۴

③ السنن الکبری للبیہقی - کتاب الفرائض - باب من قال بتوريت ذوي الأرحام ۱۲۲۰۹ (ج ۶ ص ۳۵۲)، سنن ابی داود - کتاب الفرائض -

باب في ميراث ذوي الأرحام ۲۸۹۹

④ بذل النجود في حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۷۶-۱۷۷

بیت المال کے اعتبار سے ہے اور یہ جو حدیث میں ہے ماموں وارث ہے اس شخص کا جس کا کوئی ولہ نہ ہو دیت ادا کرے گا وہ ماموں اپنے بھانجے کی طرف سے اور اس کا وارث ہو گا۔ اس جملہ سے حنفیہ اور حنبلیہ کی تائید ہو رہی ہے، خال (ماموں) اور خالہ عمر یہ سب ذوی الارحام میں سے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ خال دیت ادا کرے گا بھانجے کی طرف سے یعنی اگر کسی شخص کا بھانجہ کسی پر جنایت کرے اور اس کے کوئی عصبہ نہ ہو تو اس کی طرف سے دیت اس کا ماموں ادا کرے گا جس طرح سے عصبہ دیت ادا کرتے ہیں میں کہتا ہوں: اور اسی طرح حدیث میں آتا ہے: **ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ** ^۱، لہذا ماموں بھانجے ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، مگر وہ حضرات جو تو ریث ذوی الارحام کے قائل نہیں وہ اس حدیث کو وراثت پر محمول نہیں کرتے بلکہ اس کو وہ حمایت اور اعانت پر محمول کرتے ہیں، یعنی اگر کسی شخص کا بھانجہ حق پر ہو تو اس کے ماموں کو چاہئے کہ اس کی اعانت کرے یعنی اعانت اور نصرت ذوی الفروض اور عصبیات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام کی بھی کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۹۰۰ -

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ فِي آخِرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْهُوزَنِيِّ، عَنِ الْمُقْدَامِ الْكِنْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَمَنْ تَرَكَ دِينًا أَوْ صَبِيحَةً فَلِيَّ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَمْرًا مَالَهُ وَأَقْلَبُ عَائَتَهُ، وَالْحَالُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ يَرِثُ مَالَهُ وَيَقْلُبُ عَائَتَهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّبَيْدِيُّ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ عَائِدٍ، عَنِ الْمُقْدَامِ، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَاشِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُقْدَامَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «يَقُولُ الصَّبِيحَةُ مَعْنَاهُ عِيَالٌ».

ترجمہ

مقدمہ کنڈی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر مسلمان کی جان سے بھی زیادہ اس پر حق رکھتا ہوں پس جو شخص انتقال کے وقت قرضہ چھوڑے یا چھوٹے بچے چھوڑ دے تو قرضہ کی ادائیگی اور ان بچوں کی کفالت میری ذمہ داری ہے اور جو شخص اپنے ترکہ میں کوئی مال چھوڑے تو وہ مال اسکے وارثوں کو ملے گا۔ اور جس شخص کا کوئی وارث نہیں تو میں اس کا مولیٰ ہوں میں اسکے مال کو بطور میراث حاصل کروں گا (اور اس کو بیت المال میں داخل کر دوں گا) اور میں اسکے قرضوں اور دیگر لوازمات کو ادا کر کے اس کی گردن میں لگے ہوئے قسمہ کو کھول دوں گا۔ اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا وارث اس کا ماموں ہو گا وہ اس کی وراثت کا حقدار ہو گا اور وہ اسکے بوجھ اور اس کی گردن پر لگی ہوئی رسی کھولے گا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ الضیعہ کا معنی ہیں چھوٹے بچے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ زبیدی راوی نے اس روایت کو عن راشد بن سعد کے بعد ابن عائد کے واسطے سے مقدم سے نقل کیا ہے اور معاویہ بن صالح نے اس روایت کو راشد راوی سے بلا واسطہ حضرت مقدم سے نقل کیا کہ میں نے مقدم راوی سے اس حدیث کو سنا ہے۔

سنن أبي داود - الفرائض (٢٩٠٠) سنن ابن ماجه - الدييات (٢٦٣٤) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣٨)

مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٣/٤)

شرح الحديث آپ ﷺ کی امت کے ساتھ غایت محبت: اَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں ہر مسلمان کے اسکی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں یعنی آدمی کے مرنے کے بعد اس کے امور کی ایسی ذمہ داری لیتا ہوں اور اس کی اس طرح نصرت کرنے والا ہوں کہ اگر وہ مرنے والا زندہ ہو تا تو وہ خود بھی اپنا اتنا انتظام و انصرام نہ کر سکتا جتنا میں اسکی طرف سے کرنے والا ہوں، بڑی عجیب بات ہے آپ ﷺ کو اپنے ہر فرد امت سے کتنا قوی اور گہرا تعلق ہے کہ آدمی خود بھی اپنے امور کا خیال اتنا نہیں رکھ سکتا جتنا آپ ﷺ رکھ سکتے ہیں، آپ ﷺ کی امت سے تعلق اور محبت کی احادیث تو بہت سی ہیں جیسا کہ کتاب الحج میں گذرا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبات میں بار بار فرمایا: اخذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا^۱، اور ایک حدیث میں ہے وَدِدْتُ أَنِّي قَدْ رَأَيْتُ اخْوَانِي کہ میرا حی چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں کو دیکھتا، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے اخوان نہیں ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب ہو اور ہر وقت پاس رہنے والے ہو میری مراد تو اخوان سے وہ امتی ہیں جو میرے بعد میں آئیں گے اور پیدا ہوں گے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و جزاءہ اللہ عنا ما هو اہلہ۔

آگے حدیث میں صَبِغَةُ کا لفظ ہے اس سے مراد عیال یعنی چھوٹے بچے اور عورتیں ہیں کیونکہ اگر ان کی خبر نہ لی جائے تو وہ جلدی ضائع ہو جاتے ہیں اسی لیے ان کو ضعیف کہا جاتا ہے۔

وَأَنَا مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ أَرَبْتُ مَالَهُ وَأَقْلُتُ عَانَهُ: مولیٰ سے مراد وارث ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں گذر چکا۔

أَرَبْتُ مَالَهُ: اہی لاجل بیت المال۔

وَأَقْلُتُ عَانَهُ: اس کی قید کو چھڑاتا ہوں عان کے معنی قید، اسی لیے قیدی کو عانی کہتے ہیں جیسا کہ کتاب الجنائز کی ایک حدیث میں آ رہا ہے: «أَطْعَمُوا الْجَائِعَ، وَخَوَّدُوا الْمَرِيضَ، وَفُكُّوا الْعَلِيَّ» قَالَ سُفْيَانُ: وَالْعَالِي الْأَسِيرُ^۲، اور یہاں قید سے مراد ما یلزمہ من الحقوق مثل الدین والدیۃ، اس لئے کہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ آدمی ان میں مقید اور جکڑا رہتا ہے، اور ایک روایت میں جو آگے آ رہی ہے اس میں عَنِّي کا لفظ ہے أَلْفَتْ عَزِيْقَهُ وَالْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهَ كَمَا فِي التَّحْفَةِ، قَالَه الشَّيْخُ مُحَمَّدٌ عَوَامٌ۔

۲۹۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيْقٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَزِيدَ

① السنن الکبریٰ للبیہقی - کتاب الحج - باب الإیضاغ فی وادی بحسب ۹۵۲ ج ۵ ص ۲۰۴

② سنن أبي داود - کتاب الجنائز - باب الدعاء للمریض بالشفاء عند العیارة ۳۱۰۵

بنی حنجر، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْقُدَامِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَا وَارِثٌ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، أَكَلْتُ عَائِيَهُ، وَأَرِثُ مَالَهُ، وَالْحَالُ وَارِثٌ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ، يَغْلِبُ عَائِيَهُ وَتَرِثُ مَالَهُ».

صالح بن یحیی بن مقدام اپنے والد سے اور صالح کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا کوئی وارث نہیں میں اس کا وارث ہوں میں اس کی گردن میں پڑی رسی کھولوں گا اور اسکے مال کا وارث بنوں گا اور جس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا ماموں اس کا وارث ہے جو اس کی گردن میں ڈلے ہوئے تسمہ کو کھولے گا اور اسکے مال کا وارث بنے گا۔

سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۰۱) سنن ابن ماجہ - الدیات (۲۶۳۴) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۳۸)
مسند احمد - مسند الشامیین (۱۳۱/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۳۳/۴)

۲۹۰۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ وَرْدَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ، وَتَرَكَ شَيْئًا وَلَمْ يَدَعْ وَلَدًا، وَلَا حَمِيمًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطُوا مِيرَاثَهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ قُرَيْبِهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَحَدِيثُ سُفْيَانَ أَثَمٌ» وَقَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَاهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ أُرَيْضِهِ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «فَأَعْطُوهُ مِيرَاثَهُ».

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہو گیا اور اس نے کچھ وراثت چھوڑی اور اس نے اپنے ورثاء میں نہ کسی بیٹے کو چھوڑا اور نہ کوئی نسبی رشتہ دار اس کا موجود تھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی میراث اس کی بستی والوں میں سے کسی شخص کو دیدو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سفیان کی حدیث زیادہ مکمل ہے اور مسدد نے اس طرح نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہاں پر اس کی بستی والوں میں کوئی شخص موجود ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اس میت کی میراث دیدو۔

جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۰۵) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۰۲) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۳۳)
مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۱۳۷/۶) مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۱۷۵/۶) مسند احمد - باقی مسند الأنصار (۱۸۱/۶)

شرح الحدیث: یعنی حضور اقدس ﷺ کے ایک آزاد کردہ غلام کا انتقال ہوا اور اس نے کچھ میراث بھی چھوڑی لیکن اس نے اپنی کوئی اولاد اور رشتہ دار نہیں چھوڑا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی میراث اس کی بستی والوں میں سے کسی کو دیدی جائے۔
الكلام على الحديث من حيث الفقه: آپ ﷺ کا اس کی میراث کو اس کے کسی بستی والے کو دلوانا یہ من حیث الاستحقاق نہ تھا بلکہ من حیث المصروف، کیونکہ اس قسم کی میراث (جس کا کوئی وارث نہ ہو) بیت المال میں داخل کی جاتی ہے، اور بیت المال کا مال عام لوگوں پر اور ضرورت مندوں پر خرچ ہوتا ہی ہے اس لئے آپ ﷺ نے پہلے ہی ایسے شخص کو دلوا دی۔

کیا حضور ﷺ کسی کے وارث ہوتے تھے؟ اسکے بعد جانا چاہئے کہ یہ توجیہ اس صورت میں ہے جب یہ مانا جائے کہ جس طرح حضور ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا آپ ﷺ خود بھی کسی کے وارث نہیں ہوتے، جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے، لیکن اگر دوسرا قول لیا جائے جس کو بعض دوسرے علماء نے اختیار کیا ہے اور ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے بھی کہ گو آپ ﷺ کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن خود آپ ﷺ دوسرے کے وارث ہوتے تھے تو اس صورت میں یہ کہا جائے گا یہ آپ ﷺ کا دلوانا من حیث التدبیر اور تصدق تھا اپنی جانب سے کیونکہ یہ آپ ﷺ کا اپنا حق تھا، آپ ﷺ اگر چاہتے تو خود بھی لے سکتے تھے، حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وہ جو بعض روایات میں لائونہات کے ساتھ لائونہات بھی ہے یہ زیادتی غلط ہے، ثابت نہیں، کمائی البذل ۱۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه قاله المنذرى۔

۲۹۰۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ جَدْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِي مِيرَاثَ رَجُلٍ مِنَ الْأَزْدِ، وَلَسْتُ أَجِدُ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: «أَذْهَبَ فَالْتَمَسَ أَزْدِيًّا حَوْلًا» قَالَ: فَأَتَاكَ بَعْدَ الْحَوْلِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَجِدْ أَزْدِيًّا أَدْفَعُهُ إِلَيْهِ؟ قَالَ: «فَانْظُرْ فَأَنْظُرْ أَوَّلَ خُزَاعِي تَلْقَاكَ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ» فَلَمَّا دَلَّى قَالَ: «عَلَيَّ الرَّجُلُ» فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: «انْظُرْ كُنْزَ خُزَاعَةٍ فَادْفَعْهُ إِلَيْهِ»

حضرت بریدہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی میراث ہے لیکن مجھے قبیلہ ازد کا کوئی شخص نہیں مل رہا جس کو میں یہ میراث دے سکوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک سال تک قبیلہ ازد کے کسی شخص کو تلاش کرو۔ حضرت بریدہؒ فرماتے ہیں کہ ایک سال کے بعد وہ دوبارہ آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے قبیلہ ازد کا کوئی مسلمان شخص نہیں ملا جس کو میں یہ میراث دے سکوں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ اور قبیلہ خزاعہ کے اس پہلے شخص کو دیکھو جو تمہیں ملے تو اسکو یہ میراث دیدینا جب یہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کو میرے پاس دوبارہ بلاؤ جب وہ حاضر خدمت ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کے ایسے شخص کو تلاش کرو جو ان کے جد اعلیٰ سے سب سے قریبی رشتہ رکھتا ہو تو تم اسکو یہ میراث دیدینا۔

سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۰۳) - مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۴۷/۵)

شرح الحدیث ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آیا کہ میرے پاس قبیلہ ازد کے ایک شخص کی میراث ہے لیکن مجھے کوئی ازدی شخص مل نہیں رہا ہے جس کو میں یہ مال دوں، آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور کسی ۲ ازدی کو ایک سال تک تلاش کرنا۔ ایک

۱ بذل المجهود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۱۷۹

۲ میری ایک کاپی میں اس طرح لا "بُنظر البذل لیه کلام الشیخ الغمگینی" اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جس ترکہ کا کوئی وارث نہ ہو وہ حکم میں لفظ کے ہوتا ہے اور لفظ کا حکم چونکہ تصدق ہے تو یہ بھی بطور تصدق کے تھا اور اکبر خزاعہ کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ بہ نسبت دوسرے کے زیادہ اقرب ہے۔

سال کے بعد وہ شخص آیا کہ کوئی ازدی نہیں ملا، آپ ﷺ نے فرمایا: فَاَنْطَلِقْ فَاَنْظُرْ اَوَّلَ خَزَاعِيٍّ تَلْقَاهُ فَاَذْفَعُهُ اِلَيْهِ» فَلَمَّا وَلَّى قَالَ: «عَلَيَّ الرَّجُلُ» فَلَمَّا جَاءَهُ، قَالَ: «اَنْظُرْ كُذِّبَ خَزَاعَةً فَاَذْفَعُهُ اِلَيْهِ» یعنی جب اس کو کوئی ازدی نہیں ملا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ کسی اول خزاعی کو تلاش کرو جو تمہیں ملے پس اس کو یہ دیدو، اول بمعنی اقرب، یعنی جو شخص قبیلہ خزاعہ کے مورث اعلیٰ سے زیادہ قریب ہو اس کو یہ مال دیدو، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا بلاؤ اس شخص کو جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا، اَنْظُرْ كُذِّبَ خَزَاعَةً آپ کا یہ فرمانا بطور تفسیر کے ہے، یعنی اول خزاعی کی تفسیر اور اس کی مراد آپ ﷺ نے اس لفظ سے بیان فرمائی، كُذِّبَ یعنی اکبر^۱، اکبر سے مراد بھی وہی اقرب ہے، یہاں پر سوال یہ ہے کہ ازد جو کہ یمن کے قبائل میں سے ایک قبیلہ ہے اس کی میراث ایک خزاعی شخص کو کیوں دلائی جا رہی ہے اس کا جواب شرح نے یہ دیا ہے کہ قبیلہ خزاعہ بھی دراصل ازد ہی سے ہے، یعنی شروع کے اعتبار سے جب یہ سب لوگ یمن میں تھے، پھر جب یہ لوگ یمن سے نکل کر مکہ مکرمہ میں آئے تو وہاں آکر انہوں نے بنو ہاشم سے مخالفت کر لی تو ان کا نام خزاعہ پڑ گیا، ففي القاموس الخَزْعُ: القطع، والخَزَاعَةُ: القطعة تُقَطَّعُ من الشيء، حی من الازد سُمُوا بِذَلِكَ لِأَنَّهُمْ تَخَزَعُوا عَنْ قَوْمِهِمْ، وَأَقَامُوا بِمَكَّةَ^۲۔ الحمد للہ حدیث کا مطلب واضح ہو گیا۔ والحدیث أخرجه النسائي مسنداً ومرسلًا، قاله المنذرى۔

۲۹۰۴ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ أَسْوَدَ الْعُجْلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ جَبْرِيلَ بْنِ أَحْمَرَ أَبِي بَكْرٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنْ خَزَاعَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِيرَاثِهِ، فَقَالَ: «تَوَسَّأَ اللَّهُ وَأَرِثًا، أَوْ ذَا رَجِمٍ»، فَلَمْ يَجِدْ وَالَهُ وَأَرِثًا وَلَا ذَا رَجِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَعْطُوهُ الْكُذْبَ مِنْ خَزَاعَةَ» قَالَ يَحْيَى: قَدْ سَمِعْتُهُ مَرَّةً يَقُولُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ: «اَنْظُرُوا الْكُذْبَ رَجُلٌ مِنْ خَزَاعَةَ».

ترجمہ: حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کا انتقال ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ کے پاس اس شخص کی میراث لائی گئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس میت کا وارث یا ذی رحم رشتہ دار ڈھونڈو۔ لوگوں کو میت کا کوئی وارث اور رشتہ دار نہ ملا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ خزاعہ کے سب سے قریبی رشتہ دار کو یہ میراث دیدو۔ یحییٰ بن آدم مصنف کے استاد استاد کہتے ہیں کہ میں نے شریک راوی سے کبھی یہ الفاظ سنے کہ اَنْظُرُوا الْكُذْبَ رَجُلٌ مِنْ خَزَاعَةَ۔

سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۰۴) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۴۷/۵)

۲۹۰۵ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَوْسَجَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا

۱ کما فی حدیث القسامة کذب الکذِب ۱۲۔

۲ القاموس المحيط - ص ۷۱۳

مَا سَوَّلَهُ يَدُ غَوَارِثًا إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ لَهُ أَحَدٌ؟» قَالُوا: لَا، إِلَّا غُلَامًا لَهُ كَانَ أَعْتَقَهُ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَهُ لَهُ.

ترجمہ عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص وفات پا گیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا سوائے ایک غلام کے جسکو وہ آزاد کر چکا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس میت کا کوئی وارث ہے؟ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے سوائے اسکے آزاد کردہ ایک غلام کے تو رسول اللہ ﷺ نے اس میت کی میراث اسکے آزاد کردہ غلام کیلئے دینے کا فیصلہ فرمادیا۔

تحقیق جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۰۶) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۰۵) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۴۱) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۳۵۸/۱)

شرح الحدیث یعنی ایک شخص کا انتقال ہو اور کوئی وارث اس نے اپنا نہیں چھوڑا البتہ اس نے اپنا آزاد کردہ غلام چھوڑا، آپ ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی تو آپ ﷺ نے اس شخص کی میراث اسی آزاد کردہ غلام کو دلوادی۔

اگر کسی شخص کا آزاد کردہ غلام مرے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو سوائے اس کے آقا اور سید کے تو اس کی میراث کا اس کا آقا مالک ہوتا ہے جس کو ولاء کہتے ہیں، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے، للحدیث الولاء لمن أعتق^۱ اور یہاں اس حدیث میں یہ صورت نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے یعنی آقا کی میراث اس کے آزاد کردہ غلام کو دی گئی، یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں سوائے شریح اور طاووس کے، ان دونوں نے اسی حدیث سے استدلال کیا اور جمہور جو اس کے قائل نہیں ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ولاء منحصر ہے معتق کے حق میں حدیث صحیح کی بنا پر وہ حدیث الباب کی تاویل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ میراث دلانا من حیث الاستحقاق نہ تھا بلکہ من حیث التصدق والمصرف تھا، کما مر فی الحدیث السابقی حدیث الأزدی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المندہری۔

۹۔ باب میراث ابن المملکۃ

لعان کرنے والی خاتون کے بیٹے کی میراث کس کو ملے گی

باب اللعان میں یہ مسئلہ گذر چکا کہ لعان کے بعد ملاءنہ کے جو بچہ پیدا ہو اس کا نسب اس کی ماں یعنی ملاءنہ سے تو ثابت ہوتا ہے اور باپ سے ثابت نہیں ہوتا اسی لئے ماں اور بیٹے کے درمیان تو میراث جاری ہوتی ہے لیکن اس لڑکے اور اس کے باپ یعنی ملاءنہ کے درمیان جاری نہیں ہوتی، اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

۲۹۰۶ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُؤَبَّةَ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ

بْنِ عَمْرِو بْنِ النَّضْرِ، عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَرْأَةُ تُحْرِزُ ثَلَاثَةَ مَوَارِيثَ: عَتِيقَهَا، وَلَقِيطَهَا، وَوَلَدَهَا الَّذِي لَا عَتَتْ عَنْهُ".

ترجمہ: حضرت وائلہ بن اسقع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عورت تین افراد کی میراث جمع کر لے گی: ① اپنے آزاد کردہ غلام اور باندی کی میراث کو، ② جس شخص کو خاتون نے راستہ سے اٹھایا (لقیط) اس کی میراث بھی خاص صورت میں اس خاتون کو ملے گی، ③ جس بیٹے کی طرف سے عورت نے لعان کیا ہے اس کی میراث بھی اس عورت کو ملے گی۔

ترجمہ: جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۱۵) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۰۶) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۴۲) مسند احمد - مسند المکیین (۴۹۰/۳)

الکلام علی الحدیث من حیث الفقہ: یعنی عورت تین قسم کی میراث حاصل کرتی ہے: ① ایک اپنے آزاد کردہ غلام کی، ② دوسرے اپنے لقیط کی یعنی اگر کوئی عورت کسی پڑے ہوئے بچے کو اٹھا کر اس کو پالے پرورش کرے اور وہ بڑا ہو جائے تو اس کے مال کی وہ عورت وارث ہوگی، ③ اور تیسری میراث حدیث میں وہی ہے جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے۔ اس حدیث کا پہلا جزء اور آخری جزء یہ دونوں تو متفق علیہ ہیں اور درمیانی یعنی میراث لقیط کا مسئلہ یہ صرف اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے، جمہور علماء ومنہم الأئمة الأربعة کے نزدیک لقیط کی میراث بیت المال کے لئے ہے، الا یہ کہ مطلق فقیر ہو تو پھر بحیثیت مصرف کے وہ اس کو بھی مل سکتی ہے، اس حدیث کا جواب جمہور کی جانب سے ایک تو یہی ہے کہ اس سے راد استحقاق نہیں بلکہ مقصود بیان مصرف اور تصدق ہے اور دوسرا جواب یہ ہے ان هذا الحدیث غیر ثابت کما فی شرح السنۃ ①۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۲۹۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَمُوسَى بْنُ عَامِرٍ، قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جَابِرٍ، حَدَّثَنَا مَكْحُولٌ، قَالَ: «جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِيرَاثَ ابْنِ الْمَلَاعِنَةِ لِأُمِّهِ، وَلَوْ رَثَتْهَا مِنْ بَعْدِهَا».

ترجمہ: مکحول کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کی میراث کو اس کی ماں کیلئے مقرر فرمادیا تھا اور اس ماں کے فوت ہو جانے کی صورت میں اس بیٹے کی میراث اس کی ماں کے ورثاء کو ملے گی۔

۲۹۰۸ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، أَخْبَرَنِي عِيسَى أَبُو مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

① قال الخطابي في المعالم: هذا الحديث غير ثابت عند أهل النقل وإذا لم يثبت الحديث لم يلزم القول به وكان ما ذهب إليه عامة العلماء أولى أم (معالم السنن - ج ۴ ص ۹۹). وزاد عليه المنذري قال البيهقي لم يثبت البخاري ولا مسلم هذا الحديث لمخالفة بعض رواياته.

رحمہ

عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ وَكَى سَدِّسَ نَبِيَّ اَكْرَمَ صَلَّي اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم كَا فَرْمَانِ اِی كَی مَرُو ی ہ۔

۱۰۔ بَابُ هَلْ يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ؟

کیا مسلمان شخص کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے؟

کیا مسلمان کافر کا وارث ہو سکتا ہے؟ حدیث الباب میں اسکی نفی ہے چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے، اور اتفاق جانیں سے ہے کہ ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوتا، بعض صحابہ اور تابعین جیسے معاذ بن جبل اور سعید بن المسیب وغیرہ فرماتے ہیں کہ کافر تو مسلم کا وارث نہیں ہوتا، لیکن اس کا عکس یعنی مسلم کافر کا وارث ہوتا ہے، لحدیث الإسلام یزید ولا ینقص، ولحدیث الإسلام یغلو ولا ینغلی، کما سیأتی فی آخر الباب۔

مرتد کی وارثت کا مسئلہ: یہاں ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ مرتد کا حکم کیا ہے وہ اپنے مسلم رشتہ داروں کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ سو اس پر تو اجماع ہے کہ مرتد وارث نہیں ہوتا، لیکن اس کا عکس یعنی مرتد کے مرنے کے بعد اس کا مسلم رشتہ دار اس کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ امام مالک و شافعی کے نزدیک وارث نہیں ہوتا، اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مرتد نے جو مال حاصل کیا ہو اپنی روت کی حالت میں وہ تو بیت المال کیلئے ہے اور جو مال اس نے حاصل کیا ہو قبل الارتداد، اسلام کی حالت میں اس کے اندر وراثت جاری ہوتی ہے، امام ترمذی نے بھی اس مسئلہ کو اسی حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۲۹۰۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعَيْبَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ».

اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان شخص کافر کا وارث نہیں بن سکتا اور نہ ہی کوئی کافر شخص مسلمان کا وارث بن سکتا ہے۔

صحیح البخاری - الحج (۱۵۱۱) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۳۲) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۸۳) صحیح مسلم - الحج (۱۳۵۱) صحیح مسلم - الفرائض (۱۶۱۴) جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۰۷) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۰۹) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۲۹) مسند أحمد - مسند الأنصار، رضي الله عنهم (۲۰۰/۵) موطأ مالك - الفرائض (۱۱۰۴) سنن الدارمي - الفرائض (۳۰۰۰)

۲۹۱۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيْنَ تَنْزِلُ عِدَايَ حِجَّتِهِ؟ قَالَ: «وَهَلْ تَرَكْنَا عَقِيلٌ مَذْلُومًا؟» ثُمَّ قَالَ: "لَنْ نَزِلَ لَوْ بَغِيضَ بَنِي كِنَانَةَ، حَيْثُ تَقَامَسَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ - يَعْنِي الْمُخَضَّبِ - وَذَلِكَ أَنَّ بَنِي كِنَانَةَ خَالَقَتْ

قَرِيشًا عَلَى بَنِي هَاشِمٍ: أَنْ لَا يَتَاكَحُّوهُمْ، وَلَا يُبَايَعُوهُمْ، وَلَا يُؤَدُّوهُمْ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: «وَالْحَيْفُ الْوَادِي».

ترجمہ

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقع پر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کل آپ کس جگہ پڑاؤ لینگے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عقیل نے کیا ہمارے لئے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنو کنانہ کی اس کھائی میں اتریں گے جہاں قریش مکہ نے کفر کی سر بلندی کیلئے قسمیں کھائیں تھیں۔ یعنی وادی محصب میں ہم اتریں گے اور اس فرمان کا پس منظر یہ تھا کہ بنو کنانہ نے قریش کے ساتھ مل کر خفیہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم بنو ہاشم کے ساتھ نہ تو نکاح کا معاملہ کریں گے اور نہ ہی کسی قسم کی خرید و فروخت کریں گے اور نہ ہی انکو ٹھکانہ دیں گے، امام زہری فرماتے ہیں کہ خیف ایک وادی کا نام ہے۔

تخریج

صحیح البخاری - الحج (۱۵۱۱) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۹۳) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۳۲) صحیح مسلم - الحج (۱۳۵۱) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۰) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۳۰) سنن ابن ماجہ - المناسک (۲۹۴۲) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۲۰۱/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۲۰۳/۵)

شرح الحديث

اس حدیث کی پوری شرح کتاب الحج میں گزر چکی اور وہاں یہ بھی گزر چکا کہ یہ حدیث کتاب الفرائض میں بھی آرہی ہے اور اس کی وجہ بھی گزر چکی، خلاصہ کے طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ جس منزل کا حضور ﷺ ذکر فرما رہے ہیں اس سے مراد حضور ﷺ کا جدی مکان ہے جس کو عبدالمطلب نے جب وہ معمر ہو گئے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا تھا جس میں حضور ﷺ کے والد عبد اللہ بھی تھے پھر اخیر میں وہ مکان ابوطالب کے قبضہ میں تھا، حضور ﷺ اور حضرت علیؓ یہ دونوں تو ہجرت کر کے پہلے ہی مدینہ منورہ چلے آئے تھے، اور ابوطالب کی وفات کے وقت علیؓ و جعفر دونوں اسلام لاپچکے تھے، وہ تو اس مکان کے اسلئے وارث نہ ہو سکے، اور ابوطالب کا ایک تیسرا بیٹا طالب جنگ بدر میں مفقود ہو گیا تھا، البتہ عقیل موت ابوطالب کے وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اسی لئے تنہا وہ اس کے وارث ہوئے^۱۔ مگر انہوں نے اس مکان کو..... کہا گیا ہے کہ..... فروخت کر دیا تھا اسی کو حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ عقیل نے ہمارے لئے مکان کہاں چھوڑا ہے، یعنی اگر وہ فروخت نہ کرتے تو پھر منی سے روانہ ہو کر ہم مکہ پہنچ کر اس میں قیام کر لیتے، اس لئے آپ ﷺ کی یہ رائے ہوئی کہ منی سے نکلنے کے بعد رات محصب ہی میں گزار دی جائے، پھر صبح کو وہاں سے مکہ روانہ ہو کر صبح کی نماز اور طواف واداع کرتے ہوئے مدینہ چلے جائیں گے، اس صورت میں قیام مکہ کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور نہ قیام گاہ کی ضرورت پیش آئیگی۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۹۱۱ -

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ

اللَّهُ بْنُ عَمْرٍو. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَكُونُ ارْثُ أَهْلِ مِلَّتَيْنِ شَقِيًّا».

عَمْرٍو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ كِي سَدَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو كَا فَرْمَانِ مَرُودِي هِي كِه رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا ارْشَادِ هِي كِه دُونِ هَبِ وَالِي آپس ميں ايك دوسرے كِه وَاَرِثَ نِهِيں هُوتِي۔

سنن أبي داود - الفرائض (٢٩١١) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٥/٢)

شرح الحديث: **حديث الباب** میں مذکور ہے لیکن اسکے باوجود اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک تو یہ ہے کہ کفر ملہ واحدہ خواہ وہ کتابی ہو یا شرک یہودی ہو یا نصرانی ان دونوں کے نزدیک یہ سب ایک ہیں، لہذا ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، اصل تقابل اسلام اور کفر کے درمیان ہے وہاں اختلاف ملت ہے اور مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک ادیان سماویہ جیسے یہودیت اور نصرانیت یہ آپس میں مختلف ہیں لہذا ان میں ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا، اور ادیان غیر سماویہ کے بارے میں امام مالکؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ انواع شرک سب ملت واحدہ ہیں، اور امام احمدؒ فرماتے ہیں مختلف انواع شرک مختلف ملل ہیں مثلاً بت پرست اور آتش پرست یہ الگ الگ ہیں لہذا توارث نہیں ہوگا اور امام مالکؒ کے نزدیک توارث ہوگا (من هاشم الكوكب ج ٢ ص ٤٠) والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

٢٩١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ الْوَاسِطِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، أَنَّ أَخَوَيْنِ، اخْتَصَمَا إِلَى يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، يَهُودِيٍّ وَمُسْلِمٍ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمُ مِنْهُمَا، وَقَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ، أَنَّ رَجُلًا، حَدَّثَهُ أَنَّ مُعَاذًا، حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْإِسْلَامُ يُزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ، فَوَرَّثَ الْمُسْلِمُ».

عبد اللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر کے پاس دو بھائی جھگڑتے ہوئے آئے جن میں سے ایک بھائی یہودی تھا اور دوسرا مسلمان تھا (ان کے یہودی باپ کا انتقال ہو گیا تھا) تو یحییٰ بن یعمر نے مسلمان شخص کو اپنے یہودی باپ کا وارث بنادیا اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ ابو الاسود نے ایک شخص کے واسطے سے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام بڑھتا ہے گھٹتا نہیں ہے اسلئے حضرت معاذؓ نے اس مسلمان شخص کو اسکے یہودی باپ کا وارث بنادیا۔

٢٩١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ، أَنَّ مُعَاذًا، أَبِي يَهُودٍ ارْثَ يَهُودِيٍّ وَارِثُهُ مُسْلِمٌ يَمُوتُ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یحییٰ بن یعمر، ابو اسود الدیلی سے نقل کرتے ہیں کیا حضرت معاذؓ کے پاس ایک یہودی کی میراث لائی

مئی جسکا وارث ایک مسلمان تھا اسکے بعد گزشتہ حدیث کے ہم معنی مضمون ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان: الإسلام بربہ ولا یثقل مروی ہے۔

سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۱۲) مسند أحمد - مسند الأنصار، رضي الله عنهم (۲۳۶/۵)

حضرت معاذ کا مسلک اور یہ حدیث اور اس پر کلام ابھی قریب میں گذر چکا، جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور اسی طرح الإسلام بربہ ولا یثقل^۱، اس کا تعلق اسلام کی عزت اور غلبہ سے ہے، میراث سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

۱۱۔ بَابُ فِيمَنْ أَسْلَمَ عَلَى مِيرَاثٍ

جو شخص میت کے انتقال کے بعد میراث تقسیم ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے کیا اسے میراث ملے گی؟
شرح الترجمة: یعنی جو شخص تقسیم میراث کے موقع پر اسلام لے آئے، یعنی موت مورث کے بعد۔

جاننا چاہئے کہ یہ جو ابھی مسئلہ گذرا ہے کہ توارث کیلئے اتحاد ملت شرط ہے اختلاف ملت کے وقت میراث جاری نہیں ہوتی اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ اتحاد ملت وہ مفید اور معتبر ہے جو موت مورث کے وقت ہو، اگر بعد میں اتحاد پایا جائے تو وہ مفید نہیں، اسی طرح اختلاف ملت وہ مضر ہے جو موت مورث کے وقت ہو، اور اگر اختلاف کا تحقق موت مورث کے بعد ہو تو وہ مضر نہیں، اب ہر ایک کو مثال سے سمجھئے اول صورت کی مثال یہ ہوگی کہ ایک مسلمان کا انتقال ہو اور حال یہ کہ اس کا ایک بیٹا مسلمان تھا اور ایک کافر، باپ کے انتقال کے بعد تقسیم میراث سے پہلے وہ ولد کافر بھی اسلام لے آیا تو یہاں یہ اسلام لانے والا بیٹا وارث نہیں ہو گا، جو پہلے سے مسلمان ہے صرف وہی وارث ہو گا، اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے ایک کافر شخص کا انتقال ہو واجب کہ اس کا ایک بیٹا مسلم تھا اور ایک کافر، تقسیم میراث سے پہلے وہ ولد کافر بھی اسلام لے آیا، یہاں پر یہ اسلام لانے والا وارث ہو گا، اور جو پہلے سے مسلم تھا اس کی وراثت کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ أَبِي يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِي الشَّعَثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ قَسَمٍ، قُسِمَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ عَلَى مَا قُسِمَ لَهُ، وَكُلُّ قَسَمٍ أُدْرِكَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ عَلَى قَسَمِ الْإِسْلَامِ».

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میراث کی جو تقسیم ہو چکی تو وہ تقسیم اسی طرح برقرار رکھی جائیں گی اور کسی شخص کے مسلمان ہونے کے بعد میراث کی جو تقسیم ہوگی تو وہ اسلام کے طریقہ کے مطابق ہوگی۔

سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۱۴) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۴۸۵)

شرح الحدیث یعنی جس میراث کی تقسیم اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں ہو چکی ہے اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے گا، اس میں مداخلت نہیں کی جائے گی، اور جو تقسیم کسی میراث وغیرہ کی اسلام میں داخل ہونے کے بعد کی جائے گی اس کو اسلامی قانون کے مطابق کیا جائے گا اور وہ اسلامی قانون وہی ہے جو اوپر گذرا کہ اتحاد ملت کی صورت میں تو ارث ہوتا ہے اختلاف ملت کی صورت میں نہیں۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

۱۲۔ باب فی الولاء

غلام آزاد ہونے کے بعد جب مر جائے تو اسکی میراث کس کو ملے گی؟

ولاء کی قسمیں مع اختلاف علماء: یہاں مصنف نے ولاء کے سلسلہ میں دو باب ذکر کئے ایک یہ اور دوسرا اس کے بعد باب فی الرجل یُسَلِّمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ اس کے بعد ایک تیسرا باب دو بابوں کے فصل کے ساتھ آ رہا ہے باب نُسُخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّجُلِ، ان تینوں بابوں کا تعلق ولاء سے ہے کیونکہ ولاء کی تین قسمیں ہیں: ① ولاء العتاقة، ② ولاء الإسلام، ③ ولاء الموالاتہ پہلے باب میں قسم اول مذکور ہے اور دوسرے باب میں قسم ثانی اور تیسرے باب میں قسم ثالث، قسم اول یعنی ولاء العتق یہ تو بالاتفاق معتبر اور ثابت ہے، اور قسم ثانی یعنی ولاء الإسلام یہ جمہور علماء ومنہم الأئمة الأربعة کے نزدیک معتبر نہیں، بعض دوسرے علماء ابراہیم نخعی، سعید ابن المسیب کے نزدیک معتبر ہے، اور تیسری قسم ولاء الموالاتہ یہ حنفیہ کے یہاں معتبر ہے، عند الجمہور ولاء کی یہ قسم منسوخ ہے۔

۲۹۱۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: قُرِيَ عَلَى مَالِكٍ، وَأَنَا حَاضِرٌ، قَالَ مَالِكٌ: عَرَضَ عَلَيَّ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَمَرَتِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتَقُهَا، فَقَالَ: أَهْلُهَا يَبِيعُكُمَا عَلَى أَنْ وَلَاءَهُمَا لَنَا، فَذَكَرْتُ عَائِشَةَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «لَا يَمْتَلِكُ ذَلِكَ فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے ارادہ کیا کہ وہ ایک باندی خرید کر اس کو آزاد فرمادیں تو باندی کے مالکوں نے ان سے کہا کہ ہم یہ باندی اس شرط پر آپ کو بیچ دیں گے کہ اس کی میراث ہمیں ملے گی تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات عرض کی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ شرط تمہیں اس کام سے نہیں روک سکتی کیونکہ باندی کی میراث تو اسکے آزاد کرنے والے شخص کو ملتی ہے۔

تصحیح: صحیح البخاری - البیوع (۲۰۶۱) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۷۰) صحیح مسلم - العتق (۱۵۰۴) جامع الترمذی - البیوع (۱۲۵۶) جامع الترمذی - الولاء والہبۃ (۲۱۲۵) سنن النسائی - البیوع (۴۶۴۴) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۵) موطأ مالك - الطلاق (۱۱۹۲) موطأ مالك - العتق والولاء (۱۵۱۹)

شرح الحدیث: شراء بریره والی حدیث پر کلام: حضرت عائشہ کی یہ حدیث شراء بریره کے سلسلہ میں آگے کتاب العتق میں باب فی بیع المکاتب إذا لم یسخت الکتابۃ کے ذیل میں مفصلاً آرہی ہے اس پر کلام وہیں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس حدیث میں یہ ہے الولاء لمن أعتق^①، جو کہ مسئلہ اجماعی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا آزاد کردہ غلام مر جائے اور وہ اپنا کوئی وارث نہ چھوڑے تو پھر اس صورت میں اس کی میراث کا مستحق اس کا مولیٰ یعنی اس کا آزاد کرنے والا ہوگا، اس واقعہ میں ایک مشہور اشکال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو کیسے اجازت دی، شراء بریره میں ولایہ کی شرط کہ وہ بائع کیلئے ہو گا لگانے کی اس لئے کہ یہ شرط بالا جماع ناجائز ہے، جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا جزاً فرمایا تھا یعنی اس شرط کی اجازت اسکو باقی رکھنے کیلئے آپ نے نہیں دی تھی بلکہ اس کو باطل کرنا مقصود تھا، چنانچہ آپ نے بعد میں خطبہ دیا تھا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بیع کے اندر ولایہ کی شرط لگاتے ہیں، لوگوں کا شرط لگانا باطل ہے وان کان مائة شرط، شرط اللہ احق، یہ زیادتی روایات مفصلہ میں ہے، یہاں پر روایت مختصر ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذرى، وأخرجه الترمذی أيضاً فی آخر کتاب الوصایا مفصلاً وفی بیع الولاء وھبتہ مختصراً۔

۲۹۱۶ -

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْطَى الثَّمَنَ وَوَلِيَ النِّعْمَةَ».

ترجمہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ باندی اور غلام کی وراثت کا حق دار وہ شخص ہے جو پیسہ دے کر انکو خریدے اور آزاد کرنے کی نعمت حاصل کرے۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۴۴) صحیح البخاری - الزکاة (۱۴۲۲) صحیح البخاری - البیوع (۲۰۴۷) صحیح البخاری - العتق (۲۳۹۹) صحیح البخاری - الہبۃ وفضلہا والتحریر علیہا (۲۴۳۹) صحیح البخاری - الشروط (۲۵۶۸) صحیح البخاری - النکاح (۴۸۰۹) صحیح البخاری - الطلاق (۴۹۷۵) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۷۰) صحیح مسلم - العتق (۱۵۰۴) جامع الترمذی - البیوع (۱۲۵۶) جامع الترمذی - الوصایا (۲۱۲۴) جامع الترمذی - الولاء والہبۃ (۲۱۲۵) سنن النسائی - الزکاة (۲۶۱۴) سنن النسائی - الطلاق (۳۴۴۷) سنن النسائی - البیوع (۴۶۴۲) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۱۶) سنن ابن ماجہ - الطلاق (۲۰۷۶) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۵۲۱) موطأ مالک - الطلاق (۱۱۹۲) موطأ مالک - العتق والولاء (۱۵۱۹) سنن الدارمی - الطلاق (۲۲۸۹)

۲۹۱۷ -

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عُمَرَ وَبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رِثَابَ بْنَ حَذِيفَةَ، تَزَوَّجَ امْرَأَةً قَوْلَدَتْ لَهُ ثَلَاثَةَ غُلَمَةٍ، فَمَاتَتْ أُمُّهُمُ فَوَرَّثُوَهَا رِبَاعَهَا، وَوَلَاءَ مَوَالِيَهَا، وَكَانَ عُمَرُ وَبْنُ الْعَاصِ غَضَبَةً بَيْنِيهَا، فَأَخْرَجَهُمْ إِلَى الشَّامِ فَمَاتُوا، فَقَدَّمَ عُمَرُ وَبْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلَى لَهَا وَتَرَكَ مَالًا لَهُ، فَخَاصَمَهُ إِخْوَتُهَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَقَالَ عُمَرُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحْوَزَ الْوَلَدُ أَوْ

الْوَالِدُ، فَهُوَ لِعَصْبَتِهِ مَنْ كَانَ» قَالَ: فَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا فِيهِ شَهَادَةُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَرَجُلٍ آخَرَ، فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ، فَقَالَ: هَذَا مِنَ الْقَصَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ، قَالَ: فَقَضَى لَنَا بِكِتَابِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَتُخَنُّ لِيهِ إِلَى السَّاعَةِ.

عُمَرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ سِدِّسَ رَمَابِ بْنِ حَذِيفَةَ كِي اِيك عورت سے شادی كی جس سے رَمَابِ كے تین بیٹے پیدا ہوئے پھر ان بچوں كی والدہ كا انتقال ہو گیا تو یہ تینوں بیٹے اپنی ماں كے مكانات كے اور اپنی ماں كے آزاد كردہ غلاموں كی میراث كے وارث بن گئے..... حضرت عمرو بن العاصؓ ان بیٹوں كے عصبہ تھے تو حضرت عمرو نے ان بیٹوں كو ملك شام سفر ميں لے گئے وہاں (طاعون ميں) ان تینوں لڑكوں كا انتقال ہو گیا..... پھر عمرو بن العاص ملك شام سے تشریف لائے تو ان بچوں كی والدہ كے ايك آزاد كردہ غلام كا انتقال ہو گیا اس نے میراث ميں مال چھوڑا تھا تو عمرو بن العاص نے حضرت عمر بن خطابؓ كی خدمت ميں اس میت خاتون كے بھائیوں سے جھگڑا كیا (كه اس خاتون كے غلام كی میراث مجھے ملنی چاہیے) تو حضرت عمرؓ نے ان كی تائید ميں فيصلہ سناتے ہوئے ارشاد فرمایا كه رسول اللہ ﷺ كا ارشاد گرامی ہے كه میت كا بیٹا یا میت كا وارث تركہ ميں جو جمع كرے تو وہ اسكے عصبہ كا ہو گا پھر حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص كيلئے ايك دستاویز لكھدی اس ميں عبد الرحمن بن عوف اور زيد بن ثابت اور ايك تیسرے شخص كی گواہی بھی موجود تھی..... پھر جب عبد الملك بن مروان حاكم بنایا گیا تو اس میت كے بھائی هشام بن اسماعيل یا اسماعيل بن هشام مدینہ كے گورنر كے پاس یہ مقدمہ لے كر گئے تو اس مدینہ كے گورنر نے عبد الملك بن مروان كے پاس یہ واقعہ پیش كیا تو عبد الملك بن مروان نے كہا كه یہ حضرت عمر كا فيصلہ ہے تو میری رائے بھی اسی كے مطابق ہے۔ راوی (حضرت عبد اللہ بن عمروؓ) كہتے ہیں كه پھر عبد الملك بن مروان نے حضرت عمرؓ بن خطاب كی دستاویز كے مطابق ہمارے حق ميں فيصلہ كیا لہذا ہم آج تك اسی فيصلہ كے مطابق اس وراثت كے مالك ہیں۔

سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۷) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۳۲)

شرح الحديث الكلام عليه باليسط

یہ حدیث توریث الاولاء كے سلسلہ ميں ہے، اس كا مضمون یہ ہے كه ايك شخص جس كا نام رَمَابِ بن حذیفہ ہے اس نے ايك عورت سے شادی كی جس كا نام ام وائل بنت معمر ہے، اس كے اس بیوی سے تین لڑكے پیدا ہوئے كچھ روز بعد ان لڑكوں كی ماں كا انتقال ہو گیا اور وہ لڑكے اپنی ماں كے رباع یعنی مكانات جاكد ادو غیرہ كے اور اس كے موالی كے ولاء كے وارث ہو گئے، (یہاں تك تو اس روایت پر كوئی اشكال نہیں مسئلہ صاف ہے اب آگے سنئے) آگے روایت ميں یہ ہے كه عمرو بن العاصؓ ان لڑكوں كے عصبہ تھے (روایت ميں رشتہ كی كوئی تعین نہیں، ممكن ہے عم یا ابن العم ہوں) تو یہ عمرو بن العاص ان لڑكوں كو اپنے ساتھ سفر ميں ملك شام لے گئے، وہاں پر اس زمانہ ميں طاعون پھیلا ہوا تھا یعنی طاعون عمو اس جو تابعین ميں مشہور ہے اور حضرت عمرؓ كے زمانہ ميں ہوا تھا، یہ تینوں لڑكے بھی اس طاعون ميں ختم ہو گئے، حضرت عمرو بن العاصؓ

جب سفر سے لوٹ کر واپس آئے تو ذوالہی میں ان کو معلوم ہوا کہ اس عورت یعنی ام وائل کا ایک مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام اور مرا ہے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہے، اب اس ولاء میں ام وائل کے بھائیوں کا اور عمرو بن العاص کا اختلاف ہوا، یعنی عمرو بن العاص مدعی تھے کہ یہ ولاء مجھ کو ملنا چاہئے اور ام وائل کے برادران کہتے تھے کہ اس کے مستحق ہم ہیں اس لئے کہ ہم اس عورت کے عصبہ ہیں جس کے غلام کا یہ ولاء ہے، اور عمرو بن العاص کا یہ کہنا تھا کہ میں اس عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوں اگر وہ بیٹے زندہ ہوتے تو اس کے وہ وارث ہوتے تو اب جب کہ وہ نہیں رہے، تو ان بیٹوں کا عصبہ ہونے کی حیثیت سے مجھے وارث ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ کا ہے اس لئے یہ مقدمہ وہاں پیش ہوا، حضرت عمرؓ نے صورت مسئلہ سمجھنے کے بعد یہ فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَحْزَرَ الْوَلَدُ أَوْ الْوَالِدُ، فَهُوَ لِعَصْبَتِهِ مَنْ كَانَ» یعنی میت کا بیٹا یا والد جو کچھ ترکہ میں حاصل کرے وہ اس کے بعد اس کے عصبہ کیلئے ہے وہ عصبہ جو بھی ہو، یہاں اس حدیث کی رو سے عصبہ الولد کا مصداق عمرو بن العاص بنتے ہیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاص کے حق میں فیصلہ فرمادیا اور اپنے فیصلہ کو لکھ کر جس میں دو شخصوں کی شہادت یعنی عبدالرحمن بن عوفؓ اور زید بن ثابتؓ اور ایک اور تیسرے شخص کی بھی تھی۔

فَلَمَّا اسْتُخْلِفَ عَبْدُ الْمَلِكِ اخْتَصَمُوا إِلَى هِشَامَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ - أَوْ إِلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ هِشَامٍ - فَرَفَعَهُمْ إِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ: چونکہ اخوة المرأة کو حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر تسلی نہیں ہوئی تھی گو خاموش ہو گئے تھے اسی لئے جب عبد الملک بن مروان کا زمانہ آیا تو اس وقت میں امیر مدینہ ہشام بن اسماعیل تھا لہذا یہ اخوة المرأة اپنا یہ معاملہ اس کے پاس لے گئے، ہشام بن اسماعیل نے یہ قضیہ عبد الملک کے سامنے پیش کیا، عبد الملک نے اس فیصلہ کو سمجھ کر یہ کہا: هَذَا مِنَ الْقَضَاءِ الَّذِي مَا كُنْتُ أَرَاهُ بَدَلٌ فِيهِ لَكُمُ هَـ کہ اس لفظ ”ما“ میں دو احتمال ہیں، یہ کہ زائدہ ہو اور یافئہ، زائدہ ہونے کی صورت میں تو مطلب یہ ہو گا کہ میری بھی رائے حضرت عمرؓ کے اسی فیصلہ کے مطابق ہے اور نافیہ ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ عبد الملک یہ کہہ رہا ہے کہ اس فیصلہ میں اگرچہ میری رائے یہ نہیں ہے مگر چونکہ عمر فاروقؓ کا کیا ہوا یہ فیصلہ ہے اس لئے میں اسی کو برقرار رکھتا ہوں ①۔

فَنَحْنُ فِيهِ إِلَى الشَّاعَةِ: نحن کا مصداق عمرو بن العاص کی اولاد کہ ہم آج تک اسی فیصلہ پر ہیں، یہ روایت بالتفصیل سنن ابن ماجہ میں ہے جیسا کہ بدل میں اس کو نقل کیا گیا ہے اس کو دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبد الملک نے حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی موافقت ہی فرمائی، لہذا مَا كُنْتُ أَرَاهُ بَدَلٌ میں ”ما“ نافیہ نہیں ہے بلکہ موصولہ یا زائدہ ہے۔

لکے بعد سمجھئے کہ یہاں پر روایت میں یہ ہے: فَقَدَّمَهُ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَمَاتَ مَوْلَى لَهَا يَهْ جملہ ومات مولى لَهَا محتاج تاویل ہے، اسی وقد مات ② مولى لَهَا، اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی عمرو بن العاص جب ملک شام سے واپس آئے تو یہاں آکر معلوم ہوا کہ اس

① بدل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۹۸

② کما فی قولہ تعالیٰ: جَاءُواكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَى وَقَدْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ ۱۲۔

عورت کا ایک غلام مرچکا ہے یعنی ان لڑکوں کی زندگی میں، اور یہ مطلب نہیں کہ عمرو بن العاصؓ کے آنے کے بعد اس عورت کے ایک مولیٰ کا انتقال ہوا، اور یہ تاویل اس لئے ضروری ہے تاکہ حضرت عمرؓ کا جو استدلال اس مقام پر مَا أَخْرَزَ الْوَلَدُ سے ہے وہ درست ہو جائے اور اس واقعہ پر منطبق ہو جائے اسلئے کہ ظاہر ہے احراز ولد اسکی حیات ہی میں ہو گا نہ کہ بعد الوفا، یہ اشکال وجواب ابو داؤد کی اس روایت پر تذکرۃ الرشید^۱ پر مذکور ہے، حضرت گنگوہیؒ سے یہ اشکال ایک عالم نے کیا تھا حضرت نے اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔

اس کے بعد آپ سمجھئے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کا حاصل تو ریث الولاء ہے یعنی یہ کہ ولاء کے اندر بھی میراث جاری ہوتی ہے جس طرح اور دوسرے امور میں جاری ہوتی ہے لیکن جمہور علماء ومنہم الأئمة الأربعة اس کے قائل نہیں ہیں، نعم فی ہدایۃ عن أحمد و کذا ہروی عن علی دون الخلفاء الثلاثة، جیسا کہ ابو داؤد کے ایک نسخہ میں ہے جو ”بذل المجہود“ کے حاشیہ پر ہے۔ اس نسخہ کی عبارت یہ ہے: الناس يتهمون عمرو بن شعيب في هذا الحديث: قال أبو داؤد: وروى عن أبي بكر وعمر وعثمان خلاف هذا الحديث إلا أنه روى عن علي بن أبي طالب بمثل هذا^۲، جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے: الْوَلَاءُ لِحُمَةِ كُلِّ حُمَةٍ النَّسَبِ، لَا يُبَاعُ، وَلَا يُؤْتَرِثُ^۳ یعنی ولاء تو ایک قسم کا نسب ہی ہے اور نسب کی بیع یا تو ریث تھوڑی ہی ہوتی ہے بلکہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ولاء مولیٰ کیلئے ہوتا ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پھر اقرب العصبہ الی المولیٰ کیلئے ہے، دوسرے اموال کی طرح اس میں باقاعدہ میراث جاری نہیں ہوتی کہ تمام ورثاء میں تقسیم ہو، امام ابو داؤد کے جواب کا حاصل جو ہم نے حاشیہ سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ ثابت نہیں اس لئے کہ یہ عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ کی سند سے ہے جس پر کلام مشہور ہے، اور دوسرے اس لئے بھی کہ یہ ایک دوسری مشہور اور صحیح حدیث کے خلاف ہے یعنی الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ مگر حضرت گنگوہیؒ کی بعض تقاریر میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی حدیث میں جو مذکور ہے مَا أَخْرَزَ الْوَلَدُ تو احراز کا تعلق تو ترکہ سے ہوتا ہے ولاء سے اس کا تعلق نہیں ہو سکتا اذہو لحمۃ النسب فلا یسکن احرازہ مثل النسب، اور وراثت جاری ہوتی ہے مال میں نہ کہ نسب میں بلہذا یہ کہا جائے گا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلہ کا تعلق رباع وغیرہ اموال سے ہے ولاء سے نہیں ہے اھ قلت لکن فیہ ما فیہ یہ حدیث مجھے سبق میں بہت مشکل معلوم ہوئی، الحمد للہ کہ حل ہو گئی۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه، وأخرجه النسائي أيضاً مرسلًا، قاله البندري.

۱ تذکرۃ الرشید - ص ۱۰۷

۲ بذل المجہود فی حل آئی داؤد - ج ۱۳ ص ۱۹۸

۳ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری - ج ۱۳ ص ۹۵

۱۳۔ باب فی الرجل یسلم علی یدی الرجل

۸۸ ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے ہاتھ پر مسلمان ہو جائے؟

۲۹۱۸۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَا حَمْرَةُ - عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَوْهَبٍ، يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ دُرَيْبٍ، قَالَ: هَشَامُ: عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَالَ يَزِيدُ: إِنَّ تَمِيمًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا الشُّنَّةُ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ عَلَى يَدَيِ الرَّجُلِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، قَالَ: «هُوَ أَوْلَى النَّاسِ بِمَحْيَاكَ وَمَمَاتِكَ».

ترجمہ: تمیم داری کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے تو اسکے بارے میں شریعت کیا حکم فرماتی ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ پر کلمہ پڑھا گیا ہے وہ اس کلمہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ حق دار ہو جاتا ہے اس کی زندگی میں بھی اور اس کلمہ پڑھنے والے کی موت کے بعد بھی۔

جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۱۲) سنن ابی داؤد - الفرائض (۲۹۱۸) سنن ابن ماجہ - الفرائض (۲۷۵۲) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۰۲/۴) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۰۳/۴) سنن الدارمی - الفرائض (۳۰۳۳)

شرح الحدیث والکلام علیہ من حیث الفقہ: یعنی آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ شریعت کا فیصلہ اس شخص کے بارے میں کیا ہے جو کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے؟ (ظاہر بات ہے کہ یہ اسکا احسان عظیم ہے اس نو مسلم پر چنانچہ آگے آپ ﷺ فرما رہے ہیں) وہ یعنی جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لایا گیا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق ہے اس نو مسلم کی زندگی میں بھی اور اس کے مرنے کے بعد بھی، جب تمام انسانوں میں سب سے زیادہ وہی اولیٰ اور احق ہے اس نو مسلم کا تو اس کا ولاء بھی اس کے لئے ہو گا جس طرح آزاد کردہ غلام کا ولاء معتق کے لئے ہوتا ہے۔

یہ حدیث جو علماء ولاء الاسلام کے قائل ہیں ان کی دلیل ہے جیسے عمر بن عبد العزیز اور سعید بن المسیب وغیرہ کما تقدم فی مبدأ الباب اور جمہور کا استدلال مشہور حدیث: الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ سے ہے جو کہ متفق علیہ ہے کیونکہ اس حدیث میں حصر کیساتھ بیان کیا گیا ہے ولاء کا معتق کے لئے ہونا، معلوم ہوا ولاء کا سبب صرف عتق ہے اسلام یا اور کچھ نہیں، اور حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے، امام ترمذی نے بھی اس پر کلام کیا ہے اور دوسرے حضرات محدثین نے بھی، اسمیں ایک راوی عبد العزیز بن عمر ہے وہ ضعیف ہے اسی طرح ابن وہب راوی غیر معروف ہے، بخلاف جمہور کی دلیل کے کہ وہ متفق علیہ حدیث ہے ماوردی سرا جواب اس حدیث کا یہ دیا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے، ہو سکتا ہے کہ ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ نے فرمایا ہو، کیونکہ ابتداء اسلام میں اسلام اور نصرت کی بنیاد پر تو ارث ہوتا تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا، بعض شراح نے حنفیہ کا مذہب بھی اس حدیث کے موافق لکھ دیا ہے کہ حنفیہ بھی ولاء الاسلام کے قائل ہیں، لیکن یہ نقل مطلقاً صحیح نہیں ہاں اگر اسلام کیساتھ موالاة اور مخالفہ کا بھی اقرار

ہو جائے تو امر آخر ہے اس صورت میں ہمارے یہاں یہ معتبر ہو گا اور اس صورت میں اس کیلئے ولاء ہو گا، کیونکہ احناف ولاء الموالاتہ کے قائل ہیں جس کے جمہور قائل نہیں کما تقدم قبل ذلك، خوب سمجھ لیجئے! کذا قال الشيخ في البذل^۱۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۱۴۔ باب فی بیع الولاء

ملنے والی وراثت کو بیچنے کا بیان

۲۹۱۹ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: «كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ، وَعَنْ هَبِيبِهِ».

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مستقبل میں ملنے والی میراث کو پہلے سے بیچ دے یا اس میراث کو پہلے سے دوسرے کو ہبہ کر دے۔

صحیح البخاری - العتق (۲۳۹۸) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۷۵) صحیح مسلم - العتق (۱۵۰۶) جامع الترمذی - البیوع (۱۲۳۶) جامع الترمذی - الولاء والہبۃ (۲۱۲۶) سنن النسائی - البیوع (۴۶۵۷) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۱۹) سنن ابن ماجه - الفرائض (۲۷۴۷) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۹/۲) موطأ مالک - العتق والولاء (۱۵۲۲) سنن الدارمی - البیوع (۲۵۷۲) سنن الدارمی - الفرائض (۳۱۵۶)

شرح الحدیث زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ولاء کی بیع کرتے تھے اور اس کا معاوضہ لیتے تھے، اسلام نے آکر اس سے منع کیا کیونکہ ولاء کوئی مال نہیں ہے کہ اس کی بیع کی جاسکے، بل ہو حق من الحقوق، فلا یرد علیہ البیع (بذل^۲) یعنی ولاء استحقاقِ ارث کا نام ہے یعنی معتق (آزاد کردہ غلام) کی میراث کا استحقاق جو معتق کو حاصل ہوتا ہے عتق کی بدولت، عتق ایک احسانِ عظیم ہے مونی کی جانب سے اپنے غلام پر تو اسکے صلہ میں شریعت نے معتق کو معتق کی میراث کا حق عطا کیا تاکہ اس کے مرنے کے بعد وہ اس کے آقا کو ملے، جیسے نسب سبب استحقاق ہوتا ہے پس جس طرح نسب سے حق میراث حاصل ہوتا ہے اسی طرح عتق سے حق میراث حاصل ہوتا ہے جس کو ولاء سے تعبیر کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے بیع اور ہبہ وغیرہ ہوا کرتی ہے جو اہر کی نہ کہ معانی اور اعراض کی، اصل معنی تو ولاء کے ہیں یہ ویسے اس کا اطلاق اور استعمال میراثِ المعتق پر بھی ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، ولهذا غاية تسهیل لهذا المقام۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم و الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۰۱-۲۰۲

② بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۰۳

۱۵۔ بَابُ فِي الْمَوْلُودِ يَسْتَهْلُ ثُمَّ يَمُوتُ

جب بچہ پیدائش کے بعد آواز سے روئے پھر مر جائے کیا یہ بھی وراثت کا حق دار بنے گا؟

۹۲۰ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اسْتَهْلَ الْمَوْلُودُ وَوَرِثَ».

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب پیدائشی بچہ رونے کی آواز نکال دے تو یہ بچہ اپنے میت کا وارث بنے گا۔

شرح الحدیث: استہلال کے اصل معنی تو چاند دیکھنے کے ہیں (روایت ہلال) اس کے بعد اس کا استعمال ہو اور رفع الصوت میں یعنی چیخنا چلانا اس مناسبت سے کہ پہلی رات میں چاند کو دیکھ کر لوگ شور کرتے ہیں کہ چاند ہو گیا، پھر اسکے بعد اس کا استعمال آثار حیات اور بچہ کے رونے میں ہونے لگا وہی یہاں حدیث میں مراد ہے۔

حدیث الباب میں اختلاف انہم: اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد اگر اس میں آثار حیات پائے گئے اور اس دوران میں اس کا کوئی عزیز قریب مر تو وہ مولود اس کا وارث ہو گا اور اگر نہ پائے گئے تو نہیں ہو گا، حنفیہ شافعیہ کے یہاں تو اسی طرح ہے کہ صرف آثار حیات کا پایا جانا کافی ہے، وقال مالک وأحمد بشرط الرضاع، كذا في هامش البذل عن الشعراني ①۔

یہاں پر ایک مسئلہ اور ہے صلوة علی الطفل کا جو کتاب الجنائز میں آرہا ہے، وہ یہ کہ صلوة علی الطفل کے لئے بھی آثار حیات کا پایا جانا ضروری ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاث اور جمہور کے نزدیک تو وہاں بھی استہلال شرط ہے، امام احمدؒ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک شرط نہیں، دلیل مسئلہ کی اپنے مقام پر آئے گی، یہاں تبعا آگیا۔

۱۶۔ بَابُ نَسْخِ مِيرَاثِ الْعَقْدِ بِمِيرَاثِ الرَّجُلِ

مولاۃ الموالاة کی میراث ذوالارحام کے وارث ہونے کے بعد منسوخ ہو گئی؟

۹۲۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ قَابِطٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّخَوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: {وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ آمَنَاتُكُمْ فَتَنَاتُوهُمْ نَصِيبُهُمْ} ② "كَانَ الرَّجُلُ يُحَالِفُ الرَّجُلَ، لَيْسَ

① بذل المجہود فی حل أبی داؤد - ج ۱۳ ص ۲۰۳

② سورة النساء ۳۳

بَيْنَهُمَا نَسَبٌ، فَيَرِثُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ، فَتَسْخَرُ ذَلِكَ الْأَنْفَالُ، فَقَالَ: { وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ }^①

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذوالذین عاقدت ایمانکم فقائوہم نصیبہم اس آیت پر شروع زمانہ میں عمل ہوتا تھا اس طرح کہ ایک آدمی کسی ایسے شخص سے جس سے نسبی رشتہ داری نہ تھی معاہدہ کر لیتا تو یہ دونوں شخص ایک دوسرے کے وارث شمار ہوتے پھر سورۃ انفال کی اس آیت نے اسکو منسوخ کر دیا کہ میت کے رشتہ دار اسکے زیادہ حق دار ہیں بعض رشتہ دار بعض دوسروں کے مقابلے میں۔

شرح الحدیث وایضاح المسئلة یہ ولاء کے سلسلہ کا تیسرا باب ہے جس کا ذکر شروع میں آچکا۔ عقد سے مراد عقد موالاة جس کو ولاء الموالاة بھی کہتے ہیں، مصنف کا یہ ترجمہ ائمہ ثلاث کے مسلک کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عقد موالاة کے ذریعہ استحقاق ارث اب نہیں رہا منسوخ ہو چکا، میراث رحم کے ذریعہ سے، رحم سے مراد رشتہ اور قرابت ہے، یعنی اقارب کی میراث نے آکر عقد موالاة کی میراث کو منسوخ کر دیا، نسخ اور منسوخ دونوں کا بیان حدیث الباب میں مذکور ہے، چنانچہ پہلی آیت وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ اِيْمَانَكُمْ اِنْ فِيْكُمْ مِيرَاثٌ مِّمَّا كَانَتْ اُولَىٰ مَوَالَاةٍ كَانَتْ اُولَىٰ مِيرَاثٍ جِيسَا کہ ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ شروع میں یہ ہوتا تھا کہ ایک شخص کسی اجنبی شخص کے ساتھ مخالفت یعنی دوستی کا عہد کر لیتا تھا بغیر کسی نسبی تعلق کے اور پھر اس عقد کی وجہ سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا جیسا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ایسا ہو چکا ہے، ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ اس آیت کو سورہ انفال کی آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ نے منسوخ کر دیا، اور ابن عباسؓ کی اس کے بعد آنے والی روایت میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں پہنچے تو ان کو انصار کا وارث بنایا جاتا تھا نہ کہ اقارب کو یعنی انصار کے وارث مہاجرین ہوتے تھے بجائے اقارب کے وارث ہونے کے۔

۲۹۲۲ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنِي إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ اِيْمَانَكُمْ فَتَوَّاهُمْ نَصِيْبُهُمْ } قَالَ: «كَانَ الْمُهَاجِرُونَ جِيزًا قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ تَوَرَّثَ الْأَنْصَارُ، دُونَ دَوِي رَحِمِهِمُ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ»، فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيًّا مِمَّا تَرَكَ } قَالَ: نَسَخْتُهَا: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ اِيْمَانَكُمْ فَتَوَّاهُمْ نَصِيْبُهُمْ }^② { مِنْ النَّصْرِ وَالتَّصْبِيْحَةِ وَالرِّقَادَةِ، وَيُوصِي لَهُ، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ }.

عبد اللہ بن عباسؓ نے آیت کریمہ: وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ اِيْمَانَكُمْ فَتَوَّاهُمْ نَصِيْبُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ

① اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے (سورۃ انفال ۷۵)

② اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مرے (سورۃ النساء: ۳۳)

③ اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ (سورۃ النساء: ۳۳)

مہاجرین جب مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو انصار کے رشتہ داروں کے بجائے ان مہاجرین کو انصار مدینہ کا وارث بنایا جاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان مہاجرین اور انصار میں بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمادیا تھا پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْخ، اس آیت نے پہلی ایک آیت کو منسوخ کر دیا اور..... پہلی آیت: وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ فَاتُوهُمْ نَصِيْبَهُمْ کا معنی (اس آیت کے منسوخ ہونے کے بعد) یہ ہے کہ جن لوگوں سے معاہدہ کر رکھا تھا اب انکی مدد کرو اور انکے ساتھ خیر خواہی کرو اور انکے ساتھ تعاون کرو۔ اب ان کو میراث نہیں ملے گی لہذا انکے لیے وصیت کر سکتے ہو۔

صحیح البخاری - الحوالات (۲۱۷۰) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۳۰۴) صحیح البخاری -

الفرائض (۶۳۶۶) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۲۲)

شرح الحديث

فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: { وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي مِمَّا تَرَكَ الْخ } قَالَ: نَسَخْتُهَا: یعنی جب یہ دوسری آیت وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي نازل ہوئی اس نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر دیا، اس عبارت میں نسخت کا فاعل یہ آیت ثانیہ یعنی وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي ہے اور ضمیر منصوب راجع ہے آیت اولیٰ وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ کی طرف، اور یہ جملہ بس یہیں پورا ہو گیا ناخ اور منسوخ دونوں کا بیان آچکا، پھر اس کے بعد دوبارہ جو آیت اور عبارت آرہی ہے { وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ فَاتُوهُمْ نَصِيْبَهُمْ } مِنَ النَّصْرِ وَالتَّصْبِيْحَةِ اس سے مقصود حضرت ابن عباسؓ کا یہ بیان کرنا ہے کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بعد اب اس آیت کا مفہوم جس پر عمل ہونا چاہئے وہ صرف نصر اور نصیحت باقی رہ گیا، وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ یعنی میراث کے بارے میں یہ آیت منسوخ ہو گئی اور باہمی نصرت اور تعاون اور خیر خواہی کے بارے میں باقی رہ گئی، یعنی ہر لحاظ سے یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی صرف میراث کے اعتبار سے منسوخ ہوئی۔ اس کی اس طرح وضاحت کرنے کی ضرورت ہمیں اس لئے پیش آئی کہ بادی الرائی میں عبارت اس طرح ہے نَسَخْتُهَا: وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ یعنی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسخت کا فاعل وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ ہے اور ”ہا“ ضمیر وَلِكُلِّ جَعَلْنَا مَوَالِي کی طرف لوٹ رہی ہے، اس صورت میں مطلب بالکل برعکس ہو جاتا ہے، خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے، محنت اور غور کرنے کی ضرورت ہے بغیر اس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، یہ ابن عباسؓ کی روایت اور جو کچھ انہوں نے نسخ کے بارے میں فرمایا ائمہ ثلاث کے موافق ہے اور ان کی رائے یہی ہے اس کے برخلاف حنفیہ جو میراث العقد کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانُكُمْ اس آیت کیلئے وہ دوسری آیت وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ ناخ نہیں ہے بلکہ دونوں آیتیں معمول بہا ہیں فرق یہ ہے کہ شروع میں عقد الموالاة پر میراث جاری ہوتی تھی اور اقارب کو وارث نہیں بنایا جاتا تھا، پھر بعد میں جب یہ دوسری آیت نازل ہوئی تو اس کا مطلب وہ یہ لیتے ہیں کہ اقارب کو تو بیث میں مقدم رکھا جائے عقد الموالاة والوں پر یعنی ان کے ہوتے ہوئے مولی الموالاة وارث نہ ہوگا، اور اگر ذوی الارحام میں سے کوئی نہ ہو تو اس وقت مولی الموالاة وارث ہو جائے گا ذوی الارحام سے مراد اقارب اور رشتہ دار ہیں۔ هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يَفْهَمُوا

هذا المقام فانه من مزال الاقدام - والحديث أخرجه البخاري والنسائي، قاله المنذري -

۲۹۲۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْمُعْتَمَرُ - قَالَ أَحْمَدُ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحَصِينِ، قَالَ: كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَى أُمِّ سَعْدِ بِنْتِ الرَّبِيعِ - وَكَانَتْ يَتِيمَةً فِي حِجْرِ أَبِي بَكْرٍ - فَقَرَأْتُ: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ }، فَقَالَتْ: لَا تَقْرَأُ: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ }، إِنَّمَا نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَأَيْنَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حِينَ أَبِي الْإِسْلَامَ، فَخَلَفَ أَبُو بَكْرٍ الْيَوْمَ، فَلَمَّا أَسْلَمَ أَمَرَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُؤْتِيَهُ نَصِيْبَهُ، زَادَ عَبْدُ الْعَزِيزِ: فَمَا أَسْلَمَ حَتَّى مُجِئَ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالشَّيْخِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مَنْ قَالَ: { عَقَدْتُ } جَعَلَهُ حَلْفًا، وَمَنْ قَالَ: عَاقَدْتُ جَعَلَهُ خَالِفًا، قَالَ: وَالصَّوَابُ حَدِيثُ طَلْحَةَ عَاقَدْتُ".

ترجمہ داؤد بن حصین کہتے ہیں کہ میں ام سعد بنت الربیع کے پاس قرآن کریم پڑھا کرتا تھا یہ ام سعد حضرت ابو بکرؓ کی پرورش میں یتیم ہونے کی وجہ سے ہوتی تھیں تو میں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ } تو حضرت ام سعد نے فرمایا کہ تم اس طرح یہ آیت مت پڑھو کیونکہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبد الرحمن کے متعلق نازل ہوئی جب عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو میراث نہیں دیں گے جب عبد الرحمن بن ابی بکرؓ مسلمان ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ عبد الرحمن کو ان کا حصہ دیں (لہذا یہ قرأت عقدت ہونی چاہیے نہ کہ عاقدت کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قسم کھانے والے اکیلے تھے) عبد العزیز راوی نے یہ اضافہ کیا کہ عبد الرحمن بن ابی بکرؓ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک زمانے تک جنگ لڑی بعد میں وہ مسلمان ہوئے۔

شرح الحديث داؤد بن الحصین کہتے ہیں کہ میں ام سعد کے پاس قرآن پڑھا کرتا تھا اور ان سے سیکھتا تھا اور یہ ام سعد حضرت ابو بکرؓ کے یہاں پلی تھیں، چونکہ یہ یتیم ہو گئی تھیں، اس لئے انہی کے یہاں پرورش پائی، تو ایک روز جب میں ان کے پاس قرأت کر رہا تھا تو میں نے یہ آیت اسی طرح پڑھی: { وَالَّذِينَ عَاقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ } (باب مفاعلة سے) تو انہوں نے مجھے ٹوکا کہ اس طرح مت پڑھ بلکہ { وَالَّذِينَ عَقَدْتَ أَيْمَانَكُمْ } پڑھ (یعنی مجرد سے) اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے عبد الرحمنؓ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب شروع میں عبد الرحمنؓ نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے ناراض ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ میں تجھ کو وارث نہیں بناؤں گا، یعنی تو ہم میں سے کسی کا وارث نہیں ہوگا، جب تو اسلام نہیں لا رہا ہے، وہ کہتی ہیں کہ پھر جب وہ اسلام لے آئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ اس کو اس کا حصہ دیں اور وارث بنائیں، ام سعد یہ کہنا چاہتی ہیں کہ اس آیت میں عقد سے مراد حلف ہے اور قسم کھانے والے تنہا ابو بکرؓ تھے تو اس کے لئے لفظ عَقَدْتُ مناسب ہے نہ کہ عَاقَدْتُ کیونکہ باب مفاعلت تو شرکت اور تعدد کو چاہتا ہے۔

یہ ام سعد کی بات ایک لحاظ سے تو اپنی جگہ درست ہے لیکن عاقبت تو مستقل ایک قرأت ہے ہو سکتا ہے ان کو اس کا علم نہ ہو، آگے روایت میں ہے راوی کہتا ہے: فَقَدْ أَسْلَمَ حَتَّى مَحَلَّ عَلَى الْإِسْلَامِ بِالشَّيْفِ، راوی عبد الرحمن کے اسلام کا حال بیان کر رہا ہے کہ وہ ابتداء میں تو اسلام لائے نہیں تھے ابتداء میں تو مسلمانوں کے دشمن ہی رہے مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھائی (اسلئے کہ یہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے) ثم هداه الله تعالى فسلم قبل الفتح پھر بعد میں اللہ تعالیٰ شانہ نے ان کو اسلام سے سرفراز فرمایا فتح مکہ سے کچھ پہلے۔

۲۹۲۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ التَّحَوِي، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا" { وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا } { فَكَانَ الْأَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ، وَلَا يَرِثُهُ الْمُهَاجِرُ، لَنَسَخَتْهَا فَقَالَ: { وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ }"

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَالُكُمْ مِنْ وَلَا تَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا، اس آیت پر شروع اسلام میں اس طرح عمل ہوتا تھا کہ جو شخص مسلمان ہونے کے بعد اپنی بستی میں ہی مقیم ہجرت نہ کرتا تو یہ شخص ایسے مسلمان کا وارث نہ بنتا تھا جو اسلام لانے کے بعد ہجرت کر رہا ہوتا۔۔۔۔۔ اور نہ ہی ہجرت کرنے والا مسلمان ایسے مسلمان کا وارث بنتا جس نے اسلام لانے کے بعد ہجرت نہ کی ہوتی (اگرچہ ان میں آپس میں نسبی رشتہ داری ہوتی تھی) اس کے بعد وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

شرح الحدیث: اعرابی کہتے ہیں غیر مہاجر کو یعنی جو شخص اسلام لا کر اپنے ہی بستی میں ٹھہرا رہے اور ہجرت نہ کرے، یعنی شروع میں وراثت کا مدار نسب پر نہیں تھا بلکہ ہجرت و نصرت پر تھا اسلئے مہاجر انصاری کا اور انصاری مہاجر کا باوجود عدم نسب کے وارث ہوتا تھا، اور مہاجر غیر مہاجر کا باوجود نسب کے وارث نہ ہوتا تھا۔

۱۷ - بَابُ فِي الْحِلْفِ

دو قبیلوں کا آپس میں قسمیں کھا کر معاہدہ کرنے کا بیان

یہ حلف کسراء اور سکون لام کے ساتھ ہے بمعنی مخالفت، ففی القاموس: وَالْحِلْفُ بِالْكَسْرِ: الْعَهْدُ بَيْنَ الْقَوْمِ اه، اور وہ جو حلف قسم کے معنی میں ہے اس کو قاموس میں تین طرح ضبط کیا ہے: حَلْف، حِلْف اور حِلْفٌ۔

۱ اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے (سورۃ الانفال ۷۴)

۲ اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا (سورۃ الانفال ۷۲)

۳ القاموس المحيط - ص ۸۰۱ - ۸۰۲

۲۹۲۵ - حَدَّثَنَا عُفَّانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، وَابْنُ مُنِيرٍ، وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيْمَانُ حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً».

ترجمہ: جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ دین اسلام میں ظلم و قتل کے امور میں قسمیں کھا کر معاہدہ کرنا مشروع نہیں ہے اور زمانہ جاہلیت میں اچھے کاموں کے کرنے پر قسمیں کھا کر جو معاہدہ کیا گیا تھا دین اسلام ایسے معاہدوں کی مزید پاسداری کرنے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - فضائل الصحابة (۲۵۳۰) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۲۵) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۸۳/۴)

شرح الحديث: زمانہ جاہلیت میں قتال اور غارات اور مظالم پر آپس میں قومیں معاہدہ کیا کرتی تھیں تو ظاہریات ہے اسلام میں اس کی کہاں گنجائش ہے، اسی کو آپ ﷺ فرما رہے ہیں: لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ، وَأَيْمَانُ حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً۔ زمانہ جاہلیت میں مخالفت کبھی خیر اور امور حقہ پر بھی ہوتی تھی، اس جملہ میں آپ ﷺ اسی کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس طرح کے حلف کو اسلام نے نہیں توڑا بلکہ اور مضبوط کیا ہے جو معنی حلف کے ہم نے جملہ ثانیہ میں لئے ہیں اگر یہی معنی فقرہ اولیٰ میں بھی لئے جائیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اسلام میں امور حقہ اور خیر پر مخالفت کی حاجت نہیں بلکہ اخوت اسلامی بذات خود کافی ہے امور خیر پر تعاون کیلئے کذا قالوا۔ والحديث أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۲۹۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ الْأَحْوَلِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: خَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا، فَقِيلَ لَهُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ»؟ فَقَالَ: «خَالَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِنَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا».

ترجمہ: عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں ہمارے قبیلہ میں بھائی بندی کرائی تھی (جیسے زمانہ جاہلیت میں قسمیں کھا کر معاہدہ ہوتا ہے) تو حضرت انسؓ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام میں تو قسمیں کھا کر معاہدہ کرنا مشروع نہیں؟ تو حضرت انسؓ نے دو دفعہ یا تین دفعہ ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں ہمارے قبیلہ میں معاہدہ کرایا تھا۔

تخریج: صحیح البخاری - الحوات (۲۱۷۲) صحیح البخاری - الأدب (۵۷۳۳) صحیح البخاری - الاعتصام بالكتاب والسنة (۶۹۰۹) صحیح مسلم - فضائل الصحابة (۲۵۲۹) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۲۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۱۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۴۵/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۱/۳)

۱۸ - بَابُ فِي الْمَرْأَةِ تَرِكَتْ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا

مقتول خاوند کی دیت میں اسکی بیوہ بھی حصہ دار ہوگی

۲۹۲۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: يَقُولُ: الدِّيَّةُ لِلْعَائِلَةِ، وَلَا تَرِكَتْ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتَّى قَالَ لَهُ الْقَسَّاطُ بْنُ سُلَيْمَانَ: كَتَبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ أُورِثَ امْرَأَةً أَشِيَمَ الضُّبَابِي، مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا» فَرَجَعَ عُمَرُ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، وَقَالَ فِيهِ: وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَعْرَابِ.

سعد کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے کہ میت مقتول کی دیت اسکے عصباء کو ملے گی اور ان لوگوں کو ملے گی جو اسکے عاقلہ ہیں اور بیوہ اپنے شوہر کی دیت میں سے وراثت نہیں لے سکے گی یہاں تک کہ ضحاک بن سفیان کلابیؓ نے حضرت عمرؓ کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خط لکھا تھا کہ اشیم الضبابی کی بیوہ کو اسکے شوہر کی دیت میں سے وراثت دو تو حضرت عمرؓ نے اپنے گزشتہ قول سے رجوع فرمایا..... احمد بن صالح نے اپنی سند سے حضرت سعدؓ سے اس حدیث کو نقل کیا کہ حضور ﷺ نے ضحاک بن سفیان کو دیہات والوں پر نااہل مقرر فرمایا تھا۔

جامع الترمذی - الدیات (۱۴۱۵) جامع الترمذی - الفرائض (۲۱۱۰) سنن أبي داود - الفرائض (۲۹۲۷)
سنن ابن ماجہ - الدیات (۲۶۴۲) مسند احمد - مسند المکیین (۴۵۲/۳) موطأ مالک - العقول (۱۶۱۹)

یعنی شروع میں حضرت عمرؓ کی یہ رائے تھی کہ مقتول کی دیت عصبۃ المقتول کیلئے ہوگی، اور عورت اپنے خاوند کی دیت کی وارث نہ ہوگی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کو ضحاک بن سفیان نے بتایا کہ حضور ﷺ کی تحریر میرے پاس یہ آئی تھی اُوْرِثَتْ امْرَأَةُ أَشِيَمَ الضُّبَابِي، مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا یعنی اشیم ضبابی جب مقتول ہو گئے تھے تو حضور ﷺ نے ضحاک کو لکھا کہ ان کی دیت میں سے ان کی بیوی کو بھی وارث بنانا، تو اس پر حضرت عمرؓ نے اپنی سابق رائے سے رجوع فرمایا۔ یہ ضحاک بن سفیان وہ ہیں جن کو حضور ﷺ نے اپنی قوم کے صدقات وصول کرنے پر عامل بنایا تھا، اس مسئلہ میں جو رائے حضرت عمرؓ کی تھی کہا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کی رائے بھی وہی تھی لیکن حضرت عمرؓ کا تو رجوع ثابت ہو گیا جمہور کے مسلک کی طرف ضحاک بن سفیان کی روایت کی وجہ سے۔

دیت کے بارے میں ابتداء حضرت عمرؓ کی رائے اور پھر اس سے رجوع: جاننا چاہیے کہ دیت کا مسئلہ اور قاعدہ عند الجمہور یہ ہے کہ وہ واجب تو ہوتی ہے عاقلہ یعنی عصبۃ القاتل پر اور ملتی ہے وراثۃ المقتول کو، اس میں حضرت عمرؓ کی رائے جمہور کے خلاف تھی وہ یہ کہ دیت واجب بھی عاقلہ پر ہوتی ہے اور ملتی بھی ہے عاقلہ ہی کو، تو چونکہ ان کا مسلک یہ تھا اسی کے پیش نظر وہ زوج کی دیت میں سے زوجہ کے حصہ کے قائل نہ تھے کیونکہ زوجہ عاقلہ میں سے نہیں لیکن جب ان کو ضحاک بن

چنانچہ التعلیق الممجد میں ہے: عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ: جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى عُمَرَ تَسْأَلُهُ أَنْ يُؤَيِّدَهَا مِنْ دِيَّةِ زَوْجِهَا، فَقَالَ: مَا أَعْلَمُ لَكَ شَيْئًا فَتَشَدَّ النَّاسُ، پھر اس کے بعد اسی حاشیہ میں وہ روایت بھی مذکور ہے جو شروع میں نصب الرایۃ سے ہم نے نقل کی ①، تبھی علیٰ ہذا التفصیل وان اختلاف عمر لیس فی ہذا الجزئیۃ فقط بل فی أصل المسئلة عزیزی المولوی حبیب اللہ الظاہری الجمہاری ثم المذنی جزاء اللہ تعالیٰ خیراً۔

آخر کتاب الفرائض



مسائل میراث کی تفصیل مستقل ایک فن ہے جو اس فن کی کتب میں مسطور و مذکور ہے، لیکن اس فن کی جو بنیاد ہے یعنی قرآن کی آیات المیراث جی چاہا کہ کم از کم ان آیات میں مذکور ورثاء اور ان کے حصص ہم اپنی اس کتاب میں ذکر کر دیں، تاکہ بنیاد علم میں آنے کے بعد پڑھنے والوں کو مزید تفصیل معلوم کرنے کا شوق پیدا ہو، اور اس طور پر حدیث شریف تَعْلَمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِمُوهَا، فَإِنَّهُ يَصْفُ الْعِلْمَ ② پر عمل کی توفیق میسر ہو جائے، واللہ الموفق۔ بندہ نے یہ خدمت اپنے مدرسہ کے بعض فضلاء کو سونپی، ماشاء اللہ وہ اس کو بحسن و خوبی لکھ کر لائے جو حاشیہ میں درج ہے ③۔

① نصب الرایۃ لأحادیث الهدایۃ - ج ۴ ص ۳۵۲

② سنن ابن ماجہ - کتاب الفرائض - باب الحث علی تعلیم الفرائض ۲۷۱۹

③ وراثت کے سلسلہ میں زمانہ قدیم ہی سے معاشرہ کے اندر پائی جانے والی زیادتیوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر اس مسئلہ کو بہت اہمیت اور خاصی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ سورہ نساء کی آیت ۱۱، ۱۲ اور ۱۷۶ کے تحت اس مسئلہ کی بنیادی تفصیل انتہائی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتب تفسیر وفقہ کی روشنی میں مختصر تشریحات کے ساتھ ان آیات میں مذکور حصص اور ان کے مستحقین کو یہاں ترتیب کے ساتھ ذکر کر دیا جائے۔ مذکورہ بالا آیات میں سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ میت کے کل مال سے اولاً اس کے دین ادا کئے جائیں اور اس کے بچے ہوئے مال کے تہائی سے تنفیذ وصیت کی جائے۔

چنانچہ آیت ۱۱ اور ۱۲ دونوں ہی میں کچھ کچھ حصص اور ان کے مستحقین کے ذکر کے بعد ارشاد ہے: مِنْ بَعْدِ وَصِيَّتِهِ يُؤْتِي بَهَا أَوْ ذَيْنَ، کہ یہ سب تقسیم میراث دین کی ادائیگی اور تنفیذ وصیت کے بعد ہو۔

پھر ان آیات میں جسے کل چھ بیان کئے گئے ہیں: ① نصف (کل مال کا آدھا)، ② ربع (چوتھائی)، ③ ثمن (آٹھواں)، ④ ثلثان (دو تہائی)، ⑤ ثلث (ایک تہائی)، ⑥ سدس (چھٹا حصہ)۔

اور ان کے مستحقین سات (۷) طرح کے ہیں: ① اولاد (جس میں مذکور وراثت ساری فروع داخل ہیں، یعنی بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، اسی طرح نیچے تک، لیکن یہ

واضح رہے کہ اوپر دلی فرع کی موجودگی میں بیٹے کی فروغ محروم رہیں گی، جیسے بیٹے بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے پوتیاں، ① باپ (اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں دادا، اسی طرح اوپر تک، ② ماں (اور اسکے نہ ہونے کی صورت میں دادی اور نانی جو ایک درجہ میں ہیں اسی طرح اوپر تک، لیکن ان میں جو اقرب الی المیت ہوو ابعد الی المیت کیلئے حاجب ہوگی، ③ شوہر، ④ بیوی، ⑤ اخیانی (ماں شریک بھائی بہن، ⑥ حقیقی (ماں باپ دونوں) وعلاتی (صرف باپ شریک بھائی بہن۔ مذکورہ حصص اور ان کے مستحقین کی تفصیل حسب تصریح قرآنی اس طرح ہے:

① **اولاد:** ان کے وارث ہونے کی چار صورتیں ہیں: ① مذکر و مؤنث دونوں ہوں تو اس صورت کیلئے حکم ہے **يُورِثُكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ** لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْاُنْثَىٰ کہ مذکر کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا، ② صرف ایک مؤنث ہو تو **وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ** کی بناء پر نصف ترکہ کی مستحق ہوگی، ③ اگر مؤنث اولاد دو یا اس سے زائد ہو تو **فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ** کی وجہ سے دو تہائی مال کی مستحق ہوگی (واضح رہے کہ یہاں عبارت النصف اگرچہ دو سے زائد کیلئے ہے لیکن اقتضاء النصف اور احادیث سے دو کیلئے بھی یہی حصہ ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں اسکی تفصیل موجود ہے)، ④ چوتھی صورت یہ ہے کہ وارث صرف مذکر اولاد ہو (ایک یا زائد) وہ عصبہ ہونے کی بناء پر ذوی الفروض سے بچے ہوئے کل مال کی مستحق ہوگی۔ (کتب تفسیر و سرائی)۔

② **باپ:** اسکے وارث ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ① اگر اس کے ساتھ میت کی کوئی اولاد مذکر بھی ہو (خولہ مؤنث ہو یا نہ ہو) تو اس صورت میں **وَلَا يُوْرِثُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ** کی وجہ سے وہ کل مال کے چھٹے حصہ کا مستحق ہوگا، ② اولاد مذکر نہ ہونے کی صورت میں جب کہ اولاد مؤنث ہو (ایک یا متعدد) باپ بطور فرض کے ایک سدس کا اور بطور عصبہ کے بچے ہوئے کل مال کا مستحق ہوگا، ③ اور میت کی کسی بھی جسم کی اولاد نہ ہو تو ذوی الفروض سے بچا ہوا کل مال باپ کو ملے گا، تنصیب کی بناء پر (ان دونوں صورتوں کا حکم کتب تفسیر اور کتب فقہ میں دیکھیے)۔

③ **ماں:** ① میت کی اولاد (مذکر و مؤنث) میں سے کسی کے بھی ہوتے ہوئے سدس کی مستحق ہوگی ارشاد ہے **وَلَا يُوْرِثُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُّسُ**، ② میت کے بھائی بہنوں میں سے دو یا اس سے زائد کے ساتھ ہو جب بھی اسے سدس ملے گا: **فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْأَخَوَاتِ نِصْفُ الشُّدُّسِ**، ③ نہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو نہ بھائی بہنوں میں سے دو کا نصاب ہو تو **فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاتُهُ فَلِلْأُمِّهِ الثُّلُثُ** کے حکم کے مطابق ثلث دیا جائے گا۔ (پھر اس ثلث میں کچھ اختلاف ہے کہ کس صورت میں کل مال کا تہائی دیا جائیگا، اور کب ثلث مالتی کی مستحق ہوگی)۔

④ **شوہر:** ① اگر بیوی کسی بھی طرح کی اولاد چھوڑ کر مری ہے، خواہ اسی شوہر سے یا کسی اور شوہر سے تو **فَإِنْ كَانَ لَهَا وَلَدٌ فَلِلْمَرْءِ النِّصْفُ مِمَّا تَرَكَ** کی بناء پر شوہر چوتھائی مال کا مستحق ہوگا، ② اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو نصف ملے گا، بقولہ تعالیٰ **وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهِنَّ وَلَدٌ**۔

⑤ **بیوی:** ① اگر بیوی کے ساتھ مرنے والے شوہر کی کوئی اولاد بھی ہو تو **فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلِلْمَرْءِ النِّصْفُ** کے مطابق بیوی کو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا، ② اور اگر اولاد نہ ہو تو اس کے حصہ میں چوتھائی آئے گا **وَلِلْمَرْءِ النِّصْفُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ**۔

تنبیہ: اگر میت کی کوئی اولاد نہ ہو (اور اس کے حقیقی وعلاتی و اخیانی بھائی بہنوں میں سے کوئی ہو) تو ایسی میت کو "کلالہ" کہتے ہیں، **إِنْ أَمْرٌ وَأَهْلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ** سے یہی مراد ہے۔

① **حقیقی وعلاتی بھائی بہن:** ① اگر میت (کلالہ) مذکر ہو اور اسکی حقیقی وعلاتی صرف ایک بہن ہو تو اسے کل مال کا آدھا ملے گا **وَلَهُ أَخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ**، ② اور اگر دو یا اس سے زائد بہنیں ہوں تو دو تہائی مال کی مستحق ہو کر اس میں برابر کی شریک ہوں گی **فَإِنْ كَانَتِ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ** واضح رہے کہ یہاں عبارت النصف اگرچہ دو ہی کے لئے ہے لیکن اقتضاء النصف کی روشنی میں قیاساً علی الاولاد الاناث اور بطریق اولویت دو سے زائد کے لئے بھی یہی حکم ہے (دیکھو کتب تفسیر و فقہ)، ③ اور اگر میت مؤنث ہے اور ورثاء میں صرف بھائی ہیں (خولہ ایک ہوں یا زیادہ) وہ بطور عصبہ کے کل مال کے مستحق ہوں گے **وَهُوَ يُوْرِثُهَا إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ**، ④ اور اگر بھائی بہن دونوں ہیں تو سب عصبہ بنیں گے اور بھائی دو، دو، بہنیں ایک، ایک حصہ کی مستحق ہوں گی ارشاد ہے

وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً زِجَالًا وَنِسَاءً قَلِيلًا كَرِ مِثْلَ حِطِّ الْأَنْثَقِيَيْنِ۔

ترجمہ: علاقائی و حقیقی بھائی بہنوں کا حکم تقسیم میراث میں ایک ہی ہے لیکن حقیقی بھائی علاقائی بھائی بہنوں کیلئے واجب ہے اسی طرح حقیقی بہن بھی جب کہ وہ میت کی اولاد ذات کی وجہ سے عصبہ ہو، اور ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں علاقائی بہنوں کو سدس ملے گا، تکملة للفلان۔

● **اختیانی بھائی بہن:** ① ماں شریک بھائی بہنوں میں سے اگر کوئی تمہا تو اس کو سدس ملے گا وَلَئِذَا أَحْ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُشُ، ② اور اگر ایک سے زائد ہو خواہ صرف بھائی یا صرف بہنیں یا مخلوط ہوں تو ان کے لئے ٹکسا ملے گا، جس میں دو برابر کے شریک ہوں گے قَبَانِ كَانُوا أَكْثَرًا مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ۔

ترجمہ: ① یہاں آیت کریمہ میں وَلَئِذَا أَحْ أَوْ أُخْتُ سے اختیانی بھائی بہن مراد ہے، جیسا کہ بعض صحابہ کی قرآن میں من امہ کی زیادتی وارد بھی ہوئی ہے، اور اس کی بھی تفسیر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی بھی ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۷۷)۔

② اختیانی بھائی بہن حصص میں برابر کے شریک رہتے ہیں فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ کے اطلاق کی وجہ سے، لہذا لَدَا كَرِ مِثْلَ حِطِّ الْأَنْثَقِيَيْنِ کا کلیہ ان پر جاری نہ ہو گا۔ (دیکھو کتب تفسیر اور سرحدی وغیرہ)۔

③ حقیقی و علاقائی بھائی بہن اسی طرح میت کے اصول مذکور اور فروع مطلق یہ سب کے سب اختیانی بھائی بہنوں کیلئے واجب ہیں۔
خلاصہ: میراث کے حصص اور ان کے مستحقین کا یہ ایک اجمالی بیان ہے جو قرآن کریم کے عبدة النص کو سامنے رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب شریعت کے اصول چار ہیں (جن سے ثابت شدہ احکام کے مجموعہ کا نام فقہ ہے) تو کسی بھی مسئلہ کی مکمل وضاحت ان چاروں اصول کی مراجعت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی، لہذا مسئلہ میراث میں بھی مزید تفصیل و توضیح کیلئے اس فن کی مستقل کتابوں (مثلاً سرحدی وغیرہ) کی طرف مراجعت ناگزیر ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الخراج والإمارة والفتی

زمین کے ٹیکس، حکمران کی ذمہ داریوں اور مال فنی کے تفصیلی احکام کا بیان

اس کتاب کی مناسبت ماقبل میں کتاب^۱ الجہاد سے ظاہر ہے اس لئے کہ جہاد کے ذریعہ جو زمینیں فتح کی جاتی ہیں بعض تو ان میں سے خراجی ہوتی ہیں اور بعض عشری، اسلئے ضرورت پیش آئی خراج و عشر وغیرہ کے احکام بیان کرنے کی، اور چونکہ ان تمام چیزوں کے انتظام و انصرام کیلئے امیر کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے مصنف نے امارت کو بھی ترجمۃ الباب میں لے لیا، نیز فنی سے مراد مصنف کی صرف فنی ہی نہیں ہے بلکہ غنیمت بھی اس میں شامل ہے اسلئے کہ مصنف نے اس کتاب میں غنیمت اور خمس غنیمت کے مصارف سب کچھ بیان کئے ہیں اور ایسے ہی خراج کے ساتھ جزیہ کو بھی بیان کیا ہے۔

کتاب الخراج کا موضوع اور حاصل: جاننا چاہیے کہ خراج جو کہ زمین کے ٹیکس کا نام ہے، اور جزیہ یوں سمجھئے جان کے ٹیکس کا نام ہے جو ان کفار (ذمیوں) سے لیا جاتا ہے جو ہمارے ملک دارالاسلام میں رہتے اور بستے ہیں، یہ سب چیزیں ملک کے اندر کی آمدنیاں ہیں تو کتاب الخراج میں یہی احکام بیان کئے جاتے ہیں، مثلاً جزیہ کس کس سے لیا جائے گا اور کتنی مقدار میں لیا جائے گا اور کس زمین سے خراج لیا جائے گا، اور کس سے عشر لیا جائے گا اور پھر ان سب چیزوں کو وصول کرنے کے بعد ان آمدنیوں کے مصارف کیا ہوں گے، کون سے مال کو کہاں اور کس ضرورت میں خرچ کیا جائے گا، گویا کتاب الخراج کے موضوع کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسلام کے نظام اقتصادی کا ایک حصہ و شعبہ ہے اور اس موضوع پر علماء نے مستقل تصنیفات لکھی ہیں، مثلاً کتاب الخراج للإمام أبی یوسف، الخراج لیحیی بن آدم، الأموال لابن عبید القاسم بن سلام، کتاب الأموال لزنحویہ وغیرہا، اور ہمارے زمانہ کے مولانا حفیظ الرحمن صاحب سیوہاروی ناظم جمیعت العلماء ہند جو بڑے جید عالم اور بہت سی تصانیف کے مصنف ہیں انہوں نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہی ”اسلام کا اقتصادی نظام“ ہے۔ چنانچہ مولانا نے اپنی اس تصنیف میں مذکورہ بالا قدیم تصنیفات سے ہی اپنی یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ چنانچہ اس میں جا بجا ان کتابوں کا حوالہ ہے اور ان کے اقتباسات درج ہیں، اسی طرح مولانا سید مناظر احسن گیلانی کی کتاب ”اسلامی معاشیات“ بھی اسی موضوع پر ہے، لہذا ابوداؤد کی اس کتاب الخراج کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے طلبہ حدیث کو اردو کی ان تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ موجب بصیرت ہے،

۱ اور کتاب الجہاد کے بعد متعلقہ ابواب و کتب گزریں اصحیہ، صید، وصیۃ، لرائض یہ سب بھی جہاد سے مربوط ہیں اولی تامل سے ربط سمجھ میں آجائے ۱۲

۱۔ باب ما یلزم الإمام من حق الرعیۃ

امام پر واجب رعایا کے حقوق کا بیان

۲۹۲۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، فَالْأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ عَلَيْهِمْ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهَا، وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ، وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ، وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ، فَكُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ».

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سن لو! تم میں سے ہر ایک شخص ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اسکی ذمہ داری کے متعلق سوال ہو گا پس رعایا کا حکمران، رعایا کی دینی، دنیوی حقوق کا محافظ ہے اور اس سے ان رعایا کے حقوق کے متعلق باز پرس ہوگی (کہ انکے دینی دنیوی حقوق میں خیانت تو نہیں کی) اور ایک مرد اپنے اہل خانہ کے حقوق کا ذمہ دار ہے اور اس مرد سے اس کے اہل خانہ کے حقوق کے بارے میں پوچھ ہوگی اور خاتون خانہ اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی ذمہ دار ہے اور اس خاتون سے اس کے شوہر اور اسکی اولاد کے حقوق کے متعلق پوچھ ہوگی اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے آقا کے مال کے متعلق پوچھ ہوگی پس تم میں سے ایک ذمہ دار ہو اور ہر ایک سے اسکی ذمہ داریوں کے متعلق پوچھ ہوگی۔

تخریج صحیح البخاری - الجمعة (۸۵۳) صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحج والعمرة (۲۲۷۸) صحیح البخاری - العتق (۲۴۱۶) صحیح البخاری - الوصایا (۲۶۰۰) صحیح البخاری - النکاح (۴۸۹۲) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۱۹) صحیح مسلم - الإمامة (۱۸۲۹) جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۰۵) سنن ابی داؤد - الخراج والإمامة والفتی (۲۹۲۸) مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۵/۲)

شرح الحدیث اس باب میں مصنف نے یہ مشہور حدیث: أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ ذکر فرمائی ہے، یہ حدیث بہت اہم ہے ہر بڑے کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ معاملہ میں یہ پیش نظر رکھنے کی ہے، خواہ وہ پورے ملک کا ذمہ دار ہو یا کسی ادارہ کا یا کسی محکمہ کا یا اپنے گھر ہی کا، سب کیلئے ہے۔ واللہ تعالیٰ الموفق۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۔ باب ما جاء في طلب الإمارة

عہدہ اور منصب کو طلب کرنے کی ممانعت کا بیان

۲۹۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَمَنْصُورٌ، عَنْ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ، فَإِنَّكَ إِذَا أُعْطِيَتْهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ دُكِلَتْ بِهَا إِلَى نَفْسِكَ، وَإِنْ أُعْطِيَتْهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا».

ترجمہ: عبد الرحمن بن سمرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے عبد الرحمن بن سمرہ! تم عہدہ اور منصب مت مانگنا کیونکہ تمہاری طلب پر اگر تمہیں کوئی منصب ملا تو اس منصب کی ذمہ داریوں کو تمہارے نفس پر ڈال دیا جائے گا اور اگر تمہارے مانگے بغیر تمہیں کوئی منصب دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس ذمہ داری کے بوجھ اٹھانے میں تمہاری مدد کی جائے گی۔

تحقیق: صحیح البخاری - الأیمان والنذور (۶۲۴۸) صحیح البخاری - کفارات الأیمان (۶۳۴۳) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۲۷) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۲۸) صحیح مسلم - الأیمان (۱۶۵۲) جامع الترمذی - النذور والأیمان (۱۵۲۹) سنن النسائي - آداب القضاة (۵۳۸۴) سنن أبي داود - الحجاج والإمارة والقياد (۲۹۲۹) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۶۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۶۳/۵) سنن الدارمي - النذور والأیمان (۲۳۴۶)

شرح الحديث: یہ امارت بکسر الهمزة ہے، اور جو امارت بفتح الهمزة ہے اس کے معنی علامت کے ہیں، حدیث الباب میں طلب امارت سے روکا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو عہدہ اور امارت طلب کر کے حاصل کیا جائے اس میں آدمی کی من جانب اللہ تعالیٰ اعانت نہیں ہوتی، کیونکہ طلب کرنا مقتضی ہے اپنے نفس پر اعتماد کو، اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوتی ہے اظہار احتیاج وافتقار پر۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصراً أو مطولاً بنحوه، قاله المنذري۔

۲۹۳۰ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أُجَيْبٍ، عَنْ يَشْرِ بْنِ قُرَّةَ الْكَلْبِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ رَجُلَيْنِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ أَحَدُهُمَا، ثُمَّ قَالَ: جِئْنَا لِنَسْتَعِينَ بِكَ عَلَى عَمَلِكَ، وَقَالَ الْآخَرُ: وَمِثْلَ قَوْلِ صَاحِبِهِ، فَقَالَ: «إِنَّ أَخَوَتَكُمْ عِنْدَنَا مِنْ ظَلَمَةٍ» فَأَعْتَدَ أَبُو مُوسَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: لَمْ أَعْلَمْ بِمَا جَاءَ إِلَهُ، فَلَمْ يَسْتَعِينَ بِهِمَا عَلَى شَيْءٍ حَتَّى مَاتَ.

ترجمہ: ابو موسیٰ اشعریٰ فرماتے ہیں کہ میں دو شخصوں کے ساتھ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو ان دونوں میں سے ایک شخص نے خدمت نبوی ﷺ میں حمد و ثناء اور درود پاک پڑھ کر تمہید باندھی پھر عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کی خدمت میں اسلئے آئے ہیں تاکہ آپ ہمیں اپنے منصبوں میں سے کسی منصب اور عہدہ کیلئے خدمت کا موقع عطا فرمائیں پھر

دوسرے شخص نے بھی اپنے ساتھی کے جیسا مطالبہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا خیانت کرنے والا ہمارے نزدیک وہ شخص ہے جو اس عہدہ اور منصب کا طلبگار ہے تو حضرت ابو موسیٰ اشعرثی نے خدمت نبوی میں عذر پیش کیا کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ دونوں افراد کس غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے (ورنہ میں ان کے ساتھ نہ آتا) پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات تک ان دونوں افراد کو کسی بھی کام کی ذمہ داری نہیں سونپی۔

تخریج: صحیح البخاری - الإجارة (۲۱۴۲) صحیح البخاری - استئابة المرتدين والمعاندين وقتالهم (۶۵۲۵) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۳۰) صحیح مسلم - الإمارة (۱۷۳۳) سنن النسائي - الطهارة (۴) سنن النسائي - آداب القضاة (۵۳۸۲) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۳۰) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۹۳/۴)

شرح الحديث: اس روایت کا مضمون اور حوالہ ہمارے یہاں کتاب الطهارة باب كَيْفَ يَسْتَأْذِنُ (نعم الحديث ۴۹) کے ضمن میں گذر چکا اس کو دیکھا جائے، اس حدیث میں ایک لفظ یہ ہے: فَقَالَ: «إِنَّ أَخَوَيْكُمْ عِنْدَنَا مِنْ طَلَبِهِ»، اخون خیانت سے اسم تفضیل ہے یعنی عہدہ عمل کو طلب کرنے والا تم میں سب سے بڑا خائن ہے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري، زاد الشيخ محمد عوامه النسائي أيضًا۔

۳۔ باب في الضرير يؤلى

یعنی نابینا شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا جاسکتا ہے

یعنی نابینا شخص کو امور مسلمین میں سے کسی کام پر والی اور ذمہ دار بنانا۔

۲۹۳۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُخَرَّمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عُمَرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ عَلَى الْمَدِينَةِ مَرَّتَيْنِ»۔

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن ام مکتوم کو دو موقعوں پر مدینہ طیبہ کا حاکم مقرر فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۳۱) مسند أحمد - باقی مسند المکثورین (۱۳۲/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثورین (۱۹۲/۳)

شرح الحديث: ابن ام مکتوم کو آپ ﷺ نے مدینہ پر اپنا خلیفہ بنایا دو مرتبہ، خطاب^۱ فرماتے ہیں کہ یہ ولایت، ولایت عامہ نہ تھی، احکام اور قضا یا پر، بلکہ صرف نماز کے بارے میں تھی^۲، اور یہ آپ ﷺ کی جانب سے ان کا اکرام تھا اس خاص

① معالم السنن شرح سنن أبي داود ج ۳ ص ۳

② اور یہ اس لئے کہ ہدایت عامہ اور امامت کبریٰ کیلئے کمال خلقت شرط ہے، ففی هامش البذل (ج ۱ ص ۱۸): قال المؤلف (فی شرائط الإمارة) يشترط كمال الخلقة فيكون متكلماً بصيراً، وقال بعض أصحاب الشافعي: يجوز أن يكون أعمى لأن شعيباً عليه السلام كان أعمى الخ، وفي الهداية: يشترط فيه شرائط الشهادة، وقال في باب الشهادة: لا تقبل شهادة الأعمى ۱۲۔

واقعہ کی بنا پر جس پر آپ ﷺ کو ان کے بارے میں تنبیہ کی گئی تھی {عَبَسَ وَتَوَلَّى} اُن جَاءَهُ الْاَعْمٰی ﴿۱﴾، حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول غزوات میں تشریف لے جاتے وقت ان کو اپنا نائب بنانے کا تھا نماز کی امامت میں، اور یہ اختلاف ان کے حق میں تیرہ (۱۳) مرتبہ پیش آیا، ان سب غزوات کا نام بذل میں مذکور ہے، اس کے بعد حافظؒ لکھتے ہیں کہ وہ جو اس روایت میں اختلاف مرتین مذکور ہے وہ راوی نے اپنے علم کے اعتبار سے کہا ﴿۲﴾۔

۴۔ باب فی انتخاب وزیر

حاکم وقت کے لئے اپنا وزیر مقرر کرنا صحیح ہے

یعنی خلیفہ کے لئے ایک وزیر بھی ہونا چاہیے اور وہ کیسا ہونا چاہیے وہ آگے حدیث میں آرہا ہے۔

۲۹۳۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَامِرٍ الْمَرْزِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِيرًا صِدِّيقًا، إِنْ نَسِيَ ذَكَرَهُ، وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ، وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهِ غَيْرَ ذَلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرًا سَوِيًّا، إِنْ نَسِيَ لَمْ يَذْكُرْهُ، وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعْنَهُ».

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک جب کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکے لئے سچا وزیر مقرر فرمادیتے ہیں..... اگر حاکم کوئی معاملہ بھول جائے تو وزیر اسکو یاد دلاتا ہے اور جب حاکم کو کوئی بات یاد آجائے تو وزیر اس معاملے میں حاکم کے ساتھ تعاون کرتا ہے..... اور جب اللہ پاک کسی حاکم کے ساتھ بھلائی کے علاوہ (برائی) کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسکے لئے برے وزیر کا انتخاب فرماتے ہیں جب حاکم کوئی بات بھول جاتا ہے تو وہ وزیر اسکو وہ بات یاد نہیں دلاتا اور جب حاکم کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو وزیر اس کی مدد نہیں کرتا۔

سنن النسائي - البیعة (۴۲۰۴) سنن ابی داؤد - الخراج والإمامة والفتی (۲۹۳۲)

وزیر "وزر" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ثقل اور بوجھ کے ہیں، وزیر اس شخص کو کہتے ہیں جو امیر کا بوجھ اٹھائے اور جو ذمہ داریاں امیر نے لے رکھی ہیں اس کے ساتھ بوجھ اٹھانے میں وہ بھی شریک ہو، فقہی المجمع: الوزير من یوازر الأمير فیحمل عنه ما حمله من الأثقال، إلى آخر ما فی البذل (ج ۱۳ ص ۲۱۹)۔ اس باب میں مصنف نے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون واضح ہے۔

﴿۱﴾ تیوری چڑھائی اور منہ موڑا اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا (سورۃ عبس ۱-۲)

﴿۲﴾ الإصابة فی تمییز الصحابة - ج ۴ ص ۲۸۴-۲۸۵، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۲۱۸

۵۔ باب فی العِزَّة

کسی قوم کے سردار ہونے کا بیان ۵۵

عزادہ کہتے ہیں عمل العریف کو، عریف یعنی چودھری اور اپنی قوم کا ذمہ دار، عرافت چودھراہٹ۔

۲۹۳۳

حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبِهِ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: «أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مِتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا غَرِيفًا».

ترجمہ: مقدم بن معد کرب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے کندھے پر ہاتھ سے تھپکا اور فرمایا اے مقدم! تم کامیاب ہو اگر تمہارا اس حال میں انتقال ہو جائے کہ نہ تم لوگوں کے حکمران بنے ہوئے ہو اور نہ ہی تم کسی حاکم کے کاتب بنے ہو اور نہ ہی تم کسی قوم کے ذمہ دار ہو۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۳۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۴/۳۸۳) البسرة الحمير

أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مِتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا غَرِيفًا، قُدَيْمٌ مَصْرُوبٌ مُقْدَامٌ كَالْمَرْبُوبِ الزَّوَادُ،

مطلب ظاہر ہے۔

۲۹۳۴

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُبُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَالِبُ الْقَطَّانِ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ، عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مِتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيرًا، وَلَا كَاتِبًا وَلَا غَرِيفًا».

ترجمہ: حدیثنا مسدد، حدیثنا یشریب بن المفضل، حدیثنا غالب القطان، عن رجل، عن أبيه، عن يحيى بن جابر، عن صالح بن يحيى بن المقدام، عن جدِّه المقدام بن معدي كرب، أنَّ رسول الله ﷺ قال له: «أفلحت يا قديم إذا مت ولم تكن أميراً، ولا كاتباً ولا غريفاً».

مترجمہ: حدیثنا مسدد، حدیثنا یشریب بن المفضل، حدیثنا غالب القطان، عن رجل، عن أبيه، عن يحيى بن جابر، عن صالح بن يحيى بن المقدام، عن جدِّه المقدام بن معدي كرب، أنَّ رسول الله ﷺ قال له: «أفلحت يا قديم إذا مت ولم تكن أميراً، ولا كاتباً ولا غريفاً».

ترجمہ: حدیثنا مسدد، حدیثنا یشریب بن المفضل، حدیثنا غالب القطان، عن رجل، عن أبيه، عن يحيى بن جابر، عن صالح بن يحيى بن المقدام، عن جدِّه المقدام بن معدي كرب، أنَّ رسول الله ﷺ قال له: «أفلحت يا قديم إذا مت ولم تكن أميراً، ولا كاتباً ولا غريفاً».

غالب قطان ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں اور وہ صاحب اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل

کرتے ہیں کہ ان کے دادا اور ان کے قبیلے کے لوگ پانی کے ایک گھاٹ پر رہا کرتے تھے جب ان لوگوں کو اسلام کے آنے کی خبر ملی تو اس چشمے کے مالک نے ان لوگوں کے اسلام لانے کی شرط پر ان لوگوں کو سواونٹ دینے کا وعدہ کیا پس یہ لوگ مسلمان ہو گئے لہذا اس چشمے کے مالک نے یہ چاہا کہ وہ اپنے دیئے ہوئے اونٹ ان لوگوں سے واپس لے لے چنانچہ اس چشمے کے مالک نے اپنے بیٹے کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میرے والد نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور میرے والد نے اپنی قوم کیلئے سواونٹ کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ وہ لوگ اسلام لے آئیں چنانچہ قبیلے کے لوگ مسلمان ہو گئے اور میرے والد نے ان کے درمیان اونٹ تقسیم کر دیئے اب میرے والد کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ان دیئے ہوئے اونٹوں کو واپس اپنی ملکیت میں لے لے تو کیا میرے والد ان اونٹوں کے زیادہ حق دار ہیں یا قبیلے کے یہ لوگ؟ پس اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں اثبات میں جواب دیں یا نفی میں جواب دیں تو تم یہ دوسرا سوال پوچھ لینا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ پانی کے چشمے کے ذمہ دار ہیں اور وہ آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ان کے بعد مجھے اس چشمے کا ذمہ دار بنادیں چنانچہ ان کے بیٹے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے آپ کو سلام کہلوایا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو پھر ان کے بیٹے نے عرض کیا کہ میرے والد نے اپنی قوم کیلئے سو (۱۰۰) اونٹ دینے کا وعدہ کیا تھا اس شرط پر کہ وہ مسلمان ہو جائیں چنانچہ وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور خوب مسلمان ہوئے تو میرے والد کے سامنے یہ رائے ظاہر ہوئی کہ اپنی قوم کو دیئے ہوئے ۱۰۰ سواونٹ ان سے واپس لے لیں تو اب اونٹوں کا زیادہ حق دار میرا باپ ہے یا ان کی قوم کے لوگ؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارے والد کے سامنے یہ رائے ظاہر ہو کہ وہ ان اونٹوں کو اپنی قوم کے سپرد کر دیں تو وہ اپنی قوم کو یہ اونٹ دیدیں اور اگر اس کے سامنے یہ رائے ظاہر ہو کہ ان لوگوں سے یہ اونٹ واپس لے لیں تو تمہارے والد ان لوگوں کے مقابلہ میں ان اونٹوں کا زیادہ حقدار ہیں..... پھر اگر یہ لوگ اسلام پر باقی رہتے ہیں تو ان کیلئے اسلام کی نعمت مبارک ہو اور اگر وہ لوگ اسلام سے لوٹ جائیں تو ان کو اسلام لانے کیلئے مجبور کیا جائے اور انکار کرنے پر ان سے قتال کیا جائے..... پھر اس بیٹے نے عرض کیا میرے والد چشمے کے ذمہ دار ہیں بہت بوڑھے ہیں انہوں نے آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ ان کے بعد آپ مجھے اس چشمے کا ذمہ دار مقرر فرمائیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کیلئے چشمے کا ذمہ دار ہونا ضروری ہے لیکن یہ ذمہ دار ان جہنم میں جائیں گے۔

سنن أبی داؤد - الخراج والإمامة والفتیہ (۲۹۳۴) مسند أحمد - باقی مسند الانصاری (۳۶۶/۵)

اس حدیث کا راوی صحابی اور اس سے نیچے کاراوی دونوں تینوں مجہول ہیں۔

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے ایک نامعلوم الاسم صحابی کہتے ہیں کہ ہم اور ہماری قوم ایک چشمے پر آباد تھے جب ان لوگوں کو اسلام کی خبر

پہنچی تو صاحب الماء یعنی اس چشمہ پر جو قوم آباد تھی اس کے چودھری نے اپنی قوم سے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم سب اسلام لے آئے تو میں تم کو سواونٹ دوں گا، اس پر وہ سب لوگ اسلام لے آئے اور اس چودھری نے سواونٹ بھی ان پر تقسیم کر دیئے، لیکن پھر بعد میں اس کی رائے اپنے ہبہ سے رجوع کرنے کی ہوئی، تو رجوع سے پہلے اپنے بیٹے کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اور اس بیٹے سے یہ بات کہی کہ آپ ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ کہنا کہ میرے باپ نے آپ ﷺ کو سلام عرض کیا ہے اور پھر اس واقعہ کا ذکر کرنا قوم کے اسلام لانے اور ان پر اونٹ تقسیم کرنے کا، اور یہ پوچھنا کہ اب اس کی رائے اس میں رجوع کی ہو رہی ہے تو کیا اس کے لئے رجوع کرنے کا حق ہے؟ اور کہا کہ آپ ﷺ اس کا جو بھی جواب دیں ہاں یا نہیں اس کو سن کر دوسری بات یہ دریافت کرنا کہ میرا باپ اب بوڑھا ہو گیا اور وہ ان چشمہ والوں کا عریف ہے، تو وہ آپ ﷺ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ آپ ﷺ مجھ کو میرے باپ کی جگہ عریف بنادیں، چنانچہ اس کا بیٹا ان سب باتوں کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اور اول اپنے باپ کا سلام پہنچایا آپ ﷺ نے فرمایا وَ عَلَیْکَ وَعَلَیْکَ السَّلَام۔

رجوع فی الہبہ کے جواز کی دلیل: اس کے بعد قوم کے اسلام لانے کا اور ان کو سواونٹ دینے کا، اور پھر اس ہبہ میں رجوع کرنے کی ساری بات اس نے حضور ﷺ سے عرض کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اونٹ ان کو دینا چاہے دے، اور رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتا ہے پھر اگر وہ اسلام پر باقی رہتے ہیں فبھا، ان کا اسلام ان کو مبارک، اور اگر اسلام سے پھریں تو ان سے قتال کیا جائے، اس کے بعد اس نے عرافت کے بارے میں دریافت کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عرافت برحق ہے، کوئی ناجائز چیز نہیں ہے بلکہ لوگوں کیلئے عرفاء کا ہونا ضروری بھی ہے لَکِنَّ الْعُرَفَاءَ فِی النَّارِ۔ لیکن یہ عریف لوگ جہنم میں جائیں گے۔ آپ ﷺ کے اس فرمان کا منشا یہ ہے کہ یہ چودھری لوگ جو ہوتے ہیں اپنی چودھراہٹ میں عام طور پر لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ والحدیث سکت علیہ المنذر، وعزاه المزی الی النسائی، وفيہ طرف بسیر منہ، وهو عند المصنف ایضاً (۵۱۸۹) قالہ الشیخ محمد عوامہ۔

۶۔ باب فی اتّخاذ الکاتب

منشی رکھنے کا بیان

کتاب الخراج کی سرخی میں چونکہ فنی اور امارت کا بھی ذکر ہے اس لئے بہت سی چیزیں امارت سے بھی متعلق بیان کی جا رہی ہیں، اس باب میں یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر کے لئے ایک کاتب اور منشی کی بھی ضرورت ہے، اس کو بھی رکھنا چاہئے۔

۲۹۳۵

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا لُؤْلُؤُ بْنُ قَبَيْسٍ، عَنْ تَزِيدَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عُمَرَ وَبْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ،

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «السَّجِلُ كَاتِبٌ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سبیل نبی اکرم ﷺ کے ایک کاتب کا نام ہے۔

ترجمہ:

شرح الحدیث:

قرآن کریم میں جو آتا ہے: **يَوْمَ تَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِ لِلْكِتَابِ** ^۱، اس کے بارے میں ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ اس آیت میں سبیل سے مراد وہ شخص ہے جو حضور ﷺ کا کاتب تھا، اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم بروز قیامت آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح سبیل کاتب لکھائی سے فارغ ہونے کے بعد تمام منتشر اوراق کو یکجا لپیٹ کر رکھ دیتا ہے، سبیل کی تفسیر میں دو قول اور ہیں، قبیل اسم ملکہ (ایک فرشتہ کا نام ہے) وقیل اسم الصحيفة، اور اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح بڑے رجسٹر میں اوراق سمیٹ کر رکھ دیئے جاتے ہیں اسی طرح ہم آسمانوں کو لپیٹ دیں گے، ان اقوال میں آخری قول کو اصح کہا گیا ہے ^۲۔

آپ ﷺ کے کاتبین کے اسماء: یہاں پر ”بذل المجہود“ میں حضور ﷺ کے کاتبین کی تعیین اور ان کے اسماء مذکور ہیں بیس (۲۰) نام اس میں مذکور ہیں ^۳۔

۷۔ بَابُ فِي السَّعَايَةِ عَلَى الصَّدَقَةِ

زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کا بیان

یعنی صدقات اور ایسے ہی خراج وغیرہ وصول کرنے کیلئے مستقل آدمی کی ضرورت ہوتی ہے لہذا امیر کے فرائض میں سے عاملین کو بھی مقرر کرنا ہے، حدیث الباب میں دیانت دار عامل کی فضیلت اور اس کا ثواب مذکور ہے۔

۲۹۳۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسْبَاطِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْعَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ، حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ».

ترجمہ: رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا زکوٰۃ اور صدقات کو ٹھیک ٹھیک وصول کرنے والے کو اسی طرح ثواب ملتا ہے جس طرح اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کو اپنے گھر لوٹنے تک ثواب ملتا رہتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذی - الزکوٰۃ (۶۴۵) سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والفتی (۲۹۳۶) سنن ابن ماجہ - الزکوٰۃ (۱۸۰۹) مسند احمد - مسند المکیین (۴۶۵/۳) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۴۳/۴)

شرح الحدیث: یعنی ان عاملین کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جس طرح مجاہدین کو سفر جہاد میں ملتا ہے، گھر لوٹنے تک ملتا ہی رہتا

۱۔ جس دن ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ (سورۃ الانبیاء ۱۰۴)

۲۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۲۲۴

۳۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۲۲۵

ہے، قلت ومثله سفراء المدارس فی هذا الزمان، بشرط یہ کہ پوری دیانتداری اور محنت سے کام کریں والأعمال بالنیات۔
والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه، قاله المنذری.

۲۹۳۷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِمَاسَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ». عَقِبَهُ بَنُ عَامِرٍ فَرَمَاتِهِ هِيَ فِي مِثْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَفَرَاتِهِ هُوَ سَأَلَ نَاسًا مِمَّنْ هُوَ فِيهِمْ وَصُولُ كَرْنِهِ وَالْأَخْصَافُ فِي جَنَّتِهِمْ دَاخِلٌ فِيهِمْ هُوَ كَـ.

سنن ابی داؤد - الحراج والإمامة والقیام (۲۹۳۷) مسند أحمد - مسند الشامیین (۱۴۳/۴) مسند أحمد - مسند الشامیین (۱۵۰/۴) سنن الدارمی - الزکاة (۱۶۶۶)

شرح الحدیث: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ: مَكْسٍ، یعنی ٹیکس اور صاحب کس کو ماکس کہتے ہیں، وہو العشائر، یعنی چنگی پر بیٹھنے والے جو مال لیکر گزرنے والوں سے ٹیکس وصول کرتے ہیں، بظاہر اس حدیث میں ان ٹیکسوں کا ذکر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر حکومتیں رعایا سے وصول کرتی ہیں، اور جن لوگوں کو اس کام پر مقرر کیا جاتا ہے وہی صاحب کس ہیں، تو جب صاحب کس گنہگار ہے تو وہ امیر جس کے حکم سے وہ ٹیکس وصول کر رہا ہے بطریق اولیٰ عاصی اور گنہگار ہو گا، اور عشر وغیرہ جو شرعی قاعدہ کے مطابق وصول کئے جاتے ہیں وہ اس سے مراد نہیں، اس کی فضیلت تو اوپر والی حدیث میں گذر ہی چکی ہے کہ وہ بمنزلہ غازی کے ہے۔ (بذل^۱)

۲۹۳۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقَطَّانُ، عَنِ ابْنِ مَعْرَاءَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: «الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ» يَعْنِي صَاحِبَ الْمَكْسِ. ابْنُ إِسْحَاقَ فَرَمَاتِهِ هِيَ فِي مِثْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَفَرَاتِهِ هُوَ سَأَلَ نَاسًا مِمَّنْ هُوَ فِيهِمْ وَصُولُ كَرْنِهِ وَالْأَخْصَافُ فِي جَنَّتِهِمْ دَاخِلٌ فِيهِمْ هُوَ كَـ.

۸۔ بَابُ فِي الْخَلِيفَةِ يَسْتَخْلِفُ

کیا اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر کرنا چاہیے؟

۲۹۳۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ، وَسَلَمَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: إِيَّيْ أَنْ يَسْتَخْلِفَ، «فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ، وَإِنْ أَسْتَخْلَفَ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ، قَدْ اسْتَخْلَفَ». قَالَ: «فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَعْدِلُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا، وَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلَفٍ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ (جب حضرت عمرؓ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو) حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں (تو یہی بہتر ہے) پس بے شک رسول اللہ ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں تو (اس میں بھی کوئی بُرائی نہیں) کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ مقرر فرمادیا تھا..... حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ اور ابو بکرؓ کے طرز حیات کو ذکر کیا تو خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ حضرت عمرؓ کسی کے عمل کو رسول اللہ ﷺ کے عمل کے برابر قرار نہیں دینگے اور حضرت عمرؓ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

ترجمہ: صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۹۲) جامع الترمذی - الفتن (۲۲۲۵) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفتن (۲۹۳۹) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۴۳/۱)

شرح الحدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میرے والد عمرؓ نے فرمایا یعنی اپنے مرض الوفا میں کہ اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں (تب بھی ٹھیک ہے) اس لئے کہ حضور ﷺ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اور اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں (تب بھی ٹھیک ہے) اس لئے کہ ابو بکرؓ نے خلیفہ بنایا تھا، آگے یہ ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کے اس جملہ سے میں سمجھ گیا کہ وہ حضور ﷺ کے طرز عمل کو ابو بکرؓ کے عمل کے برابر نہیں رکھیں گے، بلکہ یقیناً وہ حضور ﷺ کے عمل کو ترجیح دیں گے۔ یہ روایت یہاں مختصر ہے، صحیح مسلم^۱ میں مفصل ہے اس کی طرف رجوع کیا جائے، وہاں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے تو فرمانے لگے: اَتَحْتَمِلُ اَمْرَكُمْ حَيًّا وَمَيِّتًا کہ تمہارا ابو جہز زندگی میں بھی اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی، لَوِدِدْتُ اَنْ حَظِي مِنْهَا الْكَفَافَ، لَا عَلَيَّ وَلَا لِي میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا حصہ اس خلافت میں برابر سرابر ہو جائے، نہ مجھے اس پر کچھ ملے، اجر و ثواب اور نہ کچھ مواخذہ ہی ہو، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں معاملہ برابر سرابر نمٹ جائے تو اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں، اللہ اکبر! کیا ٹھکانہ ہے اس خشیت و للہیت کا، ساتھ میں امیدور جاغفوی بھی ہے، الإیمان بین الخوف والرجاء۔ اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خلیفہ پر اپنی زندگی میں نہ اختلاف واجب ہے نہ ترک اختلاف، دونوں صورتیں اس کیلئے جائز ہیں اور پھر آگے لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ خلافت کا انعقاد خلیفہ اول کے اختلاف سے بھی ہو جاتا ہے، اور اگر وہ اختلاف نہ کرے تو پھر ارباب حل و عقد کے اختیار کرنے سے اس کا انعقاد ہو جاتا ہے، اور اس کے جواز پر بھی اجماع ہے کہ خلیفہ اول امر خلافت کو کسی جماعت کے سپرد کر دے، کما فعل عمر بالستة^۲، نیز وہ لکھتے ہیں یہ حدیث

① صحیح مسلم - کتاب الإمارة - باب الاستخلاص وتروکہ ۱۸۲۳

② حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے موقع پر ابو لؤلؤہ مجوسی کے حملہ کے بعد انتقال سے پہلے خلافت کے مسئلہ کو چھ صحابہ کرام کے مشورہ پر محول فرمادیا تھا، عثمان و علی، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یہ آپس میں مشورہ سے جس کو مناسب سمجھیں اس کو خلیفہ بنا دیں، چنانچہ مشورہ کے وقت میں یہ ہوا کہ ان میں سے پانچ حضرات نے عبدالرحمن بن عوف کو حکم بنادیا کہ وہ اپنی رائے سے جس کو مناسب سمجھیں طے فرمادیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب فرمایا، صحابہ کرام کی ایک جماعت کی موجودگی میں، اور حضرت عمرؓ کی وفات کے تین دن بعد لوگوں کی بیعت ہوئی۔ (زہر اس شرح عقائد - ص ۳۰۵-۳۰۶)۔

دلیل ہے اس بات پر کہ آپ ﷺ نے کسی خلیفہ کی خلافت پر تصریح نہیں فرمائی اور یہ تمام اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اس اجماع کی بعضوں نے مخالفت کی ہے۔ چنانچہ بکر ابن اخت عبد الواحد نے دعویٰ کیا ابو بکر کی تنصیف پر، اور ابن الروندی نے عباس کی تنصیف پر، اور شیعہ اور روافض کہتے ہیں علی کے بارے میں، وہذا دعاوی باطلہ وجسارۃ علی الافتراء الی آخر ما ذکر^۱، والحدیث أخرجه مسلم والترمذی، قالہ المنذری۔

۹۔ باب ما جاء فی البيعة

بیعت کرنے کا بیان

۲۹۴۰۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمرَ، قَالَ: «كُنَّا بَيْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَفَلَقْنَاهُ فِيمَا اسْتَطَعْتُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس طرح بیعت کرتے تھے کہ ہم آپ ﷺ کے تمام احکامات کو سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں تلقین فرماتے کہ یوں کہو کہ ہم میں جتنی ہمت اور طاقت ہوگی اسکے بقدر آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔

تخریج: صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۷۶) صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۶۷) جامع الترمذی - السیر (۱۵۹۳) سنن النسائی - البيعة (۴۱۸۷) سنن النسائی - البيعة (۴۱۸۸) سنن ابی داود - الحراج والإمارة والقي (۲۹۴۰) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۹/۲) موطا مالک - الجامع (۱۸۴۱)

۲۹۴۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَخْبَرَتْهُ عَنْ بَيْعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّسَاءِ، قَالَتْ: مَا مَشَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَخَذَ عَلَيْهَا فَأَعْطَتْهُ، قَالَ: «أَذْهَبِي فَقَدْ بَايَعْتُكِ».

ترجمہ: حضرت عائشہ حضرت عروہ کو نبی اکرم ﷺ کی عورتوں کے متعلق بیعت کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کسی اجنبی عورت کو ہاتھ لگا کر بیعت نہیں فرمایا سوائے اسکے کہ آپ اس عورت سے زبانی بیعت فرماتے تھے جب حضور ﷺ کسی عورت سے زبانی عہد و پیمان لے لیتے اور وہ عورت اس عہد و پیمان کو قبول کر لیتی تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا تم چلی جاؤ۔

تخریج: صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۰۹) صحیح البخاری - الطلاق (۴۹۸۳) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۸۸) صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۶۶) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۳۰۶) سنن ابی داود - الحراج والإمارة والقي (۲۹۴۱) سنن

ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۷۵) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۱۴/۶)

شرح الحدیث

حضرت عائشہ فرماتی ہیں بیعت النساء کے بارے میں کہ آپ ﷺ نے بوقت بیعت اپنے دست مبارک سے کسی بھی عورت کو نہیں چھوا، بس آپ ﷺ زبانی عہد لیتے تھے، زبانی عہد کو جب وہ قبول کر لیتی تھی تو آپ ﷺ اس سے فرما دیتے تھے کہ بس اب چلی جائیں نے تجھے بیعت کر لیا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۹۴۲

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَرُ بْنُ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْيُوبِ، حَدَّثَنِي أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبُدٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامٍ، وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَهَبَتْ بِهِ أُمُّهُ زَيْتَبُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بَايَعُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ».

ترجمہ

زہرہ بن معبد نے اپنے والد عبد اللہ بن ہشام سے نقل کیا..... ان عبد اللہ بن ہشام نے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کو پایا ہے انکی والدہ زیتب بنت حمید انکو خدمت نبوی ﷺ میں لیکر حاضر ہوئیں تھیں اور عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! ان کو بیعت کر لیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو چھوٹا بچہ ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔

تحقیق

صحیح البخاری - الشركة (۲۳۶۸) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۸۴) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والعقود (۲۹۴۲)

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے کہ عبد اللہ بن ہشام جنہوں نے حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے اپنے بچپن میں ان کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے گئیں، اور کہا یا رسول اللہ! اس کو بیعت کر لیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: هُوَ صَغِيرٌ، فَمَسَحَ رَأْسَهُ یعنی آپ ﷺ نے ان کی بیعت سے عذر فرمادیا کہ یہ ابھی بچہ ہے، البتہ اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیر دیا۔ بیعت چونکہ ایک خاص قسم کا معاہدہ ہے جو باب تکلیف سے ہے اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے بیعت نہیں کیا۔ والحدیث أخرجه البخاری، قاله المنذرى۔

۱۰۔ بَابُ فِي أَرْزَاقِ الْعُمَّالِ

عاملوں کے وظیفوں کا بیان

أَرْزَاقُ يَعْنِي وَخَافَ جُوعًا لِمَا كَانَتْ يَدُ الْمَالِ مِنْهُ دَائِمًا.

۲۹۴۳

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْوَزَةَ أَبُو طَالِبٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ اسْتَعْمَلْنَا عَلَى عَمَلٍ فَرَزْنَاهُ رِزْقًا، فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ».

ترجمہ

عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو ہم کسی کام کا ذمہ دار بناتے ہیں پھر اس کے اس کام پر ہم اسکو جو وظیفہ دیں (وہ تو اس کیلئے حلال ہے) اس سے زائد جو وہ وصول کرے گا

وہ خیانت اور حرام ہے۔

شرح الحدیث آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ جس شخص کو ہم عامل بنائیں تو اس کی جو تنخواہ اور وظیفہ ہم مقرر کریں وہ تو اس کے لئے حلال ہے اس سے زائد سے جو وہ لے گا تو وہ غلول اور خیانت ہو گا۔

۲۹۴۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَّجِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ، فَلَمَّا فَرَعْتُ أَمَرَ لِي بِعَمَالَةٍ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلَّهِ، قَالَ: «لَحْدُ مَا أُعْطِيتَ، فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلَنِي».

ترجمہ ابن الساعدی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کا ذمہ دار بنایا جب میں اپنے اس کام سے فارغ ہوا تو حضرت عمرؓ نے میرے لئے کچھ وظیفہ دینے کا حکم فرمایا تو میں نے کہا کہ میں نے تو یہ کام اللہ کی رضا کیلئے کیا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں جو وظیفہ دیا جا رہا ہے تم وہ لے لو کیونکہ عہد نبوی ﷺ میں میں نے بھی کچھ ذمہ داری والے کام کئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے عمل کا وظیفہ دیا تھا۔

تحقیق صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۴۴) صحیح مسلم - الزکاة (۱۰۴۵) سنن النسائي - الزکاة (۲۶۰۴) سنن النسائي - الزکاة (۲۶۰۵) سنن النسائي - الزکاة (۲۶۰۶) سنن النسائي - الزکاة (۲۶۰۷) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۴۴) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۷/۱)

۲۹۴۵ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا الْمُعَاوِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِيدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْيَكُنْ سَبَّحَ رُوحَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ عَادِمٌ فَلْيَكُنْ سَبَّحَ رُوحَهُ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَسْكَنٌ فَلْيَكُنْ سَبَّحَ رُوحَهُ»، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْبَرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ اتَّخَذَ غَيْرَ ذَلِكَ فَهُوَ غَالٍ أَوْ سَارِقٌ».

ترجمہ مستورد بن شداد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسکو ہم عامل بنائیں تو اسکو چاہیے کہ بیت المال سے ملنے والے وظیفہ سے شادی کرے..... اگر اسکے پاس خادم نہ ہو تو ایک خادم لے لے اور اگر اسکے پاس رہنے کیلئے گھر نہ ہو تو وہ رہنے کیلئے گھر لے لے، راوی کہتے ہیں کہ ابو بکر مصنف کے استاذ الاستاذ نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اسکے علاوہ مال لے گا تو وہ خیانت کرنے والا ہو گا یا فرمایا وہ شخص چوری کرنے والا ہو گا۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۴۵) مسند أحمد - مسند الشاميين (۲۲۹/۴)

شرح الحدیث جس شخص کو ہم عامل بنائیں تو اس کو چاہیے کہ اپنی شادی کر لے یعنی بیت المال کے خرچے سے، اور ایسے ہی اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو ایک خادم بیت المال سے حاصل کر لے، اور رہنے کے لئے مکان نہ ہو تو ایک مسکن کا انتظام کر لے۔

۱۱۔ باب فی ہذا ایام العمال

۷۷ عالموں کو دیئے جانے والے ہدایہ کا کیا حکم ہے؟

یعنی عمال جب صدقات وصول کرنے جائیں اور صدقات کے علاوہ ان کو کہیں سے ہدیہ میں کچھ ملے تو اس کا کیا حکم ہے، ابن عبد البرؒ کی التعمید میں ہے کہ ہذا ایام العمال عند الجمعہ صافی حکم الفنی ہیں، لہذا ان کو بیت المال میں داخل کرنا چاہئے، بخلاف حضور ﷺ کے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں جو ہدیہ پیش ہو وہ آپ ﷺ کیلئے ہے (ہامش البذل^۱) (دھکڑالی السید الکبیر۔

تنبیہ: بعینہ یہی ترجمہ باب فی ہذا ایام العمال آگے کتاب القضاء میں بھی آرہا ہے، وہاں مصنف نے ایک دوسری حدیث ذکر کی ہے۔

۲۹۶۶ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَابْنُ أَبِي خَلْفٍ، لَفْظُهُ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الشَّاعِدِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا مِنْ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ اللَّثْبِيَّةِ - قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ اللَّثْبِيَّةِ - عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ فَقَالَ: هَذَا الْكُمُ وَهَذَا الْهُدْيُ لِي، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَذْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: «مَا بَالُ الْعَامِلِ يَبْعَثُهُ فَيَجِيءُ فَيَقُولُ هَذَا الْكُمُ وَهَذَا الْهُدْيُ لِي، أَلَا جَلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ أَبِيهِ فَيَنْظُرُ أَيُّهُدَى لَهُ أَمْ لَا؟ لَا يَأْتِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنْ كَانَ بَعِيدًا قَلَّ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةً فَلَهَا حَوَامٍ، أَوْ شَاةً تَبْعَرُ». ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْنَا عُقْرَةَ إِبْطِيئِهِ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ، اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ».

ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو جس کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا صدقات کی وصولی کیلئے عامل مقرر کیا اسکو ابن اللثبیہ کہا جاتا تھا مصنف کے استاد ابن السرح نے فرمایا اسکو ابن الاثمیہ کہا جاتا تھا..... تو یہ شخص صدقات لیکر واپس آیا اور کہنے لگا کہ یہ مال تو تم لوگوں کا ہے (صدقہ کا مال ہے) اور یہ والا مجھے ہدیہ کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہوئے آپ نے اللہ پاک کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا کہ بعض عامل ایسے ہیں جن کو ہم زکوٰۃ کی وصولی کیلئے بھیجتے ہیں پھر وہ آکر کہتا ہے کہ یہ مال تو تمہارا ہے اور دوسرا مال مجھے ہدیہ کیا گیا۔ یہ شخص اپنی ماں یا باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھا کہ وہاں دیکھتا کہ اسے ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں..... تم میں سے جو شخص اس طرح کا مال وصول کرے گا تو وہ مال روز قیامت اس حال میں لائے گا کہ اگر وہ اونٹ ہو گئے تو وہ اونٹ آواز نکال رہا ہو گا اور اگر وہ مال گائے ہو تو گائے آواز نکال رہی ہو گی اور اگر وہ مال بکری ہو تو وہ بکری میں، میں کر رہی ہو گی..... تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ

اس قدر بلند فرمائے کہ ہم نے آپ کے دونوں بغلوں کے نیا لے رنگ کو دیکھ لیا پھر ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! کیا میں نے بات پہنچا دی ہے..... اے اللہ! کیا میں نے آپ کے پیغامات پہنچا دیئے ہیں۔

شرح صحیح البخاری - الزکاة (۱۴۲۹) صحیح البخاری - الہبة وفضلها والتحریر علیہا (۲۴۵۷) صحیح البخاری - الایمان والندوة (۶۲۶۰) صحیح البخاری - الحلیل (۶۵۷۸) صحیح البخاری - الاحکام (۶۷۵۳) صحیح مسلم - الإمارة (۱۸۳۲) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والعمی (۲۹۴۶) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۴۲۴/۵) سنن الدارمی - الزکاة (۱۶۶۹)

شرح الحدیث اس رجل ازوی عامل کا نام عبد اللہ ہے، یہاں نسبت ماں کی طرف ہے بنو ثلب ایک قبیلہ ہے نام اس کی ماں کا معلوم نہیں کیا ہے، حضور ﷺ نے اس کو صدقات پر عامل بنایا، ایک مرتبہ وہ صدقات لے کر آیا اور کہا کہ یہ مال تو صدقہ کا ہے اور یہ مال مجھے ہدیہ میں ملا ہے، حضور ﷺ کی چونکہ عادت شریفہ ایسے موقع پر ایک عام نصیحت فرمانے کی ہوتی تھی بلا تخصیص کے اس لئے آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ تنبیہ فرمائی کہ بعض عامل ایسے ہیں کہ ہم ان کو بھیجتے ہیں وہ پھر آکر کہتے ہیں کہ یہ مال تو صدقہ ہے، اور یہ مال میرے لئے ہدیہ ہے، آگے آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ یہ شخص اپنی مٹی یا باپ کے گھر کیوں نہ بیٹھا پھر دیکھتا کہ اس کو ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں، پھر آگے جو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کا مال غلول ہے، اور جو غلول کے بارے میں وعید آئی ہے وہ آپ ﷺ نے بیان فرمائی، وہ یہ کہ مال غلول میں اگر اونٹ ہو تو میدان حشر میں وہ اونٹ اس کی پشت پر سوار ہو کر آواز نکالتا ہوا آئے گا اور اگر وہ مال غلول بقرہ ہو گا وہ بھی اسی طرح آئے گی، اسی طرح بکری کی آخر الحدیث۔

عمال کے ہدایا کے بارے میں شرح نے لکھا ہے وہ حرام ہے اور رشوت ہے، وہ دوسرے ہدایا کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ عاملین کو لوگ جو ہدایا پیش کرتے ہیں اس کی غرض فاسد ہوتی ہے تاکہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے میں تخفیف کرے اور پورا حق واجب اس سے نہ لے۔

جو چیز ذریعہ بنے امر محظور کا وہ بھی محظور ہے : نیز شرح نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ جو شئی ذریعہ بنے کسی امر محظور و ممنوع کا تو وہ ذریعہ بھی محظور و ممنوع ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ اس قسم کے عامل کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر بیٹھ کر دیکھے کہ اس کو وہ ہدیہ ملتا ہے یا نہیں، ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا، تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کو جو ہدیہ دیا گیا ہے وہ اس کی ذات کو نہیں دیا گیا ہے بلکہ کسی چیز کے عوض میں دیا گیا ہے اور وہ وہی ہے یعنی عدم استیفاء حق واجب یعنی پوری زکوٰۃ وصول نہ کرنا، تو یہ ہدیہ ذریعہ بن رہا ہے عدم استیفاء زکوٰۃ کا جو امر محظور ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم، قالہ المنذری۔

۱۲۔ بَابُ فِي غُلُولِ الصَّدَقَةِ

۴۴ زکوٰۃ و صدقات کے مال میں خیانت کرنے کا حکم

۲۹۴۷ حَدَّثَنَا عُفْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُطَرِّبٍ، عَنْ أَبِي الْجَهْمِ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعِيًا، لَمْ قَالَ: «الْطَّلِقُ أَبَا مَسْعُودٍ، [وَأَلَا الْفَيْتَلُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَجِيءُ عَلَى ظَهْرِكَ بَعِيرٌ مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ لَهُ رِغَاءٌ، قَدْ غَلَّتُهُ]» قَالَ: إِذَا لَا أَبْطَلِقُ قَالَ: «إِذَا لَا أَكْرِهُكَ».

ترجمہ ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے صدقات پر عامل مقرر فرما کر بھیجا اور فرمایا: اے ابو مسعود جاؤ اور روز قیامت میں تمہیں اس حال میں نہ دیکھوں کہ تمہاری پیٹھ پر ایک اونٹ آواز نکالتا ہو جو تم نے مال غنیمت سے خیانت کی ہو..... تو ابو مسعود نے عرض کیا کہ پھر تو میں نہیں جاؤں گا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی تم کو اس کام کرنے پر مجبور نہیں کروں گا۔

شرح الحدیث غلول فی الصدقۃ ہی کے بارے میں یہ حدیث ہے اور اس پر وعید ہے، جس کا مضمون ابھی اوپر گذرا۔

۱۳۔ بَابُ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحُجْبَةِ عَنْهُ

۴۴ حاکم وقت پر اپنی رعایا کے کون سے حقوق لازم ہیں؟

یعنی امام پر رعایا کا جو حق واجب ہے ان کی خبر گیری ان کی ضروریات کو پورا کرنا وغیرہ۔

۲۹۴۸ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ خَيْمَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ، أَخْبَرَهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ: مَا أُنْعَمْنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ - وَهِيَ كَلِمَةٌ يَقُولُهَا الْعَرَبُ - فَقُلْتُ: حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ وَلَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ، وَخَلَّتْهُمْ وَفَقَّرَهُمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ، وَفَقَّرَهُ» قَالَ: فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى خَوَائِجِ النَّاسِ.

ترجمہ ابو مریم کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ قاسم بن خیمہ نے ان سے بیان کیا کہ ابو مریم ازدی نے ان سے بیان کیا کہ میں حضرت معاویہ کے پاس گیا تو حضرت معاویہ نے فرمایا اے ابو فلاں آپ کی ہمارے پاس تشریف آوری اللہ پاک کا بڑا ہی انعام ہے (اہل عرب کلمہ خوشی کے موقع پر کہا کرتے ہیں) تو میں نے کہا کہ ایک حدیث میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن رکھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اللہ پاک نے مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی کام

کا ذمہ دار بنایا پس اس نے لوگوں کی ضرورت اور فقر و فاقہ کے وقت ان سے پردہ میں بیٹھ کر گوشتی نشینی اختیار کی تو اس کی ضرورت اور فقر و فاقہ کے وقت اللہ پاک بھی اس سے پردہ میں بیٹھ جاتے ہیں (اس کی ضرورت پوری نہیں فرماتے) راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت معاویہؓ نے ایک شخص کو مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات معلوم کر کے ان کو اطلاع دیا کرتا تھا۔
جامع الترمذی - الأحکامہ (۱۳۳۲) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۴۸)

شرح الحديث

ابو مریم ازدیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ کو دیکھ کر اظہار مسرت کیا اور عرب لوگوں کی عادت کے موافق مَا أَفْعَمْنَا بِكَ یہ جملہ استعمال کیا، یہ صیغہ تعجب ہے یعنی یہ آپ کا ہمارے پاس آنا اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے، انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی وہ تم کو سنانے آیا ہوں، وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کا ذمہ دار بنائے اور پھر وہ لوگوں کی ضرورت کے وقت ان کے سامنے نہ آئے پس پردہ بیٹھ جائے تو ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی ایسا ہی معاملہ فرماتے ہیں کہ اس کی حاجت اور ضرورت کے وقت اس سے پردہ میں ہو جاتے ہیں، آگے روایت میں ہے فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ کہ حضرت معاویہؓ نے یہ حدیث سن کر ایک شخص کو مقرر کر دیا لوگوں کی حاجت پر، یعنی جو ان کی حاجتیں اور مطالبات ان تک پہنچا دے۔ یہ حضرت معاویہؓ کا کمال اتباع و انقیاد ہے کہ رعایا میں سے ایک شخص نے ان کی تنبیہ کے لئے ایک حدیث سنائی تو اس کے سنتے ہی فوراً اس کے مطابق عمل شروع کر دیا بغیر کسی قسم کی ناگواری اور ترش روئی ظاہر کئے، آخر خلیفہ تھے امیر تھے حضرت معاویہؓ کے اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں کتب حدیث میں جو ان کے کمالِ حلم پر دلالت کرتے ہیں اور ان کا حلم مشہور بھی ہے۔
والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذرى۔

۲۹۴۹

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا أَحَدُ ثَنَائِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَوْتِيَكُمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا أَمْتَعَكُمُوهُ، إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَصْعَحُ حَيْثُ أُمِرْتُ».

ترجمہ

ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی نقل کردہ حدیثوں میں یہ حدیث بھی کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تم لوگوں کو نہ تو کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ ہی کسی چیز سے تم لوگوں کو روکتا ہوں میں تو محض ایک خزانچی ہوں مجھے جس جگہ کا حکم ہوتا ہے اس جگہ میں اس شی کو رکھ دیتا ہوں۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۴۹) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۴۹)

۲۹۵۰

حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، يَوْمَ الْقِيَمَةِ، فَقَالَ: «مَا أَنَا بِأَحَقَّ، بِهَذَا الْقِيَمَةِ مِنْكُمْ، وَمَا أَحَدٌ مِنَّا بِأَحَقَّ بِهِ مِنْ أَحَدٍ، إِلَّا أَنَا عَلَى مَنَازِلَتَا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَالْرَجُلُ وَقَدَّمَهُ، وَالرَّجُلُ

وَبَلَاؤُهُ، وَالرَّجُلُ وَوَعِيَالُهُ، وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ».

ترجمہ مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک دن مال فنی کا تذکرہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں سے اس سال فنی کا زیادہ حق دار نہیں ہوں البتہ ہم لوگ اللہ رب العزت کے کلام اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم کے مطابق فرق مراتب کرتے ہوئے اس مال میں اپنا حصہ رکھتے ہیں..... پس ایک شخص اسلام میں بہت پہلے مسلمان ہوا..... اور ایک شخص نے اسلامی جنگوں میں مشقت شہیدہ اور تکلیفیں اٹھائیں اور ایک شخص بال بچوں والا ہے اور اسی طرح ایک شخص مختلف قسم کی ضرورتیں لئے بیٹھا ہے (ان سب لوگوں کی درجہ بہ درجہ رعایت کر کے انکا حصہ مال فنی میں مقرر کیا جائیگا)۔

سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتی (۲۰۹۵۰) - مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۴۲/۱)

شرح الحدیث **مال فنی کے بارے میں ائمہ عمر کی تفسیر** : یعنی ایک روز حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کے سامنے مال فنی کا ذکر کیا اور یہ فرمایا اس مال فنی کا میں تم سے زیادہ مستحق نہیں ہوں، بلکہ کوئی بھی ہم میں سے اسکا زیادہ مستحق نہیں ہے ^①، (بلکہ یہ مال مشرک ہے سب اس میں برابر کے شریک ہیں)، پھر آگے فرمایا گو نفس استحقاق میں سب برابر ہیں لیکن فرق مراتب کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ کتاب اللہ کے موافق اور رسول اللہ ﷺ کے عمل تقسیم کی روشنی میں، پھر آگے اسکی وضاحت ہے فرماتے ہیں: ① ایک شخص ہے اور اس کی قدامت یعنی ایک شخص قدیم الاسلام ہے، اسلام میں اس کی خدمات ہیں، اور ② ایک شخص ہے اور اس کی مشقتیں و بلائیں (جو اس نے دین و اسلام کے بارے میں برداشت کی ہیں) اور ③ ایک شخص ہے اور اس کی عیال اور اولاد یعنی ایک شخص ذی عیال ہے اور دوسرا غیر ذی عیال اور ④ ایک شخص ہے اور اس کی حاجت، یعنی ایک شخص واقعی حاجت مند ہے اور دوسرے شخص کی ایسی کوئی حاجت ہے نہیں الحاصل ان تمام چیزوں کی رعایت کرنا بھی ضروری ہے۔

مال فنی اور غنیمت میں فرق اور ہر ایک کا حکم و مصرف : حضرت عمرؓ کی اس حدیث میں مال فنی کا حکم مذکور ہے مال فنی وہ مال ہے جو بغیر قتال کے حاصل ہو جیسے وہ اراضی جن کو مسلمانوں نے مشرکین سے ان کو جلا وطن کر کے خالی کر لیا ہو بغیر قتال کے، جیسے ارض بنو نضیر و فدک اسی طرح کسی مقام اور شہر کو فتح کرنے کے بعد اس شہر کے اندر کی جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں جیسے جزیہ وغیرہ اور معادن یہ سب مال فنی ہے، مال غنیمت کا حکم تو قرآن کریم میں منصوص ہے کہ اس کی تخمیس کی جائے، یعنی ایک خمس کو تو علیحدہ کر لیا جائے اور باقی اربعہ اخماس کو غنائم میں تقسیم کر دیا جائے، پھر اس خمس کے

① ارض مفتوحہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے: اسی طرح ارض مفتوحہ کے بارے میں بھی حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اس کو تقسیم نہ کیا جائے کہ تمام مسلمانوں کی ضروریات کیلئے اسکو محفوظ رکھا جائے تاکہ سب لوگ منتفع ہو سکیں، ورنہ تقسیم کی صورت میں تو اس میں اشخاص کی ملکیت ہو جاتی ہے چنانچہ ان کی یہ حدیث آگے آرہی ہے باب ماجاء فی حکم ارض عیدہ کی آخری حدیث (برقم ۳۰۲۰) یہی ہے لَوْلَا آجُرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فَتَحْتُ قَرْيَةً. إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَةً۔

بارے میں یہ ہے کہ اس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جائے جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے: **وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ** ^①، اس کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام تو برکت کیلئے ہے آگے پانچ باقی رہ گئے تو گویا اس خمس کو پانچ جگہ تقسیم کیا جاتا ہے اس صورت میں ہر ایک کے حصہ میں خمس الخمس بیٹھتا ہے، آگے ایک مستقل باب آرہا ہے **بَابُ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمْسِ** وہاں مزید تفصیل اس کی ان شاء اللہ تعالیٰ آجائے گی، یہاں تو تبعاً فنی کے تقابل کی وجہ سے بیان کر دیا گیا۔

فنی کے بارے میں جو رائے حضرت عمرؓ کی مذکور ہوئی وہی جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کی رائے ہے اس میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک جو حکم غنیمت کا ہے وہی فنی کا ہے یعنی مال فنی کی تخمیس کی جائے پھر اس خمس کو مصارف خمس میں صرف کیا جائے، اور باقی اربعہ اخماس کو مقاتلین پر تقسیم کر دیا جائے، چنانچہ شرح إقناع میں ہے، **يُخْمَسُ الْفَتْحُ فَيَصْرَفُ الْخُمْسُ مَصَارِفَ الْخُمْسِ، وَيَصْرَفُ أَرْبَعَةُ أَخْمَاسِهِ عَلَى الْمَقَاتِلَةِ أَيْ الْمُرْتَزِقَةِ لِلْقِتَالِ خِلَافَ الْثَلَاثَةِ أَذْكَالُوا لَا يُخْمَسُ الْفَتْحُ بَلْ جَمِيعُهُ لِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ** ^②۔

① اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قربات والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے (سورۃ الأنفال: ۴۱)

② حکم فنی کے بارے میں مزید تحقیق: **وفی الجوہر النقی (ج ۶ ص ۲۹۴) ذکر النووی ان جماعة العلماء سوی الشافعی قالوا خمس فی الفتح، وقال ابن المنذر لا تعلم احد اقبل الشافعی قال بالخمس فی الفتح، وقال أبو عمر فی التمهید وهو قول ضعیف لاجل وجه له من جهة النظر الصحيح ولا الاثر.** **وفی العالم للخطابی کان رأى عمر فی الفتح ان لا یخمس لکن لجماعة المسلمین لمصالحهم والیہ ذهب علماء اهل الفتوی غیر الشافعی فانه کان یروی ان یخمس فیکون اربعة اخماسه للمصالح وخمسه علی خمسة اقسام کخمس الغنیمۃ الا ان عمر اعلم بالآیۃ وقد تابعه عامة العلماء ولم يتابع الشافعی علی ما قاله المصیر إلی قول الصحابی وهو الامام العدل المأمور بالاعتداء به فی قوله علیه السلام اقتدوا بالذین من بعدی اولی واصوب، وفی قواعد ابن رشد قال قوم الفتح یصرف لجمیع المسلمین الفقیر والغنی ویعطی الامام منه المقاتلة والولایة والحکام وینفق منه فی النواصب الی ثوب المسلمین کبناء القناطر واصلاح المساجد ولا خمس فی شیء منه وبه قال الجمهور، وهو الثابت عن أبی بکر وعمر رضی اللہ عنہما... ولم یقل احد بتخمیس الفتح قبل الشافعی وانما حمله علی ذلك انه رأى الفتح قسم فی الآیۃ علی عدد الاصناف الذین قسم علیهم (الخمس) فاعتقد أن فیہ (الفتح) الخمس لانه ظن ان هذه القسمة مختصة بالخمس وليس ذلك بظاهر بل الظاهر ان هذه القسمة تخص جمیع الفتح لا جزءا منه، وفی التجرید للقذورى ما ملخصه قال اصحابنا الفتح کل مال وصل الینا من المشرکین بلا قتال کالاراضی الی اجلوا عنها وهو والحراج والعشر والجزية تصرف إلی مصالح المسلمین وقال الشافعی اربعة اخماسه للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وخمسه یقسم کما یقسم خمس الغنیمۃ إلی آخر ما ذکر من الدلیل للحنفیۃ اور بیان القرآن میں ہے: **جِبَالٌ مَلْأَتْ حَرْبَ بَلَدٍ قَاتِلٍ حَاصِلٌ هُوَ فَنِیْ هَے کَذٰلِیْ الْهُدٰیۃِ اَمْوَالٌ بِنَوْفِیْرِ اِیْ قَبِیْلِ سَے تَحَے اور فِدَک اور نصف خَیْبَر بھی، مال فنی میں امام صاحب کے نزدیک خمس نہیں ہے، اور ان اموال کا حکم یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جیسا کہ روایات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اس کے مالک تھے اور اس میں جو مصارف آپ ﷺ کو بتلائے گئے وجوباً یا ندباً وہ ایسا ہے جیسے اہل اموال پر زکاۃ و صدقہ ہے، البتہ یہ اموال مملوکہ آپ ﷺ کے بعد محل میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے اور یہ خصوصیت تھی رسول اللہ ﷺ کی رواہ الشیخان، چنانچہ آپ نے اموال بنو نضیر کا اکثر حصہ مہاجرین کو اور انصار میں سے بعض کو تقسیم فرما دیا، رواہ البیہقی اور بقیہ میں سے اپنے اہل و عیال کو سال بھر کا خرچ و دیگر جو بچتا وہ سامان جہاد سلاح و کراغ میں صرف فرما دیا جاتا تھا، وجہ الشیخان وغیرہما، اور خیر کی آمد سے بھی****

یہ اختلافی مسئلہ کتاب الجہاد باب فی دفعاء المشرکین میں حدیث (۲۶۳۳) کے تحت اس طرح گذر چکا ہے کہ شافعیہ کے یہاں بیت المال میں مال دو طرح کا ہوتا ہے ہر قسم کا مصرف الگ ہے: ① زکوات و صدقات کا مال، یہ عامہ مسلمین غیر غزاة کیلئے ہے، ② مال فنی یہ صرف غزاة اور مجاہدین کیلئے ہے صرح بہ النووی وقال ایضا: ولم یفرق بینہما ابو حنیفۃ ومالک۔ مصنف کو حضرت عمرؓ کی یہ حدیث آئندہ باب ہی میں ذکر کرنی چاہئے تھی کہ اس میں یہی مسئلہ مذکور ہے تقسیم فنی کا مگر میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ مصنف بسا اوقات ایسا کرتے ہیں کہ سابق باب کے اخیر میں ایسی حدیث لاتے ہیں جو آنے والے باب کے مناسب ہو بمنزلہ تمہید کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۴۔ باب فی قسّم الفیء

مال فنی کی تقسیم کا بیان

۲۹۵۱ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزَّمْعَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، دَخَلَ عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ: حَاجَتُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، فَقَالَ: عَطَاءُ الْمُحَرَّرِينَ، فَإِنِّي «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ، بَدَأَ بِالْمُحَرَّرِينَ».

عبد اللہ بن عمرؓ حضرت معاویہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو حضرت معاویہ نے فرمایا: اے ابو عبد الرحمن! تمہیں کیا چیز لے کر آئی ہے؟ تو عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ آزاد کردہ غلاموں کا حصہ لینے کی غرض سے آیا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس جب کچھ مال آتا تو سب سے پہلے آزاد کردہ غلاموں کو اس میں سے حصہ عطا فرماتے تھے۔

شرح الحدیث

حضرت ابن عمرؓ حضرت معاویہ کے پاس گئے انہوں نے پوچھا: کیا حاجت ہے کیسے آئے؟ انہوں نے فرمایا: محررین کا حصہ لینے آیا ہوں، اس لئے کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس کہیں سے مال آتا تھا تو اس کی تقسیم کی ابتداء محررین سے آپ فرماتے تھے، محررین کے مصداق میں تین قول ”بذل“ میں لکھے ہیں: ① معتقین یعنی آزاد کردہ غلام (اس لئے کہ ان کی ضرورت ظاہر ہے ابھی تو آزاد ہوئے ہیں معاش کا مستقل بندوبست اتنی جلدی کہاں ہوتا ہے)۔

لحق فقراء مہاجرین کی اور فک سے مسافروں کی امداد فرماتے، آخر جہ ابو داؤد وابن مردویہ، اور بعد آپ کی حیات کے اسکے مصارف صرف مصالح عامہ ہیں مثل سد ثغور و بناء قناطر و جسور اور قضاة و عمال و علماء مسلمین و امزاق مقاتلین و ذہاری مقاتلین کذا فی الہدایۃ اور ان مصالح میں مصارف خمس غنیحت ہتائی و منساکین و ابن السبیل بھی داخل ہیں، و فیہ بعد ذلک: اور یہ تقریر مذکور (جس کو ہم نے مختصر کر دیا) حنفیہ کے مسلک پر ہے اور شافعی کے نزدیک فنی بھی خمس ہے، اور چار اخناس مصارف مذکورہ میں صرف ہوں گے اہ مختصر لیکن اس کی پوری عبارت جو پورے ایک صفحہ کے اندر ہے طلبہ اور مدرسین کیلئے قابل مطالعہ اور اس مقام کو سمجھنے کے لئے بہت مفید ہے۔

⑤ مکاتبتین، تاکہ وہ اپنا بدل کتابت ادا کر سکیں، ⑥ عبادت گذار اللہ تعالیٰ کے بندے جو گوشہ نشین ہوں۔^①

حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے اس لئے کہ اَوَّلُ مَا جَاءَهُ شَيْءٌ اس سے مال فنی ہی مراد ہے۔

۲۹۵۲

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَيْسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عُبَّاسٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِظَبْيَةٍ فِيهَا خَزْرٌ، فَقَسَمَهَا لِلْحَرَّةِ وَالْأَمَةِ» قَالَتْ عَائِشَةُ: «كَانَ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقْسِمُ لِلْحَرَّةِ وَالْعَبْدِ».

ترجمہ: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چڑے کی ایک چھوٹی تھیلی لائی گئی جس میں ہیرے جواہرات تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ان ہیرے جواہرات کو آزاد عورتوں اور باندیوں میں تقسیم فرمادیئے اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے ابا جان حضرت ابو بکرؓ بھی مال فنی کو آزاد اور غلام سبھی لوگوں میں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۵۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۶/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۹/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۳۸/۶)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں ہیرے جواہرات تھے تو آپ نے ان کو عورتوں میں حرہ اور باندی سب میں تقسیم کرادیا، آگے حضرت عائشہ فرما رہی ہیں کہ اسی طرح میرے والد بھی حر اور عبد سبھی میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، یعنی مال فنی کو، اور عائشہ کی روایت مرفوعہ میں حرہ اور امۃ کی تخصیص خرز کے لحاظ سے ہے کہ وہ ان ہی کے کام کی چیز ہوتی ہے۔

۲۹۵۳

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الثَّيَابِ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، جَمْعًا، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ نَفْعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ قَسَمَهُ فِي يَوْمِهِ، فَأَعْطَى الْأَهْلَ حَظَّيْنِ، وَأَعْطَى الْعُرَبَ حَظًّا» - زَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى - «فَدُعِينَا وَكُنْتُ أَدْعِي قَبْلَ عَمَّارٍ، فَدُعِيتُ فَأَعْطَانِي حَظَّيْنِ، وَكَانَ لِي أَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِي عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، فَأَعْطَى لَهُ حَظًّا وَاحِدًا».

ترجمہ: عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب مال فنی آتا تو آپ اسی دن اس مال کو تقسیم فرمادیتے تھے اور آپ ﷺ شادی شدہ شخص کو دو حصے عطا فرمادیتے اور غیر شادی شدہ شخص کو ایک حصہ عطا فرماتے تھے۔ مصنف کے استاد ابن المصنف نے یہ اضافہ فرمایا کہ مال بن عوف نے فرمایا کہ پھر ہمیں بلایا گیا اور مجھے عمار بن یاسر سے پہلے بلایا گیا چونکہ میری اہلیہ بھی تھیں لہذا مجھے دو حصے عنایت فرمائے گئے اور میرے بعد عمار بن یاسر کو بلایا گیا اور ان کو ایک حصہ دیا گیا (کیونکہ وہ غیر شادی شدہ تھے)۔

سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والغيہ (۲۹۵۳) مسند احمد - باقي مسند الانصاب (۲۶/۶) مسند احمد - باقي مسند الانصاب (۲۹/۶)

شرح الحديث
یعنی جب آپ کے پاس مال فبی آتا تھا تو اسی دن آپ اس کو تقسیم کر دیتے تھے، غیر شادی شدہ اور مجرد کو ایک حصہ اور شادی شدہ کو اس کا دو گنا مرحت فرماتے تھے۔

۱۵۔ باب فی أمر ذاتی الذریۃ

نابالغ بچوں کے وظیفوں کا بیان

۲۹۵۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِأَهْلِيهِ، وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعًا فَإِلَيَّ وَعَلَيَّ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں مسلمانوں پر انکی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں..... جو شخص مرنے کے بعد مال چھوڑے تو وہ مال اسکے گھر والوں کو وراثت میں ملے گا اور جو شخص قرضہ چھوڑ دے یا نابالغ بچوں کو چھوڑ کر مر جائے تو ان کی حفاظت مجھ پر ہے اور میرے ذمے ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

صحیح مسلم - الجمعة (۸۶۷) سنن النسائي - صلاة العیدین (۱۵۷۸) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۶۲) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والغيہ (۲۹۵۴) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۴۵) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۴۱۶) مسند احمد - باقي مسند المکتورین (۲۹۶/۳) مسند احمد - باقي مسند المکتورین (۳۱۱/۳)

شرح الحديث
ذریت سے مراد یتیم نابالغ بچے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ فقیر ہوں تو ان کا نفقہ بیت المال سے ہوگا، حدیث الباب کا مضمون پہلے گذر چکا ہے، خطاب کی شرح میں ہے کہ عورتیں بھی اسی حکم میں ہیں یعنی بیوہ اور ضرورت مند۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

احادیث الباب کتاب الفرائض میں گذر گئیں، فلا حاجة الى شرحها۔

۲۹۵۵ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَلِإِنْتَانَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو وہ مال اسکے وارثوں کو ملے گا اور جو شخص بوجھ (قرضہ، نابالغ بچے، بالغ بچے) چھوڑ کر مرے تو اسکی ذمہ داری ہم پر ہے۔

صحیح البخاری - الحوالات (۲۱۷۵) صحیح البخاری - فی الاستقراض وأداء الديون والحج والعمرة (۲۲۶۸) صحیح البخاری - تفسير القرآن (۴۵۰۳) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۵۶) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۵۰) صحیح مسلم - الفرائض (۱۶۱۹) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۷۰) جامع الترمذی - الفرائض (۲۰۹۰) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۶۳) سنن

ابی داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۵۵) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۴۱۵) سنن الدارمی - البيوع (۲۵۹۴)

۲۹۵۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «أَنَا أَوَّلُ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ، فَأَيُّهَا رَجُلٌ مَاتَ وَتَرَكَ دِينًا قَلِيلًا، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلَوْ رُثِيَ».

ترجمہ جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر مومن کے زیادہ قریب ہوں اس کی جان سے بھی پس جس شخص کا انتقال ہو جائے اور وہ شخص قرضہ چھوڑ دے تو میں اس کا قرضہ ادا کروں گا اور جو شخص مال وراثت میں چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کو ملے گا۔

تخریج صحیح مسلم - الجمعة (۸۶۷) سنن النسائی - صلاة العیدین (۱۵۷۸) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۶۲) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۵۶) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۴۵) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۴۱۶) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۶/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱۱/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۷۱/۳)

۱۶ - بَابُ مَنْ يَفْرُضُ لِلرَّجُلِ فِي الْمَقَاتِلَةِ

مرد کو مجاہدین میں شمار کر کے بیت المال میں سے اس کا حصہ کس عمر میں مقرر کیا جائیگا؟

۲۹۵۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُثَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِ عَشْرَةَ، فَلَمْ يُجْزَهُ، وَعَرَضَهُ يَوْمَ خُذْدَقٍ وَهُوَ ابْنُ خَمْسِ عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَهُ».

ترجمہ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ان کو جنگ احد کے سال پیش کیا گیا (میدان جہاد میں شرکت کیلئے) اور اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انکو قبول نہیں فرمایا۔ پھر انکو غزوہ خندق کے سال رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا گیا اب انکی عمر پندرہ برس تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انکو جہاد میں شرکت کیلئے قبول فرمایا۔

تخریج صحیح البخاری - الشهادات (۲۵۲۱) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۷۱) جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۶۱) جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۱) سنن النسائی - الطلاق (۳۴۳۱) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۵۷) سنن ابن ماجہ - الحدود (۲۵۴۳) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۷/۲)

شرح الحديث المقاتلہ بکسر التاء وصیغہ المونث باعتبار الجماعة، اس سے مراد مقاتلین اور غزاة ہیں، اور یہ ذریت کا مقابل ہے جو باب سابق میں گذر افرض کہتے ہیں اس مقررہ حصہ کو جو بیت المال سے مجاہدین کو ملتا ہے اور جہاد میں وہی شخص جاسکتا ہے جو بالغ ہو، تو ترجمہ الباب کا حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو مقاتلین میں شمار کر کے کب یعنی کس عمر میں اس کا حصہ مقرر کیا جائے گا؟ اور جواب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائے گا، اور قبل البلوغ نہ وہ مقاتلین کی فہرست میں آسکتا ہے اور نہ اس کو مقاتلین والا حصہ

مل سکتا ہے۔

اس باب میں مصنف نے ابن عمرؓ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کو ان کے گھر والوں نے جنگ احد کے موقع پر آپ کے سامنے پیش کیا یعنی جہاد میں شرکت کی اجازت کیلئے جب کہ وہ چودہ سال کے تھے تو آپ ﷺ نے اجازت نہیں دی اور پھر آئندہ سال غزوہ خندق کے موقع پر جب ان کو آپ ﷺ پر پیش کیا گیا تو اس وقت آپ ﷺ نے ان کو اجازت دیدی جب کہ وہ پندرہ برس کے ہو چکے تھے۔

ائمہ ثلاث اور صاحبین کا مسلک یہی ہے کہ حد بلوغ پندرہ سال ہے، وعند الإمام أبي حنيفة خمس عشرة سنة للأنثى، وثمانية عشر للذكر، وفي البذل: هذا إذا لم يحتلم، وأما إذا احتلم قبل ذلك حكم ببلوغه من الاحتلام اه¹۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۱۷۔ باب فی کراهیة الافتراض فی آخر الزمان

آخری زمانہ میں بیت المال سے حصہ لینے کی ناپسندیدگی کا بیان

افتراض یعنی اخذ الفرض والحصة، یعنی بیت المال سے غازی کا اپنا حصہ اور وظیفہ لینا، فرض کے معنی حصہ دینا اور افتراض کے معنی حصہ لینا، مثل الکیل والاکتیال۔

۲۹۵۸ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي الْخَوَّارِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ مُطَيْرٍ، شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ دَاوُدَ الْقُرَاسِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي مُطَيْرٍ أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا حَتَّى إِذَا كَانَ بِالسُّوَيْدَاءِ إِذَا بِرَجُلٍ قَدْ جَاءَ كَأَنَّهُ يَطْلُبُ دَوَاءً وَحُصْصًا، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهُوَ يَعْظُ النَّاسَ وَيَأْمُرُهُمْ وَيَنْهَاهُمْ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَافَيْتُمْ فُرُشَ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِينٍ أَحَدُكُمْ فَدَعُوهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي بَرْكَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَسَّامٍ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ مُطَيْرٍ.

سرحسنا سلیم بن مطیر جو کہ دادی القری کے ایک بزرگ ہیں بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد مطیر نے بتلایا کہ وہ حج کے سفر پر تھے یہاں تک کہ مقام سویداء پر پہنچے تو مطیر کہتے ہیں کہ مجھے ایک شخص ملا جو کسی دواء اور حفص کی تلاش میں تھا تو اس شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ جن صحابی نے رسول اللہ ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقع پر وعظ سنا انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ایک موقع پر لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے اور کچھ کاموں کے کرنے کا حکم فرما رہے تھے اور کچھ کاموں سے منع فرما رہے تھے اور کچھ کاموں کے کرنے کا حکم فرما رہے تھے اور کچھ کاموں سے منع فرما رہے تھے اسی میں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! حکمرانوں سے عطایا لیتے رہو جب تک کہ وہ عطایا عطایا رہیں پھر جب قریش کا قبیلہ بادشاہت کے حصول کیلئے لڑنے جھگڑنے لگیں اور ان میں سے کسی ایک کے دین اور مذہب کے بدلے میں وہ عطایا ملنے لگیں پھر تم یہ وظیفہ لینا چھوڑ دو۔

شرح الحدیث سلیم بن مطیر کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میرے باپ مطیر نے کہ وہ حج کیلئے جا رہے تھے جب مقام سویدا میں پہنچے تو مطیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص ملا جو کوئی دوا تلاش کر رہا تھا، یہ کہا کہ شخص تلاش کر رہا تھا، یہ بھی ایک دوا کا نام ہے جس کو رشتہوت کہتے ہیں، عطار لوگ خوب جانتے ہیں، مطیر کہتے ہیں اس آنے والے شخص نے مجھے ایک حدیث سنائی جو ان کو حضور ﷺ سے بالواسطہ پہنچی تھی، وہ یہ کہ حضور ﷺ لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے حجۃ الوداع میں، اس میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوا الْعَطَاءَ مَا كَانَ عَطَاءً، فَإِذَا تَجَافَيْتُمْ قُرَيْشَ عَلَى الْمُلْكِ وَكَانَ عَنْ دِينٍ أَحَدِكُمْ فَدَعُوهُ، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ عطایا لیتے رہو جب تک کہ وہ عطا عطاء ہے، اس سے مراد وہ وظیفہ ہے جو بیت المال سے غزاة اور مجاہدین کو ملا کرتا ہے، پس جبکہ قریش حکومت اور بادشاہت پر لڑنے کٹتے لگیں اور وہ عطادین کے مقابلہ اور بدلہ میں ہو جائے تو پھر اسکو چھوڑ دو، اور اس سے اگلی روایت میں یہ ہے: وَعَادَ الْعَطَاءُ رِشَاءً ① فَدَعُوهُ، یعنی جب وظیفہ نہ رہے بلکہ رشوت بن جائے تو پھر اسکو چھوڑ دو، یعنی جب حکومت فوج کو باطل اور ظلم کی حمایت میں استعمال کرنے لگے حق اور ناحق کو نہ دیکھا جائے تو اس وقت کے وظیفہ کی نوعیت رشوت کی ہو جائے گی اور رشوت لینا ناجائز ہے۔

۲۹۵۹

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ مُطَيْرٍ، مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَجُلًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَامَرَ النَّاسِ، وَهَافَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: اللَّهُمَّ نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ: «إِذَا تَجَافَيْتُمْ قُرَيْشَ عَلَى الْمُلْكِ فِيمَا بَيْنَهُمَا، وَعَادَ الْعَطَاءُ أَوْ كَانَ رِشَاءً فَدَعُوهُ» فَقِيلَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: «هَذَا أَبُو الزَّوَائِدِ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ

مطیر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک صاحب سے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے ارشادات سنے آپ کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دے رہے تھے اور کچھ کاموں سے روک رہے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ کیا میں نے آپ کا پیغام پہنچا دیا؟ لوگوں نے کہا بیشک آپ نے پیغام پہنچا دیا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب قریش بادشاہت کے حصول میں لڑنے جھگڑنے لگیں اور بیت المال سے ملنے والا وظیفہ رشوت بن جائے تو تم لوگ اس وظیفہ کو لینا چھوڑ دو۔ لوگوں نے پوچھا یہ حدیث بیان کرنے والے کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ذوالزوائد ہیں۔

۱۸۔ باب فی تدوین العطاء

ووظیفہ مقرر کرنے کیلئے رجسٹر بنانا

یعنی مجاہدین کے ناموں کے اندراج کے لئے دیوان مرتب کرنا یعنی رجسٹر۔

قبیل: اول من دون الدیوان عمر، یعنی سب سے پہلے یہ کام حضرت عمرؓ نے کیا۔ دیوان بمعنی رجسٹر جس کی جمع دوادین آتی ہے۔ مجاہدین (فوج) کے نام باقاعدہ رجسٹر میں لکھے جاتے ہیں پھر اسی کے مطابق ان کو وظیفہ دیا جاتا ہے، نیز ان کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے سال بہ سال کما فی حدیث الباب۔

۲۹۶۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ شَهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ جَيْشًا مِنَ الْأَنْصَارِ كَانُوا بِأَرْضِ فَارِسَ مَعَ أَمِيرِهِمْ، وَكَانَ عُمَرُ يُعْقِبُ الْجِيوشَ فِي كُلِّ عَامٍ، فَشُغِلَ عَنْهُمْ عُمَرُ، فَلَمَّا مَرَّ الْأَجَلُ قَفَلَ أَهْلُ ذَلِكَ النَّعْرِ، فَاسْتَعَدَّ عَلَيْهِمْ وَتَوَاعَدَهُمْ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، وَتَرَكْتَ بَيْنَنَا وَاللَّيْ، «أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِعْقَابِ بَعْضِ الْعَزِيَّةِ بَعْضًا».

رحمہ اللہ! عبد اللہ بن کعب بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ انصار کا ایک لشکر اپنے سردار کے ساتھ فارس کی سرزمین میں جہاد کیلئے گیا ہوا تھا حضرت عمرؓ ہر سال لشکروں کو بدل بدل کے بھیجا کرتے تھے ایک سال حضرت عمرؓ مشغولیت کیوجہ سے نیا لشکر نہ بھیج سکے جب مدت پوری ہو گئی تو اس سرحد پر موجود لشکر واپس لوٹ گیا۔ تو حضرت عمرؓ ان لوگوں پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو سخت دست کہا حالانکہ یہ لشکر والے حضور ﷺ کے صحابہ کرام تھے صحابہ نے کہا: اے عمر! آپ ہم سے غافل ہو گئے تھے اور ہم مجاہدین کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا جو حکم تھا کہ مجاہدین کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت روانہ کی جائے آپ نے اس حکم کو چھوڑ دیا تھا۔

شرح الحدیث: یعنی انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ ارض فارس جہاد کیلئے گیا ہوا تھا، لڑائی کا سلسلہ چونکہ مسلسل تھا اسلئے حضرت عمرؓ ہر سال لشکر بدلتے رہا کرتے تھے، یعنی سال پورا ہونے پر جو لشکر گیا ہوا ہوتا تھا دوسرے لشکر کو اسکی جگہ بھیج کر پہلے لشکر کو بلا لیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت عمرؓ سال پورا ہونے پر دوسرا لشکر نہ بھیج سکے، اس لشکر کی جب مدت پوری ہو گئی تو وہاں سے چلا آیا، جب حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو ان پر بگڑے اور سخت دست کہا، راوی کہتا ہے: وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی وہ آخر عالی مرتبت صحابہ کرام تھے، جب انہوں نے زیادہ ہی ڈانٹا تو ان حضرات نے کہا (ذرا ہمت کر کے) يَا عُمَرُ، إِنَّكَ غَفَلْتَ عَنَّا، اے عمر! دیکھئے! غفلت اور چوک آپ کی طرف سے ہوئی ہے، آپ نے وہ چیز جس کا حضور ﷺ نے حکم فرما رکھا ہے یعنی متبادل فوج روانہ کرنا آپ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

یہاں ٹوکنے والے ڈانٹنے والے اور ڈانٹ سننے والے دونوں ہی پیکر اخلاص تھے، ہر ایک کو دوسرے پر اطمینان اور اعتماد تھا، یہ جماعت جانتی تھی حضرت عمرؓ کی شان **إِنَّهُ كَانَ وَقَافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى** • کہ وہ حق بات کے سامنے فوراً سرنگوں ہو جاتے تھے، اسی لئے ان حضرات کو جواب دینے کی ہمت ہوئی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کو ان کے اس جواب پر ذرا ناگواری نہیں ہوئی۔
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَرَزَقْنَا شَيْئًا مِنْ أَتْبَاعِهِمْ۔

مناسبة الحديث للترجمة: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے کیا مطابقت ہے، بظاہر کچھ نہیں، باقی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کے اعقاب جیش میں جو دیر ہوئی وہ شاید اسی وجہ سے ہوئی ہو کہ وہ دیوان کے تیار کرنے میں مشغول تھے، کذا فی البذل عن فتح الودود للعلامة السندیؒ یا یہ کہے کہ بروقت جو اعقاب جیش نہ ہو سکا اس میں اسی کو دخل تھا کہ اب تک اس قسم کا کوئی دیوان تیار نہیں ہوا تھا جس میں لشکریوں کے نام ہوا کرتے ہیں اسی لئے متبادل جماعت بھیجنے سے ذہول ہو گیا اور پھر اس واقعہ کے پیش آنے پر اس کو مرتب کیا گیا •۔

۲۹۶۱

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَائِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي فَيْعَا حَدَّثَهُ ابْنُ لَعْلَجٍ بَنِي عَدِيٍّ الْكَنْدِيُّ، أَنَّ عُصْرَةَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَتْ إِذَا مَنْ سَأَلَ عَنْ مَوَاضِعِ الْقِيَمِ، فَهُوَ مَا حَكَمَ فِيهِ عُصْرَةُ بْنُ الْحَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَرَأَاهُ الْمُؤْمِنُونَ عَدْلًا مَوْافِقًا لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جَعَلَ اللَّهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُصْرَةَ وَقَلْبِهِ» فَرَضَ الْأَعْيُنَةُ لِلْمُسْلِمِينَ، وَعَقَدَ لِأَهْلِ الْأَدْيَانِ دِمَةً مِمَّا قَرَضَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْجَزْيَةِ، لَمْ يَضْرِبْ فِيهَا بِخُمْسٍ وَلَا مَغْنَمٍ •

ترجمہ: عدی الکندی قبیلہ عدی کے ایک بیٹے سے روایت ہے (یہ مجہول شخص ہے) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ جو شخص یہ سوال کرے کہ مال فنی کے مصارف کون کون ہیں؟ تو جان لو حضرت عمر بن خطابؓ نے مال فنی کے مصارف کے متعلق جو فیصلہ کیا تھا اس فیصلے کو تمام مسلمانوں نے انصاف کے مطابق اور رسول اللہ ﷺ کے قول کے موافق پایا اللہ پاک نے حضرت عمرؓ کی زبان اور ان کے دل پر حق کو مسخر فرمادیا تھا..... حضرت عمرؓ نے مجاہدین کیلئے وظیفے مقرر فرمائے اور دیگر مذاہب والوں کیلئے ان کے اوپر لازم ہونے والے جزیہ کے بدلے میں عہد و امان کا فیصلہ فرمایا اور حضرت عمرؓ نے اس جزیہ کے مال میں خمس نکالنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی یہ فیصلہ فرمایا کہ اس جزیہ کے مال کو غنیمت کے مال کی طرح اسکا اسی فیصد مجاہدین میں تقسیم کیا جائے (بلکہ مال فنی سارا کا سارا بیت المال میں رکھ دیا)۔

شرح الحدیث: یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عمر ثانی نے اپنے عمال کے نام یہ مضمون لکھا کہ جو شخص تم سے سوال کرنے تقسیم

① صحیح البخاری - کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة - باب الاعتناء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ۶۸۵۶

② بذل النجود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۴۹

③ مغنم سے مراد مال فنی ہے ۱۲۔

فئی کے بارے میں (کہ وہ کس کس کو دیا جاتا ہے) تو تم اسکو یہ جواب دینا کہ مواضع فئی وہی ہیں جس کا حضرت عمرؓ نے فیصلہ فرمایا اور تمام مسلمانوں نے اسکو تسلیم کیا اور اسکو حضور ﷺ کے اس قول کے موافق پایا جَعَلَ اللَّهُ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ (اسکے بعد حضرت عمرؓ کا طرز عمل مذکور ہے) انہوں نے لشکریوں کے وظائف مقرر کئے اور اہل ادیان یعنی اہل کتاب کیلئے عہد و پیمان کا معاملہ کیا جزیہ کے بدلہ میں، انہوں نے اس جزیہ میں (اور ایسے ہی دوسرے اموال فئی میں) خمس مقرر نہیں کیا، عدم تخمیس کا مطلب یہی ہے کہ انہوں نے مال فئی بیت المال میں رکھ چھوڑا عام مضارح مسلمین کیلئے، اور اسی کو عمر ثانی عمر بن عبد العزیزؓ نے اختیار کیا ہے، اس میں حضرت امام شافعیؒ کا اختلاف اوپر گزر چکا کہ وہ مال فئی میں تخمیس اور تقسیم بین الغزاة کے قائل ہیں۔

۲۹۶۲

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ يَقُولُ بِهِ».

ترجمہ

حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک نے حق اور درست بات حضرت عمرؓ کی زبان مبارک پر رکھ دی ہے حضرت عمرؓ اس حق اور درست بات ہی کو زبان سے نکالتے ہیں۔

تخریج

سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۶۲) سنن ابن ماجہ - المقدمة (۱۰۸)

۱۹ - بَابُ فِي صَفَائِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَمْوَالِ

رسول اللہ ﷺ کے خاص حق صفی (مال فئی) کا بیان

یہ باب خاص طویل ہے، نیز محتاج توضیح بھی ہے میرے نزدیک بہت مشکل ہے۔

ترجمة الباب کی تشریح اور غرض مصنف: صفایا صفی کی جمع ہے، چند ابواب کے بعد ایک باب آرہا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِي، لیکن اس کو تکرار نہ سمجھا جائے دونوں صفی الگ الگ ہیں، یہاں پر تو صفایا سے مطلق اموال فئی مراد ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں جو مال فئی حاصل ہوتا تھا وہ حسب تصریح قرآن کریم خود حضور اکرم ﷺ کیلئے ^۱ ہوتا تھا وَمَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ أُمُورَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ^۲، اسی لئے یہاں صفایا جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور اس کی اضافت حضور ﷺ کی طرف کی گئی ہے۔

گذشتہ باب میں مال فئی کا جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد کیلئے ہے، یعنی عام حکم، اب جب یہ بات ہے کہ

① اس کی تشریح و تفصیل آگے کتاب میں آرہی ہے ۱۲۔

② اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سونپنے میں نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (سورۃ الجہنم ۶)

آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا مال فنی وہ خالص آپ ﷺ کی ملک تھا آپ کو اسمیں اختیار تھا کہ آپ اسکو جہاں چاہیں صرف فرمائیں، تو پھر اب یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس قسم کے صفایا یعنی اموال خالصہ لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ کیا کیا ہیں؟ نیز یہ کہ آپ ان صفایا میں اپنی حیات میں کس طرح تصرف فرماتے تھے کہاں اور کیسے خرچ فرماتے تھے؟ اور یہ کہ اسکے بارے میں مابعد الوفا کیلئے آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا؟ یہ حاصل ہے ترجمہ الباب کا۔ جس کی تفصیل آگے کتاب میں مذکور ہے۔

آپ ﷺ کے لئے غنیمت میں تین حصے ہوتے تھے: اور وہ سہم صفی جس کا ذکر آئندہ باب میں آرہا ہے وہ دوسری چیز ہے اس لئے کہ مشہور ہے یہ بات کہ آپ ﷺ کیلئے تین سہام تھے: ① سہم کسہم احد الغامین، ② خمس الخمس، یعنی خمس مال غنیمت کو چونکہ پانچ جگہ تقسیم کیا جاتا ہے اس میں ایک حصہ آپ کا ہے جو خمس الخمس ہوا، ③ سہم صفی، صفی بمعنی منتخب اور پسندیدہ یعنی آپ ﷺ کو اس بات کا حق تھا کہ وہ کل مال غنیمت میں سے کوئی سی ایک چیز جس کو پسند فرمائیں سواری ہو، جاریہ ہو یا کوئی ہتھیار ہو وہ لے سکتے ہیں، ان تین سہام میں سے پہلے دو کے بارے میں تو روایات میں تصریح اور علماء کا اتفاق ہے کہ وہ آپ کے لئے ہر حال میں تھے خواہ آپ اس غزوہ میں شریک ہوں یا نہ ہوں شہد القتال اولم یشهد، اور اس قسم ثالث میں روایات مختلف ہیں، اس آئندہ آنے والے باب میں ایک روایت میں تو تصریح ہے کہ سہم صفی شرکت فی الغزوۃ کی صورت میں آپ ﷺ کیلئے ہوتا تھا ویسے نہیں، اور اسی باب کی آخری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً تھا حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہی ہے کہ وہ بھی آپ ﷺ کیلئے مطلقاً ہی تھا، لیکن حضرت سہارنپوری نے بذل میں تحریر فرمایا ہے لم اجد التصریح فی کتب الفقہ بذلك۔

آپ ﷺ کے صفایا کا مصداق وتعیین: اب موجودہ باب کے بارے میں یعنی صفایا کے سلسلہ میں آپ سنے یہ صفایا کیا کیا تھے اسکی تفصیل اس پورے باب میں جو خاصا طویل ہے مختلف روایات کے ضمن میں پھیلی ہوئی ہے چنانچہ آگے ایک روایت (رقم ۲۹۶۷) میں اس طرح آرہا ہے: کَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدَاكَ إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ لَيْكِنَ ان تین ہی میں انحصار نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی ہے، اس باب کی مجموعہ روایات اور کلام شراح سے آپ ﷺ کے صفایا کی تفصیل جو سمجھ میں آتی ہے وہ حسب ذیل ہے: ① بساتین موہوبہ، یعنی چند وہ باغات جو بعض یہود نے بوقت اسلام لانے کے آپ کو ہبہ کئے تھے بطریق وصیت کے، اور اسی طرح بعض وہ اراضی جو بعض انصار نے آپ کو ہبہ پیش کی تھیں، ② نصف ارض فدک جس وقت یہود خیبر کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی اور مسلمان اس کو فوج کر رہے تھے تو اس وقت یہود فدک نے آپ ﷺ سے نصف ارض فدک پر صلح کر لی تھی آپ نے اس صلح کو قبول فرمایا تھا اور وہاں قتال وغیرہ کی نوبت نہیں آئی تھی اس لئے یہ نصف ارض فدک مال فنی ہوا اور مال فنی آپ کی ملک ہوتا ہی تھا۔ کما تقدّم، ہماری اردو کی کتابوں میں

یہ باغ فدک کے ساتھ مشہور ہے، ⑤ نصف ارض خبیر آپ ﷺ نے خبیر کو فتح کرنے کے بعد نصف ارض خبیر کو تو غامین کے درمیان تقسیم فرمادیا تھا۔ اور نصف کو باقی رکھا تھا ①، ② ارض بنو نضیر، بنو نضیر یہود کا مشہور ایک بڑا قبیلہ تھا جو مدینہ کے قریب ہی متعلّقاً تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ایک قریہ میں آباد تھا، حضور ﷺ صحابہ کے ساتھ ان سے قتال کیلئے تشریف لے گئے معمولی سی جھڑپ کے بعد وہ لوگ اپنی جان بچانے کیلئے قلعہ بند ہو گئے وہاں مسلمانوں کا محاصرہ رہا، ثم نزلوا علی الجلاء یعنی اس شرط پر وہ نیچے اتر آئے کہ ہم اپنے اس قریہ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور ان سے یہ طے ہو گیا تھا کہ وہ اپنے اموال منقولہ میں سے جتنا ساتھ لے جاسکتے ہیں لے جائیں سوائے اسلحہ کے تو چونکہ ارض بنو نضیر کے فتح کرنے میں بھی باقاعدہ ایجاب خیل و رکاب کی نوبت نہیں آئی مدینہ کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے اسلحہ یہ بھی مال فنی ہو اتویہ ارض بنو نضیر تو آپ کی ملک ہوئی، اور بعض دوسرے اموال منقولہ جن کو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جاسکے ان کو آپ ﷺ نے مسلمانوں پر تقسیم فرمادیا، ⑤ ثلث ارض وادی القریٰ چونکہ وادی القریٰ کے یہود سے ثلث ارض پر آپ ﷺ نے مصالحت فرمائی تھی لہذا ارض فدک کی طرح یہ بھی مال فنی ہوا، ① خمس غنائم خبیر، یعنی نصف خبیر جس کو آپ نے تقسیم کیا اس کا خمس (بذل المجہود عن القاضی عیاض) یہ ہیں وہ آپ ﷺ کے صفایا اور املاک جس پر مصنف نے ترجمہ قائم کیا ہے۔

ان صفایا کے مصارف کا بیان فی حیاتہ اللہ لا یرید وفاتہ ①: مصنف کی غرض ترجمہ سے ایک تو یہی ہے کہ ان صفایا کی تعیین ہو، دوسرے یہ کہ آپ ﷺ اپنی حیات میں ان صفایا کے ساتھ کیا معاملہ فرماتے تھے اور ما بعد الوفا کیلئے کیا فیصلہ فرما گئے؟ سوا حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے، کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یصرفہا علی ازواجہ و علی المسلمین عامۃ ای فی حیاتہ، وجعلہا صدقۃ بعد وفاتہ حیث قال ماترکت بعد نفقۃ نسائی ومونۃ عاملی فہو صدقۃ، وفی روایۃ کما فی الصحیحین ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قال: لَا یَقْتَسِمُ وَرَثَتِی دِینَارًا ②، وفی روایۃ: لَا تُورِثُ مَا تَرَکْنَا فَهُوَ صَدَقَۃٌ ③، یعنی آپ ﷺ ان تمام اموال کو اور اراضی کی تمام آمدنی کو اپنی حیات مبارکہ میں تو مصارف مسلمین اور خیل جہاد وغیرہ میں اور ازواج مطہرات کے نفقات میں خرچ فرماتے تھے، اور اپنی وفات کے بعد ان ہی مصارف کے لئے وقف فرما گئے: اور ان زمینوں کو آپ ﷺ نے اپنی جاگیر اور ایسا ذیلی مال جس میں آپ کے بعد بطور میراث تقسیم جاری ہو ایسا قرار نہیں دیا بلکہ وقف کا فیصلہ فرما گئے۔

① یہ مسئلہ کہ ارض مفتوحہ کی تقسیم ضروری ہے یا غیر ضروری مختلف فیہ بین الائمہ ہے جو آگے آئے گا۔

② صحیح البخاری - کتاب الوصایا - باب نفقۃ القیم للوفد 2624، صحیح مسلم - کتاب الجہاد والسیر - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" 1760

③ صحیح مسلم - کتاب الجہاد والسیر - باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" 1758

آپ ﷺ کے بعض ورثہ کا میراث طلب کرنا: لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کے بعض ورثاء نے خلیفہ اول سے میراث کا مطالبہ کیا، ان بعض سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ہیں: حضرت عباسؓ کا مطالبہ بحیثیت عصبہ ہونے کے اور حضرت علیؓ کا اپنی اہلیہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی طرف سے تھا، ان دونوں کی طلب میراث کی روایات اسی باب میں آرہی ہیں بلکہ باب کی پہلی ہی حدیث میں ہے جو کافی مفصل روایت ہے۔

آگے ایک روایت میں یہ بھی آرہا ہے کہ ازواج مطہرات نے بھی میراث میں اپنے حصہ کے مطالبہ کا ارادہ کیا تھا اور حضرت عثمانؓ کو صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بھیجنا چاہتی تھیں لیکن جب حضرت عائشہؓ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے حضور ﷺ کی حدیث یاد دلا کر ان کو اس مطالبہ سے روک دیا اور انہوں نے اس کو تسلیم کر لیا رضی اللہ عنہن۔

۲۹۶۳ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَائِمٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ عُمَرَ الزُّهْرَانِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَّادِ، قَالَ: أُرْسِلَ إِلَى عُمَرَ حِينَ تَعَالَى التَّهَامُ، فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفَضَّضًا إِلَى رِجَالِهِ، فَقَالَ: حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ، إِنَّهُ قَدْ دَخَلَ أَهْلُ أَيْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ، وَإِلَيَّ قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمُ فِيهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتُ غَيْرِي بِذَلِكَ، فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَكَ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُمَرَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: نَعَمْ، فَأُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَكَ يَرْفَأُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، قَالَ: نَعَمْ، فَأُذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا - يَعْنِي عَلِيًّا - فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَقْضِ بَيْنَهُمَا وَأَرْحُهُمَا - قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: فُحِّلَ إِلَيَّ أَهْمًا قَدَمًا أُولَئِكَ التَّفَرُّ لَذَلِكَ - فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَتَيْدَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُورَثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً»، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا تُورَثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً» فَقَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصَّ بِهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ} وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ١ { وَكَانَ اللَّهُ آفَاءً عَلَى رَسُولِهِ نَبِيِّ التَّهْمِيرِ، فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْذَنَ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَ هَاؤُنْكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ، - أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً - وَبِجَعَلِ مَا بَقِيَ أَسْوَدَ الْمَالِ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ،

۱ اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (سورۃ الحشر ۶)

قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلَى رَضِي اللَّهِ عَنْهُمَا، فَقَالَ: أَتَشُدُّ كَمَا بِإِلَهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَلَمَّا ثَوَّقِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُ أَنْتَ وَهَذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَتَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ أَمْرٍ آتٍ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَافِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلَّيْتُهَا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا ثَوَّقِي أَبُو بَكْرٍ، قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَوَلَّيْتُهَا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ أَلِيَّهَا، فَجِئْتُ أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُ كُفَا وَاحِدٌ، فَسَأَلْتُمَانِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَلَيَكُمَا عَهْدُ اللَّهِ أَنْ تَلِيَاَهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيَّهَا فَأَخَذَ مِمَّا هَامِي عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، وَاللَّهُ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ بَصِيرَةً بَيْنَهُمَا يَصْفَيْنَ، لَا أَهْمَا جَهْلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً» فَإِلَهُمَا كُنَانًا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أَوْفِقُ عَلَيْهِ اسْمُ الْقِسْمِ أَدْعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ.

سجده مالک بن اوس بن حد ثمان کہتے ہیں کہ جس وقت سورج کچھ چڑھ چکا تھا حضرت عمرؓ نے مجھے بلوایا میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ ایک چار پائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اس چار پائی پر کوئی کپڑا وغیرہ نہیں بچھا ہوا تھا جب میں حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے مالک! تمہارے قبیلے کے کچھ گھرانے آئے ہوئے ہیں میں نے ان گھرانوں میں کچھ مال تقسیم کرنے کا کہا ہے لہذا تم ان لوگوں میں یہ مال تقسیم کر دو تو میں نے عرض کیا: آپ میرے علاوہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دیں تو زیادہ اچھا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی یہ مال لیکر ان لوگوں میں تقسیم کر دے اسی دوران حضرت عمرؓ کا دربان یرقا آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام اور سعد بن وقاص آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں کیا آپ ان کو اندر بلانا پسند کریں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی تو اجازت کے بعد یہ حضرات اندر داخل ہو گئے پھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ کا دربان یرقا دوبارہ آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ حضرت عباس اور حضرت علی کو اندر داخل ہونے کی اجازت دینا پسند کریں گے؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں! تو اجازت کے بعد یہ دونوں حضرات بھی اندر آ گئے تو حضرت عباسؓ نے فرمایا اے امیر المؤمنین میرے اور ان (حضرت علیؓ) کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے پس بعض دیگر صحابہ نے بھی فرمایا بالکل ٹھیک ہے اے امیر المؤمنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ایک کو دوسرے سے راحت عطا فرمائیے مالک بن اوس کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے آپ سے پہلے صحابہ کی اس جماعت کو اس مقصد کیلئے بھیجا تھا (کہ یہ حضرات حضرت عمرؓ سے ہمارے مسئلہ میں سفارش کریں)..... حضرت عمرؓ نے فرمایا تم دونوں جلدی مت کرو،

پھر عمر صحابہ کی اس جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں آپ حضرات سے اللہ رب العزت کے نام کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا آپ حضرات جانتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے تو ان حضرات صحابہ کرام نے فرمایا جی ہاں! ہمیں یہ فرمان نبوی ﷺ معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان دونوں سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم کا واسطہ دیتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ آپ دونوں کو رسول اللہ کا یہ فرمان معلوم ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ مال چھوڑ دیتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے تو ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں ہمیں یہ فرمان نبوی ﷺ معلوم ہے پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک اللہ پاک نے اپنے رسول ﷺ کیلئے بعض احکامات خاص فرمائے تھے دیگر مسلمانوں کیلئے یہ احکامات نہیں تھے پس اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول کو جنگ میں جو مال فسیٰ ان بنو نظیر قبیلہ سے لیکر عطا فرمایا اس مال کیلئے تم لوگوں نے نہ تو اپنے گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ، لیکن اللہ پاک اپنے رسولوں کو جس پر چاہیں غلبہ عطا فرمادیتے ہیں اور اللہ پاک کو ہر شئی پر قدرت حاصل ہے۔ اللہ نے بنو نظیر قبیلہ کے اموال اپنے رسول کو بطور مال فسیٰ عطا فرمایا تھا پس خدا کی قسم نہ تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نظیر قبیلہ کے اس مال فسیٰ پر تمہارے علاوہ کسی اور کو ترجیح دی۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کو چھوڑ کر یہ مال خود لے لیا بلکہ رسول اللہ ﷺ بنو نظیر کے ان اموال میں سے اپنا اور اپنی بیویوں کے ایک سال کا نفقہ لیتے تھے اور اس کے بعد جو بچ جاتا اس مال کو مال غنیمت کی طرح شمار فرماتے۔ پھر حضرت عمرؓ حضرات صحابہ کی اس چار رکنی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا میں تم لوگوں کو اس اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہے کیا تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل معلوم ہے تو ان حضرات صحابہ نے فرمایا جی ہاں پھر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں آپ دونوں کو اس اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جسکے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا آپ دونوں حضرات کو نبی اکرم ﷺ کا یہ طرز عمل معلوم ہے تو ان دونوں حضرات نے فرمایا جی ہاں ہمیں معلوم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کا نائب ہوں پس اے عباسؓ آپ اور یہ (حضرت علیؓ) حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تھے آپ حضرت ابو بکرؓ سے اپنے بھتیجے (رسول اللہ ﷺ) کی میراث طلب کرنے آئے تھے اور یہ (علیؓ) اپنی بیوی کی میراث لینے آئے تھے جو انکے والد (رسول اللہ ﷺ) سے انکو ملنی تھی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اللہ پاک خوب جانتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ سچے نیکو کار، ہدایت یافتہ اور حق کے پیر کار تھے پس بنو نظیر کی اس زمین کے متولی حضرت ابو بکرؓ رہے پھر جب حضرت

ابو بکر کا انتقال ہو گیا تو میں نے کہا کہ میں اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر دونوں کا نائب ہوں بس اتنے عرصے تک اللہ نے چاہا میں بنو نضیر کی اس زمین کا متولی رہا..... پھر اے عباس آپ اور یہ (علی) آپ دونوں میرے پاس آئے آپ دونوں کا مقصد ایک تھا اور آپ دونوں نے مجھ سے بنو نضیر کی اس زمین (میں تصرف کرنے) کا سوال کیا تھا تو میں نے کہا اگر آپ دونوں چاہتے ہیں تو میں بنو نضیر کی یہ زمین آپ کے حوالہ کر دیتا ہوں اس شرط پر کہ آپ دونوں اللہ پاک کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ آپ بنو نضیر کی اس زمین میں اسی طرح تصرف کریں گے جس طرح رسول اللہ ﷺ اس زمین میں تصرف فرمایا کرتے تھے پس اس شرط پر آپ دونوں نے یہ زمین تصرف کرنے کیلئے لے لی..... پھر آپ دونوں آج میرے پاس آئیں ہیں تاکہ میں اس پہلے والے فیصلہ کے علاوہ کوئی دوسرا فیصلہ کروں؟ خدا کی قسم! قیامت تک میں اس پہلے فیصلے کے علاوہ آپ دونوں میں کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا اگر آپ دونوں اکٹھے مل کر اس زمین میں تصرف نہیں کر سکتے تو آپ دونوں یہ زمین مجھے واپس لوٹا دیں..... امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس دوسری دفعہ حضرت عباس اور حضرت علی نے حضرت عمر سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس زمین کو ان کے درمیان آدھا آدھا کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیں (تاکہ ہر ایک اپنے اپنے حصہ میں تصرف کرے) یہ دونوں حضرات نبی اکرم ﷺ کے فرمان: لَا تُورِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ سے ناواقف نہیں تھے پس یہ حضرات اپنے خیال میں حق بات ہی کا مطالبہ فرما رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا کہ میں اس زمین پر تقسیم کرنے کا نام نہیں لانا چاہتا میں تو اس زمین کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی طرح بغیر تقسیم ہوئی رکھنا چاہتا ہوں۔

۲۹۶: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُوَّةٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ، بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَكُنَّا بَعَثْنَا عَلِيًّا، وَالْعَبَّاسَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لِيَتَصَيَّحَا فِيمَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمْوَالِ نَبِيِّ النَّبِيِّ قَالَ أَبُو دَاؤُدَ: «أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَّ عَلَيْهِ اسْمُ قَسَمٍ»

زہری نے اس واقعہ میں مالک بن اوس سے اس حدیث میں یہ الفاظ بطور اضافہ کے نقل کیے ہیں کہ حضرت علیؓ اور عباسؓ آپس میں اس زمین کے متعلق جھگڑ رہے تھے جو اللہ پاک نے اپنے رسول کو قبیلہ بنو نضیر کے اموال میں سے بطور مال فقی کے عطا فرمایا تھا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ اس زمین پر تقسیم ہونے کا نام نہ آئے۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۴۸) صحیح البخاری - فروع الخمس (۲۹۲۷) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۰۹) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۰۳) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۴۲) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۷) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (۶۸۷۵) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۷) جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۹) سنن النسائی - قسم الفیہ (۴۱۴۰) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والعلیہ (۲۹۶۳) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۲۵/۱)

شرح الحدیث حضرت عمرؓ کی طویل حدیث اختصام علیؓ وعباسؓ کے بارے میں اور اسکی مفصل

شرح: مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بلانے کیلئے ایک قاصد بھیجا اور تعلق شمس کے وقت میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو اس حال میں پایا کہ ایک تخت جس پر بوریا بچھا ہوا تھا اس پر بیٹھے ہوئے تھے، رمال الحصر کہتے ہیں کھجور کے بوریے کے پھٹوں کو، اس کا حاصل یہ ہے وہ خالص بوریے پر بیٹھے ہوئے تھا اس پر اور کوئی کپڑا وغیرہ بچھا ہوا نہیں تھا، حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میں نے تمہیں اسلئے بلایا ہے کہ تمہاری قوم کے کچھ گھرانے آئے ہوئے ہیں تو میں ان پر تمہارے ذریعہ کچھ تقسیم کرانا چاہتا ہوں میں نے اس سے عذر کرنا چاہا مگر انہوں نے قبول نہیں کیا بلکہ مجھ کو تقسیم کیلئے دے ہی دیا، مصنف کے ترجمہ کے لحاظ سے یہ اتنا مضمون ضمنی اور غیر مقصود ہے، اصل مصنف کے کام کی بات اب شروع ہو رہی ہے۔

فَجَاءَهُ دَرَقًا، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: نَعَمْ: يرفا حضرت عمرؓ کے حاجب کا نام ہے، مالک بن اوس راوی حدیث یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودگی میں حضرت عمرؓ کے دربان نے آکر ان سے عرض کیا اور ان مذکور چاروں صحابہ کے نام لے کر یہ کہا کہ یہ حضرات کھڑے ہیں آنے کی اجازت لے رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے اجازت دیدی اور وہ اندر داخل ہو گئے، تھوڑی ہی دیر کے بعد یرقاد بارہ آئے اور کہا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، يَعْنِي عَبَّاسٌ أَوْ عَلِيٌّ کھڑے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں چنانچہ ان کو بھی اجازت دے دی گئی اور وہ اندر داخل ہو گئے بیٹھتے ہی حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔

حضرت عباسؓ کے علیؓ کے حق میں سخت الفاظ اور اسی کی توجیہ: ابوداؤد کی روایت میں تو صرف بَيِّنٌ هَذَا ہے اور مسلم^① کی روایت میں ہے: بَيِّنِي وَبَيِّنْ هَذَا الْكَذِبَ الْعَاطِي، مراد علیؓ ہیں جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اسی طرح اسی حدیث میں آگے چل کر حضرت عمرؓ کے کلام میں آرہا ہے: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُؤْتِ مَاتَرَ كُنَّا صَدَقَةً»، اس کے بعد ابوداؤد میں تو یہ ہے وَاللَّهِ يَغْلُو إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَاءً، رَأَيْتُ تَابِعَ لِلْحَقِّ، اور مسلم میں اس سے پہلے یہ جملہ ہے جس کو مصنف نے حذف کر دیا فَارَأَيْتُمْ مَا كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، اس کے بارے میں میری ایک کاپی میں اس پر

① مصنف کی ایک عادت شریفہ کمال ادب کی: مصنف کی عادت ہے کہ وہ جب کسی حدیث میں کسی شخص کے بارے میں کوئی سخت وعید یا کوئی سخت لفظ آتا ہے تو مصنف اسکو ابا حذف کر دیتے ہیں اور کبھی اس طرح مجملہ اشارہ بھی کر دیتے ہیں، جیسے کتاب الجنائز میں مصنف نے ایسا کیا چنانچہ باب التعزیه میں ایک حدیث (۲۱۲۳) ہے جس میں یہ ہے ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ دفن میت کے بعد قبرستان سے لوٹ رہے تھے، آپ جب اپنے دروازہ کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے اور دیکھا کہ سامنے سے ایک عورت آرہی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے آپ نے اس کو پہچان لیا تھا۔ جب وہ آپ کے قریب آئیں تو پتہ چلا کہ وہ حضور ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ ہیں، آپ نے ان سے معلوم کیا کہ تم کہاں سے آرہی ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں پڑوس میں جو میت ہو گئی ہے ان کے یہاں گئی تھی تعزیت کیلئے، آپ نے پوچھا کہ تم ان کے ساتھ قبرستان تو نہیں گئی تھی، انہوں نے عرض کیا نہیں معاذ اللہ، تو آپ ﷺ نے فرمایا لَوْ تَلَقَّيْتُمْ مَنَافِقُ الْكُذْبَى، فَذَكَرْتُمْ بِهَا بِلَايَ ذَلِكَ۔ یہاں بھی مصنف نے ایسا ہی کہا، حالانکہ نسائی کی روایت (۱۸۸۰) میں اس طرح ہے فَقَالَ لَهَا: «لَوْ تَلَقَّيْتُمْ مَنَافِقُ الْكُذْبَى عَلَى تَرَاهَا جَدًّا أَيْلًا» کہ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان جاتی تو تو اس وقت تک جنت میں نہ جاسکتی جب تک تیرے باپ کا داراجنت کو نہ دیکھ لیتا۔

اس طرح اشکال و جواب لکھا ہے، مسلم میں ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کے متعلق یہ فرمایا کہ وہ کاذب ہے خائن ہے غادر ہے اسی طرح حضرت عمرؓ کے کلام میں ہے کہ تم دونوں نے ابو بکرؓ کو خائن غادر کاذب سمجھا، اب اس روایت پر اشکال ظاہر ہے کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے بارے میں اس طرح سخت الفاظ اور بدگمانی کرے امام نوویؒ^۱ پر مازری سے نقل کرے ہیں کہ بعض علماء نے تو اس سب کو وہم رواۃ کی طرف منسوب کیا ہے اور اسکو اپنی کتاب سے حذف بھی کر دیا ہے، لیکن اگر تسلیم کیا جائے تو پھر اول کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس علی کے بڑے تھے بمنزلہ باپ کے اور بسا اوقات جب بڑا اپنے کسی چھوٹے کو تنبیہ کرتا ہے تو اس کو بعض ایسی باتیں بھی کہہ جاتا ہے جس کے بارے میں وہ خود بھی جانتا ہے کہ یہ اس میں نہیں ہیں، وذلك علی جهة الادلال، اور یا یہ کہا جائے کہ مطلب یہ ہے کہ اے علی جو کچھ تم کر رہے ہو اگر یہ سب کچھ تم اس صورت میں کرتے کہ تمہارے ذہن میں بھی وہی ہو تا جو میرے ذہن میں ہے اور تمہاری رائے اس مال کے بارے میں وہی ہوتی جو میری ہے اور پھر تم وہ کرتے جواب کر رہے ہو تو یقیناً خائن غادر کاذب ہوتے، اور آگے حضرت عمرؓ کے کلام میں جو آیا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ ہے کہ تم دونوں کا ابو بکر صدیقؓ سے اس طرح سوال کرنا اور اپنے حق کا اس طرح مطالبہ کرنا اور تمہارا ان پر غنا ہونا اس سب کا مقتضی تو یہ ہے کہ گویا وہ تمہارے نزدیک ایسے اور ویسے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ہکذا فی البذل والجل المفہم)۔

فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اس پر ان حاضرین میں سے جن کا اوپر ذکر آچکا بعض نے کہا ہاں امیر المؤمنین ضرور فیصلہ فرما دیجئے۔ قَالَ مَالِكُ بْنُ أَدِيسٍ رَحِمَهُ اللَّهُ۔ جب ان حاضرین نے ان دونوں کی تائید کی تو اس پر مالک بن ادیس کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس جماعت کو ان ذہن نے اپنے آنے سے پہلے دربار عمری میں بھیجا تھا۔ (بطور سفارش)، فَقَالَ عُمَرُ: أَتَيْدَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الزَّهْطُ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، اب حضرت عمرؓ فیصلہ کیلئے تیار ہو کر حاضرین کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان دونوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو جلدی نہ کرو اطمینان رکھو، اور اس جماعت کی طرف خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے اس اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جسکے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی حیات میں یہ فرمایا تھا لَا تُورَثُ مَا تَرَكَ كُنَّا صِدْقَةً کہ ہمارا (انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے، اس پر ان سب نے اس کی تصدیق کی، پھر امیر المؤمنین، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر حضور ﷺ کی حدیث کے بارے میں یہی سوال کیا، فَقَالَا: نَعَمْ، انہوں نے بھی اس حدیث کے جاننے کا اعتراف کیا۔

قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت عمرؓ کی جانب سے یہ بیان ہے اس چیز کا جس کو حضور ﷺ

صدقہ کر کے چھوڑ گئے، اور اس موقع پر انہوں نے اموال بنو نضیر کا ذکر فرمایا ①۔

قَوْلُهُمَا اَسْتَأْذَنُ بِهَا عَلَيْكُمْ، وَلَا اخَذَهَا دُونَكُمْ: یعنی آپ ﷺ نے اس ارض بنو نضیر کے ساتھ نہ تو تمہارے علاوہ کسی اور کو ترجیح دی اور نہ تمہیں چھوڑ کر سارا خود لیا، بلکہ یہ کیا جو آگے روایت میں مذکور ہے: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ ② مِنْهَا نَفَقَةً سَنَةً اِخْلَافَ اِيَّانِ اس مال میں سے اپنا اور اپنی ازواج کا ایک سال کا نفقہ لیتے تھے، وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ اُسُوَّةَ النَّالِ، اور اس نفقہ کے علاوہ باقی سب کو مال غنیمت کے برابر قرار دیتے تھے، یعنی خمس غنیمت کے برابر، باعتبار صرف کے کہ جس طرح خمس غنیمت کو کرایع اور سلاح اور مصالح مسلمان میں صرف فرماتے۔ اسی طرح اس مال فنی کو صرف فرماتے۔

لَمَّا أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرَّهْطِ..... لَمَّا أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: یعنی حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کے طرز عمل کو بیان کرنے کے بعد اولاً صحابہ کرام کی جماعت سے، ثانیاً ان دونوں سے اپنے اس بیان کی تصدیق طلب کی ان سب نے آپ کی تصدیق اور تائید کی کہ ہاں واقعی حضور ﷺ کا طرز عمل اس مال فنی کے ساتھ یہی تھا، فَلَمَّا ثَوَّقِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اب حضرت عمرؓ یہاں سے ان دونوں حضرات پر حجت قائم فرما رہے ہیں کہ دیکھو تم اس سب کے جاننے کے باوجود خلیفہ اول کے پاس میراث طلب کرنے کیلئے آئے، عباسؓ اپنی میراث (عصبہ ہونے کی وجہ سے) اور حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کی میراث، اس پر انہوں نے حضور ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث لا تَوْرَثُ مَا تَرَكَنا صَدَقَةً، تم کو یاد دلائی، وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ، رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، یہاں پر اس کا مقابل مخدوف ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں پہلے آچکا، فَوَلَّيْهَا أَبُو بَكْرٍ پس اس ارض بنو نضیر کے ابو بکرؓ ہی متولی رہے یعنی انہوں نے وہ زمین تم کو نہ بطریق میراث دی اور نہ بطریق تولیت، فَلَمَّا ثَوَّقِي أَبُو بَكْرٍ پھر جب ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی اور میں انکی جگہ آیا اور کچھ زمانہ میری خلافت کا گذر گیا پس اس وقت تم اور یہ دونوں میرے پاس آئے تھے، اس وقت تم دونوں باہم متفق تھے اور آکر مجھ سے اس زمین کا سوال کیا یہاں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سوال اور مطالبہ کس لحاظ سے تھا، آیا بطور میراث کے یا بطریق تولیت؟ مگر آگے حضرت عمرؓ کے کلام میں بطریق تولیت کی تصریح آرہی ہے، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمْ أَنْ أَذْنَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ أَنْ تَلِيَّاهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيَّهَا، یعنی میں نے تم سے اس وقت یہ کہا تھا کہ اگر تم چاہو کہ میں تم کو وہ زمین اس عہد کے ساتھ دوں کہ تم اسکی ولایت اور انتظام اسی طرح کرو جس طرح حضور ﷺ فرماتے تھے تو دے سکنا ہوں، چنانچہ تم نے وہ زمین

① حضرت عمرؓ کے اس کلام سے مستفاد ہو رہا ہے کہ آیت کریمہ وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ اِخْلَافَ اِيَّانِ میں ارض بنو نضیر جو مال فنی تھا اس کا ذکر ہے، اس پر ایک اشکال بھی ہے جو آگے آئے گا۔

② اُی اِذْ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ هَذَا الْفَنَى وَهُوَ مِلْكٌ بَنِي النَّضِيرِ مِلْكًا لِنَفْسِهِ خَاصَّةً بَلْ بَعْدَ اخْذِهِ حَسَبِ الْحَاجَةِ بِصَرْفِهِ فِي مَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ.

مجھ سے اس عہد پر لے لی تھی یعنی مشترک تولیت پر بلا تقسیم کے، ثُمَّ جِئْتُمَا بِي لَا تَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، یعنی پھر اب دوسری مرتبہ میرے پاس آئے ہوتا کہ پہلے فیصلہ کے خلاف اب فیصلہ کروں، یعنی بجائے مشترک تولیت کے ہر ایک کی تولیت الگ الگ ہو جائے، وَاللّٰهُ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ، یعنی بخدا پہلے فیصلہ کے خلاف میں اب کوئی فیصلہ نہیں کروں گا قیامت تک، پھر اگر تم اس طرح تولیت کرنے سے عاجز ہو تو پھر اس زمین کو میری طرف لوٹا دو۔

آگے روایت میں ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَرَادَ أَنْ لَا يُوقَعَ عَلَيْهِ اسْمُ قَسْمٍ»، مصنف فرما رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا منشاء یہ تھا کہ یہاں پر تقسیم کا نام بھی نہ آئے یعنی خواہ وہ بطریق تولیت ہی کیوں نہ ہو، تاکہ تطاول زمان کے بعد اور بات پرانی ہو جانے کے بعد لوگ یوں سمجھنے لگیں کہ یہ میراث کا مال ہے خصوصاً جب کہ میراث کی تقسیم بین البنات والعلم ہے بھی نصف نصف۔

طلب میراث کے سلسلہ میں بعض اشکال و جواب: جاننا چاہیے کہ اس مقام کی توضیح و تنقیح میں ایک دو سوال ہیں، اول یہ کہ ان دونوں حضرات نے حضور ﷺ کی حدیث کے ہوتے ہوئے صدیق اکبرؓ سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟ جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے ان دونوں کے علم میں یہ حدیث نہ آئی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سننے کے باوجود ذہول ہو گیا ہو، لیکن جب صدیق اکبرؓ نے ان دونوں کو یہ حدیث سنائی تو ان کو تنبیہ ہو گیا اور پھر خاموش ہو گئے، پھر اب دوسرا اشکال یہ ہو گا کہ جب حدیث مستحضر ہو گئی تھی تو عمر فاروقؓ سے ان کی خلافت کے زمانہ میں دوبارہ کیوں مطالبہ کیا؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے ان حضرات کا مطالبہ میراث کا نہیں تھا بلکہ تولیت کا تھا اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ اگر ان کا مطالبہ میراث کا ہوتا تو حضرت علیؓ کم از کم اپنی خلافت کے زمانہ میں تو اس پر قادر تھے کہ اس کو میراث قرار دیکر تقسیم فرما دیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ بعض دوسرے مسائل میں جن میں رائے کا اختلاف تھا ان میں حضرت علیؓ اپنی رائے پر قائم رہے جیسے متعہ الحج کے مسئلہ میں کہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ وغیرہ اس کو منع فرماتے تھے لیکن حضرت علیؓ کی رائے جواز کی تھی وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے پر قائم رہے اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی اس میں انہوں نے پرواہ نہیں کی، لہذا کوئی اشکال کی بات نہیں، اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت عمرؓ کے پاس طلب میراث ہی کے لئے آئے تھے تو اس کا منشاء حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ لکھا ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کے ذہن میں اس حدیث (لَا تُورَثُ مَا تَرَ كُنَّا صَدَقَةً) کا محمل عام نہ تھا بلکہ وہ اس حدیث کو صرف منقولات پر محمول کرتے تھے ان کے نزدیک غیر منقولات یعنی اراضی اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہ تھیں، اسی لئے یہ دونوں حضرات اس توقع پر کہ ممکن ہے عمر فاروقؓ کو ہماری اس رائے سے اتفاق ہو جائے کہ یہ حدیث عام نہیں بلکہ خاص ہے

① کذا قال الشراح لیکن حدیث الباب میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کے سوال پر ان دونوں حضرات نے بلکہ تمام ہی حاضرین نے اس حدیث کے علم میں ہونے کا اعتراف کیا لا اذنی الجواب ما سنا فی من تقریر الشیخ المجدوی ۲۱۔

ان کے پاس طلب میراث کیلئے آئے لیکن عمر فاروقؓ کو بھی ان کی اس رائے سے اتفاق نہ ہوا^①۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مطولاً ومختصراً، قاله المنذري۔

٢٩٦٥ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْمُعْزَى، أَنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَّادِ، عَنْ عَمْرِو، قَالَ: "كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ، مِمَّا لَمْ يُوجِبِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ خَيْلٌ، وَلَا كَابٌ، كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا، يُفْقَى عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ - قَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ: يُفْقَى عَلَى أَهْلِهِ - قُوتٌ سَنَةً، فَمَا بَقِيَ جَعَلَ فِي الْكُرَاعِ، وَعُدَّةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ" قَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ: فِي الْكُرَاعِ وَالسَّلَاحِ.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ قبیلہ بنو نضیر کے اموال اللہ پاک نے اپنے رسول کو مال فنی بنا کر عطا فرمائے تھے اسکے حصول کیلئے مسلمانوں نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے پس یہ زمین رسول اللہ ﷺ کیلئے خاص تھی آپ ﷺ اپنے اہل خانہ کا ایک سال کا نفقہ اس میں سے استعمال فرماتے پھر جو بیچ رہتا وہ گھوڑوں کے خریدنے اور جہاد کی تیاری میں آپ استعمال فرماتے احمد بن عبدہ استاد نے فرمایا کہ باقیہ مال گھوڑے اور اسلحہ خریدنے میں آپ استعمال فرماتے۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (٢٧٤٨) صحیح البخاری - فرض الخمس (٢٩٢٧) صحیح البخاری - المغازی (٣٨٠٩) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (٤٦٠٣) صحیح البخاری - النفقات (٥٠٤٢) صحیح البخاری - الفرائض (٦٣٤٧) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٨٧٥) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (١٧٥٧) جامع الترمذی - الجہاد (١٧١٩) سنن النسائی - قسم الفیء (٤١٤٠) سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والفتی (٢٩٦٥) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٢٥/١).

شرح الحديث: حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ ارض بنو نضیر اور اموال بنو نضیر اس آیت کریمہ کا مصداق ہیں وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا كَابٍ^②، یعنی ارض بنو نضیر ایسی ہے کہ جس کو حاصل کرنے اور فتح کرنے میں مسلمانوں کو ایجاب خیل و رکاب کی نوبت نہیں آئی لہذا یہ مال فنی ہو جو حضور ﷺ کیلئے خالص تھا جس میں سے آپ ﷺ اپنی ازواج پر انفاق فرماتے تھے، سالانہ قوت کا، اور پھر جو باقی بچتا تھا اس کو کراع یعنی خیل جہاد اور جہاد کی دوسری تیاریوں میں صرف فرماتے تھے۔

ارض بنی نضیر کے مال فنی ہونے میں اختلاف: جاننا چاہیے کہ اموال بنو نضیر کے فنی ہونے میں کتب تفسیر وغیرہ میں اشکال کیا گیا ہے وہ یہ کہ ارض بنو نضیر کو فتح کرنے کیلئے قتل و قتال اور محاصرہ وغیرہ سب چیزوں کی نوبت آئی ہے اسی پر ان لوگوں نے مصالحت علی الجلاء کی، لہذا یہ اموال تو غنیمت کے قبیل سے ہوئے نہ کہ مال فنی، اسی لئے بعض مفسرین کی تورائے

① الکوکب الدہری علی جامع الترمذی - ج ٢ ص ٤٢٣

② اور جو مال کو لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے سوتم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ (سورۃ الحشر ٦)

یہ ہے کہ مذکور بالا آیت کا نزول ارض بنو نضیر کے بارے میں نہیں ہے اسلئے کہ وہاں تو ایجاب خیل درکاب ہوا ہے بلکہ اس کا مصداق ارض فدک ہے وہاں ان چیزوں کی واقعی نوبت نہیں آئی، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کا مصداق ارض بنو نضیر ہی ہے اس لئے کہ وہاں کچھ زیادہ دوڑ دھوپ اور قتل و قتال کی نوبت نہیں آئی، اور نہ کوئی خاص مسافت طے کرنے کی ضرورت پیش آئی، کیونکہ یہ لوگ مدینہ سے صرف دو میل پر آباد تھے صحابہ کرام وہاں پیدل ہی پہنچ گئے تھے بغیر ساریوں کے، اور آپ کے علاوہ کوئی سوار نہیں تھا اس لئے اس کو ان اموال سے قرار دیا گیا جو بغیر قتال کے حاصل ہوتے ہوں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: {وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ} قَالَ الزُّهْرِيُّ: قَالَ عُمَرُ: هَذِهِ لِلرَّسُولِ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةٌ قُرَى عَرَبِيَّةٌ، فَكَذَا وَكَذَا {وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ}، وَلِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ، وَأَمْوَالُهُمْ، {وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ}، {وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ}، فَاسْتَوْعَبَتْ هَذِهِ الْآيَةُ النَّاسَ فَلَمْ يَبْقَ أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا لَهُ فِيهَا حَقٌّ - قَالَ أَيُّوبُ: أَوْ قَالَ: إِلَّا بَعْضٌ مَنْ تَمْلِكُونَ مِنْ أَرْقَائِكُمْ."

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ الخ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت میں جس مال فسی کا ذکر ہے یعنی عربینہ کی بستیاں، باغ فدک وغیرہ یہ سارے اموال رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک کیلئے مختص تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے دوسری آیت کی تلاوت فرمائی: {وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ}،

چنانچہ اس کے موافق ایک حدیث آگے قریب ہی میں آرہی ہے ۱۲۔

یہ لفظ ہمارے ہندی نسخے میں اسی طرح ہے عربینہ بالنون بعد الباء التحاقیۃ تصغیر عربینہ اور نسخۃ عون المعبود میں بھی اسی طرح ہے، اور شارح نے اس کو اسی طرح ضبط بھی کیا ہے اور پھر آگے لکھا ہے موضع بہ قری کا نہ بنو اسی الشام، یعنی کوئی علاقہ ہے جس میں متعدد گاؤں ہیں، شاید اطراف شام میں اہ اور ابو داؤد کے اکثر معری نسخوں میں "قری عربیہ" ہے اور صرف ایک نسخہ میں وہاں کے عربینہ ہے، شیخ محمد عوامہ نے اس اختلاف کو خوب بسط سے لکھا ہے، دو لکھتے ہیں کہ نسائی سنن کبریٰ و صغریٰ ان دونوں میں بھی "عربیہ" ہی ہے، اور بھی بہت سی کتب تفسیر وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں جن میں سے بعض میں "عربینہ" ہے اور بعض میں "عربیہ" اور ان قری کے اسامیہ نقل کئے ہیں "الصغراء" والنبوع ووادى القری "اھ لھما۔ ہمارے پاس جو نسائی کا نسخہ ہے اس میں جیسا کہ شیخ عوامہ نے لکھا "قری عربیہ" ہی ہے اور اس کے حاشیہ پر نسخہ کی علامت بنا کر "عربینہ" لکھا ہے۔ ۱۲۔

جو مال لوٹا یا اللہ نے اپنے رسول پر بستیوں والوں سے سوا اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قربت والے کو اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافر کے (سورۃ

وَالْفُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ} . {وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ} .
{وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ} (حضرت عمرؓ نے ان آیات کی تلاوت کی جس میں مال فنی کا مصرف اللہ پاک، اس کا رسول
ﷺ، نبی کے رشتہ دار، یتیم، مساکین، مسافر ذکر کئے گئے پھر اس ہی مال کا مصرف اگلی آیت میں فقراء مہاجرین کو بتلایا گیا
اور پھر اس مال فنی کا مصرف اسکے بعد والی آیت میں انصار مدینہ کو قرار دیا گیا اور سب سے آخری آیت میں مال فنی کا
مصرف تمام مسلمانوں کو قرار دیا گیا)۔ تو اس آخری آیت میں مال فنی کا مصرف تمام مسلمانوں کو قرار دیا ہے لہذا مسلمانوں
میں سے ہر ایک مسلمان کا مال فنی میں حق اور حصہ ہے۔ ایوب یازہری راوی نے لفظ ”حَقُّ“ کی جگہ ”حِظُّ“ ذکر کیا لیکن
تمہارے غلاموں کا اس مال فنی میں کوئی حصہ نہیں ہے (یہ حضرت عمرؓ کی بات پوری ہوئی)۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۴۸) صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۲۷) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۰۹)
صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۰۳) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۴۳) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۷) صحیح
البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (۶۸۷۵) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۷) جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۹) سنن
النسائی - قسم الفیء (۴۱۴۰) سنن أبي داود - الحج والإمامة والفتنة (۲۹۶۶) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۲۵/۱)

حضرت عمرؓ نے یہاں پر دو آیتیں ذکر فرمائیں آیت اولیٰ کی ابتداء وَمَا آفَاءَ اللَّهِ سے ہے حرف عطف کے ساتھ
اور دوسری آیت کی ابتداء وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ سے ہے بغیر حرف عطف کے اور اس دوسری آیت میں بجائے مِنْهُمْ کے
مِنْ أَهْلِ الْقُرَى ہے، حضرت عمرؓ پہلی آیت کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اس آیت میں اس مال فنی کا ذکر ہے جو خالص حضور
ﷺ کے لئے تھا اور اس کا مصداق انہوں نے ان مقامات کو بیان کیا قرنی عربینہ اور فدک، اور ان کے علاوہ اموال کی طرف
اشارہ کیا کذا او کذا سے یہ اشارہ اموال بنی نضیر کی طرف ہے جیسا کہ اس سے اوپر والی حدیث میں مذکور ہے اور حضرت عمرؓ ہی سے
مردی ہے، اور دوسرے کذا سے نصف خیبر کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جس کو آپ ﷺ نے تقسیم نہیں فرمایا تھا اس بناء پر کہ وہ
صلح فتح ہوا تھا علی ماقبل؟ (اس کے بعد حضرت عمرؓ دوسری آیت کے بارے میں فرما رہے ہیں جس کے اندر رسول کا ذکر ہے اور
ذی القریٰ، یتامی اور مساکین اور ابن السبیل اور فقراء مہاجرین اور انصار اور ان سب کے بعد میں آنے والوں کا) کہ اس آیت
نے تمام مسلمانوں کا استیعاب اور احاطہ کر لیا، اور اب مسلمانوں میں کوئی ایسا فرد بشر باقی نہیں رہا جس کا اس مال فنی میں حق نہ ہو
سوائے غلاموں کے۔ (کیونکہ غلام میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ تو خود ہی دوسرے کا مملوک ہوتا ہے) ابوداؤد میں تو یہ
اثر عمرؓ اتنا ہی ہے اور سنن نسائی میں اسکے بعد یہ زیادتی ہے: وَلَئِنْ عَشِيتُ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ لَيَأْتِيَنِّي عَلَى كُلِّ مَسْلُومٍ حَقُّهُ، أَوْ قَالَ: حِظُّهُ
حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ اگر میں کچھ اور زندہ رہا تو ان شاء اللہ ہر فرد مسلم کو بالضرور اس کا حق پہنچ کر رہے گا۔

بادی الرأے میں اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیت اولیٰ میں صرف اس مال فنی کا ذکر ہے جو حضور ﷺ کے ساتھ خاص

تھا اور آپ ﷺ کی ملک تھا، اور دوسری آیت میں ان اموال فنی کا ذکر ہے جو حضور ﷺ اور باقی مصارف سب سے مذکورہ فی الآیت کے درمیان مشترک ہیں، حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ جو مال فنی آپ ﷺ کی حیات میں حاصل ہو گا وہ آپ ﷺ ہی کی ملک ہو گا اور اس کی تقسیم آپ کی رائے پر مفوض ہوگی کہ مالکانہ طور پر اس کو جہاں چاہیں اور خصوصاً ان مصارف میں جو آیت میں مذکور ہیں تقسیم فرمادیں، ہر اس مال فنی کا یہی حکم ہے جو آپ ﷺ کی حیات میں حاصل ہو گا، اور کسی مال فنی کے بارے میں یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ فلاں آپ کی ملک خاص ہے اور فلاں آپ اور آپ کے غیر میں مشترک ہے، پھر آیت میں دو قسمیں کر کے کیوں بیان کیا ہے اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پہلی آیت میں ان اموال فنی کا ذکر ہے جو نزول آیت کے وقت حاصل ہو چکے تھے آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان اموال فنی کے علاوہ بھی اس کے حق میں جو حاصل ہوں گے ان کا حکم بھی یہی ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ملک ہیں آپ اپنی صوابدید سے جیسے چاہیں ان مصارف مذکورہ میں مالکانہ تصرف و اختیار کے ساتھ تقسیم فرمائیں۔ (مستفاد من بیان القرآن للشیخ التھانوی)۔

فائدہ: اس حدیث عمرؓ میں قری عرینہ کا ذکر آیا اور بعض نسخوں میں قری عرینہ ہے اسکے بارے میں تفصیل حاشیہ میں دیکھی جائے، یہاں پر ایک لفظ اور ہے وادی القری، وہ بھی ابو داؤد میں چند مقامات پر آیا ہے مثلاً کتاب الجہاد باب فی تعظیم الغلول (برقم ۲۷۱) وفيه قال: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقَرَى الْحِجَ، اسی طرح آئندہ کتاب الحراج ہی میں باب فی اخراج الیہود من جزیرۃ العرب میں (برقم ۳۰۳۳)، اس میں ہے قَالَ مَالِكٌ: «عُمَرُ أَجْلَى أَهْلِ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَبَعَاءَ، لِأَنَّهُمْ لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّهُمْ لَمْ يُجْلَوْا مِنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ، أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ»، بذل میں اس وادی کی شرح وادی القری سے کی ہے، اسی طرح باب احیاء الموات میں ایک طویل حدیث (برقم ۳۰۷۹) کے اخیر میں قُلْنَا أَتَيْنَا وَادِي الْقَرَى، قَالَ لِلْمَرْأَةِ: «كَمْ كَانَ فِي حَدِيقَتِكَ؟» الحدیث، اور ہمارے یہاں حاشیہ پر جو تحقیق مذکور ہے اس میں قری عرینہ کے مصداق میں وادی القری بھی مذکور ہے، وقد ذكرت هذا المزيد فائدة الطلاب۔

۲۹۶۷

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسَى، وَهَذَا، لَفْظُ حَدِيثِهِ كُلُّهُمْ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَدُسٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ثَانٍ، قَالَ: فِيمَا اخْتَجَّ بِهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: "كَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثُ صَفَايَا بَنُو النَّصِيرِ، وَخَيْبَرُ، وَفَدْلُكُ، فَأَمَّا بَنُو النَّصِيرِ فَكَانَتْ حُبْسًا لِنَوَائِيهِ، وَأَمَّا فَدْلُكُ فَكَانَتْ حُبْسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ، وَأَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، جُزْأَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَجُزْأَيْنِ نَفَقَةً لِأَهْلِيهِ، فَمَا قُضِيَ عَنْ نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ قُبَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ."

ترجمہ: مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو دلیل (حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سامنے) پیش کی اس میں یہ دلیل بھی تھی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی خاص زمینیں جو خالصہ آپ کی ملکیت تھیں وہ تین تھیں: ① بنو نضیر کی زمینیں، ② خیبر کا ایک حصہ، ③ باغ فدک..... پس بنو نضیر کی زمینوں کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی ضروریات کیلئے خاص فرماں رکھا تھا اور مقام فدک کے باغات کو رسول اللہ ﷺ نے مسافروں کی ضروریات پورا کرنے کیلئے خاص کر رکھا تھا اور خیبر کی زمین کے رسول اللہ ﷺ تین حصے بنائے تھے دو حصے تو مسلمانوں کیلئے خاص فرمادے تھے اور خیبر کی زمین کا ایک حصہ اپنے اہل خانہ کے نفقہ کیلئے خاص فرمایا تھا پس آپ کے اہل خانہ کے نفقہ سے جو مال بچ رہتا وہ رسول اللہ ﷺ مہاجر فقیروں میں تقسیم فرمادیتے۔

شرح الحدیث: یہ بھی مالک بن اوس کی روایت ہے دراصل باب کے شروع میں منازعت عباس و علیؓ والی طویل روایت جو گزری ہے اس کے راوی بھی مالک بن اوس ہی ہیں اس کے بعد بھی مالک بن اوس ہی کی چند روایتیں گزر چکیں، اب یہ بھی ان ہی کی روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو یہ حدیث متعدد اسانید و طرق سے پہنچی ہے، اور ان روایات میں کمی زیادتی ہے اسی لئے امام ابوداؤد اس روایت کو مختلف طرق سے لارہے ہیں تاکہ وہ جو زیادات ہیں اس میں وہ سامنے آجائیں۔

اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عباسؓ و علیؓ کے باہمی نزاع کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے جو تقریر اور استدلال ان دونوں کے سامنے فرمایا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ کے لئے تین صفایا تھے، فلاں و فلاں، اور پھر ہر ایک کے بارے میں حضور ﷺ کا طرز عمل کہ اس کو کہاں صرف فرماتے تھے، ہر ایک کی تعیین بالتفصیل انہوں نے بیان کی، اور بظاہر غرض حضرت عمرؓ کی اس سب سے یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے ان صفایا و اموال خالصہ میں صرف بقدر ضرورت لیتے تھے، اپنی ضرورت اور ازواج مطہرات کی، باقی سب کو گرائع اور سلاح و مصالح مسلمین میں صرف فرمادیتے تھے، اور آپ ﷺ نے ان چیزوں کو اپنی ملک اور جاگیر نہیں بنایا، یعنی ایسی ملک اور جاگیر جس میں میراث جاری ہو، یہ تو ہوا آپ ﷺ کا طرز عمل اور قول آپ ﷺ نے اس طرح تصریح فرمادی۔ ماترکت بعد نفقة نسائی و مؤنة عاملی فهو صدقة، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۹۶۸ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ: أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ، بِالْمِيرَاثَةِ، وَفَدَاكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ مَحْضٍ خَبِيرٍ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، إِنَّمَا يَأْكُلُ الْإِنْسَانُ مِنْ هَذَا الْمَالِ»، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَالَتِ ابْنِي كَانَتْ عَلَيْهَا، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَا عَمَلَنَ فِيهَا بِمَا عَمَلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنْ يَنْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، مِنْهَا شَيْئًا.

ترجمہ: عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انکو یہ واقعہ بیان کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیغام بھیجا جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اس میراث کا مطالبہ کیا تھا جو اللہ پاک نے اپنے نبی کو مدینہ منورہ میں مال فنی عطا فرمایا تھا اور فدک کی زمین اور خیبر کی زمین کے خمس نکالنے کے بعد باقی مال میں میراث کا مطالبہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے..... محمد ﷺ کے گھر والے اس مال سے کھاتے ہیں..... خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ نے ان صدقہ والی زمینوں میں جس طریقہ پر اپنے زمانہ میں تصرف فرمایا تھا میں اس حالت اور طرز کو تبدیل نہیں کروں گا اور میں رسول اللہ ﷺ کے اس طرز کے مطابق اس پر عمل کرتا رہوں گا پس حضرت ابو بکرؓ نے ان زمینوں میں سے کوئی بھی زمین حضرت فاطمہؓ کو دینے سے انکار فرمادیا۔

۲۹۶۹ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُفَيْمَانَ الْجُمَيْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرَتْ: أَنَّهَا الْحَدِيثُ، قَالَ: وَقَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ حِينَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ، وَقَدْ كُتِبَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ مَخْمِسَ خَيْبَرَ، قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، وَإِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْمَالِ» يَعْنِي مَالِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَزِيدُوا عَلَى الْمَأْكُلِ.

ترجمہ: عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت عائشہؓ نے ان سے یہ واقعہ بیان فرمایا اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت فاطمہ الزہریؓ نبی اکرم ﷺ کی صدقہ کی ہوئی ان زمینوں میں اپنے حصہ کی میراث طلب کر رہی تھیں جو مدینہ پاک میں آپ کی زمینیں تھیں اور فدک کی زمینیں اور خیبر کی زمین کے خمس نکالنے کے بعد والا حصہ..... تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور محمد ﷺ کے گھر والے اس صدقہ کے مال میں سے کھا سکتے ہیں..... یعنی اللہ پاک کے اس عطاء کردہ مال میں سے محمد ﷺ کے اہل خانہ کھا سکتے ہیں ان کیلئے اس مال میں سے کھانے کے علاوہ کسی اور تصرف کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

۲۹۷۰ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي يَتْلُوبَ، حَدَّثَنَا يَتْلُوبُ بْنُ إِدْرِيسَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: قَالَى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهَا ذَلِكَ، وَقَالَ: لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَمَلُ بِهِ إِلَّا تَعَمَلْتُ بِهِ، إِنِّي أَخْشَى أَنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ وَأَنْ

أربع، فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي، وعباس رضي الله عنهما، فقبلته علي عليها، وأما خيبر، وقدك
فأمسكهما عمر، وقال: هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التي تعود، وتوابعه، وأمرهما إلى من ولي
الأمر، قال: فلهما على ذلك إلى اليوم.

ترجمہ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا جس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت
فاطمہ کو میراث دینے سے انکار فرمادیا اور حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ان زمینوں میں تصرف فرمایا کرتے تھے
میں اس طرز عمل کے مطابق مکمل طور پر عمل کرو گا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل میں ذرا
سابھی انحراف کیا تو کہیں میں سیدھے راستے سے نہ بھٹک جاؤں..... مدینہ منورہ کی صدقہ والی زمینیں حضرت عمرؓ نے حضرت
علی اور حضرت عباس کو (تصرف کرنے کی غرض سے) دیدی تھی تو حضرت علی نے حضرت عباس پر ان زمینوں کے معاملات
اور انتظامات میں غلبہ پالیا..... خیبر اور فدک کی زمینوں کو حضرت عمرؓ نے اپنے تصرف میں روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں
زمینیں رسول اللہ ﷺ کے پیش آنے والے حقوق اور آپ کی ضروریات کیلئے ہیں اور مسلمانوں کے خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ
وہ ان زمینوں سے آپ ﷺ کے حقوق کے ضروریات پوری کرے امام زہری کہتے ہیں کہ آج تک یہ زمینیں اسی طرح خلیفہ
المسلمین کے تصرف میں ہیں۔

ترجمہ صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۲۶) صحیح البخاری - المناقب (۳۵۰۸) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۱۰)
صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۶) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۸) سنن النسائي - قسم الفیء (۴۱۴۱) سنن ابی داؤد -
الحراج والإمارة والفتی (۲۹۶۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۷/۱) موطأ مالك - الجامع (۱۸۷۰)

شرح الأحادیث اس روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کی صاحب زادی حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ کے پاس اپنی
میراث طلب کرنے کے لئے کسی قاصد کو بھیجا۔ بظاہر یہ قاصدان کے شوہر علیؓ ہی ہوں گے، جیسا کہ گزشتہ روایت سے معلوم
ہوتا ہے اس مال فنی سے جو آپ ﷺ کا مدینہ میں ہے یعنی ارض بنو نضیر، اور ارض فدک سے اور غنائم خیبر کے خمس سے، یعنی
جس نصف خیبر کو آپ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرمادیا تھا اس مال غنیمت میں جو آپ ﷺ کا حصہ یعنی خمس
الخمس بیٹھتا ہے، اس کی میراث، پھر آگے حدیث میں صدیق اکبرؓ کا جواب مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت
فاطمہؓ کو میراث دینے سے انکار فرمادیا۔

یہ حضرت عائشہؓ کی حدیث بطریق عروہ ہے۔ اس کو مصنف نے آگے بھی دو طریق سے ذکر کیا ہے اس کے ایک طریق میں آگے
یہ آ رہا ہے: فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي، وعباس رضي الله عنهما، فقبلته علي عليها۔

حضرت علی وعباس کے درمیان تولیہ میں اختلاف کا منشا: یعنی مدینہ میں جو آپ ﷺ کی موقوفہ زمین

تھی یعنی ارض بنو نضیر اس کو حضرت عمرؓ نے بطریق تولیت علیؓ اور عباسؓ دونوں کے حوالہ کر دیا لیکن حضرت علیؓ کا اس زمین کی تولیت پر غلبہ رہا یعنی اس کے انتظام و انصرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، گویا حضرت علیؓ پیش قدمی فرماتے تھے اسکے انتظامات میں، میں نے حضرت شیخ سے یہاں سبق میں سنا تھا کہ دراصل حضرت علیؓ کے مزاج میں بہت زیادہ سخاوت اور فیاضی تھی، وہ اس کی آمدنی کو خوب لٹاتے تھے لے بھائی اور لے بھائی ادھر بھی اور ادھر بھی، اور حضرت عباسؓ کے مزاج میں یہ بات تھی نہیں، وہ بہت احتیاط سے خرچ کرنا چاہتے تھے لیکن اس معاملہ میں ان کی چلی نہیں، اس بناء پر ان دونوں میں اختلاف اور نزاع کی نوبت آئی جس کو لیکر وہ فاروق اعظمؓ کے یہاں پہنچے تقسیم تولیت کیلئے، کما سبق مفصلاً فی الحدیث الاول من الباب، آگے روایت میں ہے وَأَمَّا غَبِيَّةٌ، وَفَدَاكَ فَأَمْسَكْهُمَا عَمْرُؤُا یعنی ان دونوں کی تولیت میں صرف ارض بنو نضیر دی گئی اور ارض خیبر و فدک کو حضرت عمرؓ نے اپنے انتظام کے تحت رکھا اور تولیت میں نہیں دیا۔

۲۹۷۱

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، فِي قَوْلِهِ: {فَتَأْ أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ}، قَالَ: صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلُ قَدَاكٍ، وَكُرِيَ قَدْ سَمَّاهَا لَا أَحْفَظُهَا، وَهُوَ مُحَاصِرُ قَوْمًا آخَرِينَ، فَأَمْرُ سُلَاطِنِهِ بِالْصُّلْحِ، قَالَ: {فَتَأْ أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ}، يَقُولُ: يَغْنَمُ قِتَالٍ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَتْ «بَنُو النَّضِيرِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِصًا لَمْ يَفْتَحُوهَا غَنَوةً، اِفْتَحُوهَا عَلَى صُلْحٍ، فَقَسَمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ، لَمْ يُعْطِ الْأَنْصَارُ مِنْهَا شَيْئًا، إِلَّا رَجُلَيْنِ كَانَتْ بِهِمَا حَاجَةٌ».

زہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فَتَأْ أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ کی تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک اور کچھ دیگر بستیوں والوں کے ساتھ صلح فرمائی..... میرے استاد نے ان بستیوں کا نام بتایا تھا جو نام مجھے یاد نہیں رہے..... اس وقت رسول اللہ ﷺ ایک دوسری قوم (خیبر والوں) کا محاصرہ فرمائے ہوئے تھے تو اس محاصرہ کے دوران فدک اور دیگر بستیوں والوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس زمین کے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے یعنی بغیر جنگ لڑے یہ زمینیں تم لوگوں کو حاصل ہو گئیں زہری کہتے ہیں کہ بنو نضیر کی یہ زمینیں خالص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مختص تھیں مسلمانوں نے زور زبردستی اور جنگ کے ذریعے ان زمینوں کو حاصل نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں نے ان زمینوں کو صلح کے ذریعے فتح کیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے یہ زمینیں مہاجرین میں تقسیم فرمادیں تھیں انصار مدینہ کو ان زمینوں میں سے کچھ حصہ بھی عطا نہیں فرمایا سوائے انصار کے دوسروں کے جن کو ان کی ضرورت کے پیش نظر حضور ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔

قری سے مراد وہی قری عربینہ ہے، راوی کہہ رہا ہے کہ ان قری کے نام مجھے محفوظ نہیں رہے۔

شرح الحدیث

روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اہل فدک سے مصالحت ایسے وقت میں فرمائی جب کہ آپ ﷺ ایک دوسری قوم

یعنی اہل خیبر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، تو اسی دوران اہل فدک نے آپ ﷺ کے پاس صلح کا پیام بھیجا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس صلح کو قبول فرمایا، یعنی جس وقت آپ ﷺ جنگ خیبر میں مشغول تھے اور ابھی تک فدک کی طرف آپ ﷺ نے رخ بھی نہیں فرمایا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پر ایسی ہیبت اور رعب طاری فرمایا کہ انہوں نے از خود مصالحت کی پیش کش کی اور گھبرا کر وہیں سے اس کام کے لئے ایک آدمی بھیجا، اسی لئے ارض فدک کو مال فئی کہا جاتا ہے۔ قال: { فَمَا أَوْجَلْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ }، بَنُكُولٍ: بِغَيْرِ قِتَالٍ۔

سورہ حشر کی آیت کا نزول ارض فدک کے بارے میں: اس اثر زہری کے سیاق سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ آیت کریمہ فدک کے بارے میں ہے نہ کہ ارض بنو نضیر کے۔ چنانچہ بعض مفسرین کی رائے یہی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ بنو نضیر کو فتح کرنے میں تو قتال کی نوبت آئی تھی وقد تقدم الكلام عليه قبل ذلك، لیکن اسکے بعد امام زہری ارض بنو نضیر کے بارے میں بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ اس کو بھی صلحا ہی فتح کیا گیا تھا اب ان دونوں باتوں کے ملانے سے یہ نکلا کہ آیت کا نزول تو فدک ہی کے بارے میں ہوا لیکن حال بنو نضیر کا بھی یہی ہے۔

آگے اموال بنو نضیر کے بارے میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اسکو مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمایا، انصار کو اس میں سے آپ نے کچھ نہیں عطا فرمایا سوائے دو شخصوں کے جو حاجت مند تھے، اس کے بارے میں یہاں پر بذل میں یہ لکھا ہے لم أوقف علی تسميتهما^①، لیکن آگے باب فی بنی نضیر میں ان انصار کا تسمیہ بذل میں حضرت نے تفسیر کبیر سے نقل فرمایا ہے اور وہاں تین نام مذکور ہیں: أبو دجانة، سهل بن حنيف، الحارث بن الصمة^②۔

٢٩٧٢ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، قَالَ: جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَنِي مُرْزَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَتْ لَهُ فِدْكَ، فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيُعَوِّدُ مِنْهَا عَلَى صُغَيْرِ بَنِي هَاشِمٍ، وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَتَمَّهُمْ، وَإِنْ فَاطِمَةُ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى». فَكَانَتْ كَذَلِكَ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلَّى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَيَاتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، فَلَمَّا أَنْ وَلَّى عُمَرُ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ، ثُمَّ أَقْطَعَهَا مُرْزَانٌ، ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ عُمَرُ يَعْني ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، لَيْسَ لِي بِحَقِّي، وَأَنَا أَشْهَدُ كُمْ أَنِّي قَدْ رَدَدْتُهَا عَلَى مَا كَانَتْ يَعْني عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلَّى عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتْهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتَوَلَّى وَغَلَّتْهُ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقَلَّ»۔

① بذل المجهود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۷۰

② مفاتیح الغیب أو التفسیر الکبیر - ج ۲۹ ص ۵۰۶، بذل المجهود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۳۳۲

ترجمہ: مغیرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے بنو مروان کو اس وقت جمع فرمایا جب انکو خلیفہ بنایا گیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے یہ فدک کی زمین خاص تھی حضور ﷺ اس زمین سے خرچہ فرماتے تھے اور اس زمین کی پیداوار سے بنو ہاشم قبیلہ کے چھوٹے بچوں میں خرچ فرما کر ان کو فائدہ پہنچاتے اور اس زمین کی آمدنی سے بنو ہاشم کی بیواؤں کی شادی کرتے اور حضرت فاطمہؓ نے حضور ﷺ سے یہ طلب کیا تھا کہ آپ فدک کی زمین حضرت فاطمہؓ کی دیدیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ زمین عطا نہیں فرمائی پس حضور ﷺ کی حیات میں یہ فدک کی زمین حضور ﷺ کے تصرف میں رہی یہاں تک کہ حضور ﷺ وفات پا گئے جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے بھی اس فدک کی زمین میں بھی اپنی وفات تک رسول اللہ ﷺ کے طرز حیات کے مطابق عمل کیا پھر جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ کے طرز حیات کے مطابق اپنی وفات تک عمل کیا پھر مروان نے فدک کی زمین اپنے لئے بطور جاگیر رکھ لی پھر یہ زمین عمر بن عبد العزیزؓ کیلئے ہو گئی..... عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ میں غور کیا کہ جو زمین رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ الزہریؓ کو عطا نہیں فرمائی تھیں پس بیشک میرے لئے اس میں کوئی حق نہیں بنکا اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ زمین رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جس طرح اکیس تصرف ہوتا تھا میں اس فدک کی زمین کو اسی سابقہ طرز کی طرف لوٹا رہا ہوں۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؓ جس وقت خلیفہ بنائے گئے تو ان کی زمینوں کا غلہ چالیس ہزار دینار کی مالیت کا تھا اور جب حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کی زمینوں کا سالانہ غلہ چار سو دینار رہ گیا تھا اگر عمر بن عبد العزیزؓ مزید زندہ رہتے تو یہ سالانہ غلہ اور کم ہو جاتا۔

شرح الحدیث: حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا کمال انصاف: مضمون روایت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ بن مروان بن الحکم جب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کیا اور ایک تقریر فرمائی جس میں یہ بیان کیا کہ یہ ارض فدک حضور ﷺ کے لئے تھی جس کی آمدنی آپ بنو ہاشم کے بچوں پر خرچ فرماتے تھے، اور بیواؤں کی شادی میں اور آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ نے اس فدک کو آپ ﷺ سے مانگا تھا آپ نے انکار فرمادیا تھا، غرض یہ کہ آپ اپنی حیات میں اسکو اسی طرح خرچ فرماتے رہے پھر آپ کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی اس میں وہی طرز عمل رکھا جو حضور ﷺ کا تھا اور اس کے بعد پھر اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی پھر جب ہمارے جد امجد خلیفہ بنے یعنی مروان تو انہوں نے اس پر قبضہ مالکانہ کر لیا ①۔ پھر اب شدہ شدہ وہ منتقل ہو کر عمر بن عبد العزیزؓ کے لئے ہو گیا، اس پر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سوچا

① خطابی کی شرح معالم السنن (ج ۳ ص ۲۰) میں ہے: إمامنا أقطعها مروان بن الحکم حیاة عثمان بن عفان یعنی مروان نے فدک کا اقطاع اپنے لئے حضرت عثمان کی حیات میں کیا تھا اور یہ من جملہ ان اعتراضات کے ہے جو ان پر کئے گئے ہیں۔ پھر آگے انہوں نے اس کی حضرت عثمان کی جانب سے تاویل و توجیہ کی بھی

کہ جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو نہیں دیا تو میں اس کا حقدار کیسے ہو سکتا ہوں، اور دیکھو! میں تم سب کو گواہ بنا رہا ہوں کہ میں اس باغ فدک کو اسکی سابق حالت پر لوٹا رہا ہوں جو آپ ﷺ کے زمانہ میں تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کا عدل و انصاف زہد و تورع خشیت و انابت الی اللہ ضرب المثل ہے جس کے واقعات کتب تاریخ میں معروف ہیں، خاص ان کی سیرت پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، ابن عبد الحکم جو امام مالکؒ کے پلا واسطہ شاگرد ہیں انہوں نے بھی ان کی سوانح عمری لکھی ہے جو اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوتی رہتی ہے^①۔ اسی طرح ابن الجوزی نے بھی مناقب عمر بن عبد العزیز لکھی ہے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے ان کے محاسن کا ذکر اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ خیر ہی خیر ہے^②۔

ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہاں ایک عبارت ہے جو بذیل المجہود^③ کے حاشیہ پر علامت نسخہ بنا کر لکھی ہے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَلِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْخِلَافَةَ، وَغَلَّتْهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ دِينَارٍ، وَتَوَلَّى وَغَلَّتْهُ أَرْبَعُ مِائَةِ دِينَارٍ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ أَقْلٌ»، یعنی عمر بن عبد العزیز کی ذاتی سالانہ آمدنی خلافت سے قبل چالیس ہزار^④ دینار تھی، اور خلیفہ بننے کے بعد وہ آمدنی گھٹتے گھٹتے چار سو دینار پر اتار آئی تھی، اور اگر کچھ اور زندہ رہتے تو اس سے بھی کم رہ جاتی۔

۲۹۷۳ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمْعٍ، عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ، قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، تَطْلُبُ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَطْعَمَ نَبِيًّا طَعْمَةً، فَهُوَ لِلَّذِي يَقُومُ مِنْ بَعْدِهِ»۔
ابو الطفیل کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ، حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنے والد نبی اکرم ﷺ سے ملنے والی میراث کا

لئے ہے وہ یہ کہ اس کا منشا ہو سکتا ہے حضور ﷺ کی یہ حدیث (سنن أبي داود برقمہ ۲۹۷۳) ہو جو ان کو پہنچا اٹھنے لگا طعمۃ فی الذی يقوم من بعدہ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کوئی خاص مال عطا فرمائیں تو وہ اس نبی کے بعد اس کیلئے ہے جو ان کے قائم مقام ہے، اور چونکہ حضور ﷺ ارض فدک سے اپنے لوہے بھی خرچ فرماتے تھے اور اپنی عیال کیلئے سالانہ قوت بھی اس سے لیتے تھے اور باقی کو آپ ﷺ مصرف فی میں صرف فرما دیتے تھے، اب جب حضور ﷺ کے بعد خلافت اور قائم مقامی کی نوبت حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو اس ارض فدک میں ان کا بھی استحقاق ہو اور اس میں سے اپنے لوہے خرچ کر سکتے تھے لیکن وہ چونکہ اپنے ذاتی تول کی وجہ سے اس سے مستغنی تھے اس لئے انہوں نے اس کی آمدنی کو اپنے اقرباء کے لئے روا سمجھا۔

① مکتبہ خلیلیہ سہارنپور نے شائع کیا ہے۔

② قال الإمام أحمد: إذا رأيت الرجل يحب عمر بن عبد العزيز ودينه كرمه ودينه فاعلم أن من وراء ذلك خيرا إن شاء الله. (سيرة ومناقب عمر بن عبد العزيز الخليفة الراحل لابن جوي - ص ۷۴)

③ بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۳ ص ۲۷۳

④ عمر بن عبد العزیزؒ مدینہ منورہ کے گورنر ہے اور ان کے والد معمر کے گورنر تھے، اور وہ سری جاوید اویں بھی ہوں گی اس لئے یہ مستبعد نہیں۔

مطالبہ کرنے تشریف لائیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ پاک جب کسی نبی کو کچھ عطا فرماتے ہیں تو وہ زمین اس شخص کے تصرف میں ہو جاتی ہے جو انکے بعد ان کا نائب بنتا ہے۔

شرح الحدیث یعنی حضرت سیدہ فاطمہؓ صدیق اکبرؓ کے پاس آئیں میراث لینے کیلئے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو کسی چیز کا مالک بناتا ہے تو پھر وہ اس کیلئے ہو جاتی ہے جو اس نبی کے بعد اس کا قائم مقام ہو، یعنی باعتبار انتظام و تولیت کے (بذل^۱) اس حدیث میں حضرت فاطمہؓ کے صدیق اکبرؓ سے طلب میراث کا ذکر ہے۔

حضرت فاطمہؓ کی صدیق اکبرؓ سے ناراضگی اور ترک کلام اور اسکی توجیہ: یہاں ابو داؤد کی روایت

میں تو صرف صدیق اکبرؓ کا جواب مذکور ہے، کہ انہوں نے حدیث سنا کر دینے سے انکار فرمادیا، اور اس کے بعد کچھ نہیں، اور صحیح

بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس میں اس کے بعد یہ زیادتی ہے: فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِشَيْءٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُؤْفِقَتْ^۲، یعنی حضرت فاطمہؓ صدیق اکبرؓ کے اس جواب سے ناراض ہو گئیں، اور

صدیق اکبرؓ سے ترک کلام کر لیا آخر حیات تک، حضرت فاطمہؓ کے اس طرز پر ہجران مسلم کا اشکال مشہور ہے کہ ہجران مسلم

حرام ہے، اس پر لامع اور حاشیہ لامع میں حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیلی کلام فرمایا ہے اور پھر اخیر میں حضرت شیخ نے اپنی

راے بھی لکھی ہے، شرح حدیث نے اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے ہیں، بعض شرح نے بنیادی طور پر ہجران مسلم کا

جواب یہ دیا ہے کہ ہجران مسلم جو حرام ہے وہ تو یہ ہے کہ ان یلتقیان فلا یسلم احدهما علی صاحبه، کہ اتفاقاً جب ان دونوں کا

کسی راستہ میں گذر ہو رہا ہو تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اس سے منہ موڑ لے اور سلام و کلام سے اعراض کرے، اور صرف ترک

ملاقات، یعنی قصد ملاقات کیلئے نہ جانا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا یہ ممنوع نہیں، اور یہاں ان دونوں کے درمیان یہ ثابت نہیں کہ کسی

موقع پر یہ دونوں حضرات جمع ہوئے ہوں اور پھر حضرت فاطمہؓ نے صدیق اکبرؓ سے ترک سلام و کلام اور اعراض کیا ہو اور رہا مسئلہ

ترک لقاء کا سو اس کا منشاء غضب اور ناراضگی نہیں ہے بلکہ اس کا منشاء انقباض طبعی ہے، یہ جواب علامہ عینیؒ نے مشہور شارح بخاری

مہلب سے نقل کیا ہے، یہ جواب تو ہو اگر ترک کلام و ہجران کا، رہی بات ان کے غصہ کی جو کہ بخاری کی روایت میں مصرح ہے اس کا

منشأ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ابو بکرؓ کا استدلال صحیح نہیں تھا کیونکہ فاطمہؓ کے نزدیک حدیث موقوف تھی اور وہ اس بارے میں

تخصیص کی قائل تھیں اور ابو بکرؓ قائل بالعموم تھے، عموم و خصوص سے مراد وہی فرق اور عدم فرق بین المنقولات وغیر

المنقولات ہے کما تقدم فی شرح حدیث عمرؓ، اور دوسرا جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے ہجران سے مراد جو

بخاری کی روایت میں ہے: ترک کلام فی المال والمیراث ہے جیسا کہ عمر بن شبہ کی روایت میں ہے بطریق معمر فَلَمْ تُكَلِّمَهُ فِي ذَلِكَ

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۲۷۳

② صحیح البخاری - کتاب الخمس - باب فرض الخمس ۲۹۲۶

الحال، حافظ کہتے ہیں کہ ایسے ہی امام ترمذی نے اپنے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ ترك كلام في الميراث مراد ہے^①، اس جواب پر بعض شرح کو اشکال ہے کہ روایت میں غضبت کی تصریح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترك كلام مطلقاً تھا، لیکن یہ اشکال قوی نہیں اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ غصہ ہی کی وجہ سے تو دوبارہ میراث کا سوال نہیں کیا کہ اچھا! مت دوہم بھی آئندہ کبھی سوال نہیں کریں گے، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ غضب اور ترك كلام وقتی طور پر تھا، بعد میں صلح صفائی ہو گئی تھی، چنانچہ بیہقی نے روایت کیا بطریق شعبی کہ صدیق اکبر حضرت فاطمہ کی عیادت کیلئے ان کے دروازہ پر پہنچے اس پر حضرت علی نے فاطمہ سے کہا ہذا ابو بکر یتأذن علیک، کہ ابو بکر اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں، اس پر وہ بولیں کہ کیا آپ کے نزدیک یہ مناسب ہے کہ میں ان کو اجازت دیدوں، حضرت علی نے اس کا اثبات میں جواب دیا پس حضرت فاطمہ نے اجازت دیدی قد دخل علیہا فتراضا حتی رضیت کہ حضرت ابو بکر نے ان کے پاس جا کر ان کو راضی کر لیا اور منالیا^②، قال الخافظ وهو وإن کان مرسلًا فإسناده إلى الشعبي صحيح وبه يزول الإشكال في جواز تمادي فاطمة عليها السلام على هجر أبي بكر^③، اس سب کے بعد حاشیہ لامع میں شیخ نے اپنی رائے یہ بیان فرمائی ہے کہ اگر مذکورہ بالا توجیہات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت فاطمہ کی ناراضگی اور ترك سلام وکلام میراث ہی کی وجہ سے تھا تب بھی کوئی اشکال نہیں بلکہ یہ حضرت فاطمہ کا تصلب فی الدین ہے اور اپنے حق شرعی کا جو ان کے نزدیک شرعاً واجب و ثابت ہے اس کا مطالبہ تھا اور یہ بات صحابہ کرام کے احوال سے معلوم و معروف ہے کہ وہ امر دین میں بڑے پختہ کار اور مضبوط تھے، اور وہ اس میں لومۃ لائم کی کوئی پروا نہ کرتے تھے، چونکہ حضرت فاطمہ کے ذہن میں یہ بات تھی کہ حدیث اثرت عام نہیں لہذا میراث میں ان کا حق شرعی ثابت ہے اس لئے وہ اپنے حق شرعی کی طلب میں مقصر ہوئیں اور صدیق اکبر کے نہ دینے پر ناراض ہو گئیں، پس ان کی یہ ناراضگی خدا نخواستہ کسی حرص اور طمع و طلب دنیا کے لحاظ سے نہ تھی، ان کا زہد و قناعت اور اعراض عن دنیا تو اظہر من الشمس ہے بلکہ یہ ناراضگی ان کے نزدیک صدیق اکبر کے حق شرعی کے انکار کی بناء پر تھی اھ، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲۹۷۴

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقْتَسِمُوا دِينَارِي دِينَارًا، مَا تَرَ كُنْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي، وَمُؤْنَةُ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "مُؤْنَةُ عَامِلِي: يَعْني أَكْرَةَ الْأَرْضِ".

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے ورثہ دینار تقسیم نہیں کریں گے۔

① فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۶ ص ۲۰۲

② السنن الکبریٰ للبیہقی - کتاب قسم الفیء والغنیمة - باب بیان مصرف أربعة أخماس الفیء الخ ۱۲۷۳۵ (ج ۶ ص ۹۱)

③ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۶ ص ۲۰۲

میں جو کچھ چھوڑ جاؤں تو وہ میرے بیویوں کے نفقہ نکالنے کے بعد اور میرے بعد خلیفہ کے خرچہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٤) صحيح البخاري - فرض الخمس (٢٩٢٩) صحيح البخاري - الفرائض (٦٣٤٨)
صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦٠) صحيح مسلم - الجهاد والسير (١٧٦١) سنن أبي داود - الخراج والإمارات والفقه (٢٩٧٤) مسند
أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٦/٢) موطأ مالك - الجامع (١٨٧١)

مالک بن اوس کی حدیث کا کچھ حصہ ذکر کیا۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۲۷) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۰۶) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۴۳) صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۷) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (۶۸۷۵) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۷) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۴۸) سنن أبی داود - الخراج والإمامة والفتی (۲۹۷۵) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۴۸/۱)

ابو البختری کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی تو مجھے وہ بہت پسند آئی اس لئے میں نے اس سے کہا کہ یہ حدیث مجھ کو لکھ کر لائے، چنانچہ وہ اس حدیث کو لکھ کر لایا بہت عمدہ۔ آگے روایت میں اس حدیث کا بیان ہے یہ وہی اختصام عباس و علی کی حدیث ہے جو ہمارے یہاں باب کے شروع میں مفصلاً گذری، اور پھر بعد میں مختلف روایات میں اس کے قطعات گذر چکے، جس کے راوی مالک بن اوس بن الحد ثانی ہیں، اس روایت میں رجل مبہم سے یہی مراد ہیں۔

۲۹۷۶ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ جُرُودَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أَرْوَاحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُؤْتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا أَنْ يَتَّخِذَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَيَسْأَلُهُ شَمَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لَهْنٌ عَائِشَةَ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُورَثُ مَائِرَتُ مُحَمَّدٍ وَصَدَقَتُهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات نے حضرت عثمان بن عفان کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا کہ حضرت ابو بکرؓ سے رسول اللہ ﷺ کی ان ازواج کو ملے والا آٹھویں حصے کا مطالبہ کریں تو حضرت عائشہ نے ان ازواج مطہرات سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کیا یہ نہیں فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہے۔

شرح الحدیث: اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں باب کے بالکل شروع میں گذر چکا، کہ ازواج مطہرات نے بھی صدیق اکبرؓ سے اپنی میراث طلب کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور پھر حضرت عائشہ کے حدیث یاد دلانے پر اپنا ارادہ انہوں نے ملتوی کر دیا تھا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۹۷۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِسٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هِشْمٍ، عَنْ جُمُودَةَ، حَدَّثَنَا حَاقِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادٍ نَحْوَهُ، قُلْتُ: أَلَا تَتَّقِينَ اللَّهَ؟ أَلَمْ تَسْمَعَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُورَثُ مَائِرَتُ مُحَمَّدٍ وَصَدَقَتُهُ»، وَإِنَّمَا هَذَا الْمَالُ لِرَسُولِ مُحَمَّدٍ لِنَائِبَتِهِمْ وَلِقَبِيلِهِمْ، فَإِذَا أُمْتُ فَهُوَ إِلَى وَلِيِّ الْأُمْرِ مِنْ بَعْدِي؟

ترجمہ: ابن شہاب زہریؒ اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ

① یہاں اختلاف نسع ہے جس کی طرف شیخ عوامہ نے اشارہ فرمایا ہے، لکھتے ہیں: فلهو إلى ولي الأمر بعدى، من ص. وعلى الحاشية: ... الأمر من بعدى. وعليها مزمعاً كذلك في أصل الخطوب، وفي ك. ع. فلهو إلى من ولي الأمر من بعدى. (كتاب السنن - ج ۳ ص ۴۵۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا کہ کیا تم لوگوں کو اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ کیا تم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو مال چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ بیشک یہ مال محمد ﷺ کے اہل خانہ کی ضروریات اور انکے مہمانوں کیلئے ہے جب میری وفات ہو جائے تو میرے بعد میرا نائب اس مال میں تصرف کرنے کا ذمہ دار ہے۔

صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۲۶) صحیح البخاری - المناقب (۳۵۰۸) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۱۰)
صحیح البخاری - الفرائض (۶۳۴۶) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۸) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۴۰) سنن أبی داؤد -
الحجاج والإمامة والفيء (۲۹۷۶) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۷/۱) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۱۴۵/۶)
مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۲۶۲/۶) موطأ مالک - الجامع (۱۸۷۰)

الحمد لله تعالى کہ بَابُ فِي صَفَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَوَائِدُ طَوِيلٌ وَأَمَّا بَابُ تَهَا سَكِي أَحَادِيثُ كِي شَرْحٍ أَوْرَ بَحْثٍ
پوری ہوئی۔

۲۰۔ بَابُ فِي بَيَانِ مَوَاضِعِ قَسْمِ الْخُمْسِ، وَسَهْمِ ذِي الْقُرْبَى

غنیمت کے خمس کے مضارف کا بیان اور جناب نبی اکرم ﷺ کے رشتہ داروں کے حصہ کا بیان
گذشتہ باب اور اس کی احادیث کا تعلق تو مال فنی سے تھا، اس باب کے اندر خمس غنیمت کا حکم اور یہ کہ وہ اب کن کن مضارف میں تقسیم کیا جائے گا بیان کر رہے ہیں۔

تقسیم غنیمت کے بارے میں آیت کریمہ: مال غنیمت کی تقسیم کا طریقہ خود قرآن کریم میں منصوص و مصرح ہے: **وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ**^۱ یعنی اولاً کل مال غنیمت کی تخمیس کی جائے یعنی اس کے برابر برابر پانچ حصے کئے جائیں، اور پھر ایک حصہ کو ان مواقع میں جو اس آیت میں مذکور ہیں ان میں تقسیم کر دیا جائے اور باقی اربعہ اخماس یہ ظاہر ہے کہ مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے، اس آیت میں تقسیم خمس کے چھ مواضع مذکور ہیں، جس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام ہے، اس کے بارے میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو سب کچھ ہی ہے، اللہ تعالیٰ کا نام یہاں تبرکاً مذکور ہے، امام نسائی نے اپنی سنن صغریٰ میں اس پوری آیت کریمہ کو ذکر کرنے کے بعد خود اس کی تشریح اپنے کلام سے فرمائی ہے، کافی مفصل کلام ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے کی یہی وجہ بیان کی ہے، اور ایک بات اور لکھی ہے: **وَلَعَلَّهُ إِنَّمَا اسْتَفْتَحَ الْكَلَامَ فِي الْفِيءِ وَالْخُمْسِ بِذِكْرِ نَفْسِهِ لِأَنَّهَا أَشْرَفُ الْكَسْبِ، وَلَمْ يَنْسِبْ**

۱ اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچوں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قربات داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے (سورۃ الأنفال ۴۱)

الصَّدَقَةُ إِلَى نَفْسِهِ عَزَّ وَجَلَّ لِأَنَّهَا أَوْسَاخُ النَّاسِ ① یعنی اللہ تعالیٰ نے صدقہ کے مصارف جہاں بیان کئے ہیں وہاں شروع میں اپنا نام ذکر نہیں فرمایا بلکہ اس طرح فرمایا: إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفَقَرَاءِ وَ الْمَسْكِينِ وَ الْعَمِلِينَ عَلَيْهَا ② بخلاف غنیمت کے کہ وہ اشرف الکاسب ③ میں سے ہے، اس لئے اس کی ابتداء اپنے نام سے فرمائی، اور صدقات چونکہ اوساخ الناس ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا نام ذکر نہیں فرمایا اور پھر آگے انہوں نے بعض علماء کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ غنیمت میں سے اللہ تعالیٰ کے نام کا بھی نکالا جائے اور پھر اس کو کعبۃ اللہ پر خرچ کر دیا جائے، ابی آخرما ذکر، اس بعض سے مراد ابو العالیہ ہیں۔

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اب اسکے بعد آپ ترجمۃ الباب سے متعلق خلاصہ کے طور پر سمجھئے وہ یہ کہ خمس غنیمت کے بارے میں ائمہ میں سے امام مالک کی رائے یہ ہے کہ اسکی تقسیم علیٰ راہی الإمام ہے جملہ مصارف مذکورہ فی الایہ میں صرف کرنا ضروری نہیں البتہ ذوی القربی کا حصہ ضرور لگایا جائے گا، اور شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ خمس غنیمت کو حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی پانچ جگہ تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ حضور ﷺ کا حصہ بھی نکالا جائے گا جس کو امام المسلمین وہاں صرف کرے جہاں خود حضور ﷺ صرف کرتے تھے، مصالح المسلمین میں، اور باقی چار حصے ان کو دیئے جائیں گے جو آیت میں مذکور ہیں، اور حنفیہ کا مسلک اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا، ایسے ہی سہم ذوی القربی کے بارے میں بھی انکی رائے یہی ہے کہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جاتا تھا، لہذا فقر ذوی القربی کو دیا جائے گا اغنیاء کو نہیں، لہذا باقی تین جو رہ گئے (یتامی، مساکین، ابن السبیل) ان ہی میں اس کو تقسیم کیا جائے گا، اور ان تین کو بھی ان کے نزدیک

① سنن النسائی - کتاب قسّم الفیء ۱۴۷

② صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا، اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں، اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں، اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں (سورۃ التوبہ ۶۰)

③ اشرف الکاسب کی بحث: اس سلسلہ میں امام بخاری نے بھی کتاب البیوع میں ایک باب قائم فرمایا ہے باب کسب الزّجلیّ وعلیہ بیّدہ وَاُخْرَجَ فِیْہِ عَنْ الْمَقْدَامِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ مَا أَكَلْتُ أَحَدًا طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِہِ وَإِنْ نَبِیُّ اللّٰہِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِیْہِ (رقم الحدیث ۱۹۶۶)، وَأَيْضًا أَخْرَجَ غَاوِشَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ لَمَّا اسْتَخْلَفْتُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّیقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِزْبِي لَمْ تَكُنْ تُعْجِزُ عَنْ مَكُونَةِ أَهْلِي وَتُعْجِزُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْفَالِ وَتَخْتَارُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيہِ (رقم الحدیث ۱۹۶۴)، وَفِي الْأَبْوَابِ وَالتَّرَاجِمِ: عَنْ الْحَافِظِ: قَدْ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي أَفْضَلِ الْمَكْسَبِ قَالَ الْمَادَرِدِيُّ أَصُولُ الْمَكْسَبِ الزَّرَاعَةُ وَالتِّجَارَةُ وَالصَّنْعَةُ وَالْأَشْبَهُ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ أَنَّ أَطْيَبَهَا التِّجَارَةُ قَالَ وَالْأَرْجَحُ عِنْدِي أَنَّ أَطْيَبَهَا الزَّرَاعَةُ لِأَنَّهَا أَقْرَبُ إِلَى التَّوَكُّلِ وَتَعْقِبُهُ النَّوْءُ بِحَدِيثِ الْمَقْدَامِ، وَأَنَّ الصَّوَابَ أَنَّ أَطْيَبَ الْكَسْبِ مَا كَانَ بِعَمَلِ الْيَدِ قَالَ فَإِنْ كَانَ زَرَعًا فَهُوَ أَطْيَبُ الْمَكْسَبِ مَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ مِنْ كَوْنِهِ عَمَلًا يَدِيًّا وَلَمَّا فِيهِ مِنَ التَّوَكُّلِ، إِلَى آخِرِ مَا قَال، قَالَ الْحَافِظُ: وَفَوْقَ ذَلِكَ مِنْ عَمَلِ الْيَدِ مَا يَكْتَسِبُ مِنْ أُمُورِ الْكُفَّارِ بِالْجِهَادِ وَهُوَ مَكْسَبُ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَأَصْحَابِہِ وَهُوَ أَشْرَفُ الْمَكْسَبِ لِمَا فِيہِ مِنْ إِعْلَاءِ كَلِمَةِ اللّٰہِ تَعَالَى وَخِلَافِ كَلِمَةِ أَعْدَائِہِ وَالنَّفْعُ الْآخِرُ وَيُقالُ وَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِبِدَةِ الزَّرَاعَةِ فِي حَقِّہِ أَفْضَلُ، إِلَى آخِرِ مَا فِي الْأَبْوَابِ وَالتَّرَاجِمِ مِنْ اقْوَالِ الشَّرَاحِ فِي ذَلِكَ وَفِیْہِ كَلِمَةٌ وَظَاهِرُ التَّرْجُمَةِ الْإِشَارَةُ إِلَى تَرْجِيحِ الْحِرْفَةِ وَبِهِ صَرَحَ الْعَيْنِيُّ وَالتَّسْطَلَانِيُّ، إِلَى آخِرِ مَا فِيہِ، فَارْجِعْ إِلَیْہِ لَوْ شِئْتَ التَّفْصِيلَ. (فتح الباری - ج ۴ ص ۳۰۴، الأبواب والتراجم - ج ۱ ص ۱۵۷)

مستحق ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مصرف ہونے کی حیثیت سے دیا جاتا ہے، حتیٰ لو صرف الی صنف واحد منهم جاز، امام نسائی نے بھی سهم ذوی القربی کے بارے میں اپنی رائے یہی لکھی ہے جو حنفیہ کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وقد قيل: إنه للفقير منهم دون الغني كاليتامى وابن السبيل وهو أشبه القولين بالصواب عندی واللہ أعلم ۱۔

نیز جانا چاہیے کہ تقسیم خمس میں ذوی القربی کے مصداق میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب بھی داخل ہیں جیسا کہ حدیث الباب میں اس کا ذکر آ رہا ہے، البتہ مسئلہ زکاة میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب کا داخل ہونا مختلف فیہ ہے، وقد مر فی کتاب الزکاة۔

۲۹۷۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، أَنَّهُ جَاءَهُ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، يُكَلِّمَانِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَسَمَ مِنَ الْخُمْسِ بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ. وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ قَسَمْتَ لِأَخَوَاتِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ، وَلَمْ تُعْطِنَا شَيْئًا وَقَرَأَتُنَا وَقَرَأَتْهُمُ مِنْكَ وَاحِدَةً، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ، وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ» قَالَ جُبَيْرٌ: وَلَمْ يَقْسِمِ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي نَوْفَلٍ، مِنْ ذَلِكَ الْخُمْسِ كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ «يَقْسِمُ الْخُمْسَ، فَنَحْوُ قَسَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ» قَالَ: «وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعُثْمَانُ بَعْدَهُ»۔

ترجمہ: سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ مجھے جبیر بن مطعم نے بتایا (جبیر کی جنگ والے دن رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے خمس میں سے اپنے رشتہ داروں میں سے بنو ہاشم اور بنو المطلب کو عطا فرمایا اور بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو عطا نہیں فرمایا تھا اور حضرت عثمان کا تعلق قبیلہ بنو عبد شمس سے تھا اور جبیر بن مطعم کا تعلق قبیلہ بنو نوفل سے تھا لہذا) جبیر بن مطعم اور عثمان بن عفان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلئے آئے کہ آپ سے اس بارے میں دریافت کریں کہ آپ نے بنو ہاشم اور بنو المطلب کو تو مال غنیمت کے خمس میں سے عطا فرمایا ہے پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ہمارے ان بھائیوں کو جو قبیلہ مطلب سے تعلق رکھتے ہیں، کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا ہے اور ہمارے قبیلہ والوں کو کچھ بھی عطا نہیں فرمایا حالانکہ بنو مطلب قبیلہ کی جو رشتہ داروی آپ سے ہے وہی رشتہ داری ہمارے قبائل بنو نوفل اور بنو عبد شمس کی بھی ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب دونوں قبیلے ایک ہی طرح رہے (مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنے میں) جبیر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو اس خمس کے مال میں سے عطا نہیں فرمایا جیسا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو اس میں سے عطا فرما چکے تھے۔ امام زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق خمس کو تقسیم فرماتے تھے۔ البتہ حضور ﷺ جس طرح اپنے رشتہ داروں کو مال

غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا کرتے تھے حضرت ابو بکر حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو (بوجہ انکے غنی ہونے کے) حصہ نہیں دیتے تھے زہری کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر بن خطاب اور انکے بعد حضرت عثمان غنی نے رشتہ داروں کو حصہ دینا شروع کر دیا۔

تخریج: صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۷۱) صحیح البخاری - المناقب (۳۳۱۲) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۸۹) سنن النسائي - قسم الفيء (۴۱۳۶) سنن النسائي - قسم الفيء (۴۱۳۷) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والقيء (۲۹۷۸) سنن ابن ماجه - الجهاد (۲۸۸۱) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضي الله عنهم أجمعين (۸۱/۴) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضي الله عنهم أجمعين (۸۲/۴) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضي الله عنهم أجمعين (۸۵/۴)

شرح الحدیث: مضمون حدیث سے پہلے آپ یہ سمجھئے کہ حضور ﷺ نے خمس ذوی القربی کو بنی ہاشم اور بنو المطلب دو کے درمیان تقسیم فرمایا تھا، اس پر حضرت جابر بن مطعم جو کہ نوفلی ہیں نوفل بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، اور حضرت عثمان بن عفان جو کہ عیشی ہیں عبد شمس بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں، یہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ نے ہمارے بھائی بنو المطلب کیلئے خمس میں حصہ لگایا اور ہم دو کو کچھ نہیں عطا فرمایا حالانکہ جو قرابت بنو المطلب کی آپ سے ہے وہی بنو نوفل اور بنو عبد شمس کی بھی ہے ^۱۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **إِنَّمَا بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ**، اس روایت میں تو صرف یہی ہے اور آگے یہ آرہا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب ہمیشہ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی ساتھ رہے ہیں، **وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ وَشَبَاتُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ**، یعنی آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ یہ دونوں قبیلے ہمیشہ اس طرح ساتھ رہے ہیں، آپ ﷺ کے اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ یہ تو صحیح ہے کہ قرابت کے اعتبار سے چاروں خاندان برابر ہیں، لیکن بنو المطلب کو جو دیا گیا ہے وہ صرف قرابت کی بناء پر نہیں بلکہ قرابت مع النصر والإعانة کی بناء پر، جو بنو المطلب میں پائی جاتی ہے، باقی دو میں مفقود ہے۔

آگے روایت میں یہ ہے: **وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَقْسِمُ الْخُمْسَ، نَحْوَ قَسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي قُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِمْ. قَالَ: «وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُعْطِيهِمْ مِنْهُ، وَعثمانُ بَعْدَهُ»** یعنی ابو بکر بھی خمس کو اسی طرح تقسیم فرماتے تھے جس طرح حضور ﷺ، بس فرق یہ تھا کہ حضور ﷺ تو ذوی القربی کو ان کا حصہ عطا فرماتے تھے، لیکن حضرت ابو بکر نہیں دیتے تھے، اسی طرح عمر اور عثمان بھی حضور ﷺ کی طرح

۱ حضور ﷺ کے جدرابع عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس، لہذا یہ چار خاندان ہوئے، بنو ہاشم جس میں حضور ﷺ تھے، بنو المطلب، بنو نوفل، بنو عبد شمس۔

حضرت جابر کا سلسلہ نسب یہ ہے جابر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف، حضرت عثمان کا یہ ہے عثمان بن عفان بن ابی العاص بن أمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف

دیتے تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے اس عمل سے حنفیہ کی ذوی القربی کے مسئلہ میں تائید ہوتی ہے کہ ان کا مستقل حصہ نہیں ہے بلکہ عند الحاجة، والفقہ "بذل" میں لکھا ہے غالباً صدیق اکبرؓ کا ان کو نہ دینا اسی بنا پر تھا کہ وہ ان کے زمانہ میں اغنیاء تھے، اور انہوں نے غیر ذوی القربی کو احوج سمجھا ان سے اسی لئے ان کو دیا۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی وابن ماجہ مختصراً، قاله المنذری۔

۲۹۷۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْسِمِ لِبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ، وَلَا لِبَنِي تَوْفَلٍ مِنَ الْخُمُسِ شَيْئًا، كَمَا قَسَمَ لِبَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ» قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ «يَقْسِمُ الْخُمُسَ لِحَوْ قَسَمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُعْطِي نَزَبِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا كَانَ يُعْطِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، «وَمَا كَانَ عُمَرُ يُعْطِيهِمْ، وَمَنْ كَانَ بَعْدَهُ مِنْهُمْ».

سعيد بن المسيب کہتے ہیں کہ مجھ سے جبیر بن مطعم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح بنو ہاشم اور بنو المطلب کو حصہ عطا فرمایا تھا اس طرح بنو عبد شمس اور بنو نوفل کو مال غنیمت کے خمس میں سے حصہ نہیں دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح مال غنیمت کا خمس تقسیم فرماتے تھے البتہ جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے رشتہ داروں کو اس میں سے حصہ عطا فرماتے اس طرح حضرت ابو بکر رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو اس میں سے حصہ نہیں دیتے تھے حضرت عمر اور ان کے بعد کے خلفاء حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو مال غنیمت میں سے ان کا حصہ دیا کرتے تھے۔

تخریج صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۷۱) صحیح البخاری - المناقب (۳۳۱۲) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۸۹) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۳۶) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۳۷) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والقیء (۲۹۷۹) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۸۱) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضی اللہ عنہم أجمعین (۸۱/۴)

۲۹۸۰ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَخْبَرَنِي جُبَيْرُ بْنُ مُطْعِمٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَ ذِي الْقُرْبَى فِي بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمُطَّلِبِ، وَتَرَكَ بَنِي تَوْفَلٍ، وَبَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَنطَلَقْتُ أَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ حَتَّى أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَؤُلَاءِ بَنُو هَاشِمٍ لَا تُكْثِرُ فَضْلَهُمْ لِمَوْضِعِ الذِّي وَضَعْتَ اللَّهُ بِهِ مِنْهُمْ، فَمَا بَالُ إِخْوَانِنَا بَنِي الْمُطَّلِبِ أُعْطِيَتْهُمْ وَتَرَكَتْنَا وَقَرَابَتُنَا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَقْرَأُ فِي جَاهِلِيَّةٍ، وَلَا إِسْلَامٍ، وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ وَاحِدٌ» وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سعيد بن المسيب کہتے ہیں کہ جبیر بن مطعم نے مجھ سے بیان کیا کہ جب جنگ خیبر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے

نے مال غنیمت کے خمس میں رشتہ داروں کا حصہ قبیلہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کو عطا فرمایا اور قبیلہ بنو نوفل اور بنو عبد شمس کو چھوڑ دیا چنانچہ میں اور عثمان بن عفان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس قبیلہ بنو ہاشم کی فضیلت کا ہم انکار نہیں کرتے جو اللہ پاک نے آپ کی ذریعے اس قبیلہ کو فضیلت بخشی لیکن قبیلہ مطلب کے بھائیوں کی ترجیح کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے ان کو تو مال غنیمت کے خمس میں سے حصہ دیا اور ہمارے قبیلے والوں کو چھوڑ دیا حالانکہ ہم سب رشتہ داری میں برابر ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بنو ہاشم اور بنی المطلب زمانہ جاہلیت میں اور اسلام کے آنے کے بعد بھی جدا نہیں ہوئے اور ہم بنو ہاشم اور قبیلہ بنی المطلب ایک ہی ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمایا سمجھانے کیلئے۔

تحریج صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۷۱) صحیح البخاری - المناقب (۳۳۱۲) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۸۹) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۳۶) سنن النسائی - قسم الفیء (۴۱۳۷) سنن أبی داود - الخراج والإمارة والفتی (۲۹۸۰) سنن ابن ماجہ - الجہاد (۲۸۸۱) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضی اللہ عنہم أجمعین (۸۱/۴)

۲۹۸۱ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَجْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ السُّدِّيِّ، فِي ذِي الْقُرْبَى، قَالَ: «هُمْ بَنُو عَيْنِ الْمَطْلَبِ».

ترجمہ سدی نے ذی القربی کی تفسیر میں فرمایا کہ رشتہ داروں سے مراد مطلب کے قبیلہ کے لوگ ہیں۔
شرح الحدیث حضرت نے بذل^۱ میں لکھا ہے کہ تمام مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اسی طرح ہے، لیکن نسخہ مصریہ میں بجائے اس کے بنو المطلب ہے اگر بنو المطلب^۲ ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس میں صرف بنو المطلب شامل ہیں یعنی بنو نوفل اور بنو عبد شمس ذی القربی کے مصداق میں داخل نہیں اور اگر یہاں روایت میں بنو عبد المطلب ہے تو چونکہ وہ بنو ہاشم سے بھی اخص ہے چہ جائیکہ بنو المطلب کو شامل ہو اس لئے یوں کہا جائے گا کہ اس تفسیر سے مقصود حصر نہیں ہے۔

۲۹۸۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ نُسَافٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزٍ، أَنَّ نَجْدَةَ الْحُرَوْرِيَّ، حِينَ حَجَّ فِي فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، أُرْسِلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، يَسْأَلُهُ عَنْ سَهْمِ ذِي الْقُرْبَى، وَيَقُولُ: لِمَنْ تَرَاهُ؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لِقُرْبَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَهُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» وَقَدْ كَانَ عُمَرُ عَرَضَ عَلَيْنَا مِنْ ذَلِكَ عَرَضًا رَأَيْنَاهُ دُونَ حَقِّنَا، فَرَدَدْنَاهُ عَلَيْهِ وَأَبَيْتْنَا أَنْ نَقْبَلَهُ.

ترجمہ یزید بن ہر مزریان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے زمانہ میں نجدہ حروری نے ایک

۱ بذل المجہود فی حل أبی داود - ج ۱۳ ص ۲۸۴

۲ بنو المطلب اور بنو عبد المطلب کے درمیان فرق ظاہر ہے کہ عبد المطلب بنو اس بن ہاشم، والمطلب بنو ہاشم ۱۲۔

فخص کو عبد اللہ بن عباس کے پاس یہ بات دریافت کرنے کیلئے (بھیجا کہ ذی القریٰ کا حصہ آپ کے خیال میں کن لوگوں کو ملتا ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے رشتہ داروں کو یہ حصہ ملا کرتا ہے حضور ﷺ ان کو یہ حصہ تقسیم فرماتے تھے..... پھر حضرت عمرؓ نے اس حصہ میں سے ہم کو اتنا عطا فرمایا جو ہمارے خیال میں ہمارے حق سے کم تھا اسلئے ہم نے حضرت عمرؓ کو یہ حصہ واپس کر دیا تھا اور ہم نے اس تھوڑے سے حصہ کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۸۱۲) سنن النسائي - قسم الفیء (۴۱۳۳) سنن النسائي - قسم الفیء

(۴۱۳۴) سنن أبي داود - الحج والإمامة والفقه (۲۹۸۲)

شرح الحدیث حروری یعنی خارجی اور یہ نجدہ رئیس الخوارج تھا، عبد اللہ بن زبیرؓ کے قتال کے سال میں جب اس نے حج کیا تو حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک قاصد بھیج کر سہم ذی القریٰ کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کس کو ملنا چاہئے آپ کی رائے کیا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اقرباء کے لئے جیسا کہ خود حضور ﷺ ان کا حصہ لگاتے تھے، آگے ابن عباسؓ فرما رہے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اسی حصہ میں سے ہمیں کچھ پیش کیا تھا مگر ہم نے اس کو اپنے حق سے کم سمجھ کر اس کو رد کر دیا تھا۔

اس روایت سے ایک حیثیت سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے سہم ذی القریٰ کے سلسلہ میں وہ یہ کہ ان کا حق و حصہ عند الحاجة وبقدر الحاجة ہے تو حضرت عمرؓ نے بقدر الحاجة پیش فرمایا ہوگا، اور ابن عباسؓ کے طرز عمل سے شافعیہ وحنابلہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے جن کے نزدیک ان کا حصہ مطلقاً ہر صورت میں واجب ہے۔

یہ قتال ابن الزبیر کا واقعہ اور اس کا بیان کتاب الحج میں گذر چکا۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذرى۔

۲۹۸۳ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنْ مُطَرِّبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا، يَقُولُ: «وَلَا يَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْسِكًا خُمْسَ الْخُمْسِ»، فَوَضَعَهُ مَوَاضِعَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ، وَحَيَاةَ عُمَرَ، فَأُتِيَ بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ: خُذْهُ، فَقُلْتُ: لَا أُرِيدُكَ، قَالَ: خُذْهُ فَإِنَّمَا أَخَذْتَهُ بِهَذَا، قُلْتُ: قَدْ اسْتَفْتَيْتُنَا عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ.

شرح الحدیث عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؓ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کے خمس کا پانچواں حصہ تقسیم کرنے کی ذمہ داری مجھے عطا فرمائی تھی پس حضور ﷺ اور ابو بکر و عمرؓ کی زندگی میں میں نے اس حصہ کو اس کے مصارف میں تقسیم کر دیا تھا پھر حضرت عمرؓ کی آخری زندگی میں کچھ مال آیا۔ انہوں نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ یہ مال لے لو اور اس کو اس کے مصارف میں تقسیم کر دو تو میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس تقسیم کرنے کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ حصہ کو لے لیں کیونکہ آپ اسکے زیادہ حق دار ہیں تو

میں نے کہا ہم کو اس حصہ کی ضرورت نہیں رہی پس حضرت عمرؓ نے اس خمس کو بیت المال میں داخل فرمادیا۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۲۹۸۳) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۵/۱)

خبر

شرح الحديث

حضرت علیؓ کی تولیۃ خمس الخمس میں: اس حدیث میں یہ ہے کہ خمس غنیمت میں جو حصہ ذوی القربی کا ہے خمس الخمس، حضور ﷺ نے اس کو حضرت علیؓ کی تولیت میں دیدیا تھا یعنی ذوی القربی میں تقسیم کرنے کیلئے آپ کی حیات میں بھی ایسا ہی رہا اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی حیات میں بھی، یعنی ان دونوں نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں علیؓ کی تولیت میں اسکو دے رکھا تھا، چنانچہ علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کو تقسیم کرتا رہا حضور ﷺ کی حیات میں بھی اور حضرات شیخین کی حیات میں بھی آگے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے مجھ کو بلایا اور مجھ سے فرمایا لو اپنا حصہ میں نے کہا کہ میرا ارادہ نہیں ہے لینے کا، انہوں نے دوبارہ فرمایا اس پر میں نے عرض کیا کہ اس سال ہمیں اس سے استغناء حاصل ہے، چنانچہ انہوں نے اس کو پھر بیت المال میں داخل کر دیا اس سے بھی مسلک احناف کی تائید ہوتی ہے کہ دیکھئے حضرت علیؓ نے عدم حاجت کے وقت اس کو نہیں لیا۔

تنبیہ: حضرت علیؓ کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ کو اس ذوی القربی کے حصہ کی تولیت حضور ﷺ اور حضرات شیخین دونوں کی طرف سے ملی تھی، اور اس سے پہلے جبیر بن مطعمؓ کی دورولتوں میں یہ گزر چکا کہ صدیق اکبرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ذوی القربی کو ان کا حصہ خمس میں نہیں دیا، فالحدیثان متعارضان، شیخ ابن الہمام نے اس تعارض کا جواب حافظ منذریؒ سے یہ نقل کیا ہے الصحيح حدیث جبیر و حدیث علی لا یصح پس صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ اور عمر فاروقؓ و عثمانؓ کی جانب سے تو علیؓ کو متولی بنایا گیا تھا صدیق اکبرؓ کی جانب سے نہیں بنایا گیا (بذل) (۱)۔

اس کے بعد والی روایت علیؓ میں بھی اسی طرح آ رہا ہے اس کو بھی یہی کہا جائے گا، اور اس میں یہ بھی آ رہا ہے کہ حَتَّىٰ إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ أَتَاهُ مَالٌ كَثِيرٌ فَعَزَلَ حَقْنًا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غَنِيٌّ وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ، یہ مضمون اس سے پہلی روایت میں بھی گزر چکا۔

آگے روایت میں یہ ہے: ثُمَّ لَمْ يَدْعُنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ، فَلَقِيْتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَ مَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، خَرَمْتَنَا الْقَدَافَةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا ذَاهِيًا: حضرت علیؓ فرما رہے ہیں کہ میرے ایک مرتبہ رد کرنے کے بعد پھر کسی نے مجھے اسکی طرف نہیں بلایا، حضرت عمرؓ کے بعد، آگے یہ بھی ہے کہ جب میں حضرت عمرؓ کی مجلس سے باہر نکل کر آیا تو میری ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے علیؓ! آج تو تم نے ہمارے حصہ سے ہمیں محروم کر ڈالا، اب کبھی یہ نہیں ملے گا، حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ واقعی تھے حضرت عباسؓ بڑے فہیم اور تجربہ کار۔

۲۹۸۴

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ مُرَيْزٍ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْبَرِيدِ، حَدَّثَنَا مُحْسِنُ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ، يَقُولُ: اجْتَمَعْتُ أَنَا وَالْعَبَّاسُ، وَفَاطِمَةُ، وَزَيْنُ بْنُ حَارِثَةَ، عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ رَأَيْتَ «أَنْ تُؤَلِّفَنِي حَقَّقًا مِنْ هَذَا الْخَمْسِ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَأَقْبِمُهُ حَيَاتِكَ كَيْ لَا يَتَّزِعَنِي أَحَدٌ بَعْدَكَ»، فَأَفْعَلُ؟ قَالَ: فَفَعَلَ ذَلِكَ، قَالَ: فَتَسَمِعُهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَلَّيْنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى إِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّهُ أَتَاكَ مَالٌ كَثِيرٌ فَقَعَزَ حَقَّقًا، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَقُلْتُ: إِنَّا عِنْدَ الْعَامِ غَنَى وَبِالْمُسْلِمِينَ إِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْزُقْهُمْ فَارْزُقْهُمْ، ثُمَّ لَمْ يَدَعْ عَلِيٍّ إِلَيْهِ أَحَدٌ بَعْدَ عُمَرَ، فَالْقَيْتُ الْعَبَّاسَ بَعْدَ مَا خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ، خَرَمْنَا الْغَدَاةَ شَيْئًا لَا يُرَدُّ عَلَيْنَا أَبَدًا، وَكَانَ رَجُلًا ذَاهِيًا.

مرحبتہ

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں اور حضرت عباس اور حضرت فاطمہ اور زید بن حارثہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر تھے تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ بہتر خیال فرماتے ہوں تو قرآن کریم میں مذکور اس خمس میں ہمارے حصہ اور حق کا آپ مجھے ذمہ دار بنادیں تو میں آپ کی زندگی میں اس خمس کو اسکے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہ داری ادا کروں تاکہ آپ کے بعد مجھ سے کوئی اس معاملے میں جھگڑانہ کرے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ پھر حضور ﷺ نے اس خمس کو اسکے مستحقین تک پہنچانے کی ذمہ داری میرے سپرد فرمادی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ چنانچہ میں نے عہد نبوی میں اس خمس کو اس کے مستحقین میں تقسیم کر دیا پھر حضرت ابو بکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا ذمہ دار بنائے رکھا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے سالوں میں سے جب آخری سال آیا تو انکے پاس بہت زیادہ مال آیا تو انہوں نے ہمارا حق الگ کر کے مجھے پیغام کہلوا یا (کہ تم آکر اسکو اسکے مصارف میں تقسیم کر دو) تو میں نے کہا کہ اس سال ہم اہل قرابت کو اس مال کی ضرورت نہیں ہے اور مسلمانوں کو اس مال کی طرف احتیاج ہے لہذا یہ مال مسلمانوں کے مصارف میں استعمال فرمادیجئے چنانچہ حضرت عمر نے یہ مال مسلمانوں کے مصارف میں خرچ فرمادئے پھر حضرت عمر فاروقؓ کے بعد کسی نے اس مال کی وصولی کیلئے ہمیں نہیں بلایا..... میں جب عمر کے پاس سے نکلا تو میری ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی (حضرت عباسؓ کو میں نے یہ سارا واقعہ سنا دیا) تو حضرت عباسؓ نے فرمایا: اے علی! تم نے آج ہمیں ایسی نعمت سے محروم کر دیا یہ نعمت اب کبھی بھی ہمیں نہیں ملے گی اور حضرت عباسؓ بڑے سمجھدار تجربہ کار شخصیت تھے۔

سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والعقود (۲۹۸۴) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۵/۱)

خروج

۲۹۸۵

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ تَوْقَلٍ الْهَاشِمِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَبِيعَةَ بْنَ الْحَارِثِ، وَعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَالْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ: اثْنَيْتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُولَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

قَدْ بَلَغْنَا مِنَ الشَّيْءِ مَا تَرَى، وَأَحْبَبْنَا أَنْ نَتَزَوَّجَ وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَبْرُ النَّاسِ، وَأَوْصَلُهُمْ، وَلَيْسَ عِنْدَ آبَائِنَا مَا يُصْدِقَانِ عَنَّا، فَاسْتَعْمِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَى الصَّدَقَاتِ، فَلَمَّا دُرِيَ إِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي الْعَمَالُ، وَلِصَبِّ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ مَرْفِقٍ، قَالَ: فَأَتَى عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَنَحْنُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ، فَقَالَ لَنَا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا، وَاللَّهِ لَا نَسْتَعْمِلُ مِنْكُمْ أَحَدًا عَلَى الصَّدَقَةِ»، فَقَالَ لَهُ رَبِيعَةُ، هَذَا مِنْ أَمْرِكَ قَدْ بَلَغْتَ صِبْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تُحْسِئْ عَلَيْهِ، فَأَلْقَى عَلِيٌّ بِرِءَاكِهِ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنِ الْقُرْمِ، وَاللَّهِ لَا أَرِيكُمْ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْكُمَا إِنَّا كَمَا بِحُجُوبٍ مَا بَعَثْنَا بِهِ، إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ: فَأَنْطَلَقْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى نُوَافِقَ صَلَاةَ الظُّهْرِ قَدْ قَامَتْ فَصَلَّيْنَا مَعَ النَّاسِ، ثُمَّ أَسْرَعْتُ أَنَا، وَالْفَضْلُ إِلَى بَابِ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُؤَمِّدُ عِنْدَ رَيْتِ بْنِ جَحْشٍ فَقُمْنَا بِالبَابِ حَتَّى أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذَ بِأُذُنِي وَأَذِنَ الْفَضْلُ، ثُمَّ قَالَ: «أَخْرِجَا مَا نَصَرْتُمَا»، ثُمَّ دَخَلَ فَأَذِنَ لِي وَالْفَضْلُ، فَدَخَلْنَا فَتَوَاطَعْنَا كَلَامًا قَلِيلًا، ثُمَّ كَلَمْتُهُ - أَوْ كَلَّمَهُ الْفَضْلُ، قَدْ شَكَّ فِي ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ - قَالَ: كَلَّمَهُ بِالْأَمْرِ الَّذِي أَمَرْنَا بِهِ آبَاؤَنَا، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً، وَرَفَعَ بَصَرَهُ وَبَلَ سَقْفِ الْبَيْتِ، حَتَّى طَالَ عَلَيْنَا أَنَّهُ لَا يَرْجِعُ إِلَيْنَا شَيْئًا، حَتَّى رَأَيْنَا رَيْتَ بْنَ تَلْمَعٍ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ يَبْدِيهَا، نُرِيدُ أَنْ لَا تَعْجَلَا، وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِنَا، ثُمَّ خَفَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ، فَقَالَ لَنَا: «إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَةُ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ، وَإِنَّمَا لَا تَحْمِلُ لِحَمْدٍ، وَلَا لَالٍ لِحَمْدٍ، ادْعُوا لِي نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ»، فَدَعِيَ لَهُ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ، فَقَالَ: «يَا نَوْفَلُ، أَنْكِحْ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ»، فَأَنْكِحْنِي نَوْفَلُ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْعُوا لِي مُحَمَّدُ بْنُ جَزْءٍ» وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي رُبَيْعٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى الْأَحْمَاسِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَمَّدِ بْنِ جَزْءٍ: «أَنْكِحِ الْفَضْلَ» فَأَنْكِحَهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُمُ فَأَصْدِقُوا عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا» لَمْ يُسَمِّهِ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ.

ترجمہ

عبد اللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی کہتے ہیں کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے انکو بتلایا کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبد المطلب نے عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اے اللہ کے رسول ہم جس عمر کو پہنچ گئے ہیں وہ آپ دیکھ رہے ہیں اور ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اور اے اللہ کے رسول آپ تمام موقوفوں میں سے سے زیادہ احسان کرنے والے اور صلی رحمی کرنے والے ہیں..... ہم دونوں کے والدوں کے پاس اس قدر رقم نہیں ہے جس سے وہ ہماری طرف سے ہمارا مہر ادا کر سکیں لہذا آپ اے اللہ کے رسول ہم دونوں کو زکوٰۃ اور صدقات کی وصولی کرنے کی ذمہ داری دیدیجیے ہم آپ کو دیگر زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی طرح صدقات اور زکوٰۃ کا مال لا کر دینگے اور ان صدقات اور زکوٰۃ کی وصولی کی اجرت ہم وصول کریں گے

عبد المطلب بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم جس وقت یہ گفتگو کر رہے تھے تو حضرت علیؓ تشریف لائے اور کہنے لگے خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی کو صدقات کی وصولی کیلئے عامل نہیں بنائیں گے تو ربیعہ نے کہا کہ تم یہ بات اپنے حسد کی وجہ سے کر رہے ہو تمہیں رسول اللہ ﷺ کے داماد ہونے کا شرف ملا لیکن ہم نے اس بات پر تم سے حسد نہیں کیا اس پر حضرت علیؓ نے اپنے جسم کی چادر اتار دی اور اسکو بچھا کر اسپر لیٹ گئے اور فرمایا میں ابو حسن بہادر ہوں خدا کی قسم میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم دونوں کے بیٹے رسول اللہ ﷺ کے پاس سے تمہارے بھیجے ہوئے سوال کا جواب نہ لے آئیں..... عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو ہم ایسے وقت میں پہنچے کہ رسول اللہ ﷺ کی ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی تو ہم نے دیگر لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں اور فضل نبی اکرم ﷺ کے حجرہ کے دروازے کی طرف تیزی سے لپکے اس دن حضور ﷺ کی باری حضرت زینب بنت جحش کے یہاں تھی، چنانچہ ہم دروازے پر کھڑے ہو گئے یہاں تک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ نے (بطور شفقت) میرا اور فضل کا کان پکڑا پھر فرمایا تم دونوں نے اپنے سینوں میں جو جمع کر رکھا ہے اور چھپایا ہوا ہے اسکو ظاہر کرو پھر آپ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور مجھے اور فضل کو اندر آنے کی اجازت دی چنانچہ ہم اندر داخل ہو گئے تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنا مقصد پیش کرنے کو کہا تھوڑی دیر ایسے ہی گزری پھر میں نے حضور ﷺ سے بات کی یا فضل نے بات کی زہری کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن حارث کو اس میں شک ہے راوی کہتا ہے کہ ہمارے والدوں نے ہمیں جو بات کرنے کی کہی تھیں وہ بات فضل نے رسول اللہ ﷺ سے کی پھر رسول اللہ ﷺ کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے اور آپ نے اپنے گھر کی چھت کی جانب اپنی نگاہ کو بلند کیا کافی دیر تک اس طرح فرمایا یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری بات کا کوئی جواب نہیں دینگے پھر ہم نے حضرت زینب ام المؤمنین کو دیکھا کہ وہ پردے کے پیچھے سے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے ہمیں سمجھا رہی تھیں کہ تم دونوں جلدی مت کرو اور حضور ﷺ ہمارے اس معاملے میں سوچ و بچار فرما رہے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کو جھکا لیا اور ہم سے ارشاد فرمایا: بیشک یہ صدقے کا مال لوگوں کی ہاتھ کا میل کچیل ہے اور یہ مال محمد ﷺ اور انکے رشتہ داروں کیلئے کھانا حلال نہیں..... میرے پاس نوفل بن حارث کو بلاؤ چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں نوفل بن حارث کو بلایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے نوفل عبد المطلب کا نکاح (اپنی بیٹی سے) کر دو تو نوفل نے میرا نکاح کر دیا پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس محمد بن جزء کو بلاؤ..... یہ بنو بید قبیلے کے ایک شخص تھے رسول اللہ ﷺ نے انکو مال غنیمت کے خمس کی تقسیم کا ذمہ دار بنایا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے محمد سے فرمایا تم فضل کا نکاح (اپنی بیٹی سے) کر دو تو محمد نے فضل کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا پھر حضور ﷺ نے محمد سے فرمایا کھڑے ہو اور ان دونوں کا مہر خمس کے مال میں سے اتنا ادا کرو..... عبد اللہ بن حارث نے مجھے مہر کی مقدار نہیں بتلائی (یہ زہری کا مقولہ ہے)۔

صحیح مسلم - الزکاة (۱۰۷۲) سنن النسائي - الزکاة (۲۶۰۹) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۸۵) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۶۶/۴)

شرح الحدیث: **حدیث میں شادیوں کے مسائل سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ:** یہ حدیث طویل ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ربیعہ بن الحارث کے بیٹے عبد المطلب کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ ربیعہ نے، اور فضل بن عباس سے ان کے والد عباس نے یہ کہا کہ جاؤ رسول اللہ ﷺ کے پاس اور جا کر عرض کرنا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں کی جو عمر ہو گئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں (یعنی شادی کے قابل ہو چکے ہیں) اور اب ہم شادی کرنا چاہتے ہیں اور آپ لوگوں میں سب سے زیادہ احسان اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، اور ہم دونوں کے باپوں کے پاس اتنا نہیں ہے کہ وہ ہماری طرف سے مہر کا انتظام کر سکیں لہذا آپ ﷺ ہم دونوں کو صدقات وصول کرنے پر عامل بنا لیجئے جس طرح عمال اموال زکاة لا کر آپ کو پہنچاتے ہیں اسی طرح ہم بھی پہنچائیں گے، اور جو کچھ ہمارا حق ہو گا وہ ہمیں مل جایا کرے گا یعنی عامل کی تنخواہ اور وظیفہ، یہ ربیعہ جن کے بیٹے عبد المطلب ہیں آپ کے چچا زاد بھائی ہیں اور حضرت عباسؓ کا آپ کا چچا ہونا تو مشہور ہی ہے تو گویا یہ عبد المطلب آپ کے چچا زاد بھائی کے بیٹے ہوئے اور فضل چچا زاد بھائی یہ قصہ ان دو ہی سے متعلق ہے، آگے روایت میں ہے۔ عبد المطلب کہتے ہیں کہ جس مجلس میں ہماری یہ گفتگو اور مشورہ ہو رہا تھا وہاں علیؓ بن ابی طالب اتفاق سے پہنچ گئے (جب ان کے علم میں وہ بات آئی جو یہاں مجلس میں چل رہی تھی) تو اس پر وہ فرمانے لگے بخدا رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی کو عامل علی الصدقہ نہیں بنائیں گے اس پر عبد المطلب کے والد ربیعہ بولے کہ تم کو جو حضور ﷺ کی دامادی ملی ہے ہم نے تو تم سے اس پر کبھی حسد کیا نہیں (مطلب یہ کہ پھر تمہیں کیوں ہمارے اس مشورہ سے پریشانی اور جلن ہو رہی ہے)۔

فَالْقِي عَلَى رِءَاةٍ، ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَنَا أَبُو حَسَنِ الْقُرْمِ: یعنی حضرت علیؓ کو بھی ربیعہ کا یہ جملہ سن کر طیش آگیا اور اپنی چادر جو اوڑھ رہے تھے اس کو بچھا کر اس پر لیٹ گئے اور لیٹتے وقت فرمایا (لو میں بھی کہیں نہیں جاتا)۔

میں بھی اپنے نام کا ابو حسن بہادر ہوں، واللہ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا جب تک تم دونوں کے بیٹے حضور ﷺ کا جواب لے کر نہ آجائیں (خوہر بمعنی جواب) عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں اور فضل دونوں مشورہ کے مطابق حضور ﷺ کی خدمت میں چل دیئے، جب ہم وہاں پہنچے تو ظہر کی نماز کھڑی ہو چکی تھی، ہم نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہو کر میں اور فضل دونوں باب حجرہ کی طرف گئے، اس دن حضرت زینبؓ کی باری تھی اسلئے آپ ان کے یہاں تھے، غرض یہ کہ ہم آپ سے پہلے ہی دروازہ پر جا کر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر میں حضور ﷺ تشریف لے آئے، اور ہم دونوں میں سے ہر ایک کا کان پکڑ کر فرمایا کہ اپنے جی کی بات بتاؤ کہ کیا ہے (ہم خاموش رہے) پھر آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور اندر پہنچ کر ہم دونوں کو بھی اندر آنے کی اجازت دیدی، ہم اندر چلے گئے ہم دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو حضور ﷺ سے عرض کرنے کو کہتا، غرض یہ کہ

ہم دونوں میں سے کسی ایک نے راوی کو تعین میں شک ہو رہا ہے حضور ﷺ کے سامنے وہی بات رکھی جس کا ہمارے باپوں نے حکم کیا تھا حضور ﷺ ہماری بات سن کر خاموش رہے اور اپنی نگاہ چھت کی طرف اٹھائے رہے (جیسے بعض مرتبہ سوچ میں آدمی کرتا ہے) جس میں کافی دیر ہو گئی، ہم سمجھے شاید کچھ جواب نہیں ملے گا (ہم کچھ مایوس سے ہوئے) یہاں تک کہ حضرت زینبؓ کو ہم نے دیکھا جو ہلکے سامنے کی جانب میں پس پردہ تھیں وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرنے لگیں جس کا مفہوم یہ تھا کہ جلدی نہ کرو حضور ﷺ تمہارے ہی مسئلہ کا حل سوچ رہے ہیں، پھر کافی دیر بعد آپ نے سر اوپر سے نیچے کی طرف کیا اور فرمایا کہ ارے بھائی یہ صدقہ کا مال لوگوں کا میل کچیل ہے یہ محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کیلئے حلال نہیں (پھر آپ نے ان کے مسئلہ کا جو حل سوچا تھا اس کو فرمایا) اور فرمایا آپ ﷺ نے کہ نوفل بن الحارث کو بلاؤ، پس نوفل سے آپ نے فرمایا کہ عبدالمطلب کا نکاح کر دو، نوفل نے میرا نکاح کر دیا، اور فرمایا بلاؤ میرے پاس محبیہ بن جریج کو، راوی کہتا ہے کہ یہ محمہ آپ کی جانب سے اخماس کے منتظم تھے، تو آپ نے فرمایا محمہ سے کہ فضل کی شادی کر دو اور پھر عامل سے یہ فرمایا کہ ان دونوں کی جانب سے خمس میں سے مہر ادا کر دو۔

یہ جو اس حدیث کا آخری جملہ ہے اَصْدِيقُ عَنْهُمْ مَائِنَ الْخُمْسِ، اسی سے ترجمہ الباب ثابت ہو رہا ہے، ایسے موقع پر شرح لکھا کرتے ہیں فیہ الترجمة، مصنف کی غرض اس قصہ کو یہاں بیان کرنے سے یہ ہے کہ حضور ﷺ خمس میں سے اپنے ذوی القربی کا حصہ نکالتے تھے، کیونکہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس دونوں ذوی القربی میں سے ہیں، اس قصہ سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ بیاہ شادی میں زیادہ فکر کی چیز وہ بس مہر (اور نفقہ) کا مسئلہ ہے اور تیسری چیز ولیمہ ہے جس کا ذکر آگے حضرت علیؓ کے قصہ میں آرہا ہے دوسرے لوازمات فضول ہیں۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۲۹۸۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُكَاسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: «كَانَتْ لِي شَارِبَةٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَعْطَانِي شَارِبًا مِنَ الْخُمْسِ يَوْمَئِذٍ»، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْنِي بِقَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَاقًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعٍ أَنْ يَزْنِيَّ مَعِي، فَتَأْتِي بِإِذْخِرٍ، أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوْاعِغِينَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةٍ عَرُوسِي، فَبَيْنَمَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِبِي مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْعَرَائِرِ وَالْحَبَالِ، وَشَارِبَايَ مُنَاخَانَ إِلَى جَنْبِ حَجَرَةٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَقْبَلْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ، فَإِذَا بِشَارِبِي قَدْ اجْتَنَبَتْ أَشْبَعَهُمَا، وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا، وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَهْلِكْ عَيْنِي حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمُظْطَرَّ، فَقُلْتُ: مَنْ فَعَلَ هَذَا؟ قَالُوا: فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنَّتُهُ قَيْنَةُ وَأَصْحَابُهَا، فَقَالَتْ: فِي غَنَائِهَا:

[البحر الوافر]

أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرْبِ التَّوَاءِ

فَوُتِبَ إِلَى الشَّيْفِ فَاجْتَبَتْ أُسْمَتُهُمَا، وَبَقَرٌ خَوَاصِرُهُمَا وَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا، قَالَ عَلِيٌّ: فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ زَيْنُ بْنُ حَارِثَةَ، قَالَ: فَعَرَفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي لَقِيتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا لَكَ؟» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا رَأَيْتُكَ كَالْيَوْمِ، عَدَا حُمْزَةً عَلَى نَاقَتِي، فَاجْتَبَتْ أُسْمَتُهُمَا، وَبَقَرٌ خَوَاصِرُهُمَا، وَهَاهُوَذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرِبْتُ، فَقَدَّعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَأَرْتَدَاهُ، ثُمَّ انْطَلَقَ بِمَنْشِي، وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْنُ بْنُ حَارِثَةَ، حَتَّى جَاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حُمْزَةٌ، فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ، فَإِذَا هُمْ شَرِبُوا فَطَفِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حُمْزَةً فَيَمَافَعَلُ، فَإِذَا حُمْزَةٌ، ثُمَّ لِحْمُزَةً عَيْنَاكَ، فَتَنَظَرُ حُمْزَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَتَنَظَرُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَتَنَظَرُ إِلَى سُرَّتِهِ، ثُمَّ صَعَدَ النَّظَرَ فَتَنَظَرُ إِلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ قَالَ حُمْزَةٌ: وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عِبِيدُ الْأَيُّ، فَعَرَفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ مُمِلٌ فَتَنَظَرُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى فَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ.

ترجمہ:

حسین بن علی نے بیان کیا کہ علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے دن کے مال غنیمت میں میرے حصے کی ایک عمر رسیدہ اونٹنی میرے پاس تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اسی بدر والے دن خمس میں سے ایک عمر رسیدہ اونٹنی مجھے عطاء فرمائی تھی (یہ دوسری اونٹنی تھی) پھر جب میں نے ارادہ کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی فاطمہ الزہراء کو رخصتی کر کے اپنے گھر لاؤں تو میں نے ایک سنہار سے جس کا تعلق یہود کے قبیلہ بن قینقاع سے تھا..... سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر جڑی بوٹی لیکر آئیں تاکہ ہم اسکو سنہاروں کو بیچ دیں اور اسکے ذریعے میں اپنی دہن کے ولیمہ کرنے میں مدد حاصل کروں پس اسی دوران کہ جب میں اپنی دونوں اونٹیوں کیلئے سامان جمع کر رہا تھا پالان، تھیلے (بورے)، رسیاں..... اور میری دونوں اونٹیاں ایک انصاری شخص کے گھر کے ایک کنارے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جب میں اپنا سامان جمع کر کے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میری دونوں اونٹیوں کی کوبانیں کاٹ دی گئی ہیں اور انکے پہلوؤں سے گوشت نکال لیا گیا اور ان دونوں اونٹیوں کی کلیجیاں نکال دی گئیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو مجھے اپنے اوپر قابو نہ رہا (میں رونے لگا) میں نے پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حمزہ بن عبد المطلب نے یہ کام کیا ہے اور حمزہ اس گھر میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ شراب نوشی میں مصروف ہیں..... حضرت حمزہ اور انکے ساتھیوں کو ایک گانا گانے والی باندی نے گانا سناتے ہوئے یہ اشعار سنائے..... اے حمزہ دیکھو جو ان اور فر بہ اونٹیاں ہیں (یہ اونٹیاں گھر کے سامنے بندھی ہوئی ہیں تو حضرت حمزہ اپنی تلوار کی طرف لپکے اور انہوں نے ان دونوں اونٹیوں کی کوبان کاٹ کر اور ان کے پہلوؤں کے گوشت کو کاٹ کر ان دونوں کی کلیجیاں نکال ڈالیں..... حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس زید بن حارثہ بیٹھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے میری پریشانی کو پہچان لیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ حضرت علیؑ نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے آج کے دن کی

طرح سخت دن نہیں دیکھا..... حمزہ نے میری دونوں اونٹنیوں پر حملہ کر کے ان کی کوبائیں کاٹ دیں اور انکے پہلوؤں کا گوشت لے لیا اور وہ اس گھر میں ہیں انکے ساتھ شراب پینے والے لوگوں کی ایک جماعت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر منگوا کر اس چادر کو اوڑھا پھر آپ چلنے لگے میں اور زید بن حارثہ آپکے پیچھے پیچھے تھے یہاں تک کہ آپ اس گھر پر پہنچ گئے جس میں حمزہ موجود تھے۔ پس حضور ﷺ نے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی تو آپکو اجازت دیدی گئی گھر کے اندر کچھ لوگ شراب پی رہے تھے تو حضور ﷺ نے حضرت حمزہ کو انکے اس فعل پر ملامت کرنی شروع کر دی..... حضرت حمزہ تو نشہ میں تھے انکی دونوں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف حضرت حمزہ نے نظر اٹھائی پھر نبی اکرم ﷺ کے گھٹنے پر نظر ڈالی پھر دوبارہ نظر اٹھا کر حضور ﷺ کی ناف پر نظر ڈالتے رہے پھر تیسری دفعہ حضرت حمزہ نے اور اوپر نظر اٹھا کر حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی پھر حضرت حمزہ نے کہا کہ تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو۔ تو نبی اکرم ﷺ نے پہچان لیا کہ حضرت حمزہ نشہ میں ہیں تو نبی اکرم ﷺ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ آئے اور وہاں سے باہر تشریف لے آئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر نکل آئے۔

تخریج: صحیح البخاری - البیوع (۱۹۸۳) صحیح البخاری - المساقاة (۲۲۴۶) صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۲۵)
صحیح البخاری - المغازی (۳۷۸۱) صحیح البخاری - اللباس (۵۴۵۷) صحیح مسلم - الأشربة (۱۹۷۹) سنن أبي داود - الحراج
والإمارة والفيء (۲۹۸۶) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱/۴۲)

شرح الحدیث: حضرت علیؑ کے ولیمہ سے متعلق ایک واقعہ: یہ بھی ایک طویل قصہ ہے اسی قسم کا وہ یہ کہ حسین بن علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ میری ملک میں ایک جوان اونٹنی تھی جو جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ملی تھی اور ایک ایسی ہی اونٹنی اور تھی جو آپؐ نے مجھ کو حصہ، خمس میں سے دی تھی (ترجمہ الباب تو اسی سے ثابت ہو گیا آگے مصنف قصہ کی تکمیل کرتے ہیں) جب میرا ارادہ ہوا فاطمہ کو نکاح کے بعد اپنے یہاں لانے کا (جس کو رخصتی کہتے ہیں) تو ولیمہ کی تیاری میں میں نے یہ منصوبہ بنایا جس کو آگے بیان کر رہے ہیں، وہ یہ کہ میں نے ایک صواغ یعنی زرگر سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ جنگل جائے تاکہ ہم وہاں سے اذخر جمع کر کے لائیں اور صواغین کے ہاتھ اسکو فروخت کریں تاکہ اس کی آمدنی سے ولیمہ کا بندوبست ہو سکے، چنانچہ میں نے ایسا کیا کہ ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری کے گھر کے سامنے لا کر بٹھادیا اور خود میں ان اونٹنیوں پر باندھنے کیلئے پالان تھیلے اور رسیاں وغیرہ جمع کرنے کے لئے چلا گیا جب میں وہ سب چیزیں جمع کر کے لایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ میری ان دونوں اونٹنیوں کے کوبان کاٹ لئے گئے اور ان کے پہلوؤں سے گوشت بھی کاٹ لیا گیا، اور ان کی کلیجیاں نکال لی گئیں، مجھے یہ منظر دیکھ کر بے اختیار رونا آ گیا پھر میں نے پوچھا لوگوں سے کہ ایسا کس نے کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ حمزہ بن عبد المطلب نے کیا ہے، اور سامنے ایک گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ اس میں ہیں بہت سے شراب پیتے

والوں کے ساتھ، اس مجلس میں ایک گانے والی نے ان کے اور ان کے اصحاب کے سامنے اپنے غناء میں یہ شعر پڑھ دیا:

ط لَا يَأْخُذُ حَمَزُ لِلشُّرُوفِ التَّوَاءِ وَهُنَّ مُعَقَّلَاتٌ بِالْفِتَاءِ

صَحَّ السَّيِّئِينَ فِي اللَّيَالِ مِنْهَا وَصَرَ جُحُنٌ حَمَزًا بِاللَّيَالِ

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے حمزہ دیکھو یہ سامنے جوان اور فریبہ اونٹنیاں ہیں جو گھر کے سامنے بندھی ہوئی ہیں ان کے گلوں پر چھری چلاؤ اور ان کو خون میں لت پت کر دو، شُرف جمع ہے شارف کی بمعنی جوان اونٹنی اور نِوَاء جمع ہے نادیہ کی یعنی فریبہ، حضرت حمزہ گانے والی کا یہ شعر سن کر اپنی تلوار کی طرف لپکے اور یہ سب کام کر گزرے، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ سن کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت زید بن حارثہؓ تھے آپ نے میرے چہرہ کو دیکھ کر اندازہ لگا لیا میری پریشانی کا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آج جیسا ناگوار منظر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور سارا واقعہ بیان کیا، اور میں نے یہ بھی بتلادیا کہ وہ ایک گھر میں مجلس ہو رہی ہے شراب نوشی کی اس میں ہیں (تحریم خمر سے پہلے کا واقعہ ہے) اس پر حضور ﷺ نے اپنی چادر منگائی اور اس کو اوڑھ کر چلے گئے میں اور زید آپ کے پیچھے پیچھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس گھر تک پہنچے جس میں حمزہ تھے آپ استیذان کے بعد اندر داخل ہوئے جہاں سب لوگ موجود تھے آپ ﷺ حمزہ کو ملامت کرنے لگے ان کی اس حرکت پر حمزہ کا حال یہ تھا کہ وہ شراب کے نشہ میں مست تھے آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں، اب حمزہ نے حضور ﷺ کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنا شروع کیا، اور نشہ کے ایک خاص انداز میں پہلے تو حضور ﷺ کے پاؤں کی طرف گھورتے رہے کچھ دیر بعد نظر ذرا اوپر اٹھائی اور آپ ﷺ کے گھٹنوں کو گھورتے رہے، پھر نظر کچھ اور اوپر اٹھائی آپ کی ناف کے قریب تک، وہاں گھورتے رہے، اسی طرح پھر چہرہ کو گھورتے رہے یہ گھورنا تو بالکل خاموشی کے ساتھ رہا اور پھر اخیر میں بولے تیز لہجے میں وَهَلْ أَنتُمْ إِلَّا عِبِيدٌ لِّآدَمَ کہ ارے تم سب میرے باپ کے غلام ہی تو ہو (چونکہ حمزہ کے باپ حضور ﷺ کے بھی اور علیؑ کے بھی دادا اور بڑے تھے اور گویا سردار تھے اور حمزہ ان سے بہ نسبت ان دو کے زیادہ قریب تھے اسلئے بطور فخر یہ جملہ کہا) علیؑ کہتے ہیں حضور ﷺ سمجھ گئے کہ یہ تو مست ہیں (اور معاملہ گڑ بڑ ہے) اسلئے حضور ﷺ اٹے پیروں لوٹ گئے (تاکہ کہیں دست درازی نہ کر بیٹھیں) اور غرض یہ کہ آپ ﷺ وہاں سے نکل آئے اور ہم سب بھی آپ کے ساتھ۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم، قاله المنذرى۔

یہ قصہ ہمارے لئے بڑا قابل عبرت ہے کہ دو جہان کے سردار کی صاحبزادی کی رخصتی ہو رہی ہو جس کے ولیمہ کے انتظام کیلئے آپ ﷺ کے داماد محترم جنگل سے گھاس اکٹھا کرتے پھریں، اور اس میں بھی پھر حسب منشاء کامیابی نہ ہو۔

۲۹۸۷

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عِيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْخُصَرَمِيُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْقُسَمَرِيِّ، أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ صَبَاغَةَ ابْنَتِي الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، حَدَّثَتْهُ عَنْ إِخْدَاهُمَا، أَنَّهُمَا قَالَتِ: أَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبِيًّا، فَذَهَبْتُ أَنَا وَأَخِي، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكُونَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيهِ، وَسَأَلْنَاكَ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ الشَّيْءِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَبَقْتُكَ يَتَانِي بَدْرٌ، لَكِنْ سَأَدْتُ لَكُنَّ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُنَّ مِنْ ذَلِكَ: تُكَبِّرُونَ اللَّهَ عَلَى إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً، وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ"، قَالَ عِيَّاشٌ: وَهُمَا ابْنَتَا عَمِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

شرح

فضل بن حسن ضمری کہتے ہیں کہ زبیر بن عبد المطلب کی دو صاحبزادیوں ام الحکم یا ضباعہ میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چند قیدی آئے تو میں اور میری بہن اور حضرت فاطمہ الزہراء صاحبزادی رسول ﷺ تینوں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنی اس مشقت اور تکالیف کو بیان کیا جو ہم گھر کے کام کاج میں اٹھاتے ہیں اور ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی کسی قیدی (باندی) کے دینے کا حکم ارشاد فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بدر کے یتیم تم سے زیادہ مستحق ہیں وہ تم سے سبقت لے جا چکے لیکن میں تمہیں ایسا وظیفہ بتلاتا ہوں جو تمہارے لئے اس مطالبہ سے زیادہ بہتر ہے۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ اللہ اکبر اور تینتیس دفعہ الحمد للہ اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ پڑھو اور ایک دفعہ چوتھا کلمہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ پڑھو۔ عیاش بن عقبہ کہتے ہیں: ام الحکم اور ضباعہ نبی اکرم ﷺ کی چچا زاد بہنیں ہیں۔

شرح الحديث

تحقیق سند: یہ سند محتاج تحقیق و تفتیش ہے یہاں نسخے مختلف ہیں چنانچہ دو اختلاف دیکھنے میں آئے، ہمارے اس نسخے میں أَنَّ أُمَّ الْحَكَمِ، أَوْ ضَبَاعَةَ۔ ہے اور ابن داسہ کے نسخہ میں (کما فی تعلیق الشیخ محمد عوامہ) اس کے بجائے أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ أَوْ ضَبَاعَةَ ہے، اور دوسرا اختلاف اس کے بعد لفظ حَدَّثَتْهُ میں ہے ہمارے اس نسخہ میں بصیغہ مَوْثَق ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں کما علی الھامش "حدثه" بصیغہ مذکر ہے، یہ روایت ابوداؤد میں مکرر ہے دوبارہ مصنف اس حدیث کو کتاب الأدب باب فی التسبیح عند النوم میں بھی لائے ہیں بعینہ اسی سند سے لیکن وہاں ابن داسہ کے نسخہ کی طرح ہے، أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ، أَوْ ضَبَاعَةَ ابْنَتِي الرَّبِيزِ حَدَّثَتْهُ، عَنْ إِحْدَاهُمَا^۱، اور "تهدیب الکمال"^۲ میں حافظ مزری نے اپنی سند سے اس حدیث کو جب ذکر کیا تو اس میں بھی اسی طرح ہے، لہذا ترجیح ابن داسہ والے نسخہ کی روایت کو ہوگی اور اس صورت میں سند کا مطلب یہ ہوگا، فضل بن الحسن کہتے ہیں کہ مجھ سے ام الحکم کے بیٹے یا ضباعہ کے بیٹے نے بیان کیا، ان دونوں (ام الحکم و ضباعہ) میں سے کسی ایک سے روایت کرتے^۳ ہوئے، اور ہمارے موجودہ نسخہ کی صورت میں سند کا مفہوم یہ ہوگا کہ فضل بن الحسن کہتے ہیں

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الأدب - باب فی التسبیح عند النوم ۵۰۶۶

۲ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال - ج ۲۳ ص ۱۹۵

۳ لہذا راوی بیٹا ہوا اور مروی عنہ اس کی ماں یا خالہ ۱۲۔

کہ مجھ سے ام الحکم یا ضباعہ کسی ایک نے روایت کیا دوسری سے، یعنی فضل کو شک ہو رہا ہے کہ میرا استاد اس حدیث میں ام الحکم ہے یا ضباعہ اور بہر صورت ان میں سے ایک دوسری سے روایت کر رہی ہے، چونکہ صاحب عون المعبود کا بھی نسخہ یہی ہے اس لئے انہوں نے سند کی شرح اسی طرح کی ہے، لیکن اس نسخہ کو اگر اختیار کیا جائے تو اس میں معنی کے لحاظ سے یہ اشکال ہے کہ جب حضور ﷺ کی خدمت میں جانے والی یہ دونوں بہنیں تھیں جیسا کہ روایت میں تصریح ہے: فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي، تو پھر ایک کے دوسرے سے روایت کرنے کی کیا وجہ؟ دونوں صاحب واقعہ ہیں نیز کتب رجال سے بھی ان میں سے ایک کا دوسری سے روایت کرنا ثابت نہیں، کما فی البذل^۱، بخلاف نسخہ ثانیہ کے کہ وہ اس اشکال سے محفوظ ہے مگر حضرت شیخ الہند نے اپنے حاشیہ میں ہمارے موجودہ نسخہ کی سند کی اس طرح توجیہ و تاویل فرمائی ہے جس پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا، حضرت شیخ الہند کی تاویل کا حاصل یہ ہے کہ عن احداهما بطور لب لباب کے بدل واقع ہو رہا ہے اپنے سابق سے کہ فضل بن الحسن روایت کرتے ہیں ان دو عورتوں میں سے کسی ایک سے، بدل قرار دینے کی صورت میں اوپر والا اشکال پیدا نہیں ہوتا ہمارے حضرت سہارنپوری نے سند کا مفہوم تو یہی متعین فرمایا ہے جو نسخہ ابن داسہ والی سند کا ہے مگر اس میں یہ توضیح و تشریح نہیں ہے کہ ہماری یہ سند محتاج تاویل ہے یا نہیں، بلکہ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہمارے نسخہ کی عبارت کا مفہوم بھی وہی ہے جو دوسرے نسخہ کی عبارت کا ہے، والامر کما فی حاشیۃ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ، و هذا اجهد المقل فی شرح هذا السند والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مضمون حدیث واضح ہے کہ یہ دونوں اور تیسری حضرت فاطمہ خمس غنیمت میں سے خادم طلب کرنے کیلئے گئی تھیں تو آپ ﷺ نے عذر فرما دیا یَسْبِقَنَّ يَتَأْتِيَنَّ بَدْرًا کہ یتامی بدر تم سے پہلے چونکہ طلب کرنے آگئے تھے اسلئے سارے غلام ان کو دیدیئے گئے اور یا مطلب یہ ہے کہ یتامی بدر استحقاق کے اعتبار سے تم پر مقدم اور رائج تھے اسلئے انکو دے دیا یا دیا جائے گا، اس صورت میں حدیث خفیہ کی مؤید ہو سکتی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں ذوی القربی کے حق کا مدار افتقار اور احتیاج پر رکھتے ہیں پھر آپ ﷺ نے ان تینوں کی دلجوئی اور تلافی میں خادم کا بدل، یعنی بدل معنوی تجویز فرمایا جو تسبیح فاطمہ کے نام سے معروف ہے۔

۲۹۸۸

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَالْفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ يَغْنِي الْجَزِيرِي، عَنْ أَبِي الْوَرْدِ، عَنْ ابْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي، وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَأَنَّ مِنْ أَحَبِّ أَهْلِهَا إِلَيَّ؟ ثَلَاثٌ، بَلَى، قَالَ: إِنَّمَا جَزَتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَرُ فِي يَدِهَا، وَاسْتَقَّتْ بِالْقُرْبَةِ حَتَّى أَثَرُ فِي نَحْرِهَا، وَكَدَسَتْ الْبَيْتَ حَتَّى اغْبَرَّتْ نِيَابَهَا، فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدَمًا، فَقُلْتُ: لَوْ أَتَيْتُ أَبَاكَ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا، فَأَتَنَّهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ خَدَمًا فَأَفْرَجَعَتْ، فَأَتَاهَا مِنَ الْعَدِ، فَقَالَ: «مَا كَانَ حَاجَتُكَ؟» فَسَكَتَتْ، فَقُلْتُ: أَنَا أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، جَزَتْ بِالرَّحَى حَتَّى أَثَرُ فِي يَدِهَا، وَحَمَلَتْ بِالْقُرْبَةِ حَتَّى أَثَرُ فِي نَحْرِهَا، فَلَمَّا أَنْ جَاءَكَ الْحَدَمُ أَمَرْتَهُمْ أَنْ تَأْتِيَنَّكَ فَتَسْتَعْدِلَ مَلِكًا خَادِمًا يَقِيهَا حَرَّ مَا هِيَ

فیه، قال: «أتقی الله یا فاطمة، وأوی قریضة ربک، وأعملی عمل أهلک، فإذا أخذت مضجعتک فسوی ثلاثاً وثلاثین، وأحمدی ثلاثاً وثلاثین، وکبری أربعاً وثلاثین، فیکلک مائة، فهی خیر لک من خادم» قالت: رضیت عن الله عز وجل، وعن رسولہ صلی الله علیہ وسلم.

ترجمہ: ابن عبد کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں اپنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہؑ کا واقعہ نہ بتاؤں؟ فاطمہ الزہراءؑ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں؟ تو میں نے کہا کہ یہ واقعہ مجھے ضرور بتلائیے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہؑ کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے اور مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر اٹھا کر لانے سے انکے سینہ پر نشانات پڑ گئے تھے اور حضرت فاطمہؑ کے اپنے گھر کی جھاڑو دینے کے سبب انکے کپڑے غبار آلود ہو گئے تھے..... تو نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے تو میں نے حضرت فاطمہؑ سے کہا کہ آپ اپنے والد محترم کے پاس جا کر ان سے ایک خدمت گزار مانگ لیں چنانچہ حضرت فاطمہؑ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں تو وہاں پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لوگوں کو گفتگو کرتے ہوئے پایا (تو شرم و حیا کے سبب کچھ نہ بولیں) اور اپنے گھر واپس لوٹ گئیں پھر اگلے دن نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہیں کیا کام تھا؟ تو حضرت فاطمہؑ شرم و حیا کی وجہ سے خاموش رہیں تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپکو بتلاتا ہوں حضرت فاطمہؑ کے چکی چلانے کے سبب انکے ہاتھ میں نشانات پڑ گئے اور وہ مشکیزہ بھر کر اٹھاتی رہیں اس سے انکے سینے پر نشانات پڑ گئے جب آپکے پاس کچھ خادم آئے تو میں نے ان سے کہا کہ تم نبی اکرام کے پاس جا کر ایک خادم (باندی) طلب کر لو تا کہ جس مشقت میں وہ ہیں اس سے بچ سکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اللہ کا خوف کرو اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرو اور اپنے گھر کے کام کرو بس جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تم تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہہ لو یہ سو ۱۰۰ کلمات ہو گئے یہ کلمات تمہارے لئے کسی خادم سے بہتر ہیں حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: میں اللہ پاک اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے پر راضی ہوں۔

۲۹۸۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَوْزَوِّيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ،

بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: وَلَمْ يُخَيَّرْهَا.

ترجمہ: علی بن حسین نے یہ واقعہ ذکر کیا اس میں علی بن حسین نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو کوئی خادم نہیں دیا۔

تفسیر: صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۴۵) صحیح البخاری - المناقب (۳۵۰۲) صحیح البخاری - النفقات (۵۰۴۶) صحیح البخاری - الدعوات (۵۹۵۹) صحیح مسلم - الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار (۲۷۲۷) جامع الترمذی - الدعوات (۳۴۰۸) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتی (۲۹۸۸) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۶/۱) سنن الدارمی - الاستئذان (۲۶۸۵)

شرح الحدیث:

اس حدیث اور پہلی حدیث کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے فاطمہؑ سے فرمایا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر ایک خادم ان سے لے لو، اس پر وہ حضور ﷺ کے پاس گئیں، اسی آخر القصة، وقد أخرج البخاری ومسلم و أبو داؤد والنسائی من حدیث عبد الرحمن بن ابی لیلی عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ هذا الحدیث بنحوہ وسیجئی ان شاء اللہ تعالیٰ فی کتاب الأدب من کتابنا هذا، قالہ المنذری۔

۲۹۹۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَنَبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْقُرَشِيُّ، قَالَ: أَبُو جَعْفَرٍ يَغْنِي ابْنُ عِيسَى، كُنَّا نَقُولُ إِنَّهُ مِنَ الْأَبْدَالِ قَبْلَ أَنْ نَسْمَعَ أَنَّ الْأَبْدَالَ مِنَ الْمُوَالِي، قَالَ: حَدَّثَنِي الدَّخِيلُ بْنُ إِيَّاسٍ بْنُ لُوحٍ بْنِ جُعَاعَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ جُعَاعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ جُعَاعَةَ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ دِيَّةَ أَخِيهِ فَتَلَّتُهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي دُهَلٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كُنْتُ جَاعِلًا لِشُرَكَائِي دِيَّةً جَعَلْتُ لَأَخِيكَ، وَلَكِنْ سَأَعْطِيكَ مِنْهُ عُقْبَى» فَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِائَةِ مِنَ الْإِبِلِ، مِنْ أَوَّلِ مُحْسِنٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي دُهَلٍ، فَأَخَذَ طَائِفَةً مِنْهَا، وَأَسْلَمَتْ بَنُو دُهَلٍ فَطَلَبَهَا بَعْدُ جُعَاعَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، وَأَتَاهَا بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ بِأَثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ صَاعٍ مِنْ صَدَقَةِ الْيَمَامَةِ، أَرْبَعَةَ أَلْفٍ بُرًّا، وَأَرْبَعَةَ أَلْفٍ شَعِيرًا، وَأَرْبَعَةَ أَلْفٍ تَمْرًا، وَكَانَ فِي كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجُعَاعَةَ: «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا كِتَابُ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِجُعَاعَةَ بْنِ مَرَاةَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، إِيَّيْ أُعْطِيَتْهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ مُحْسِنٍ يَخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي دُهَلٍ عُقْبَةً مِنْ أَخِيهِ».

ترجمہ:

محمد بن عیسیٰ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہم لوگ عنبہ بن عبد الواحد کو ابدال کی جماعت میں سے سمجھتے تھے پھر ہم نے یہ سنا کہ ابدال تو غلاموں میں سے ہوتے ہیں (تو ہم نے انکو ابدال کی جماعت میں شمار کرنا چھوڑ دیا)..... مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بھائی کی دیت طلب کرنے کی غرض سے پہنچے جسکو بنی ذہل کے قبیلہ بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی مشرک کی دیت مقرر کرتا تو تمہارے بھائی کی دیت مقرر کرتا لیکن میں تمہارے بھائی کے خون بہا میں سے کچھ معاوضہ ادا کروں گا پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے یہ تحریر لکھ دی کہ بنو ذہل قبیلہ کے مشرکین سے سب سے پہلے جو خمس وصول ہو گا تو اس خمس میں سے انکو سو ۱۰۰ اونٹ دیئے جائیں چنانچہ ان سو ۱۰۰ اونٹوں میں سے کچھ اونٹ تو انہوں نے وصول کر لئے اور اسکے بعد بنو ذہل قبیلہ مسلمان ہو گیا تو مجاہد نے باقی ماندہ حصہ حضرت ابو بکرؓ سے طلب کیا اور وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس نبی اکرم ﷺ کا خط مبارک لیکر آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کیلئے یمامہ سے حاصل ہونے والا صدقہ میں سے بارہ ہزار صاع دینے کا حکم دیا اس میں چار ہزار صاع گیہوں اور چار ہزار صاع جو اور چار ہزار صاع کھجوریں تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے مجاہد کو جو تحریر لکھ کر دی تھی اسکا یہ مضمون تھا..... بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ محمد نبی کی طرف سے تحریر ہے مجاہد بن مرارہ کیلئے جن کا تعلق بنی سلمہ سے ہے میں نے انکو انکے بھائی کے قتل کے بدلے میں بنو ذہل

قبیلہ کے مشرکوں سے حاصل ہونے والے سب سے پہلے خمس مال میں سے سو ۱۰۰ اونٹ دے دیئے ہیں۔

شرح الحدیث محمد بن عیسیٰ استاد مصنف جن کی کنیت ابو جعفر ہے وہ اپنے استاد عنبرہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگ یہ سمجھتے تھے عنبرہ کے بارے میں کہ وہ ابدال کی جماعت میں سے ہیں قبل اس کے کہ ہم یہ سنیں کہ ابدال موالیٰ میں سے ہوتے ہیں یعنی غلاموں میں سے۔

مطلب یہ ہے کہ عنبرہ تو موالیٰ میں سے نہیں ہیں لہذا وہ ابدال میں سے بھی نہیں، لہذا ہمارا پہلا خیال غلط نکلا، اختصار هذا المعنى شيخنا في البذل^①، اور صاحب "عون المعبود" نے موالیٰ کو ممالیک کے معنی میں نہیں لیا بلکہ سادات کے معنی میں لیا یعنی مولیٰ اعلیٰ، اور عنبرہ غرضی ہیں سادات میں سے ہیں^②، اس صورت میں مطلب یہ ہو گا شروع میں تو یہ ہمارا گمان ہی گمان تھا بعد میں پھر وہ گمان یقین سے بدل گیا اور ہمیں ان کے ابدال میں سے ہونے کا یقین ہو گیا، هذا المعنى عكس المعنى السابق۔

ابدال واوتاد کا ثبوت احادیث سے: یہاں اس روایت کی سند میں ابدال کا ذکر آیا، ابدال کا ذکر ابو داؤد میں کتاب الفتن کے بعد باب فی ذکر المہدیٰ میں بھی آیا ہے، جس کے لفظ یہ ہیں فَإِذَا رَأَى النَّاسَ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ، وَعَصَائِبُ أَهْلِ الْعِرَاقِ، فَيُتَابِعُونَهُ^③، جس کا مضمون یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں جب امام مہدیٰ کے ہاتھ پر مکہ مکرمہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان لوگ ان سے بیعت ہوں گے، تو اس کے بعد ان کے مخالفین کا ایک لشکر اٹھے گا ملک شام سے جو ان سے لڑنے کے لئے جائے گا تو ان کو اللہ تعالیٰ راستہ ہی میں مکہ مدینہ کے درمیان زمین میں دھنسا دیں گے، جب لوگوں کو یہ معلوم ہو گا تو اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی وقعت بڑھے گی، چنانچہ عراق کے عبّاد و زہاد اور ملک شام کے ابدال آکر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں گے، حضرت شیخ^④ کے حاشیہ بذل میں ہے علامہ سیوطی^⑤ سے نقل کیا ہے کہ صحاح ستہ میں ابدال کا ذکر کہیں نہیں ہے سوائے ابو داؤد کی اس روایت کے، وأخرجه الحاكم وصححه ورواه في غير الصحاح ذكرهم في عدة احاديث جمعتها في مؤلف، حضرت شیخ نے اپنے اس حاشیہ میں ابدال کے بارے میں بہت سی کتب حدیث و تصوف و رجال تاریخ کے حوالے تحریر فرمائے ہیں^⑥، اس حاشیہ میں ہے کہ علامہ شامی^⑦ کا بھی ایک رسالہ ہے جس کا نام ہے إجابة الغوث ببيان حال النقباء والنجباء والأبدال والأوتاد والغوث^⑧، اسی طرح علامہ سیوطی^⑨ کی الحاوي للفتاوي^⑩ میں ایک رسالہ ہے الخیر الدال علی وجود

① بذل الجہود فی جل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۰۷

② عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۸ ص ۲۱۶

③ سنن ابی داؤد - کتاب المہدی - ۴۲۸۶

④ مجھ سے محب کرم مولانا حکیم سعید صاحب (المعروف بہ حکیم احمدی) نے ذکر کیا کہ میں نے بھی ابدال سے متعلق تقریباً ستر روایات جمع کی ہیں ۱۲۔

⑤ مجموعة مسائل ابن عابدین - ج ۲ ص ۲۶۴ - ۲۸۱

⑥ الحاوي للفتاوي - ج ۲ ص ۲۴۱ - ۲۵۵

القطب والأوتاد والنجباء والأبدال اور سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں حدیث الأبدال کے بارے میں لکھا ہے:
صحیح وان شئت قلت متواتراہ۔

حَدَّثَنِي الدَّخِيلُ بْنُ إِبْنِ بْنِ لُوحِ بْنِ جُنَاحَةَ، عَنْ هَلَالِ بْنِ سِرَاجِ بْنِ جُنَاحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ الْجُنَاحَةِ، أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْلُبُ رِبَّةَ أَخِيهِ قَتْلَهُ بَنُو سَدُوسٍ مِنْ بَنِي دُهْلٍ، اس حدیث کے راوی الْجُنَاحَةُ بن مرارہ ہیں جو یمامہ کے رہنے والے قبیلہ بنو حنیفہ سے تھے، یہ صحابہ میں سے ہیں اپنی قوم کے سردار تھے، ان کے کافر بھائی کو بنو سدوس نے قتل کر دیا تھا تو اس کی دیت حضور ﷺ سے لینے آئے تھے، شاید بیت المال سے لینا مراد ہے آپ نے فرمایا اگر مشرک کی دیت ہو اگر قریبی تو میں تیرے بھائی کی دیت بھی دے دیتا ہاں البتہ میں دیت کے عوض میں کچھ دوں گا، یعنی ان کی تالیف قلب کیلئے کیونکہ یہ اپنی قوم کے رئیس تھے تاکہ ان کی قوم بھی اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور ظاہر یہ ہے کہ مجاہد اس طلب دیت کے وقت مشرف باسلام ہو چکے تھے (بذل^۱)، چنانچہ حضور ﷺ نے ان کیلئے ایک تقریر لکھ دی کہ مشرکین بنو ذہل کی غنیمت سے جب پہلے پہل خمس نکالا جائے تو اس میں سے سواونٹ ان کو دیئے جائیں، ان سو میں سے کچھ حصہ تو ان کو مل گیا اور کچھ باقی رہ گیا، اور ادھر یہ ہوا کہ بنو ذہل اسلام لے آئے، پھر صدیق اکبر کی خلافت کے زمانہ میں یہ مجاہد ان کے پاس آئے حضور ﷺ کی تحریر لیکر، تو انہوں نے ان کو باقی دیت کے بارے میں لکھ دیا بارہ ہزار صاع اس صدقہ سے جو یمامہ سے وصول ہو، چار ہزار صاع گیبوں، چار ہزار جو اور چار ہزار تمر، اور حضور ﷺ کی تحریر جو آپ نے ان کو دی تھی وہ اس طرح ہے: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا كِتَابٌ مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ لِبُجَاحَةَ بْنِ مَرَارَةَ مِنْ بَنِي سُلَی، إِيَّيْ أَعْطِيَتْهُ مِائَةٌ مِنَ الْإِبِلِ مِنْ أَوَّلِ خُمْسٍ يُخْرُجُ مِنْ مُشْرِكِي بَنِي دُهْلٍ عُقْبَةً مِنْ أَخِيهِ۔

۲۱۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي سَهْمِ الصَّفِيِّ

رسول اللہ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے خاص حصہ صفی کا بیان
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كُوَيْبٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: «كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمٌ يُدْعَى الصَّفِيُّ، إِنْ شَاءَ عَبْدًا، وَإِنْ شَاءَ أَمَةً، وَإِنْ شَاءَ فَرَسًا يَخْتَارُهُ قَبْلَ الْخُمْسِ»۔
عامر شعبی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کیلئے مال غنیمت میں خاص حصہ ہوتا تھا جسکو صفی کہتے تھے
رسول اللہ ﷺ کسی غلام یا باندی یا کسی گھوڑے کو چاہتے تو خمس نکالنے سے پہلے اسکو لے لیتے تھے۔

سنن النسائي - قسم الفيہ (۴۱۴۵) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيہ (۲۹۹۱)

شرح الحدیث

اس باب پر کلام باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گذر چکا، اور صفی سے متعلق مسائل بھی، اس باب کی پہلی حدیث میں ہے: یُغْتَابِرُهُ قَبْلَ الْخُمْسِ کہ آپ ﷺ سہم صفی لیا کرتے تھے، خمس نکالنے سے پہلے یعنی اصل غنیمت سے، بذل میں لکھا ہے کہ ہمارا مذہب بھی یہی ہے، لیکن اس کے بعد والی روایت میں آرہا ہے: وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسُ مِنَ الْخُمْسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، یہ پہلی حدیث کے خلاف ہے، اور وقع تعارض ایسے ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں قبل الخمس سے مراد قبل تقسیم الخمس لیا جائے، یعنی خمس میں سے سہم صفی لینے کے بعد اس کی تقسیم کی جاتی، ذار ترفع التعارض۔

۲۹۹۲

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَأَزْهَرُو، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ سَهْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّفِيِّ؟ قَالَ: «كَانَ يُضْرَبُ لَهُ بِسَهْمِ مَعَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ وَالصَّفِيُّ يُؤْخَذُ لَهُ رَأْسُ مِنَ الْخُمْسِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ».

ترجمہ

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ کا مال غنیمت میں حصہ کس طرح ہوتا تھا اور صفی آپ کو کب ملا کرتا تھا؟ تو محمد بن سیرین نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں مسلمان مجاہدین کے ساتھ حصہ لگایا جاتا اگرچہ حضور ﷺ جنگ میں شریک نہ ہوتے اور آپ ﷺ کا خاص حصہ صفی آپ ﷺ کو خمس میں سے دیا جاتا اور یہ حصہ کسی بھی تقسیم سے پہلے ہوتا تھا۔

۲۹۹۳

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ، يَأْخُذُهُ مِنْ حَيْثُ شَاءَ، فَكَانَتْ حَقِيقَةُ مِنْ ذَلِكَ السَّهْمِ، وَكَانَ إِذَا لَمْ يَغْزُ بِنَفْسِهِ ضُرِبَ لَهُ بِسَهْمِهِ وَلَمْ يُخَيَّرْ».

ترجمہ

قنادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جہاد فرماتے تو آپ ﷺ کیلئے ایک خاص حصہ ہوتا تھا آپ ﷺ اپنی مرضی سے جہاں سے چاہتے وہ حصہ وصول فرما لیتے اور حضرت صفیہؓ بھی حضور ﷺ کے اس خاص حصہ میں سے آپ ﷺ کو حاصل ہوئی تھیں اور جب حضور ﷺ جہاد میں شریک نہ ہوتے تو آپ ﷺ کیلئے مال غنیمت میں حصہ رکھا جاتا تھا لیکن آپ ﷺ کے لئے اس خاص حصہ کو لینے کا اختیار نہ ہوتا تھا۔

شرح الحدیث

باب کی تیسری حدیث یہ ہے: عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا غَزَا كَانَ لَهُ سَهْمٌ صَافٍ، اس روایت میں سہم صفی کے بارے میں یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے لئے اس وقت ہوتا تھا جب کہ آپ ﷺ اس غزوہ میں خود شریک ہوں اور وہ آپ کا جو دوسرا حصہ ہوتا تھا غنیمت میں وہ مطلقاً تھا، غزوہ کے اندر آپ کی شرکت ہو یا نہ ہو لیکن اس باب کی جو آخری حدیث آرہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سہم صفی اور سہم غنیمت دونوں ہی عام تھے، یہ ساری بحث باب

الصفایا میں گذر چکی۔

۲۹۹۴ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا مَسْفِيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَتْ صَفِيَّةٌ مِنَ الْأَسْفُفِيِّ».

شرح الحدیث: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ کے خاص حصہ صفی میں سے ہو کر حاصل ہوئی تھیں۔
یعنی آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ آپ ﷺ کو سہم صفی میں ملی تھیں یہ روایت آئندہ آنے والی مفصل روایت کے خلاف ہے، اور صحیح بات وہی ہے جو روایت مفصل میں آرہی ہے لہذا اس روایت کی تاویل یہ کی جائے کہ مراد من حیث المال ہے اور وہ جو آئندہ روایت (برقم ۲۹۹۸) آرہی ہے اس میں اس طرح ہے: عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مُجِيعُ السَّهْمِ - يَعْنِي بِحَيْدَرٍ - فَجَاءَ دَحِيَّةُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ السَّهْمِ، قَالَ: أَذْهَبَ فَخُذْ جَارِيَةً، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُحَيْطٍ لِح. حضرت صفیہؓ آپ کے حصہ میں کیسے آئیں؟ یعنی خیبر کے قیدیوں کو جب جمع کیا گیا تو دحیہ کلبیؓ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ سے ان قیدیوں میں سے ایک باندی کی فرمائش کی آپ ﷺ نے ان کو اختیار دیدیا کہ ایک جاریہ لے لو، انہوں نے صفیہؓ کو لے لیا تو ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے دحیہ کو صفیہؓ دیدی وہ تو بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں کے سردار ہے وہ دحیہ کیلئے مناسب نہیں، آپ ﷺ ہی کیلئے مناسب ہے، اس پر آپ ﷺ نے دحیہ کو صفیہؓ کے ساتھ بلایا، اور آپ نے ان پر نظر ڈال کر فرمایا کہ کوئی دوسری جاریہ لے لو، اور پھر آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔

ان روایات میں سے ایک میں یہ بھی ہے صفیہ کے بارے میں: وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا وَكَانَتْ عُرْوَةً، نیز یہ بھی ہے: فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا مَدَنَ الصَّهْبَاءِ حَلَّتْ فَبَتْنِي بِهَا، یعنی خیبر سے واپسی میں جب آپ ﷺ مقام سد الصہباء پر پہنچے تو وہ آپ ﷺ کیلئے حلال ہو گئیں۔ اس سے طہارت من الحیض مراد ہے یعنی استبراء حاصل ہو گیا، اس کے بعد آپ نے ان کے ساتھ بٹاء کی (تخلیہ)۔

اور روایات الباب میں سے ایک میں (برقم ۲۹۹۷) یہ ہے کہ دحیہ کے حصہ میں ایک جاریہ جمیلہ آئی تھی فَأَشْتَرَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَمْوَالٍ، یعنی آپ نے ایک باندی کو سات باندیوں کے بدلہ میں خریدا، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے دحیہ سے صفیہؓ کو لیکر ان کے بدلے میں سات باندیاں عطا کیں، اور یہ جو روایت میں آیا کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ سے آ کر عرض کیا کہ وہ آپ ہی کے مناسب ہے دحیہ کے مناسب نہیں مطلب یہ ہے کہ اس کا دحیہ کے پاس جانا خلاف مصلحت ہے، اسلئے کہ صحابہ میں دحیہ جیسے بلکہ ان سے افضل بہت سے تھے اور یہ ایک عالی شان جاریہ تھیں تو دحیہ کے پاس ہونے سے دوسرے حضرات کو احساس ہوتا اور بقاضائے بشریت تنافس کا یہ مقام تھا، اور حضور ﷺ کے پاس ہونے کی صورت میں کسی کو کوئی اشکال نہ ہوتا۔

کہا گیا ہے کہ صفیہ کا نام حضور ﷺ کے اصطفاء سے پہلے زینب تھا پھر جب وہ سہم صفی میں سے قرار دے دی گئیں تو ان کا نام صفیہ رکھ دیا گیا، کذا فی البدل^۱، لیکن عون المعبود میں امام نوویؒ سے نقل کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام صفیہ پہلے ہی سے تھا^۲۔

۲۹۹۵ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّهَرِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمْنَا خَيْبَرَ، فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ تَعَالَى الْحِصْنَ، ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُجَيْجٍ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا، وَكَانَتْ عَزُوسًا، «فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا مَدَّ الصُّهْبَاءِ حَلَّتْ قَبَيْئِي بِهَا».

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم مقام خیبر پہنچے جب اللہ پاک نے یہ قلعہ فتح کروادیا تو حضور ﷺ کے سامنے صفیہ بنت حیی کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ شادی شدہ تھیں ان کے شوہر اس جنگ میں مارے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے چن لیا اور ان کو لے کر نکلے جب ہم سدا الصہباء مقام پر پہنچے تو وہاں حضرت صفیہ حیض سے پاک ہو گئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ رخصتی فرمائی۔

تحقیق صحیح البخاری - البیوع (۲۱۲۰) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۷۳۶) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۷۴) صحیح البخاری - الأطعمہ (۵۱۰۹) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتوى (۲۹۹۵) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۵۹/۳)

۲۹۹۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «صَارَتْ صَفِيَّةُ لِلْحَبِيبَةِ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ، وحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں تھیں پھر حضرت صفیہ رسول اللہ ﷺ کی ہو گئیں۔

تحقیق صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۴) صحیح البخاری - الجمعة (۹۰۵) صحیح البخاری - البیوع (۲۱۱۵) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۶۴) صحیح مسلم - النکاح (۱۳۶۵) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتوى (۲۹۹۶) سنن ابن ماجہ - النکاح (۱۹۵۷) سنن ابن ماجہ - التجارات (۲۲۷۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۰۲/۳) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۴۶/۳)

۲۹۹۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَادٍ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا يَهُزُّ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسِ، قَالَ: "وَقَعَ فِي سَهْمٍ وَحْيَةٌ جَارِيَةٌ جَمِيلَةٌ، فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْؤُسٍ، ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سَلِيمٍ تَصْنَعُهَا، وَهَيَّئُهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: وَتَعْتَدُ فِي بَيْتِهَا - صَفِيَّةُ بِنْتُ حُجَيْجٍ".

۱ بذل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۱۴

۲ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۹ ص ۲۲۰، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۸ ص ۲۲۰

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت وحیہ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی جن کو رسول اللہ ﷺ نے سات باندیوں کے بدلے میں خرید لیا پھر حضرت صفیہ کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم کے پاس بھیجا تاکہ وہ انکو بناؤ سنگھار کر کے رسول اللہ ﷺ کیلئے تیار کریں..... حماد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ثابت استاد نے یہ فرمایا تھا کہ صفیہ بنت حنی نے حضرت ام سلیم کے گھر میں عدت پوری کی۔

تحقیق صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۴) صحیح البخاری - الجمعة (۹۰۵) صحیح البخاری - البيوع (۲۱۱۵) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۶۴) صحیح مسلم - النکاح (۱۳۶۵) سنن النسائي - النکاح (۳۳۸۰) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۹۷) سنن ابن ماجه - النکاح (۱۹۵۷) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۷۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۲/۳)

۲۹۹۸ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْرَاهِيمَ الْمُعْتَمِدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمَّا جُمِعَ الشَّيْبِيُّ - يَعْنِي بِحَيْبِهِ - فَجَاءَ وَحْيَةً فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْطِنِي جَارِيَةً مِنَ الشَّيْبِيِّ، قَالَ: «أَذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً»، فَأَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُجَيْبٍ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَعْطَيْتَ وَحْيَةً، قَالَ يَعْقُوبُ: صَفِيَّةَ بِنْتَ حُجَيْبٍ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ، وَالتَّضْيِيرُ، ثُمَّ اتَّفَقَا مَا تَفْضُلُحُ إِلَّا لَكَ، قَالَ: «أُذْعُوهُمَا» فَلَمَّا نَظَرَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُ: «خُذْ جَارِيَةً مِنَ الشَّيْبِيِّ غَيْرَهَا» وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا».

ترجمہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ خیبر میں قیدی جمع ہوئے تو حضرت وحیہ نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے ان قیدیوں میں سے ایک باندی عطا فرما دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ایک باندی لے لو تو وحیہ نے حضرت صفیہ بنت حنی کو لے لیا پھر ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے وحیہ کو صفیہ بنت حنی عطا فرمائی ہے جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی ہے وہ تو ایسی خاتون ہے جو صرف آپ کے شایان شان ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وحیہ کو صفیہ کے ساتھ بلاؤ (جب وہ دونوں آگئے) تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ پر نظر ڈال کر وحیہ سے فرمایا کہ تم قیدیوں میں سے ان کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد فرما کر ان سے شادی کر لی۔

تحقیق صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۴) صحیح البخاری - الجمعة (۹۰۵) صحیح البخاری - البيوع (۲۱۱۵) صحیح البخاری - المغازی (۳۹۶۴) صحیح البخاری - النکاح (۴۷۹۸) صحیح مسلم - النکاح (۱۳۶۵) جامع الترمذی - النکاح (۱۱۱۵) سنن النسائي - النکاح (۳۳۴۲) سنن أبي داود - الخراج والإمارة والفيء (۲۹۹۸) سنن ابن ماجه - النکاح (۱۹۵۷) سنن ابن ماجه - التجارات (۲۲۷۲) سنن الدارمي - النکاح (۲۲۴۲)

۲۹۹۹ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِسْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا بِالْمِزْبَدِ، فَجَاءَ رَجُلٌ أَشْعَثُ

الرأس بيده قطعة أديم أحمر، فقلنا: كَأَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ؟ فَقَالَ: أَجَل، قُلْنَا: نَاوِلْنَا هَذِهِ الْقِطْعَةَ الْأَدِيمَ الَّتِي فِي يَدِكَ، فَنَاوِلْنَاَهَا، فَقَرَأْنَاهَا، فَإِذَا فِيهَا: «مَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرٍ بِنِ أَقْيَشٍ إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَآتَيْتُمُ الْخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَشَهِدْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيُّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ» فَقُلْنَا: مَنْ كَتَبَ لَكَ هَذَا الْكِتَابَ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: یزید بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم بصرہ سے کچھ فاصلے پر واقع مقام مرید میں تھے تو ایک شخص پر آگندہ بال آیا اسکے ہاتھ میں سرخ چڑے کا ٹکڑا تھا ہم نے اس سے کہا شاید تمہارا تعلق گاؤں دیہات سے ہے اس نے کہا: جی ہاں! تو ہم نے اس سے کہا کہ تمہارے ہاتھ میں جو چڑے کا ٹکڑا ہے وہ ہمیں دے دو تو اس نے وہ ٹکڑا ہمیں دے دیا۔ تو ہم نے اسکو پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ..... یہ تحریر محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو زہیر بن اقیش کے نام ہے تم لوگوں نے اگر اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور تم لوگ نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور غنیمت میں سے خمس ادا کرو گے اور نبی پاک ﷺ کا حصہ اور ان کو اپنے لئے چناؤ کا خاص حصہ ادا کرو گے تو تم لوگوں کو اللہ اور اسکے رسول کی پناہ حاصل ہے..... تو ہم نے پوچھا کہ تمہیں یہ خط کس نے لکھ کر دیا تو اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے یہ تحریر لکھوائی ہیں۔

سنن أبي داود - الخراج والإمامة والفتوى (٢٩٩٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧٨/٥)

شرح الحديث: یہ اس باب کی آخری حدیث ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں ابھی قریب میں آیا تھا اس کا مضمون یہ ہے یزید بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہم مقام مرید میں تھے (موضع بالبصرہ) تو ایک شخص پر آگندہ بالوں والا آیا جس کے ہاتھ میں سرخ چڑے کا ایک ٹکڑا تھا (جس پر کچھ لکھا ہوا تھا) ہم نے اس سے کہا کہ تو دیہاتی معلوم ہوتا ہے اس نے کہا ہاں، ہم نے کہا تیرے ہاتھ میں جو یہ ٹکڑا ہے ذرا ہمیں دے اس نے ہمیں دے دیا تو ہم نے دیکھا اس میں یہ لکھا ہوا تھا: مَنْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى بَنِي زُهَيْرٍ بِنِ أَقْيَشٍ إِنَّكُمْ إِنْ شَهِدْتُمْ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَأَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ، وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ، وَآتَيْتُمُ الْخُمْسَ مِنَ الْمَغْنَمِ، وَشَهِدْتُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفِيُّ، أَنْتُمْ آمِنُونَ بِأَمَانِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.

آپ کی اس تحریر میں آپ کے دو حصوں کا ذکر ہے ایک سہم غنیمت اور دوسرا سہم صفی، اور ان دونوں کے بارے میں یہ ہے کہ اگر تم یہ دونوں ادا کرتے رہو گے (مع ان باقی امور کے جو تحریر میں مذکور ہیں) تو تم ہماری طرف سے امن میں ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے دونوں حصے مطلقاً تھے، شرکت فی الغزوہ کی قید نہ تھی، سہم غنیمت کے بارے میں تو روایات میں بھی اتفاق ہے اور علماء کے مابین بھی لیکن سہم صفی کے بارے میں باب کے شروع میں جو حدیث گزری ہے وہ اس کے خلاف ہے، حضرت گنگوہیؒ کی رائے اس آخری حدیث کے پیش نظر عدم تقیید کی ہے، اور گذشتہ باب میں یہ گذر چکا کہ حضرت نے بذل میں یہ لکھا ہے کہ کتب فقہ میں مجھے اس کی تصریح نہیں ملی۔ حدیث یزید بن عبد اللہ سکت علیہ المنذری و کتب الشیخ محمد

عوامہ ان المزی عزاء الی النساء.

۲۲۔ باب کیف کان إخراج اليهود من المدينة؟

مدینہ طیبہ سے یہودیوں کو کس طرح جلا وطن کیا گیا؟

مختصر تاریخ متعلق بہ غزوات یہود: ترجمۃ الباب یعنی کیفیت اخراج یہود من المدینہ کے بارے میں، آپ یہ سمجھئے کہ یہ یہود جن سے آپ ﷺ کو غزوات کی نوبت آئی دو طرح کے تھے، بعض تو وہ تھے جو مدینہ سے باہر خیبر میں آباد تھے، یہ خیبر جو ایک بڑی بستی ہے مدینہ سے شمال مغرب میں تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اور بعض قبائل یہود وہ تھے جو مدینہ اور اس کے آس پاس پھیلے ہوئے تھے، اس لئے اولاً تو غزوہ کی نوبت آئی یہود مدینہ کے ساتھ جن کو مدینہ سے خارج کر دیا گیا یا قتل کر دیا گیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے، اور یہود خیبر سے قتال کی نوبت بعد میں آئی لیکن بعد افتح ان کو وہاں سے نکالا نہیں گیا بلکہ آپ ﷺ کا ان سے معاہدہ ہو گیا کہ جب مسلمان چاہیں گے نکال دیں گے۔

اسکے بعد آپ سمجھئے کہ جب حضور ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت وہاں کی آبادی جیسا کہ حدیث الباب میں آ رہا ہے مخلوط تھی بین المسلمین والمشرکین والیہود، مشرکین کے دو مشہور قبیلے تھے اوس اور خزرج جن کا لقب ان کے مشرف باسلام ہونے کے بعد انصار ہوا، اور یہود کے تین بڑے قبیلے وہاں آباد تھے بنو نضیر، (جن کا شمار اشراف میں تھا) اور بنو قریظہ (جو کم درجہ کے سمجھے جاتے تھے) اور بنو قینقاع (عبداللہ بن سلام کی قوم) آپ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد اواکل ہجرت ہی میں یہود مدینہ سے معاہدہ فرمایا تھا امن وامان قائم رکھنے کا مگر یہ لوگ عہد شکنی کرتے رہے جن پر ان کے ساتھ قتال ہوتا رہا، چنانچہ سب سے پہلے عہد شکنی بنو قینقاع نے کی یہ واقعہ شوال ۲ء کا ہے جب حضور ﷺ نے ان سے قتال کا ارادہ فرمایا تو وہ لوگ مقابلہ سے بچ کر قلعہ بند ہو گئے، آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ فرمایا، جب وہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو وہ جلا وطنی منظور کر کے قلعہ سے نیچے اتر آئے اور ملک شام چلے گئے، اسکے بعد ۳ء میں یہود بنو نضیر نے مسلمانوں کے ساتھ بد عہدی کی ان کی اس بد عہدی کا واقعہ آئندہ باب فی خبر النضیر میں آ رہا ہے، چنانچہ ان سے مقابلہ کی نوبت آئی تو وہ بھی قلعہ بند ہو گئے حتیٰ کہ عاجز ہو کر جلا وطنی منظور کی اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر خیبر میں جا بسے اور گویا خیبر یہود کا مرکز اور ان کی سازشوں کا اڈہ بن گیا، بنو قریظہ سے اس موقع پر مصالحت ہو گئی تھی، چنانچہ آگے روایت میں آ رہا ہے: عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَفَرِيطَةَ، خَاتَرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي النَّضِيرِ، وَأَقْرَبَ فَرِيطَةَ^۱، یعنی اس موقع پر بنو قریظہ کو مدینہ میں برقرار رکھا گیا، لیکن ان لوگوں نے غزوہ احزاب کے موقع پر مشرکین کا ساتھ دیا چنانچہ آپ ﷺ نے غزوہ احزاب سے فارغ ہو

کرسہ میں ان پر چڑھائی کی وہ بھی قلعہ بند ہو گئے اور انہوں نے مجبور ہو کر قبیلہ اوس کے مسلمانوں کو بیچ میں ڈال کر حضرت سعد بن معاذ الاوسیٰ کو حکم بنایا، انہوں نے انکے قتل کا فیصلہ دیا جس پر یہود بنو قریظہ کے مردوں کو جن کی تعداد روایات میں چار سو آتی ہے سب کو مدینہ منورہ میں قتل کیا گیا، اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ بنو نضیر مدینہ سے اجڑ کر خیبر جا بے تھے اور ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ۷ھ میں آپ نے ان پر خروج فرمایا مسلمانوں کو فتح ہوئی، غنیمت میں مسلمانوں کو بہت مال و دولت حاصل ہوئی حضرت علیؓ فاتح خیبر مشہور ہیں، باقی اس فتح میں ان کو وہاں سے نکالا نہیں گیا بلکہ معاہدہ ہو گیا کہ وہ وہی ذمی بن کر رہیں گے، مزید برآں ان لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ گزارش کی کہ آپ حضرات کو تو اپنے دین کے کاموں ہی سے فرصت نہیں ہے آپ کا کام کاشتکاری نہیں ہے، ان زمینوں اور باغات کو ہمارے ہی حوالہ فرمادیں، ہم ہی ان زمینوں میں کاشت کریں گے اور آپ ﷺ کو تیار غلہ ملا کر یگا آپ ﷺ نے ان سے اس پر مزارعت کا معاملہ فرمایا جس کو مخابرہ بھی کہتے ہیں، اور باغات کا بھی معاملہ کر لیا جس کو مساقاة کہتے ہیں یہ بہت بڑے کھجوروں کے باغات تھے^۱۔ اور ان سے اس وقت یہ طے ہو گیا کہ تم یہاں رہتے ہوئے کاشت وغیرہ کرتے رہو جب مسلمان چاہیں گے تمہارا یہاں سے اخراج کر دیں گے، حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت تک تو وہاں بستے رہے، حضرت عمرؓ کی خلافت کا جب زمانہ آیا تو انہوں نے ان کو اریحاء اور تیلہ کی طرف نکال دیا تھا جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے۔

شروع میں یہ مختصر تاریخ غزوات یہود کی اور ان کے ساتھ جہاد کی مجملہ لکھ دیں تاکہ آئندہ ابواب اور ان کی احادیث کے سمجھنے میں سہولت ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ الموفق والمیسر۔

۳۰۰۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِسٍ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَبِعَ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ يَهْجُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَحْزِرُ عَنْهُ كُفَّاءَ قُرَيْشٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ، وَأَهْلُهَا أَخْلَاطٌ، مِنْهُمْ الْمُسْلِمُونَ، وَالْمُشْرِكُونَ الْآذَنَانِ، وَالْيَهُودُ وَكَانُوا يُؤْذُونَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ، فَأَمَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ نَبِيَّهُ بِالصَّبْرِ وَالْعَفْوِ، فَفِيهِمْ أَنْزَلَ اللَّهُ: {وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آوَتْكَ الْكِشْبُ مِنْ قَبْلِكَ} الْآيَةَ، فَلَمَّا آوَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَدَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ، فَبَعَثَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَذَكَرَ قِصَّةَ قَتْلِهِ، فَلَمَّا قَتَلُوهُ، فَزَعَتِ الْيَهُودُ وَالْمُشْرِكُونَ فَعَدَّوْا عَلَى النَّبِيِّ

① چنانچہ ان باغات میں ایک باغ کا نام ”کعبیہ“ ہے جس کا ذکر ”باب ماجاء فی حکم اہرض خبیر“ میں ایک روایت میں اس طرح ہے کہ لام مالک سے ان کے شاگرد نے پوچھا کہ کعبیہ کیا چیز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ خیبر کا ایک باغ ہے جس میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھے۔

② اور البتہ سنو گئے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بد گوئی بہت (سورۃ آل عمران: ۱۸۶)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: طَرِقَ صَاحِبُنَا فَقُتِلَ. «فَذَكَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي كَانَ يَقُولُ، وَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ يَكْتُبَ بَيْنَهُ كِتَابًا، يَنْتَهُونَ إِلَى مَا فِيهِ فَكَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْمُسْلِمِينَ عَامَّةً صَحِيفَةً».

سجہ

عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے اور کعب بن مالک ان تین لوگوں میں سے ایک تھے جنکی توبہ قبول کی گئی تھی..... کعب بن اشرف رسول اللہ ﷺ کی برائی بیان کرتا تھا اور کفار قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکاتا تھا..... جب نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ والے مختلف عقیدے اور نظریات میں تقسیم تھے ان میں کچھ لوگ مسلمان تھے اور کچھ لوگ مشرک تھے جو بت پرستی کرتے تھے اور کچھ لوگ یہودی تھے یہ یہود حضور ﷺ اور صحابہ کو تکلیفیں دیتے تھے (اشعار میں) اللہ پاک نے اپنے نبی کو صبر کرنے اور درگزر سے کام لینے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان یہودیوں کے متعلق اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آپ ان اہل کتاب اور مشرکین کی جانب سے تکلیف دینے والی باتیں سنیں گے..... جب کعب بن اشرف نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ایزاء رسانی سے باز رہنے سے انکار کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے سعد بن معاذ کو حکم دیا کہ وہ اس کعب بن اشرف یہودی کو قتل کرنے کیلئے ایک جماعت بھیجیں تو سعد بن معاذ نے محمد بن مسلمہ کو اسکے قتل کرنے کی مہم پر روانہ کیا (محمد بن مسلمہ کے ساتھ قبیلہ اوس کے کچھ دیگر صحابہ بھی تھے) پھر کعب بن مالک نے اس یہودی کعب بن اشرف کے قتل کا قصہ بیان کیا جب مسلمانوں نے کعب بن اشرف یہودی کو قتل کر ڈالا تو یہود اور مشرکین مکہ گھبرا اٹھے اور صبح صبح نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور کہنے لگے راتوں رات ہمارے ساتھی پر حملہ کر آیا گیا اور اسکو قتل کر دیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو وہ باتیں بتلائیں جو کعب بن اشرف نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا..... اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ آپس میں ایک معاہدہ نامہ لکھ لیں اور اس معاہدہ نامہ کی سب پاسداری کریں..... پس نبی اکرم ﷺ نے ان مشرکین اور یہودیوں کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ نامہ تحریر کر دیا۔

شرح الحدیث

عبدالرحمن اپنے باپ عبداللہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں، آگے روایت میں ہے وَكَانَ أَحَدَ الثَّلَاثَةِ، ضمیر بظاہر عبداللہ کی طرف لوٹ رہی ہے مگر مراد وہ نہیں بلکہ ان کے باپ کعب بن مالک مراد ہیں (یہ امر قابل تنبیہ ہے) ورنہ ظاہر عبارت سے خلاف واقعہ کا شبہ ہوتا ہے۔

کعب بن الاشرف یہودی کے قتل کا قصہ: یہ کعب بن الاشرف یہودی بنی قینقاع سے تھا، شان بان والا اور شاعر قسم کا آدمی تھا اور بڑا موزی تھا، حضور ﷺ کی اشعار میں بھج کر تا تھا، اور کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا آگے راوی کہتا ہے کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کی آبادی مخلوط تھی مسلمین اور مشرکین اور یہود سب ہی وہاں بستے تھے اور

یہ یہودی حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کو ایذا پہنچاتے تھے، اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو عفو اور صبر کا حکم دیتے رہے، چنانچہ آپ ان کو درگزر فرماتے رہے، فَلَمَّا أَبَى كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ أَنْ يَنْزِعَ عَنْ أَدَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ أَنْ يَبْعَثَ رَهْطًا يَقْتُلُونَهُ، فَبَعَثَ لِمُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، یعنی جب کعب بن الاشرف آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے کسی طرح باز نہ آیا تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم فرمایا کہ ایک جماعت کو اسکے قتل کیلئے بھیجے، چنانچہ انہوں نے محمد بن مسلمہ وغیرہ کو بھیجا۔ آگے روایت میں یہ ہے کہ جب کعب بن الاشرف کو قتل کر دیا گیا جو ان کے ایک اہم آدمی کا قتل تھا تو اس پر یہود و مشرکین سب گھبرائے اور چونکہ یہ قصہ ان کے قتل کرات میں پیش آیا تھا اس لئے یہ لوگ علی الصباح حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ سے جا کر شکایت کی کہ رات ہمارا افلاں آدمی مار دیا گیا ہے، تو آپ نے ان سے اس کی شرارتوں اور ایذا رسائیوں کا ذکر فرمایا پھر آپ ﷺ نے ان کے سامنے معاہدہ کی بات رکھی، چنانچہ عہد نامہ لکھا گیا، روایت میں اتنا ہی ہے لیکن صرف اس سے ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے یہ کہا جائے گا کہ اس حدیث میں معاہدہ کا ذکر ہے یہی تو سبب بتان کے اخراج کا کہ چونکہ وہ اپنے معاہدہ پر قائم نہیں رہے اور نقض عہد کیا اسی پر ان سے قتال اور اخراج ہوا۔

اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے قتل کعب کا حکم سعد بن معاذ کو دیا حالانکہ اس سے پہلے کتاب الجہاد میں بَابُ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتِي عَلَى غَزَاةٍ میں یہ گزر چکا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ؟» فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ الْحَدِيثَ بِطَوْلِهِ جس میں اس کے قتل کی تفصیل مذکور ہے اس اشکال کا جواب بظاہر وہاں گزر چکا ہوگا، وہ یہ کہ اصل تو وہی روایت ہے جو پہلے گزر چکی لیکن جب محمد بن مسلمہ قتل کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے چاہا کہ ان کے ساتھ چند آدمی اور کر دیئے جائیں چنانچہ سعد بن معاذ وغیرہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔

یہ قتل کعب ربیع الاول ۳ء میں پیش آیا اور اس روایت میں یہ ہے کہ یہود کیساتھ معاہدہ اس واقعہ کے بعد ہوا، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہود کیساتھ معاہدہ کی ابتداء ۳ء سے ہے۔ وقد أخرج البخاری ومسلم وأبو داؤد والنسائی قتل کعب بن الاشرف اتم من هذا، وقد تقدم في كتاب الجهاد، قاله المنذرى۔

۳۰۰۱

حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرِو الْأَيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُيَيْنٍ الْبُكَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ، مَوْلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَعَنْ كُرَيْمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أَصَابَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَقَدِمَ الْمَدِينَةَ جَمَعَ الْيَهُودَ فِي سُوقِ بَنِي قَيْنُقَاعَ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَسْلِمُوا قَبْلَ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قُرَيْشًا»، قَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، لَا تَغُرَّنَاكَ مِنْ نَفْسِكَ أَنَّكَ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْشٍ كَانُوا أَعْلَمَاءَ، لَا نَعْمُرُكَ الْوَيْثَانَ، إِنَّكَ لَوْ قَاتَلْتَنَا لَعَزَلْتَ أَتَا لَحْنُ النَّاسِ، وَأَنْتَ لَمْ تَلْقَ مِثْلَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ: {قُلْ لِلدِّينِ

كَفَرُوا وَسْتَغْلِبُونَ} قَدْ أَمَصَرْتُ إِلَى قَوْلِهِ {فِي تَقَاتِلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ} بِبَدْرٍ {وَأُخْرَى كَافِرَةٌ} ①

ترجمہ: اُمید اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب جنگ بدر میں قریش مکہ کو خوب نقصان پہنچا دیا اور وہاں سے فارغ ہو کر آپ مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو آپ نے یہودیوں کو بنی قینقاع کے بازار میں جمع فرما کر ارشاد فرمایا: اے یہود کی جماعت! تم لوگ اس سے پہلے اسلام لے آؤ کہ تم پر اس طرح آفت آجائے جیسا کہ قریش مکہ پر آفت آن پہنچی تو یہودیوں نے جواب میں کہا: اے محمد! آپ کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ آپ نے قریش قبیلہ کے چند ایسے لوگوں کو قتل کر دیا ہے جو نا تجربہ کار تھے انکو جنگ لڑنی نہیں آتی تھی اگر آپ ہم سے جنگ کریں گے تو آپ پہچان لینگے کہ ہم ہی بہادر لوگ ہیں اور ہمارے جیسے بہادر لوگوں سے آپ کا مقابلہ نہیں ہو اللہ پاک نے اس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: اے نبی! آپ ان بنی اسرائیل کے یہودیوں سے فرما دیجئے عنقریب تم لوگ میدان جنگ میں شکست کھا جاؤ گے۔ مصرف بن عمر استادنہ: فَبَقِيَ تَقَاتِلِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ تَحْكَ اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

شرح الحدیث: یعنی جب آپ ﷺ نے جنگ بدر میں قریش پر فتح پائی اور بدر سے مدینہ واپس پہنچ گئے، تو آپ ﷺ نے یہود کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ اسلام لے آؤ قبل اس کے کہ تم پر وہ مصیبت آئے جو قریش پر آئی، اس پر انہوں نے آپ کو یہ جواب دیا کہ دیکھئے آپ کو یہ چیز دھوکہ میں نہ ڈالے کہ آپ نے بنی قوم قریش کے چند افراد کو قتل کر ڈالا، کَاثُوا الْأَعْمَاءُ (یہ عمر کی جمع ہے بمعنی نا تجربہ کار اور اناڑی) جو کہ اناڑی تھے، جنگ کرنا نہیں جانتے، فنون حرب سے واقف نہیں، آپ ہم سے قتال کر کے دیکھئے تو آپ پہچان جائیں گے کہ ہم یعنی یہود ہی انسان ہیں، اور آپ کو ابھی تک ہم جیسوں سے سابقہ نہیں پڑا اس پر یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتْغْلِبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ۔

٣٠٠٢ حَدَّثَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا يُونُسُ، قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: حَدَّثَنِي مَوْلَى لَزِيدِ بْنِ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي ابْنَةُ الْحَيْصَةِ، عَنْ أَبِيهَا الْحَيْصَةِ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ ظَفِرْتُ بِهِ مِنْ رِجَالِ يَهُودٍ فَاقْتُلُوهُ» فَوَدَّ الْحَيْصَةُ عَلَى شَيْبَةَ رَجُلٍ مِنْ تَجَارِ يَهُودَ، كَانَ يُلَابِسُهُمْ فَقَتَلَهُ، وَكَانَ حَوِصَةً إِذْ ذَاكَ لَمْ يُسْلِمَ، وَكَانَ أَسَنَ مِنْ الْحَيْصَةِ، فَلَمَّا قَتَلَهُ جَعَلَ حَوِصَةً يُضْرِبُهُ، وَيَقُولُ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ، أَمَا وَاللَّهِ لَرُبِّ شَحْمٍ فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ.

ترجمہ: محیصہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم لوگ یہود کے مردوں میں جس کو پاؤ اسکو قتل کر ڈالو تو محیصہ نے شیبہ پر حملہ کیا یہ یہود کے تاجروں میں سے ایک شخص تھا جس کا ان مسلمانوں کے ساتھ میل جول تھا تو محیصہ نے اسکو قتل کر ڈالا حویصہ اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا اور یہ محیصہ سے عمر میں بڑا تھا..... جب محیصہ شیبہ کو قتل

① کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہو گے اور ہاتھ جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا الحاکمانہ ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو لوجوں میں جن میں مقابلہ ہو ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج کافروں کی ہے (سورۃ آل عمران: ۱۶۰-۱۶۱)

کر چکا تو حویصہ محیصہ کی پٹائی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تیرے پیٹ میں بہت ساری چربی اس شبیہ کے مال سے بنی ہوئی ہے۔

شرح الحدیث: یعنی ایک دن آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ رجال یہود میں سے جو بھی ملے اسے قتل کر ڈالو، تو راوی حدیث یعنی محیصہ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ ایک یہودی شبیہ نامی جو تبار یہود سے تھا اور ان محیصہ کا اسکے ساتھ رہن سہن اور لین دین بھی تھا، (مگر چونکہ حضور ﷺ کا ارشاد تھا اس لئے) محیصہ نے اس کو قتل کر دیا اور محیصہ کا بڑا بھائی حویصہ جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا تھا اس کو اس پر بہت غصہ آیا، اور لگا محیصہ کی پٹائی کرنے اور کہتا تھا: يَا عَدُوَّ اللَّهِ، أَمَا وَاللَّهِ لَوَبَّ شَحْمِي فِي بَطْنِكَ مِنْ مَالِهِ کہ اے اللہ کے دشمن! تیرے پیٹ میں بہت ساری چربی اسی کے مال سے پیدا ہوئی ہے جس کو تو نے قتل کر دیا۔

۳۰۰۳ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ» فَعَزَّجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَاهُمْ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنَادَاهُمْ، فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، أَاسْلِمُوا أَمْ لَمْ تَسْلِمُوا؟» فَقَالُوا: قَدْ بَلَغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَسْلِمُوا أَمْ لَمْ تَسْلِمُوا؟» فَقَالُوا: قَدْ بَلَغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ذَلِكَ أُرِيدُ» ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ: «اعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَجْلِبَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَرْضِ، فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهِ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ، وَإِلَّا فاعْلَمُوا أَنَّمَا الْأَرْضُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم اس دوران کہ مسجد میں تھے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے گھر سے باہر نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی طرف چلو تو ہم آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہم یہود کے پاس پہنچ گئے نبی اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو آواز دی اور فرمایا: اے یہود کی جماعت! اسلام لے آؤ تم لوگ سلامتی اور امن میں رہو گے تو یہودیوں نے جواب دیا کہ اے ابو القاسم! آپ اپنا پیغام پہنچا چکے تو ان یہودیوں سے نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ فرمایا: اسلام لے آؤ تم لوگ سلامتی اور امن میں رہو گے ان یہودیوں نے کہا: اے ابو القاسم! آپ اپنا پیغام پہنچا چکے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: میں یہی چاہتا تھا کہ تم لوگ میرے دعوت تبلیغ کے پہنچانے کا اعتراف کر لو..... پھر تیسری مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ان یہودیوں سے فرمایا جان لو ساری زمین اللہ اور اسکے رسول کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں تمہیں اس زمین سے جلا وطن کر دوں پس تم میں سے جو شخص اپنے ساز و سامان مال و متاع پائے تو اسے بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین ساری کی ساری ایک اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ہے۔

تفہیم: صحیح البخاری - الجزية (۲۹۹۶) صحیح البخاری - الإكراد (۶۵۴۵) صحیح البخاری - الاعتصام بالكتاب والسنة (۶۹۱۶) صحیح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۶۵) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والقی (۳۰۰۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۱/۲)

شرح الحدیث: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے لوگ مسجد میں بیٹھے تھے، اچانک حضور ﷺ تشریف لائے ہماری طرف، پس فرمایا کہ چلو یہود کی طرف، ہم آپ کے ساتھ چل دیئے حتیٰ کہ آپ ان کے یہاں پہنچے، آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ان کو پکار کر فرمایا: يَا مَعْشَرَ يَهُودَ، اَسْلِمُوا اَسْلِمُوا کہ اے یہودیو! اسلام لے آؤ تاکہ صحیح سالم رہو (ورنہ تمہاری خیر نہیں) انہوں نے یہ سن کر کہا: قَدْ بَلَغْتَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ کہ آپ نے اپنی بات ہم تک پہنچا دی ہے، حضور ﷺ نے پھر یہی فرمایا، انہوں نے بھی پھر وہی اسکے جواب میں کہا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ذَلِكَ اُرِيدُ کہ ہاں بس میں بھی یہی چاہتا تھا (کہ تم میری تبلیغ کا اقرار کر لو) اور اس کے بعد پھر آپ نے یہ فرمایا: جان لو کہ بلا شک یہ زمین اللہ اور اسکے رسول کی ہے، اور میں تم کو یہاں سے نکلنے کا ارادہ کر رہا ہوں، پس جو شخص تم میں سے اپنے مال کے بدلہ میں کچھ حاصل کر سکتا ہو تو اس کو فروخت کر دے، یعنی جو مال تمہارا ایسا ہے کہ تم اٹھا کر لے جاسکتے ہو اس کو اٹھا کر لے جاؤ۔ اور جس کو اٹھا کر نہیں لے جاسکتے اور اس کا عوض تمہیں یہاں مل سکتا ہو یعنی کسی خریدار سے تو اس کو فروخت کر دو، اور اگر نہیں بیچو گے تو نقصان تم ہی اٹھاؤ گے، اور یہ اچھی طرح جان لو کہ زمین تو ہماری ہے۔

بنو نضیر جو مسلمانوں کے محاصرہ پر قلعہ بند ہو گئے تھے تو وہ جلا وطنی کی شرط منظور کر کے نیچے اترے تھے اس طور پر کہ جو سلمان قابل نقل ہے اس کو تم جس طرح بھی لے جاسکتے ہو لے جاؤ، زمین جو ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول کے لئے ہو چکی ہے، چنانچہ انہوں نے منقولات کو منتقل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، دروازے اور چوکھٹیں تک اتار کر ساتھ لے گئے اس آیت کریمہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے يُخْرِبُونَ بَيْتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۔

ایک اشکال و جواب: اس حدیث میں ظاہر یہ ہے کہ یہود بنو نضیر کا ذکر ہے، سیاق روایت سے یہی ظاہر ہوتا ہے اس لئے کہ نہ تو وہ خاص مدینہ کے اندر تھے اور نہ زیادہ فاصلے پر تھے، جس کیلئے لمبی چوڑی مسافت طے کرنی پڑے، یا سواری کی ضرورت پڑے، مختصر سی مسافت تھی جہاں پیدل چل کر پہنچ گئے، جیسا کہ روایت سے مستفاد ہو رہا ہے، لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ ان کا اجلاء تو ۷ میں ہوا تھا اور یہاں پر اس قصہ کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، جن کا اسلام ۷ء میں ہے تو پھر ابو ہریرہؓ کا خروج حضور ﷺ کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا، اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس سے جملہ بنو نضیر مراد نہیں بلکہ ان میں سے بعض اور بقایا جو وہاں رہ گئے ہوں گے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ حدیث مرسل صحابی ہے، کما تقدم هذا التوجيه في حديث ذي البدين۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذري۔

۲۳۔ باب فی خبر التفسیر

بنو نضیر کے واقعہ کا بیان

امی فی بیان ما فعلوا بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وأصحابہ وما آل الہیہ أمرهم من اخراجهم واجلائهم من المدينة.

اس باب میں مصنف نے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں بنو نضیر کے نقش عہد اور غداری کا ذکر ہے جس کے نتیجہ میں حضور ﷺ اور صحابہ نے ان پر چڑھائی کی، جس پر عاجز آکر وہ جلا وطنی کی شرط پر نیچے اترے اور مدینہ چھوڑ کر چلے گئے، مسلمانوں کے ساتھ انہوں نے کیسے غدر کرنا چاہا تھا اس کا بیان آگے آئے گا۔

۳۰۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ كُفَّاءَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى ابْنِ أَبِي، وَمَنْ كَانَ يُعْبِدُ مَعَهُ الْأَوْثَانِ مِنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَمِّدُ بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ: إِنَّكُمْ أَوْثَانُ صَاحِبَتَا، وَإِنَّا نَقْسِمُ بِاللَّهِ لِنُقَاتِلَنَّ، أَوْ لَنُخْرِجَنَّ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتَّى نَقْتُلَ مُقَاتِلَكُمْ، وَنَسْتَبِيعَ نِسَاءَكُمْ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي وَمَنْ كَانَ مَعَهُ مِنْ عِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، اجْتَمَعُوا لِقِيَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُمْ، فَقَالَ: «لَقَدْ بَلَغَ وَعِيدُ قُرَيْشٍ مِنْكُمْ التَّبَالُغَ، مَا كَانَتْ تَكِيدُكُمْ بِأَكْثَرِ مَا تُرِيدُونَ أَنْ تَكِيدُوا بِهِ أَنْفُسَكُمْ، تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَبْنَاءَكُمْ، وَإِخْوَانَكُمْ» فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفَرَّقُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ كُفَّاءَ قُرَيْشٍ، فَكَتَبَتْ كُفَّاءُ قُرَيْشٍ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ إِلَى الْيَهُودِ: إِنَّكُمْ أَهْلُ الْخَلْقَةِ وَالْحِصُونِ، وَإِنَّكُمْ لِنُقَاتِلَنَّ صَاحِبَتَا، أَوْ لَنُقَطِّلَنَّ كَذَا وَكَذَا، وَلَا يَحُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَدَمِ نِسَائِكُمْ شَيْءٌ، وَهِيَ الْخَلَاخِيلُ، فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَجْمَعَتْ بَنُو التَّفْسِيرِ بِالْعَدِيِّ، فَأَمْرُسُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ، وَلِيُخْرِجَ مِنَّا ثَلَاثُونَ حَبْرًا، حَتَّى نَلْتَقِيَ بِكَ الْمُنْصَفِ فَيَسْمَعُوا مِنْكَ، فَإِنْ صَدَّقُواكَ وَأَمَرُوا بِكَ آمَنَّا بِكَ، فَقَصَصَ خَبْرَهُمْ، فَلَمَّا كَانَ الْعَدُوُّ، عَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَخَصَرَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ: «إِنَّكُمْ وَاللَّهِ لَا تَأْمَنُونَ عِنْدِي إِلَّا بِعَهْدٍ تُعَاهِدُونِي عَلَيْهِ»، فَأَبَوْا أَنْ يُعْطَوْهُ عَهْدًا، فَقَاتَلَهُمْ يَوْمَهُمْ ذَلِكَ، ثُمَّ عَدَا الْعَدُوُّ عَلَى بَنِي قُرَيْظَةَ بِالْكَتَائِبِ، وَتَرَكَ بَنِي التَّفْسِيرِ وَدَعَاهُمْ إِلَى أَنْ يُعَاهِدُوهُ، فَعَاهَدُوهُ، فَانْصَرَفَتْ عَنْهُمْ، وَعَدَا عَلَى بَنِي التَّفْسِيرِ بِالْكَتَائِبِ، فَقَاتَلَهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَسَتْ بَنُو التَّفْسِيرِ، وَاحْتَمَلُوا مَا أَقْلَبَ الْإِبِلُ مِنْ أَهْجَتِهِمْ، وَأَبْوَابِ بُيُوتِهِمْ، وَخَشَبِهَا، فَكَانَ نَحْلُ بَنِي التَّفْسِيرِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا وَخَصَّ بِهَا، فَقَالَ: {وَمَا آفَاءُ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا

أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ ۝ { يَقُولُ: بِغَيْرِ قِتَالٍ، فَأَعْطَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَهَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَكَسَمَهَا بَيْنَهُمْ وَكَسَمَ مِنْهَا لِدَجْلَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَ دَاوُدُ حَاجِبًا لَمْ يَقْسِمْ لِأَحَدٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَيْرَهُمَا، وَبَقِيَ مِنْهَا صَدَقَةٌ يَسْئَلُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ فِي أُنْدَى بَنِي قَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا.

رحمہ

عبدالرحمن بن کعب رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے کافروں نے جنگ بدر سے پہلے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں قیام فرماتے تھے..... عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھ اوس اور خزرج کے قبیلوں میں سے جو لوگ بت پرست تھے انکو یہ خط لکھا کہ تم لوگوں نے ہمارے ساتھی (محمد ﷺ) کو ٹھکانہ دے رکھا ہے اور ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم محمد ﷺ سے جنگ کرو یا ان کو مدینہ سے باہر نکال دو یا ہم سب مل کر تم پر اکٹھے حملہ کریں گے یہاں تک کہ تمہارے جنگجوؤں کو قتل کر ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنا کر اپنے لئے حلال کر لیں گے جب عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی بت پرستوں کو قریش مکہ کی یہ دھمکی پہنچی تو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے جنگ لڑنے کیلئے جمع ہو گئے جب رسول اللہ ﷺ کو ان کے جمع ہونے کی خبر ملی تو حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے ملاقات کر کے ان سے فرمایا کہ قریش مکہ کی جانب سے تم لوگوں کو بڑی سخت دھمکی پہنچی ہے قریش مکہ اپنی دھمکی سے تمہیں اس قدر نقصان نہیں پہنچا رہے جس قدر تم لوگ اس دھمکی پر عمل کر کے اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے تم لوگ ہم مسلمانوں سے جنگ کر کے اپنے بیٹوں بھائیوں سے جنگ کرنا چاہ رہے ہو جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سنی تو یہ لوگ آپس میں جداجدا ہو گئے (لڑنے اور قتال کرنے سے باز آ گئے) تو یہ بات قریش مکہ کو جب پہنچی تو مکہ کے قریش نے جنگ بدر کے بعد یہودیوں کو خط لکھا کہ تم لوگ اسلحہ اور ہتھیار والے ہو اور تمہارے پاس مضبوط قلعے ہیں تم لوگ ہمارے ساتھی (محمد ﷺ) سے جنگ کرو ورنہ ہم تمہارے ساتھ ایسا ویسا معاملہ کریں گے اور ہمارے اور تمہاری عورتوں کے پازیبوں کے درمیان کوئی مٹی حائل نہیں ہوگی جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کفار مکہ کی اس تحریر کی اطلاع پہنچی اور یہ خبر بھی ملی کے قبیلہ بنو نضیر نے بد عہدی کا ارادہ کر لیا ہے اور بنو نضیر نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تیس (۳۰) صحابہ کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائیں اور ہم یہودیوں میں سے تیس (۳۰) پادری نکل کر ایک درمیانی جگہ آپ ﷺ سے ملاقات کریں گے اور آپ ﷺ کی گفتگو سنیں گے پس اگر ہمارے پادریوں نے آپ ﷺ کی بات کی تصدیق کی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد راوی نے پورا قصہ بیان کیا..... پھر اگلے دن رسول اللہ ﷺ نے لشکروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور بنو نضیر کا محاصرہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا تم لوگ اس وقت تک امن میں نہیں ہو سکتے جب تک تم لوگ مجھ سے معاہدہ نہ کر لو تو ان یہود نے حضور ﷺ سے کسی قسم کا معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے اس دن ان سے قتال

فرمایا پھر حضور ﷺ بنو قریظہ قبیلہ کے پاس تشریف لے گئے اور لشکروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور بنو نضیر کو اسی حال میں چھوڑ دیا اور بنو قریظہ کو معاہدہ کرنے کی دعوت دی تو بنو قریظہ نے حضور ﷺ سے معاہدہ کر لیا تو حضور ﷺ ان بنو قریظہ سے لوٹ کر لشکروں کو لے کر بنو نضیر پر حملہ آور ہوئے اور ان سے جنگ کر کے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے قلعوں سے اتر کر جلادطن ہو جائیں پس بنو نضیر قبیلہ مدینہ منورہ سے ملک شام کی طرف چلا گیا اور یہ لوگ اپنے ساتھ سامان اٹھا کر اپنے اونٹوں پر اپنا سامان اور اپنے گھر کے دروازے اور اپنے گھروں کی لکڑیاں لاد کر لے گئے..... تو بنو نضیر کے باغات خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کے تھے جو اللہ پاک نے آپ ﷺ کو خصوصیت کے طور پر عطا فرمائے تھے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جو کچھ اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو بنو نضیر سے باغات وغیرہ خصوصی طور پر عطا فرمائے ان کے حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ جنگ کے کئے بغیر اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمایا ہے پس نبی اکرم ﷺ نے بنو نضیر کی زمینوں کا اکثر حصہ مہاجر صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا اور انصار مدینہ میں سے دو افراد کو ان کی ضرورت اور فقر کی وجہ سے عطا فرمایا ان دونوں کے علاوہ کسی انصاری صحابی کو رسول اللہ ﷺ نے اس زمین میں سے عطا نہیں فرمایا اور بنو نضیر کی اس زمین میں وہ حصہ باقی رہ گیا جو حضرت فاطمہؓ کے زیر تصرف تھا یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کے لئے صدقہ ہو گیا تھا۔

شرح الحدیث یہ ہے کہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے کہ کفار قریش نے راس المنافقین عبد اللہ بن ابی جو کہ مشرکین میں سے تھا اور جو اسکے ساتھ دوسرے مشرک تھے اوس و خزرج میں سے، ان کو یہ لکھ کر بھیجا کہ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ دی ہے اور اسکو اپنے یہاں ٹھہرایا ہے (یعنی حضور ﷺ) ہم تم کو خبردار کرتے ہیں کہ یا تو تم اس کے ساتھ قتال کرو یا اس کا وہاں سے اخراج کرو، ورنہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم سارے مکہ والے تم پر چڑھائی کر دیں گے، تمہارے مقابلین یعنی مردوں کو قتل کر ڈالیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے مباح کریں گے جب عبد اللہ بن ابی کے پاس ان کی یہ تحریر اور دھمکی پہنچی تو وہ حضور ﷺ کے ساتھ قتال کرنے کیلئے جمع ہونے لگے، جب حضور ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ انکے پاس تشریف لے گئے ملاقات کیلئے، جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے ان لوگوں کے سامنے یہ بات رکھی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے پاس قریش کی حد درجہ کی وعید پہنچی ہے، دیکھو ایہ قریش تم کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا تم خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کر رہے ہو، پھر اگلے جملہ سے آپ ﷺ نے اسکی تشریح فرمائی: تَرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَكُمْ، وَإِخْوَانُكُمْ کیا تم خود اپنے ہاتھ اپنے ہی اولاد اور بھائیوں کو قتل کرنا چاہتے ہو، مطلب یہ تھا کہ تم میں سے بعض کی اولاد اور بعض کے بھائی اور دوسرے اعزہ اسلام لا کر ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں تو اس صورت میں مسلمانوں پر حملہ کرنا خود اپنے لوگوں پر حملہ کرنا ہے۔ آگے روایت میں ہے کہ جب ان لوگوں نے حضور ﷺ کی یہ تقریر سنی تو وہ سب لوگ جو قتال کیلئے مجتمع ہو گئے تھے منتشر ہو گئے اس ساری بات کی اطلاع کفار

قریش کو بھی ہو گئی، تو اب کفار قریش نے دوبارہ تحریر لکھی اور یہ جنگ بدر کے بعد کی بات ہے، اور اس مرتبہ بجائے مشرکین کے یہود کی طرف وہ تحریر لکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ بے شک تم ہتھیار والے ہو قلعوں والے ہو (ایسے ہو اور ویسے ہو) یا تو تم ہمارے آدمی کو قتل کرو ورنہ ہم تمہارا یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے، اور ہمارے درمیان اور تمہاری عورتوں کے پازیبوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے گی، یعنی ہم انکی عصمت دری کریں گے، (خَدَمَ جَمْعُ خَدَمَةٍ کی یعنی پازیب جس کو راوی کہہ رہا ہے) وہی الحلا خیل، فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِسْ جَب ان کی یہ تحریر حضور ﷺ کے پاس پہنچی، یہاں پر یہ اشکال ہے کہ وہ تحریر تو یہود کے نام تھی حضور ﷺ کے پاس کیسے پہنچی، چنانچہ درمنثور کی روایت میں ہے: فَلَمَّا بَلَغَ كِتَابُهُمُ الْيَهُودَ^①، جواب یہ ہے کہ تقدیر عبارت یہ ہے فلما بلغ خبر کتابہم، اصل کتاب مراد نہیں بلکہ اسکی خبر آگے روایت میں ہے: أَجْمَعَتْ بَنُو النَّضِيرِ بِالْقُدْسِ، فَأَرْسَلُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ إِلَيْنَا فِي ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ.

بنو نضیر کا آپ کے ساتھ غدر و فتک کا قصد: یعنی یہود بنو نضیر نے کفار قریش کی اس وعید پر حضور ﷺ کے ساتھ غدر کا ارادہ کیا، یعنی آپ ﷺ کے قتل کی خفیہ سازش دھوکہ دیکر، چنانچہ آپ کے سامنے بات رکھی گئی مذہب اسلام کو قبول کرنے نہ کرنے کی، وہ یہ کہ انہوں نے حضور ﷺ کے پاس یہ کہلوایا کہ تیس آدمیوں کو آپ لیکر چلے اور تیس آدمی ہمارے احبار علماء یہود نکلیں، اور کسی معین جگہ پر ملاقات کریں اور ہمارے احبار آپ ﷺ کی بات سنیں، پس اگر انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کر دی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے تو ہم سب بھی آپ پر ایمان لے آئیں گے، مصنف نے یہ واقعہ اتنا ہی ذکر کیا، آگے کیا ہوا اس کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا فَقَصَّ خَبْرَهُمْ^②، یعنی راوی نے پورا قصہ بیان کیا، اس قصہ کو حضرت نے بذل میں مسیو طی سے نقل کیا ہے وہ اس طرح کہ حسب قرارداد دونوں طرف سے تیس تیس نفر چل دیئے، یہ منظر دیکھ کر بعض یہود کو تردد ہوا کہ جب محمد ﷺ کے ساتھ تیس ۳۰ آدمی ہیں تو پھر تم ان تک کیسے پہنچ سکو گے، ان میں سے تو ہر ایک کا حال یہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے میری موت آجائے، تو انہوں نے حضور ﷺ کو یہ کہلا بھیجا کہ ہم سب ملکر ساٹھ آدمی ہو گئے، ساٹھ آدمیوں کے درمیان مسئلہ کیسے حل ہو گا، یعنی یہ بڑی جماعت ہو گئی اس میں سب کا ایک رائے پر متفق ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے، لہذا آدمیوں کی تعداد میں کمی کرنی چاہئے، بجائے تیس کے تین آپ ﷺ لیں، تین ہم چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا صرف تین تین ہو گئے، لیکن ان خبیثوں نے خنجر اپنے ساتھ خفیہ طور پر لے لئے کہ فی الواقع مناظرہ مقصود نہیں تھا بلکہ دھوکہ سے قتل کرنا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے غیب سے آپ ﷺ کی حمایت کی یہ صورت پیدا فرمائی کہ ایک یہودی عورت کا بھائی مسلمان تھا اسکو اپنے

① الدہ المنصور فی التفسیر بالماثور للسیوطی - ج ۱ ص ۳۴۰

② قص کی ضمیر راوی کی طرف راجع ہے، اور صاحب عون المعبود سے یہاں پر چوک ہوئی کہ انہوں نے اس کی ضمیر حضور ﷺ کی طرف لوائی، کذا فی

البدل (بدل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۳۳۰، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۸ ص ۲۳۶)۔

بھائی کی فکر ہوئی تو اس نے چپکے سے اپنے بھائی کے پاس یہودی کی خفیہ سازش کی خبر پہنچادی، اس کا بھائی فوراً دوڑا ہوا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ سے اس بارے میں سرگوشی کی، حضور ﷺ ابھی تک یہود کے پاس پہنچے نہیں تھے اسلئے آپ ﷺ لوٹ آئے، پھر اگلے دن آپ ﷺ نے ان پر علی الصبح چڑھائی کر دی جیسا کہ یہاں روایت میں ہے۔

فَلَمَّا كَانَ الْقَدُ، غَدَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْكَتَائِبِ فَحَصَرَهُمْ: سارے دن ان سے قتال ہوا، اور پھر اگلے روز علی الصبح بنو قریظہ پر آپ ﷺ نے چڑھائی کی اور بنو نضیر جو قلعہ بند ہو گئے تھے ان کو اسی حال میں چھوڑا، اور بنو قریظہ کے سامنے آپ ﷺ نے معاہدہ کی بات رکھی، وہ معاہدہ کے لئے تیار ہو گئے، لہذا آپ وہاں سے لوٹ آئے اور اگلے روز پھر بنو نضیر کی طرف متوجہ ہو گئے قتال کیلئے، حَتَّى نَزَلُوا عَلَى الْجَلَاءِ، فَجَلَّتْ بَنُو النَّضِيرِ، اِی اِلَى الشَّامِ وَبَعْضُهُمْ اِلَى خَيْبَرَ، اور اپنا سامان اونٹوں پر لاد کر لے گئے، دروازے اور ان کی لکڑیاں تک، آگے راوی کہہ رہا ہے کہ: فَكَانَ يُخْلِي بَيْنِي النَّضِيرِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، آگے جو روایت کا مضمون ہے وہ ہمارے یہاں پہلے گزر چکا۔

۳۰۰۵

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَابُوسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ يَهُودَ النَّضِيرِ، وَكُرَيْظَةَ، خَارَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي النَّضِيرِ، وَأَقْرَبُ كُرَيْظَةَ وَمَنْ عَلَيْهِمْ، حَتَّى خَارَبَتْ كُرَيْظَةَ بَعْدَ ذَلِكَ، فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ، وَقَسَمَ نِسَاءَهُمْ، وَأَوْلَادَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا بَعْضَهُمْ لِحَقْوِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَقْتَنَهُمْ وَأَسْلَمُوا، وَأَجْلَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودَ الْمَدِينَةِ كُلَّهُمْ، بَيْنِي قَيْنَقَاعَ، وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ وَيَهُودِيَّيْنِ حَارِثَةَ، وَكُلَّ يَهُودِيٍّ كَانَ بِالْمَدِينَةِ».

شرح

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن فرمادیا اور قبیلہ بنو قریظہ کو انکے مکانات میں برقرار رکھا اور ان پر احسان فرمایا یہاں تک کہ اس واقعہ کے بعد بنو قریظہ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے جنگ کی تو رسول اللہ ﷺ نے انکے مردوں کو قتل فرمایا اور انکی عورتوں اور بچوں اور انکے اموال مسلمانوں میں تقسیم فرمادیئے..... رسول اللہ نے مدینہ منورہ کے تمام یہودیوں کو جلاوطن فرمادیا جن میں عبد اللہ بن سلام کی قوم قبیلہ قینقاع اور بنو حارثہ کے یہودی شامل تھے اور مدینہ منورہ میں موجود ہر یہودی کو آپ ﷺ نے نکال باہر کیا۔

تخریج: صحیح البخاری - المغازی (۳۸۰۴) صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۶۶) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفیہ (۳۰۰۵)

شرح الحدیث

اس روایت کا مضمون ہمارے یہاں پہلے گزر چکا، اس روایت کے اخیر میں یہ ہے کہ مدینہ میں جتنے یہودی تھے بنی قینقاع (قوم عبد اللہ بن سلام) اور یہود بنو حارثہ اور ہر اس یہودی کو جو مدینہ میں تھا آپ ﷺ نے سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم، قاله المنذری۔

۲۴۔ باب ما جاء في حكم أرض خيبر

❦ خيبر کی زمین کے متعلق حضور ﷺ کے فیصلہ کا بیان

باب سے متعلق مباحث اربعہ مفیدہ: ترجمۃ الباب اور اسکی احادیث کو سمجھنے کیلئے بطور تمہید چند امور کا جاننا ضروری ہے: ① آپ ﷺ نے یہود خیبر کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اور خیبر کو کیسے فتح کیا؟ صلحا یا غزوہ؟ ② فتح کے بعد ارض خیبر کو کیسے تقسیم فرمایا؟ ③ ارض مفتوحہ کا حکم، آیا اس کی تقسیم ضروری ہے یا غیر ضروری؟ ④ ارض خیبر عشری ہے یا خراجی؟ کونسی زمین عشری ہوتی ہے اور کونسی خراجی؟ یہ سب اہم علمی مباحث ہیں اب ہم ان امور کو ترتیب وار بعون اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں، وہو الموفق والمیسر۔

بحث اول: گذشتہ روایات کے ضمن میں یہ آچکا کہ آپ ﷺ جب اخراج الیہود من المدینہ سے فارغ ہو گئے تو پھر ۷ھ میں آپ ﷺ خیبر کی طرف متوجہ ہوئے ان کے ساتھ قتال اور محاصرہ وغیرہ سب چیزوں کی نوبت آئی اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں نے یہود کو زیر کر کے خیبر کو فتح کر لیا، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ پورا خیبر غزوہ فتح ہوا یا بعض صلحا، اس کی بحث اس باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں آرہی ہے۔

بحث ثانیہ: آپ ﷺ نے نصف ارض خیبر کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمایا، کتاب الجہاد میں مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت گذر چکی، اور آگے یہاں بھی آرہی ہے اس میں تقسیم کی تفصیل اس طرح مذکور ہے کہ مجاہدین کی کل تعداد پندرہ سو تھی جس میں بارہ سو راجل اور تین سو فارس تھے، اور چونکہ فارس کا حصہ عند الحنفیہ دو گنا ہوتا ہے اس لئے تین سو فارس چھ سو ۶۰۰ راجل کے برابر ① ہو گئے بارہ اور چھ کل اٹھارہ ہو گئے تو اس نصف ارض کو آپ ﷺ نے اٹھارہ سہام پر تقسیم فرمایا ہر سہم مشتمل تھا سو حصوں پر، اور جس روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارض خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم فرمایا وہ بھی اپنی جگہ درست ہے یعنی مجموعہ زمین کے اعتبار سے، اور نصف ارض کو آپ نے اپنی اور اپنی ازواج اور مصالح مسلمین کے لئے باقی رکھا۔

بحث ثالث: ارض مفتوحہ کی تقسیم عند الثانی ضروری ہے اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اسکو تقسیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایقاف ضروری ہے یعنی اس کی آمدنی بیت المال میں رہے گی اور مصالح مسلمین میں اس کو صرف کیا جائے گا، اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اس کی تقسیم اور عدم تقسیم علیٰ راہی الإمام ہے اس کو دونوں کا اختیار ہے، اس میں حضرت عمرؓ کا عمل ایقاف اور ترک تقسیم تھا، اور حضور ﷺ سے تقسیم اور عدم تقسیم دونوں کا ثبوت ہے لہذا حنفیہ اور حنابلہ کے مسلک پر تو کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا، اسی طرح امام مالکؒ کے مسلک پر بھی کوئی خاص اشکال نہیں کیونکہ آپ ﷺ سے دونوں طرح ثابت ہے، البتہ حضرت

① اور اگر فارس کیلئے تین سہام ہوتے کما قال الأئمة الثلاثة والصحابان، تو پھر اس کا مقتضی یہ تھا کہ ارض خیبر کو اکیس ۲۱ سہام پر تقسیم کیا جاتا، یہ بحث کتاب الجہاد میں گذر چکی ہے۔

امام شافعیؒ کے مسلک پر اشکال ہوگا، عمل عمرؓ سے، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لم یقسم عمر برضا الغامدین، یعنی حضرت عمرؓ اس زمین کو تقسیم نہیں فرماتے تھے، غامدین کی اجازت اور ان کی رضامندی سے، لیکن اس جواب پر اشکال ہے چنانچہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ولا یصح أن یقال: إنه استطاب نفوسهم ووقفها برضاهم فإنهم قد نازعوا في ذلك وهو يأبی علیهم ودعا علی بلال وأصحابه - رضي الله عنهم -^①، یعنی حضرت بلالؓ اور ان کے بعض ساتھیوں کو حضرت عمرؓ نے جب وہ فعل عمرؓ پر راضی نہ ہوئے تو انہوں نے ان کو بددعاء بھی دی۔

بحث رابع: زمین کے عشری اور خراجی ہونے کے اعتبار سے جو تفصیل ہے وہ اس طرح ہے، مزید تفصیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کیا جائے، حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں اس کے بارے میں بہت سی کتب کے حوالے اور کچھ عبارات درج ہیں صاحب بدائع نے بھی اس پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ارض کی اولاد دو قسمیں ہیں، مفتوحہ اور غیر مفتوحہ، غیر مفتوحہ سے مراد وہ زمین جس کو فتح کرنے کی نوبت نہیں آئی بلکہ اسکے باشندگان خود بخود اسلام میں داخل ہو گئے جیسے ارض یمن و مدینہ و طائف و بحرین، یہ قسم ثانی زمین کی عشری ہے، اور قسم اول یعنی ارض مفتوحہ اس کی پھر دو قسمیں ہیں: ① ارض غنوة، ② ارض صلح، غنوة جسکو قتال کے ذریعہ فتح کیا گیا ہو، جیسے ارض عراق و مصر و شام و خیبر، اور دوسری وہ ہے جسکو خراج معین پر صلح کر کے فتح کیا گیا ہو، جیسے ارض نجران^③ اس قسم ثانی کا حکم یہ

① ارض مفتوحہ کی تقسیم و ترک تقسیم کی بحث: ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جمہور صحابہؓ اور ان کے بعد ائمہ کی رائے یہ ہے کہ ارض مفتوحہ غنائم میں داخل ہی نہیں ہے چنانچہ خلفائے راشدین کا طرز عمل یہی رہا ہے اس لئے حضرت بلالؓ اور ان کے اصحاب نے جب حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا اس بات کا کہ وہ زمین جس کو انہوں نے غنوة فتح کیا ہے وہی الشام و ما حولها کہ اس کا فسخ نکال کر باقی کو تقسیم کر دیجئے، تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ فسخ نکال کر باقی کو تقسیم کرنا زمین اس میں داخل نہیں ہے، اس لئے میں تو اس کو روک کر رکھوں گا تم اور سب مسلمانوں کی ضروریات کے لئے، لیکن اس کے بعد بھی حضرت بلالؓ اور ان کے اصحاب نے تقسیم ہی پر اصرار کیا تو اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ اخفني بلالاً و ذریعہ، باقی تمام صحابہؓ کو حضرت عمرؓ کی اس رائے سے اتفاق ہوا، پھر آگے ابن قیمؒ نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کی بہت زیادہ تعریف اور اس کے ثمرات و فوائد لکھے (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد - ج ۳ ص ۳۷۹-۳۸۰)، حضرت عمرؓ کے اس طرز پر حضرت بلالؓ و حمیرہ بعض صحابہؓ کی ناگواری کی طرف اشارہ حضرت عمرؓ کے کلام میں صحیح بخاری کی روایت میں بھی موجود ہے، اس کی ایک طویل حدیث میں ہے وَاَيْمُ اللّٰهِ اِنَّهُمْ لَيَكُونُنَّ اَنْتِي قَدْ ظَلَمْتَهُمْ (صحيح البخاري - كتاب الجهاد والسير - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم لليهود "اسلموا تسلموا" ۲۸۹۴)، وفي الهداية: إذا فتح الإمام بلاداً غنوة فهو بالخيار أن شاء قسمها بين المسلمين كما فعل عليه الصلاة والسلام بخيبر وأن شاء أقر أهلها ودفع الجزية عليهم وعلى إرهابهم الحراج كما فعل عمر رضي الله تعالى عنه بسواد العراق بموافقة من الصحابة، وفي العقار خلاص الشافعي، إلى آخره - اهـ من هامش البذل مختصراً.

② زاد المعاد فی ہدی خیر العباد لابن القيم - ج ۳ ص ۳۸۰

③ نصاریٰ نجران سے مصالحت کئے کے دو ہزار جوڑوں پر ہوئی تھی جیسا کہ آگے باب فی اخذ الجزیة میں آ رہا ہے صالح ترشول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهل نجد ان علی ألفي حلة. الاصف في صفير. والبقية في رجب. تؤدونها إلى المسلمين (سنن ابی داؤد - کتاب الحراج والإمارة والفيء - باب فی اخذ الجزية

ہے کہ جس چیز پر ان سے صلح ہوئی بس وہی ان سے لیا جائے گا، وہی اس کا خراج ہے اور قسم اول یعنی ارض عنوة اس کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کو غانمین کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہو جیسے نصف ارض خیبر اور دوسری وہ جس کو فتح کے بعد کفار سے نہ لیا گیا ہو بلکہ ان ہی پر چھوڑ دیا گیا ہو، جیسے باقی نصف ارض خیبر اور اسی طرح ارض عراق^① وغیرہ ان دونوں میں سے اول عشری ہے اور دوسری خراجی (مخلصا من البدائع)۔

نیز بدائع میں لکھا ہے کہ تمام ارض عرب عشری ہے جس سے مراد ارض حجاز و تہامہ و یمن اور مکہ مکرمہ و طائف ہیں، اور یہ زمین عشری اسلئے ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے ارض عرب سے خراج وصول نہیں کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عشری ہے اسلئے کہ زمین إحدى المؤمنین سے خالی نہیں ہوتی، یا اس سے عشر وصول کیا جائے گا یا خراج^②۔

اراضی ہند عشری ہیں یا خراجی؟ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اراضی ہند کیا ہیں عشری یا خراجی؟ اس کے بارے میں فتاویٰ رشیدیہ میں اس طرح ہے: مسئلہ: ہمارے یہاں کی ارضیات عشری ہیں یا خراجی ہیں اور عمل داری جائز ہے یا نہیں؟
الجواب: ارضیات ہند بعضی عشری ہیں بعضی خراجی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ۔

نیز اس میں یہ سوال وجواب بھی مذکور ہے، مسئلہ: یہاں زمینوں میں سرکاری جمع ہے اور معافی بھی ہیں، لہذا ایسی زمینوں میں عشر ہے یا نہیں؟ الجواب: زمین معافی ہو یا اس میں مال گذاری سرکاری ہو، محصول بجائے خراج تو کافی ہے مگر بجائے عشر کافی نہیں ہو سکتا، پس اگر زمین عشری ہے تو عشر ادا کرنا جدا چاہئے، اور اگر خراجی ہے تو خراج اس کا مال گذاری سرکاری میں محسوب ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم^③۔

حضرت گنگوہی کی رائے: حضرت گنگوہیؒ کے جواب میں تو اجمال ہے کہ ہندوستان کی بعض زمینیں عشری ہیں اور بعض خراجی، اب یہ کہ کونسی عشری ہے اور کونسی خراجی اس کے جاننے کیلئے دوسری کتب فتاویٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، خود فتاویٰ رشیدیہ میں جو عشر و خراج کے مسائل مذکور ہیں اس سے بھی اس میں استفادہ ہو سکتا ہے، آگے العرف الشہی سے حضرت گنگوہی کی مزید رائے آرہی ہے، فتاویٰ محمودیہ (جلد نمبر) میں یہ سوال وجواب مختلف انداز میں مفصل و مجمل مختلف زبانوں کا لکھا ہوا موجود ہے، اس پورے مجموعہ ہی کو دیکھنے سے اس میں بصیرت حاصل ہو سکتی ہے، بہر حال ایک جگہ (میں) اسی سوال

① ایسے ہی مکہ مکرمہ کی زمین بھی، کیونکہ مکہ مکرمہ کو عنوة فتح کیا گیا اور اسکی زمین کو اسکے ارباب پر چھوڑ دیا گیا، غانمین میں تقسیم نہیں کیا گیا، لہذا اقیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ وہ خراجی ہو لیکن چونکہ خراج میں ضعیف یعنی ذلت کے معنی پائے جاتے ہیں جو مکہ مکرمہ کی شان کے خلاف ہے اس لئے اس کو خراجی نہیں قرار دیا گیا، ارض مکہ کے بارے میں آگے مستقل باب آ رہا ہے۔

② بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۲ ص ۵۷-۵۸

③ فتاویٰ رشیدیہ - ص ۴۴۴-۴۴۵

رسالہ ”اراضی ہند“ ہے، اس میں زمینوں کے اقسام اور ان کے احکام تفصیلاً بیان کئے ہیں، موجودہ دور میں بھی مختلف رسائل لکھے گئے ہیں^۱، مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب نے بھی اپنی تصنیف ”اسلام کا اقتصادی نظام“ کے آخر میں اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے، بہت سے علماء اور فتاویٰ کی عبارتیں اس میں درج ہیں^۲۔

اب ان تمہیدی^۳ امور کے جاننے کے بعد حدیث الباب کو لیجئے۔

۳۰۰۶

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزَّرْقَاءَ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ، فَغَلَبَ عَلَى التَّخْلِ وَالْأَرْضِ، وَأَجْلَاهُمْ إِلَى قَصْرِ هِمٍّ، فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّفْرَاءُ، وَالْبَيْضَاءُ، وَالْحُلُقَةُ، وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ بِهِنَّ كَأَبْنَاهُمْ، عَلَى أَنْ لَا يَكْتُمُوا، وَلَا يُعَيَّبُوا شَيْئًا، فَإِنْ فَعَلُوا فَلَا دِمَّةَ لَهُمْ، وَلَا عَهْدَ فَعَيَّبُوا مَسْجِدًا لِحُجَّتِ بْنِ أَخْطَبٍ، وَقَدْ كَانَ قُبَلُ خَيْبَرَ، كَانَ اخْتَمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتْ التَّغْيِيرُ فِيهِمْ حُلَاهُمْ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَعْدِ بْنِ سَعْدٍ: «أَتَيْنَ مَسْجِدَ حُجَّتِ بْنِ أَخْطَبٍ؟»، قَالَ: أَذْهَبْتُهُ الْحُرُوبَ وَالتَّفَقَّاتِ، فَوَجَدْتُهُ الْمَسْجِدَ، فَقَتَلَ ابْنُ أَبِي الْحَقِيقِ وَتَبَنَى نِسَاءَهُمْ وَذَرَاهُمْ، وَأَرَادَ أَنْ يُجْلِيَهُمْ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلُ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ، وَلَنَا الشُّطْرُ مَا بَدَأَ لَكَ، وَلَكُمْ الشُّطْرُ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسَقَامِينَ ثَمَرٍ، وَعِشْرِينَ وَسَقَامِينَ شَعِيرٍ.

عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر والوں کے ساتھ جنگ کی اور ان کی زمینوں اور باغات پر غلبہ پالیا اور ان کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے قلعہ میں محصور ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر صلح کی کہ ہمارے پاس موجود سونا چاندی اور اسلحہ سب رسول اللہ ﷺ کا ہو گا اور ہمارے لئے اس قدر سامان ہے جو سامان ان کی سواریوں پر لاداجا سکے نیز انہوں نے صلح میں یہ شرط بھی قبول کی کہ وہ لوگ سونا چاندی میں کوئی چیز نہ تو چھپائیں گے اور نہ ہی اسے غائب کریں گے اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کا کوئی ذمہ اور عہد و پیمان نہ ہو گا پھر انہوں نے جی بن

۱ اس کے بعد یہ ہے مختصر عرض یہ ہے کہ جو زمین ملک مسلم نہ ہو جیسا کہ خاتمہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے اس میں عشر واجب نہیں، نقطہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ باب العشر والخراج - ج ۹ ص ۴۵۸)۔

۲ اسلام کا اقتصادی نظام - ص ۷۰۰-۷۰۷

۳ اس سے معلوم ہوا کہ یہ باب بہت اہم ہے اسی لئے اس کے واسطے اتنی لمبی تمہیدی ضرورت پیش آئی۔ دراصل یہ کتاب الخراج والحق ساری ہی بہت مشکل اور اہم ہے اسکے سمجھنے کیلئے بندہ کو بہت محنت کرنی پڑی، احقر کی توسل ہی کیا ہے، حضرت مولانا تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ نے سورہ حشر کی آیات کی تفسیر کے بعد جن میں اسوال فی کا حکم مذکور ہے یہی تحریر فرمایا ہے چنانچہ حضرت تحریر فرماتے ہیں: یہ مقام مثل سورہ براءۃ کے احقر کو بہت دشوار معلوم ہوا تھا سیر واجاہت و کتب فقہ کی مراجعت کے بعد غایت جدوجہد سے جو کچھ میں آیا لکھا گیا یہاں بھی عرض ہے کہ اگر اس سے احسن اور اتم تفسیر ممکن ہو تو اس کو ترجیح دی جائے (ج ۱۱ ص ۱۲۳)۔

اخطب کا چمڑہ کا مشکیزہ چھپا دیا اور یہ جی خیبر سے پہلے مارا گیا تھا اس جی نے یہ مشکیزہ اپنے ساتھ بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت اٹھا کر منتقل کر دیا تھا اس مشکیزہ میں ان کی قوم کے زیورات تھے عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے سعیہ یہودی سے کہا کہ جی بن اخطب کا مشکیزہ کہاں ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ لڑائیوں اور دیگر خرچوں میں وہ مشکیزہ ختم ہو گیا پھر بعد میں مسلمانوں کو وہ مشکیزہ مل گیا تو قبیلہ کے سردار ابن ابی الحقیق کو قتل کیا گیا اور حضور ﷺ نے اس قبیلہ کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا اور ان یہود کو یہاں سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو ان یہودیوں نے کہا: اے محمد! ہمیں خیبر کی ان زمینوں میں جب تک آپ مناسب سمجھیں کام کیلئے رکھ لیں اور زمین کی پیداوار کا آدھا حصہ ہمیں دیدیں اور آدھا حصہ آپ کا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں ہر ایک اہلیہ محترمہ کو اس پیداوار میں سے کھجور کے اسی ۸۰ وسق اور جو کے بیس ۲۰ وسق عطا فرمایا کرتے تھے۔

شرح الحدیث غزوہ خیبر کا بیان: اس حدیث میں غزوہ خیبر اور فتح خیبر کا بیان ہے، حضرت ابن عمر فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ قتال کیا، اور ان کی زمینوں اور باغات پر غلبہ پالیا، اور ان کو مجبور کر دیا قلعہ بند ہونے پر، قلعہ میں محصور ہونے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے ان شرائط پر مصالحت کی کہ جو کچھ ہمارے پاس سونا چاندی اور اسلحہ ہے وہ مسلمانوں کیلئے ہے اور ان کیلئے وہ سامان ہو گا جس کو وہ منتقل کر سکیں اس طور پر یہ صلح ہوئی کہ کسی چیز کو (سونا چاندی وغیرہ) چھپائیں گے نہیں، اور اس کو غائب نہیں کریں گے، اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر ان کیلئے کوئی عہد اور ذمہ نہ ہو گا، فَقَبِلُوا مَسْئَلَنَا لِجَيْشِ بْنِ أَخْطَبٍ، وَقَدْ كَانَ قُتِلَ قَبْلَ عَيْدِهِ، كَانَ اخْتِمَلَهُ مَعَهُ يَوْمَ بَنِي النَّضِيرِ حِينَ أُجْلِيَتْ التَّضْيِيدُ فِيهِ حُلِيِّهُمْ، یعنی انہوں نے خلاف معاہدہ جی بن اخطب کا چمڑہ کا مشکیزہ جس میں ان کے زیورات اور سونا چاندی تھے اس کو غائب کر دیا، لکھا ہے کہ اسکے اندر دس ہزار دینار کے بقدر سونا تھا، یہ جی بن اخطب حضرت صفیہ کا باپ ہی تو ہے بنو قریظہ کا سردار، تو چونکہ اپنی قوم کا چودھری تھا اسی لئے غالباً پوری قوم کے زیورات وغیرہ اسکے پاس محفوظ ہوں گے، راوی کہہ رہا ہے کہ یہ ابن اخطب خیبر سے پہلے ہی مارا گیا تھا، چونکہ بنو قریظہ میں سے تھا اسی لئے ان کے ساتھ ۵۰ میں قتل ہو گیا ہو گا، جنگ بنو نضیر جو اس سے ایک سال پہلے ہوئی ہے جب ان کا اجلاء کیا جا رہا تھا، اس وقت اس نے وہ مشکیزہ اٹھا لیا تھا، روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے سعیہ (اسم یہودی) سے دریافت فرمایا کہ جی بن اخطب والا مشکیزہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: أَذْهَبَتْهُ الْخُرُوبُ وَالتَّفَقَّاتُ یعنی لڑائیوں اور دوسری ضروریات میں خرچ ہو گیا لیکن بعد میں وہ مل گیا تھا جیسا کہ روایت میں مذکور ہے، فَقَتَلَ ابْنُ أَبِي الْحَقِيقِ یعنی آپ نے ابن ابی الحقیق (جو کہ قبیلہ بنو نضیر کے سرداروں میں سے تھا اور حضرت صفیہ کا سابق شوہر بھی یہی تھا) اس کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا پھر جب ان یہود خیبر کے مردوں کے اخراج کا آپ نے ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا: يَا مُحَمَّدُ، دَعْنَا نَعْمَلَ فِي هَذِهِ الْأَرْضِ۔ یہ مضمون ہمارے یہاں کہیں گزر چکا یعنی یہود خیبر نے آپ ﷺ سے بڑی لجابت کے ساتھ عرض کیا کہ بیشک اب

ان سب زمینوں کے آپ ﷺ مالک ہیں لیکن کاشتکاری آپ لوگوں کے بس کی نہیں ہے آپ ہمیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں تاکہ ان زمینوں میں کھیتی اور باغات کی خدمت ہم کریں اور ان کی پیداوار میں سے نصف ہماری ہو جائے اور نصف آپ کی، آپ ﷺ نے ان کی اس رائے کو اس شرط کے ساتھ کہ جب ہم چاہیں گے تمہارا یہاں سے اخراج کر دیں گے منظور فرمایا۔

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ نِسَائِهِ ثَمَانِينَ وَسَقَامًا مِنْ تَمْرٍ، وَعَشْرِينَ وَسَقَامًا مِنْ شَعِيرٍ: یعنی حضور ﷺ غنایم خیبر کے خمس سے اپنی ہر زوجہ کو سالانہ نفقہ، اسی ۸۰، وسق تمر اور بیس، ۲۰، وسق شعیر عطا فرماتے تھے اور اگلی روایت میں سو وسق تمر کا ذکر ہے تو ہو سکتا ہے شروع میں ثمانین ہو اور بعد میں ایک سو کر دیا ہو اور یہ کہنے کے بعد الغدین کا ذکر بالتخمین (تقریبی) اور دوسرے کا بالتحقیق ہے یا یہ کہ کسی سال یہ مقدار اور کسی سال وہ مقدار پیداوار کی کمی زیادتی کے لحاظ سے۔

خیبر کی فتح عنوة ہے یا صلحا: اس روایت کے شروع میں تصریح ہے اہل خیبر کے ساتھ قتال کی اور یہ کہ انہوں نے مجبور ہو کر آپ ﷺ سے مصالحت کی، حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ اس کو فتح صلحا نہیں کہا جائے گا گو صورت لفظ صلحا مذکور ہے حقیقت یہ بھی فتح عنوة ہی ہے، میں کہتا ہوں ویسے مسئلہ فی نفسہ مختلف فیہ ہے آگے ایک روایت (برقم ۳۰۱۷) میں تصریح آرہی ہے: عَنْ ابْنِ شَهَابٍ: أَنَّ خَيْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صَلْحًا وَالْكَيْبِيَّةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وفيها صلح، اور ایک روایت میں آگے صرف عنوة بھی آرہا ہے، اسی لیے ایک جماعت امام طحاوی، امام شافعی اور بیہقی کی رائے یہی ہے یعنی بعضہا صلحا وبعضہا عنوة، اور پھر اس پر ایک اختلافی مسئلہ بھی متفرع ہے وہ یہ کہ حضرت امام شافعی کے نزدیک ارض مفتوحہ عنوة کی تقسیم ضروری ہے حالانکہ حضور ﷺ نے صرف نصف ارض خیبر کو تقسیم فرمایا، تو اس کا جواب امام شافعی یہی دیتے ہیں کہ جو نصف خیبر عنوة فتح ہوا تھا اس کو آپ ﷺ نے تقسیم فرمادیا اور نصف باقی جو صلحا فتح ہوا تھا وہ مال فنی ہوا اس کو آپ ﷺ نے تقسیم نہیں کیا، اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک ارض مفتوحہ کی تقسیم ہی ضروری نہیں وہ حضور ﷺ کے اسی فعل سے استدلال کرتے ہیں۔ وقد تقدم هذا الاختلاف في أول الباب وهو البحث الثالث۔ حضرت نے بعضہا صلحا پر لکھا ہے لعل المراد بالصلح على أن يخرجهم (متی شاء لانی الحال) و یحقق دمائهم و لیس هذا بالصلح^۱ الاصطلاحی بل هو أيضا فتح عنوة اه، اس پر حضرت شیخ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں۔ وبه جزم ابن القيم في الهدی و تبعه ابن الهمام في الفتح^۲۔

۳۰۰۷ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ، قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ عَامِلٌ يَهُودَ خَيْبَرَ عَلَى أَنْ تُخْرِجَهُمْ إِذَا شِئْنَا، فَمَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلْيَلْحَقْ بِهِ، فَإِنِّي أَخْرِجُ يَهُودَ»، فَأَخْرَجَهُمْ.

۱ یعنی فتح صلحا تو یہ ہے کہ قتال کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر قتال پیش آنے کے بعد عاجز آکر صلح کی جائے تو یہ فتح صلحا نہیں ہے بلکہ عنوة ہی ہے ۱۲۔

۲ بذل المجہود فی حل أبی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۴۹

ترجمہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم جب چاہیں گے انکو خیبر سے نکال باہر کریں گے۔ لہذا جس مسلمان کا کسی یہودی کے پاس کوئی باغ، زمین وغیرہ ہو تو وہ مسلمان اس یہودی سے وہ زمین، باغ وغیرہ لے لے کیونکہ میں یہودیوں کو نکال رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہودیوں کو جلا وطن فرمایا۔

صحیح البخاری - الشروط (۲۵۸۰) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۰۷) مسند احمد - مسند

العشرة المبشرين بالجنة (۱۵/۱)

شرح الحدیث یعنی حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز یہ اعلان کیا کہ حضور ﷺ نے یہود خیبر سے یہ معاملہ کیا تھا کہ جب ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اب یہود کو نکال رہا ہوں لہذا جس شخص کی زمین یا باغ کسی یہودی کے پاس ہو تو وہ اس کو جا کر اس سے لے لے، اور اپنی چیز کو سنبھال لے، چنانچہ اس اعلان کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کا اخراج فرمادیا، اور اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی آرہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات کے پاس ایک مستقل آدمی بھیجا کہ تم میں سے جو یہ چاہے کہ جتنی مقدار غلہ اور تمر کی حضور ﷺ اس کو عطا فرماتے تھے وہ میں اس کے پاس بھیج دیا کروں، اور جو یہ چاہے کہ اس کے بقدر کاشت کی زمین اور کھجوروں کے درخت اس کو دیدوں تو میں ایسا کروں، اس پر بعض نے تو اسباق غلہ و تمر کو اختیار کیا اور بعض نے زمین کو، و كانت عائشة منها اى ممن أخذ الارض والنخل^۱۔

۳۰۰۸ حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهَرِّي، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَمَّا أَتَيْنَا حَتْ حَيْبَرَ، سَأَلْتُ يَهُوذَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُقَرَّ لَهُمْ عَلَى أَنْ يَعْمَلُوا عَلَى التَّصْفِ بِمَا خَرَجَ مِنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقْرَبُكُمْ فِيهَا عَلَى ذَلِكَ مَا شِئْنَا» فَكَانُوا عَلَى ذَلِكَ، وَكَانَ التَّمَرُ يُقَسَّمُ عَلَى الشُّهُمَانِ مِنْ نِصْفِ حَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَ كُلَّ امْرَأَةٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ مِنَ الْخُمُسِ مِائَةَ وَسْقٍ تَمَرًا، وَعَشْرِينَ وَسْقًا شَعِيرًا، فَلَمَّا أَرَادَ عُمَرُ إِخْرَاجَ الْيَهُودِ أَرْسَلَ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُنَّ: «مَنْ أَحَبَّ مِنْكُنَّ أَنْ أَقْسِمَ لَهَا تَحْلًا بِخَرِصِهَا مِائَةَ وَسْقٍ، فَيَكُونَ لَهَا أَصْلُهَا وَأَنْصَبُهَا وَمَا ذُهَا، وَمِنْ الزَّرْعِ مِائَةَ خَزِيرٍ عَشْرِينَ وَسْقًا فَعَلْنَا، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ نَعْرِزَ النَّبِيَّ لَهَا فِي الْخُمُسِ كَمَا هُوَ فَعَلْنَا».

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ عرض پیش کی کہ آپ ان یہودیوں کو انکی زمینوں میں رہنے دیں اس شرط پر کہ یہود ان زمینوں میں کام کر کے اسکی پیداوار کا آدھا حصہ مسلمانوں کو ادا کریں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں خیبر کی زمین پر اس شرط

مذکورہ کے ساتھ رہنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن جب تک ہم چاہیں گے ہم تمہیں خیبر کی زمین پر رہنے دیں گے لہذا (عہد نبوی میں اور عہد صدیقی میں) یہود ان شرائط میں خیبر میں مقیم رہے اور خیبر کے باغات سے نکلنے والی کھجوروں میں سے آدھی کھجوریں حصوں کے مطابق تقسیم کی جائیں اور رسول اللہ ﷺ اپنا حصہ خمس لیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج میں سے ہر ایک اہلیہ محترمہ کو خمس میں سے سو ۱۰۰ و سق کھجوریں اور بیس ۲۰ و سق جو عطا فرمایا کرتے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہود کو جلا وطن فرمانے کا ارادہ فرمایا تو نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس پیغام کہلوایا کہ آپ ازواج میں سے جس کو یہ پسند ہو کہ میں انکے سو ۱۰۰ و سق کے بدلہ میں ایک اندازہ سے کھجور کے درخت دیدوں تو یہ کھجور کے بجائے درخت اور اسکی زمین اور پانی کا حق انکا ہو گا اور بیس ۲۰ و سق کے بدلہ میں ایک اندازہ سے کھیتی باڑی کرنے کی زمین انکو دیدوں تو میں اس کیلئے تیار ہوں..... اور جو اہلیہ محترمہ یہ پسند کرتی ہوں کہ ان کیلئے خمس میں سے جو حصہ (۱۲۰ و سق) آیا کرتا تھا وہ حصہ میں الگ کر کے دیدیا کروں تو میں اس طرح بھی کرنے کو تیار ہوں۔

شرح صحیح البخاری - الإجماع (۲۱۶۵) صحیح البخاری - المزارعة (۲۲۰۳) صحیح البخاری - الشركة (۲۳۶۶) صحیح البخاری - الشروط (۲۵۷۱) صحیح البخاری - فرض الخمس (۲۹۸۳) صحیح البخاری - المغازی (۴۰۰۲) صحیح مسلم - المساقاة (۱۵۵۱) جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۸۳) سنن النسائی - الأیمان والبدور (۳۹۲۹) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفتی (۳۰۰۸) سنن ابن ماجہ - الأحکام (۲۴۶۷) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۷/۲) سنن الدارمی - البیوع (۲۶۱۴)

اگلی روایت میں آرہا ہے: وَكَانَ التَّعْمُرُ يُقْسَمُ عَلَى الشُّهُمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ، وَيَأْخُذُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمْسَ، یعنی نصف خیبر کی تمور کی تقسیم حسب حصص ہوتی تھی، اور آپ ﷺ بھی اپنا حصہ ایک خمس لیتے تھے، اس نصف خیبر سے مراد وہ نصف ہے جس کو آپ ﷺ نے غانمین کے درمیان تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ اپنے نواب کے لئے رکھ چھوڑا تھا، اور جو نصف تقسیم کر دیا تھا وہ تو ظاہر ہے کہ غانمین کی ملک ہو گیا، نیز اس تقسیم سے مراد تقسیم فی مصارف الفی ہے نہ کہ تقسیم علی الغانمین کیونکہ یہ نصف مال فئی تھا (علی قول) والحدیث أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۳۰۰۹ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِدْرِاهِيمَ، وَزَيْدُ بْنُ أَبِي بَرْ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ إِدْرِاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ فَأَصْبَنَاهَا غَنَوَةً، فَجَمَعَ السَّبْيَ».

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام خیبر پر جنگ فرمائی تو خیبر کو دشمن سے طاقت کے زور پر فتح فرمایا پس حضور ﷺ نے قیدیوں کو ایک جگہ جمع فرمادیا۔

صحیح البخاری - الصلاة (۳۶۴) صحیح مسلم - النکاح (۱۲۶۵) سنن النسائی - النکاح (۳۳۸۰) سنن ابی

داؤد - الحراج والإمارة والفتیة (۳۰۹) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۱۰۲/۳)

شرح الحدیث فَأَصْبَنَاهَا عَنُوتَةً: اس روایت میں صلح کا ذکر نہیں ہے، بلکہ مطلقاً یہ ہے کہ خیبر کو عنوتہ فتح کیا۔

والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، بإثم منه، قاله المنذرى۔

۳۰۱۰

حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَدِّي، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، قَالَ: «قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ نِصْفَيْنِ، نِصْفًا لِلنَّوَائِبِ وَخَاجَتِهِ، وَنِصْفًا لِلْمُسْلِمِينَ، قَسَمَهَا بَيْنَهُمْ عَلَى عِثَارِيَةِ عَشَرَ سَهْمًا».

ترجمہ

سہل بن ابی حاتمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا خیبر کے آدھے حصے کی پیداوار کو اپنی ضروریات اور حواج کیلئے خاص فرمادیا اور دوسرے آدھے حصہ کو مسلمانوں میں اٹھارہ حصے بنا کر تقسیم فرمادیا۔

شرح الحدیث

پہلی روایت میں جس میں اٹھارہ سہام کا ذکر ہے، وہاں نصف ارض کی تقسیم مراد ہے، اور اس دوسری روایت میں کل زمین کی تقسیم مراد ہے، اور اس سب کی تفصیل ابتدائی مباحث میں گذر چکی۔

۳۰۱۱

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي شَهَابٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَ نَقْرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: قَدْ كَرَّ هَذَا الْحَدِيثُ، قَالَ: فَكَانَ النِّصْفُ سِتَّةَ الْمُسْلِمِينَ، وَسِتَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ لِلْمُسْلِمِينَ لِمَا يُثَوِّبُهُ مِنَ الْأُمُورِ وَالنَّوَائِبِ.

ترجمہ

بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے سنا وہ یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں اسکے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ خیبر کی زمین کا آدھا حصہ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ تھا اور دوسرے آدھے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے کاموں اور پیش آمدہ ضروریات کیلئے علیحدہ کر دیا۔

۳۰۱۲

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ بَرَجَالٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَكَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِلْمُسْلِمِينَ النِّصْفُ مِنْ ذَلِكَ، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْبَاقِي لِمَنْ نَزَلَ بِهِ مِنَ الْوُفُودِ، وَالْأُمُورِ، وَالنَّوَائِبِ النَّاسِ».

ترجمہ

بشیر بن یسار جو کہ انصار کے مولیٰ ہیں حضرت صحابہ کرام سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر کی زمین پر غلبہ فرمایا تو خیبر کی زمین جو چھتیس ۳۶ حصوں پر تقسیم فرمایا ہر حصے میں سو حصے تھے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مجاہدین کو ان میں سے آدھے حصے تقسیم کر دیئے گئے اور باقی ماندہ آدھے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے آنے والے وفود اور

کاموں اور مسلمانوں کی پیش آمدہ ضروریات کیلئے علیحدہ کر دیا۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفتوى (۳۰۱۲) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۳۷/۴)

تخريج
۳۰۱۳

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سَلِيمَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: «لَمَّا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا عَلَى سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ سَهْمًا، جَمَعَ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ سَهْمٍ، فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِتَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ، الْوُطَيْحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، وَعَزَلَ النِّصْفَ الْآخَرَ، فَقَسَمَهُ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ الشَّقِيقَ وَالنَّطَاقَةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، وَكَانَ سَهْمُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا أُحِيزَ مَعَهُمَا».

ترجمہ: بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے نبی کو خیبر کی زمین عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے اس خیبر کی زمین کو چھتیس ۳۶ حصوں میں تقسیم فرمایا ہر حصہ سو حصوں پر مشتمل تھا پس رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کے آدھے حصے کو اپنے ضروریات اور پیش آنے والے کاموں کیلئے علیحدہ کر دیا ان زمینوں میں وطیحہ کتبہ اور ان کے ساتھ والی بستیاں تھیں جن کو آپ نے اپنے لئے علیحدہ کر دیا تھا اور دوسری آدھی زمین جن میں شق اور نطاة اور ان دونوں قلعوں سے لی ہوئی بستیاں شامل تھیں اس حصے کو مسلمان مجاہدین کے درمیان تقسیم فرمادیا اور حضور ﷺ کا حصہ ان زمینوں میں تھا جو شق اور نطاة سے ملحق زمینیں تھیں۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفتوى (۳۰۱۳) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۳۷/۴)

تخريج
شرح الحديث

فَعَزَلَ نِصْفَهَا لِتَوَائِبِهِ وَمَا يَنْزِلُ بِهِ، الْوُطَيْحَةَ وَالْكُتَيْبَةَ، (والسلاالم كما في الرواية الآتية) وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا: یعنی نصف ارض خیبر کو اپنی ضروریات اور جو فود اور مہمان وغیرہ آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، ان کے لئے روک لیا، اور یہ وطیحہ اور کتبہ جو کہ زمینوں کے نام ہیں یہ اسی نصف کا مصداق ہیں جس کو آپ ﷺ نے تقسیم نہیں کیا، وہ اُحِيزَ مَعَهُمَا کا مطلب یہ ہے کہ جو زمینیں وطیحہ و کتبہ سے ملحق تھیں، الشَّقِيقَ وَالنَّطَاقَةَ، وَمَا أُحِيزَ مَعَهُمَا، یہ وہی زمینیں ہیں جو آپ ﷺ نے غانمین کے درمیان تقسیم فرمادی تھیں، آگے راوی کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کا حصہ ان زمینوں میں تھا جو ملحق بالشَّقِيقَ وَالنَّطَاقَةَ تھیں، آگے وہ مجمع بن جاریہ انصاری کی روایت ہے جو کتاب الجہاد میں بھی گزر چکی۔ اسی لئے اس کو ہم یہاں ذکر نہیں کرتے۔

۳۰۱۴

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَقَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ، قَسَمَهَا سِتَّةً وَثَلَاثِينَ سَهْمًا جَمْعًا، فَعَزَلَ لِلْمُسْلِمِينَ الشَّطْرَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، يَجْمَعُ كُلُّ سَهْمٍ مِائَةَ، النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، لَهُ سَهْمٌ كَسَهْمِ أَحَدِهِمْ، وَعَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَهُوَ الشَّطْرُ لِتَوَائِبِهِ، وَمَا يَنْزِلُ بِهِ مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَكَانَ

ذَلِكَ الْوَطِيعُ، وَالْكَتَيْبَةُ، وَالسَّلَالَةُ وَتَوَابِعُهَا، فَلَمَّا صَارَتِ الْأُمُورُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمِينَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَمَلٌ يَكْفُوهُمْ عَمَلُهَا، فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودَ فَعَامَلَهُمْ».

ترجمہ بشر بن یسار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ پاک نے خیر کی زمین عطا فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے خیر کی زمین کے کل چھتیس ۳۶ حصے بنائے پس آدھی زمین کے اٹھارہ حصے مسلمان مجاہدین کیلئے علیحدہ کر دیئے ہر حصہ سو حصوں پر مشتمل تھا حضور ﷺ بھی ان مسلمان مجاہدین کے ساتھ شامل تھے..... آپ کو ایک مجاہد کی مانند حصہ ملا اور رسول اللہ ﷺ نے دوسری آدھی زمین کے اٹھارہ حصوں کو اپنی ضروریات اور مسلمانوں کی ضروریات کیلئے علیحدہ کر دیا اور اس دوسرے حصے میں وطح اور سنبہ اور سلام اور ان سے ملی ہوئی زمینیں تھیں جب یہ زمین رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے قبضے میں آگئی تو ان لوگوں کے پاس ایسے افراد نہیں تھے جو ان باغات اور زمینوں میں کام کر سکیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہود کو بلا کر ان سے معاملہ فرمایا (کہ آدھی پیداوار تمہاری ہوگی اور دوسری آدھی ہماری)۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والقي (۳۰۱۴) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (۳۷/۴)

ترجمہ ۳۰۱۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا جُمُعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ جُمُعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ جُمُعٍ، يَذْكُرُ لِي عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ جُمُعِ بْنِ جَاهِرَةَ الْأَنْصَارِيِّ - وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَاءِ الَّذِينَ قَرَأُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: «فُسِمَتْ خَيْبَرٌ عَلَى أَهْلِ الْخُدَيْبَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةِ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ، فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأُعْطِيَ الْفَارِسُ سَهْمَيْنِ، وَأُعْطِيَ الرَّاجِلُ سَهْمًا».

ترجمہ عبد الرحمن بن یزید انصاری اپنے چچا جمع بن جاریہ سے نقل کرتے ہیں کہ..... یہ مجمع ان صحابہ میں سے ایک تھے جو حفاظ کرام میں سے تھے..... مجمع بن جاریہ فرماتے ہیں کہ خیر کی آدھی زمین حدیبیہ والوں پر تقسیم کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس زمین کے اٹھارہ حصے فرمائے اور لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں تین سو شہسوار تھے پس رسول اللہ ﷺ نے گھڑ سوار کو دو حصے عطا فرمائے اور پیدل مجاہدین کو ایک حصہ عطا فرمایا۔

ترجمہ ۳۰۱۶ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَجَلِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْنَى ابْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَبَعْضِ وَلَدِ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ، قَالُوا: بَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَيْبَرَ تَخْصُصُوا، فَسَأَلُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَحْقِنَ دِمَاءَهُمْ، وَيُسَيِّرَهُمْ، فَفَعَلَ، فَبَسَمِعَ بِذَلِكَ أَهْلُ ذَلِكَ، فَزَلُّوا عَلَى مِثْلِ ذَلِكَ، «فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةٌ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهَا بِخَيْلٍ، وَلَا بِرَاكِبٍ».

ترجمہ امام زہری، عبد اللہ بن ابی بکر اور محمد بن مسلمہ کے ایک صاحبزادے نقل کرتے ہیں کہ خیر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ باقی رہ گیا جس میں یہودی قلعہ بند ہو گئے چنانچہ ان یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے

خون کو محفوظ قرار دیا جائے تو ہم یہاں سے جانے کو تیار ہے حضور ﷺ نے اس بات کو منظور فرمایا پھر فدک کی زمین والوں نے بھی یہ معاملہ سنا تو وہ بھی اسی شرط پر اپنے قلعوں سے اتر آئے۔ پس فدک کی زمین رسول اللہ ﷺ کا خاص حق تھی کیونکہ مسلمانوں نے اسکے حاصل کرنے کیلئے اپنے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔

شرح الحدیث: بَقِیَّتْ بَقِیَّةٌ مِنْ أَهْلِ خَیْبَرَ تَحْصُّوْا: یعنی بعض حصوں خیر کو تو آپ ﷺ نے فتح فرمایا، اور بعض فتح سے باقی رہ گئے اس سے مراد و طح اور سلالم ہیں، تو ان بقیہ کے یہودی ان قلعوں میں جان بچانے کیلئے داخل ہو گئے (تحصن العدو اسی دخل فی الحصن) اور قلعہ میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہماری جانوں کو محفوظ کر کے ہمیں یہاں سے چلتا کر دیں، آپ ﷺ نے اسکو منظور فرمایا، جب اہل فدک کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی آپ ﷺ سے اسی طرح صلح کا معاملہ کر لیا، فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، اس کا تعلق ظاہر سیاق کے پیش نظر فدک اور بقیہ من اہل خیر دونوں سے ہے اور اس سے تائید ہوتی ہے ان حضرات کی جو فتح خیر کے بارے میں بعضہا عنودہ وبعضہا صلحا کے قائل ہیں منہم الامام الطحاوی، لیکن حضرت نے اس گائٹ کا تعلق صرف فدک سے قرار دیا ہے ❶، ولہ وجہ ایضا اس لئے کہ اقرب وہی ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ خیر میں تو جنگ کا سلسلہ قائم تھا اور فدک میں نہیں تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰۱۷

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَابُوسٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، أَخْبَرَهُ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ بَعْضَ خَیْبَرَ عَنْوَةً»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكُرِّجَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ. أَخْبَرَ كُمُ بْنُ وَهَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ خَیْبَرَ كَانَ بَعْضُهَا عَنْوَةً، وَبَعْضُهَا صُلْحًا وَالْكَبِيَّةُ أَكْثَرُهَا عَنْوَةً، وَفِيهَا صُلْحٌ، قُلْتُ لِمَالِكٍ: وَمَا الْكَبِيَّةُ؟ قَالَ: «أَرْضُ خَیْبَرَ، وَهِيَ أَرْبَعُونَ أَلْفَ عَدَنٍ».

ترجمہ: سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیر کا کچھ حصہ طاقت اور قوت کے زور پر فتح فرمایا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حارث بن مسکین استاد کے سامنے یہ حدیث پڑھی جا رہی تھی اور میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اے حارث آپ کو ابن وہب نے بواسطہ امام مالک ابن شہاب زہری سے بیان کیا کہ خیر کا کچھ حصہ طاقت اور قوت کے زور پر فتح ہوا تھا اور کچھ حصہ صلح کے طور پر فتح ہوا تھا۔ اور مقام کتبہ کا اکثر حصہ طاقت کے زور پر فتح ہوا تھا اور اسکے کچھ حصہ میں صلح واقع ہوئی تھی۔ میں نے امام مالک سے پوچھا: کتبہ کیا چیز ہے؟ تو امام مالک نے فرمایا کہ خیر کی ایک زمین کا نام ہے جس میں کھجور کے چالیس ہزار درخت تھے۔

شرح الحدیث: مصنف کا حارث بن مسکین سے روایت کرنے کا طرز: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكُرِّجَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ: یہ حارث بن مسکین والی سند نسائی میں بکثرت آتی ہے وہاں بھی اسی طرح آتا ہے: فَوَاءَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ

اور یہاں ابو داؤد میں بھی تقریباً اسی طرح ہے، نسائی میں چونکہ بکثرت آتا ہے اس لئے اسی کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ حارث بن مسکین کو امام نسائی سے کچھ کدورت تھی جس کی وجہ سے امام نسائی مجلس میں ان کے سامنے نہ بیٹھتے تھے بلکہ چپکے سے کونہ میں بیٹھ کر سن لیتے تھے، اسی لئے امام نسائی جب ان سے روایت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں، مجھے اس پر یہ خلجان ہوتا ہے کہ اگر امام نسائی بھی اس تعبیر کی یہی وجہ ہے تو کیا حارث بن مسکین امام ابو داؤد سے بھی ناراض تھے، اس پر اور مزید کلام الفیض السمانی علی سنن النسائی کے مقدمہ میں کیا گیا ہے۔

فُلْتُ لِلْمَالِكِ: وَمَا الْكُتَيْبَةُ؟ امام مالک کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ کتیبہ جس کا ذکر روایت میں ہے یہ کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے ایک باغ کا نام ہے جس میں چالیس ہزار کھجور کے درخت تھے۔

۳۰۱۸ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: بَلَغَنِي «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَتَحَ خَيْبَرَ عَنْوَةً بَعْدَ الْقِتَالِ، وَنَزَلَ مَنْ نَزَلَ مِنْ أَهْلِهَا عَلَى الْجُلَاءِ بَعْدَ الْقِتَالِ».

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین جنگ لڑنے کے بعد طاقت کے زور پر فتح فرمائی اور خیبر والے جنگ کے بعد اپنے قلعوں سے جلا وطن ہونے کی شرط پر اترے تھے۔

۳۰۱۹ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: «خَمْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ، ثُمَّ قَسَمَ سَائِرَهَا عَلَى مَنْ شَهِدَهَا، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا مِنْ أَهْلِ الْخَلَاءِ بَيْتَةً».

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی غنیمتوں کا خمس نکالا پھر رسول اللہ ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد خیبر کی باقی ماندہ زمین کا آدھا حصہ حدیبیہ والوں میں سے جو خیبر کے موقع پر شریک تھے اور جو لوگ شریک نہیں تھے ان سب میں تقسیم فرمادیا۔

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ نے غنائم خیبر میں سے خمس نکال کر باقی اربعہ اخماس کو جو جنگ خیبر میں شریک تھے اور جو غائب تھے اہل حدیبیہ میں سے سب کے درمیان تقسیم فرمایا۔

مِنْ أَهْلِ الْخَلَاءِ بَيْتَةً: اس لئے راوی نے کہا کہ جنگ خیبر میں شرکت کرنے والے سارے کے سارے وہ اہل حدیبیہ ہی تھے وہ اس طرح کہ آپ ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ جب غزوہ حدیبیہ سے مدینہ لوٹے تو مدینہ پہنچتے ہی حضرت جبریل علیہ السلام کے ایما سے فتح خیبر کیلئے اپنے جملہ ہم راہیوں کے ساتھ چل دیئے، پھر اس روایت میں یہ ہے کہ ان میں سے جو صحابہ آپ کے ساتھ فتح خیبر میں شریک تھے آپ نے ان کا بھی حصہ لگایا اور جو غائب تھے ان کا بھی، بذل میں تاریخ خمیس سے نقل کیا ہے کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان غائبین میں سے ہیں جن کا آپ ﷺ نے حصہ لگایا، اسی طرح بعض وہ صحابہ جو حبشہ سے واپس

مدینہ آئے اور پھر خیبر پہنچے بعد الفراغ عن القتال یعنی حضرت جعفرؓ اور ان کے اصحاب میں اہل السفینہ (کما تقدم فی کتاب الجہاں) ان کا بھی آپ ﷺ نے حصہ لگایا صحابہ کی رضامندی سے ①۔

۳۰۲۰ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: «لَوْلَا آخِرُ الْمُسْلِمِينَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ، إِلَّا قَسَمْتُهَا كَمَا قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ».

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے بعد آنے والے مسلمانوں کے فقر و فاقہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو جب بھی کوئی بستی فتح ہوتی تو میں اس بستی کو مجاہدین میں اسی طرح تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کی زمین کو تقسیم فرمایا تھا۔

مخرج: صحيح البخاري - المزبرعة (۲۲۰۹) صحيح البخاري - فرض الخمس (۲۹۵۷) صحيح البخاري - المغازي (۳۹۹۴) صحيح البخاري - المغازي (۳۹۹۵) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۲۰) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۳۲/۱).

شرح الحديث: ارض مفتوحة کے بارے میں اثر عمرؓ اور اس کی شرح: حضرت عمرؓ فرما رہے ہیں کہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کا اگر مجھے خیال نہ ہوتا اور ان کی رعایت ملحوظ نہ ہوتی تو ہر قریہ کو فتح کے بعد اسکو غنائم کے درمیان تقسیم کر دیا کرتا جس طرح کہ حضور ﷺ نے خیبر کو تقسیم فرمادیا تھا (مگر چونکہ بعد میں آنے والوں کی رعایت ملحوظ تھی اس لئے تقسیم نہیں کرتا) اس لئے کہ زمین تقسیم کے بعد تو اشخاص کی ملکیت ہو جاتی ہے اور آگے اس میں میراث وغیرہ جاری ہوتی ہے، حاجت اور عدم حاجت کا وہاں کوئی لحاظ نہیں ہوتا، بخلاف ایقاف کے کہ اس صورت میں زمینوں کی آمدنی بیت المال میں محفوظ رہتی ہے اور پھر ہمیشہ حسب حاجت حاجت مندوں کو ملتی رہتی ہے یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کا۔ جزاءہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

در اصل بعض لوگوں نے حضرت عمرؓ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تھا تو اسی موقع پر حضرت عمرؓ نے عدم تقسیم کی معذرت میں اس طرح کی بات فرمائی تھی یہ مضمون ابھی قریب میں ہمارے یہاں گذر بھی چکا۔ والحديث سکت علیہ المنذہری وقال الشيخ محمد عوامہ: أخرجه البخاري۔

بجاء اللہ تعالیٰ اس باب اور اس کی احادیث پر کلام پورا ہوا، جس پر بندہ کو بہت محنت کرنی پڑی واللہ الموفق وهو الميسر۔

۲۵۔ باب ما جاء في خبر مكة

فتح مکہ کے واقعہ کا بیان

فتح مکہ کے بعد ارض مکہ کے ساتھ آپ ﷺ نے کیا معاملہ فرمایا: یعنی فتح مکہ کا قصہ اور بیان،

مکہ کی فتح عند الجمهور عنوة ہوئی ہے، اور امام شافعیؒ کی رائے میں صلحا فتح ہوا ہے، ارض مکہ کو آپ ﷺ نے غانمین کے درمیان تقسیم نہیں فرمایا بلکہ اس کو وہیں کے لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا اس کی علو شان اور داناہ النسک ہونے کی وجہ سے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ ارض مفتوحہ کی تقسیم عند الجمهور لازم بھی نہیں ہے، لیکن امام شافعیؒ کے یہاں ارض مفتوحہ کی تقسیم ضروری ہے، مگر ان کے مسلک پر بھی اشکال اس وجہ سے نہیں ہو گا کہ ان کے نزدیک مکہ مکرمہ کی فتح صلحا ہے، ان کے نزدیک تقسیم تو اس زمین کی واجب ہے جو مفتوحہ عنوة ہو، اب رہی یہ بات کہ ارض مکہ خراجی ہے یا عشری؟ اس کے بارے میں پہلے گذر چکا ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وہ خراجی ہو لیکن مکہ کے علو شان کی بنا پر خلاف قیاس اس کو خراجی قرار نہیں دیا گیا۔

یہاں ایک بحث اور ہے جو کتاب الحج میں **أَلَا تَبْنِي لَكَ بَيْتًا**^۱ کے تحت گذری ہے وہ یہ کہ ارض حرم موقوف ہے یا مملوک؟ اور اس میں علماء کا اختلاف بالتفصیل گذر گیا، فتح مکہ رمضان ۸ء میں ہوا۔

۳۰۲۱

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ، جَاءَهُ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بِأَبِي سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فَأَسْلَمَ يَمْرُؤَ الظُّهْرَانِ، فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفَخْرَ، فَلَوْ جَعَلْتَ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: «نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلِقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ».

شرح

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فتح مکہ کے سال حضرت عباس بن عبد المطلب، ابوسفیان بن حرب کو لے کر آئے تو ابوسفیان مقام مر الظہران پر مسلمان ہو گئے تو حضور ﷺ سے حضرت عباسؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ابوسفیان فخر کو پسند کرتے ہیں تو اگر آپ ﷺ ان کیلئے کوئی ایسی بات فرمادیں جو ان کے حق میں فخر کا باعث ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے امن ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے تو اسے بھی امن ہے۔

شرح الحديث

باب کی یہ پہلی روایت تو مختصر ہے یہی حدیث دوسرے طریق سے اس کے بعد آرہی ہے، اس میں تفصیل ہے۔

مضمون حدیث در فتح مکہ مکرمہ: مضمون حدیث یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوۃ الفتح کے سفر میں مر الظہران میں پہنچے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے تو میرے والد حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں یہ سوچا کہ اگر حضور ﷺ اس لشکر کے ساتھ اسی حال میں عنوة داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ ﷺ سے امن طلب کرنے کیلئے نہ آئے تو پھر اس میں قریش کی یقیناً ہلاکت ہے، وہ فرماتے ہیں میں اسی فکر میں تھا کہ حضور ﷺ کی سواری پر سوار ہو کر ادھر ادھر کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگا جو اپنی کسی ضرورت سے مکہ جا رہا ہو پس وہ جا کر اہل مکہ کو حضور ﷺ کے یہاں پہنچنے

کی خبر کر دے تاکہ اہل مکہ یہاں آپ ﷺ کی خدمت میں آکر آپ سے امن طلب کر لیں، میں اسی تلاش میں تھا کہ اچانک میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کے بات کرنے کی آواز سنی (یہ دونوں ^۱ آپ ﷺ ہی کی خدمت میں مدینہ طیبہ آئندہ کیلئے صلح یا حرب ہی کی بات طے کرنے کیلئے آرہے تھے، کما فی الطبرانی) جب میں نے اسکی آواز سنی تو میں نے کہا: یا ابا حنظلہ! اس نے میری آواز پہچان لی، فوراً بولا: ابوالفضل یعنی کیا تم ابوالفضل ہو (دونوں کا بھی تک آمنا سامنا نہیں ہوا تھا) میں نے کہا: ہاں وہ بولا: کیا بات ہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں، عباس کہتے ہیں: میں نے کہا: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، والٹاس، میں نے کہا قریب ہی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہ یہاں رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ مجمع موجود ہے، وہ بھی سن کر گھبرا گیا اور کہا قَمْعًا الْحِمْلَةُ؟ آگے روایت میں یہ ہے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا اور بدیل جو تھا وہ مکہ لوٹ گیا، جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور وہ اسلام لے آیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو پسند کرتا ہے (شیخی باز ہے) لہذا آپ ﷺ اس پر کچھ کرم فرمائیے، یعنی اس کو کوئی ایسی چیز عطا فرما دیجئے جو اس کیلئے موجب فخر ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اور پھر فرمایا: مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ کہ اہل مکہ میں سے جو شخص بھی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ ہماری طرف سے مامون ہے، اور ایسے ہی اہل مکہ میں سے جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، یعنی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے باہر نہیں نکلے گا وہ بھی مامون ہے اس پر لوگ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے اور بعض مسجد حرام میں۔

اس کے بعد والی روایت میں یہ بھی ہے: وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قُرَيْشٍ، فَدَخَلُوا الْكَعْبَةَ فَفَضَّ بِهَمِّهِمْ کہ اس اعلان پر سرداران قریش کعبہ میں داخل ہو گئے، کعبہ ان سے پر ہو گیا، اور حضور ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا حلف المقام دو گانہ طواف ادا کیا، ان کے بعد آپ ﷺ بیت اللہ کے دروازے کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کھڑے ہو گئے، اس پر وہ سب لوگ اندر سے نکل کر آئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت علی الاسلام کی۔

۳۰۲۲

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ أَبِي الْقَضَائِلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْبُدٍ، عَنْ بَعْضِ أَهْلِهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ الظُّهْرَانِ قَالَ الْعَبَّاسُ: قُلْتُ وَاللَّهِ لَئِنْ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ عَنُودًا، قَبْلَ أَنْ يَأْتُواكَ فَيَسْتَأْمِنُواكَ إِنَّهُ لَهْلَاكٌ قُرَيْشٍ، فَجَلَسْتُ عَلَى بَغْلَةٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ لَعَلِّي: أَحَدُ ذَا حَاجَةٍ يَأْتِي أَهْلَ مَكَّةَ فَيُخْبِرُهُمْ بِمَكَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

① اور خود حضرت عباسؓ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ وہ مع اپنے اہل و عیال کے حضور اکرم ﷺ کی مدینہ سے مدینہ کی پہلی ہجرت کی نیت سے مکہ سے نکل چکے تھے چنانچہ ان کی ملاقات حضور ﷺ سے راستہ میں جغز یا ذوالحلیفہ میں ہوئی جب کہ آپ ﷺ مکہ کے لئے جا رہے تھے، آپ پھر حضرت عباسؓ ہی آپ کے ساتھ مکہ کی طرف لوٹ آئے اور اپنے اہل و عیال کو مدینہ بھیج دیا (بذل القوة فی حوادث سنی النبوة - ص ۲۲۱)

لِيَخْرُجُوا إِلَيْهِ، فَيَسْتَأْمِنُوهُ فَإِنِّي لَأَسِيرُ إِذْ سَمِعْتُ كَلَامَ أَبِي سُفْيَانَ، وَبَدَّلَ بَنَ وَنِقَاءً، فَقُلْتُ: يَا أَبَا حَنْظَلَةَ، فَعَرَفْتُ صَوْتِي، فَقَالَ: أَبُو الْقُضَلِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مَا لَكَ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي؟ قُلْتُ: هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ، قَالَ: فَمَا الْحِيلَةُ؟ قَالَ: فَرَكِبْتُ خَلْفِي، وَرَجَعْتُ صَاحِبَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ عَدُوْتُ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمْتُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ يُحِبُّ هَذَا الْفُسْخَ، فَاجْعَلْ لَهُ شَيْئًا، قَالَ: «نَعَمْ، مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ» قَالَ: فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلَى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ.

ترجمہ: حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مقام مر الظہران پر پڑاؤ ڈالا تو حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ خدا کی قسم اگر مکہ میں قریش کے آپ ﷺ کے پاس امن حاصل کرنے کی غرض سے آنے سے پہلے..... طاقت کے زور پر اگر رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس میں قریش کیلئے ہلاکت ہے تو میں رسول اللہ ﷺ کے ایک خچر پر بیٹھ گیا اور میں نے اپنے دل میں سوچا شاید مجھے کوئی ضرورت مند مل جائے جو کسی کام سے مکہ مکرمہ جا رہا ہو تو وہ مکہ والوں کو بتلا دے کہ رسول اللہ ﷺ لشکروں سمیت حملہ کرنے والے ہیں لہذا وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے امان حاصل کرنے کی درخواست کر لیں۔ ابھی میں چل رہا تھا پھر میں نے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کی آواز سنی تو میں نے ابوسفیان کی کنیت سے اسے پکارا: اے ابو حنظلہ! تو ابوسفیان نے میری آواز پہچان کر کہا: کیا تم ابو القطل ہو؟ میں نے کہا: ہاں تو ابوسفیان نے کہا: میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ مسلمان (مجاہدین مکہ مکرمہ فتح کرنے کیلئے تیار) ہیں ابوسفیان نے کہا کہ تم ہی کوئی ترکیب بتلاؤ تو راوی حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابوسفیان میرے پیچھے سواری پر سوار ہو گئے اور ان کا ساتھی (بدیل) مکہ مکرمہ واپس لوٹ گیا جب صبح ہوئی تو میں ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا تو ابوسفیان مسلمان ہو گئے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! بیشک ابوسفیان ایسے آدمی ہے جو فخر کرنے کو پسند کرتے ہیں لہذا آپ ان کیلئے کوئی ایسی بات فرمادیں جو ان کیلئے باعث فخر ہو پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے تو اسے امن حاصل ہو گا اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اسے بھی امن حاصل ہو گا اور جو شخص مسجد الحرام میں داخل ہو جائے گا تو اسے بھی امن حاصل ہو گا عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اپنے گھروں میں چلے گئے اور کچھ لوگ مسجد الحرام میں چلے گئے۔

۳۰۲۳ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَقِيلٍ بْنُ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهَبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا: هَلْ غَنِمُوا أَيُّومَ الْقَتْحِ شَيْئًا؟ قَالَ: «لَا».

ترجمہ: وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ فتح مکہ کے دن مسلمانوں نے کچھ غنیمت حاصل کی

تھی تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔

شرح الحدیث یعنی اس فتح مکہ میں مسلمانوں کو کچھ مال غنیمت حاصل نہیں ہوا اس لئے کہ باقاعدہ جنگ کی نوبت آئی ہی نہیں، گو حضور ﷺ کی طرف سے جنگ کے انتظامات اور تیاری اسی طرح ہوئی جس طرح جنگ میں ہوا کرتی ہے مگر وہ لوگ کھل کر مقابلہ پر آئے نہیں اور اگرچہ ان کی جانب سے استیمان بھی نہیں پایا گیا تا کہ یوں کہا جاسکے کہ مکہ صلح فتح ہوا مسلمانوں کے لشکر کے بعض دستوں کے ساتھ کسی قدر مقابلہ کی نوبت آئی اور احترام مکہ میں ان کے ساتھ بہت رور عایت کا معاملہ کیا گیا پھر مال غنیمت کہاں حاصل ہوتا۔

۳۰۲۴ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا سَلَامُ بْنُ مَسْكِينٍ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبَتَّانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ سَرَّحَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ، وَأَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجُرَّاحِ، وَخَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْحَبِيلِ، وَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتِفْ بِالْأَنْصَارِ» قَالَ: «اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يَشْرُفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَمْتُمُوهُ» فَنَادَى مُنَادٍ: لَا قَرِيشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ دَارَهُمْ آمِنٌ، وَمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ»، وَعَمَدَ صَنَادِيدُ قَرِيشَ، فَبَدَّلُوا الْكَعْبَةَ فَغَصَّ بِهِمْ، وَطَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَصَلَّى خَلْفَ الْمَقَامِ، ثُمَّ أَخَذَ بِحُجْبَتَيْ الْبَابِ فَخَرَجُوا فَبَايَعُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سَأَلَ رَجُلٌ قَالَ: مَكَّةُ غَنُوءَةٌ هِيَ؟ قَالَ: «إِيشَ يَضُرُّكَ مَا كَانَتْ؟» قَالَ: فَصَلِّحْ؟ قَالَ: «لَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے حضرت زبیر بن عوام اور ابو عبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید کو گھڑ سواروں کے دستے پر امیر مقرر کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تم انصار مدینہ کو آواز لگا کر بلاؤ (جب انصار آگئے) تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس راستہ کو اختیار کرو اور تمہارے سامنے جو بھی دشمن جنگ کیلئے سر اٹھائے تو تم اسکو وہیں سلا دینا پس ایک پکارنے والے نے آواز لگائی کہ آج کے بعد مکہ مکرمہ میں قریش کا صفایا ہو جائے گا..... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائیگا تو اسے امن مل جائے گا اور جو شخص اپنا اسلحہ رکھ دیا تو اسے بھی امن حاصل ہو گا..... قریش کے سردار بیت اللہ میں داخل ہو گئے اور بیت اللہ ان سے بھر گیا..... رسول اللہ ﷺ نے طواف فرما کر مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا فرمائی پھر حضور ﷺ نے بیت اللہ کے دروازے کی دونوں چوکھٹوں کو پکڑا پھر قریش کے سردار بیت اللہ سے باہر نکل آئے اور انہوں نے رسول اللہ سے اسلام پر بیعت کی۔

.. صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۸۰) سنن أبي داود - الخراج والإمامة والفيء (۳۰۲۴) مسند أحمد - باقی

مسند الکثرین (۲۹۲/۲) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۵۳۸/۲)

شرح الحدیث: آپ ﷺ کی جانب سے لشکر کے مکہ میں داخل ہونے کی ترتیب: ابو داؤد کی اس روایت میں اختصار ہے، مسلم کی روایت اس میں مفصل ہے مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جب مکہ کے اندر داخل ہونے کا ارادہ ^۱ فرمایا کفار پر حملہ کے لئے تو چونکہ مکہ کے اندر داخل ہونے کے راستے متعدد تھے اور سب راستوں کی ناکہ بندی کرنی تھی اس لئے آپ ﷺ نے لشکر کے متعدد دستے بنا لئے ان دستوں میں بعض سوار تھے اور بعض پیادہ پاتھے، اور ہر دستہ کے لئے آپ نے ایک نگران تجویز فرمادیا اور ہر امیر کو اس کے داخل ہونے کے لئے راستہ کی تعیین فرمادی، یعنی فلاں امیر اپنے دستہ کو لیکر فلاں راستہ سے داخل ہو مثلاً اعلیٰ مکہ اور فلاں اسفل مکہ سے داخل ہو، ابو داؤد کی اس روایت میں تو یہ ہے آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ اور ابو عبیدہؓ اور خالد بن الولیدؓ ان تینوں کو گھوڑے سواروں پر امیر بنا کر روانہ کیا، لیکن مسلم کی روایت میں ہے: وَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْحِمْصِ کہ ابو عبیدہؓ کو آپ ﷺ نے اس دستہ پر امیر بنایا جو پیادہ پاتھی اور ان پر زبیرؓ وغیرہ نہیں تھیں، وَقَالَ: «يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، اهْتَفِ بِالْأَنْصَارِ» قَالَ: «اسْلُكُوا هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يَشْرُفَنَّ لَكُمْ أَحَدٌ، إِلَّا أَمْتَمْتُمُوهُ»، یعنی آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ انصار کو آواز لگا کر بلاؤ چنانچہ وہ سب حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کو ایک راستہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم کو اس راستہ سے جانا ہے اور دوسری بات یہ فرمائی کہ ان مشرکین مکہ میں سے جو بھی تمہاری طرف گردن اٹھائے تو تم اس کو وہیں سلا دینا، یعنی جو قتال کیلئے بڑھے اس کو قتل کرنا اور جو تمہیں دیکھ کر سر جھکا لے یا پیچھے ہٹ جائے اس کو کچھ مت کہنا، فَتَنَادَى مُنَادٍ: لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ، اور ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ آج کے بعد قریش کا خاتمہ ہے، یعنی اگر وہ مقابلہ پر اترے ورنہ تو آپ ﷺ نے ان کو پروانہ لمان دے ہی دیا تھا عدم قتال کی صورت میں۔ حدیث ابی ہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه مسلم بنحوه مطولاً قاله المنذرى۔

۱ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ مقام کداء میں سے گذرتے ہوئے بالائی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے اور خالد بن الولیدؓ کو اسفل مکہ مقام کدویٰ سے داخل ہونے کا اور زبیرؓ کو اعلیٰ مکہ سے یعنی مقام کداء میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداء بالقتال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا، صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا کہ قریش نے کچھ اوباش تمہارے مقابلہ کے لئے جمع کئے ہیں وہ اگر مقابلہ کیلئے آئیں تو ان کو کھتی کی طرح کاٹ کر رکھ دینا، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سمیل بن عمرو نے مقام خندہ میں بقصد مقابلہ کچھ اوباشوں کو جمع کیا، خالد بن الولیدؓ سے مقابلہ ہوا، مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے، خنیس بن خالد اور گرز بن جابر فہری، اور مشرکین میں سے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے، باقی سب بھاگ اٹھے، یہ ابن اسحاق کی روایت ہے، اور مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن الولیدؓ جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بنو بکر اور بنو حارث اور کچھ لوگ قبیلہ ہذیل اور کچھ اوباش قریش مقابلہ کیلئے جمع تھے، حضرت خالدؓ کے پہنچنے ہی ان لوگوں نے ہلہ بول دیا، خالد بن الولیدؓ نے جب ان کا مقابلہ کیا تو تائب نہ لاسکے، شکست کھا کر بھاگے، بنو بکر کے تقریباً بیس آدمی اور ہذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے باقی ماندہ اشخاص میں بھی بڑی گئی کوئی مکان میں جا کر چھپا، اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ﷺ ج ۳ ص ۳۳-۳۵)

۲۶۔ باب ما جاء في غدير الطائف

غدير طائف کے فتح ہونے کے واقعہ کا ذکر

غزوہ طائف: غزوہ طائف کا مختصر قصہ اس طرح لکھا ہے: آنحضرت ﷺ نے حنین کے اموال غنیمت اور قیدیوں کے متعلق یہ حکم دیا کہ جعرانہ میں جمع کر دیا جائے اور خود طائف کا قصد فرمایا، اور طائف جانے سے پہلے طفیل بن عمرو دوسی کو چند موحدین کے ساتھ ایک چوٹی بت (جس کا نام ذوالکفین تھا) کے جلانے کے لئے روانہ فرمایا، آپ کے طائف پہنچنے کے چار روز بعد طفیل بن عمرو بھی پہنچ گئے اور ایک دہانہ (ٹینک) اور منخیق ساتھ لائے۔

مالک بن عوف نصری سپہ سالار ہوازن مع اپنی فوج کے آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی طائف کے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا اور کئی سال کا غلہ اور خورد و نوش کا سامان قلعہ میں فراہم کر لیا تھا، آنحضرت ﷺ نے طائف پہنچ کر ان کا محاصرہ کیا اور منخیق کے ذریعہ سے ان پر پتھر برسائے گئے، ان لوگوں نے قلعہ کی فصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلادیا انہوں نے ایسی سخت تیر بازی کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے خالد بن الولید نے ان کو دست بدست مقابلہ کیلئے بلایا مگر جواب یہ ملا کہ ہمیں قلعہ سے اترنے کی ضرورت نہیں سالہا سال کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے جب یہ ختم ہو جائے گا تب ہم تلواریں لیکر اتریں گے، مسلمانوں نے دہانوں میں بیٹھ کر قلعہ کی دیواروں میں نقب دینے کی کوشش کی انہوں نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسانی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے باغات کے کٹوانے کا حکم دیا اہل قلعہ نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیا آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ اور قرابتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں بعد ازاں دیوار قلعہ کے قریب یہ آواز لگوا دی کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے، چنانچہ بارہ تیرہ غلام نکل کر ادھر آئے اسی اثناء میں آپ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا ایک مرغ نے آکر اس میں چونچ مار دی جس سے وہ دودھ گر گیا آپ ﷺ نے یہ خواب صدیق اکبر سے بیان کیا انہوں نے کہا غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہو گا آپ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی کو بلا کر دریافت کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ نوفل نے کہا یا رسول اللہ! لو مڑی اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہے تو پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپ ﷺ کا کوئی نقصان نہیں۔ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے آکر عرض کیا یا نبی اللہ! ان کے حق میں بد دعاء کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی حضرت عمرؓ نے فرمایا: پھر ہم کو ان سے لڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ ﷺ نے کوچ کا حکم دیدیا اور چلتے وقت یہ دعاء دی: اللہم اهد ثقیفا و ائت بہم۔ چنانچہ بعد میں وہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا سب مسلمان ہو گئے اور مالک بن عوف نصری ان کا سردار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

تنبیہ: ہمارے یہاں ابوداؤد کے باب الاقطاع میں اسی غزوہ طائف سے متعلق ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک صحابی صخر بن عیلہ الاحمسی فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ حضور ﷺ ثقیف کے ساتھ غزوہ کر رہے ہیں تو میں بھی ایک جماعت لیکر حضور ﷺ کی امداد کے لئے طائف پہنچا وہاں جا کر دیکھا کہ حضور ﷺ واپس تشریف لے جا چکے ہیں اور آپ ﷺ نے اس کو فتح نہیں کیا تو میں نے عہد کیا اللہ تعالیٰ سے اس بات کا کہ میں اس قصر کو فتح کر کے رہوں گا، چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا الحدیث ^۱، لیکن جو چند کتابیں غزوہ طائف سے متعلق ہم نے دیکھیں اس میں اس صخر بن عیلہ کا قصہ کہیں نہیں ملا، فلپفتش، اس کے بعد البدایہ والنہایہ میں یہ ملا کہ انہوں نے غزوہ طائف کا پورا قصہ لکھنے کے بعد اخیر میں ابوداؤد کی یہ روایت (صخر بن عیلہ والی) نقل کرنے کے بعد فرمایا: تفرد به أبو داود وفي إسناده اختلاف اه ^۲۔

۳۰۲۵ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَقِيلٍ بْنُ مُهَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ، قَالَ: سَأَلْتُ جَابِرًا عَنْ شَأْنِ ثَقِيفٍ إِذْ بَايَعَتْ؟ قَالَ: اشْتَرَطْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ لَا صَدَقَةٌ عَلَيْهِمَا، وَلَا جِهَادٌ، وَأَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ يَقُولُ: «سَيَصُدُّونَ، وَيُجَاهِدُونَ إِذَا أَسْلَمُوا».

ترجمہ: وہب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ جب قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت کی تھی اس وقت کا واقعہ کیا ہے حضرت جابر نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر بیعت کی تھی کہ وہ لوگ نہ تو زکوٰۃ صدقات دیں گے اور نہ ہی جہاد کریں گے تو نبی اکرم ﷺ کو میں نے اس کے بعد یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ لوگ عنقریب زکوٰۃ صدقات بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے جب یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

سنن ابی داؤد - الحجاج والإمارة والفتی (۳۰۲۵) - مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/۳۴۱)

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ قبیلہ ثقیف جب آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت علی الاسلام اس نے کی تو انہوں نے اس وقت یہ شرط لگائی کہ ہم پر زکوٰۃ اور جہاد کچھ نہ ہوگا، آپ ﷺ نے ان کی یہ شرط اس وقت منظور فرمائی، روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بعد میں یہ فرمایا کہ یہ لوگ اسلام میں داخل ہونے کے بعد صدقہ اور جہاد سب کچھ کریں گے، دوسری حدیث میں ہے: فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُجْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبَّزُوا کہ انہوں نے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ جہاد میں لے جایا جائے نہ عشرہ زکوٰۃ لی جائے اور نہ وہ نماز پڑھیں گے لایجبوا مثل لا یصلوا الفلأ ومعنی والتجبية ان یکون کهيئة الرکوع یعنی اس طرح جھکنا جس طرح رکوع میں جاتے ہیں ^۳۔

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الحجاج والإمارة والفتی - باب فی إقطاع الأراضین ۳۰۶۷

۲ البدایہ والنہایہ لابن کثیر - ج ۷ ص ۸۱

۳ قال الخطابی: قوله "لا یجبوا" أي لا یصلوا، وأصل التجبية أن یکب الإنسان علی مقدمه ويرفع مؤخره: (معالم السنن - ج ۳ ص ۳۴)

اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کو ہے: آپ ﷺ نے ان کی پہلی دو شرطیں منظور فرمائیں اور تیسری شرط کے بارے میں فرمایا: لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع کہ ایسے دین میں کیا خیر ہو سکتی ہے جس میں رکوع و سجود (نماز) نہ ہو۔ اس حدیث سے اسلام میں نماز کی جو اہمیت معلوم ہو رہی ہے وہ ظاہر ہے اس حدیث کو ہم نے کتاب الصلاة کے ابتدائی مباحث میں ذکر کیا ہے۔

یہ باب خبر طائف سے متعلق تھا اہل طائف چونکہ خود بخود اسلام میں داخل ہوئے اس لئے ارض طائف عشری ہوئی، کما مر قبل ذلک فی بیان انواع الاراضی المفتوحة۔

۳۰۲۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُلَیِّ بْنِ سُوَیْدٍ یَعْنِیَ ابْنَ مَنُجَوِّ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَدْرَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَمْتًا لِقُلُوبِهِمْ، فَاسْتَرْطَوْا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا، وَلَا يُعْشَرُوا، وَلَا يُجَبَّوْا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا، وَلَا خَيْرٌ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ».

ترجمہ عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب مدینہ طیبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انکو مسجد میں بٹھرایا تاکہ ان کے دل نرم ہو جائیں پس قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ سے یہ شرط رکھی کہ نہ تو انکو جہاد کرنے کی غرض سے بلایا جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں سے عشر لیا جائے اور نہ ہی وہ لوگ نماز پڑھیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے رخصت ہے کہ تم لوگوں کو جہاد کرنے کیلئے نہیں بلایا جائیگا اور نہ ہی تمہارے اموال میں سے عشر لیا جائیگا لیکن اس مذہب میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع (نماز) نہ ہو۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والعمارة (۳۰۲۶) - مسند أحمد - مسند الشاميين (۲۱۸/۴)

۲۷ - بَابُ مَا جَاءَ فِي حُكْمِ أَرْضِ الْيَمَنِ

يمن کی زمین کی پیداوار کے بارے میں

اہل یمن بھی چونکہ از خود طوعاً اسلام میں داخل ہوئے اس لئے ارض یمن بھی عشری ہے۔

۳۰۲۷ حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ الشَّرِيفِ، عَنْ أَبِي أَسَامَةَ، عَنْ الْحَالِی، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شُهَبٍ، قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ لِي هَمْدَانُ: هَلْ أَنْتَ آتِ هَذَا الرَّجُلَ؟ وَمُرْنَا ذَلِكَا، فَإِنْ رَضِينَا لَنَا شَيْئًا قَبْلِنَا، وَإِنْ كَرِهْتِ شَيْئًا كَرِهْنَا، فُلْتُ: نَعَمْ، فَجِئْتُ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضِيْتُ أَمْرَهُ وَأَسْلَمْتُ قَوْمِي، وَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْكِتَابَ إِلَى عَمْرِو بْنِ مَرْزَانَ، قَالَ: وَبَعَثَ مَالِكُ بْنُ مِرْزَانَ الرَّهَاضِيَّ إِلَى الْيَمَنِ جَمِيعًا، فَأَسْلَمَ

عَلَيْكَ دُو خَيَوَان، قَالَ: فَقَبِلَ لَعَلِّي: انْطَلِقُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُخَذُ مِنْهُ الْأَمَانُ عَلَى قَرْبَيْكَ، وَمَالِكَ، فَقَدِمَهُ وَكَتَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لَعَلِّي ذِي خَيَوَان، إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَبْقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ وَذِمَّةُ اللَّهِ، وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ الْعَاصِ».

ترجمہ:

عمر بن شہر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی نبوت کو ظاہر فرمایا تو میرے قبیلہ ہمدان نے مجھ سے کہا: کیا تم اس شخص کے پاس جا کر ہمارے لئے کوئی خیر اور حق کی بات لا سکتے ہو؟ پس اگر تم نے ہمارے لئے کسی بات کو پسند کیا تو ہم بھی اسکو قبول کر لینگے اور اگر تم نے اسکو ناپسند کیا تو ہم بھی اسکو ناپسند کرینگے تو میں نے کہا: ٹھیک ہے۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے آپ کا لایا ہوا دین پسند آگیا اور میری قوم کے لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک تحریر عمیری مران کیلئے لکھ کر روانہ کی۔ عمر بن شہر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مالک بن مرارہ الرہاوی کو تمام یمن والوں کی طرف روانہ فرمایا پس عک ذی خیوان مسلمان ہو گئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر اپنی بستی والوں اور اپنے مال مویشی کیلئے امان حاصل کر لیں تو انہوں نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے یہ تحریر لکھی: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ تحریر اللہ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے عک ذی خیوان کیلئے ہے اگر یہ شخص اپنی زمین اور اپنے مال مویشی اور غلاموں کے بارے میں سچا ہے تو اسکے لئے اللہ عزوجل اور اسکے رسول کی امان اور اسکا ذمہ حاصل ہے یہ تحریر خالد بن سعید بن العاص نے لکھی۔

شرح الحدیث:

عمر بن شہر یمنی ہمدانی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت اور نبوت کا ظہور ہوا تو مجھ سے میری قوم ہمدان نے کہا کہ کیا تم اس شخص کے پاس جا سکتے ہو اور ہمارے لئے کوئی چیز طلب کر سکتے ہو یعنی خیر کی بات اور حق پس اگر تم نے کسی چیز کو پسند کیا (دین اسلام کی طرف اشارہ ہے) تو ہم بھی اس کو قبول کر لیں گے اور اگر تم نے پسند نہ کیا تو ہم بھی پسند نہ کریں گے، میں نے جواب میں کہا: ہاں میں یہ کام کر سکتا ہوں چنانچہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی بات مجھے پسند آگئی جس پر میری قوم (ہمدان) اسلام لے آئے، اور آپ ﷺ نے ایک تحریر لکھوا کر عمیری مران کی طرف بھیجی، یہ بھی ہمدانی ہیں جو آپ ﷺ کے زمانے میں اسلام لائے تھے جو بظاہر اپنی قوم ہمدان کے رئیس تھے اور نیز آپ ﷺ نے مالک بن مرارہ کو بھیجا تمام اہل یمن کی طرف یعنی دعوت اسلام کے لئے پس اس پر عَلْتُ دُو خَيَوَان اسلام لے آیا یہ شخص بھی ہمدانی اور یمنی ہے، دُو خَيَوَان اس کا لقب ہے یہ بھی اپنی قوم کا بڑا آدمی تھا چنانچہ اس سے کہا گیا کہ تو بھی جا کر حضور ﷺ سے کتاب الامان حاصل کر لے اپنی پوری بستی اور مال کے بارے میں چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ نے اس کو یہ تحریر لکھوا کر دیدی:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ لَعَلِّي ذِي خَيَوَان، إِنْ كَانَ صَادِقًا فِي أَرْضِهِ، وَمَالِهِ، وَرَبْقِهِ، فَلَهُ الْأَمَانُ

وَزَمَّةُ اللَّهِ، وَزَمَّةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ، وَكَتَبَ خَالِدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ الْعَاصِ، یعنی اس تحریر کے اخیر میں کاتب نے اپنا نام لکھا یہ خالد بن سعید آپ ﷺ کے کاتبین میں سے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ چونکہ عَلْتُ دُوْ خَيْوَان اسی طرح عمیر ذی مران از خود اسلام میں داخل ہوئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ غزوہ اور فتح کی ضرورت پیش نہیں آئی لہذا یہ لوگ اپنی زمینوں کے اور دوسری املاک کے خود مالک رہے، اور ان کو اس بات پر حضور ﷺ کی طرف سے عہد نامہ اور کتاب الامان (سرٹیفکیٹ) حاصل ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ زمین عشری ہے۔

۳۰۲۸ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْقُرَشِيُّ، وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا فَرَجُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي عَمِّي ثَابِتُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ كَلِمَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّدَقَةِ حِينَ وَقَدَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «يَا أَخَا سَبَأٍ لَا بُدَّ مِنْ صَدَقَةٍ»، فَقَالَ: إِنَّمَا زَمْنَا الْقَطَنَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَقَدْ تَبَدَّلَتْ سَبَأٌ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ، يَمَأْرِبُ، فَصَالَحَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ خَلَّةً [بِر] مِنْ قَبِيضَةٍ وَقَاءَ بَرِّ الْعَافِرِ كُلِّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَأٍ يَمَأْرِبُ فَلَمْ يَزَالُوا يُؤَدُّوهُنَّ، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنَّ الْعَمَّالَ انْتَقَضُوا عَلَيْهِمْ بَعْدَ قُبُضِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا صَالَحَ أَبِي سَعِيدٍ بْنُ حَمَّالٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحُلَلِ السَّبْعِينَ، فَكَرَّ ذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى مَا وَصَّعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ انْتَقَضَ ذَلِكَ، وَصَارَتْ عَلَى الصَّدَقَةِ.

سبحان رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ جب یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد کی شکل میں حاضر ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے صدقات و زکوٰۃ کے معاف کئے جانے کے متعلق عرض کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے قوم سباء کے باشندے! صدقہ کی ادائیگی تو ضروری ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری پیدوار تو روٹی ہے اور ہماری قوم سباء مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئی ہے اور قوم سباء میں کچھ تھوڑے سے لوگ مقام مارب میں اقامت پذیر ہیں پس نبی اکرم ﷺ نے اس قوم سباء سے اس بات پر صلح فرمائی کہ وہ لوگ یمن کے قبیلہ معافر کی قیمت کے ستر جوڑے ادا کریں گے سالانہ، قوم سباء کے ان افراد کی طرف سے جو مقام مارب میں باقی رہ گئے ہیں۔ پس یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک اسی طرح ادا کرتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد زکوٰۃ وصول کرنے والوں نے ان سے اس صلح کو توڑ ڈالا جو ابیض بن حمال نے رسول اللہ ﷺ سے کی تھی کہ وہ ستر جوڑے ادا کریں گے تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی صلح کو دوبارہ برقرار رکھا جب حضرت ابو بکرؓ انتقال فرما گئے تو پھر یہ صلح نامہ ختم ہو گیا اور اس قوم سباء سے صدقہ لیا جانے لگا۔

شرح الحدیث: مارب بلاد یمن سے ہے اور سبأ ایک قوم کا نام ہے جو وہاں آباد تھی، یہ ابیض بن حمال مارب سبائی ہیں انہوں نے حضور ﷺ سے جب یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے (بظاہر اسلام لانے کیلئے) تو انہوں نے آپ ﷺ سے صدقہ کے

بارے میں گفتگو کی، یعنی یہ کہ وہ معاف کر دیا جائے یا اس میں تخفیف کر دی جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے سادے! صدقہ تو اسلام میں ضروری ہے انہوں نے اپنی اقتصادی حالت اور کمزوری بیان کی، یہ کہ ہماری پیداوار تو قطن ہے یا رسول اللہ! (یعنی معمولی سی) اور ہماری قوم سببستش ہو گئی اور ان میں سے کچھ تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں مارب میں، اس کے بعد حدیث میں حضور ﷺ نے ان سے جس چیز پر مصالحت فرمائی اس کا ذکر ہے، فَصَاحَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَبْعِينَ حُلَّةَ بَرٍّ مِنْ قِيَمَةِ وَقَاءِ بَرٍّ الْمَعَاذِرِ كُلِّ سَنَةٍ عَمَّنْ بَقِيَ مِنْ سَبَائِهِمْ مَارِبَ، یعنی آپ ﷺ نے ان پر جو کچھ صدقہ واجب ہوتا تھا اس کے بارے میں سبچین حله پر مصالحت فرمائی، کہ ہر سال کپڑوں کے ستر ۷۰ جوڑے تم کو دینے ہوں گے، قبیلہ سبا کے ان سب لوگوں کی طرف سے جو موضع مارب میں باقی رہ گئے ہیں، حله چونکہ قیمت کے اعتبار سے گھٹیا اور بڑھیا ہوتا ہے تو اس لئے آپ ﷺ نے اس جوڑے کی قیمت متعین فرمادی تاکہ مصالحت شی مجہول پر لازم نہ آئے، ہر معافر، یعنی کپڑے کی ایک مشہور قسم ہے جو معلوم القیمت ہے تو مطلب یہ ہوا اس عبارت کا کہ ایسے ستر جوڑے جو قیمت میں ہر معافر کے برابر ہوں وہ ادا کرتے رہیں، آگے روایت میں یہ ہے کہ یہ لوگ یہ مقدار ادا کرتے رہے حضور ﷺ کی زندگی میں، اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد عمال نے اس معاہدہ کو ختم کر دیا یعنی اس کا لحاظ نہیں کیا، صدیق اکبرؓ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اسکو حضور ﷺ کی قرار داد کے موافق برقرار رکھا، صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد پھر وہ معاملہ زل زلا گیا وصارت علی الصدقة، یعنی اصل صدقہ قاعدہ کے مطابق جتنا بیٹھتا ہے اس پر آکر ٹھہر گیا۔

ما استفيد من الحديث: اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان لوگوں سے صدقہ کے بارے میں ایک مقدار معین پر صلح فرمائی، حضرت گنگوہی کی تقریر میں یہ ہے کہ اگر صدقہ سے مراد یہاں زکوٰۃ ہے اور گویا زکوٰۃ کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے ایک مقدار معین پر مصالحت فرمائی، تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہوگی، آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور امام کیلئے زکاۃ مفروضہ کے بارے میں کسی مقدار معینہ پر صلح کرنا جائز نہیں، اور اگر صدقہ سے مراد یہاں پر زمین کی پیداوار کا عشر ہے تو پھر اس صورت میں کوئی اشکال نہیں، عشر میں گنجائش ہے دوسرے کے لئے بھی۔ (بذل^①)

۲۸۔ باب فی إخراج اليهود من جزيرة العرب

یہودیوں کو جزیرہ عرب سے نکالنے کا بیان

جزیرہ العرب کی تحدید اور اسکا مصداق: جزیرہ اس آبادی کا نام ہے جس کے چاروں طرف پانی ہو، سرزمین عرب کے تین جانب پانی ہے مشرق، مغرب اور جنوب اور شمال میں آبادی ہے اسی لئے عرب کو جزیرہ نما سے تعبیر کرتے ہیں، جزیرہ عرب کی تحدید اور اس کا مصداق آگے متن میں اس طرح آرہا ہے۔

جزیرۃ العرب ما بین الوادی إلى اقصى الیمن إلى تخوم العراق إلى البحر، یعنی جنوب میں انتہائے یمن سے لیکر شمال میں عراق کے حدود تک ^۱ اور وادی القری سے لیکر سمندر تک درمیان کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے، یعنی شمال میں حدود عراق جنوب میں اقصائے یمن، مغرب میں جدہ و ماخولہا پنبع سے لیکر وادی القری تک اور مشرق میں خلیج فارس تک کا علاقہ جزیرۃ العرب کہلاتا ہے، اور بذل میں حضرت نے علامہ شامی سے یہ نقل کیا ہے، کہ جزیرۃ العرب پانچ مناطق پر منقسم ہے، تہامہ، نجد، حجاز، عروص، یمن، تہامہ تو حجاز کا جنوبی حصہ ہے، اور نجد اس حصہ کا نام ہے جو حجاز و عراق کے مابین ہے، اور حجاز اس پہاڑ کے سامنے والے حصہ کو کہتے ہیں جو یمن سے لیکر شام تک مسلسل چلا گیا ہے اور عروص یمامہ کا علاقہ ہے جو بحرین تک ہے ^۲، اور صحیح بخاری کتاب الجہاد باب جوائز الوفد میں ہے کہ مغیرہ بن عبد الرحمن سے سوال کیا گیا جزیرۃ العرب کے بارے میں فقال مکة والمدینة والیمامة والیمن ^۳

۳۰۲۹ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَخْوَلِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَى بِثَلَاثَةٍ، فَقَالَ: «أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَأَجِزُوا الْوُقُودَ بِتَحْوِ مَتَا كُنْتُ أَجِزُهُمْ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأَنْسَيْتُهَا، وَقَالَ الْحَمِيدِيُّ: عَنْ سُفْيَانَ، قَالَ سُلَيْمَانُ: لَا أَذْهَبُ أَذْكَرَ سَعِيدِ الثَّالِثَةَ فَتَنْسِيَهَا أَوْ سَكَتَ عَنْهَا.

سرحین ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین وصیتیں فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کو جزیرۃ عرب سے نکال دو اور جس طرح میں وفد کو انعامات دیا کرتا ہوں میرے بعد آنے والے وفدوں کو اسی طرح انعامات دیا کرو..... راوی فرماتے ہیں کہ تیسری وصیت سعید بن جبیر نے ذکر نہیں فرمائی یا راوی سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے اس تیسری وصیت کو بھلا دیا۔

تخریج صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۸۸) صحیح البخاری - الجزیة (۲۹۹۷) صحیح البخاری - المغازی (۴۱۶۸) صحیح مسلم - الوصیة (۱۶۳۷) سنن ابی داود - الحراج والإمارة والقی (۳۰۲۹) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۲۲/۱)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے وفات کے وقت تین چیزوں کی وصیت فرمائی ایک جزیرۃ ^۴ العرب سے مشرکین

۱ بایں طور کہ یمن داخل اور عراق خارج ۱۲۔

۲ رد المحتار علی الدر المختار - ج ۶ ص ۲۸۹، بذل المجہود فی حل ابی داود - ج ۱۳ ص ۳۶۷

۳ صحیح البخاری - کتاب الجہاد والسیر - باب جوائز الوفد ۲۸۸۸

۴ اب یہ کہ جزیرۃ العرب سے تمام جزیرہ عرب مراد ہے یا اس میں کچھ تخصیص ہے؟ اسکے بارے میں بذل میں یہ ہے قبل المراد بہا مکة والمدینة ونقل الطیبی أن الشافعی خص هذا الحكم بالحجاز وهو عند مكة والمدینة والبہامة وحول البہادون الیمن وغیرہ (ج ۱۳ ص ۳۶۸) ردی العون: وقال مالك بن انس: أراد بجزيرة العرب المدينة نفسها (ج ۸ ص ۲۷۵)، وفي العرف الشذی: الكافر لا يقيم في جزيرة العرب، نعم يجوز له المرور. ۴

کے اخراج کی، مشرکین میں یہود و نصاریٰ بھی داخل ہیں، یہ دونوں مشرکین اہل کتاب ہیں لانہم یقولون عزیر ابن اللہ، والمسیح ابن اللہ، اول کے قائل یہود اور ثانی کے نصاریٰ ہیں، اور مجوس تو مشرک ہیں ہی حکم مذکور فی الحدیث، یعنی اس اخراج کے بارے میں بدائع میں لکھا ہے کہ ارض عرب کے اندر کوئی کنیسہ یا بیعہ نہ باقی رکھا جائے اور نہ وہاں بیع خمر اور خنزیر کی اجازت ہے، مصر کان أو قریة، أو ماء من میاء العرب، ویمنع المشرکون أن یتخذوا أراض العرب سکنا ووطنًا کذا ذکرہ محمد تفضیلًا لأرض العرب علی غیزھا، وتطهیرا لها عن الدین الباطل، للحدیث المذکور، (بذل) ۱، اور دوسری وصیت یہ ہے کہ آنے والے وفود کو جائزہ دیا جائے یعنی عطیہ، یعنی انکی آمد پر ان کا اہتمام کیا جائے، ہر طرح سے خیال رکھا جائے، اور ان کو ہدیہ بھی پیش کیا جائے، اس امر کا تعلق تو آپ ﷺ کے بعد آنے والے ائمہ سے ہے، کہ وفود تو امام المسلمین ہی کے مہمان ہوتے ہیں اور ویسے تو ہر مہمان ہی کے اعزاز و اکرام کا ہر مسلمان مامور ہے، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ، أَوْ قَالَ: فَأُتِیَتْ بِهَا، تیسری وصیت کے بارے میں ابن عباسؓ تردد ظاہر کر رہے ہیں کہ یا تو آپ ﷺ ہی نے اس سے سکوت فرمایا یا پھر میں بھول ۲ گیا، شرح نے لکھا ہے کہ اس امر ثالث کے مصداق میں دوسری احادیث میں جو چیزیں مذکور ہیں، وہ ہو سکتی ہیں،

لأنه اختلف فی أن الحکم لجميع جزيرة العرب أو لبعضها، وأشار إلى الأول الطحاوی فی مشکل الآثار، واختصر محمد فی موطئه اه (ج ۳ ص ۲۱۰)، اور موطأ محمد میں ہے قال محمد: إن مكة والمدینة وما حولهما من جزيرة العرب (التعلیق المجد علی موطأ محمد ج ۳ ص ۳۷۹)، مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہو رہا ہے کہ اس حدیث میں جزيرة العرب اپنے عمومی پر ہے یا اس سے بعض مراد ہے، فلیفتش کتب الحنفیة فی ذلك۔

۱ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۷ ص ۱۱۴، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۶۸

۲ اس جملہ کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اور آپ ﷺ نے امر ثالث سے سکوت فرمایا، آگے شک راوی ہے کہ یا ابن عباسؓ نے یہ فرمایا کہ امر ثالث کو آپ نے تو ذکر فرمایا تھا لیکن میں بھول گیا، چنانچہ صاحب العون (ج ۸ ص ۲۷۶) نے یہی مطلب لکھا ہے، لیکن حضرت نے بذل (ج ۱۳ ص ۳۶۸-۳۶۹) میں اس عبارت کی تاویل فرمائی ہے اور اس کی یہ شرح کی ہے کہ سعید راوی کہتے ہیں ابن عباسؓ نے صرف دو امر ذکر کئے اور تیسرے سے سکوت کیا، اور پھر آگے سعید کہتے ہیں: یا ابن عباسؓ نے تو ذکر کیا تھا لیکن میں اس کو بھول گیا، اس صورت میں قال کا قائل ابن عباسؓ نہ ہوگا، بلکہ ابن عباسؓ سے روایت کرنے والا ان کا شاگرد جو یہاں سند میں سعید بن جبیر ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے: ابن عباسؓ ذکر امرین وسکت عن الثالثة الخ۔ اس صورت میں سکوت کرنے والے ابن عباسؓ ہوئے نہ کہ حضور ﷺ، اور حضرت نے جو یہ تاویل فرمائی ہے اس کا متنازعہ ہے کہ اس جملہ کی نقل میں روایات مختلف ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں یہ حدیث متعدد مقامات میں مذکور ہے، ففی الجہاد فی باب جواز الولد (۲۸۸۸): وَأُجِزُوا الْوَلَدَ يَنْخَوُ مَا كُنْتُ أُجِزُهُمْ وَتَسْبِيكُ الثَّالِثَةِ اه یعنی یہاں قال ابن عباسؓ نہیں ہے، و فی الجزية فی باب إخراج اليهود من جزيرة العرب (۲۹۹۷): يَنْخَوُ مَا كُنْتُ أُجِزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَذِرَةٌ إِنَّمَا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَإِنَّمَا أَنْ قَالَهُمْ فَتَسْبِيكُهَا قَالَ سَفِيَانُ هَذَا مِنْ قَوْلِ سُلَيْمَانَ، یعنی سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ یہ قول (وسکت عن الثالثة الخ) میرے استاذ سلیمان اہل کا ہے یعنی سلیمان کہتے ہیں کہ تیسری بات بھی بہتر ہے یا تو میرے استاذ یعنی سعید ہی نے سکوت کیا، یا انہوں نے تو ذکر کیا تھا لیکن میں بھول گیا، اور ابو داؤد کے ایک نسخہ میں جو کہ بذل (ج ۱۳ ص ۳۶۹) کے حاشیہ پر ہے، اس میں اس طرح ہے، قال سلیمان: لا أدري أذكر سعيد الثالثة فنسيتها أو سكت عنها، اس نسخہ والی عبارت کا حاصل اور اوپر بخاری والی روایت کا حاصل ایک ہی ہے کہ سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں، اور حضرت نے جو شرح فرمائی ہے اس میں سکوت کرنے والے ابن عباسؓ ہیں، اور حافظ نے فسخ الباری (ج ۸ ص ۱۳۵) میں احتمالاً اسی کو اختیار کر کے پھر بعد میں اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ قول سلیمان اہل کا ہے اور سکوت کرنے والے سعید بن جبیر ہیں لیکن اس قول میں حافظ نے حوالہ دیا ہے مسند حمیدی اور مستخرج ابی نعیم کا، جب کہ خود بخاری میں یہ موجود ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ان میں

مثلاً الوصیۃ بالقرآن، تجهیز جیش أسامة، لا تتخذوا قبری وثناً بعد، الصلاة وما ملکت ایمانکم۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم مطولاً، قاله المنذری۔

۳۰۳۰ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، فَلَا أَتْرُكُ فِيهَا إِلَّا مُسْلِمًا».

سرخیز ابو الزبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ضرور بالضرور یہود اور نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دوں گا پس میں جزیرہ عرب میں صرف مسلمان کو رہنے کیلئے چھوڑوں گا۔

۳۰۳۱ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، وَالْأَوَّلُ أَكْمَرُ.

سرخیز حضرت عمرؓ نے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا گزشتہ حدیث کے ہم معنی..... پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۶۷) جامع الترمذی - السیر (۱۶۰۶) جامع الترمذی - السیر (۱۶۰۷) سنن أبی داؤد - الحجاج والإمارة والفتی (۳۰۳۰) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۲۹/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۳۲/۱)

شرح الحديث: یہ حدیث یہاں تو مطلق ہے اور مسلم کی روایت میں لثن عشت الی قابل کے ساتھ مقید ہے۔ والحديث أخرجه البخاری ومسلم مطولاً، قاله المنذری۔

۳۰۳۲ حَدَّثَنَا شَلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ قَائِسِ بْنِ أَبِي طَبَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَكُونُ قِبْلَتَانِ فِي بَلَدٍ وَاحِدٍ».

سرخیز ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک ملک میں دو قبلے نہیں ہو سکتے۔

تخریج جامع الترمذی - الزکاة (۶۳۳) سنن أبی داؤد - الحجاج والإمارة والفتی (۳۰۳۲) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۲۳/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۵/۱)

شرح الحديث: اس حدیث کی شرح میں تین قول ہیں: ① اول یہ کہ اس سے مراد اقامت فی دار الحرب ہے، یعنی ایک شخص دار

للہ سب کالب لباب یہ ہے کہ جس طرح ابوداؤد میں ہے قال ابن عباسؓ الخ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "سکت" کا فاعل حضور ﷺ ہیں: اس طرح کسی کتاب میں نہیں ہے، اب یا تو اس کو مرجوح اور دہم کہا جائے یا پھر اس کی تاویل کی جائے، اس لئے کہ صحیح یہ ہے کہ "سکت" کا فاعل سعید بن جبیر ہیں اور تاویل وہ ہے جو ہم نے اوپر بذیل سے ذکر کی، مگر اس میں بھی یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ اس تاویل میں سکت کا فاعل ابن عباسؓ بنے ہیں حالانکہ راجح یہ ہے کہ اس سے بھی نیچے کا راوی ہے یعنی سعید، گو حافظؒ نے احتمال اس کو بھی لکھا ہے جو بذیل میں ہے۔

الحرب میں اسلام لے آیا، تو اب اس کو چاہئے کہ وہاں سے منتقل ہو جائے، ② اظہار شعائر الکفر، یعنی ذمی لوگ جو دار الاسلام کے اندر مقیم ہیں، دار الاسلام میں رہتے ہوئے شعائر کفر کے اظہار کی ان کو اجازت نہیں، ③ إخراج المشرکین من جزيرة العرب، فعلى الأول المراد من البلد دار الحرب وعلى الثاني دار الإسلام وعلى الثالث جزيرة العرب، والحديث أخرجه الترمذی و ذکر انه روی مرسلًا، قاله المنذری۔

۳۰۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ: «جَزِيرَةُ الْعَرَبِ مَا بَيْنَ الْوَادِي إِلَى أَقْصَى الْيَمَنِ إِلَى تَحْوِيزِ الْعَوَاقِ، إِلَى الْبَحْرِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كُذِّبَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مُسْكِينٍ، وَأَنَا شَاهِدٌ، أَخْبَرْتُكَ أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: «عُمَرُ أَجْلَى أَهْلِ نَجْرَانَ، وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ، فَأَمَّا الْوَادِي فَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَتَمَّ لَهُمْ يُجْلَى مِنْ فِيهَا مِنَ الْيَهُودِ، أَتَمُّ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ».

ترجمہ سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ وادی القریٰ سے لیکر سمندر تک اور اقصیٰ یمن سے عراق کی حدود تک سب کا سب جزیرہ عرب ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حارث بن مسکین پر حدیث کی قرأت کی جا رہی تھی میں اس مجلس میں موجود تھا..... آپ کو اشہب نے بتایا کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نجد ان والوں کو جلا وطن فرمایا تھا لیکن تیماء والوں کو جلا وطن نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ عرب کے علاقے میں نہیں تھے..... وادی قریٰ والوں کو میرے خیال میں اس لئے اس میں رہنے والے یہودیوں کو جلا وطن نہیں کیا گیا کیونکہ حضرات صحابہ وادی قریٰ کو سرزمین عرب میں شمار نہیں کرتے تھے۔

یہاں بھی مصنف نے حارث بن مسکین سے طریق روایت وہی اختیار کیا جو ابھی قریب میں گذرا، فتدکر۔ ۳۰۳۴ حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: "وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ يَهُودَ نَجْرَانَ، وَفَدَكَ" امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مقام نجران اور مقام فدک کے یہودیوں کو جلا وطن فرمایا تھا۔

ترجمہ نصاریٰ نجران سے کیسے مصالحت ہوئی تھی اس کا بیان آئندہ باب کی حدیث میں آ رہا ہے۔

آنے والے باب سے کتاب الخراج کی ابتداء ہے: اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ لکھا ہے، آخر کتاب الفقی، بسم الله الرحمن الرحيم أول كتاب الخراج، اس سرخی سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ کتاب الخراج والفقی سے لیکر اب تک جو احادیث گذری ہیں ان کا تعلق فقی سے تھا اور آنے والے باب سے خراج کی ابتداء ہو رہی ہے۔

۲۹۔ باب فی إیقاب أرضی السّواد وأرضی العنوة

عراق کی زمین اور جس زمین کو طاقت کے زور پر فتح کیا جائے اسکو مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کا بیان جو اس باب میں خراج اور خراجی زمین ہی کا بیان ہے، إیقاب سے مراد جیسا کہ پہلے گذر چکا، ترک القسمۃ بین الغامین ہے بل

ابقاؤہا علی حالہا و ضرب الحراج علیہا لمصالح المقاتلین والمسلمین عامۃ، یعنی زمین کو فتح کرنے کے بعد بطور من و احسان کے اس کے ارباب (مشرکین) پر چھوڑ دینا اور ان زمینوں پر خراج یعنی ٹیکس مقرر کر دینا۔

عشر اور خراج میں فرق: عشر اور خراج میں فرق یہ ہے کہ خراج تو مشرکین سے لیا جاتا ہے اور اس کا وجوب فی الذمۃ ہوتا ہے اور عشر مسلمانوں سے لیا جاتا ہے اور اس کا وجوب ذمہ میں نہیں بلکہ خارج یعنی پیداوار میں ہوتا ہے، وجوب خراج کا سبب ذات ارض ہے یعنی الارض النامیۃ، اور عشر کا سبب وجوب، خارج یعنی پیداوار ہے، چنانچہ خراج ہر حال میں واجب ہوتا ہے، خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو، بخلاف عشر کے کہ وہ بغیر کاشت اور پیداوار کے نہیں لیا جاتا، نیز عشر میں عبادت کے معنی پائے جاتے ہیں، اور خراج میں صغار اور ذلت کے۔ (من البدائع ①)

ترجمۃ الباب میں ارض السواد کے بعد ارض العنوة ہے، یہ عطف العام علی الخاص کے قبیلہ سے ہے کیونکہ ارض السواد بھی ارض العنوة ہی ہے، سواد سے مراد سواد العراق ہے، عراق کی زمین چونکہ بہت سرسبز اور کثیر الاشجار والمزارع ہے اسلئے اسکو سواد سے تعبیر کرتے ہیں اسلئے کہ سبزی دور سے مائل بہ سیاہی معلوم ہوتی ہے، ارض عراق کو مسلمانوں نے خلافت فاروقی میں فتح کیا، حضرت عمرؓ نے اسکی زمینوں کو وقف قرار دیا، جیسا کہ حضرت عمرؓ کا یہ مسلک پہلے بالتفصیل مع اختلاف ائمہ گذر چکا۔

۳۰۳۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سَهِيلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْعَتِ الْعِرَاقُ قَفِيرَهَا وَدَرَاهِمَهَا، وَمَنْعَتِ الشَّامُ مَدِينَهَا وَدِينَارَهَا، وَمَنْعَتِ مِصْرُ إِرْدَنْيَهَا وَدِينَارَهَا، لَمْ عُدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ»، قَالَهَا زُهَيْرٌ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَحْمُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمُهُ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عنقریب عراق والے جزیہ کی ادائیگی میں اپنے پیمانہ قفیز اور سکہ رائج الوقت درہم دینا چھوڑ دیں گے اور شام والے لوگ اپنے پیمانہ مدی اور اپنا دینار جزیہ میں دینا چھوڑ دیں گے اور مصر کے لوگ اپنا پیمانہ اردب اور اپنا سکہ دینار ادا کرنا چھوڑ دیں گے اور جہاں سے تمہاری ابتداء ہوئی ہے تو تم لوگ اسی حالت کی طرف دوبارہ لوٹ جاؤ گے۔ زہیر راوی نے یہ آخری جملہ تین دفعہ فرمایا..... اس حدیث پر ابو ہریرہؓ کا گوشت اور خون گواہی دیتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الفتن وأشراف الساعة (۲۸۹۶) سنن أبی داود - الحراج والإمامة والفتی، (۳۰۳۵) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۲/۲)

شرح الحدیث اس باب میں مصنف نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اس پہلی حدیث میں ارض عنوہ اور مال غنیمت کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں مال فنی اور غنیمت دونوں کا حکم مذکور ہے، اس پہلی حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ پیشین گوئی فرما

رہے ہیں کہ ایک زمانہ وہ آئے گا کہ مسلمان ان ممالک کو یعنی عراق شام اور مصر کو فتح کرنے کے بعد وہاں کے لوگوں پر یعنی مشرکین پر جو ان ملکوں میں آباد ہوں گے خراج مقرر کریں گے اور اس خراج میں آپ ﷺ نے غلات اور دراہم و دنانیر دونوں کو ذکر فرمایا جو ناسکہ جس ملک میں رائج ہو گا، اس حدیث میں آپ ﷺ نے اسی کو ذکر فرمایا، چنانچہ عراق کے لئے دراہم، اور شام و مصر کے لئے آپ ﷺ نے دنانیر کو ذکر فرمایا، اور غلات میں جو ناسپاہانہ جہاں رائج تھا اسی کو آپ ﷺ نے حدیث میں ذکر فرمایا، چنانچہ عراق کے لئے قفیز اور شام کے لئے مڈی اور مصر کے لئے اربد کو ذکر فرمایا، یہ سب کمیاں اور پیمانوں کے نام ہیں، جو ان شہروں میں رائج ہیں، قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور مڈی پندرہ مکوک کا ہوتا ہے اور اربد چوبیس صاع کا ہوتا ہے۔

یہ حدیث اعلام نبوت میں سے ہے اس میں آپ ﷺ نے دو پیشینگوئیاں بیان فرمائی: ① اول یہ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام عراق شام مصر سب جگہ پہنچ جائے گا اور مسلمین ان کو فتح کرنے کے بعد ان کے باشندگان کفار پر خراج مقرر کریں گے، ② دوسری پیشین گوئی یہ کہ اس کے بعد پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ یہ لوگ اس خراج کو دینے سے انکار کر دیں گے، دوبارہ ان کو غلبہ حاصل ہو جائے گا، وقیل اول اجل اسلامہم والاول هو الاصح۔

ثُمَّ عَدْتُمْ مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ: پھر تم جہاں سے چلے وہیں لوٹ آؤ گے یعنی انحطاط اور تنزل کی طرف، شرح نے لکھا ہے کما فی مجمع البحار^① کہ یہ اشارہ اس حدیث کے مضمون کی طرف ہے ”بدا الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ“ قالها زهير ثلاث مرات یہ ضمیر آخری جملہ کی طرف راجع ہے، ثم عدتم من حيث بدأتم کہ زہیر راوی نے اس جملہ کو تین بار کہا۔

شَهِدَ عَلَى ذَلِكَ لَكُمْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَدَمَهُ: اس حدیث کے راوی جو کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہیں، وہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد تاکید یہ فرما رہے ہیں گواہی دیتا ہے اس پر ابو ہریرہؓ کا لحم اور دم یعنی مجھے اس حدیث کے حضور ﷺ سے سننے پر کامل یقین ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ہمارے یہاں محاورہ میں کہتے ہیں کہ اس پر ”میرا روال روال گواہی دیتا ہے“۔ والحدیث أخرجه مسلم، قاله المنذرى۔

۳۰۳۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهَّكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَيْتُمُوهَا، فَإِنَّكُمْ سَهَّاهُمْ فِيهَا، وَلِلرَّسُولِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم لوگ کسی بستی

① وح: "عدتم" من حيث بدأتم، هو في معنى ح: بدأ الإسلام غريباً وسيعود كما بدأ. (مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل ولطائف الأخبار للفتني - ج ۳ ص ۶۹۶)

والوں کے پاس جاؤ اور وہاں پر اقامت اختیار کرو (اور بغیر جنگ کے وہ بستی فتح ہو جائے) تو ایسی بستی میں تم سب کا حصہ ہے اور جو بستی والے اللہ رسول ﷺ کی نافرمانی کریں تو ایسی بستی سے حاصل ہونے والی غنیمت کا خمس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دیا جائے گا پھر باقی غنیمت تم مسلمانوں کو ملے گی۔

صحیح مسلم - الجہاد والسیر (۱۷۵۶) سنن أبی داؤد - الخراج والإمامة والفتی (۳۰۳۶) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۳۱۷/۲)

شرح الحدیث

صحیفہ ہمام بن منبہ کا تعارف : دراصل یہ حدیث صحیفہ ہمام بن منبہ کی احادیث میں سے

ہے، اس صحیفہ کی تمام روایات متفق السند ہیں بسند واحد مروی ہیں جس کی سند اس طرح ہے۔ عبد الرزاق عن معمر بن ہمام بن منبہ، اسی لئے اس صحیفہ میں یہ سند صرف پہلی حدیث کے شروع میں مذکور ہے، اور چونکہ باقی احادیث جو ایک سو انتالیس ۱۳۹ ہیں اسی سند سے مروی ہیں اس لئے بعد کی حدیثوں میں سند کو ذکر نہیں کیا گیا صرف ذکر متون پر اکتفاء کیا گیا، اس صحیفہ کی جملہ روایات کو امام احمد بن حنبلؒ براہ راست عبد الرزاق سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح شیخین امام بخاریؒ و مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح میں اس صحیفہ سے بعض روایات لیں ہیں، مسلمؒ میں یہ نسبت بخاری کے زائد ہیں، امام ابو داؤدؒ نے اس روایت کو اپنے استاد احمد بن حنبلؒ کے واسطہ سے لیا ہے اور امام مسلمؒ کو واسطہ محمد ابن رافعؒ و بواسطہ امام احمدؒ روایت کرتے ہیں، ہذا ما أخذتہنا یہ أبو ہریرۃ، عن رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم، یہی صحیفہ کی بالکل شروع کی عبارت ہے اسکے بعد پھر متون احادیث کا سلسلہ شروع ہو گیا، اس کی نظیر وہ روایات ہیں جو امام ابو داؤدؒ نے مکتوب سرخ سے لی ہیں جن کا ذکر الدہ المنصور کے مقدمہ میں اور اصل کتاب میں بارہا گزر چکا اور یہاں مصنف نے جو حدیث اس صحیفہ سے لی ہے یہ اس صحیفہ کی آخری حدیث ہے۔

شرح الحدیث ومطابقته للترجمہ: أَيْمُنًا قَرْيَةً أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيْمُنًا قَرْيَةً عَصَتْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ مُحْسِنَهَا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ: یعنی جس گاؤں یا بستی میں تم پہنچ جاؤ یعنی بغیر قتال کے اور وہاں جاگزیں ہو جاؤ تو اس قسم کے مال غنیمت میں تم سب کا حصہ ہے، اور جس بستی والے ایسے ہوں جو اللہ و رسول کے نافرمان ہوں یعنی اس میں تمہیں قتال کی ضرورت پیش آئی اور پھر قتال کے ذریعہ تم نے اس کو فتح کیا تو اس قسم کے مال کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے ایک خمس تو رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے باقی تمہارے لئے یعنی مقاتلین کے لئے، کیونکہ یہاں قتال کی نوبت آئی ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ وہ مال بغیر قتال کے حاصل ہوا ہے اس لئے اس میں تمام مسلمانوں کا حصہ ہے کیونکہ وہ مال فنی ہے اور یہ دوسرا مال، مال غنیمت اسی لئے اس میں تخمیس کی گئی اور باقی اربعۃ اخماس مقاتلین کے لئے ہوا، گویا اس حدیث میں مال فنی اور غنیمت دونوں کا حکم مذکور ہے، اور دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں مال غنیمت کے تقسیم کرنے کا ذکر ہے، اور اس باب کی پہلی حدیث میں خراج کا ذکر تھا، خراج ہوتا ہی ہے ایقاف اور عدم تقسیم کی صورت میں، لہذا دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا ارض مفتوحہ کی تقسیم اور ترک تقسیم (ایقاف) دونوں جائز ہیں۔ فللہ در المصنف کہ اس ایک باب میں دونوں قسم کی حدیثیں لے آئے، مصنف

جنبلی ہیں اور حنابلہ کے نزدیک امام ارض مفتوحہ عنوة میں مختار ہے تقسیم اور ترک تقسیم دونوں کا، فتدبر و تشکرو، ہر ہر حدیث کو بہت غور سے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ والحدیث أخرجه مسلم، قالہ المنذہری۔

۳۰۔ باب فی أخذ الجزیة

جزیہ لینے کا بیان

جزیہ ان مشرکین کے نفوس کے ٹیکس کو کہتے ہیں جن کو دار الاسلام میں امن دے کر ٹھہرنے کی اجازت دی گئی ہے اور خراج کہتے ہیں زمین کے ٹیکس کو، اور عشر کہتے ہیں زمین کی پیداوار کی زکاة کو۔

یہاں پر جزیہ میں دو اختلاف ہیں: ① اول یہ کہ جزیہ کن کافروں سے لیا جاتا ہے، صرف اہل کتاب سے یا اہل کتاب اور مشرکین دونوں سے، شافعیہ حنابلہ کے یہاں صرف اہل کتاب سے، اور حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک دونوں سے، لیکن عند الحنفیہ مشرکین عرب مستثنیٰ ہیں، اور ② دوسرا مسئلہ یہ کہ جزیہ کی مقدار واجب کیا ہے؟ یہ دونوں مسئلے کتاب الزکاة میں مع اختلاف ائمہ حضرت معاذ کی حدیث ومن کلّ حالٍ دیناراً ① کے تحت گذر چکے، پھر جانا چاہئے کہ وجوب جزیہ کے لئے تین اوصاف شرط ہیں:

شرائط وجوب جزیه: قال ابن رشد: اتفقوا على أنها إنما تجب بثلاثة أوصاف الذكورية والبلوغ والحرية وأنها لا تجب على النساء ولا على الصبيان، پھر آگے انہوں نے اس کی وجہ لکھی ہے وہ یہ کہ جزیہ تو قتل کے عوض میں ہے اور قتل کا حکم صرف رجال بالغین کے حق میں ہے، چنانچہ جہاد میں نساء اور صبيان کے قتل کی ممانعت ہے، وكذلك أجمعوا أنها لا تجب على العبيد ②، ابن قدامہ نے بھی اسی پر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا اتفاق نقل کیا ہے: فان غمر رضي الله عنه كتب إلى أمراء الأجناد أن اضربوا الجزية ولا تضربوها على النساء والصبيان ولا تضربوها إلا على من جرت عليه المواسي رواه سعيد و أبو عبيد و الأثرم الخ ③۔ موائینی موسیٰ کی جمع بمعنی استره، انبات کی طرف اشارہ ہے۔

۳۰۲۷ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سَلَيْمَانَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أَكْبَدٍ رِدْمَةَ فَأُخِذَ فَأَتَوْهُ بِهِ، فَحَقَنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجُزْيَةِ».

ترجمہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید کو ملک شام کے علاقہ ردمہ الجندل کے

① سنن أبی داود - کتاب الزکاة - باب فی زکاة السائمة ۱۰۷۶

② بداية المجتهد ونهاية المقتصد - ج ۱ ص ۴۰۴

③ الفہی والشرح الكبير - ج ۱۰ ص ۵۸۱-۵۸۲

بادشاہ اکیدر کے پاس بھیجا تو اس اکیدر کو خدمت نبوی ﷺ میں پیش کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے خون سے تعرض کرنے سے منع فرمایا اور جزیہ دینے پر اس سے صلح فرمائی۔

شرح الحدیث:

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ: يَهُ عَنْ عَاصِمٍ بِرِ عَطَفٍ هَ، لَيْعَنِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ اس حَدِيثَ كَو عَاصِمٍ سَ
بھی روایت کرتے ہیں اور عثمان سے بھی، لیکن عاصم کا طریق مسند ہے اور عثمان کا مرسل کیونکہ یہاں صحابی مذکور نہیں۔
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أَكِيدِرَ دَوْمَةَ فَأَخَذَ قَاتُوهُ بِهِ، فَحَقَّنَ لَهُ دَمَهُ وَصَالَحَهُ عَلَى الْجُزْيَةِ: دَوْمَةُ
الْجَنْدَلِ اِيك قريه کا نام ہے، من بلاد الشام اور اکیدر اس کے حکمران کا نام ہے، دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ کی فتح کا واقعہ غزوہ تبوک کے سفر میں
پیش آیا، جس کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الجہاد میں آچکا ہے، فلا حاجة إلى إعادتها۔

۳۰۳۸

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى اليمَمِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ - يَعْنِي لِحْطَلًا - وَيَتَارًا، أَوْ عَذْلَةً مِنَ الْمُعَافِرِينَ ثِيَابًا تَكُونُ بِالْيَمَنِ».

ترجمہ:

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو ملک یمن کی جانب روانہ فرمایا تو ان کو حکم دیا کہ
ہر بالغ شخص سے ایک دینار بطور جزیہ وصول کریں یا اسکے بدلہ معاف یمن کے ایک قبیلہ کے کپڑے وصول کریں۔

۳۰۳۹

حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ مُعَاذٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ:

حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت نقل کرتے ہیں۔

جامع الترمذی - الزکاة (۶۲۳) سنن النسائی - الزکاة (۲۴۵۰) سنن النسائی - الزکاة (۲۴۵۱) سنن النسائی - الزکاة
(۲۴۵۲) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۳۸) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۲۳۳/۵) مسند أحمد -
مسند الأنصار رضي الله عنهم (۲۴۷/۵)

شرح الحدیث:

اس حدیث پر نیز اس کی تخریج پر کلام کتاب الزکوة میں گذر گیا۔^①

۳۰۴۰

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ هَاشِمٍ أَبُو نُعَيْمٍ التَّخَفِيُّ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ
بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: لَمَّا بَقِيتُ لِنَصَارَى بَنِي تَغْلِبَ، لَأَقْتُلَنَّ الْقَاتِلَةَ وَالْأَسْبِقِينَ الدَّرِيَّةَ، فَإِنِّي
كَتَبْتُ الْكِتَابَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى «أَنْ لَا يُتَصَرَّدَا أَبْنَاءَهُمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا حَدِيثٌ مُتَّكِرٌ
بَلَقْنِي عَنْ أَحْمَدَ أَنَّهُ كَانَ يُتَّكَرُّ هَذَا الْحَدِيثُ إِنَّكَ أَسَدٌ يَدَا»، قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: «وَلَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الْقَانِيَةِ».

ترجمہ:

زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو بنی تغلب کے نصاریٰ میں سے مردوں کو قتل

کروں گا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بناؤں گا کیونکہ میں نے ان نصاریٰ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان یہ عہد نامہ لکھا تھا کہ یہ لوگ اپنے بیٹوں کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اور امام احمدؒ سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ اس حدیث پر سختی کے ساتھ نکیر فرمایا کرتے تھے..... ابو علی لولوی فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤدؒ نے جب لوگوں کو دوسری دفعہ یہ سنن ابو داؤد سنائی تو اس میں انہوں نے یہ حدیث نہیں پڑھی۔

شرح الحدیث المتعلق بمصالحة نصاری بنی تغلب
حضرت علیؑ فرما رہے ہیں کہ اگر میں کچھ دن اور باقی رہا تو بالضرور نصاری بنو تغلب کے مردوں کو قتل کروں گا اور ان کی عورتوں بچوں کو قید کروں گا اس لئے کہ مجھ سے حضور ﷺ نے اپنے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ لکھوایا تھا جس میں یہ بھی تھا کہ وہ اپنی پیدا ہونے والی اولاد کو نصرانی نہیں بنائیں گے۔ گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے نقض عہد کر دیا اور اپنی اولاد کو نصرانی بنایا۔

قال أبو داود: هذا الحديث منكر: امام ابو داؤد اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد اس پر سخت کلام فرما رہے ہیں جیسا کہ تمہارے سامنے ہے، اور آگے اس میں ہے کہ مصنف کے شاگرد لولوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی اس سنن کی قرأت و روایت کے وقت پہلی بار تو پڑھا تھا لیکن دوسری مرتبہ نہیں پڑھا، یعنی سنن سے خارج کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ نصاری بنو تغلب کے ساتھ کچھ معاملہ ہوا تھا یا نہیں اور اس واقعہ کی کچھ اصل ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہاں اصل ہے لیکن حضور ﷺ کے ساتھ نہیں، آپ ﷺ کا ان کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا البتہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ان کا ایک معاہدہ ہوا تھا فائدہ صالحہم علی تضعیف الصدقة بدل الجزية یعنی حضرت عمرؓ جب ان پر جزیہ مقرر فرما رہے تھے تو انہوں نے کہا کہ جزیہ ہمارے حق میں موجب عار ہے کیونکہ ہم عرب ہیں، اور جزیہ دینا عجمیوں کا کام ہے لہذا ہم سے جو چاہے لے لیجئے لیکن جزیہ کے نام سے نہیں اور معاہدہ میں یہ بات آئی تھی ان لا ینصروا اولادہم، صاحب عون المعبود^۱ نے اس واقعہ کی یہ اصل متعدد کتب حدیث مصنف ابن ابی شیبہ، بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے لکھی ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے اس عمل اور فیصلہ کی وجہ سے جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے کہ ان سے اس چیز کا دو گنا لیا جائے گا جتنا مسلم سے لیا جاتا ہے، ففی الزکاة والجمعان وما فیہ العشر عشران وما فیہ ربع العشر نصف العشر، وکذلک من نسائہم، لیکن امام مالکؒ کی رائے اس میں جمہور کے خلاف ہے ان کے نزدیک جو دوسرے اہل کتاب اور ذمیوں کا حکم ہے وہی بنو تغلب کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کا اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم ہے، جس میں سب برابر ہیں، اور دوسرے علماء جیسے ابن قدامہؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ

① عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ۸ ص ۲۸۹، مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الزكاة - باب في نصارى بني تغلب ما يؤخذ منهم ۱۰۵۸۱

السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الجزية - باب نصارى العرب تضعف عليهم الصدقة ۱۸۷۹۶

کے فیصلہ پر کسی صحابی نے ان کی مخالفت نہیں کی نصارا اجماعاً۔ (اوجز ۱)

۳۰۴۱

حَدَّثَنَا مُصَوِّفُ بْنُ عُمَرَ الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرِ الهَمْدَانِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «صَاحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى الْقَبْرِ حَلَّةً، التَّصْفُفِ فِي صَفَرٍ، وَالتَّبَقُّعَةِ فِي رَجَبٍ، يُؤَدُّوهُمَا إِلَى الْمُسْلِمِينَ، وَعَارِيَةُ ثَلَاثِينَ دِرْهَمًا، وَثَلَاثِينَ قَرَشًا، وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا، وَثَلَاثِينَ مِنْ كُلِّ صِنْفٍ مِنْ أَصْنَافِ السِّلَاحِ، يَعْرِضُونَ بِهَا، وَالْمُسْلِمُونَ ضَامِتُونَ لَهَا حَتَّى يَرُدُّوَهَا عَلَيْهِمْ، إِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَثِيرٌ أَوْ غَدْرَةٌ عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ، وَلَا يُفْتَلُوا عَنْ دِينِهِمْ مَا لَمْ يُجِدُوا أَحَدًا، أَوْ يَأْكُلُوا الزَّبَا». قَالَ إِسْمَاعِيلُ: فَقَدْ أَكَلُوا الزَّبَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «إِذَا تَقَضَّوْا بَعْضَ مَا اشْتَرَطَ عَلَيْهِمْ فَقَدْ أَخَذُوا».

ترجمہ

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کے عیسائیوں سے اس بات پر صلح فرمائی کہ وہ ایک سال میں دو ہزار جوڑے ادا کریں گے آدھے صفر کے مہینہ میں اور آدھے جوڑے رجب الحرام کے مہینہ میں یہ ان کو مسلمانوں کو ادا کرنے ہوں گے اور (یعنی میں جنگ ہونے کی صورت میں) یہ سامان عاریہ دینا ہوگا تیس ۳۰ زر ہیں، تیس ۳۰ گھوڑے، تیس ۳۰ اونٹ اور ہر قسم کے اسلحوں میں سے تیس ۳۰ سامان جنگ تم کو دینا ہوگا مسلمان اس کے ذریعے جنگ لڑیں گے اگر ملک یمن میں جنگ یا عہد کی خلاف ورزی کی گئی اور اس اسلحہ کو واپس لوٹانے کے مسلمان ذمہ دار ہوں گے۔ نیز ان عیسائیوں کی کوئی عبادت گاہ منہدم نہیں کی جائے گی اور ان کے کسی پادری کو جلاوطن نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے مذہب سے ان کو پھیرا جائے گا جب تک یہ لوگ عہد شکنی نہ کریں اور سود کا مال نہ کھائیں۔ اسماعیل بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ان عیسائیوں نے سود کا مال کھانا شروع کر دیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ مال لے کر پھرتے ہوئے اسے مراد مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

شرح الحدیث

آپ ﷺ کی نصاری نجران کے ساتھ مصالحت: اوپر یہ آیا تھا کہ حضور ﷺ نے نصاریٰ بنو تغلب سے مصالحت کی، وہ روایت تو خلاف واقعہ تھی لیکن یہ واقع کے مطابق ہے کہ آپ ﷺ نے نصاریٰ نجران سے مصالحت فرمائی، نجران یمن میں ہے، حضور ﷺ نے ان سے دو ہزار غلوں پر مصالحت فرمائی تھی دو قسطوں میں، نصف ماہ صفر میں اور نصف ماہ رجب میں، اور نیز اس بات پر کہ اگر یمن میں لڑائی اور غدر ہونے لگے تو یہ چیزیں عاریت پر دینی ہوں گی، جو حدیث میں مذکور ہیں یعنی تیس زر ہیں، تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور ہر قسم کے سلاح میں سے تیس تیس، اگر مسلمانوں نے ان کے ذریعہ قتال کیا تو وہ ان سب چیزوں کے ضامن ہوں گے، یعنی اس سامان کی واپسی ضروری ہوگی، اِنْ كَانَ بِالْيَمَنِ كَثِيرٌ تعلق عاریت سے ہے۔ عَلَى أَنْ لَا تُهْدَمَ لَهُمْ بَيْعَةٌ، وَلَا يُخْرَجَ لَهُمْ قَسٌّ: اس جملہ کا تعلق ”صالح“ سے ہے یعنی مصالحت اس بات پر ہوئی کہ مسلمان ان

کے مگر جا کو منہدم نہیں کریں گے اور نہ ان کے کسی عالم پادری کا اخراج کریں گے اور نہ ان کو ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔
 مَا لَمْ يَحْدُثُوا احْدَثًا، اَوْ يَأْكُلُوا الرِّبَا: احداث حدث سے مراد شرائط عہد میں سے کسی شرط کا توڑنا ہے اس مصالحت میں جس جزیہ کا ذکر ہے چونکہ یہ جزیہ بطریق صلح تھا تو اس قسم کے جزیہ کو جزیۃ الصلح و التراضی کہتے ہیں تو گویا جزیہ کی دو قسمیں ہوئیں، جزیہ صلیہ، جزیہ جبریہ، جزیہ صلیہ کا کوئی ضابطہ نہیں جس چیز پر بھی صلح ہو جائے، اور دوسری قسم جو جزیہ کی ہے اس کا ایک ضابطہ ہے، یعنی مقدار کے لحاظ سے جس کی تفصیل کتاب الزکوٰۃ میں گذر چکی۔
 حضور ﷺ نے جو صلح نامہ نصاریٰ خیران کے بارے میں لکھا تھا وہ کافی مفصل اور طویل ہے حضرتؓ نے بذل میں اس کو نقل فرمایا ہے جو دیکھنا چاہے اس کو دیکھ لے ①۔

۳۱۔ بَابُ فِي اخْذِ الْجُزْيَةِ مِنَ الْمُجُوسِ

آتش پرستوں سے جزیہ لینے کا بیان

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَيَّانٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْقَطَّانِ، عَنْ أَبِي جَهْمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ قَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمُجُوسِيَّةَ».

عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فارس والوں کے نبی انتقال فرما گئے تو شیطان ابلیس نے ان کو مجوسی بنادیا۔
 مجوس آتش پرست ہوتے ہیں یہ لوگ عقیدہ کے اعتبار سے اصلین کے قائل ہیں، یعنی دو چیزوں کو اصل مانتے ہیں ایک نور اور ایک ظلمت اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جتنی بھی دنیا میں خیر ہے وہ فعل نور ہے اور جتنے شرور ہیں وہ ظلمت سے سر زد ہوئے ہیں، ان کے بارے میں اس طرح بھی مشہور ہے کہ یہ لوگ دو خالق مانتے ہیں یزدان اور آہرمن، یزدان کو خالق الخیر اور اہرمن کو خالق الشر مانتے ہیں (ان دونوں میں صرف تعبیر کا فرق ہے) اور بہر حال یہ مشرک ہیں، ان سے جزیہ تو بالاجمل لیا جاتا ہے لیکن شافعیہ اور حنابلہ کے مسلک پر یہ اشکال ہو گا کہ وہ تو جزیہ کے بارے میں اہل کتاب کی تخصیص کرتے ہیں مشرکین سے اخذ جزیہ کے قائل نہیں، وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ موجودہ حالت کے اعتبار سے تو مشرک ہیں لیکن ابتداء اور اصل کے اعتبار سے یہ اہل کتاب تھے جیسا کہ حدیث الباب میں آ رہا ہے: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ قَارِسَ لَمَّا مَاتَ نَبِيُّهُمْ كَتَبَ لَهُمْ إِبْلِيسُ الْمُجُوسِيَّةَ»۔ لیکن ان کے اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اہل کتاب کے ذبايح اور ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے بخلاف مجوس کے کہ ان میں جائز نہیں ②۔

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۳۸۲

② یہ اشکال اس وقت کے نصاریٰ و یہود کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن اب تو ان کے ساتھ بھی مناکحت نہیں ہو سکتی۔

٢٠٤٣ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُمَرُو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ بَجَالَةَ، يُحَدِّثُ عُمَرُو بْنَ أَوْسٍ، وَأَبَا الشَّغْنَاءِ، قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِحُزْرُءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَخْنَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، وَفَرِّقُوا ابْنَيْنِ كُلِّ ذِي نَحْرٍ مِنَ الْمَجُوسِ، وَاهْتَوْهُمْ عَنِ الزُّمَرَةِ، فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ، وَفَرَّقْنَا ابْنَيْنِ كُلِّ رَجُلٍ مِنَ الْمَجُوسِ وَخَرِيمَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَصَنَعَ طَعَامًا كَثِيرًا قَدَ عَاهَهُمْ فَعَرَضَ السَّيْفَ عَلَى لِحْدِهِ، فَأَكَلُوا وَلَمْ يُزْمِرُوا، وَأَلْقُوا وَقَرَّبُوا أَوْ بَعَلَيْنِ مِنَ الْوَرِقِ، وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْحُزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ جُوسٍ هَجَرَ».

تسبیح

بجائے فرماتے ہیں کہ میں جزء بن معاویہ جو کہ اخف بن قیس کے چچا ہیں ان کا کلاب تھا تو ہمارے پاس حضرت عمرؓ کے انتقال سے ایک سال پہلے حضرت عمرؓ کا خط آیا کہ ہر جادوگر کو قتل کر دو اور مجوسیوں میں جنہوں نے اپنے محرم سے شادی کی ہو تو ایسے جوڑوں میں تفریق کر دو اور ان مجوسیوں کو زم زمہ سے منع کرو۔ چنانچہ ہم نے ایک دن میں تین جادو گروں کو قتل کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق آتش پرست مرد اور اس کی محرم بیوی میں جدائی کی..... اور جزء بن معاویہ نے بہت سارا کھانا پکوا کر ان مجوسیوں کی دعوت کی اور تلوار اپنی ران پر رکھ دی اور سب مجوسی کھانے میں مشغول ہو گئے اور انھوں نے آہستہ آہستہ آواز میں سرگوشی نہیں کی..... اور مجوسیوں نے ایک یا دو خچروں کے بوجھ کے بقدر چاندی پیش کی (تاکہ ان کو زم زمہ کرنے کی اجازت مل جائے لیکن جزء بن معاویہ نے اجازت نہ دی)..... حضرت عمرؓ آتش پرستوں سے جزیہ نہیں لیتے تھے یہاں تک کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے مقام ہجر کے آتش پرستوں سے جزیہ لیا تھا۔

صحيح البخاري - الجزية (٢٩٨٧) جامع الترمذي - السير (١٥٨٦) جامع الترمذي - السير (١٥٨٧) سنن أبي داود -
الحراج والإمارة والفيء (٣٠٤٣) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٩١/١) موطأ مالك - الزكاة (٦١٧) سنن الدارمي
- السير (٢٥٠١)

شرح الحدیث **قَالَ: كُنْتُ كَاتِبًا لِحُزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْأَخْطَفِ بْنِ قَيْسٍ إِذْ جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ: بِجَالِهِ بَن**
عبد وہ کہتے ہیں کہ میں جزء بن معاویہ جو اخف بن قیس کے چچا ہیں انکا کاتب تھا، یہ جزء بن معاویہ تابعی ہیں، حضرت عمرؓ کی جانب
سے اھواز کے گورنر تھے بجالہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمرؓ کی ایک تحریر انکی وفات سے ایک سال قبل آئی جس میں یہ تھا
کہ وہاں جتنے ساحر ہیں ان سب کو قتل کر دو اور مجوس میں سے ہر دو ذی رحم کے درمیان تفریق کر دو (اسلئے کہ وہ نکاح محارم کے
قائل تھے)، **وَأَهْلُوهُمْ عَنِ الزَّمَازِمَةِ**، اور یہ کہ ان کو زمرہ سے روکو، چنانچہ آگے روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک دن میں
تین ساحر قتل کر ڈالے اور اسی طرح اس قسم کے مجوسی اور اسکی حریم کے درمیان بھی تفریق کر دی، اور تیسرے حکم کی تعمیل
اس طرح کی کہ انہوں نے جتنے یہاں مجوسی تھے ان کے کھانے کی دعوت کی، جب سب لوگ کھانے پر بیٹھ گئے تو بیچ میں یہ جزء

بن معاویہ بھی بیٹھ گئے، اپنی ران پر تلوار رکھ کے اور ان حاضرین سے کہا کھانا شروع کرو اور ان کو زمزمہ سے روکا، تلوار ان کے سامنے تھی ہی۔

الْقَوَاوِقْرُ بَغْلٌ أَوْ بَغْلَيْنِ مِنَ الْوَسِيقِ: یعنی انہوں نے زمزمہ کی اجازت کے لیے اور اس کی خوشامد میں دو خچروں کے بوجھ کے بقدر چاندی سامنے رکھی مگر وہ نہیں مانے اور ان کو زمزمہ نہیں کرنے دیا، مجوس کی عادت کھانا کھانے کے وقت زمزمہ کی تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کھانا کھانے کے وقت منہ کے اندر ناک سے کچھ گنگناتے تھے جس کو وہ آپس میں تو سمجھتے تھے، لیکن کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کیا بول رہے ہیں نہ معلوم اس کی کیا وجہ تھی۔

وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ أَخَذَ الْجُزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ حَتَّى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مِنْ مَجُوسٍ هَجَرَ»: **مَجُوسٌ** سے **جزیہ لینے میں عمر فاروق کا تردد**: یعنی حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ لینے میں تردد تھا، پھر جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ان سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے مجوس ہجر سے جزیہ لیا ہے تب انہوں نے لینا شروع کیا، وفي الموطأ: لما تردد عمر في أمر المجوس، قال له عبد الرحمن بن عوف سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: **سُئِلُوا بِهِمْ شَتَّى أَهْلِ الْكِتَابِ** ^①، یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجوس کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کرو، لیکن ہذا فی أمر الجزية لا في جواز النكاح بنسائهم وأكل ذبائحهم - والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي مختصراً، قاله المنذرى.

ایک اصولی مسئلہ صیغہ تحدیث سے متعلق: اس حدیث کی سند میں اس طرح ہے: عمرو بن دینار کہتے ہیں: میں نے بحالہ سے وہ حدیث سنی جس کو وہ عمرو بن اوس اور ابو الشعثاء سے بیان کر رہے تھے، پھر آگے اس حدیث کا ذکر ہے یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ عمرو بن دینار نے یوں کیوں نہ کہہ دیا حدیثی بحالہ اس طوالت کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ راوی لفظ حدیث سے روایت اس وقت کر سکتا ہے جب کہ اس کے استاذ نے اس سے وہ حدیث بالقصد بیان کی ہو، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ مقصود بالاسماع دوسرا شخص ہو تو جو شخص مقصود بالاسماع نہ ہو لیکن اس نے وہ حدیث اس سے سن لی ہو تو پھر اس صورت میں اس سامع کے لیے اس حدیث کو بصیغہ حدیث بیان کرنا درست نہیں الحاصل جو شخص مقصود بالاسماع ہو اسی کے لیے بوقت روایت حدیث حدیث استعمال کرنا جائز ہے دوسرے کے لیے نہیں، لیکن عند الجمهور جائز ہے، ومنعه بعضهم منهم الإمام النسائي وطائفة قليلة قاله الحافظ في الفتح (عون) ^②، الدر المنصور کے مقدمہ میں بھی انواع تحمل کے بیان میں ہم غالباً یہ قول بھی لکھ چکے ہیں۔

① موطأ مالك - كتاب الزكاة - باب جزية أهل الكتاب ٩٦٨

② عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٨ ص ٢٩٥

۳۰۴۴

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ كُثَيْبِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ بَجَالَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَسْبَدِيِّينَ مِنْ أَهْلِ الْبَحْرَيْنِ، وَهُمْ بَجُوسُ أَهْلِ هَجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَكَثَ عِنْدَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَسَأَلَهُ مَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ فِيكُمْ؟ قَالَ: شُرٌّ، ثَلَاثٌ: مَهْ؟ قَالَ: «الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ»، قَالَ: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: «قَبِلَ مِنْهُمْ الْجُزْيَةَ»، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "فَأَخَذَ النَّاسُ، يَقُولُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: وَتَرَكُوا مَا سَمِعْتُ أَنَا مِنَ الْأَسْبَدِيِّينَ".

ترجمہ

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مقام اسبذ کا ایک شخص جس کا تعلق بحرین سے تھا اور وہ مقام ہجر کے مجوسیوں میں سے تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے پاس کچھ دیر قیام کیا پھر چلا گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا تم لوگوں کے متعلق کیا فیصلہ ہے؟ تو اس نے کہا: بُرا فیصلہ ہے تو میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: یا اسلام یا قتل..... عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے آتش پرستوں سے جزیہ قبول فرمایا تھا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے عبدالرحمن بن عوفؓ کی بات پر عمل کیا ہے اور اس بات کو چھوڑ دیا جو میں نے اس اسبذی مجوسی سے سنی تھی۔

شرح الحدیث

اسبذیون مجوس میں ایک قوم ہے جو گھوڑے کی پرستش کرتے تھے، اس کا مفرد الاسبذی ہے معرب من الاسبذ بمعنی الفرس۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک اسبذی مجوس اہل ہجر میں سے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا، تھوڑی دیر آپ کے پاس ٹھہرا پھر باہر آگیا، میں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بارے میں آپ ﷺ نے کیا فیصلہ فرمایا؟ تو اس نے کہا: بُرا فیصلہ، میں نے پوچھا کیا ہے وہ؟ تو اس نے کہا: الْإِسْلَامُ، أَوِ الْقَتْلُ، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مجوس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا، حالانکہ یہ عبدالرحمن بن عوفؓ والی حدیث کے خلاف ہے، اسی لئے آگے ابن عباسؓ فرما رہے ہیں: وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: «قَبِلَ مِنْهُمْ الْجُزْيَةَ»، آگے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ علماء نے عبدالرحمن والی حدیث کو اختیار کیا اور جو میں نے اسبذی سے سنی تھی اس کو ترک کر دیا، اس لئے کہ اسبذی کا قول معتبر نہیں روایت میں، یہ حدیث الغار میں سے ہے یعنی چیتاں، یعنی یہ بتائیے کہ وہ کونسی حدیث ہے جس کو ایک صحابی مجوسی سے روایت کرتے ہیں اور وہ مجوسی اس کو حضور ﷺ سے روایت کرتا ہے۔

۳۲۔ بَابُ فِي التَّشْدِيدِ فِي جَبَابَةِ الْجُزْيَةِ

جزیہ وصول کرنے میں غلط طریقہ اختیار کرنے والوں کے لئے وعید شدید کا بیان

جبابہ یعنی تحصیل و استخراج، یعنی جزیہ وصول کرنے میں تشدد برتنا۔

۳۰۴۵

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهْرَبِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ

الرُّبَيْدُ، أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بَنٍ حِزَامٍ، وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمَصٍ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ الْقَبْطِ فِي أَدَاءِ الْجُزْيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا».

ہشام بن حکیم نے ایک شخص کو جو حمص کا حکمران تھا دیکھا کہ وہ کچھ قبطی لوگوں کو جزیہ کی ادائیگی کے سلسلے میں دھوپ میں کھڑا کر کے تکلیف دے رہا تھا تو ہشام نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو لوگوں کو دنیا میں ایذا میں دیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ پاک آخرت میں عذاب دیں گے۔

صحیح مسلم - البر والصلة والآداب (۲۶۱۳) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۴۵) مسند احمد -

مسند المکیین (۴۰۳/۳) مسند احمد - مسند المکیین (۴۶۸/۳)

عز وہ کہتے ہیں: حکیم بن حزام کے بیٹے ہشام نے ایک شخص کو جو کہ حمص کا امیر تھا اس حال میں پایا کہ اس نے کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کر رکھا تھا ادائے جزیہ کے بارے میں، تو اس پر ہشام بن حکیم نے نکیر کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے، اور پھر حدیث سنائی حضور ﷺ کی کہ آپ ﷺ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے ان لوگوں کو جو دنیا میں دوسروں کو عذاب دیتے ہیں، اس روایت میں ناسا من القبط ہے، اور واقعہ ہے یہ ملک شام کا قبطی وہاں کہاں تھے وہ تو مصری ہوتے ہیں، لہذا روایت میں تحریف ہے اسلئے کہ مسلم میں اس کے بجائے أناس من الأنباط ہے تو بجائے نبط کے قبط ہو گیا، اور نبطی عجمی کاشتکار کو کہتے ہیں، والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذرى.

۳۳ - بَابُ فِي تَعْشِيرِ أَهْلِ الذِّمَّةِ إِذَا اخْتَلَفُوا بِالْتِّجَارَاتِ

زمی لوگ جب تجارت کا مال لیکر عاشر کے پاس سے گزریں تو ان سے عشر لینے کا بیان ۱

مسئلہ مذکورہ فی الباب کی تشریح و تنقیح : یعنی زمی لوگ جب مال تجارت لے کر عاشر پر کو گزریں ان سے عشر لینے کے بیان میں ۲، جاننا چاہئے کہ ذمیوں کے حق میں نہ سونے چاندی میں زکوٰۃ ہے نہ زمین کی پیداوار میں عشر، بلکہ ان سے صرف جزیہ لیا جائے گا جس کے اندر پستی اور ذلت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: حَتَّى يُعْطُوا الْجُزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ ۳۰ اور زکوٰۃ و عشر صرف مسلمانوں سے لیا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں

۱ اختلاف بمعنی آمد و رفت، قال تعالى: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّنَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخِلَافِ أَيْنِ وَالْقَهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (سورة آل عمران ۱۹۰) ۱۲

۲ ففي الموطأ قال مالك: وليس على أهل الذمة، ولا على المجوس في تخيلهم، ولا كرومهم، ولا زروعهم، ولا مواشيهم صدقة، لأن الصدقة إنما وضعت على المسلمين تطهيراً لهم، ما كانوا يبذلهم الذي صالحو عليه، إلا أن يتجروا في بلاد المسلمين، ويختلفوا فيه، فيؤخذ منهم العشر، فيما يديرون من التجارات. املخصاً كتاب الزكاة - باب جزية أهل الكتاب ۹۷۴، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۶ ص ۲۲۶

۳ یہاں نکتہ کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذیل ہو کر (سورة التوبة ۲۹)

عبادت ہیں، اور ان سے مقصود تطہیر ہے، قال اللہ تعالیٰ: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ^①، وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ الزَّكَاةَ، إِلَّا لِيُطَهَّرَ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ، رواه ابو داؤد^②، اور کفار تطہیر کے قابل نہیں، قال اللہ تعالیٰ اِنَّمَا النُّشْرُ كَوْنُ نَجَسٍ^③، لیکن یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب تک یہ ذمی اسی مقام اور قریہ میں ٹھہرے رہیں جہاں ان کو ٹھہرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جس پر صلح ہوئی ہے، اور اگر یہ لوگ اس شہر سے یا اس مقام سے کسی دوسرے ملک یا شہر میں مال تجارت لیکر سفر کریں اور آنا جاننا رکھیں تو اس صورت میں ان سے ان کے اموال تجارت میں سے عشر لیا جائے گا، اس باب میں اسی کا بیان ہے کہ جب یہ لوگ اموال تجارت لیکر ایک ملک سے دوسرے ملک میں جائیں تو ان سے اس صورت میں کیا لیا جائے عشر یا نصف عشر وغیر ذلک من الشرائط۔

ہدایہ میں ہے: باب فیمن یمر علی العاشر والعاشر من نصیبه الإمام علی الطريق لیأخذ الصدقات من التجار، نیز ہدایہ میں ہے کہ جب تاجر عاشر پر مال تجارت لیکر گذرے اور وہ یہ کہے کہ ابھی حولان حول نہیں ہوا یا یہ کہ مجھ پر دین ہے اور اس پر وہ قسم کھالے تو اس کی تصدیق کی جائے گی، اور ایسے ہی اگر وہ یوں کہے کہ میں نے اس کی زکوٰۃ مصر میں فقراء کو خود ادا کر دی ہے پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ مسلم سے عاشر ربع عشر لے، اور ذمی سے نصف العشر اور حربی سے عشر، نیز اس میں یہ بھی ہے کہ ذمی اور مسلم سے نصف العشر اور ربع العشر اس وقت لیا جائے جب کہ یقیناً نصاب مال تجارت لیکر گذرے، اور حربی کے بارے میں یہ ہے کہ وہاں بھی نصاب کا اعتبار ہے الا یہ کہ وہ لوگ مسلمانوں سے مادون النصاب سے عشر لیتے ہوں، تو پھر ہم بھی ان سے اسی طرح معاملہ کریں گے، ایسے ہی اگر وہ ہم سے عشر سے کم لیتے ہوں نصف العشر یا ربع العشر تب ہم بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کریں گے، اگر وہ مسلمان سے کل مال لے لیتے ہوں تو پھر ہم ایسا نہیں کریں گے لائنہ غدس اور اگر وہ ہم سے بالکل نہیں لیتے تو پھر ہم بھی نہیں لیں گے لائنہ أحق بمکارم الأخلاق^④۔

ترجمة الباب والیہ مسئلہ میں مذاہب ائمہ: اور مذاہب اربعہ کا خلاصہ اس میں یہ ہے کہ خفیہ و جنابلہ کے نزدیک نصف العشر لیا جائے گا بشرط النصاب مرقۃ فی الحول، اور امام مالک کے نزدیک عشر لیا جائے گا کلاماً علی العاشر ولہ یشترط الحول ولا النصاب، نیز امام مالک کے نزدیک عام اموال میں تو عشر ہی لیا جائے گا سب جگہ، البتہ صرف مکہ مدینہ میں بعض اطعمہ کے بارے میں (حنطۃ اور زیت) ان کی ایک روایت یہ ہے کہ ان میں نصف عشر لیا جائے گا، چنانچہ موطا میں ہے امام مالک لیبنی

① لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو (سورۃ التوبہ ۱۰۳)

② سنن ابی داؤد - کتاب الزکاۃ - باب فی حقوق المال ۱۶۶۴

③ مشرک جو ہیں سو پلید ہیں (سورۃ التوبہ ۲۸)

④ الهدایہ شرح ہدایہ المبتدی - ج ۲ ص ۱۹۵-۱۹۹

سند سے نقل کرتے ہیں: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ النَّبِيطِ، مِنَ الْخِنْطَةِ وَالزَّيْتِ، نِصْفَ الْعَشْرِ. يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يَكْتُمُوا الْحَنْطَلُ إِلَى النَّبِيطَةِ. وَيَأْخُذُ مِنَ الْقُطْنِيَّةِ ① الْعَشْرَ، يَعْنِي حَضْرَتِ عُمَرَ حَنْطَلُ اور زيت میں سے بجائے عشر کے نصف عشر لیتے تھے تاکہ تاجر لوگ ان کو بکثرت مدینہ میں لے کر آئیں اور پھر وہاں ارزانی ہو، اور باقی حبوب سے یعنی ان غلوں سے جو پکائے جاتے ہیں جیسے مسور چناو بیا ان میں سے عشر ہی لیتے تھے اور حنطہ اور زيت کی تخصیص اس لئے تھی لاکھما معظم طعامهم، یعنی چونکہ یہ دو چیزیں عام طور سے کھائی جاتی ہیں اور لوگوں کو ان کی طرف احتیاج زائد ہے، اور امام شافعی کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اہل ذمہ سے سوائے جزیہ اور سوائے اس کے جس پر ان سے مصالحت ہوئی صدقہ زکاة عشر کچھ نہیں لیا جائے گا یعنی مال تجارت میں، مگر یہ کہ غیر حجاز سے وہ مال تجارت لیکر حجاز میں آئیں، تو اول تو ان کو حجاز میں داخلہ کی اجازت ہی نہ دی جائے، اور اگر دی جائے تو بغیر معاوضہ کے نہیں عشر یا نصف العشر جو بھی امام کی رائے ہو اور اجازت بھی حجاز میں آنے کی صرف تین دن کی دی جائے گی اس سے زائد نہیں۔ (أوجز ②)

۳۰۴۶ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ الشَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي أُقْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا الْعَشُورُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عَشُورٌ».

حرب بن عبید اللہ اپنے نانا سے اور ان کے نانا اپنے والد سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے ٹیکس اور جزیہ لیا جاتا ہے، مسلمانوں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔

۳۰۴۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْخُبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ الشَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: «خَرَجُ مَكَانِ الْعَشُورِ».

حرب بن عبید اللہ نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یہود و نصاریٰ پر خراج دینا ضروری ہے مسلمانوں پر خراج دینا لازم نہیں۔

تخریج سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والفتی (۳۰۴۶) - مسند احمد - مسند المکیین (۴۷۴/۳) - مسند احمد - مسند المکیین (۴۷۴/۳) - مسند احمد - باقی مسند الانصار (۴۱۰/۵)

شرح الحدیث: عشور جمع ہے عشر کی اور اس کے بارے میں آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ مسلمانوں پر عشور نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ پر ہیں، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کتاب الزکوة میں یہ گذر چکا کہ صدقہ کی دو قسم ہیں، ایک وہ جو نقدین (سونا چاندی) اور مال تجارت میں واجب ہوتا ہے جس کو زکوة کہتے ہیں جس کی مقدار ربع العشر ہے، اور قسم ثانی وہ جو زمین کی پیداوار میں واجب

① ہکسر اللغات، وسمیہا لہ، لفة: کالعدس والحمض واللہبیا والارزد السمسر وغیر ذلک (أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۶ ص ۱۴۴)

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۶ ص ۲۳۲ - ۲۳۳

ہوتا ہے جس کی مقدار عشر اور نصف العشر ہے، جس کو عشر کہتے ہیں، تو پھر یہاں عشر کی مسلمانوں سے نفی کیسے کی جا رہی ہے، اس کا جواب یہ ہے مسلمانوں کے ذمہ جو عشر واجب ہوتا ہے اس سے مراد غلات ارض کا عشر ہے یعنی زمین کی پیداوار کا، اور یہاں حدیث میں مال تجارت کا عشر مراد ہے جو اہل ذمہ سے لیا جاتا ہے یا یہاں پھر یہ کہا جائے کہ عشر سے مراد خراج ہے جیسا کہ بعد والی حدیث میں آرہا ہے، پھر کسی توجیہ ہی کی حاجت نہیں۔

اس حدیث کی سند میں شدید اختلاف واضطراب ہے جو خود ابوداؤد کی روایات میں بھی ہے جس کی تفصیل حضرت نے بذل میں لکھی ہے، جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اس حدیث کا راوی صحابی مجہول ہے ①۔

۳۰۴۸

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ خَالِهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَشِّرُ قَوْمِي؟ قَالَ: «إِنَّمَا الْعَشْرُ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى».

بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص اپنے ماموں سے نقل کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا: میں اپنے قبیلہ والوں سے خراج لیا کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خراج اور جزیہ تو یہود اور نصاریٰ پر لازم ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفتی (۳۰۴۸) مسند احمد - أول مسند الكوفيين (۴/۳۲۲)

۳۰۴۹

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْرَاهِيمَ الْبَزْزَارُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ حَرْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ الْقَفْقَفِيِّ، عَنْ جَدِّهِ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْلَمْتُ وَعَلَّمَنِي الْإِسْلَامَ، وَعَلَّمَنِي كَيْفَ أَخْذُ الصَّدَقَةِ مِنْ قَوْمِي مَنْ أَسْلَمَ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كُلُّ مَا عَلَّمْتَنِي قَدْ حَفِظْتُهُ إِلَّا الصَّدَقَةَ، أَفَأَعَشِّرُهُمْ؟ قَالَ: «لَا، إِنَّمَا الْعَشْرُ عَلَى النَّصَارَى، وَالْيَهُودِ».

حرب بن عبید اللہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں جو بنو تغلب قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آیا اور حضور ﷺ نے مجھے اسلام کے احکام سکھائے اور آپ نے مجھے یہ سکھایا کہ میں اپنے قبیلہ کے مسلمانوں سے کس طرح صدقات وصول کروں؟ پھر میں دوبارہ حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے جتنی باتیں مجھے سکھائیں وہ میں نے محفوظ کر لیں سوائے صدقہ والی بات کے تو کیا میں ان لوگوں سے جزیہ لیا کروں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جزیہ تو نصاریٰ اور یہود پر لازم ہوتا ہے۔

سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والفتی (۳۰۴۹) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۵/۴۱۰)

۳۰۵۰

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَرْطَاكُ بْنُ الْبُذْزِ، قَالَ: سَمِعْتُ حَكِيمَ بْنَ عَمِيرٍ أَبَا الْأَخْوَصِ يُحَدِّثُ، عَنِ الْوُثْبَانِ بْنِ سَارِيَةَ السُّلَمِيِّ، قَالَ: نَزَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ وَمَعَهُ مِنْ مَعَهُ مِنْ

أَصْحَابِهِ، وَكَانَ صَاحِبُ خَيْبَرَ رَجُلًا مَارِدًا مُنْكَرًا، فَأَقْبَلَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَلَكُمْ أَنْ تَذْجُوا مُحَمَّدَنَا، وَتَأْكُلُوا أَمْمَرَنَا، وَتَضْرِبُوا نِسَاءَنَا، فَغَضِبَ - يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ: "يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنْ كُنْتَ تَرْسَكَ ثُمَّ نَادَى: أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، وَأَنْ اجْتَمِعُوا لِلصَّلَاةِ". قَالَ: فَاجْتَمَعُوا، ثُمَّ صَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ: «أَيْحَسِبُ أَحَدُكُمْ مُشْكِكًا عَلَى أَرِيكِيهِ، قَدْ يُظَنُّ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُخَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ، أَلَا وَإِنِّي وَاللَّهِ قَدْ وَعَظْتُ، وَأَمَرْتُ، وَهَمَيْتُ، عَنْ أَشْيَاءٍ إِنَّمَا لِيُغْلَ الْقُرْآنُ، أَوْ أَكْثَرُ، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَذْجُوا أَبُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ، وَلَا تَضْرِبَ نِسَاءَهُمْ، وَلَا أَكُلَ ثَمَارَهُمْ، إِذَا أَعْطَوْكُمْ الذِّي عَلَيْهِمْ».

ترجمہ عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ مقام خیبر میں تھے اور آپ کے ساتھ دیگر صحابہ کرام بھی تھے..... مقام خیبر کا یہودی چوہدری بڑا سرکش اور سخت مزاج طبیعت کا آدمی تھا وہ حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: اے محمد! کیا تم لوگوں کیلئے حلال ہے کہ تم ہمارے گدھوں کو ذبح کر ڈالو اور ہمارے پھلوں کو کھا جاؤ اور ہماری عورتوں کو مارو (بعض صحابہ نے اس طرح کیا تھا جب نبی اکرم ﷺ کو اسکی بات صحیح معلوم ہوئی) تو نبی اکرم ﷺ ان مسلمانوں پر غصہ ہو گئے اور فرمایا: اے عبدالرحمن بن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور اعلان کرو کہ جنت صرف مسلمانوں کیلئے حلال ہے اور لوگوں سے کہو کہ وہ نماز کیلئے جمع ہو جائیں پس مسلمان جمع ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی پھر آپ نے کھڑے ہو کر وعظ ارشاد فرمایا اور آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور یہ سمجھے کہ اللہ پاک نے صرف وہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن میں ہے غور سے سن لو خدا کی قسم میں نے تمہیں وعظ و نصیحت میں بہت ساری چیزوں کا حکم دیا ہے اور بہت ساری چیزوں سے منع کیا ہے اور یہ احکام بھی تعداد میں قرآن کے احکام کے برابر ہیں یا قرآن کے احکام سے بھی زیادہ ہیں بیشک اللہ پاک نے تمہارے لئے اہل کتاب کے گھروں میں داخل ہونے کو حرام قرار دیا ہے مگر اجازت لیکر اور جب اہل کتاب تم کو اپنے اوپر لازم ہونے والے حق خراج ادا کر دیں تو ان کی عورتوں کو مارنا اور انکے پھلوں کو کھانا بھی اللہ پاک نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ خیبر میں تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ بھی تھے تو ایک روز خیبر کے چوہدری سے ملاقات ہوئی جو بڑا سخت مزاج تھا وہ ہمیں دیکھ کر آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد! کیا تم لوگوں کے لئے یہ جائز ہے کہ ہمارے مویشیوں کو ذبح کر ڈالو، اور ہمارے باغات کے پھل جس طرح چاہے کھالو، اور ہماری عورتوں کی پٹائی کرو؟ (بعض مسلمانوں نے اس قسم کی حرکت اور ان کے مالوں میں بے احتیاطی کی ہوگی) آپ ﷺ اسکی بات سن کر خاموش رہے اور گویا اس کے اعتراض کو برحق سمجھا اور ایسا کرنے والوں پر آپ ﷺ کو بڑا غصہ آیا، اور آپ نے ایک صحابی (غالباً عبدالرحمن بن عوف) سے فرمایا کہ جاؤ گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کرو اَلَا إِنَّ

الْجَنَّةُ لَا تَحُولُ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ، کہ جنت حلال نہیں ہے مگر اسی مسلمان کیلئے جو امانت دار ہو، اور یہ بھی اعلان کرایا کہ نماز کا وقت قریب ہے سب جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ سب جمع ہو گئے آپ ﷺ نے سب کو نماز پڑھائی، نماز کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ میں یہ فرمایا: اَلْحَسْبُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكِتِهِ^۱، کیا تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اپنی مسہری پر تکیہ لگائے بیٹھ کر یہ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز حرام کی ہی نہیں سوائے اس کے جس کی حرمت قرآن میں مذکور ہے، خبردار ہو جاؤ بخدا میں نے تم کو بہت سے چیزوں کا حکم کیا ہے اور بہت سی چیزوں سے منع کیا ہے اور اس قسم کی چیزیں بھی قرآن میں مذکور کے برابر ہیں یا اس سے بھی زائد ہیں اور ایک روایت میں ہے: وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ^۲، یعنی جس چیز کی تحریم رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ہو وہ حرمت میں مثل اس کے ہے جس کی تحریم قرآن میں ہے، اور پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے مثال کے طور پر ان چیزوں کو بیان فرمایا جس میں بعض لوگوں نے بے احتیاطی کی تھی، جو اوپر حدیث الباب میں مذکور ہے، مسہری پر تکیہ لگانا کنایہ ہے عیش پرستی اور آخرت سے غفلت پر۔

۳۰۵۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ رَجُلٍ، مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَعَلَّكُمْ تُقَاتِلُونَ قَوْمًا، فَتُظْهِرُونَ عَلَيْهِمْ، فَيَتَّقُونَكُمْ بِأَمْوَالِهِمْ دُونَ أَنْفُسِهِمْ، وَأَبْنَاءِهِمْ»، قَالَ سَعِيدٌ فِي حَدِيثِهِ: «فَيَصَالِحُونَكُمْ عَلَى صُلْحٍ، ثُمَّ انْتَقَا، فَلَا تُصِيدُوا مِنْهُمْ شَيْئًا فَوْقَ ذَلِكَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ لَكُمْ».

ترجمہ: قبیلہ جہینہ کے ایک صاحب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً تم لوگ ایک قوم سے جنگ کرو گے اور ان پر غلبہ پالو گے پس وہ لوگ اپنی جانوں اور اپنی اولاد کی جانوں کا بچاؤ اپنے مال دیکر کریں گے۔ سعید بن منصور استاذ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ وہ لوگ مال دے کر تم سے صلح کریں گے اسکے بعد مصنف کے دونوں استاد مسدد اور سعید متفق ہیں کہ تم لوگ ان لوگوں سے کوئی چیز مت لینا کیونکہ اسکے علاوہ تمہارے لئے کچھ بھی لینا حرام ہے۔

۳۰۵۲ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرَبِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ الْمَدِينِيُّ، أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ، أَخْبَرَنَا عَنْ عَدَّةٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ أَبْنَاءِهِمْ دَنِيَّةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَمَنُ ظَلَمٌ مُعَاهِدًا، أَوْ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا يَغْيِرُ طَبِيبُ نَفْسٍ، فَأَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

۱) دنی مذابہ کما فی المشکاۃ: لَا أَلْفِيزُ أَحَدُكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكِتِهِ، بِأَيِّهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي بِمَا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُولُ لَا أَدْرِي، مَا وَجَدَنِي فِي كِتَابِ اللَّهِ أَتَّبَعْتُهُ، دَنِي مَذَابُهُ: أَلَا تُؤْشِكُ رَجُلٌ شَيْعَانٌ عَلَى أَرِيكِتِهِ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - کتاب الإیمان - باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱۶۲-۱۶۳)

۲) السنن الکبری للبیہقی - کتاب النکاح - باب الدلیل علی أنه صلی اللہ علیہ وسلم لا یقتدی بہ لیما خص بہ ویقتدی بہ لیما سواه ۱۳۴۴۲

شرح: صفوان بن سلیم نے صحابہ کرام کے کئی بیٹوں بیٹوں کے واسطے سے ان کے صحیح النسب باپوں سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے اے خبردار سن لو جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے یا اس ذمی کے حق میں کمی کرے یا اس ذمی کی طاقت سے زیادہ کا اسکو مکلف بنائے یا اسکی خوشدلی کے بغیر اس ذمی سے کوئی شئی لے لے تو قیامت کے دن میں اس ذمی کی جانب سے حق وصول کرنے والا وکیل ہونگا۔

شرح الحدیث: یہ لفظ ذمیۃ مصدر ہے بمعنی ذلّو اور منصوب ہے بنابر حالیت کے، اور مطلب یہ ہے کہ چند صحابہ کے بیٹے روایت کرتے ہیں اپنے باپوں سے جن کے ساتھ وہ بیٹے متصل النسب ہیں یعنی ان کی صلبی اولاد ہیں۔
مضمون حدیث ذمی کے بارے میں ہے کہ جو اس پر ظلم و زیادتی کریگا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے گا یا اس کی کوئی چیز بغیر اس کی رضامندی کے لے گا فَاَنَّا خَجِيْجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کہ اس ذمی کی جانب سے اس شخص کے ساتھ خصومت کرنے والا میں خود ہوں گا۔

۳۴۔ بَابُ فِي الذَّيْمِيِّ يُسْلِمُ فِي بَعْضِ السَّنَةِ هَلْ عَلَيْهِ جَزِيَّةٌ

جو ذمی دوران سال اسلام لے آئے کیا اس پر جزیہ دینا لازم ہے؟

۳۰۵۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ جَرِيْدٍ، عَنْ قَائِسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جَزِيَّةٌ».

ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان پر جزیہ لازم نہیں ہوتا۔

۳۰۵۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ عَنْ تَفْسِيرِ هَذَا فَقَالَ: «إِذَا أَسْلَمَ فَلَا جَزِيَّةَ عَلَيْهِ».

محمد بن کثیر نے فرمایا کہ سفیان ثوری سے اس حدیث کی شرح کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

فرمایا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے ذمی کے مسلمان ہونے کے بعد اس پر سے جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

خججہ جامع الترمذی - الزکاة (۶۳۳) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتی (۳۰۵۳) مسند أحمد - من مسند بنی

ہاشم (۲۲۳/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۵/۱)

شرح الحدیث و مذاہب ائمہ: حدیث کا لفظ لیس علی المسلم جزیۃ ہے، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ بات تو بدیہی ہے کہ

مسلمان پر جزیہ نہیں ہوتا پھر اس کے ذکر سے کیا فائدہ، غالباً اس لئے آگے روایت میں آ رہا ہے کہ سفیان ثوری سے سوال کیا گیا

اس حدیث کے معنی کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اگر ذمی درمیان سال اسلام لے آئے تو اب اس سے جزیہ

نہیں لیا جائے گا بلکہ ساقط ہو جائے گا گذشتہ مہینوں کا، اس میں جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے امام شافعی کی بھی ایک

روایت یہی ہے لیکن قول معتمد ان کا یہ ہے کہ ساقط نہیں ہو تا بلکہ لیا جائے گا (کما فی الاوذ جز عن شرح الإقناع)، بعض شرح شافعیہ (الخطابی فی المعالم) نے اس حدیث میں جزیہ سے خراج مراد لیا ہے، یعنی اگر ذمی اسلام لے آئے اور اس کے ہاتھ میں خارجی زمین تھی تو اس سے خراج ساقط ہو جائے گا، لیکن یہ دوسرا مسئلہ ہے، یہ خود مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک اسلام لانے سے زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا، امام شافعیؒ کے یہاں ساقط ہو جاتا ہے، موفیہ تفصیل عندہم باقی فی باب الدخول فی اراض الحراج۔ والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذری۔

۳۵۔ باب فی الإمام یتقبل هدايا المشرکین

حاکم وقت مشرکوں کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے

۳۰۵۵ حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ عَمِيْنٍ ابْنُ سَلَامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ الْهَوَزَنِيُّ، قَالَ: لَقِيتُ بِلَالًا مُؤَدِّنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِبُ، فَقُلْتُ: يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي كَيْفَ كَانَتْ نَقْعَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: مَا كَانَ لَهُ شَيْءٌ، كُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي ذَلِكَ مِنْهُ مُنْذُ بَعَثَهُ اللَّهُ إِلَى أَنْ تُؤْتِي، وَكَانَ إِذَا أَتَاهُ الْإِنْسَانُ مُسْلِمًا، فَرَأَاهُ عَارِيًّا، يَأْمُرُنِي فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَقْرِضُ فَأَشْتَرِي لَهُ الْبُرْدَةَ فَأَكْسُوهُ، وَأَطْعِمُهُ، حَتَّى اعْتَرَضَنِي رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ، إِنَّ عِنْدِي سَعَةً، فَلَا تَسْتَقْرِضُ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا مِنِّي، ففَعَلْتُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ تُنِيتُ لِأَوْدُنَ بِالصَّلَاةِ، فَإِذَا الْمُشْرِكُ قَدْ أَقْبَلَ فِي عَصَابَةٍ مِنَ التَّجَارِ، فَلَمَّا أَنْ رَأَى، قَالَ: يَا حَبَشِيُّ، قُلْتُ: يَا لَبَاكُ فَتَجَهَّمَنِي، وَقَالَ لِي قَوْلًا غَلِيظًا، وَقَالَ لِي: أَتَدْرِي كَمْ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الشَّهْرِ؟ قَالَ: قُلْتُ قَرِيبٌ، قَالَ: إِنَّمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ أَرْبَعٌ، فَأَخَذْتُ بِالَّذِي عَلَيْنَا، فَأَمْرُوكَ تَرَعَى الْعَتَمَ، كَمَا كُنْتُ قَبْلَ ذَلِكَ فَأَخَذْتُ فِي نَفْسِي مَا يَأْخُذُ فِي أَنْفُسِ النَّاسِ، حَتَّى إِذَا صَلَّيْتُ الْعَتَمَةَ، رَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي، إِنَّ الْمُشْرِكَ الَّذِي كُنْتُ أَتَدْرِي مِنْهُ، قَالَ لِي كَذَا وَكَذَا، وَلَيْسَ عِنْدَكَ مَا يَقْضِي عَنِّي، وَلَا عِنْدِي، وَهُوَ فَاضِحِي، فَأَذِنَ لِي أَنْ آتِي إِلَى بَعْضِ هَؤُلَاءِ الْأَحْبَاءِ الَّذِينَ قَدْ أَسْلَمُوا، حَتَّى يَرْزُقَ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَقْضِي عَنِّي، فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا أَتَيْتُ مَنْزِلِي، فَجَعَلْتُ سِنْفِي وَجْهِي وَنَعْلِي وَحِجَّتِي عِنْدَ رَأْسِي، حَتَّى إِذَا انْشَقَّ غَمُودُ الصُّبْحِ الْأَوَّلِ أَرَدْتُ أَنْ أَنْطَلِقَ، فَإِذَا إِنْسَانٌ يَسْعَى يَدْعُو: يَا بِلَالُ أَجِبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَتَيْتُهُ، فَإِذَا أَرْبَعُ رَكَائِبَ مَنَاحَاتٍ عَلَيْهِنَ أَحْمَاهُنَّ، فَاسْتَأْذَنْتُ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبَشِرْ فَقَدْ جَاءَكَ اللَّهُ بِقَضَائِكَ» ثُمَّ قَالَ: «أَلَمْ تَرَ الرَّكَائِبَ الْمَنَاحَاتِ الْأَرْبَعَ» فَقُلْتُ: بَلَى، فَقَالَ: «إِنَّ لَكَ بِرَقَابَتَهُنَّ وَمَا عَلَيْهِنَّ، فَمَنْ عَلَيْهِنَّ كَسُوَّةٌ وَطَعَامًا أَهْدَاهُنَّ إِلَيَّ عَظِيمٌ فَذَكَ قَاتِرُضَهُنَّ، وَأَقْضِي دَيْنَكَ» ففَعَلْتُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، ثُمَّ انْطَلَقْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي

الْمَسْجِدِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ. فَقَالَ: «مَا فَعَلَ مَا قَبْلَكَ؟» قُلْتُ: قَدْ قَضَى اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ. قَالَ: «أَفْضَلَ شَيْءٍ؟» قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: «انْظُرْ أَنْ تُرِيْعَنِي مِنْهُ، فَإِنِّي لَسْتُ بِذَا خِلٍ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَهْلِي حَتَّى تُرِيْعَنِي مِنْهُ» فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَتَمَةَ دَعَانِي، فَقَالَ: «مَا فَعَلَ الَّذِي قَبْلَكَ؟» قَالَ: قُلْتُ: هُوَ مَعِيَ لَمْ يَأْتِنَا أَحَدٌ. فَبَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ، وَقَصَّ الْحَدِيثَ حَتَّى إِذَا صَلَّى الْعَتَمَةَ - يَعْنِي - مِنَ الْعَدَا دَعَانِي، قَالَ: «مَا فَعَلَ الَّذِي قَبْلَكَ؟» قُلْتُ: قَدْ أَرَاكَ اللَّهُ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَتَبَ وَحَمِدَ اللَّهُ شَفَقًا مِنْ أَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ، وَيَعْنُدَ كَذَلِكَ. ثُمَّ اتَّبَعْتُهُ. حَتَّى إِذَا جَاءَ أَرْوَاهُ فَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ، امْرَأَةٍ حَتَّى آتَى مَبِيتَهُ فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ.

ترجمہ: عبد اللہ البوزنی فرماتے ہیں کہ میری ملاقات رسول اللہ ﷺ کے مؤذن حضرت بلال سے مقام حلب میں ہوئی تو میں نے کہا: اے بلال! مجھے بتلائیے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے اخراجات کس طرح ہوتے تھے؟ تو حضرت بلال نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی مال نہیں تھا میں رسول اللہ ﷺ کے گھریلو معاملات کا ذمہ دار تھا۔ آپ ﷺ کی نبوت سے لیکر آپ کی وفات تک..... حضور ﷺ کے پاس جب کوئی مسلمان آتا اور آپ اسکو برہنہ دیکھتے تو مجھے حکم دیتے کہ میں کچھ قرضہ لیکر اسکے لئے چادر خرید لیتا اور اس سے اس کی ستر پوشی کر دیتا اور اس شخص کو کھانا کھلا دیتا یہاں تک کہ میرا سامنا ایک مشرک آدمی سے ہوا اس نے کہا: اے بلال! میرے پاس مال میں کافی گنجائش ہے لہذا تم میرے علاوہ کسی سے قرض مت لینا چنانچہ میں ضرورت کے وقت اس سے قرض لیتا رہا..... پھر ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں وضو کر کے نماز کیلئے اذان دینے کھڑا ہوا تھا تو وہی مشرک تاجروں کی ایک جماعت میں آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا: اے حبشی! میں نے کہا: جی فرمائیے تو وہ مشرک سختی کے ساتھ مجھ سے پیش آیا اور مجھے سخت باتیں کہنے لگا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے مبینے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا مہینہ ختم ہونے ہی والا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ مہینہ ختم ہونے میں چار دن باقی ہیں اگر تو نے اپنے ذمہ واجب ہونے والا قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنادوں گا تا کہ تو بکریاں چرائے جیسا کہ تو اس سے پہلے بکریاں چرایا کرتا تھا حضرت بلال فرماتے ہیں کہ مجھے اس قدر پریشانی نے گھیر لیا جو ایسے وقت انسانوں کو گھیر لیتی ہے جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا تو رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی جانب لوٹ گئے تو میں نے آپ سے اجازت لی آپ نے مجھے اجازت دی تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اس مشرک سے میں قرض لیا کرتا تھا اس نے مجھے ایسے ایسے برا بھلا کہا ہے آپ کے پاس اس قدر مال نہیں کہ آپ میرا قرضہ ادا کر دیں اور نہ ہی میرے پاس اس قدر مال ہے..... وہ مشرک تو مجھے رُسوا کریگا..... آپ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں ان مسلمان ہونے والے قبیلوں میں جا کر روپوش ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ پاک اپنے رسول کو اس قدر عطا فرمادیں جس سے میرے قرضہ بابت دست ہو جائے..... میں وہاں سے نکلا اور اپنے گھر پہنچا تو میں اپنی تلوار اور تلوار کی چمڑے والی نیام اور اپنے جوتے اور اپنی ڈھال اپنے سرہانے رکھ دئے جب صبح کا زب کی

ستون کی مانند روشنی ظاہر ہوئی تو میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک انسان دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا: اے بلال! رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دو تو میں نے خدمت نبوی میں حاضری دی تو میں نے دیکھا کہ چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان پر انکا سامان لدا ہوا ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی (حاضری کی) تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ خوشخبری حاصل کرو۔ اللہ پاک نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا سامان بھیج دیا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی نہیں دیکھیں؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھ لی ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اونٹنیاں اپنے اوپر لدے ہوئے سامان سمیت تمہاری ہیں ان اونٹیوں پر کپڑے اور غلہ لدا ہوا ہے۔ فذک مقام کے حکمران نے یہ اونٹنیاں مجھے ہدیہ کی ہیں ان کو لے لو اور اپنا قرضہ ادا کرو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اسکے بعد راوی نے پوری حدیث (اور واقعہ) ذکر کیا پھر میں (اپنا قرضہ ادا کرنے کے بعد) مسجد آیا تو رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے تو میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارے جو حالات (قرضہ کا بار) تھے اس میں اب کیا صورت حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پر جو قرضہ تھا وہ سارا قرضہ اللہ پاک نے اُترادیا اب ذرا بھی قرضہ باقی نہ رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان سواریوں اور انکے سامان میں کچھ بچا بھی ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ کچھ مال باقی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اس مال کے مصارف میں خرچ کی ترتیب بنا کر مجھے اس مال کے بوجھ سے راحت پہنچاؤ کیونکہ میں اپنے کسی بھی اہل خانہ کے پاس اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم مجھے اس مال کی اسکے مصارف میں خرچ کر کے راحت نہیں پہنچا دیتے جب نبی اکرم ﷺ نے نماز عشاء ادا فرمائی تو مجھے بلا کر پوچھا: تو تمہارے پاس آئے ہوئے (مال) کا کیا ہوا؟ تو میں نے کہا کہ وہ میرے پاس موجود ہے ہمارے پاس کوئی مستحق نہیں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے رات مسجد میں گزاری اس کے بعد پورا واقعہ ذکر کیا یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اگلے دن کی عشاء کی نماز ادا فرمائی تو مجھے بلا کر دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس آئے ہوئے مال کا کیا بنا؟ تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ پاک نے آپ کو اس سے راحت نصیب فرمادی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ پاک کی بڑائی بیان کی اور اسکی تعریف بیان فرمائی (یہ سب اہتمام اسلئے فرمایا کیونکہ) آپ ﷺ کو ڈر تھا کہ آپ کے پاس موت اس حال میں نہ آجائے کہ آپ کے پاس مال موجود ہو..... پھر میں آپ ﷺ کے پیچھے بولیا..... یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے گھر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے ہر ایک اہلیہ محترمہ کو سلام فرمایا یہاں تک کہ آپ اس گھر میں تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے رات گزاری تھی..... یہ ہے وہ سارا واقعہ جو تم نے مجھ سے پوچھا تھا۔

ترجمہ: ابو توبہ راوی کی سند اور انکی حدیث کے ہم معنی روایت ہے..... اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا تھا کہ میرے پاس میرے قرضہ کی ادائیگی کا سامان موجود نہیں ہے تو اسپر نبی اکرم ﷺ خاموش ہو گئے تو میں نے اس حالت کو اوپر سمجھا۔

شرح الحدیث: حضور ﷺ کی معیشت اور گذران کے بارے میں ایک طویل حدیث: یہ طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ عبد اللہ الہوزنی کہتے ہیں حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ سے میری ملاقات شہر حلب میں ہوئی (حضرت بلالؓ حضور ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ سے ملک شام چلے گئے تھے حتیٰ کہ وفات بھی وہیں ہوئی) میں نے کہا کہ آج تو آپ حضور ﷺ کے گھر کے اخراجات کی کیفیت بیان کر دیجئے، انہوں نے ان کی درخواست پر بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا کہ آپ کے پاس کچھ پیسے دیے تو ہوا نہیں کرتے تھے، اور ان کاموں کا ذمہ دار میں ہی تھا کُنْتُ أَنَا الَّذِي أَلِي، یہ متکلم کا صیغہ ہے دلایۃ سے، یعنی آپ ﷺ کی ضروریات کی لین دین اور خرید و فروخت کا، آپ ﷺ کی نبوت سے لیکر وفات تک، آپ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا اور آپ اس کو برہنہ دیکھتے تو آپ ﷺ مجھ کو حکم فرماتے اس بارے میں، تو میں کسی سے قرض لیکر اس کو چادر خرید کر دیدیتا اور کھانا بھی کھلا دیتا (یہ ایک دن کا واقعہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے یہاں یہی ہوتا رہتا تھا کہ میں قرض لیکر ضرورت مندوں کی ضرورتیں آپ ﷺ کے فرمانے سے پوری کر دیتا تھا) ایک دن ایسا ہوا کہ ایک مشرک تاجر میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا کہ اے بلالؓ کسی سے قرض مت لیا کرو، میرے پاس کافی گنجائش ہے مجھ سے ہی لیا کرو۔ میں ایسا کرنے لگا، ایک روز کی بات ہے کہ میں وضو کر کے اذان کے لئے کھڑا ہوا رہا تو دیکھا کہ اچانک وہی مشرک چند تاجروں کو لیکر میرے سامنے آیا اور مجھ کو دیکھ کر کہنے لگا یا حبشی! قُلْتُ: يَا لَبَّائِكُ (لیک کی طرح ضمیر غائب کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے) یہ کہہ کر مجھے بہت سخت سست کہنے لگا، اور کہنے لگا کہ جانتا بھی ہے کہ مہینہ پورا ہونے میں کتنے روز باقی رہ گئے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں پورا ہونے والا ہے، کہنے لگا صرف چار دن باقی ہیں، اگر چار دن کے اندر ادانہ کیا تو اس کے بدلہ میں، میں تجھ کو پکڑ لوں گا اور تجھ سے بکریاں چراؤں گا جس طرح تو پہلے چراتا تھا (آگے حضرت بلالؓ فرماتے ہیں) کہ اس وقت میرے دل میں ایسی تنگی اور پریشانی ہوئی جو لوگوں کو ایسے موقع پر ہوا کرتی ہے، یہاں تک کہ جب میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا اور آپ ﷺ اپنے دولت کدہ پر پہنچ گئے میں اجازت لیکر آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا وہ مجھے آج ایسا ایسا کہہ کر گیا ہے، اور نہ تو آپ ﷺ کے پاس ادا کرنے کو کچھ ہے اور نہ ہی میرے پاس، وَهُوَ قَاضٍ حِجِّي یہ اسم فاعل ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو رہا ہے یعنی وہ مجھے اور رسوا کرے گا (اگر وقت پر ادا کرنے کو کچھ نہ ہوا) لہذا مجھے اجازت دیجئے کہ مدینہ کے اطراف میں جو بعض قبیلے اسلام لے آئے ہیں وہاں بھاگ جاؤں جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائیں وہ چیز کہ جس سے قرض ادا ہو (آپ ﷺ میری بات سن کر خاموش

رہے) میں آپ کے پاس سے چلا آیا، اور میں نے اپنے گھر آکر سفر کا ضروری سامان تلواریں تھیلہ، جوتے، ڈھال یہ سب چیزیں اپنے سرہانے رکھ لیں یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ سفر میں چل دوں، اسی دوران میں ایک آدمی دوڑا ہوا مجھ کو پکارتا ہوا آیا کہ حضور ﷺ بلارہے ہیں، میں آپ ﷺ کی طرف چلا راستہ میں میں نے چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی دیکھیں جس پر سامان لگا ہوا تھا، میں اجازت لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تیرے دین کے ادا کا انتظام فرمادیا اور فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّكَ كَاتِبُ الْمَنَاقِبِ الْاَرْبَعِ کہ کیا تو نے چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی نہیں دیکھیں میں نے عرض کیا جی دیکھی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹنیاں مع ان سامانوں کے جو ان پر ہے تیرے حوالہ ہے، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ان اونٹیوں پر غلہ اور کپڑا لدا ہوا ہے۔ اَهَذَا هُنَّ اِلَيَّ عَظِيمٌ فَذَلِكَ يَبُودُ فَذَكَرَ کے ایک بڑے آدمی نے یہ ہدیہ میرے پاس بھیجی ہیں، ان کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کر لے، وہ کہتے ہیں میں نے ایسا کر لیا، یعنی بعض سامان فروخت کر کے اپنا قرض ادا کر دیا اس کے بعد روایت میں ہے فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ اور بھی مضمون تھا جس کو مصنف نے اختصار اخذ کر دیا، حضرت شیخ نے حاشیہ بذل^۱ میں كَذَّ الْعَمَالِ کے حوالہ سے اس حدیث کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا ہے، پھر (یعنی ادائے دین کے بعد) میں مسجد کی طرف چلا تو دیکھا آپ ﷺ تشریف فرما ہیں، میں نے سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے دین کے بارے میں دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پورا دین ادا کر دیا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کچھ مال بچا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی بچا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھ مجھے اس باقی سے راحت پہنچا دے، اس لئے کہ میں اس وقت تک اپنے گھر والوں میں سے کسی کے پاس نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ تو مجھ کو اس سے راحت پہنچائے پھر جب شام ہوئی اور حضور ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے، آپ ﷺ نے مجھ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ باقی مال کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا جی میرے پاس ہی ہے کوئی لینے نہیں آیا، چنانچہ آپ ﷺ نے یہ رات مسجد ہی میں گزاری، پھر جب دوسرے دن عشاء کی نماز سے آپ ﷺ فارغ ہوئے تو مجھ کو بلا کر پھر دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ ﷺ کو راحت پہنچادی، آپ نے اس پر تکبیر اور اللہ تعالیٰ کی تحمید کی۔

شَقَقًا مِنْ اَنْ يُدْرِكَهُ الْمَوْتُ. وَعِنْدَكَ ذَلِكَ: یعنی آپ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو اس حال میں موت آئے کہ یہ مال میرے پاس ہو (اس کے بعد آپ ﷺ مسجد سے ازواج مطہرات کے مکانات کی طرف چلے) میں بھی آپ کے پیچھے چلا تو آپ جملہ ازواج کے پاس تشریف لے گئے، ہر ایک زوجہ محترمہ کو سلام کرتے ہوئے اپنی باری کی جگہ پہنچ گئے (آخر میں سائل یعنی عبد اللہ البوزنی سے فرماتے ہیں) فَهَذَا الَّذِي سَأَلْتَنِي عَنْهُ يَهِيَ اس کا جواب جو تو نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے فَسَكَّتْ عَنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَمَرْتُهَا کہ حضور ﷺ نے میری ساری بات سن کر

خاموشی اختیار فرمائی یعنی شروع قصہ میں، پس مجھے یہ حالت کچھ پسند نہ آئی غالباً اشارہ آپ ﷺ کے سکوت کی طرف ہے کہ آپ ﷺ نے کوئی تسلی کا جملہ بھی نہ فرمایا، یہ بھی ان کے تعلق اور محبت ہی کی بات ہے جو کہہ رہے ہیں، اس حدیث کی ترجمہ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، اگرچہ عظیم فدک یہودی تھا، لیکن یہود بھی مشرکین ہی کے حکم میں ہیں لقولہ تعالیٰ: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ ۖ، اگرچہ بعض دوسرے احکام میں مشرکین اور اہل کتاب میں یقیناً فرق ہے۔

۳۰۵۷

حَدَّثَنَا هَامِرُونَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا عَمْرَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّخِيرِ، عَنْ عِيَّاضِ بْنِ حِمَارٍ، قَالَ: أَهْدَيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً، فَقَالَ: «أَسْلَمْتُ؟»، فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَهَيْتُ عَنْ زَيْدٍ الْمَشْرُكِينَ».

عیاض بن حمار کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو میں نے ایک اونٹنی ہدیہ کی تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ تو میں نے کہا کہ نہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے مشرکوں کے ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہے۔

جامع الترمذی - السیر (۱۵۷۷) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمارة والفتی (۳۰۵۷) مسند احمد - مسند الشامیین (۱۶۲/۴)

شرح الحدیث: قبول ہدیہ مشرکین وعدم قبول کے بارے میں دو مختلف حدیثیں: یہ حدیث گزشتہ حدیث کے بظاہر خلاف ہے جس میں آپ ﷺ کا عظیم فدک کا ہدیہ قبول کرنا مذکور ہے، اور اس حدیث میں آپ ﷺ یہ فرما رہے ہیں کہ مجھ کو مشرکین کا عطیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، یہی فرماتے ہیں کہ ”روایات القبول اصح“ اور وہ کہتے ہیں: اور یہاں یہ کہا جائے کہ منع کا تعلق مشرکین کے ہدایا سے ہے، اور قبول کی روایات میں اہل کتاب کے ہدایا کا ذکر ہے، اور خطاباً کہتے ہیں یہ منع کی روایت منسوخ ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے بہت سے مشرکین کے ہدایا قبول فرمائے ہیں، جیسے مقوقس نے ماریہ قبطیہ، اور بغلہ، اور ایسے ہی اکیڈ برودومہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا ہے اہ مختصر أمن البذل، ایسے ہی باب احیاء الموات میں ملک ایلہ کے ہدیہ کا ذکر ہے: فَأَتَيْنَا نَبِيَّكَ فَأَهْدَيْتُ مِلْكًا أُتِلَّةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، امام ترمذی نے بھی اس تعارض پر کلام فرمایا ہے، انہوں نے نسخ کے بارے میں دونوں احتمال لکھے ہیں یعنی ان دو میں سے کسی ایک کو منسوخ اور دوسرے کو ناسخ کہا جائے۔

کتاب الجہاد کے اخیر میں باب فی حمل السلاح إلى أرض العدو اس میں جو حدیث (۲۷۸۶) گزری ہے اس میں یہ ہدیہ

۱ اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے (سورۃ التوبہ ۳۰)

۲ چنانچہ آگے جن ہدایا کا ذکر خطابی وغیرہ کے کلام میں آرہا ہے وہ سب ہدایا اہل کتاب کی طرف سے تھے۔ ۱۲

۳ ہذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۳ ص ۴۰۹

۴ سنن ابی داؤد - کتاب الحجاج والإمارة والفتی - باب فی احیاء الموات ۳۰۷۹

مشرک کاروند کوز ہے، فتد کر۔ الحدیث أخرجه الترمذی وقال حسن صحیح، قاله المنذری۔

۳۶۔ باب فی إقطاع الأحرار

زمینیں بطور جاگیر دینے کا بیان

بعض نسخوں میں اس باب سے پہلے کتاب القطائع لکھا ہوا ہے^۱، جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ کتاب الحراج اس پر آکر ختم ہو گئی۔

إقطاع اور اہیاء کی تعریف اور دونوں میں فرق: اور اس کے بعد دوسرا باب آرہا ہے إحياء الموات کا، یہاں مصنف نے ترجمہ قائم کیا إقطاع الأحرار، یعنی ارض کو مطلقاً ذکر کیا اور اہیاء کی اضافت موات کی طرف کی، جس کی وجہ یہ ہے کہ اہیاء بالاتفاق ارض موات ہی کا ہوتا ہے، موات یعنی ارض مباحہ غیر مملوکہ اور وہ بجز زمین جو کسی کی ملک نہ ہو، فقہاء نے لکھا ہے کہ موات وہ زمین ہے جو کسی کی ملک نہ ہو، خارج بلد ہو، نیز مرافق بلد سے نہ ہو یعنی اہل شہر کی کوئی ضرورت و منفعت اس سے وابستہ نہ ہو۔ بخلاف إقطاع کے وہ اکثر تو ارض موات ہی کا ہوتا ہے اور کبھی ارض مملوکہ کا بھی، یعنی امام اپنی مملوکہ زمین میں سے إقطاع کرے یا مملوکہ للغير ہو اور اس کی اجازت سے امام إقطاع کرے یہ حقیقہ کامسک ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک امام کے لئے ارض مملوکہ لبیت المال کا إقطاع بھی جائز ہے، صرح بہ النووی۔

إقطاع کہتے ہیں خلیفہ وقت کی جانب سے زمین کا ایک رقبہ کسی کیلئے نامزد کر دینا^۲، قطعیعہ بمعنی جاگیر جس کی جمع قطائع آتی ہے، کتاب القطعیۃ یعنی جاگیر نامہ، جو کسی کیلئے امام لکھ کر دے، إقطاع اور اہیاء میں فرق واضح ہے۔ اس لئے کہ إقطاع فعل امام کا نام ہے وہ کسی اور چیز پر موقوف نہیں بخلاف اہیاء کے کہ وہ خدمت ارض کا نام ہے۔ پس جو شخص کسی ارض مباحہ غیر مملوکہ کی خدمت کر کے اس کو آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا، اس میں اختلاف ہے کہ اہیاء میں اذن امام شرط ہے یا نہیں، امام صاحبؒ کے نزدیک ضروری ہے، امام شافعیؒ و احمدؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک غیر ضروری ہے۔

اور امام مالکؒ کے نزدیک موات قریب میں اذن شرط ہے بعید میں نہیں، یعنی جو آبادی سے زیادہ دور ہو۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِلْقَمَةَ بْنِ ذَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

۳۰۵۸

۱ ہذل المجہود فی حل أبی داؤد - ج ۱ ص ۳

۲ ہدایع الصنائع میں زمینوں کے اقسام اور احکام کے ضمن میں لکھا ہے کہ امام کو إقطاع موات کا حق اسلئے ہے کہ یہ سب سے عمارت بنا دے کیونکہ إقطاع کے بعد جب وہ زمین رعایا میں سے کسی ایک کی ملک ہو جاتی ہے تو وہ اسکی خدمت کر کے اسکو آباد اور کار آمد بناتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص إقطاع کے بعد اس زمین کی خدمت کر کے اسکو کار آمد نہ بنائے تو تین سال تک اس سے تعرض نہ کیا جائے، تین سال کے بعد بھی اگر وہ کچھ نہ کرے، تو اس سے واپس لے لی جائے گی وہ زمین پھر سے موات بن جاتی ہے لہذا اب امام اسکا إقطاع کسی دوسرے شخص کیلئے کر سکتا ہے۔ (ہدایع الصنائع - ج ۱ ص ۱۹۴، ہذل المجہود - ج ۱ ص ۱۴)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَتِهِ مَوْتٍ ..

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انکو مقام حضر موت میں ایک زمین بطور جاگیر عطا فرمائی۔

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ مَطَرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ بِإِسْنَادِهِ وَمِثْلُهُ.

علقمہ بن وائل اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں۔

جامع الترمذی - الأحکامہ (۱۳۸۱) سنن ابی داؤد - الحجاج والإمارة والفيء (۳۰۵۸) مسند أحمد - من مسند

القبائل (۳۹۹/۶) سنن الدارمی - البيوع (۲۶۰۹)

شرح الحدیث: حضر موت یمن کا مشہور علاقہ ہے جس میں بہت سے شہر ہیں، حضر موت میں اقطاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ

خاص شہر میں ہو، اذلا يجوز الاقطاع عندنا في المصر كما سياتي قريبا - والحدیث أخرجه الترمذی، قاله المنذری.

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: خَطَّ لِي رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَامًا بِالْمَدِينَةِ يَقْوُسٍ، وَقَالَ: «أَزِيدُكَ أَرِيدُكَ».

عمر بن حرث فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک گھر کو کمان کے ساتھ لکیر کھینچ کر میرے

لئے مختص فرمایا اور آپ نے ارشاد فرمایا: کیا اتنی مقدار کافی ہے یا اس میں اور اضافہ کروں دوبارہ یہی بات ارشاد فرمائی۔

شرح الحدیث: عمرو بن حرث فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے میرے لئے کمان کے ذریعہ سے نشان ڈالا مدینہ میں ایک

مکان کی زمین کا، یعنی کمان کے ذریعہ زمین پر نشان ڈال کر فرمایا کہ اتنا حصہ تمہارے لئے ہے، اسی فعل امام کا نام اقطاع ہے، اس

حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو ایک مکان کے بقدر زمین شہر میں عطا کی، حنفیہ کے نزدیک اقطاع فی المصر

جائز نہیں کیونکہ شہر میں جو زمین ہوگی لا محالہ کسی کی ملک ہوگی، والجواب: الحدیث ضعیف ضعفه الأئمة يرويه فطر بن

خليفة، عن أبيه، وأبوہ مجهول، یا حدیث کی تاویل کی جائے یعنی اقطع برضا المالك، وارضاً ملکہا هو صلى الله تعالى عليه

وآله وسلم، اس حدیث کے آخری جملہ کی شرح میں دو احتمال لکھے ہیں ایک یہ کہ یہ استفہام ہے آپ کی جانب سے کہ آپ نے

اس زمین کو ناپے وقت ان سے فرمایا کہ اتنی مقدار کافی ہے یا اور اضافہ کروں، اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے

ہیں ان صحابی کو کہ دیکھ میں تجھ کو بڑھا کر دے رہا ہوں، اور تیسرا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت تو اتنا ہی دے رہا ہوں بعد میں

اس میں اضافہ کر دیں گے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالُ بْنُ الْخَارِثِ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ، وَهِيَ مِنْ نَجِيَّةِ الْفُرْعِ»، فَبَلَكَ الْمَعَادِنَ لَا يَخُذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاءَ إِلَى الْيَوْمِ.

ترجمہ: ربیعہ بن ابی عبد الرحمن متعدد صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث الزنی کو قبل جگہ کی کانیں بطور جاگیر عطا فرمائی اور یہ قبل، مدینہ منورہ میں واقع فرع بستی کے ارد گرد موجود ہے پس ان کانوں سے آج تک صرف زکوٰۃ ہی وصول کی جاتی ہے۔

سنن ابی داؤد - الخراج والإمامة والفیہ (۳۰۶۱) موطا مالک - الزکوٰۃ (۵۸۲)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے بلال بن حارث کیلئے مقام قبل کی معادن (کانیں) اقطاع فرمائیں یعنی بطور جاگیر عطا فرمائیں۔ قبل ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ میں نواحی فرع میں واقع ہے۔ اور فرع کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ایک قریہ ہے نواحی ^(۱) ربذہ میں۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان آٹھ برید کا فاصلہ ہے۔ (بذل ^(۲))

معدن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا خمس: آگے روایت میں ہے کہ ان معادن سے اس وقت سے لے کر اب تک صرف زکوٰۃ ہی لی جا رہی ہے جس کا مطلب ہے کہ ربع العشر لیا جا رہا ہے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک معادن میں خمس واجب ہوتا ہے، مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کے نزدیک معدن میں مثل کنز کے خمس واجب ہوتا ہے، بخلاف جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے کہ ان کے نزدیک خمس صرف کنز یعنی دفیہ جاہلیہ میں ہے اور معدن میں زکوٰۃ ہی واجب ہوتی ہے، حنفیہ کی دلیل آگے کتاب الخراج ہی میں اس کے اواخر میں باب ما جاء فی الزکاز وما فیہ میں آرہی ہے، یعنی آپ ﷺ کی مشہور حدیث (۳۰۸۵) وفي الزکاز الخمس، دراصل رکاز کے مصداق ہی میں اختلاف ہو رہا ہے جمہور اور ائمہ ثلاث کے نزدیک رکاز کنز کے مرادف ہے، کنز بالاتفاق دفیہ جاہلیہ کا نام ہے اور معدن بالاتفاق اس کان کا نام ہے جو مخلوق للہ تعالیٰ ہو ^(۳)، حنفیہ کے نزدیک معدن کا مقابل کنز ہے اور رکاز ان کے نزدیک دونوں کو شامل ہے، پس استدلال تو ہر دو فریق کا اسی حدیث وفي الزکاز الخمس سے ہے لیکن چونکہ رکاز کے مصداق میں حنفیہ اور ائمہ ثلاث کا اختلاف ہو گیا، اسی لئے اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا۔

معادن قبلہ والی حدیث کے حنفیہ کی طرف سے جوابات: لیکن حدیث الباب سے ظاہر ہے کہ جمہور کی تائید ہو رہی ہے، حنفیہ کی طرف سے اسکے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ^(۱) اول یہ کہ اس حدیث میں یہ جملہ فتلک المعادن الخ متکلم فیہ ہے، حضرت شیخ نے اس پر آؤ جز ^(۲) میں تفصیلی کلام فرمایا ہے اور پھر اخیر میں خلاصہ کے طور پر اس حدیث کے چھ جواب ذکر

^(۱) ربذہ تو مدینہ منورہ سے شرق میں طریق عراق قدیم پر واقع ہے تقریباً دو سو ۲۰۰ سے زائد کلومیٹر کے فاصلہ پر۔ اور فرع مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں تقریباً ۷۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، مکہ مکرمہ کے طرق اربعہ معروفہ میں ایک طریق فروعی بھی ہے جو کتاب الحج میں گذر چکا۔

^(۲) ہذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۶

^(۳) لہذا کنز اور معدن میں بالاتفاق مفہوم کے لحاظ سے تہاں کی نسبت ہوئی الاول مدنون والثنی مخلوق، اور جمہور کے نزدیک رکاز اور معدن میں بھی تہاں ہی کی نسبت ہے کیونکہ رکاز ان کے نزدیک مرادف ہے کنز کے اور حنفیہ کے نزدیک رکاز اور ہاتی دونوں میں عموم و خصوص کی نسبت ہوئی، رکاز عام ہے دونوں کو شامل ہے لہذا دونوں میں خمس ہی واجب ہو گا ۱۲۔

^(۴) أوجد السائلک إل موطا مالک - ج ۵ ص ۵۶۱-۵۶۲

فرماتے ہیں، وفيه: واستدل من قال بوجوب الزكاة في المعادن بحديث بلال المذکور قبل، وأجاب عنه الآخرون بوجوه:
الاول: ما تقدم من كلام الحافظ أن زيادة وجوب الزكاة لا توجد في الروايات الموصولة (یعنی یہ اصل حدیث تو مشہور اور صحیح ہے) لیکن اس کا آخری جملہ وہ متکلم فیہ ہے روایات موصولہ میں مذکور نہیں ہے صرف روایات مرسلہ میں ہے، ② والثانی: ما تقدم من كلام الامام الشافعي، اس کا ماحصل بھی یہی ہے کہ یہ ٹکڑا ثابت نہیں، ③ الثالث: ما أشار عليه الإمام محمد رحمه الله تعالى في مؤلفه: إذ قال بعد ذكر حديث الباب: قال محمد: الحديث المعروف أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: في الركاك الخمس الخ، وهو إشارة إلى أن حديث الباب يخالف الحديث المعروف فهو شاذ، ④ والرابع والخامس: ما في الزيلعي: قال ابو عبيد في كتاب الأموال: حديث منقطع، ومنع انقطاعه ليس فيه أن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بذلك، وإنما قال: يؤخذ منها الزكاة إلى اليوم، قال ابن الهمام: يعني فيجوز كون ذلك من أهل الولايات اجتهد أمنهم ⑤ والسادس: ما أجاب به صاحب البدائع: بأنه يحتمل أنه إنما لم يأخذ منه ما زاد على ربع العشر لما علم من حاجته وذلك جائز عندنا، یعنی ان صحابی کی حاجت اور فقر کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان سے صرف زکاة لینے پر اکتفاء فرمایا بجائے خمس کے اھ، ⑥ ایک اور بھی جواب دیا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ حولان حول کے بعد آپ ﷺ نے ان سے زکاة لی، واما فی الحال فالخمس۔

۳۰۶۲

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَاتِمٍ، وَغَيْرُهُ، قَالَ الْعَبَّاسُ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنَا كَثِيرٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ جَلْسِيَّتَهَا وَغَوْرِيَّتَهَا - وَقَالَ غَيْرُهُ: جَلْسَتَهَا وَغَوْرَتَهَا - وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَعْطَى مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ جَلْسِيَّتَهَا وَغَوْرِيَّتَهَا» وَقَالَ غَيْرُهُ: «جَلْسَتَهَا وَغَوْرَتَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ» قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْمَنُ بْنُ زَيْدٍ، مَوْلَى بَنِي الدَّيْلِ بْنِ بَكْرِ بْنِ كِنَانَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

مرحبتہ

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث مرزنی کیلئے مقام قبل کی اونچائی میں واقع بلند زمین اور نشیبی زمین بطور جاگیر مقرر کی..... عباس راوی کے علاوہ دوسرے راویوں نے کہا جَلْسَتَهَا وَغَوْرَتَهَا اور قدس پہاڑ کے قریب جو زمین زراعت کے قابل تھی وہ بھی بلال بن حارث کو عطا فرمائی اور بلال بن حارث کیلئے یہ تحریر لکھی..... بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ یہ تحریر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث المرزنی کو مقام قبل میں بلندی اور پستی میں واقع کانیں بطور جاگیر عطا فرمائی ہیں..... دوسرے راویوں نے جَلْسِيَّتَهَا وَغَوْرِيَّتَهَا کی جگہ جَلْسَتَهَا وَغَوْرَتَهَا کے الفاظ ذکر فرمائے ہیں..... اور قدس پہاڑ کے قریب جو زمین تھی زراعت کے قابل تھی وہ بھی بلال بن

حارث کو دی ہے اور ان کو مسلمان کا حق نہیں دیا..... ابو اوئیس نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے اسی حدیث کے ہم معنی نقل کیا ہے۔

سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والفتی (۳۰۶۲) - مسند احمد - من مستندہی ہاشم (۳۰۶/۱)

اس معادن قبلہ والی حدیث کو مصنف نے متعدد طرق سے ذکر کیا، اس میں پہلا طریق جو گذر چکا وہ مرسل ہے اور یہ دوسرا طریق اور اس کے بعد جو طریق آرہا ہے وہ مسند ہے، مگر طریق مسند ضعیف ہے کیونکہ اس کے اندر کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف المزنی ہے جو کہ منکر الحدیث ہے، بلکہ ان کی تکذیب بھی کی گئی ہے، قال أبو زرعة: واهی الحدیث، وقال النسائی والدائمی: متروک الحدیث، وقال ابن عبد البر یجمع علی ضعفه (بذل) (۱) بظاہر مصنف نے طریق مسند کو مؤخر اس لئے کیا کہ وہ ضعیف ہے۔

۳۰۶۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحُثَيْنِيَّ، قَالَ: قَرَأْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ - يَعْنِي كِتَابَ قَطِيعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَا غَيْرُ وَاحِدٍ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ، جَلَسَتْهَا وَغَوْرِيَّتَهَا، قَالَ ابْنُ النَّضْرِ: وَجَرَسَهَا، وَذَاتَ الثُّصْبِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ، وَلَمْ يُعْطِ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ حَقَّ مُسْلِمٍ، وَكَتَبَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا مَا أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، أَعْطَاهُ مَعَادِنَ الْقَبِيلَةِ، جَلَسَهَا وَغَوْرِيَّتَهَا، وَحَيْثُ يَصْلُحُ الزَّرْعُ مِنْ قُدْسٍ وَلَمْ يُعْطِهِ حَقَّ مُسْلِمٍ»، قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: وَحَدَّثَنِي ثَوْمَرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، زَادَ ابْنُ النَّضْرِ: وَكَتَبَ أَبِي بَنْنٍ كَعْبٍ.

محمد بن نصر کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق ابن ابراہیم الحثینی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے جاگیر عطا فرمانے کے متعلق تحریر کو متعدد دفعہ پڑھا ہے..... امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ متعدد راویوں نے ہمیں حسین بن محمد کی سند سے متصل نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے بلال بن الحارث المزنی کو مقام قبل کی اونچائی پر واقع اور نشیب پر واقع زمین کی کانیں عطا فرمائیں۔ محمد بن نصر نے جَلَسَتْهَا وَغَوْرِيَّتَهَا..... کے بجائے وَجَرَسَهَا وَذَاتَ الثُّصْبِ کے الفاظ نقل کئے ہیں..... اسکے بعد کے مضمون میں دونوں راوی متفق ہیں کہ قدس پہاڑ کے قریب زراعت کے قابل زمینیں بھی بلال بن حارث کو عطا فرمائیں..... اور بلال بن حارث کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا اور نبی اکرم ﷺ نے بلال بن حارث کیلئے یہ تحریر لکھ دی..... یہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث المزنی کو عطا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انکو مقام قبل کی اونچائی پر واقع اور نشیب زمین کی کانیں عطا فرمائی ہیں اور قدس مقام کے قریب جو زمین زراعت کے قابل ہے وہ بھی عطا فرمائی ہے اور ان کو کسی مسلمان کا حق نہیں دیا..... ابو

اویس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو ثور بن یزید نے بواسطہ عکرمہ اور انہوں نے ابن عباسؓ سے بواسطہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح نقل کی..... محمد بن نصر نے یہ اضافہ کیا کہ ابی بن کعب نے رسول اللہ ﷺ کی یہ تحریر بلال بن حارث کیلئے لکھی تھی۔

سنن ابی داؤد - الحجاج والإمامة والفتیاء (۳۰۶۳) مسند احمد - من مسند بی ہاشم (۳۰۶/۱)

جَلَسَتْهَا وَغَوْرِيَّهَا: جلسی بلند زمین اور غوری پست زمین، یعنی جملہ معادن قبلہ چاہے وہ بلند زمین میں ہو یا

شرح الحدیث

پست میں، اس طریق میں کتاب القطیعة بھی مذکور ہے۔

قَالَ ابْنُ الْقُصَيْرِ: وَجَرَسَهَا: یعنی ابن النصر نے بجائے جَلَسَتْهَا کے وَجَرَسَهَا کہا، مگر یہاں اس لفظ کے کچھ معنی بنتے نہیں،

کذا قيل، ذات النصب مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور قدس ایک معروف پہاڑ کا نام ہے یا ہر وہ جگہ جہاں زراعت کی

صلاحیت ہو۔

۳۰۶۴ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ الْمُعَنَّى وَاحِدٌ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ قَيْسٍ الْمَأْرِبِيَّ،

حَدَّثَهُمْ أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ شَرَّاحِيلَ، عَنْ سُمَيْعِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ شَمِيرِ قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ ابْنُ عَبْدِ الْمَدَانِ، عَنْ أَبِيض

بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَقَدَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْتَقَطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي يَمُارِبُ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا

أَنَّ وَلِيَّ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْوَدَّ، قَالَ: فَأَنْتَوَعَ مِنْهُ، قَالَ: وَسَأَلَهُ عَمَّا يُخْفَى مِنَ

الْأَرَاكِ، قَالَ: «مَا لَمْ تَكُنْ خَفَاتُ» وَقَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: «أَخْفَاتُ الْإِبِلِ».

ابيض بن حمال فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور

ﷺ سے نمک کی اس کان کا مطالبہ کیا جو مقام مارب میں ہے کہ یہ کان ان کو بطور جاگیر دی جائے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ

نمک کی کان ان کو بطور جاگیر عطا فرمادی جب وہ جانے لگے تو مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کو

معلوم ہے کہ آپ نے انکو کیا چیز جاگیر میں دی ہے؟ آپ نے انکو ایک تیار پانی بطور جاگیر عطا فرمائی ہے (جس میں بغیر محنت

نمک حاصل ہو جاتا ہے) راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ نمک کی کان ابیض بن حمال سے واپس لے لی اور نبی اکرم

ﷺ سے ایک صاحب نے یہ سوال پوچھا کہ پیلو کے درخت میں سے کونسے درخت کو آدمی اپنے لئے خاص کر سکتا ہے؟ تو

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیلو کے جن درختوں تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچ سکیں انکو اپنے لئے خاص کر سکتے ہیں.....

محمد بن متوکل استاذ نے خفاف کی جگہ أَخْفَاتُ الْإِبِلِ فرمایا ہے۔

۳۰۶۵ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْمُخْزُومِيُّ: «مَا لَمْ تَكُنْ أَخْفَاتُ الْإِبِلِ» يَعْنِي أَنَّ

الْإِبِلَ تَأْكُلُ مِنْتَهَى رُءُوسِهَا، وَيُخْفَى مَا تَوَقَّعَ.

محمد بن حسن المخزومی نے مَا لَمْ تَكُنْ أَخْفَاتُ الْإِبِلِ کی یہ تشریح فرمادی کہ اونٹ اپنے سر کی اونچائی کے برابر

شرح

زمین میں پہلے سے ہوں ان درختوں کو لوگوں سے علیحدہ رکھنا جائز نہیں..... فرج بن سعید راوی کہتے ہیں کہ ایضاً بن حمال نے بھڑھاری سے یہ مراد لیا ہے جس زمین میں کھیت ہوں اس پر پیلو کے درخت کی باڑ لگا دی جائے۔

شرح الحدیث فَقَالَ: أَرَأَيْكَ فِي حِطَّارِي: یعنی جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ اَرَأَيْكَ وَاشْجَارِ میں حمی نہیں ہوتا تو اس شخص نے عرض کیا کہ میں ان اَرَأَيْكَ کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جو میری زمین کے احاطے میں ہیں، بظاہر مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے جس موات کا احیاء کیا تھا اور اس پر اپنا نشان وغیرہ ڈال کر اسکو محفوظ کر لیا تھا تو اس زمین میں کچھ درخت اَرَأَيْكَ کے پہلے سے قائم تھے، تو وہ شخص کہہ رہا ہے کہ میں ایسے درختوں کے بارے میں سوال کر رہا ہوں تو اس صورت میں آپ کے جواب کا حاصل یہ ہو گا کہ تو اس زمین کا تو مالک ہو گیا احیاء کی وجہ سے، مگر اس احیاء کی وجہ سے درختوں کا مالک نہیں ہو گا لیکن اگر کوئی شخص ارض موات کا احیاء کرے اور پھر اسکے احیاء کے بعد اس میں درخت پیدا ہو جائیں اس کا حکم یہ نہیں ہے، ان کا وہ مالک ہو جائے گا۔ (بذل ۱)

۳۰۶۷

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، حَدَّثَنَا الْفَرَّيَّانِيُّ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ صَخْرٍ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا ثَقِيفًا، فَلَمَّا أَنْ سَمِعَ ذَلِكَ صَخْرٌ رَكِبَ فِي خَيْلٍ لِمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ انْصَرَفَ، وَلَمْ يَفْتَحْ فَجَعَلَ صَخْرٌ يَمِينُ عَهْدِ اللَّهِ وَرَمْتَهُ: أَنْ لَا يُفَارِقَ هَذَا الْقَصْرَ حَتَّى يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُفَارِقْهُمْ حَتَّى نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ صَخْرٌ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنْ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَأَنَا مُقْبِلٌ إِلَيْهِمْ وَهُمْ فِي خَيْلٍ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً، قَدْ عَا لِيْخْمَسَ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: «اللَّهُمَّ بَارِكْ لِيْخْمَسَ، فِي خَيْلِهَا وَرِجَالِهَا» وَأَتَاهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّ صَخْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلَتْ فِيهَا وَدَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ، فَدَعَا: فَقَالَ: «يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَحْرَزُوا دِمَاءَهُمْ، وَأَمْوَالَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ» فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ، وَسَأَلَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِيْ بِتِي سَلِيمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، أَنْزَلْنِيهِ أَنَا وَقَوْمِي، قَالَ: «نَعَمْ» فَأَنْزَلَهُ وَأَسْلَمَ - يَعْنِي السَّلْمِيَّينَ - فَأَتَوْا صَخْرًا فَسَأَلُوهُ أَنْ يَدْفَعَ إِلَيْهِمُ الْمَاءَ، فَأَبَى، فَأَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللَّهِ؟ أَسْلَمْنَا وَأَتَيْنَا صَخْرًا الْيَدْفَعُ إِلَيْنَا مَاءَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا، فَأَتَاهُ، فَقَالَ: «يَا صَخْرُ، إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ، فَادْفَعْ إِلَى الْقَوْمِ مَاءَهُمْ»، قَالَ: نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، فَرَأَيْتَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَرُّ عِنْدَ ذَلِكَ حُمْرَةً حَيَاءً مِنْ أَخْذِ الْجَارِيَةِ، وَأَخْذِ الْمَاءِ.

شرح حدیث صخر بن العیلہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ ثقیف کے مقابلہ میں جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا جب یہ بات

شرح الحدیث

یہ صحابہ بن عیدہ الاحمسی ہیں ان کی حدیث کا یہ شروع کا حصہ ہم غزوہ طائف کے بیان میں لکھ چکے ہیں اس کو دیکھ لیا جائے، اس کے اگلے حصہ کی شرح لکھی جاتی ہے یہ حدیث ذرا طویل ہے، نیز محتاج شرح ہے۔

لَكُنْتُ بِاللَّيْلِ صَحْرًا: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنْ ثَقِيفًا قَدْ نَزَلَتْ عَلَى حُكْمِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: یعنی صحابہ بن عیدہ نے جب اس حصن طائف کو فتح کر لیا تو اس کی اطلاع انہوں نے حضور ﷺ کو کی۔

لَدَعَا لِمُحَمَّدٍ عَشْرَ دَعَوَاتٍ: اللَّهُمَّ بَارِكْ لِمُحَمَّدٍ، فِي خَيْلِهِا وَبِرَجَالِهِا: یعنی آپ ﷺ نے صحابہ بن عیدہ کے اس کارنامے پر خوش ہو کر ان کی قوم احمیس کو دس دعائیں دیں جس سے ایک دعا تو یہاں مذکور ہے باقی غیر مذکور، اور ہو سکتا ہے یہ مراد ہو کہ آپ ﷺ نے یہی دعائیں بار فرمائی۔

وَأَنَّهُ الْقَوْمُ فَتَكَلَّمَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، إِنَّ صَحْرًا أَخَذَ عَمَّتِي، وَدَخَلْتُ فِيْمَا دَخَلَ فِيهِ الْمُسْلِمُونَ: قوم سے مراد قبیلہ ثقیف ہے، یہ تو اوپر آہی چکا کہ بنو ثقیف اسلام لے آئے تھے تو ان میں سے بعض نے یعنی مغیرہ بن شعبہ جو کہ ثقیفی ہیں انہوں نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ صحابہ بن عیدہ نے میری بھوپھی کو پکڑ رکھا ہے حالانکہ وہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں، مغیرہ کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے صحابہ کو بلایا اور فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَخَذُوا أَدِمَاءَهُمْ، وَأُمَوَاهُمْ، فَأَذْفَعُوا إِلَى الْمُغِيرَةِ عَمَّتَهُ کہ جب کافر لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کی جان و مال محفوظ ہو جاتے ہیں، لہذا انہیں مغیرہ کو واپس کر دو، انہوں نے واپس کر دیا، وَسَلَّالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لِي بِبَنِي سُلَيْمٍ قَدْ هَرَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَتَرَكُوا ذَلِكَ الْمَاءَ؟ یعنی عمرہ مغیرہ کو واپس کرنے کے بعد صحابہ بن عیدہ نے آپ سے قبیلہ بنو سلیم کے قریہ کا سوال کیا جو اسلام لانے سے بچ کر فرار ہو گئے تھے اور اس قریہ کو چھوڑ گئے تھے اور درخواست یہ کی کہ اُنْزِلْنِيهِ اَنَا وَقَوْمِي کہ اس میں مجھے اور میری قوم کو بسنے اور ٹھہرنے کی اجازت دے دیجئے، آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرما کر ان کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت دیدی۔ اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ پھر بعد میں یہ لوگ یعنی بنو سلیم اسلام لے آئے، اور صحابہ کے پاس آئے اور ان سے کہا ہمارا قریہ واپس کرو، انہوں نے انکار کیا، وہ حضور ﷺ کے پاس گئے اور صورت حال بیان کی، آپ ﷺ نے پھر صحابہ کو بلایا اور فرمایا: إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا، أَخَذُوا أَدِمَاءَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ فرمایا کہ اس قریہ کو واپس کر دو، انہوں نے کہا بہت اچھا۔ فَذَرَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَقَّبُ عِنْدَ ذَلِكَ مُحْمَرَةً حَيَاءً مِنْ أَخَذِهِ الْجَارِيَةَ، وَأَخَذَهُ الْمَاءَ، رَاوِي کہہ رہا ہے کہ اس موقع پر میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا تھا صحابہ کے ساتھ اس معاملہ سے شرمناک کہ ان سے جاریہ بھی لے لی گئی اور وہ قریہ بھی، اگرچہ صحابہ کو کوئی تامل نہیں ہوا تھا آپ ﷺ کے فیصلہ پر، لیکن آپ ﷺ خود شرمناک تھے۔

حدیث پر ایک قوی اشکال اور اس کا جواب: یہاں دو باتیں پائی گئیں: ① اول عمرہ مغیرہ کا رد، ② دوسرے ماہ بنو سلیم کا رد، اور یہ رد آپ ﷺ نے یہ کہہ کر کیا کہ کفار جب اسلام لے آتے ہیں تو وہ قیدی ہوں یا غیر قیدی تو اسلام لانے کے

بعد ان کی جان و مال محفوظ ہو جاتا ہے، یہاں عمر مغیرہ کے بارے میں تو یہ احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے وہ اخذِ صخر سے پہلے اسلام لا چکی ہوں، اس صورت میں ان کو رد کرنا قاعدہ کے مطابق ہے، لیکن ماء بنو سلیم کے بارے میں تو روایت میں تصریح ہے کہ وہ اسلام سے روگردانی کر کے اپنے چشمہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے، اور اسلام ان کا اس کے بعد پایا گیا پھر وہ اپنے قریہ کی واپسی کے مستحق کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے دونوں کے بارے میں یہی قاعدہ ارشاد فرمایا: **إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَخْزَوْا أَمْوَالَهُمْ وَدِمَاءَهُمْ**، کافر قیدی اگر بعد میں اسلام لے آئیں تو ان کی جان و مال غنیمت ہونے سے تھوڑا ہی خارج ہوتی ہے یہ تو اجتماعی مسئلہ ہے۔ یہ بڑا کٹھن مقام ہے^①، شرح نے اس کی توجیہ یہ کی^② ہے کہ دراصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ ماء بنو سلیم اسی طرح عمر مغیرہ دونوں کو واپس کرنا مقصود تھا کسی مصلحت کی بناء پر اس لئے آپ نے یہ جملہ جو ارشاد فرمایا: **إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَخْزَوْا أَمْوَالَهُمْ** اس میں آپ ﷺ نے تو یہ اختیار فرمایا، یعنی گول مول بات فرمائی، اصل مراد کو ظاہر نہیں فرمایا یا مکان کی مصلحت کے پیش نظر، اس جملہ کے معنی حقیقی و مرادی تو یہ ہیں کہ کفار اگر قبل الازد و قبل القید اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کی جانیں اور مال مامون و محفوظ ہو جاتے ہیں، لیکن مخاطب اور سامع کے سامنے آپ ﷺ نے اس معنی مرادی کو واضح نہیں فرمایا قصد ابلکہ اس جملہ کو اطلاق اور عموم کے ساتھ فرمایا تاکہ وہ یعنی صخر بن عیلہ ماء بنو سلیم کو خود ہی واپس کر دیں، چنانچہ انہوں نے واپس کر دیا، ایک واقعہ آگے ابو داؤد میں اسی قسم کا اور آرہا ہے وہاں آپ ﷺ نے اصل ضابطہ شرعیہ واضح فرمایا اور یہ فیصلہ فرمایا کہ قید ہونے کے بعد کافر قیدی اگر اسلام لائے تو پھر اس کو چھوڑا نہیں جائے گا وہ غلام اور مملوک ہی رہے گا، یہ واقعہ ”کتاب الایمان والندوة“ باب فی التذیہ فیعالا یملک میں (برقم ۳۳۱۶) آرہا ہے: **عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ، قَالَ: كَانَتْ الْعُصْبَاءُ لِرَجُلٍ مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَكَانَتْ مِنْ سَوَائِقِ الْحَاجِّ الْخ.**

آپ ﷺ کی ناقہ عضباء کا واقعہ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مشہور اونٹنی عضباء بنو عقیل میں سے ایک کافر شخص کی تھی اس اونٹنی کو اور اس کے مالک کو قید کر لیا گیا تھا، حضور ﷺ کا اس پر کو گذر ہوا جب کہ وہ شخص قید میں تھا تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ نے مجھے اور میری اونٹنی کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟ آپ نے اس کو الزامی جواب دیا کہ **«نَأْخُذُكَ بِحَبْرِ يَزِقُ لِحْفَائِكَ ثَقِيفَ»** قَالَ: وَكَانَ ثَقِيفٌ قَدْ أَسْرَوْا رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آگے راوی کہتا ہے کہ اس شخص نے یہ بھی کہا، وَأَنَا مُسْلِمٌ، آپ آگے بڑھ کر چلے گئے اس نے آپ ﷺ کو نداء دی **يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ** آپ لوٹ کر واپس اس کے پاس آئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگا **يَا مُسْلِمُ**، اس موقع پر آپ نے اصل ضابطہ شرعیہ اس کے سامنے بیان

① اگر آپ ﷺ جملہ ارشاد نہ فرماتے تو ہم اس حدیث کی تاویل یہ کرتے کہ یہ واقعہ حال لا عمور ملہا کے قبل سے ہے ۱۲۔

② لیکن روایت کے بعض الفاظ اس توجیہ سے کچھ اتفاق نہیں رکھتے واللہ تعالیٰ اعلم، ہمارا ذنبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، باقی یہ بات طے شدہ ہے جس پر ہم سب کا ایمان ہے کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی ناحق بات نہیں نکل سکتی۔

کیا اور فرمایا: لَوْ قُلْتُهَا دَأْتُ مَمْلُكَ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ، یعنی اگر تو قید ہونے سے پہلے یہی بات کہتا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا، قید ہونے کے بعد اسلام لانے سے ^۱ جان نہیں بچتی غلام ہی رہتا ہے۔

۳۰۶۸

حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمُهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي سَبْرَةُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الرَّبِيعِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فِي مَوْضِعِ الْمَسْجِدِ نَحْتِ دَوْمَةٍ، فَأَقَامَ ثَلَاثًا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى تَبُوكَ، وَإِنَّ جُهَيْنَةَ لِحَقُّوهَ بِالرَّحْبَةِ، فَقَالَ لَهُمْ: «مَنْ أَهْلُ ذِي الْمَرْوَةِ؟» فَقَالُوا: بَنُو بَرِيقَةَ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَقَالَ: «قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي بَرِيقَةَ» فَاتَّسَمَوْهَا فَمِنْهُمْ مَنْ بَاعَ، وَمِنْهُمْ مَنْ أَمْسَكَ فَعَمِلَ، «لَمْ سَأَلْتُ أَبَاكَ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي بِغَضَبِهِ، وَلَمْ يُحَدِّثْنِي بِهِ كَلِمَةً».

سبحرہ

سبرہ بن عبد العزیز بن الربیع الجہنی اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں بعد میں مسجد بنائی گئی وہ جگہ بڑے بڑے درختوں کے نیچے تھی پس رسول اللہ ﷺ نے وہاں پر تین دن قیام فرمایا پھر آپ ﷺ تبوک کی طرف تشریف لے گئے قبیلہ جہینہ والے حضور ﷺ سے کھلے میدان میں ملے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ذی المروۃ بستی والے کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ بنو رفاعہ والے لوگ ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بنو رفاعہ کیلئے یہ زمین بطور جاگیر دیدی چنانچہ بنو رفاعہ قبیلہ والوں نے اس زمین کو تقسیم کر لیا بعض لوگوں نے اس زمین میں سے اپنا حصہ بیچ دیا اور بعض لوگوں نے اس زمین کو اپنی ملکیت میں رکھ کر کھیتی باڑی کی ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے سبرہ کے والد عبد العزیز سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو عبد العزیز نے مجھے اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا اور پوری حدیث بیان نہیں کی۔

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے: ربیع بن سبرہ الجہنی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کے سفر میں ایک جگہ راستہ میں جہاں بعد میں مسجد بھی بن گئی ہے ایک بڑے درخت کے نیچے اترے اور وہاں تین دن تک قیام فرمایا اور پھر آگے تبوک کی طرف تشریف لے چلے، راستہ میں آپ جب کہ ایک کھلے میدان میں تھے قبیلہ جہینہ والے آپ سے ملاقات کیلئے آئے وہاں قریب میں ایک بستی تھی جس کا نام ذوالمرۃ تھا، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ذوالمرۃ میں بسنے والے لوگ کون ہیں؟ حاضرین میں سے بعض نے جواب دیا کہ قبیلہ جہینہ کی شاخ بنو رفاعہ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: قَدْ أَقْطَعْتُهَا لِبَنِي بَرِيقَةَ کہ اس بستی کا میں اقطاع کرتا ہوں بنو رفاعہ کیلئے (یعنی ان ہی کیلئے جو اس میں رہتے ہیں)، آگے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد ان لوگوں نے اس بستی کو آپس میں باقاعدہ تقسیم کر لیا بعض نے اپنا حصہ فروخت کر دیا اور بعض نے نہیں کیا، یہ ذوالمرۃ وادی القریٰ میں ایک بستی ہے جس کا آپ ﷺ نے اس میں بسنے والوں کے لئے اقطاع فرمایا۔

۱ دیکھئے یہاں آپ ﷺ نے صریح ضابطہ کی بات ارشاد فرمائی۔

۳۰۶۹

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ نَخْلًا».

ترجمہ: حضرت اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام کیلئے کھجور کے کچھ درخت بطور جاگیر مقرر فرمائے۔

شرح: صحیح البخاری - طرز الخمس (۲۹۸۲) سنن أبی داود - الحج والایمارة والقبور (۳۰۶۹) مسند أحمد - باقی مسند الأنصار (۳۴۷/۶) شرح الحدیث: حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے (ان کے شوہر) زبیر کیلئے کھجوروں کے ایک باغ کا اقطاع فرمایا۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه: شافعیہ کے مسلک پر تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اقطاع ارض مملوکہ کا بھی جائز ہے، حنفیہ کے یہاں جائز نہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا اقطاع اور احیاء کی تعریف میں، بذل^۱ میں ملا علی قاری سے نقل کیا ہے کہ نخل چونکہ ایسا مال ہے جو ظاہر العین اور حاضر النفع ہے جس کا اقطاع جائز نہیں، لہذا یہ کہا جائے گا کہ اس کا اقطاع آپ ﷺ نے اپنے حصہ خمس میں سے کیا، جو آپ ﷺ کی ملک تھا فلا اشکال فیہ، اور دوسرا احتمال یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ نخل از قبیل موات ہو جس کا کوئی مالک نہ ہو، یہ روایت یہاں مختصر ہے دوبارہ دو حدیثوں کے بعد تفصیل کے ساتھ آرہی ہے۔

۳۰۷۰

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمُغَنَّى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَدَّتَيْهِ صَفِيَّةُ، وَدُحَيْبَةُ، ابْنَتَا عَلِيَّةَ، وَكَانَتَا رِيبَتَيْنِ قَبِيلَةَ بَنَاتِ مَخْرَمَةَ، وَكَانَتْ جَدَّةُ أَبِيهِمَا أَمَّا أَخْبَرَهُمَا، قَالَتْ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثَ بْنَ حَسَّانَ - وَافِدًا بِكَرْبِ بْنِ وَائِلٍ، فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ عَلَيْهِ وَعَلَى قَوْمِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَكُتِبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالْذَّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِرٌ، فَقَالَ: «أَكُتِبَ لَكَ يَا عَلَامُ بِالْذَّهْنَاءِ» فَلَمَّا رَأَيْتُهُ قَدْ أَمَرَ لَهُ بِهَا، شُحْصِنَ بِي وَهِيَ وَطَنِي وَدَارِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ إِذْ سَأَلَكَ، إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ الذَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْقَتَمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهَا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَقَالَ: «أُمْسِكْ يَا عَلَامُ، صَدَقَتْ الْمُسْكِينَةُ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسْعُهُمَا الْمَاءُ، وَالشَّجَرُ، وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَانِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن حسان کہتے ہیں کہ میری دونوں دادیوں صفیہ اور دُحیبہ..... یہ دونوں قبیلہ بنت مخرمہ کی پرورش میں

تھیں..... اور قبیلہ ان دونوں کے والد کی دادی تھیں..... قبیلہ نے ان دونوں سے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میرے سفر کے ساتھی حریث بن حسان جو کہ بکر بن وائل قبیلہ کی جانب سے وفد بن کر حاضر ہوئے تھے..... انہوں نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے انکے اور انکے قبیلہ کے لوگوں کے اسلام کی بیعت لی..... پھر حریث نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے اور قبیلہ بنو تمیم کے درمیان مقام دھناء کے متعلق معاہدہ لکھ دیجئے کہ یہ مقام ہمارے لئے خاص ہے اور بنو تمیم میں سے کوئی شخص اس مقام پر نہیں آئے گا سوائے مسافر کے یا اس شخص کے جو وہاں سے گزر کر جانے والا ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے حریث بن حسان کیلئے دھناء جگہ بطور جاگیر لکھ دو..... قبیلہ کہتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا مقام دھناء حریث بن حسان کو دیدی گئی تو میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کیونکہ یہ مقام تو میرا گھر اور میرا وطن تھا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حریث نے آپ سے ایسی زمین کا مطالبہ نہیں کیا جس میں وہ حق بجانب ہوں کیونکہ انہوں نے جس دھناء زمین کا مطالبہ کیا ہے وہ آپ کے نزدیک ہے اور یہ جگہ قبیلہ بنو تمیم کے اونٹوں کے باندھنے کی جگہ اور بکریوں کے چرنے کی جگہ ہے بنو تمیم کی عورتیں اور انکے بچے اس زمین کے قریب ہی آباد ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لڑکے تم یہ تحریر مت لکھو یہ مسکین خاتون سچی معلوم ہوتی ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ایک پانی اور درختوں کے پتے سب کو کافی ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو فتنہ اور آزمائش کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔

مضمون حدیث مع شرح
عبداللہ بن حسان عنہری کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا میری دو دادیوں نے صَفِیَّة بنت عَلِیَّة اور وَحِیَّة بنت عَلِیَّة نے یہ دونوں تو آپس میں بہنیں ہیں، ہو سکتا ہے ایک ان میں سے عبداللہ بن حسان کی دادی ہو اور دوسری نانی ہو، یا ہو سکتا ہے ان میں سے ایک کو اخت جدہ ہونے کی حیثیت سے جدہ کہا ہو، راوی کہتا ہے یہ دونوں قبیلہ بنت مخرمہ کی رہیہ تھیں یعنی ان دونوں نے قبیلہ کی گود میں پرورش پائی تھی اور پھر آگے یہ ہے کہ یہ قبیلہ ان دونوں کے باپ کی دادی تھی، گویا خود ان دونوں کی پردادی، یہ دونوں کہتی ہیں کہ ہم سے قبیلہ نے بیان کیا۔ وہ واقعہ جو آگے حدیث میں آرہا ہے۔

قَدْ مَنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: تَقَدَّمَ صَاحِبِي - تَعْنِي حُرَيْثُ بْنُ حَسَّانَ - وَافِدٌ بِكَرْبَنٍ وَائِلٍ: قبیلہ کہتی ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا رہی تھی تو جو شخص اس سفر میں میرے ساتھ تھا یعنی حریث بن حسان وہ آپ ﷺ کے دربار عالی میں پہنچ کر مجھ سے پہلے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر اس نے اپنے لئے اور اپنی قوم کیلئے بیعت علی الاسلام کی، ثُمَّ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي تَمِيمٍ بِالْذِّهْنَاءِ، أَنْ لَا يُجَاوِزَهَا إِلَيْنَا مِنْهُمْ أَحَدٌ، إِلَّا مُسَافِرٌ أَوْ مُجَاوِزٌ، یہ قبیلہ جو واقعہ بیان کر رہی ہیں، قبیلہ بنو تمیم سے ہیں، اور یہ دھناء دیار بنو تمیم میں ایک علاقہ کا نام ہے، تو حریث نے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ یہ مقام دھناء ہمارے لئے مخصوص کر دیا جائے، اور یہ کہ بنو تمیم اس سے مستفیع نہ ہوں، اور یہ

کہ یہ اس زمین میں نہ آئیں الا یہ کہ کوئی مسافر ہو راستہ عبور کرے تو یہ امر آخر ہے، حریت کی درخواست پر آپ ﷺ نے کسی لڑکے سے جو وہاں موجود ہو گا فرمایا کہ اس مقام دھناء کو حریت کے نام لکھ دو، یعنی اس کا اس کے لئے اقطاع کر دو، فَلَمَّا رَأَيْنَهُ قَدْ أَمَرَهُ بِهَا. شَخْصٌ بِي وَهِي وَطَنِي وَدَارِي، یہ قیلہ کہتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس لڑکے کو مقام دھناء کے بارے میں حریت کے لیے لکھنے کو فرمادیا ہے تو میں گھبرا گئی میرے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی، کیونکہ یہ مقام دھناء ہمارے گھر اور وطن کے بالکل متصل تھا (لہذا اس کے حقدار تو ہم تھے)، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ لَمْ يَسْأَلْكَ السَّوِيَّةَ مِنَ الْأَرْضِ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ① اس شخص نے ایسی زمین کی فرمائش آپ ﷺ سے نہیں کی جس میں ہمارا اور اس کا استحقاق برابر ہوتا، یعنی یہ زمین تو خالص ہمارا حق بیٹھتی ہے ایسی بھی نہیں جس کو مشترک مان لیا جائے (یعنی اول تو مشترک ہونے کی صورت میں بھی اس کا اپنے لئے اسکو لکھوانا درست نہ تھا چہ جائیکہ اس صورت میں کہ وہ خالص ہمارا حق ہے)، ② سوئے سے مراد عدل و انصاف یعنی اس زمین کے سوال کرنے میں اس نے عدل و انصاف کو سامنے نہیں رکھا آگے قیلہ اس زمین کی نوعیت آپ ﷺ سے بتا رہی ہیں: إِنَّمَا هِيَ هَذِهِ الدَّهْنَاءُ عِنْدَكَ مُقَيَّدُ الْجَمَلِ، وَمَرْعَى الْقَتْمِ، وَنِسَاءُ بَنِي تَمِيمٍ وَأَبْنَاؤُهُمَا ذَٰلِكَ، جزاں نیست کہ یہ مقام دھناء تو آپ ﷺ کے قریب ہی ہے (زیادہ دور نہیں، آپ ﷺ خود دیکھ کر اس کے بارے میں اندازہ لگا سکتے ہیں) یہ تو ہمارے یعنی بنو تميم کے اونٹوں کے بندھنے کی جگہ اور ان کی بکریوں کی چراگاہ ہے اور قیلہ بنو تميم کی عورتیں بچے بالکل اسکے پیچھے آباد ہیں، فَقَالَ: أَمْسِكْ يَا غُلَامُ، صَدَقْتَ الْمُسْكِينَةَ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ يَسْعَاهُمُ الْمَاءُ وَالشَّجَرُ، جب آپ ﷺ نے قیلہ کی یہ ساری بات سنی اور آپ ﷺ کے علم میں مقام دھناء کی نوعیت آگئی جو پہلے سے نہیں تھی، اس پر آپ ﷺ نے اس غلام سے فرمایا کہ بس اب مت یہ لکھنا یہ مسکینہ سچی معلوم ہوتی ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا چاہئے، ایک ہی پانی اور ایک ہی چراگاہ سب کو کافی ہو سکتی ہے یعنی اگر بھائی بھائی بن کر رہیں اور ایسی مشترک چیز کی تخصیص اپنے لئے کرنا غلط ہے، گویا آپ ﷺ نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ وَيَتَعَاوَنَانِ عَلَى الْفَتَنِ: فان اگر بالفتح ہے تب تو صیغہ مبالغہ ہے اور اگر بالضم ہے جمع ہے فاتن کی، ایک نسخہ میں ہے سئل ابو داؤد عن الفتان فقال: الشيطان، یعنی مسلمانوں کو آپس میں شیطان کے مقابلہ میں ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہئے، اس جملہ میں بظاہر فعل حریت پر تعریض ہے۔

والحدیث أخرجه الترمذی مختصراً، قاله المنذرى۔

۳۰۷۱

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنِي أَبُو جُنُوبٍ بَنْتُ مُمَيْلَةَ، عَنْ أُمِّهَا سُوَيْدَةَ بَنْتُ جَابِرٍ، عَنْ أُمِّهَا عَقِيلَةَ بَنْتُ أَسْمَرَ بْنِ مُضَرٍّ، عَنْ أَبِيهَا أَسْمَرَ بْنِ مُضَرٍّ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُهُ، فَقَالَ: «مَنْ سَبَقَ إِلَى مَاءٍ لَمْ يَسْبِقْهُ إِلَيْهِ مُسْلِمٌ فَهُوَ لَهُ» قَالَ: فَخَرَجَ النَّاسُ يَتَعَاذُونَ يَتَخَاطُونَ.

اسم بن مضر کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کی تو رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسے پانی کے چشمہ پر پہلے پہنچ جائے جس چشمہ پر کوئی مسلمان نہ پہنچا ہو تو وہ چشمہ اسی کا ہے تو ان کے قبیلہ کے لوگ دوڑتے ہوئے نکلے اور انہوں نے ایسے چشموں پر نشانات لگا لیے۔

شرح الحدیث: اسمر بن مضرؓ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ اسمر بن مضرؓ طائی ہیں، طے ایک معروف قبیلہ کا نام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اپنے وطن بلاد طے سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے، تو آپ ﷺ نے ان کی رجوع کے وقت جب یہ اپنے وطن واپس جانے لگے فرمایا کہ ہماری طرف سے جا کر وہاں یہ خوشخبری سنا دینا کہ تم میں سے جو شخص بھی جس غیر آباد چشمہ پر جو پہلے سے کسی کی ملک نہ ہو پہنچ کر اس کو اختیار کر لے گا تو وہ اسی کے لئے ہے، چنانچہ جب انہوں نے یہ بات آپ ﷺ کی وہاں پہنچائی تو سب لوگ اپنے گھروں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اس قسم کے چشموں پر پہنچے اور اس جس کو جو چشمہ پسند تھا اس پر اس نے اپنا خط اور نشان کھینچ لیا۔

یہ بھی اقطاع کی ایک صورت ہے جو آپ ﷺ نے اختیار فرمائی، یہ باب بھی اقطاع ہی کا چل رہا ہے۔

۳۰۷۲ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَ الزُّبَيْرَ خُضْرَ قَرْسِهِ، فَأَجْزَى قَرْسَهُ حَتَّى قَامَ، ثُمَّ رَفَى بِسَوْطِهِ، فَقَالَ: «أَعْطَوْكَ مِنْ حَيْثُ بَلَغَ السَّوْطُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر بن عوامؓ کیلئے اتنی زمین بطور جاگیر مقرر فرمائی کہ ان

کا گھوڑا جہاں تک دوڑ کر تھک جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا گھوڑا دوڑایا تو ان کا گھوڑا دوڑ کر ایک جگہ جا کر کھڑا ہو گیا اور پھر حضرت

زبیرؓ نے اس جگہ سے آگے اپنا کوڑا پھیکا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو اتنی زمین دیدو جہاں پر ان کا کوڑا گرے۔

سنن ابی داؤد - الخراج والإمارة والقی (۳۰۷۲) - مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۵۶/۲)

شرح الحدیث: یعنی حضور ﷺ نے حضرت زبیرؓ کیلئے زمین کے ایک رقبہ کا اقطاع فرمایا اور مقدار قطیعہ خضر قرس کو قرار دیا یعنی

گھوڑے کی ایک مرتبہ کی دوڑ کو، چنانچہ انہوں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا پھر اس ایک دوڑ میں وہ وہاں جا کر رکا اس جگہ سے انہوں

نے اپنا کوڑا اور آگے پھینکا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ انکو یہاں سے جہاں سے گھوڑا دوڑایا تھا وہاں تک جہاں تک کوڑا پہنچا، دیدیا

جائے، یعنی دونوں مقداروں کا مجموعہ، یہ روایت اقطاع زبیرؓ والی ابھی قریب میں مختصر آگزر چکی، اور اس پر کلام بھی وہاں گزر چکا۔

۳۷ - بَابُ فِي إِحْيَاءِ الْمَوَاتِ

حجر غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا بیان

اس باب پر کلام گزشتہ باب میں گزر گیا۔

۳۰۷۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ

زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعُزْزِي ظَالِمٌ حَقٌّ».

ترجمہ حضرت سعید بن زید نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو جو کسی کی ملکیت میں نہ تھی آباد کر لیا تو وہ زمین اسی کی ہو جائیگی اور کسی ظلم کے ساتھ اس زمین کے حاصل کرنے والے کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔

۳۰۷۴ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا عَبْدُكَ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُزْرِةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيِّتَةً فَهِيَ لَهُ» وَذَكَرَ مِثْلَهُ، قَالَ: فَلَقَدْ خَبَّرَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَرَسَ أَحَدُهُمَا تَخْلًا فِي أَرْضِ الْآخَرِ، فَقَضَى لِصَاحِبِ الْأَرْضِ بِأَرْضِهِ، وَأَمَرَ صَاحِبَ التَّخْلِ أَنْ يُخْرِجَ تَخْلَهُ مِنْهَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهَا وَإِنَّهَا تَضْرِبُ أَصُولَهَا بِالْقُودُسِ، وَإِنَّهَا لَتَخْلُ عُمْ، حَتَّى أُخْرِجَتْ مِنْهَا.

ترجمہ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسی کی ہوگی۔ اسکے بعد یحییٰ بن عروہ راوی نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ان صاحب نے بیان کیا جنہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو اشخاص جھگڑتے ہوئے آئے ان میں سے ایک صاحب نے دوسرے کی زمین پر کھجور کے درخت لگائے ہوئے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ سنایا کہ زمین کا مالک اس زمین کا حقدار ہے اور کھجور کے درخت والے شخص کو اپنے کھجور کے درخت اس زمین سے نکال لینے چاہئیں..... تو میں نے دیکھا کہ کھجور کے درختوں کی جڑوں کو کلہاڑیوں کے ذریعہ توڑ کر نکالا جا رہا ہے اور وہ بڑے بڑے لمبے کھجور کے درخت تھے ان درختوں کو زمین سے باہر نکال پھینک دیا گیا۔

۳۰۷۵ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِإِسْنَادٍ يَمِينٍ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ مَكَانَ الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَكَثُرَ ظَنِّي أَنَّهُ أَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ فَأَنَا رَأَيْتُ الرَّجُلَ يَضْرِبُ فِي أَصُولِ التَّخْلِ.

ترجمہ ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت نقل کی اس روایت میں الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا کی جگہ یوں ہے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے یہ حدیث نقل کی..... عروہ کہتے ہیں کہ میرے غالب گمان میں وہ صحابی ابو سعید خدریؓ ہیں..... پس میں نے کھجور کے درخت لگانے والے شخص کو دیکھا کہ وہ کھجور کے درخت کی جڑوں پر کلہاڑا مار رہا تھا۔

جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۷۸) سنن أبي داود - الخراج والإمامة والفتوى (۳۰۷۳) موطأ مالک - الاقصیة (۱۰۴۵۶) شرح الاحادیث من أحیا أرضاً مَیِّتَةً فَهِيَ لَهُ، وَلَيْسَ لِعُزْزِي ظَالِمٌ حَقٌّ: اس حدیث سے احیاء کی مشروعیت اور اس کا سبب

ملک ہونا ثابت ہو رہا ہے، اور نفس مسئلہ بھی متفق علیہ ہے گو بعض شرائط و تفصیل میں اختلاف ہے جس کا بیان پہلے گزر چکا۔ عرق ظالم کی تفسیر آگے خود متن میں آرہی ہے، اس کو اضافت اور صفت دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی، قالہ المنذری۔

عَنْ يَحْيَى بْنِ عَزْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: **پہلی روایت جس کو عروہ سے روایت کرنے والے ہشام ہیں** موصولہ تھی وہاں صحابی مذکور تھے اور اس طریق میں جس کو عروہ سے روایت کرنے والے ہشام کے بھائی یحییٰ ہیں مرسل ہیں۔ قال: فَلَقَدْ حَدَّثَنِي الَّذِي حَدَّثَنِي هَذَا الْحَدِيثَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصِمَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، غَوَسَ أَحَدُهُمَا تَحْتَ لَافِي أَرْضِ الْآخَرِ: اس قال کے قائل عروہ ہیں وہ فرما رہے ہیں کہ جس شخص نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی اس نے مجھ کو اس بات کی خبر دی، الَّذِي حَدَّثَنِي كَامَصْدَقٍ جَوَابُ كِي پہلی حدیث میں گزرا ہے وہ سعید بن زید صحابی ہیں۔

اس روایت کا مضمون یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں پودا لگا دیا، بعد میں ان میں اختلاف ہوا اسی بات پر کہ دوسرے کی زمین میں تو نے کیسے پودا لگایا، یہ دونوں اپنا مسئلہ لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے زمین کا فیصلہ مالک زمین کے حق میں فرمایا، اور جس نے درخت لگایا تھا اس کو حکم دیا کہ اس کی زمین سے اپنا درخت خارج کر دے، آگے راوی کہہ رہا ہے میں نے ان درختوں کو دیکھا کہ ان کی جڑوں پر کلباڑیاں چلائی جا رہی تھیں اور وہ بہت لالچے لالچے درخت تھے، یہاں تک کہ وہ سب نکال دیئے گئے اس زمین سے (لفظ "عُثْمُ" تشدید میم کے ساتھ جمع ہے عیسیٰ یا عیسیہ کی)۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ: یہ دوسری سند ہے اس میں بجائے الَّذِي حَدَّثَنِي کے یہ عبارت ہے: فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اور پھر عروہ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ صحابی ابو سعید خدریؓ تھے، دونوں روایتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں عروہ نے اپنے استاذ کی تعیین نہیں کی تھی اور اس دوسری روایت میں بطریق ظن کے اس کی تعیین ابو سعید خدریؓ سے کر رہے ہیں، اور دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کلباڑی چلانے والے کئی اشخاص تھے اور اس دوسری روایت میں یہ ہے کہ کلباڑی چلانے والا خود صاحب نخل تھا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْبَارِقِ، أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَزْوَةَ، قَالَ: **۳۰۷۶** «أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُ اللَّهِ، وَالْعِبَادُ عِبَادُ اللَّهِ، وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ» جَاءَنَا بِهَذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّلَاةِ عَنْهُ.

رحمہ عروہ کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ساری زمینیں اللہ رب العزت کی ہیں اور سب لوگ اللہ پاک کے بندے ہیں اور جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس زمین کا زیادہ حق دار ہے یہ باتیں ہمیں نبی اکرم ﷺ سے ان صحابہ کرام نے نقل کیں جو نبی اکرم ﷺ سے دین سیکھ کر ہمیں پہنچائے گئے ہیں۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۷۶) موطأ مالک - الاقصية (۱۴۵۶)

شرح الحديث عروہ تابعی ہیں انہوں نے شروع میں یہ حدیث حضور ﷺ کی نقل کی بغیر ذکر سند کے پھر بعد میں جاءنا بهذا عن النبي صلى الله عليه وسلم الخ سے مروی عنہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ وہ بہت سے صحابہ کرام ہیں لہذا اب یہ حدیث مسند کے حکم میں ہو گئی، مراد ارض سے مطلق زمین نہیں بلکہ موات ہے یعنی ارض موات کسی انسان کی مملوک نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہے اور ایسے ہی سب لوگ اللہ کے بندے ہیں لہذا اسکا احیاء کر کے مالک ہونا درست ہے۔

۳۰۷۷

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَسْرٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَحَاطَ حَائِطًا عَلَى أَرْضٍ فَهُوَ لَهَا».

ترجمہ سرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص کسی بخر پر کسی دیوار کے ذریعے احاطہ کر لے تو وہ زمین اسی کی ہو جائیگی۔

سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۷۷) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۱۲/۵) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۲۱/۵)

شرح الحديث یعنی جو شخص کسی ارض موات پر دیوار وغیرہ کے ذریعے احاطہ کر لے تو وہ اس کیلئے ہو گئی، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ ارض موات کے نفس احاطہ سے احیاء کا تحقق ہو جاتا ہے، امام احمد کا مذہب یہی ہے کہ انکے نزدیک نفس احاطہ اور تحجیر کافی ہے اور عند الجمہور نفس تحجیر (چاروں طرف پتھر رکھ دینے) سے احیاء کا تحقق نہیں ہوتا جب تک زمین کی کمائی اور خدمت اور سکنی اختیار نہ کیا جائے، لہذا عند الجمہور اس حدیث کو اسی پر محمول کیا جائے گا یعنی من احاط حائطاً للسكنى۔

۳۰۷۸

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، قَالَ هِشَامٌ: "الْعُرْقُ الظَّالِمُ: أَنْ يَغْرِسَ الرَّجُلُ فِي أَرْضٍ غَيْرِهِ، فَيَسْتَحِقَّهَا بِذَلِكَ" قَالَ مَالِكٌ: «وَالْعُرْقُ الظَّالِمُ كُلُّ مَا أُحْدِثَ وَاحْتَفِرَ وَغُرِسَ بِغَيْرِ حَقٍّ».

ترجمہ ہشام نے کہا کہ العرق الظالم کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کی زمین میں اس غرض سے درخت لگاتا ہے کہ پھر آئندہ وہ شخص اس زمین کا مستحق بن جائیگا..... اور امام مالک نے فرمایا العرق الظالم سے مراد وہ شخص ہے جو دوسرے کی زمین پر قبضہ کرے اور ناحق اس میں کنواں کھودے اور درخت لگالے۔

شرح الحديث باب کی پہلی حدیث جس کے روات میں ہشام بھی ہیں ہشام اسکی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ عرق ظالم یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کی زمین میں درخت لگائے اس نیت سے کہ پھر وہ اس زمین کا مستحق ہو جائے گا۔

۳۰۷۹

حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ هَكَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنِ الْعَبَّاسِ السَّاعِدِيِّ يَعْني ابْنَ سَهْلٍ بِنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبُوكَ فَلَمَّا أَتَى وَادِي الْقُرَى إِذَا امْرَأَةٌ فِي خَدِيقَةٍ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «اخْرُصُوا» فَخَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَةَ

أَوْشِي، فَقَالَ لِلْعَزَاؤِ: «أَحْصِي مَا يَخْرُجُ مِنْهَا» فَأَتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَكِسَاءَهُ بُرْدَةً وَكَتَبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ، قَالَ: فَلَمَّا أَتَيْنَا وَادِي الْقُرَى، قَالَ لِلْعَزَاؤِ: «كَمْ كَانَ فِي حَدِي يَتَيْكَ؟» قَالَتْ: عَشْرَةٌ أَوْشِي خَرَصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ».

ترجمہ ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی جب حضور ﷺ وادی القری پہنچ گئے تو ایک خاتون اپنے باغیچے میں موجود تھیں..... رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا: اس باغیچے سے حاصل ہونے والے پھلوں کا اندازہ لگاؤ..... پس رسول اللہ ﷺ نے ایک اندازے سے اس کے باغ کے پھلوں کی مقدار دس وسق مقرر فرمائی اور حضور ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ اس باغ سے نکلنے والی پیداوار کی صحیح مقدار محفوظ کر لینا..... پس ہم مقام تبوک پہنچ گئے تو مقام ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کو سفید خچر ہدیہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس ایلہ کے بادشاہ کو ایک عمدہ چادر عطا فرمائی اور اس ایلہ کے بادشاہ کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے علاقہ (ساحل سمند) میں ٹھہرنے کو برقرار رکھا (کیونکہ وہ جزیرہ ادا کرنے پر راضی ہو گیا)..... ابو حمید کہتے ہیں کہ ہم تبوک سے واپسی کے سفر میں جب وادی القری پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تمہارے باغیچے میں کتنے پھل نکلے تو اس عورت نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ کے اندازہ کے مطابق پورا دس وسق اس باغ کی پیداوار ہوئی ہے..... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں مدینہ منورہ کی طرف جلدی جا رہا ہوں تم میں سے جو شخص میرے ساتھ جلدی جانا چاہے تو وہ جلدی جاسکتا ہے۔

صحیح صحیح البخاری - الزکاة (۱۴۱۱) صحیح البخاری - الجزیة (۲۹۹۰) صحیح مسلم - الحج (۱۳۹۲) سنن ابی داؤد - الحراج والإمارة والقي (۳۰۷۹) مسند أحمد - باقی مسند الانصار (۴۲۵/۵)

شرح الحدیث ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے سفر میں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا جب اثناء سفر میں وادی القری پہنچے تو وہاں ایک عورت اپنے باغ میں تھی آپ ﷺ نے اس باغ کو دیکھ کر اس کے بارے میں خرص^۱ فرمایا، خرص کی مقدار دس وسق آپ ﷺ نے بیان کی، آپ ﷺ نے جو صحابہ آپ کے ساتھ تھے ان سے بھی فرمایا کہ تم بھی اس کا خرص کرو، اور اس باغ سے نکلے وقت آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ خیال رکھنا اس باغ میں کتنی پیداوار ہوتی ہے (تاکہ معلوم ہو کہ کس کا خرص صحیح ہے) چنانچہ آگے روایت میں ہے کہ سفر سے واپسی میں آپ ﷺ نے اس عورت سے پھلوں کے بارے میں سوال کیا کہ کتنے اترے، اس نے وہی دس وسق بتائے، آپ ﷺ کے خرص کے موافق۔

اس حدیث کا ذکر کتاب الزکاة کے باب الخرص میں بھی گزرا ہے۔

۱ خرص یعنی اپنے انداز سے یہ متعین کرنا کہ اس باغ میں جو درخت ہیں ان سب پر پھلوں کی اتنی مقدار ہے۔ ۱۲

فَاتَيْنَا تَبُوكَ فَأَهْدَى مَلِكُ أَيْلَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةً بَيْضَاءَ: راوی کہتا ہے کہ جب ہم تبوک پہنچ گئے تو وہاں کے دوران قیام ایلہ کے بادشاہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں بغلہ بیضاء کا ہدیہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے (اسکے عوض میں) اس کو ایک بہت قیمتی شال عنایت فرمائی۔

وَكُتِبَ لَهُ - يَعْنِي - بِبَحْرِهِ: یعنی حضور ﷺ نے ملک ایلہ کیلئے اس کا قریہ اس کو لکھ دیا۔ ”بذل القوة“ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ۹ ہجری میں یثربہ کی طرف دعوت الی الاسلام کا والا نامہ بھیجا جو کہ ایلہ کا بادشاہ تھا اور نصرانی تھا، تو آپ ﷺ کے تبوک کے زمانہ قیام میں یہ بادشاہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اسلام تو نہیں لایا لیکن جزیرہ دینا قبول کر لیا، تین سو دینار سالانہ، اس پر آپ ﷺ نے صلح نامہ لکھ کر دیدیا اھ۔ یہ کتاب بذل القوة فی حوادث سنن النبوة علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی کی بے نظیر تالیف ہے جس کا اردو ترجمہ ”عہد نبوت کے ماہ و سال“ از مولانا محمد یوسف لدھیانوی شائع ہو چکا ہے۔

مناسبة الحديث للترجمه: اس حدیث میں مصنف کی غرض و کتب لہ ببحرہ سے متعلق ہے اسی کی وجہ سے مصنف یہ حدیث یہاں یعنی احیاء الموات میں لائے ہیں، کذا فی البذل عن تقریر الحضرة الکنگوهی^۱، لیکن اولیٰ یہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے، مصنف اس واقعہ کو بجائے باب الاحیاء کے باب الاقطاع میں ذکر فرماتے، اور صاحب عون المعبود نے حدیث کی باب سے مناسبت اور طرح لکھی ہے وہ یہ کہ اس عورت نے ارض موات میں درخت لگا کر اس کا احیاء کیا تھا حضور ﷺ کے علم میں آنے کے باوجود آپ ﷺ نے اس عورت کو اس کے باغ پر برقرار رکھا اور اس سے چھینا نہیں اسی لئے اس احیاء کی وجہ سے وہ مالک ہو گئی تھی معلوم ہوا کہ احیاء موات اس کی ملک کا سبب ہے واللہ تعالیٰ اعلم اھ^۲۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي مُتَعَجِّلٌ إِلَى الْمَدِينَةِ، فَمَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَعَجَّلَ مَعِيَ فَلْيَتَعَجَّلْ»: یعنی تبوک سے واپسی میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مدینہ جلدی پہنچنا چاہتا ہوں تم میں سے بھی جو شخص بجلت وہاں پہنچنا چاہے تو وہ بھی میرے ساتھ آجائے، اس کی شرح یہ لکھی ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو وہاں سے مدینہ کے اندر داخل ہونے کیلئے آپ ﷺ نے طریق غراب کو اختیار کیا کیونکہ وہ مدینہ کا اقرب ترین راستہ تھا اور دوسرے راستہ کو آپ ﷺ نے ترک کر دیا، پورا لشکر تو دوسرے ہی راستہ سے گیا جو دور کا تھا آپ نے اور آپ ﷺ کے ساتھ بعض صحابہ نے یہ قریب والا راستہ اختیار فرمایا، والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري، قلت أخرجه البخاري في مواضع الزكوة والحج والجهاد وغيرها.

۳۰۸۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدُ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ كُثَيْبٍ، عَنْ زَيْتَبٍ، أَنَّهَا كَانَتْ تَقْلِي رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِنْدَهُ امْرَأَةٌ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَنِسَاءٌ مِنْ

① بذل الجهد في حل أبي داود - ج ۱ ص ۳۴

② عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ۸ ص ۳۳۳

أَلَهَا جَرَائِدَ وَهُنَّ يَشْتَكِينَ مَنَازِلَهُنَّ أَهْمًا تَضِيقُ عَلَيْهِنَّ، وَيَخْرُجْنَ مِنْهَا «فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُؤْتَرَتْ دُورُ
أَلَهَا جَرِيرِينَ الدِّسَاءِ»، فَمَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ فَوُزِنَتْهُ أُمُّ أَيْدٍ بِالْمَدِينَةِ.

ترجمہ: کلثوم حضرت زینب سے نقل کرتی ہیں کہ وہ حضرت زینب ام المؤمنین رسول اللہ ﷺ کے سر کے بالوں میں جو یکں تلاش کر رہی تھیں اور حضور ﷺ کے پاس عثمان بن عفان کی اہلیہ اور کچھ مہاجر خواتین بھی تھیں یہ عورتیں اپنے گھروں سے متعلق شکایات کر رہی تھیں کہ ان کے ورثاء شوہر کے مرنے کے بعد ان پر ان کے گھروں کو تنگ کر دیتے ہیں اور عورتوں کو گھروں سے نکال دیا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ مہاجروں کے انتقال کے بعد ان گھروں کے وارث انکی بیویاں ہو گئی پس جب عبد اللہ بن مسعود کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی انکے مدینہ والے گھر کی وارث بنیں۔

شرح الحدیث: حضرت زینب ام المؤمنین سے روایت ہے کہ وہ ایک روز حضور ﷺ کے سر مبارک کو سہارا ہی تھیں اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس حضرت عثمان کی اہلیہ بیٹھی تھیں، اور بھی بعض مہاجر عورتیں جو آپ ﷺ سے اپنے گھروں کے بارے میں شکایت کر رہی تھیں کہ اس بارے میں ان پر تنگی ہے یعنی ورثاء کی جانب سے بلکہ ان سے نکال دی جاتی ہیں، اس پر آپ ﷺ نے یہ حکم فرمایا کہ مہاجرین کی وفات کے بعد ان کے گھروں کا ان کی بیویوں کو وارث بنایا جائے، چنانچہ جب عبد اللہ بن مسعود کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی ہی ان کے گھر کی وارث ہوئی جو مدینہ منورہ میں تھا۔

حدیث پر ایک اشکال اور اس کی توجیہ: اس پر یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ مکان ترکہ میں داخل ہے اور ترکہ کے مستحقین تو قرآن کریم میں منصوص ہیں تو صرف بیویاں کیسے وارث ہو جاتی تھیں، انکے مکانوں کی؟ اسکے کئی جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ نساء مہاجرین کی خصوصیت ہے شارع اللہ ﷺ کی طرف سے، ② اس سے مراد سکنی ہے زمانہ عدت میں تملیک دار مرا د نہیں یعنی میت کے ورثاء کو چاہئے کہ اس کی زوجہ کو اس کے گھر میں چین سے عدت گزارنے دیں، اس کو پریشان نہ کرے، ③ یا مراد یہ ہے کہ تقسیم ترکہ کے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ گھر میت کی بیوی کے حصہ میں آئے، والاظہر هو المعنی الاخیر، امام خطابی نے پہلے جواب کو اختیار کیا یعنی خصوصیت اس لئے کہ مہاجرین کی زوجات مدینہ میں پر دیسی تھیں ان کا کنبہ قبیلہ وہاں نہ تھا، ④ وفي الحاشية (ولعله من السيوطي) میں نے اس مسئلہ کو بطور چیتاں ایک شعر میں کہا ہے:

هذا سؤال في الفرائض مبهم
زوجاتهم ولغيرها لا تقسم
يجري على حكم التوارث منهم

سلم على مفتي الأنام وقل له
قوم إذا ماتوا تحوز ديارهم
وبقية المال الذي قد خلفوا

وجوابه قلت:

صلی علی زہبا الکریم المعلم^۱

ہم المہاجر دوزن ذاک بطیبة

ط

۳۸۔ باب ما جاء في الدُّخُولِ فِي أَرْضِ الْخُرَاجِ

خرابی زمین کے پانی سے اپنی زمین سیراب کرنے کا بیان

یعنی خرابی زمین خرید کر اس کا مالک بننا یا ماء خراج سے اپنی زمین کو سیراب کرنا۔

۳۰۸۱ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ بَكَّارٍ بْنِ بَلَّالٍ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ سَمِيعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ مُعَاذٍ، أَنَّهُ قَالَ: «مَنْ عَقَدَ الْجُزْئِيَّةَ فِي عُلُقِهِ، فَقَدْ بَرَّ بِمَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے خرابی زمین خرید کر اپنی گردن پر جزیہ لازم کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس کے لئے برأت کا اعلان ہے۔

الكلام على الحديث شرحاً وفقهاً جو شخص اپنے گلے میں جزیہ کا ہار پہنے تو وہ بعید ہو گیا اس طریق سے جس پر رسول اللہ ﷺ تھے، حدیث میں جزیہ سے جزیۃ الارض یعنی خراج مراد ہے، اس حدیث سے دو باتیں مفہوم ہو رہی ہیں اول مسلمان کیلئے خرابی زمین کی خریداری کا ممنوع ہونا، دوسرے یہ کہ اگر کسی ذمی سے کوئی مسلم خرابی زمین خریدے اور وہ زمین ذمی سے منتقل ہو کر مسلم کی ملکیت میں آجائے تو اس صورت میں اس زمین کا خراج ساقط نہیں ہوتا، حنفیہ کے نزدیک مسلم کیلئے خرابی زمین کا خریدنا تو جائز ہے باقی خراج کے بارے میں وہ یہی کہتے ہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث الباب سے سمجھ میں آرہا ہے، اور شافعیہ کے یہاں مسئلہ میں تفصیل ہے زمینوں کی مختلف قسموں کے لحاظ سے جیسا کہ خطابی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، سر دست یہ مسئلہ ان کی فقہ کی کتابوں میں تلاش کرنے سے نہیں ملتا، لیکن مسئلہ اولیٰ میں یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے، فقی الہدایۃ: ویجوز أن يشتري المسلم أرض الخراج من الذمي ويؤخذ منه الخراج لما قلنا وقد صح أن أصحابه اشتروا أراضي الخراج وكانوا يؤدونها خراجاً فدل على الجواز الشراء وأخذ الخراج وأدائه للمسلم من غير كراهة^۲، وفي البذل: والجواب عن الحديث أن الحديث غير محتج به لأن في سنده مجهولاً^۳، اس لئے کہ پہلی حدیث کی سند میں محمد بن عیسیٰ ہے وہ متکلم فیہ ہے، قیل لا یحتج بہ، اور دوسری حدیث میں عمارہ بن ابی الشعثاء ہے جو کہ مجهول ہے۔

۳۰۸۲ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ شَرِيحٍ الْخُصْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ، حَدَّثَنِي سَيَّانُ بْنُ قَبِيصٍ، حَدَّثَنِي

۱ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۳۵

۲ الہدایۃ شرح بدایۃ البندی - ج ۴ ص ۳۱۱

۳ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۳۸

شَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي أَبُو الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَخَذَ أَرْضَهَا بِحُزْنِهَا، فَقَدْ اسْتَقَالَ هَجْرَتَهُ، وَمَنْ نَزَعَ صَعَابَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهِ فَجَعَلَهُ فِي الْإِسْلَامِ ظَهْرَهُ» قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشْبَيْتَ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَدِمْتَ فَسَلْهُ فَلْيَكْتُبْ إِلَيَّ بِالْحَدِيثِ، قَالَ: فَكَتَبْتُهُ لَهُ، فَلَمَّا قَدِمْتُ سَأَلَنِي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ الْقُرْطَاسَ، فَأَعْطَيْتُهُ، فَلَمَّا قَرَأَهُ تَرَكَ مَا فِي يَدِهِ مِنَ الْأَمْثَلِينَ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبِزْزِيُّ، لَيْسَ هُوَ صَاحِبُ شُعْبَةَ».

شرح: ابو درداء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کافر سے زمین خرید کر اس زمین کا جزیہ اپنے ذمہ لے لیا تو اس نے اپنی ہجرت کے ثواب کو یا بطل کر دیا..... اور جس نے کسی کافر کی ذلت کا باعث بننے والی شے (جزیہ) کو اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں وہ جزیہ ڈال لیا تو اس نے اسلام کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا..... سنان بن قیس فرماتے ہیں کہ خالد بن معدان نے جب مجھ سے یہ حدیث سنی تو مجھ سے پوچھا: کیا شیبہ استاد نے تمہیں یہ حدیث سنائی ہے؟ تو میں نے کہا: جی ہاں..... تو خالد بن معدان نے مجھ سے کہا کہ جب تم شیبہ کے پاس جاؤ تو ان سے کہنا کہ یہ حدیث مجھے لکھ کر دیں، چنانچہ شیبہ نے یہ حدیث لکھ کر دے دی سنان بن قیس کہتے ہیں کہ جب میں یہ حدیث لے کر خالد کے پاس حاضر ہوا تو خالد بن معدان نے مجھ سے وہ لکھی ہوئی تحریر مانگی تو میں نے ان کو یہ تحریر دے دی جب خالد بن معدان نے اس لکھی ہوئی تحریر کو پڑھا تو اس حدیث کے سننے کے بعد ان کے قبضہ میں جو خراجی زمین تھی انہوں نے وہ خراجی زمین چھوڑ دی..... امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یزید بن خمیر البیزنی ہیں یہ شعبی کے شاگرد نہیں ہیں۔

شرح الحدیث: آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی زمین کو لیا اس کے خراج کے ساتھ، مراد شرا ہے، تو اس نے اپنی ہجرت کو یا بطل کر دیا، اور اس کے بعد والا جملہ بھی اسی کے ہم معنی اور اسی کی تاکید ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ جس شخص نے کافر کی ذلت کی چیز کو اس کے گلے میں سے نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا، تو اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت پھیر لی۔ کتب الشیخ فی البذل: وهذا علی سبیل التغلیظ والتشدید ①۔

قَالَ: فَسَمِعَ مِنِّي خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ لِي: أَشْبَيْتَ حَدَّثَكَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ: سنان بن قیس کہتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث خالد بن معدان نے سنی، سننے کے بعد پوچھا: کیا یہ حدیث تم سے شیبہ نے بیان کی؟ میں نے کہا ہاں (ہماری اس سند میں سنان کے استاد شیبہ ہی ہیں) اس پر انہوں نے کہا کہ جب تمہارا ان کے پاس جانا ہو تو ان سے درخواست کرنا کہ وہ اس حدیث کو میرے پاس لکھ کر بھیج دیں، سنان کہتے ہیں میں نے ان سے یہ حدیث لکھوائی پھر جب میرا آنا ہوا خالد کے پاس تو انہوں نے مجھ سے وہ کاغذ طلب کیا جس پر حدیث لکھی ہوئی تھی، سنان کہتے ہیں کہ جب خالد نے اس حدیث کو پڑھا تو ان کے پاس جو خراجی

زمین تھی، اس کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

خالد بن معدان کا عمل چونکہ بوجہ عدم علم کے اس حدیث کے خلاف تھا، اس لئے انہوں نے اس حدیث پر عمل کرنے کیلئے یہ تحقیق کرائی تاکہ حدیث کے محقق ہو جانے کے بعد اس پر عمل آسان ہو جائے، یہ دونوں حدیثیں حنفیہ کے خلاف ہیں، اس کا جواب اوپر گزر چکا، صحابہ کرام سے اراضی خراج کا ثواب ثابت ہے یہ حدیثیں ضعیف ہیں۔

قال أبو داود: «هَذَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَزْزِيُّ، لَيْسَ هُوَ صَاحِبُ شُعْبَةَ» مصنف فرما رہے ہیں کہ یہ یزید بن خمیر جو حدیث کو ابو الدرداء سے روایت کر رہے ہیں یہ یزید بن خمیر البززی ہیں، اور یہ وہ یزید نہیں ہیں جو شعبہ کے شاگرد ہیں، اس لئے کہ وہ دوسرے یزید، یزید بن خمیر الرحبی ہیں، یہ اسماء و جال سے متعلق ایک علمی افادہ ہے، تاکہ کسی کو اشتباہ نہ ہو۔

۳۹۔ بَابُ فِي الْأَرْضِ يَحْمِيهَا الْإِمَامُ أَوْ الرَّجُلُ

کسی زمین کو حاکم وقت یا کوئی اور شخص اپنے لئے خاص کر سکتا ہے یا نہیں

۳۰۸۳

حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا حِمَى إِلَّا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ» قَالَ ابْنُ شَهَابٍ: وَبَلَغَنِي «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ»

صعب بن جثامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ پاک اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کیلئے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر زمین کا کوئی حصہ خاص کرنا جائز نہیں۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نقیع زمین کو مفادات عامہ کی خاطر علیحدہ علیحدہ سے مختص کر دیا تھا۔

شرح: صحيح البخاري - المساقاة (۲۲۴۱) صحيح البخاري - الجهاد والسير (۲۸۵۰) سنن أبي داود - الخراج والإمامة والفقه (۳۰۸۳) مسند أحمد - أول مسند المدنين رضي الله عنهم أجمعين (۷۱/۴) مسند أحمد - أول مسند المدنين رضي الله عنهم أجمعين (۷۳/۴)

شرح الحديث: حمى لفظاً مصدر ہے جس کے معنی حفظ کے ہیں، یہاں اسم مفعول یعنی حمی کے معنی میں ہے، زمانہ جاہلیت میں رؤساء قوم کی یہ عادت تھی کہ ایسی جگہ کو جو گھاس سے ہری بھری ہو اپنے لئے اس کو رکھ لیتے تھے، رعایا میں سے کسی کو اجازت نہ ہوتی تھی اپنے جانوروں میں سے کسی کو وہاں چرانے کی، اسلام نے آکر اس عادت کا ابطال کیا، لیکن اس میں رسول اللہ ﷺ کا استثناء کیا گیا، اللہ تعالیٰ کا نام تو برکت کیلئے ہے، چنانچہ یہ مسئلہ علماء کے مابین اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ کسی امام کیلئے بھی حمی کا جواز نہیں یعنی اپنی ذات کیلئے، اور اگر مصلحت عامہ کے لئے ہو تب حیل الجہاد و اہل الصدقة، اس کے جواز میں اختلاف ہے، اور گو کہ حضور ﷺ کیلئے حمی کے جواز کی خود اس حدیث میں تصریح ہے لیکن آپ ﷺ نے کبھی اپنی ذات کیلئے کسی حمی کا انتخاب

نہیں کیا اور آگے جو روایت میں آرہا ہے کہ نفع کا آپ ﷺ نے حمی کیا وہ اپنے لئے نہ تھا۔

حمی اور احیاء میں فرق: یہ احیاء الموات کی کتاب چل رہی ہے جس میں مصنف نے حمی کو ذکر کیا۔ احیاء الموات کی تو شریعت نے اجازت دی ہے اور حمی سے منع کیا ہے اگرچہ دونوں کا تعلق ارض مباحہ غیر مملوکہ سے ہے لیکن وہ موات جس کے احیاء کی اجازت ہے اس سے مراد بیکار اور بنجر زمین ہے اور حمی کا تعلق اس موات سے ہے جو سبزہ زار ہو، لوگوں کی منفعت جس سے وابستہ ہو، اسی لئے اس سے منع کیا گیا ہے کہ اس میں عوام کا ضرر و نقصان ہے۔ یہ نفع نون کیساتھ ہے ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے بیس فرسخ پر واقع ہے، ایک نفع وہ بھی ہے جس کا ذکر باب الجمعہ فی القریٰ میں آیا ہے یعنی نفع الخضمات وہ دوسری جگہ ہے (بذل^۱)۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی، قاله المنذرى۔

۳۰۸۴ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَامَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَى النَّقِيعَ، وَقَالَ: «لَا حَمَى إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»۔

ترجمہ: صعب بن جثامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نفع مقام کو علیحدہ سے مختص کیا اور فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کے لئے کوئی زمین خاص کرنا جائز نہیں۔

تخریج: صحیح البخاری - المساقاة (۲۲۴۱) صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۵۰) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۸۴) مسند أحمد - أول مسند المدنیین رضي الله عنهم أجمعین (۷۱/۴) مسند أحمد - أول مسند المدنیین رضي الله عنهم أجمعین (۷۳/۴)

۴۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الرِّكَازِ وَمَافِيهِ

رِكَازُ كَابِيَانِ

۳۰۸۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ، يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِي الرِّكَازِ الْخُمْسُ»۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ رِکاز میں خمس لازم ہوتا ہے۔

تخریج: صحیح البخاری - الزکاة (۱۴۲۸) صحیح البخاری - المساقاة (۲۲۲۸) صحیح البخاری - الديات (۶۵۱۴) صحیح البخاری - الديات (۶۵۱۵) صحیح مسلم - الحدود (۱۷۱۰) جامع الترمذی - الزکاة (۶۴۲) جامع الترمذی - الأحکام (۱۳۷۷) سنن النسائی - الزکاة (۲۴۹۵) سنن النسائی - الزکاة (۲۴۹۷) سنن النسائی - الزکاة (۲۴۹۸) سنن أبي داود - الحراج والإمارة والفيء (۳۰۸۵) سنن ابن ماجه - الأحکام (۲۵۰۹) موطأ مالك - الزکاة (۵۸۳) موطأ مالك - العقول (۱۶۲۲) سنن الدارمی -

الزكاة (۱۶۶۸) سنن الدارمی - الدیات (۲۳۷۷) سنن الدارمی - الدیات (۲۳۷۸) سنن الدارمی - الدیات (۲۳۷۹)

الکلام علی الحدیث من حیث الفقہ ومذاهب العلماء اس حدیث پر کلام معادن قبلہ والی حدیث میں گذر چکا جس کا خلاصہ من حیث الفقہ واختلاف الائمہ یہ ہے کہ کانیں دو قسم کی ہوتی ہیں: ① ایک مخلوق باللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے ساتھ پیدا فرمایا جس کو معدن کہا جاتا ہے، ② دوم مدفون دفینہ جاہلیہ یعنی انسانوں کا زمین میں گاڑا ہوا مال اس کا نام کنز ہے، حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی وجوب الخمس، اور جمہور علماء ومنہم الثلاثة دونوں میں فرق کے قائل ہیں، یعنی معدن میں زکوٰۃ اور کنز میں خمس، اور منشا اختلاف کی بحث پہلی جگہ گذر گئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: وفي الزکاة الخمس اور حنفیہ کے نزدیک رکاز کا اطلاق دونوں ہی پر ہوتا ہے اس لئے ان کے نزدیک دونوں میں خمس ہے اور جمہور کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے اس لئے ان کے نزدیک معدن میں خمس نہیں بلکہ زکوٰۃ ہے۔

دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ کانیں تو مختلف اشیاء کی ہوتی ہیں، کونسی کانوں میں خمس واجب ہوتا ہے؟ اس میں شافعیہ، مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف نقدین (ذہب وفضہ) کی کان میں، اور امام احمد کے نزدیک ہر قسم کی کان میں اور حنفیہ کے نزدیک کل جامد منطبع، یعنی ایسی منجمد اور خشک چیز میں جو آگ پر رکھنے سے پگھلتی ہو۔ جیسے سونے چاندی اور دوسرے دھات کے اقسام، اور معادن میں نصاب عند الجمہور شرط نہیں، قلیل وکثیر سب میں خمس واجب ہوتا ہے الا فی روایۃ للشافعی، ولا یعتبر فیہ الحل اجماعاً، والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ مطولاً ومختصراً قاله المنذری۔

۳۰۸۶ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي ثَوْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ الْحَسَنِ، قَالَ: "الزَّكَاءُ: الْكَذْرُ الْعَادِي"

حسن بصری کہتے ہیں کہ رکاز اس خزانہ کا نام ہے جو پرانے زمانے میں لوگوں نے دفنایا ہو۔

۳۰۸۷ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قُدَيْلٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قُرَيْبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ أُمِّهَا كَرِيمَةَ بْنِ الْمُقْدَادِ، عَنْ ضَبَاعَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهَا قَالَتْ: ذَهَبَ الْمُقْدَادُ لِحَاجَتِهِ يَبْقِعُ الْحَبْخَبَةَ ① فَإِذَا جُرْدَ يُخْرِجُ مِنْ جُحْرِ دِينَارًا، ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُخْرِجُ دِينَارًا دِينَارًا، حَتَّى أَخْرَجَ سَبْعَةَ عَشَرَ دِينَارًا، ثُمَّ أَخْرَجَ خِرْقَةً حُمْرَاءَ - يَعْنِي - فِيهَا دِينَارٌ، فَكَانَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ دِينَارًا، فَذَهَبَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهَا وَقَالَ لَهُ: خُذْ صَدَقَتَهَا. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ هَوَيْتَ إِلَى الْجُحْرِ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا».

ضباعہ بنت زبیر کہتی ہیں کہ مقداد بن اسود اپنے کام سے بقیع النخبہ گئے تو وہاں ایک بڑا ند کر چوہا ایک

سورخ میں سے ایک دینار نکال کر لاتا ہے اور وہ چوہا اس سورخ سے ایک ایک دینار لاتا رہا یہاں تک کہ اس نے سترہ دینار نکال لئے پھر اس چوہے نے ایک سرخ تھیلی نکالی جس میں ایک اور دینار تھا تو یہ اٹھارہ دینار ہو گئے..... تو حضرت مقداد اٹھارہ دینار کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ ان دینار میں سے ان کا صدقہ لے لیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے مقداد سے پوچھا کہ کیا تم اس سورخ کی طرف الجھکے تھے؟ تو مقداد نے عرض کیا: نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اللہ پاک ان دیناروں میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائے۔

شرح الحدیث وتوضیح المسئلة الثابتة بالحدیث: اس حدیث کو قریبہ روایت کرتی ہیں اپنی ماں کریمہ سے اور کریمہ روایت کرتی ہیں اپنی ماں ضباعہ سے اور ضباعہ اپنے شوہر مقداد کا قصہ بیان کر رہی ہیں وہ یہ کہ ضباعہ کہتی ہیں مقداد بن الاسود اپنے کسی کام سے مقام بقیع النجیہ گئے تو وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک بڑے چوہے کو دیکھا کہ ایک بھٹ میں سے ایک دینار کھینچ کر لا رہا ہے اور لا کر بھٹ سے باہر چھوڑ رہا ہے، وہ چوہا بار بار اس بھٹ میں جاتا ہے اور ہر مرتبہ ایک دینار کھینچ کر لاتا ہے، اسی طرح وہ سترہ دینار ہو گئے، اور پھر اخیر میں ایک سرخ تھیلی کھینچ کر لایا جس میں ایک دینار تھا اب یہ کل اٹھارہ دینار ہو گئے، ضباعہ کہتی ہے کہ مقداد ان دنائیر کو لیکر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اس میں جو صدقہ واجب ہو وہ لے لیجئے، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: «هَلْ هُوَ؟» ^۱ «نِيتَ إِلَى الْجُحْرِ؟» قَالَ: لَا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا»۔

اس قصہ میں جو فقہی بحث ہے وہ یہ ہے کہ ان دنائیر کی دو حیثیتیں ہو سکتی ہیں یا تو ان کو لفظ قرار دیا جائے یا رکاز، اگر یہ از قبیل لفظ ^۲ تھے تو ان کی تعریف واجب تھی، اور حدیث میں تعریف کا ذکر ہے نہیں لیکن تعریف کی نفی بھی نہیں ہے، لہذا تعریف واجب ہے اور یا یہ کہا جائے سقط التعریف لاجل عدم محل التعریف وعدم امکانہ، یعنی یہ جس جگہ کا واقعہ ہے وہ راستہ عام گذر گاہ نہیں تھا تعریف کی جائے تو کیسے کی جائے اور اگر ان کو از قبیل رکاز قرار دیا جائے تو پھر ان میں خمس واجب تھا، لیکن خمس لینے کا اس حدیث میں ذکر نہیں بلکہ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا میں اشارہ اسکے خلاف ہے، تو ہو سکتا ہے خمس کو آپ ﷺ نے مقداد کے حق میں معاف فرما دیا ہو لاجل فقرہ و حاجتہ، والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

① قال الخطابي: يدل على أنه لو أخذها من الجحر لكان ركازاً يجب فيها الخمس اهـ. (معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ۳ ص ۵۰)

② ابن العربي نے شرح ترمذی میں اس احتمال کو اس طرح لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے چونکہ ان سے یہ پوچھا کہ اهل الجحر؟ تو گویا اس سے اشارہ ہوا اس طرف کہ اگر وہی پائی جاتی تو رکاز ہوتا، لہذا اس کو لفظ قرار دیا گیا الخ (عارضة الاحوذی شرح صحيح الترمذی - ج ۳ ص ۱۴۰)

٤١ - بَابُ تَبْيِشِ الْقُبُورِ الْعَادِيَةِ يَكُونُ فِيهَا الْمَالُ

﴿ پرانی قبروں کو اکھاڑنا ﴾

عَادِيَّةٌ بمعنی قدیمہ، عرب لوگ عَادِيَّةَ لُؤْلُؤِ کر قدیمہ مراد لیتے ہیں کیونکہ قوم عاد کا زمانہ ہمارے اعتبار سے بہت قدیم ہے یعنی پرانی قبروں کو بوقت ضرورت اکھاڑ دینا، عند الجمہور جائز ہے صرح بہ الشامی من غیر کراهة وعند المالکیۃ مع الکراہۃ۔

٣٠٨٨ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ جِئْنَا مَعَهُ إِلَى الطَّائِفِ، فَمَرَرْنَا بِقَبْرِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَذَا قَبْرُ أَبِي رِغَالٍ، وَكَانَ يَهْدِي الْحَرَمَ يَدْفَعُ عَنْهُ، فَلَمَّا خَرَجَ أَصَابَتْهُ التَّفَقُّمَةُ الَّتِي أَصَابَتْ قَوْمَهُ بِهَذَا الْمَكَانِ، فَدُفِنَ فِيهِ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنَّهُ دُفِنَ مَعَهُ عُصْنٌ مِنْ ذَهَبٍ، إِنْ أَتَيْتُمْ تَبَشُّمُوا عَنْهُ أَصَبْتُمُوهُ مَعَهُ»، فَاتَّبَدَرَهُ النَّاسُ فَاسْتَخَرُوا الْعُصْنَ.

سرخسہ

عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی طرف جارہے تھے تو دوران سفر ہمارا گزر ایک قبر پر سے ہوا تو اس وقت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قبر ہے اور وہ اس حرم میں پناہ گزین ہو گیا تھا اس عذاب سے بچاؤ کیلئے جب وہ اس حرم سے باہر نکلا تو اس پر بھی وہی عذاب آں پہنچا جو اسکی قوم پر آیا تھا اسی جگہ..... تو اسکو یہیں پر دفن کر دیا گیا..... اور اسکی قبر کی نشانی یہ ہے کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن کی گئی ہے۔ اگر تم اسکی قبر کو کھودو گے تو تم وہ چھڑی وہاں پاؤ گے۔ تو لوگوں نے اسکی قبر پر پہنچ کر اسکی قبر سے شاخ کی طرح سونے کی ایک چھڑی نکال لی۔

شرح الحدیث اور ابو رغال کا تذکرہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا جب کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ طائف کی طرف جا رہے تھے اور ہمارا گزرا ایک قبر پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے اور حرم مکہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ یہاں چلا گیا تھا عذاب کو اپنے سے ہٹانے کے لئے، پھر جب حرم سے باہر نکلا تو اس کو بھی اس عذاب نے آپکڑا جو اس کی قوم کو پہنچا تھا اسی جگہ تو وہ یہاں دفن کر دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ علامت اس کی یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک سونے کی شاخ دفن کی گئی تھی اگر تم اس کی قبر کو کھود گے تو اس کو اس کے ساتھ پاؤ گے، یہ سن کر صحابہ اس قبر کی طرف دوڑے اور اس قبر کو کھود کر اس میں سے وہ سونے کا سر یہ نکال لیا کہا گیا ہے کہ یہ سونے کا سر یہ بین رطل وزن کا تھا۔

ترجمہ الباب پر تو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ باب یہاں کا نہیں ہے کتاب الجنائز جو شروع ہونے والی ہے اس میں ہونا چاہئے تھا، لیکن مضمون حدیث سے اس باب کو یہاں لانے کی مناسبت ظاہر ہو گئی مضمون رکاز کا چل رہا ہے اس کی قبر میں بھی چونکہ سونا دبا ہوا تھا

جس کو نکالا گیا تو یہ قبر بمنزلہ رکاز ہو گئی، واللہ در المصنف، ابو رغال کے بارے میں لکھا ہے ہو ابو ثقیف یعنی قبیلہ ثقیف کا جد اعلیٰ یہی تھا اور قوم ثمود سے تھا حضرت صالح علیہ السلام کا عامل تھا، اس کی تاریخ بہت تاریک ہے قبیل: کان دلیل الحبشة حین جاء ویدھم الکعبہ، یعنی حبشہ کی فوج جو ابرہہ کی امارت میں خدم کعبہ کیلئے آئی تھی اس کار بہر یہی تھا، ظلم اور فحوت میں ضرب المثل تھا، حاجی لوگ اس کی قبر کا رجم ہمیشہ کرتے چلے آئے ہیں، چنانچہ جریر شاعر کہتا ہے اپنے حریف فرزدق کے حق میں:

ط إذا مات الفرزدق فإبراهيم ... كما تزعمون قدراً أبي رغال^۱

اس کا ذکر سنن ترمذی میں بھی آیا ہے کہ ایک شخص نے جو قبیلہ ثقیف کا تھا اس نے اپنی سب بیویوں کو ایک ساتھ طلاق دیدی، تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: لئن أجمعن نساءك أو لئن أجمعن قديرك كما هجم قديرو أبي رغال^۲ اھ یہ حدیث اعلام نبوت سے ہے اور اخبار بالغيثات کے قبیل سے ہے۔

یہ ابواب القطائع و احیاء الموات کتاب الخراج ہی کے مباحثات میں سے ہیں لہذا یہ سمجھئے کہ یہاں آکر کتاب الخراج پوری ہو گئی۔ اللہ الحمد والمنة۔

آخر کتاب الخراج والإمارة

۱ بدل المجہود فی حل أبی داود - ج ۱۴ ص ۴۵

۲ جامع الترمذی - کتاب النکاح - باب ما جاء فی الرجل یسلم وعدہ عشر نسوة ۱۱۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الجنائز

جنازوں سے متعلق ذخیرہ احادیث

اس کتاب کی مناسبت کتاب الخراج والفقہ سے اس طرح سمجھئے کہ خراج کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ وہ تعلقات و محققات جہاد سے ہے اور جہاد اور جناز میں مناسبت ظاہر ہے **إِذَا جَاءَ الْيَوْمَ يُنْفَخُ عَنْ الْمَوْتِ** یعنی جہاد موت کو یاد دلانے والی چیز ہے اور اس کے بہت قریب ہے، جہاد میں اپنی جان کی بازی ہوتی ہے، اور ضحیح بخاری اور مسلم میں کتاب الجنائز کتاب الصلاة کے بعد متضلاً مذکور ہے، صلوة الجنائزہ کی مناسبت سے جو کہ احکام میت میں سے ہے، اور جامع ترمذی میں یہ کتاب کتاب الحج کے بعد متضلاً ہے یعنی ارکان اربعہ سے فارغ ہونے کے بعد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ آدمی کا مقصود ان عبادات اور ارکان اسلام کے ادا کرنے سے آخرت کی تیاری ہے، صلوة الجنائز کی مشروعیت جیسا کہ اوجز میں لکھا ہے، اس سے ہے لہذا جن صحابہ کی وفات قبل الهجرة مکہ مکرمہ میں ہوئی ان پر نماز نہیں پڑھی گئی، کذا فی هامش البذل^۱۔

فائدہ تاریخیہ بذل المجہود سے متعلق: نیز حضرت شیخ نے حاشیہ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا جو آخری سفر حجاز بنیت ہجرت و تکمیل بذل ہو تو مدینہ منورہ میں پہنچنے کے بعد بتاریخ ۱۳ محرم ۱۳۴۴ یم یوم السبت میں ابو داؤد کی شرح کا باقی حصہ یہاں (کتاب الجنائز) سے لکھنا شروع ہوا، اہ^۲ اور بذل المجہود کے آخر میں خود حضرت سہارنپوریؒ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اس شرح کی تسوید مدینہ منورہ روضۃ من ریاض الجنۃ میں سید ولد آدم بلکہ سید الخلق والعالَم کی قبر کے قریب بتاریخ اکیس شعبان ۱۳۴۵ یم میں پوری ہوئی، اہ^۳ یعنی کتاب الجنائز سے اخیر تک تقریباً بیڑھ سال میں۔

جنازہ، جنازہ کی جمع ہے اور جنازہ میں دو لغت ہیں بفتح الجیم و بکسر الجیم، بفتح الجیم میت کو کہتے ہیں اور بکسر الجیم اس نعش یعنی سریر کا نام ہے جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے، وقیل بعکس ذلک، یہ مشتق ہے جنوز سے بمعنی السور جو کہ باب ضرب سے ہے بظاہر مجنوز کے معنی میں ہے بمعنی مستور کیونکہ میت کو مستور رکھا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آدمی کا جب

۱ اوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۳۸۸. بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۴۵

۲ دار الكتب العلمية بيروت سے مطبوعہ نسخہ بذل المجہود میں اس طرح ہے "شرع تسوید البذل من مہنا فی البلدة الطاهرة المدينة المنورة ۱۳ محرم سنة ۱۳۴۵ یم. یوم السبت". (بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۴۵)

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۲۰ ص ۲۱۹

انتقال ہو جائے تو اس کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا جائے، ویسے بلا ضرورت بھی اس کے چہرہ کو کھولنا مناسب نہیں، غسل وغیرہ میں بھی پورے پردے کا لحاظ ضروری ہے۔

۱۔ باب الأمراض المكفورة للذنوب

باب ان امراض کے بارے میں جو گناہوں کے لئے کفارہ ہو جاتے ہیں

امراض چونکہ عام طور سے مقدمۃ الموت ہوتے ہیں اس لئے کتاب الجنائز کی ابتداء اس باب سے فرمائی۔

۳۰۸۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّقِيبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ، يُقَالُ لَهُ: أَبُو مَنظُورٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمِّي، عَنْ عَامِرِ الزَّامِ، أَخِي الْخَمِيرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ التَّقِيبِيُّ: هُوَ الْخَمِيرُ، وَلَكِنْ كَذَّابٌ - قَالَ: إِنِّي لَبِلَا دَنَا إِذْ رَفَعْتُ لَنَا آيَاتِ وَالْوَيْتَةِ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا لَوَاءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَيْنَاهُ وَهُوَ تَحْتَ شَجَرَةٍ قَدْ بُسِطَ لَهُ كِسَاءٌ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَيْهِ، وَقَدْ اجْتَمَعَ إِلَيْهِ أَصْحَابُهُ، فَجَلَسْتُ إِلَيْهِمْ، فَذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ، فَقَالَ: «إِنَّ الْمَوْتِ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ، ثُمَّ أَخْفَاكَ اللَّهُ مِنْهُ، كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ، وَمَوْعِظَةً لَهُ فِي مَا يَسْتَقْبِلُ، وَإِنَّ النَّاسَ إِذَا مَرَضَ ثُمَّ أُعْفِيَ كَانَ كَالْبَيْدِ، عَقْلُهُ أَهْلُهُ، ثُمَّ أُرْسِلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقِلُوهُ، وَلَمْ يَدْرِ لِمَ أُرْسِلُوهُ» فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ حَوْلَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْأَسْقَامُ؟ وَاللَّهِ مَا مَرَضْتُ قَطُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُمْ عَنَّا، فَلَسْتُ مِنَّا»، فَبَيْنَا نَحْنُ عِنْدَهُ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدَيْهِ شَيْءٌ قَدْ التَفَّ عَلَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَمَّا أَتَيْتُكَ أَقْبَلْتُكَ إِلَيْكَ فَمَرَرْتُ بِغَيْصَةِ شَجَرٍ فَسَمِعْتُ فِيهَا أَصْوَاتَ فِرَاحٍ طَائِرٍ، فَأَخَذْتُ مِنْ فَوْضَعْتُهُنَّ فِي كِسَائِي، فَجَاءَتْ أَمْهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي، فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ، مَعَهُنَّ فَلَفَقَتْهُنَّ بِكِسَائِي، فَهُنَّ أَوْلَاءُ مَعِي، قَالَ: «ضَعْنَهُنَّ عَنكَ» فَوَضَعْتُهُنَّ، وَأَبَتْ أَمْهُنَّ إِلَّا لَزُومَهُنَّ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: «أَتَعْجَبُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْفِرَاحِ فِرَاحَهَا؟» قَالُوا: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللَّهِ [صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ]، قَالَ: «قَوْلَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْفِرَاحِ يَفِرُّ أَحِبَّهَا، انْزَجِعَ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتُهُنَّ وَأَمْهُنَّ مَعَهُنَّ» فَرَجَعَ بِهِنَّ.

محمد بن اسحق فرماتے ہیں کہ اہل شام کے ایک شخص جن کو ابو منظور کہا جاتا تھا انہوں نے مجھے اپنے چچا سے یہ بیان کیا کہ میرے چچا نے خضر کے بھائی عامر رام سے یہ بات بیان کی امام ابو داؤد فرماتے ہیں (استاد) نقلی کہتے ہیں کہ وہ لفظ خضر (خاء کے پیش اور ضاد کے سکون کے ساتھ) ہی ہیں لیکن محمد بن مسلمہ نے اسی طرح خضر خاء کے زبر اور ضاد کے زیر کے ساتھ ذکر کیا عامر رام فرماتے ہیں کہ میں اپنے وطن میں تھا کہ اچانک ہم نے کچھ جھنڈے بلند ہوتے ہوئے دیکھے میں نے کہا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کا جھنڈا ہے تو میں فوراً آپ ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ اس وقت ایک درخت کے نیچے

تشریف فرما تھے ایک چادر آپ کے لئے بچھائی گئی تھی جس پر آپ بیٹھے تھے آپ کے چاروں طرف صحابہ کرام جمع تھے میں بھی ان میں بیٹھ گیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ بیمار یوں کا تذکرہ فرما رہے تھے آپ نے فرمایا کہ جب ہومن کو کوئی بیماری پہنچتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسکو اس سے شفاء عطاء فرماتے ہیں تو یہ بیماری اسکے گزشتہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ کیلئے اسکے لئے عبرت کا باعث بن جاتی ہے اسکے بالمقابل جب منافق آدمی بیمار ہوتا ہے پھر وہ اسی سے شفاء پالیتا ہے تو اسکی حالت بمنزلہ اس اونٹ کے ہوتی ہے جس کو اسکا مالک (ایک وقت) باندھ دیتا ہے اور پھر (دوسرے وقت) کھول دیتا ہے تو وہ اونٹ یہ نہیں سمجھتا کہ اسکے مالک نے اس کو کیوں باندھا اور کیوں کھولا۔ پھر اطراف میں موجود لوگوں میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! بیماریاں کیا ہوتی ہیں؟ واللہ میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ کہ تم ہماری محبت کے قابل نہیں ہو (راوی کہتے ہیں کہ) ابھی ہم آپ کی مجلس میں ہی بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا جس پر چادر تھی اور اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر چادر کا پلہ ڈال رکھا تھا اسنے عرض کیا کہ جب میری نظر آپ پر پڑی تھی تو میں فوراً آپ کی طرف چل پڑا تھا تو میرا گزر درختوں کے ایک جھنڈ پر ہوا تو میں نے اس میں سے پرندوں کے چوزوں کی آوازیں سنیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں رکھ لیا تو ان چوزوں کی ماں آئی اور میرے سر پر چکر لگانے لگی میں نے ان پر سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ان پر بیٹھ گئی (اور بیتی نہ تھی) تو میں نے ان سب پر اپنی چادر ڈھانپ دی تو وہ سب میرے ساتھ ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کو نیچے رکھ دو میں نے ان کو نیچے رکھ دیا اسوقت ان کی ماں ان سے چٹی ہوئی تھی بیتی نہ تھی اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا: کیا تم ان چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر ترس کھانے پر تعجب کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دیکر بھیجا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہے بہ نسبت چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر (پھر اس شخص سے فرمایا) ان کو واپس لے جاؤ اور وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے ان کو اٹھایا اور ان کی ماں کو ان کے ساتھ رکھ آؤ تو وہ انہیں واپس لے گئے۔

شرح الحدیث:

ابو منظور شامی راوی کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا عامر رام سے روایت کرتے ہوئے جو خضر کے بھائی ہیں، آگے مصنف کہہ رہے ہیں کہ میرے استاد عبدالرحمن بن محمد النفلی کہتے ہیں کہ یہ لفظ صحیح خضر ہے لیکن میرے استاد یعنی محمد بن سلیمان نے اسی طرح کہا تھا، یہ عامر رام جن کو عامر رامی بھی کہتے ہیں ان کا شاگرد صحابہ میں ہے، کما فی التہذیب ①۔

قَالَ: إِنِّي لَبِلَادِنَا إِذْ رَفَعَتْ لَنَا آيَاتُ وَالْوَيْقَةُ مَضْمُونٌ حَدِيثٌ يَهْدِي نَعَامُ فَرَمَاتِهِ هِيَ فِي أَمْرِ شَهْرٍ مِثْلٍ تَحَاوُ أَجَانِكَ جَنْدٍ

جھنڈے بلند ہوتے ہوئے میں نے دیکھے میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ حضور ﷺ کا جھنڈا ہے تو میں فوراً آپ کی خدمت میں گیا، اس وقت آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے، ایک چادر بچھی ہوئی تھی جس پر آپ ﷺ بیٹھے تھے، آپ کے چاروں طرف صحابہ کرام تھے میں بھی ان میں بیٹھ گیا تو اس وقت آپ ﷺ بیمار یوں کا تذکرہ فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مومن کو جب کوئی بیماری پہنچتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسکو اس سے شفا عطا فرماتے ہیں تو یہ بیماری اسکے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اور آئندہ کیلئے موجب عبرت، اور اسکے بالمقابل جب منافق آدمی بیمار ہوتا ہے پھر اس سے شفا پاتا ہے تو اس کا حال بمنزلہ اس اونٹ کے ہوتا ہے جس کو اس کا مالک ایک وقت میں باندھتا ہے اور پھر دوسرے وقت میں کھول دیتا ہے تو وہ اونٹ یہ نہیں سمجھتا کہ کیوں اس کے مالک نے اس کو باندھا تھا اور کیوں اب کھول دیا۔ (قال تعالیٰ: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّ هُمْ أَصْلُ) ①۔

آگے روایت میں یہ ہے کہ اس موقع پر حاضرین میں سے ایک شخص نے بے پرواہی کے ساتھ یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ امراض کیا ہوتے ہیں واللہ میں تو کبھی بیمار ہوا نہیں، تو آپ ﷺ کو اس کے اس طرز پر ناگواری ہوئی اور فرمایا: قُمْ عَنَّا، فَلَسْتُ مِمَّا كُأْتُهُ يَہَا سَے تو ہماری صحبت کے قابل نہیں۔

فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَكَ إِذْ أَقْبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كِسَاءٌ، وَفِي يَدَيْهِ شَيْءٌ قَدِ اتَّقَفَ عَلَيْهِ رَاوِي کہتا ہے کہ ہم آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس پر چادر تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر چادر کا پلہ ڈال رکھا تھا اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ جب میری آپ ﷺ پر نظر پڑی تھی تو میں فوراً آپ کی طرف چل پڑا تھا تو میرا گدرا ایک جھاڑ پر کو ہوا (درختوں وغیرہ کا مجموعہ) تو اس جھاڑ میں سے میں نے پرند کے چوزوں کی آواز سنی تو میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں ان کو رکھ لیا تو ان چوزوں کی ماں آئی اپنے بچوں کی وجہ سے اور بالکل میرے سر پر گھومنے لگی اڑتی ہوئی، میں نے ان چوزوں پر سے کپڑا ہٹا دیا تو وہ ان پر فوراً بیٹھ گئی ان پر سے ہٹتی نہیں تھی یہاں تک کہ میں نے ان سب پر چادر ڈھانک دی اور کہا کہ وہ سب چوزے وغیرہ میرے ساتھ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان کو یہاں نیچے رکھ میں نے ان کو نیچے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا پھر بھی ان کی ماں ان پر سے ہٹ نہیں رہی تھی، سارے صحابہ اس منظر کو دیکھ کر متعجب تھے، اسلئے کہ پرندہ تو آدمی کے قریب نہیں ٹھہرتا۔

حق تعالیٰ شانہ کی اپنے بندوں پر بے پایاں رافت و رحمت: تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اَتَعْبُدُونَ لِرُحْمِ أُمِّ الْاَفْرَاحِ فَوَاحِہَا؟ کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر ترس کھانے کی وجہ سے تعجب کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا فَوَاحِہَا الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ، اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْاَفْرَاحِ فَوَاحِہَا، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے

نبی برحق بنا کر بھیجا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر زیادہ مہربان ہیں بہ نسبت چوزوں کی ماں کے اپنے چوزوں پر، اور پھر آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ کہ ان کو جہاں سے اٹھا کر لائے ہو سب کو وہیں رکھ آؤ۔

یہاں پر حاشیہ بذل^۱ میں ابو داؤد کے کسی دوسرے نسخہ (ابن العبد اور ابن داسہ) سے ایک حدیث اور نقل کی ہے۔

۳۰۹۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الثَّقَلِيُّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمُصِصِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السَّلْمِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ^۲ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنَزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتِلَاءُ اللَّهِ فِي جَسَدِهِ، أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ ثَعْبَانَ: «لَمْ يَصْبِرْ عَلَى ذَلِكَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - حَتَّى يُبْلَغَهُ الْمَنَزِلَةُ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى».

ترجمہ: محمد بن خالد سے روایت ہے۔ امام ابو داؤد کہتے ہیں: ابراہیم بن مہدی نے کہا کہ محمد بن خالد اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا جنہیں نبی اکرم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل تھا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے: جب کسی بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ایسی منزلت اور مرتبہ ہوتا ہے کہ جس تک وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا مال یا اولاد کی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابن نفیل نے یہ اضافہ بیان کیا ہے: پھر اس کو اس پر صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اسکے مرتبہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اسکے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

شرح الحدیث: جس کا مضمون یہ ہے: محمد بن خالد اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ جب کسی بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ایسی منزلت اور مرتبہ ہوتا ہے کہ جس تک وہ اپنے عمل کی وجہ سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے جسم میں یا مال یا اولاد کی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اس کو اس پر صبر کی توفیق عطا فرماتے ہیں یہاں تک کہ اس کو اسکے مرتبہ تک پہنچا دیتے ہیں جو اسکے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اس حدیث سے مصائب کا رفع و رجأت کا باعث ہونا واضح ہو رہا ہے، اور دوسری بات یہ بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ گوئی الواقع بندہ کو سب کچھ ملتا تو ہے اللہ تعالیٰ کے فضل ہی سے لیکن دنیا دار العمل والاسباب ہے اللہ تعالیٰ نے صورتِ ثواب و عقاب ہر دو کو عمل کے ساتھ مربوط فرما رکھا ہے، قال تعالیٰ: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا^۳۔

① یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو نسخہ محققہ محمد محی الدین عبد الحمید میں برقم ۳۰۹۰ موجود ہے۔ (بذل المجہود فی حل ابی داؤد ج ۱ ص ۴۸)

② والحدیث برداء ابو داؤد و برداء احمد و الطبرانی فی الکبیر و الاوسط، کذا فی کتاب من روی عن ابیہ عن جدہ للقاسم بن قطلوبغا، وفی تعلیقہ وقال فی مجمع الزوائد ۲ ص ۲۹۲ و محمد بن خالد و ابیہ لم أعرفہما وادردہ، الہیثمی کذلک وفی مجمع البحرین ج ۱ ص ۹۹ اھ مختصر اوفی هذا التعلیق تفصیل من شاء فلیرجع الیہ.

③ جس نے بنایا مرنا اور بینا تاکہ تم کو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام (سورۃ الملک ۲)

۲۔ بَابُ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا فَشَقَلَتْ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ

جو شخص نیک اعمال (استقامت کے ساتھ) کرتا رہے پھر بیماری یا سفر کی وجہ سے وہ اعمال نہ کر سکے اسکے بیان میں ۶۰
 ۳۰۹۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، وَحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ
 الرَّحْمَنِ الشَّكْسَكِيِّ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ مَرَّةٍ، وَلَا مَرَّتَيْنِ يَقُولُ: «إِذَا
 كَانَ الْعَبْدُ يَعْمَلُ عَمَلًا صَالِحًا، فَشَقَلَتْ عَنْهُ مَرَضٌ أَوْ سَفَرٌ، كُتِبَ لَهُ كَصَالِحٍ مَا كَانَ يَعْمَلُ، وَهُوَ صَحِيحٌ مُقِيمٌ».

ابو موسیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک یا دو مرتبہ نہیں بلکہ زیادہ بار سنا
 آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی عمل صالح کو کیا کرتا ہو پھر وہ کسی بیماری یا سفر کی وجہ سے اسکو نہ کر سکے تو وہ عمل
 اسکے نامہ اعمال میں اس کیلئے اسی طرح لکھا جاتا ہے جیسا کہ وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۳۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۰۹۱) مسند احمد - اول مسند الکوفیین
 (۴۱۰/۴) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۴۱۸/۴)

شرح الحدیث: ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بارہا سنا ہے آپ ﷺ فرماتے
 تھے کہ جب کوئی آدمی کسی عمل صالح کو کیا کرتا ہو اور پھر کسی سفر یا مرض کی وجہ سے اسکو نہ کر سکے تو اسکے نامہ اعمال میں وہ عمل
 صالح بہت عمدہ کر کے لکھا جاتا ہے جس کو وہ صحت اور اقامت کی حالت میں کرتا تھا۔ والحدیث أخرجه البخاری، قاله
 المنذرى۔

۳۔ بَابُ عِيَادَةِ النِّسَاءِ

جو عورتوں کی عیادت کرنے کے متعلق باب ۶۰

۳۰۹۲ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، عَنْ أَبِي عَوَّانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أُمِّ الْعَلَاءِ، قَالَتْ: عَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضَةٌ، فَقَالَ: «أَبْشِرِي يَا أُمُّ الْعَلَاءِ، فَإِنَّ مَرَضَ الْمُسْلِمِ يَذْهَبُ اللَّهُ بِهِ خَطَايَا، كَمَا تَذْهَبُ النَّارُ
 خَبَثَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ».

عبد الملک بن عمیر ام العلاء سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت
 فرمائی اور میں بیماری کی حالت میں تھی پس فرمایا: اے ام العلاء! تم کو بشارت ہو اسلئے کہ مسلمان کی بیماری کا معاملہ ایسا ہے
 کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے سے اسکی خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں جس طرح کہ آگ سونے اور چاندی کے میل اور زنگ کو
 دور کر دیتی ہے۔

شرح الحدیث: اُمی عیادة الرجال النساء فالإضافة الى المفعول، چنانچہ حدیث الباب میں ہے ام العلاء فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میری عیادت فرمائی وانا مریضہ اور عیادت کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام العلاء! خوش ہو جا اس لئے کہ مسلمان کی بیماری اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے گناہوں کو اس طرح زائل فرما دیتے ہیں جس طرح آگ سونے چاندی کے میل کو، یہ ام العلاء حضرت حکیم بن حزامؓ کی پھوپھی تھیں۔

۹۳: ۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثَيْرٍ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْقَظْأُ ابْنُ بَشَّارٍ - عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْحَزَّازِ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي لَأَعْلَمُ أَشَدَّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ؟ قَالَ: «آيَةُ آيَةِ يَا عَائِشَةُ؟» قَالَتْ: قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: {مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ} ①، قَالَ: «أَمَّا عَلِمْتُ يَا عَائِشَةُ، أَنَّ الْمُؤْمِنَ نُصِيبُهُ الثَّكْبَةَ، أَوِ الشُّوْكَهَ فَيَكْفَأُ بِأَسْوَأِ عَمَلِهِ وَمَنْ لِحُسْبِ عَذَابٍ» قَالَتْ: أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: {فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا} ②، قَالَ: «ذَاكُمْ الْعَرْضُ، يَا عَائِشَةُ مَنْ تَوَقَّشَ الْحِسَابَ عَذَابٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْقَظْأُ ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ.

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اللہ کی کتاب (قرآن) کی سب سے سخت اور خوف دلانے والی آیت کو جانتی ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی آیت ہے اے عائشہ؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: {مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ} جو کوئی گناہ کرے گا اس کا اسے بدلہ دیا جائے گا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ مسلمان کو جب دئی مصیبت پہنچتی ہے یا کاٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے برے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہو جاتا ہے البتہ جس سے (وہاں) حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں ڈالا جائے گا حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ عنقریب ان سے آسان حساب لیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! وہ (حساب) تو محض (اللہ پاک کے دربار میں گناہوں کا) پیش کرنا ہوتا ہے اور جس کے حساب کی پوچھ گچھ شروع ہو گئی تو وہ ضرور عذاب میں ڈالا جائے گا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اور یہ ابن بشار کے الفاظ ہیں اور انہوں نے ابن ابی ملیکہ سے حدیث کے الفاظ نقل کئے۔

تخریج: صحیح البخاری - العلم (۱۰۳) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۵۵) صحیح البخاری - الرقاق (۶۱۷۱) صحیح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (۲۸۷۶) جامع الترمذی - صفة القيامة والرقائق والورع (۲۴۲۶) جامع الترمذی - تفسیر القرآن (۳۳۳۷) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۰۹۳) مسند أحمد - باقی مسند الانصار (۴۷/۶)

① جو کوئی برا کام کرے گا اس کی ہزا پادے گا (سورۃ النساء: ۱۲۳)

② تو اس سے حساب لیں گے آسان حساب (سورۃ الانشقاق: ۸)

وكتب في البذل: هذا الحديث لا مناسبة له بباب عيادة النساء بل له مناسبة بالباب الذي قبله ^١.

﴿ عیادت کے متعلق حکم ﴾

ترجمہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی (منافق) کی عیادت کرنے تشریف لے گئے اسکے اس مرض میں جس میں اسکی موت واقع ہوئی جب آپ ﷺ اسکے پاس پہنچے تو آپ کو اس پر موت کے آثار معلوم ہو گئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو یہود کی محبت سے منع کیا کرتا تھا وہ کہنے لگے لگا کہ اسعد بن

زرارہ تو یہود سے بعض رکھتے تھے تو ان کو یہ بغض کیا کام آیا؟ اسکے بعد جب وہ مر گیا تو اسکے بیٹے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی! عبد اللہ بن ابی کی وفات ہو چکی آپ ﷺ مجھے اپنی قمیض عنایت فرما دیجئے کہ اس میں انہیں کفن دے دوں چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر ان کو دیدی۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۰۹۴) مسند احمد - مسند الانصار، رضی اللہ عنہم (۲۰۱/۵)

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے: حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین کے مرض الموت میں حضور ﷺ اس کے پاس عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ نے اس کو دیکھ کر اس میں علامات موت کو پہچان لیا، اور فرمایا آپ نے اس سے قَدْ كُنْتُ أَتُحِبُّ يَهُودَ میں تجھ کو محبت یہود سے منع کیا کرتا تھا (اور حُب یہودی نے تجھ کو اس نفاق میں مبتلا کیا تھا اور اب نفاق کی حالت میں مر رہا ہے، صرف زبانی اسلام لانا تو مفید نہیں)، اس نے آپ ﷺ کی یہ بات سن کر کہا فَقَدْ أَبْغَضَهُمْ سَعْدُ بْنُ زُرَّارَةَ قَمَہ کہ سعد بن زرارہ تو یہود سے محبت نہیں کرتے تھے بلکہ ان سے بغض رکھتے تھے پس کیا کام آیا اسکے یہ بغض یہود، یہ اناری حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب ہی نہ سمجھا، آپ ﷺ کا اشارہ تو عذابِ آخرت کی طرف تھا، اس نے سمجھا کہ اصل نفع موت سے بچنے میں ہے اسی لئے کہا کہ سعد بن زرارہ ہی کون سے بچ گئے موت سے۔

عبد اللہ بن ابی نے سعد بن زرارہ کے بارے میں بغض یہود کو ثابت کیا، ان کے بغض کا کوئی خاص واقعہ تو ملا نہیں اُصَابَہ وغیرہ میں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کا بغض اس طرح ثابت ہے کہ یہ اَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى الْإِطْلَاقِ ہیں، یعنی مدینہ جہاں بکثرت یہود بستے تھے وہاں اسلام کی ابتداء ان ہی سے ہوئی علی رغم انف یہود، اور ظاہر ہے کہ مدینہ سے یہ دکی جزائل اسلام ہی نے کاٹی ہے نیز ان کی اور بھی بعض خصوصیتیں ہیں فانہ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ الْجُمُعَةَ فِي الْمَدِينَةِ قَبْلَ هِجْرَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔

کما مرقی کتاب الصلوٰۃ فی باب الجمعة فی القری۔

اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مر گیا تو حضور ﷺ کے پاس اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبد اللہ تھا اور اسلام لاپچکے تھے انہوں نے آکر آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ اپنا قمیض مجھے عنایت فرما دیجئے تاکہ اپنے باپ کی تکفین اس میں کروں، آپ ﷺ نے اپنا قمیض اتار کر ان کو دیدیا، ابو داؤد کی اس روایت میں تو اتنا ہی ہے اور صحیحین کی روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اسکو قبر سے نکلوا یا اور اس کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اس پر آپ ﷺ اپنے دہن کی ریق مبارک کو چکایا، اور اپنا قمیض اس کو پہنایا۔

بذل^۱ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا قمیض دینا اس کے بیٹے کی دلداری کے لئے تھا (کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا تھا) باوجود اس کے کہ آپ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کا قمیض نفاق کے ساتھ کچھ نفع بخش نہیں ہو سکتا، اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قمیض عطا کرنا

اس کے اس احسان کے بدلہ میں تھا کہ اس نے آپ ﷺ کے عم محترم حضرت عباسؓ کو اپنا قیص دیا تھا، اس لئے کہ حضرت عباسؓ جنگ بدر میں قید کئے گئے تھے اور ان کا قیص پھٹ گیا تھا ان کیلئے قیص کی ضرورت تھی تو ابن ابی نے اس وقت اپنا قیص دیدیا تھا کیونکہ طویل القامت ہونے کی وجہ سے کسی اور کی قیص ان کو نہیں آتی تھی، پھر اسلام تو وہ بعد میں لائے قبل فتح خیبر علی قول۔

۵۔ باب فی عیادۃ الذمینی

ذمی (معاہد) کی عیادت کے متعلق حکم کے بیان میں

۳۰۹۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ عَلَامًا، مِنَ الْيَهُودِ كَانَ مَرِيضًا فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُودُهُ فَنَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ: أَسْلِمْتَ فَتَنْظُرُ إِلَى أَبِيهِ، وَهُوَ عِنْدَ رَأْسِهِ، فَقَالَ لَهُ أَبُوهُ: أَطِيعْ أَبَا الْقَاسِمِ فَأَسْلَمَ، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْقَذَنِي مِنَ النَّارِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہو گیا تھا تو آپ ﷺ اس کے پاس عیادت کرنے تشریف لائے پھر اس کے سر ہانے بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا کہ اسلام لے آؤ تو وہ یہودی لڑکا اپنے باپ کو جو اس کے سر کے قریب بیٹھا تھا دیکھنے لگا اس پر اس کے والد نے اس سے کہا کہ ابو القاسم کی اطاعت کرو تو وہ اسلام لے آیا اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرما رہے تھے کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس (لڑکے) کو آگ سے بچالیا۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۹۰) صحیح البخاری - المرضی (۵۳۳۳) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۰۹۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۱۷۵/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۲۷/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۶۰/۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۰/۳)

شرح الحدیث: مضمون یہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا، آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا کہ اسلام لے آ، اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا وہ بھی وہیں کھڑا تھا، اس نے کہا ہاں ابو القاسم کی اطاعت کر چنانچہ وہ اسلام لے آیا، حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا حمد و شکر ادا کرتے ہوئے چلے آئے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے اس کو جہنم سے نجات دیدی۔

یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے فی باب إذا أسلم الذمینی فمات هل یصلی علیہ وهل یغرض علی الصبی الإسلام اس کے شروع میں اس طرح ہے: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ غُلَامٌ يَهُودِيٌّ يَخُودُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَضَ الْحَدِيثُ مُصَنَّفٌ فِيهِ اس حدیث سے عیادت ذمی کا جواز ثابت کیا ہے، حاشیہ بذل میں ہے: ویجوز عیادۃ الذمینی عندنا بالإجماع

کذا فی الشاشی، وعن أحمد فیہ روایتان، كما فی الشرح الكبير^①، والحدیث أخرجه البخاری والنسائی، قاله المنذرى۔

٦۔ باب المتشی فی العیادۃ

عیدات کے لئے پیدل چلنے کے متعلق حکم

٣٠٩٦ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الشَّكْبَرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُوضِي لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا يَزْدُون».

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری عیادت کرنے آتے تو نہ خچر پر سوار ہوتے اور نہ ترکی (غیر عربی) گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے۔

صحیح البخاری - تفسیر القرآن (٤٣٠١) صحیح البخاری - المریض (٥٣٢٧) صحیح البخاری - المریض (٥٣٤٠) صحیح البخاری - الفرائض (٦٣٤٤) صحیح البخاری - الاعتصام بالکتاب والسنة (٦٨٧٩) صحیح مسلم - الفرائض (١٦١٦) جامع الترمذی - الفرائض (٢٠٩٧) سنن أبي داود - الجنائز (٣٠٩٦) سنن ابن ماجه - الفرائض (٢٧٢٨) مسند أحمد - باقی مسند المکتوبین (٣٠٧/٣) شرح الحدیث حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے (یعنی پیادہ) آپ ﷺ سوار نہ ہوتے تھے نہ خچر نہ ترکی گھوڑے پر۔

مصنف نے حدیث کے وہی معنی لئے جو ہم نے ترجمہ کے اندر لکھے، یعنی مطلقاً رکوب کی نفی، حضرت شیخ کے حاشیہ میں ہے نما ترجمہ بہ المصنف علیہ حمل الجمهور الحدیث، وحمله بعضهم علی أنه کان راكباً علی غیر البغل والبرذون اه مختصراً^②۔ حافظ منذری فرماتے ہیں: حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سعد بن عبادہ کی عیادت فرمائی راكباً علی حمار اور ایک حدیث جابر میں ہے: أتانی النبی ﷺ وأبو بکر وهما ماشیان، لہذا أمر بوضی کی عیادت راكباً و ماشیان دونوں طرح مسنون ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والترمذی قاله المنذرى۔

٧۔ باب فی فضل العیادۃ علی وخصو

باو وضو عیادت کرنے کی فضیلت کے متعلق باب

٣٠٩٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْنٍ الطَّائِفِيُّ، حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ رَوْحٍ بْنِ حُلَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْقُضَيْلُ بْنُ دَهْمٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَاتِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ

① بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ١٤ ص ٥٦

② بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ١٤ ص ٥٧

الْوُضُوءَ، وَعَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لِحُسْبَانَا بُوعَدَ مِنْ جَهَنَّمَ، مَسِيرَةَ سَبْعِينَ خَرِيفًا» قُلْتُ: يَا أَبَا حَمْزَةَ، وَمَا الْخَرِيفُ؟ قَالَ: «الْقَامُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَالَّذِي تَقَرَّدَ بِهِ الْبَصَرِيُّونَ مِنْهُ الْعِيَادَةُ وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو وہ جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جائے گا میں (ثابت بنانی) نے پوچھا: اے ابو حمزہ (حضرت انس) اخریف کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا: ایک سال۔

شرح الحدیث: ہمارے استاذ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے العیادۃ افضل من العبادۃ لفظاً ومعنی، اس باب میں مصنف نے اولاً حضرت انسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے محض ثواب کی نیت سے تو وہ شخص جہنم سے ستر سال کی مسافت کے بقدر دور کر دیا جاتا ہے، اور ثانیاً حضرت علیؓ کی حدیث ذکر کی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے صبح کے وقت تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کیلئے شام تک استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے شام کے وقت تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کیلئے صبح تک استغفار کرتے رہتے ہیں، اور اس کیلئے جنت میں ایک باغ ہو جاتا ہے۔ خریف بمعنی بستان جس کو مخراف بھی کہتے ہیں، اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے من حدیث ثوبانؓ یَزَلُ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ^۱، اور اسی روایت کے ایک دوسرے طریق میں یہ زیادتی ہے قیل: مَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: جَنَّتَاهَا^۲، یعنی جنت کے پھل، فواکہ، ہمارے استاد محترم حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ہے تو پھر جس زمانہ میں دن بڑا ہوتا ہے اس وقت عیادت صبح کے وقت کرنی چاہئے اور جب رات بڑی ہو تو اس وقت عیادت کرنی چاہئے شام کے وقت۔

۳۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: «مَا مِنْ رَجُلٍ يُغُودُ مَرِيضًا مُسِيًّا، إِلَّا خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُضْهِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ أَتَاهُ مُضْبِحًا، خَرَجَ مَعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن نافعؓ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص جو شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ نکلتے ہیں جو اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور اسکے لئے ایک باغ ہے جنت میں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کرے گا تو اسکے ساتھ ستر ہزار

① جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما جاء فی عیادۃ المریض ۹۶۷

② جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما جاء فی عیادۃ المریض ۹۶۸

فرشتے نکلتے ہیں جو اسکے لئے شام تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اسکے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔

۳۰۹۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّنْ تَأْتِيهِمْ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَرَوُا هَذَا مُنْصَوِّرًا، عَنِ الْحَكَمِ، كَمَا تَرَوُا هَذِهِ شُعْبَةً.

ترجمہ: حضرت علیؑ نے نبی اکرم ﷺ سے مرفوعاً اسی طرح روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس کو منصور نے حکم ابو حفص سے روایت کیا جس طرح اس کو شعبہ نے روایت کیا ہے یعنی موقوفاً۔

۳۱۰۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُنْصَوِّرٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَافِعٍ، قَالَ: وَكَانَ نَافِعٌ غُلَامَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، قَالَ: جَاءَ أَبُو مُوسَى، إِلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، يُعَوِّدُهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَأَقِ مَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أُسْنِدُ هَذَا عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهِ صَحِيحٍ».

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت حسن بن علیؑ کی عیادت کیلئے آئے اسکے بعد شعبہ کی حدیث کے ہم معنی مفہوم ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند علیؑ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مرفوعاً متعدد طرق سے مروی ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

جامع الترمذی - الجنائز (۹۶۹) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۰۹۸) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۴۴۲) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۷/۱)

۸ - بَابُ فِي الْعِيَادَةِ مَرَامًا

مریض کی کئی مرتبہ عیادت کرنے کے بیان میں (۵۵)

۳۱۰۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُهْمِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «لَمَّا أَصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخُدْقِ، رَمَاهُ رَجُلٌ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ فَيُعَوِّدُهُ مِنْ قَرِيبٍ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ کو خندق کے دن ایک شخص نے ان کے ہاتھ کی رگ میں تیر مارنے سے جو انکو زخم لگایا تو رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں ان کے لئے ایک خیمہ بنوایا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کر سکیں۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۵۱) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۹۶) صحیح مسلم - الجهاد والسير (۱۷۶۹) سنن النسائي - المساجد (۷۱۰) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۰۱) مسند أحمد - باقي مسند الانصار (۱۴۲۰/۶)

شرح الحدیث: یعنی حضرت سعد بن معاذؓ کے غزوہ خندق میں کسی کافر نے تیر مارا اکل میں تو آپ ﷺ نے حضرت سعد

کو مسجد میں ٹھہرا کر ان کے لئے خیمہ نصب کرایا اور مسجد میں اس لئے ان کو ٹھہرایا تاکہ قریب ہونے کی وجہ سے عیادت میں سہولت ہو، اس پر مصنف نے ترجمہ قائم کیا "العیادة مزاراً"، مصنف نے گویا اس میں حضرت سعدؓ کو مسجد میں ٹھہرانے کا فائدہ اور مصلحت بیان کیا تاکہ بار بار عیادت کی جاسکے۔

اکھل ایک رگ کا نام ہے جو وسط ذراع میں ہوتی ہے، اور خلیل نے لکھا ہے کہ اکھل عرق حیات کی وہ شاخ ہے جو ہاتھ میں ہوتی ہے، اور جو شاخ اس کی کمر میں ہوتی ہے اس کو ابھر کہتے ہیں اور جو ران میں ہوتی ہے اس کو نسا کہتے ہیں، کہا گیا ہے کہ ہر عضو میں عرق حیات کی ایک شاخ ہوتی ہے اس رگ کا اگر منہ کھل جائے تو خون رکتا نہیں اکھل کو فارسی میں رگ ہفت اندام کہتے ہیں۔ یہ حدیث یہاں پر تو مختصر سی ہے طویل اور مفصل حدیث بخاری کی کتاب المغازی میں ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی، قاله المنذرى۔

۹۔ بَابُ فِي الْعِيَادَةِ مِنَ الزَّمْدِ

آشوب چشم کی وجہ سے عیادت کرنے کے بارے میں

غرض المصنف من الترجمة: رد یعنی آشوب چشم، آنکھ دکھنا، اس تخصیص کے ساتھ ترجمہ قائم کرنے کی بظاہر ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ایک حدیث ہے جس میں تین چیزوں کو عیادت سے مستثنیٰ کیا گیا ہے: ثَلَاثَةٌ لَيْسَ لَهُمْ عِيَادَةُ الْعَيْنِ وَالذَّمَلُ وَالْقُورَسُ، أخرجه البيهقي^۱، کہ تین بیماریاں ایسی ہیں کہ ان میں عیادت نہیں، ایک یہی آشوب چشم، دوسری ذمَل پھوڑا پھنسی، تیسرے دائرہ کا درد، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے مرفوع نہیں، اور حدیث الباب جس کو مصنف نے ذکر کیا وہ صحیح ہے، یا یہ کہ اس حدیث میں تاکد کی نفی ہے لیکن بعض کتب فقہیہ میں بھی ان تینوں میں عیادت کی نفی مذکور ہے، اس کا جواب بھی یہی دیا گیا ہے کہ تاکد کی نفی مقصود ہے مطلق سنت کی نہیں۔

۳۱۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: «عَادَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَجَعٍ كَانَ بَعْدَنِي».

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری آنکھ میں ہونے والی تکلیف کے باعث میری عیادت فرمائی۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۲) - مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۷۵/۴)

حدیث سے ترجمہ الباب کا ثبوت ظاہر ہے۔

شرح الحدیث

۱۰۔ باب الخروج من الطاعون

طاعون پھیلنے کے باعث اس جگہ سے نکلنے کے متعلق حکم کے بارے میں

طاعون ایک مشہور بیماری کا نام ہے جو بدن کے مختلف حصوں مثلاً کہنیوں بغلوں یا انگلیوں میں یا سارے ہی بدن میں کچھ پھنسیاں اور زخم سے ہو جاتے ہیں جس کے ساتھ دم بھی ہوتا ہے اور سخت قسم کی بے چینی اور سوزش، اور ان زخموں کے ارد گرد جگہ سرخ ہو جاتی ہے یا سبزی مائل، جس کے ساتھ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے اور قی بھی ہوتی ہے، نیز اس کا اطلاق اس وبا اور مرض عام پر بھی ہوتا ہے جس سے فضا فاسد ہو جاتی ہے اور پھر اس کا اثر بدن میں سرایت کرتا ہے۔

۳۱۰۳۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ الْحَطَّابِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ ثَوْبَلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بَأْرَضٍ، فَلَا تُقْدِمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْشَمَ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَاقًا مِنْهُ» يَعْنِي الطَّاعُونَ.

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی سرزمین میں اس (بیماری) کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ یہ طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر مت نکلو یعنی طاعون کی بیماری۔

صحیح البخاری - الطب (۵۳۹۷) صحیح البخاری - الطب (۵۳۹۸) صحیح البخاری - الحیل (۶۵۷۲) صحیح مسلم - السلام (۲۲۱۹) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۰۳) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۹۲/۱) موطأ مالک - الجامع (۱۶۵۵) موطأ مالک - الجامع (۱۶۵۷)

شرح الحدیث: اس بیماری کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس بستی میں اس کا ہونا معلوم ہو تو وہاں مت جاؤ، اور اگر اسی جگہ میں پائی جائے جہاں تم ہو تو پھر وہاں سے نکل کر نہ بھاگو یعنی اس بیماری سے بچ کر، معلوم ہوا اگر کسی ضرورت سے جائے تو امر آخر ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں جرأت اور استغناء کے معنی پائے جاتے ہیں اور دوسری صورت میں فرار عن القدر کا شبہ ہوتا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون کفار کے حق میں عذاب الہی ہے اور مؤمنین کے حق میں رحمت ہے، اگر ایسی پر صبر کرے فلہ اجر شہید، چنانچہ آگے مستقل باب آرہا ہے باب فی فصل من مات فی الطاعون، جس میں (رقم ۳۱۱) یہ آرہا ہے الطاعون شہید، حضرت نے بذل میں طاعون کے بارے میں یہ روایات ذکر کی ہیں: ایک حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ میں نے حضور ﷺ سے طاعون کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے فرمایا: اللَّهُ عَذَابُ يَبْعَثُهُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَأَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

الحديث ①، وأخرجه الشيخان من حديث أسامة بن زيد مرفوعاً: الطَّاعُونَ بِرَجْسٍ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اه مختصراً ②، والحديث أخرجه البخاري ومسلم مطولاً، قاله المنذرى.

۱۱۔ بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِينَ بِالشُّفَاءِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

عیادت کے وقت بیمار شخص کے لئے شفاء کی دعا کرنے کے متعلق حکم

۳۱۰۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْجُعَيْدُ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ، أَنَّ أَبَاهَا، قَالَ: اشْكَيْتُ بِمَكَّةَ فَجَاءَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغُودُنِي، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي، ثُمَّ مَسَحَ صَدْرِي وَبَطْنِي، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتَمِّمْ لَهُ هَجْرَتَهُ».

ترجمہ: حضرت عائشہ بنت سعد سے روایت ہے کہ ان کے والد نے بتایا کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم سرور دو عالم ﷺ میری عیادت کرنے کیلئے میرے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر دعا فرمائی: اے اللہ! سعد کو شفاء عطا فرمائیے اور ان کی ہجرت کی تکمیل فرمادیجئے۔

صحیح البخاری - المرضی (۵۳۳۵) صحیح مسلم - الوصیة (۱۶۲۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۴) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۶۸/۱) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۱۷۱/۲)

شرح الحديث: سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جب کہ مکہ میں تھا بیمار ہو گیا، تو حضور ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور میری پیشانی پر اپنا دست مبارک رکھا اور سینہ اور پیٹ پر بھی پھیرا، اور یہ دعا دی: اللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتَمِّمْ لَهُ هَجْرَتَهُ، اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی مریض کی عیادت کیلئے جائے تو اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھے (یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے) اور اس کو دعا بھی دے، جیسا کہ آگے مستقل باب میں آ رہا ہے۔

آپ ﷺ کی دعا حضرت سعدؓ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ شفا یاب ہوئے اور اسلام کی بہت خدمت کی، فعات بعد ذلك بالمدينة المنورة ۵۵ بعد ما فتح العراق، حضرت سعدؓ کی یہ حدیث کتاب الوصایا ③ میں گزر چکی جس میں یہ تھا قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اَتَخْلَفُ عَنْ هَجْرَتِي؟ الخ وہاں اور بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے فتدکر۔ والحديث أخرجه البخاري اتم منه، قاله المنذرى.

① صحیح البخاری - کتاب الانبیاء - باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقیم ۳۲۸۷

② صحیح البخاری - کتاب الانبیاء - باب أم حسبت أن أصحاب الكهف والرقیم ۳۲۸۶، صحیح مسلم - کتاب السلام - باب الطاعون والطبیقة والكهانة ونحوها ۲۲۱۸

③ سنن أبي داود - کتاب الوصایا - باب ما جاء في ما لا يجوز للموصي في ماله ۲۸۶۴

۳۱۰۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَفِيَّانُ، عَنْ مَنصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْعِمُوا الْجَائِعَ، وَغُدِّدُوا الْمَرِيضَ، وَلُكُّوا الْعَالِي» قَالَ شَفِيَّانُ: وَالْعَالِي الْأَسِيرُ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور مریض کی عیادت کرو اور قیدی (مسلمانوں) کو رہائی دلواؤ۔ سفیان فرماتے ہیں کہ عالی قیدی کو کہتے ہیں۔

تخریج: صحیح البخاری - الجہاد والسیر (۲۸۸۱) صحیح البخاری - النکاح (۴۸۷۹) صحیح البخاری - الأطعمۃ (۵۰۵۸) صحیح البخاری - المرضی (۵۳۲۵) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۵۲) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۵) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۳۹۴/۴) مسند أحمد - أول مسند الکوفیین (۴۰۶/۴) سنن الدارمی - السیر (۲۴۶۵)

شرح الحدیث: یعنی بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور مریضوں کی عیادت کیا کرو، اور جہاں تک ہو سکے قیدیوں کو چھڑانے کی کوشش کرو، اسی المسلم المحبوس عند الکفار، وکذا المحبوس ظلما، فیجب علی المسلمین إنقاذہ بالقديۃ (بذل) ^(۱) اس حدیث کا حوالہ اور ذکر کتاب الفرائض میں بھی گذرا ہے: وَأَفْلُکُ غَانَةُ الْحَدِيثِ ^(۲) کے تحت، فتدکر۔

۱۲ - بَابُ الدُّعَاءِ لِلْمَرِيضِ عِنْدَ الْعِيَادَةِ

عیادت کے وقت بیمار شخص کے لئے دعا کرنے کے متعلق حکم

۳۱۰۶ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا زَيْدُ أَبُو خَالِدٍ، عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ عَادَ مَرِيضًا، لَمْ يَخْضُرْ أَجَلُهُ فَقَالَ عِنْدَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ، إِلَّا عَافَاكَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَرَضِ".

ترجمہ: سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مریض کی عیادت کی ایسا مریض جس کی موت کا وقت ابھی نہ آیا ہو اور وہ اسکے قریب سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ، تو اللہ تعالیٰ اس (مریض) کو اس بیماری سے شفاء عطا فرمادیجے ہیں۔

تخریج: جامع الترمذی - الطب (۲۰۸۳) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۰۶) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۲۳۹/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۲۴۳/۱) مسند أحمد - من مسند بی ہاشم (۳۵۲/۱)

شرح الحدیث: جو شخص کسی ایسے مریض کی عیادت کرے جس کا ابھی وقت نہیں آیا اور وہ عیادت کرنے والا اس کے پاس بیٹھ کر یہ دعائیں بار پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو شفاء عطا فرماتے ہیں: أَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَشْفِيكَ والحدیث

^(۱) بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۶۶

^(۲) سنن أبي داود - کتاب الفرائض - باب فی میراث ذوی الارحام ۲۹۰۰

آخر جہ العرمدی والنسائی، قالہ المنذری۔

اور اس کے بعد دالی حدیث میں جو عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مرفوعاً مروی ہے اس میں عیادت کے وقت اس دعاء کا پڑھنا مذکور ہے: **اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَتُوكًا لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمُشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ،** اور ایک نسخہ میں **إِلَى صَلَاةٍ** ہے، اے اللہ اپنے اس بندہ کو شفاء عطا فرما یہ صحت کے بعد تیرے لئے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرے گا ان کو زخمی کرے گا اور تیرے لئے جنازہ کے ساتھ جائے گا، اس حدیث میں **لَكَ لَكَ** بار بار ہے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل معتبر ہے جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہو، نیز اس حدیث سے جنازوں کے ساتھ جانے کی اہمیت معلوم ہو رہی ہے۔

۳۱۰۷ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الزَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُبَلِيِّ، عَنْ ابْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوذُ مَرِيضًا، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَتُوكًا لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمُشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ: إِلَى صَلَاةٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص کسی بیمار کی عیادت کرنے جائے تو یہ دعائیں پڑھے: **اللَّهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَتُوكًا لَكَ عَدُوًّا، أَوْ يَمُشِي لَكَ إِلَى جَنَازَةٍ** اے اللہ! اپنے اس بندے کو شفاء عطا فرما یہ صحت کے بعد دشمنوں سے تیرے لئے جہاد کرے گا اور تیری رضا کیلئے جنازہ کے ساتھ جائے گا۔ ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابن سرح نے یہاں "إِلَى صَلَاةٍ" کا لفظ ذکر کیا ہے۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۰۷) - مسند احمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱۷۲/۲)

۱۳ - بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ مَمْتَلِي الْمَوْتِ

موت کی تمنا کی ممانعت کے متعلق حکم

۳۱۰۸ - حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْعُونَ أَحَدًا كُمْ بِالْمَوْتِ لَمْ يَنْزِلْ بِهِ، وَلَكِنْ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي".

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی دعا نہ کرے لیکن اسے چاہیے کہ یہ دعا کرے: **اللَّهُمَّ أَحْيِنِي.....** الخ اے اللہ! مجھے زندہ رکھیے جب تک کہ زندہ رہنا میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت دیجیے جب کہ میرے لئے موت بہتر ہو۔

۳۱۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا يَتَمَتَّعُ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ» فَذَكَرَ مَثَلَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے پھر اسی گزشتہ روایت کی طرح آگے فرمایا۔

تخریج: صحیح البخاری - المرضی (۵۳۴۷) صحیح البخاری - الدعوات (۵۹۹۰) صحیح البخاری - التعلی (۶۸۰۶) صحیح مسلم - الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار (۲۶۸۰) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۱) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۲۰) سنن ابن ماجہ - الزهد (۴۲۶۵) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۰۱/۳)

شرح الحدیث: یعنی آدمی کو موت کی تمنا ہرگز نہیں کرنی چاہئے کسی دنیوی ضرر سے پریشان ہو کر، اور اگر ضرر دینی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جائز ہے کذا قال العلماء، اب یہ کہ پھر کیا دعا کرنی چاہئے ایسے موقع پر وہ حدیث میں مذکور ہے: اللَّهُمَّ أَخْبِنِي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي، وَتَوَقَّفْنِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي۔

زندگی مسلمان کیلئے بہت بڑی نعمت ہے، کسی مصیبت سے گھبرا کر اپنے لئے موت کی بددعا کرنا اس نعمت کی ناقدری ہے، حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان کے لئے تو ہر حال میں خیر ہی خیر ہے مصیبت کی حالت ہو یا راحت کی، مصیبت میں اگر صبر کرتا ہے تو اس کیلئے اجر ہے، اور اگر راحت کی حالت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تب بھی اس کیلئے اجر ہے آدمی کی یہی دو حالتیں ہوتی ہیں تو گویا اس کیلئے ہر حال میں نفع اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ الحمد للہ الذی ہذا نا وجعلنا من المسلمین۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قاله المنذری۔

۱۴۔ بَابُ مَوْتِ الْفَجَاءَةِ

اچانک آجانے والی موت کے بیان میں (۸۷)

فجاءة میں دو لغت ہیں بضم الفاء والمد، اور بفتح الفاء واسکان الجیم بلامد۔

۳۱۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ، أَوْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا قَالَ مَرَّةً: عَنْ عُبَيْدِ، قَالَ: «مَوْتُ الْفَجَاءَةِ أَخَذَتْهُ أَسْفٌ».

ترجمہ: سعد بن عبیدہ نے عبید بن خالد سلمیٰ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص ہیں ان سے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے (مرفوعاً) روایت ہے اور ایک مرتبہ عبید بن خالد سلمیٰ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اچانک موت کا آنا غضب الہی کی پکڑ ہے (یعنی اللہ پاک نے تاراض ہو کر اس کی روح قبض فرمائی ہے)۔

تخریج: سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۱۰) مسند أحمد - مسند المکین (۴۲۴/۳) مسند أحمد - مسند الشامیین (۲۱۹/۴)

شرح الحدیث: مَوْتُ الْفَجَاءَةِ أَخَذَهُ أَسْفٌ: اُسف میں سین کا فتح اور کسرہ دونوں پڑھ سکتے ہیں، پہلی صورت میں اس کے معنی غضب کے ہیں اور دوسری صورت میں صفت کا صیغہ ہو گا بمعنی غضبان، یعنی موت فجائی اور اچانک کی موت غصہ کی پکڑ ہے یا غضبان کی پکڑ ہے، لیکن یہ کافر کے حق میں ہے، اور مؤمن کے حق میں ایسا نہیں بلکہ رحمت ہے اس لئے کہ مؤمن کامل ہمیشہ آخرت کیلئے مستعد اور تیاری میں رہتا ہے، (بذل) (دفی ہامش البذل: وورہد ایضاً موت الفجاءة مراحمۃ المؤمن، وقد توفی فجاءة إبراہیم وداؤد و سلیمان علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام) (تفہیم الأذکیاء فی تاریخ الانبیاء) ①۔

۱۵۔ بَابُ فِي فَضْلِ مَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُونَ

باب ہے طاعون کی بیماری سے وفات پانے والے کی فضیلت کے بیان میں ۸۵

۳۱۱ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ عَتِيكٍ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَتِيكٍ، وَهُوَ جَدُّ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَبُو أُمِّهِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّهُ جَابِرَ بْنَ عَتِيكٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ يَغُورُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَابِ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ، فَصَاحَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يُجِبْهُ فَاسْتَرْجَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: غُلِبْنَا عَلَيْكَ يَا أَبَا الرَّبِيعِ، فَصَاحَ الرَّبِيعُ، وَبَكَيْنَا فَجَعَلَ ابْنُ عَتِيكٍ يُسَكِّتُهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «دَعَهُمْ، فَإِذَا وَجِبَ فَلَا تَبْكِيَنَّ بَاكِيَةً» قَالُوا: وَمَا الْوَجِبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الْمَوْتُ» قَالَتِ ابْنَتُهُ: وَاللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ شَهِيدًا، فَإِنَّكَ كُنْتَ قَدْ قَصَصْتَ جَهَازَكَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَوْقَعَ أَجْرَهُ عَلَى قَدَرِ نَبِيِّهِ، وَمَا تَعْدُونَ الشَّهَادَةَ؟» قَالُوا: الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الشَّهَادَةُ سَبْعُ سُبُلٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: الْمُطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْعَرِيقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَرَمِ شَهِيدٌ، وَالْمَرْأَةُ تَمُوتُ بِمَجْمَعٍ شَهِيدٌ».

ترجمہ: جابر بن عتیک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ثابت کی عیادت کے لئے تشریف لائے تو آپ نے ان کو دیکھا کہ غشی طاری ہے۔ تو آپ نے ان کو پکارا تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو آپ ﷺ نے انا اللہ پڑھی اور فرمایا کہ ہم تیرے بارے میں مغلوب ہو گئے اے ابو ربیع اور عورتوں نے آہ وزاری شروع کر دی جابر بن عتیک ان کو خاموش کرنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑ ان عورتوں کو ہاں جب واجب ہو جائے پھر کوئی نہ روئے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ واجب ہونا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مراد موت ہے۔ ان کی بیٹی کہنے لگیں: واللہ! ہم تو یہ امید رکھتے تھے کہ تم شہید ہو گے اسلئے کہ تم اسباب جہاد تیار کر چکے تھے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اس کا اجر عطا فرمادیا

ہے اسکی نیت اور ارادہ کے موافق اور تم کس چیز کو شہادت سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کے راستے میں قتل ہو جانے کو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: شہادت کے قتل کے علاوہ سات اور اسباب ہیں طاعون سے مرنے والا شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے اور جلنے سے مرنے والا شہید ہے جو شخص دیوار گرنے سے ہلاک ہو جائے وہ شہید ہے اور وہ عورت جو حاملہ پایا کرہ مر جائے وہ شہید ہے۔

سنن النسائي - الجنائز (۱۸۴۶) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۱۱) مسند أحمد - باقي مسند الانصاف (۴۶۶/۵) موطا مالك - الجنائز (۵۵۲)

شرح الحديث: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَ يَغُودُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ قَابِثٍ، فَوَجَدَهُ قَدْ غُلِبَ لِح: یعنی حضور ﷺ عبد اللہ بن ثابت کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو ان کو دیکھا کہ غشی طاری ہے، آپ ﷺ نے ان کو پکارا آواز دی تو وہ اس پر کچھ نہیں بولے، آپ ﷺ نے انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ ہم تیرے بارے میں مغلوب ہو گئے، یعنی قضا و قدر غالب آگئی اور انتقال کا وقت آچکا، جو عورتیں اس گھر میں تھیں وہ آہ وزاری کرنے لگیں، جابر بن عتيق ان کو خاموش کرنے لگے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا چھوڑ ان عورتوں کو یعنی رونے دے، ہاں جب انتقال ہو جائے گا پھر کوئی نہ روئے۔ اس کے بعد روایت میں یہ ہے کہ ان کی بیٹی کہنے لگی افسوس کے ساتھ واللہ ہم تو یہ امید رکھتے تھے کہ تم شہید ہو گے اس لئے کہ تم اسباب جہاد تیار کر چکے تھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْقَعَ أَجْرَكَ عَلَى قَدَرِ ذَنْبِهِ، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کا اجر عطا فرمادیا ہے اس کی نیت اور ارادہ کے موافق، وَمَا تَعْدُونَ الشَّهَادَةَ؟ اور آپ ﷺ نے پوچھا تم شہادت کس چیز کو سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہو جانے کو، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اسباب شہادت اس کے علاوہ سات اور ہیں: الْمَطْعُونُ شَهِيدٌ، وَالْعَرَقُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيدٌ، وَالْمَبْطُونُ شَهِيدٌ، وَصَاحِبُ الْحَرِيقِ شَهِيدٌ، وَالَّذِي يَمُوتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيدٌ، وَالْمُرَاكَاةُ يَمُوتُ بِمَجْمَعِ شَهِيدٌ۔

شہادت کے اسباب سب سے تشریح: ① مطعون یعنی جو مرض طاعون کے اندر ہلاک ہو، ② ذات الجنب ایک مشہور بیماری ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک عرفی، حقیقی تو بہت خطرناک مرض ہے جس میں پسلیوں کے اندر کی جانب درم اور زخم ہو جاتے ہیں اور کھانسی بخار اس کے لئے لازم ہوتا ہے، اور دوسری قسم یہ سمجھئے کہ پسلیوں میں جو ریاحی درد ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں، ترمذی کی کتاب الطب میں اس کا بہت کثرت سے ذکر آیا ہے اور اسی طرح حضور ﷺ کے مرض وفات میں لُذُود کا ذکر جو آپ ﷺ کے گھردالوں نے آپ ﷺ کو ذات الجنب کا مرض سمجھ کر کیا تھا، ③ اور مبطون سے مراد جو پیٹ کے مرض میں مرے یعنی استطلاق البطن (دستوں اور اسہال کا مرض) بهذا، وفي العون: أي من إسهال أو استسقاء أو دمج بطن ④، وصاحب الحريق یعنی آگ میں جل کر مر جائے، ⑤ تحت الهدم، یعنی دیوار کے نیچے، قال القاهری: الهدم بفتح

الدال ویسکن^①، والمرأة تموت یجمع بضم الجیم ویکسر وسکون المیم قالہ القاری^②، قال الخطابی: معناه أن تموت وفي بطنها ولداه^③، یوقال فی النہایة: أي تموت وفي بطنها ولد. وقیل الی تموت بکرا. والجمع بالضم: بمعنى المجموع، کالدخر بمعنی المدخور، وکسر الکسائی الجیم، والمعنی أنهما ماتت مع شیء یجمع فیها غیر منفصل عنها، من حمل أو بکارة^④، قال النووی^⑤: ضم جیمہ اشهر الثلاثة (بذل، عون) یعنی جو عورت حمل کی حالت میں مر جائے یا شادی سے پہلے بکارت کی حالت میں مر جائے، یا حالت نفاس میں بچہ کی پیدائش کے بعد جیسا کہ آگے مسند احمد کی روایت سے آرہا ہے اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ جس کا انتقال مزدلفہ میں ہو (اس لئے کہ مزدلفہ کا دوسرا نام جمع بھی ہے) وہو خطأ ظاهر کذا فی هامش البذل^⑥۔

یہ حدیث مختلف الفاظ اور سیاق کے ساتھ وارد ہوئی ہے، مسند احمد کی ایک روایت میں ہے: ان فی القتل شهادة وفي الطاعون شهادة وفي البطن شهادة وفي الغرق شهادة وفي النفساء يقتلها ولدها جمعاً شهادة^⑦۔

اسباب الشهادة کی تعداد: اس حدیث میں اسباب شہادت کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ سات ہیں، امام مالکؒ نے موطن میں عنوان قائم کیا ہے: الشہداء فی سبیل اللہ، حضرت شیخؒ اوجز میں اس کے تحت لکھتے ہیں: وتقدم فی أبواب الجنائز أن أسباب الشهادة الواردة فی الأحادیث ترتقی إلى قریب من الستین، وتقدم ذکرها^⑧، ومع ذلك، فالشہید الحقیقی هو قتل المعركة،

① مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۴ ص ۲۲

② مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - ج ۴ ص ۳۴

③ معالم السنن شرح سنن ابی داؤد - ج ۱ ص ۲۰۱

④ النہایة فی غریب الحدیث والأثر - ج ۱ ص ۲۹۶

⑤ النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۱ ص ۱۲۳

⑥ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۴ ص ۷۳

⑦ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَاةٌ فَمَا تَحْوَرُّ لَهُ عَنْ فِرَاشِهِ فَقَالَ: "مَنْ شَهِدَ أُمَّتِي؟" قَالُوا: قَتَلَ الْمُسْلِمَ شَهَادَةً. قَالَ: "إِنْ شَهِدَ أُمَّتِي إِذَا لَقِيتُ قَتَلَ الْمُسْلِمَ شَهَادَةً. وَالطَّاعُونَ شَهَادَةً. وَالْبَطْنُ وَالْغَرَقُ. وَالْمَرْأَةُ يَقْتُلُهَا وَلَدُهَا جَمْعًا". (مسند أحمد - تكملة مسند الأنصار - حديث عباد بن الصامت ۲: ۶۸۴)

⑧ اسباب الشهادة بالتفصيل: ففيه تحت حديث جابر بن عبد الله، فالذكر في حديث جابر هذا اهمانية أنواع مع الشهادة الحقيقة ولخص الزرقاني تبعا لشرح البخاري وغيرها الروايات التي أطلق فيها اسم الشهادة، فزاد على هذه الثمانية: الميت^①، على فراشه في سبيل الله^②، وصاحب السبيل بكسر الهملة وتشديد اللام^③، ومن قتل دون ماله^④، أو دينه^⑤، أو دمه^⑥، أو أهله^⑦، أو دون مظلومته^⑧، ومن وقصه فرسه^⑨، أو بعيره في سبيل الله^⑩، أو لدغته مائة^⑪، أو مات على فراشه على أي جفء شاء الله كما في رواية أبي مالك الأشعري مرفوعاً عند أبي داؤد والحاكم والطبراني، وموت الغريب^⑫، والشرقي^⑬، والذي يفتسه السبع^⑭، والخاتم عن دابته^⑮، والمائد في البحر الذي يصيبه القيء له أجر شهيد^⑯، ومن طلب الشهادة بنية صادقة بكتب شهيداً^⑰، أو من تردى من رؤس الجبال، وفي البخاري من حديث عائشة رضي الله عنها: ليس من أحد يقع في

أو من قتله أهل البغي، أو أهل الحرب، أو قطاع الطريق ونحو ذلك، وتقدم حكمه في الجنائز من أنه لا يغسل ويدفن بدنه، واختلف في وجه تسمية الشهيد شهيداً على أقوال تقدم ذكرها في باب العتمة والصبح، وبسطها النووي في شرح مسلم اهـ^١، غلامه سيوطي^٢ كي بھی اس میں مستقل ایک تالیف ہے، ”أبواب السعادة في أسباب الشهادة“ جس میں انہوں نے اسباب شہادۃ کو ستر تک پہنچا دیا ہے۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

للمطاعون فيمكنه في بلدته صابراً محتسباً يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له، إلا كان له مثل أجر شهيد، فهذه سبع وعشرون خصلة سوى القتل في سبيل الله. ذكر الحافظ: أن طرقها جيدة، وأنه وردت خصال أخرى في أحاديث لم أعرج عليها لضعفها اهـ زاد الزرقاني: ^{٢٨} صاحب الحى. ^{٢٩} وأما الميت في السجن وقد حبس ظلماً. ^{٣٠} والميت عشقاً. ^{٣١} أو طالباً للعلم، وزاد العيني: ^{٣٢} من حبسه السلطان ظالماً. ^{٣٣} أو ضربه فمات فهو شهيد، ^{٣٤} والمرابط يموت في فراشه. وحكى عن ابن العربي: ^{٣٥} وصاحب النظرة وهو المعين. ^{٣٦} والغريب شهيداً ان. قال: وحدثنيهما حسن، ^{٣٧} ومن مات مريضاً مات شهيداً. ^{٣٨} والنفساء. ^{٣٩} ومن احتسب نفسه على الله. ^{٤٠} ومن عشق وعف وكرم ومات شهيداً. وعند الترمذي وقال حسن غريب: ^{٤١} من قال حين يصبح ثلاث مرات: أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، وقرأ ثلاث آيات من آخر سورة الحشر، فإن مات من يوم مات شهيداً. وعند غيره: ^{٤٢} من قرأ آخر سورة الحشر فمات من ليلته مات شهيداً. وعند الآجزي: يا أنس إن استطعت أن تكون أبداً على وضوء فافعل. ^{٤٣} فإن ملك الموت إذا قبض روح العبد وهو على وضوء كتب له شهادة. ^{٤٤} وعن ابن عمر من صلى الضحى وصام ثلاثة أيام من كل شهر ولم يترك الوتر كتب له أجر شهيد. ^{٤٥} وورد من مات يوم الجمعة. ^{٤٦} أو ليلة الجمعة أجير من عذاب القبر وجاء يوم القيامة وعليه طابع الشهداء: قال أبو نعيم: غريب من حديث جابر، ^{٤٧} ومن خرج به خراج في سبيل الله كان عليه طابع الشهداء. وزاد القاري عن ”أبواب السعادة“ على بعض المذكرين: ^{٤٨} صاحب السيل أي اللقي. ^{٤٩} والمسافر. ^{٥٠} والمروعوب على فراشه في سبيل الله. وعن أبي عبيدة بن الجراح رضى الله تعالى عنه قلت: يا رسول الله أي الشهيد أكرم على الله؟ قال: ^{٥١} رجل قام إلى إمام جائر فأمره بمعروف ونهاه عن منكر فقتله. وعن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه مرفوعاً: ^{٥٢} إن الله كتب الغيرة على النساء، والجهاد على الرجال، فمن صبر منهن كان لها أجر شهيد. وورد ^{٥٣} من قال في كل يوم خمسا وعشرين مرة: اللهم بارك لي في الموت وفي ما بعد الموت، ثم مات على فراشه أعطاه الله تعالى أجر شهيد. ^{٥٤} ومنها التمسك بالسنة عند فساد الأمة. ^{٥٥} والمؤذن المحتسب. ^{٥٦} ومن عاش مدبراً، ^{٥٧} ومن جلب طعاماً إلى المسلمين، ^{٥٨} ومن سعى على امرأته. ^{٥٩} وولده. ^{٦٠} وما ملكت يمينه، وغير ذلك مما يطول ذكره، فكل من كثرت أسباب شهادته زيد له في فتح أبواب سعاده اهـ. قلت: وزاد ابن عابدين: ^{٦١} من قال في مرضه: أربعين مرة لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين فمات، ^{٦٢} ومن يقرأ كل ليلة سورة يس، ^{٦٣} ومن بات على طهارة فمات. ^{٦٤} ومن صلى على النبي صلى الله عليه وسلم مائة مرة. ^{٦٥} وسئل الحسن عن رجل اغتسل بالثلج، فأصابه البرد فمات؟ فقال: يا لها من شهادة! وهذا كما رأيت ترقى الشهداء إلى قريب من ستين، وذكر صاحب ”مظاهر حق“ بعض أنواع آخر، وكذا في ”كنز العمال“، وفيه قال العيني: وفي التوضيح: الشهداء ثلاثة أقسام: شهيد في الدنيا والآخرة وهو المقتول في حرب الكفار بسبب من الأسباب، وشهيد في الآخرة دون أحكام الدنيا، وهم من ذكروا أنفاً، وشهيد في الدنيا دون الآخرة، وهو من غل في الغنيمة، ومن قتل مدبراً، أو مافى معناه اهـ (أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٥٤٤ - ٥٤٩)

۱۶۔ باب التریض یؤخذ من أظفارہ وعائیه

مریض (جو قریب المرگ ہو) اسکے ناخن اور زیر ناف بال کاٹ لئے جانے کا حکم

یعنی مریض کو چاہیے کہ وہ اپنے اظفار اور زیر ناف بالوں کا خیال رکھے۔

۳۱۱۲ -

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، خَلِيفَ بَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "ابْتِاعَ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلٍ خُبَيْبًا، وَكَانَ خُبَيْبٌ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ بْنَ عَامِرٍ يَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَيْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا لِقَتْلِهِ، فَاسْتَعَارَ مِنْ ابْنَةِ الْحَارِثِ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ فَدَرَجَ بَيْنَ لَهَا وَهِيَ غَائِلَةٌ، حَتَّى أَتَتْهُ فَوَجَدَتْهُ لَخْلِيًا وَهُوَ عَلَى فَخْدَيْهِ، وَالْمُوسَى يَبْدُو، فَفَرَعَتْ فَرْعَةً عَرَفَهَا فِيهَا، فَقَالَ: أَتَخْشَيْنَ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذَلِكَ"، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيَّاضٍ، أَنَّ ابْنَةَ الْحَارِثِ أَخْبَرَتْهُ: أَنَّهُمْ جِئُوا اجْتَمَعُوا - يَعْنِي - لِقَتْلِهِ اسْتَعَارَ مِنْهَا مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا فَأَعَارَتْهُ.

ترجمہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں بنو حارث بن عامر بن نوفل نے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا اور خبیبؓ نے حارث بن عامر کو بدر کے دن قتل کیا تھا چنانچہ حضرت خبیبؓ ان (کافروں) کے پاس قید تھے یہاں تک کہ وہ سب ان کے قتل کیلئے جمع ہو گئے تو حضرت خبیبؓ نے بنت حارث سے استرا مانگا تاکہ اس سے زیر ناف بال صاف کر لیں اس نے انہیں استرا دے دیا اور اسی وقت اس عورت کا بچہ ان کے پاس آگیا اور عورت کو خبر بھی نہ تھی جب وہ عورت ان کے پاس آئی تو وہ تنہا تھے اور وہ بچہ ان کی ران پر بیٹھا ہوا تھا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا عورت اس منظر سے خوفزدہ ہو گئی حضرت خبیبؓ نے اس کے خوف کو بھانپ لیا اور کہنے لگے کہ کیا تم اس بات سے ڈرتی ہو کہ میں اسکو قتل نہ کر دوں تو میں کبھی یہ کام نہیں کر سکتا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے نقل کیا تو کہا کہ مجھے عبید اللہ بن عیاض نے بتلایا کہ حارث کی بیٹی نے مجھے یہ واقعہ سنایا کہ جس وقت کفار (حارث بن عمر کے ورثاء) حضرت خبیبؓ کے قتل کے ارادے سے جمع ہوئے تو حضرت خبیبؓ نے اس (حارث کی بیٹی) سے استرا مانگا تاکہ اس سے زیر ناف بالوں کی صفائی کر لیں تو اس نے انہیں استرا دیدیا۔

شرح الحدیث

حضرت خبیب بن عدی کے قتل کا قصہ: اس باب میں مصنف نے حضرت خبیب بن عدی کے قتل کا قصہ ذکر کیا ہے، یہ قصہ کتاب الجہاد میں باب فی الزَّجْلِ یُسْتَأْذَرُ میں (برقم ۲۶۶۰) بالتفصیل گزر چکا اس کو دیکھ لیا جائے، حضرت خبیبؓ نے اپنے واقعہ قتل سے پہلے بڑے اطمینان کے ساتھ قاتلین ہی سے استرا طلب کر کے اپنے زیر ناف بال صاف کئے تھے جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری والنسائی مطولا، قاله المنذرى۔

۱۷۔ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللَّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ

☞ موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہیے ☞

۳۱۱۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثٍ: قَالَ: «لَا يَمُوتُ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللَّهِ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے تین روز قبل ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔

ترجمہ: صحیح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (۲۸۷۷) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۱۳) سنن ابن ماجہ - الزهد (۴۱۶۷) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۹۳/۳)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے اپنی وفات سے تین روز قبل یہ فرمایا کہ موت کے وقت آدمی کو خاص طور سے اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا چاہئے، یعنی یہ خیال کرے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی توقع رکھے نیز ایسے وقت میں مریض کو چاہئے کہ ان آیات اور احادیث میں غور و تدبر کرے جو اللہ تعالیٰ کے کرم اور عفو و رحمت کے بارے میں ہیں، کما قال اللہ تعالیٰ فی الحدیث الصحیح القدسی: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، قَالَ النُّودِي: هَذَا هُوَ الصَّوَابُ فِي مَعْنَاهُ وَقَالَ جَمْهُورُ وَشَدَّ الْخَطَّابِيُّ فَذَكَرَ مَعَهُ تَأْوِيلَاتٍ أُخْرَى (بذل) خطابی کی رائے اس میں یہ ہے کہ حسن ظن سے مراد حسن عمل ہے اس لیے کہ حسن ظن باللہ بغیر حسن عمل کے حاصل نہیں ہوتا، امام نوویؒ نے اس کو رد کیا ہے جیسا کہ ابھی گذرا پس صحیح یہی ہے کہ ایسے وقت میں حاضرین اور تیمارداروں کو چاہئے کہ جن آیات میں رحمت و عفو کا ذکر ہے وہ اسکے سامنے پڑھیں نیز اسکے سامنے اسکے اعمال حسنہ کو بھی یاد دلایا جائے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا ہونے کی اس نازک وقت میں یہی آسان صورت ہے، ہر قن اللہ تعالیٰ حسن الظن بہ تعالیٰ فی هذا الوقت - والحدیث أخرجه مسلم وابن ماجه. قاله المنذرى۔

۱۸۔ بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَطْهِيرِ ثِيَابِ الْمَيِّتِ عِنْدَ الْمَوْتِ

☞ باب ہے انتقال کے وقت میت کے کپڑے پاک صاف رکھنا اچھا ہے ☞

یعنی بہتر یہ ہے کہ انتقال کے وقت آدمی کے بدن کے کپڑے پاک صاف ہوں۔

حضرت الشیخؒ اور والد صاحبؒ کا حال عند الوفا: ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا جس روز انتقال ہوا، انتقال تو بعد العصر ہوا تھا انتقال والے دن صبح کے وقت میں آپ نے خادم سے خلاف معمول یہ سوال فرمایا: ابوالحسن میرا بہتر پاک

ہے؟ اس نے کہا: جی پاک ہے۔ پھر دوسرے وقت میں بھی ایک باریبی سوال فرمایا، اور میرے والد نور اللہ مرقدہ جن کو ہمیشہ عمر بھر طہارت اور پاکی کا بڑا اہتمام رہا آخر تک چنانچہ استنجاء میں اولاً استنجاء بالماء اور اس کے بعد استنجاء بالماء اپنے اختیار و اہتمام سے فرماتے رہے، تقریباً اٹھاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا، ایک رات اور نصف یوم غفلت کی حالت میں گذرا اس سے قبل اپنے ہاتھ سے وضوء اور استنجاء وغیرہ کرتے رہے انتقال کے بعد جب بستر پر سے نعش کو اٹھایا گیا تو میں نے قصد ادیکھا کہ بستر کا کیا حال ہے اس لیے کہ تقریباً ۲۴ گھنٹے غفلت کی حالت میں گذرے تھے، دیکھا تو بستر بالکل صاف تھا کسی قسم کا کوئی نشان تک نہیں تھا، تموتون کما تموتون و تحشرون کما تموتون الحدیث۔

۳۱۱۴ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي يُوسُفَ، عَنْ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، أَنَّهُ لَمَّا خَضِرَهُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِيَابٍ جَدِيدٍ فَلَبَسَهَا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْمَيِّتَ يُبْعَثُ فِي ثِيَابِهِ الَّتِي يَمُوتُ فِيهَا».

ابو سلمہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو سعید خدریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے پھر فرمایا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرنے والا شخص جن کپڑوں میں مرتا ہے انہی میں اٹھایا جائے گا۔

شرح الحدیث حضرت ابو سعید خدریؓ کی جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میت کو قبر سے اس کے ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے۔
دو حدیثوں کے درمیان تطبیق: یہاں پر ایک مشہور اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جس میں ہے يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً^۱، اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ ان میں سے ایک حدیث میں بعث کا ذکر ہے اور دوسری میں حشر کا، اور یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، بعث تو کہتے ہیں قبر سے اٹھنے کو اور حشر میدان حشر میں جمع ہونے کو، اور ان دو وقتوں میں کافی فاصلہ ہو گا، اس لئے کہ یہ بہت لمبا چوڑا دن ہو گا، ہزار برس کے برابر، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث الباب میں ثياب سے مراد اعمال ہیں کہ آدمی اپنے اعمال کو لے کر قبر سے اٹھتا ہے وہ جیسے بھی ہوں، لیکن ان صحابیؓ نے اس حدیث میں ثياب کو ظاہری معنی پر محمول کیا فلا تعارض بین الحدیثین، یہ دوسرا جواب ہی راجح ہے، ایسے ہی کہا گیا ہے کہ آیت کریمہ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ^۲ میں ثياب سے مراد اعمال ہیں، اور علامہ قرطبیؒ کہتے ہیں (فی: التذكرة في أحوال الموتي وأمور الآخرة) کہ ہو سکتا ہے کہ حشر فی الکفان شہداء کے ساتھ خاص ہو (عون) وفی ہامش البذل وخصه فی الفتاوی الحدیثیۃ بالشہید^۳۔

۱ صحیح مسلم - کتاب الجنۃ وصفۃ نعيمها وأهلها - باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ۲۸۵۹

۲ اور اپنے کپڑے پاک رکھ (سورۃ المدثر ۴)

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۷۷، عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۸ ص ۳۸۴، الفتاوی الحدیثیۃ - ج ۱ ص ۱۳۳

جامع ترمذی میں ہے: قال ابن المبارک: أحب إلي أن يكفن في ثيابه التي كان يصلي فيها^①، اور اسکی شرح تحفة الأحوذی میں ہے بحوالہ فتح الباری کہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میری تکفین میرے ان دو کپڑوں میں کرنا جن کو پہن کر میں نماز پڑھتا ہوں، اور تذکرة الحفاظ سے یہ نقل کیا ہے زہریؒ کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ کا جب وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنا پرانا جبہ صوف منگایا اور فرمایا کہ مجھ کو اسی میں کفنانا اسلئے کہ جنگ بدر میں میں نے اسکو پہنا تھا اور میں نے اسکو اسی وقت کیلئے چھپا کر رکھا تھا^②، اور خود حضور اقدس ﷺ کے کفن کے بارے میں آئندہ ابن عباسؓ کی حدیث میں آرہا ہے کہ آپ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفنا گیا جس میں ایک آپ ﷺ کا وہ قمیص تھا جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا، فی ثلاثۃ أثواب تجزئنی: الخلة ثوبان، وقميصه الذي مات فيه^③، لیکن آپ ﷺ کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔

۱۹۔ باب ما يستحب أن يقال عند الميت من الكلام

مرنے والے کے قریب کیا بات کرنی چاہیے؟ ۵۵

۳۱۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ذَائِلٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا حَضَرَ كُفُّ الْمَيِّتِ فَقُولُوا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُقِيمُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ» فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَقُولُ؟ قَالَ: «قُولِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَعِزَّنَا غُفْبَى صَالِحَةٍ» قَالَتْ: فَأَعَفَّنِي اللَّهُ تَعَالَى بِهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ابو وائل ام سلمہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات ہی منہ سے نکالو اسلئے کہ فرشتے جو کچھ تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں اور (فرماتی ہیں کہ) جب ابو سلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اب میں کیا پڑھوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم یہ دعا پڑھو: اے اللہ! ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما۔ فرماتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل حضور ﷺ کی صورت میں عطا فرمایا۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۸) صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۹) صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۰) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۷) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۲۵) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۱۵) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۴۷) مسند أحمد - أول مسند المدنیین رضي الله عنهم أجمعین (۲۷/۴) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۱/۶) موطأ مالك - الجنائز (۵۵۸)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جب تم کسی میت کے گھر جاؤ تو وہاں جا کر اچھی ہی بات زبان سے نکالو، اس لئے کہ اس وقت وہاں پر فرشتے موجود ہوتے ہیں اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر وہ آمین کہتے ہیں، لہذا وہاں جا کر

① جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما يستحب من الاكفان ۹۹۴

② تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی - ج ۴ ص ۷۳

③ سنن ابی داود - کتاب الجنائز - باب فی الکفن ۳۱۵۳

بہت احتیاط سے بولنا چاہئے، وہ فرماتی ہیں کہ جب میرے سابق شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اب میں کیا پڑھوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پڑھو: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَاعْقِبْنَا عَقَبِي صَالِحَةً، اے اللہ ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا نعم البدل حضور ﷺ عطا فرمایا۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اس کا سیاق کچھ اس سے مختلف ہے اور اس میں کچھ زیادتی بھی ہے، ولفظہ سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یقول: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ، فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللّٰهُ: {إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ} ۱، اللّٰهُمَّ أَجْزِنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا"، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ، قُلْتُ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟ أَوَّلُ بَيْتٍ تَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ثُمَّ إِلَيَّ قُلْتُهَا، اس روایت میں آگے حضور ﷺ کے ان کے پاس پیغام نکاح بھیجنے کا ذکر ہے۔

یعنی وہ یوں فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے یہ پڑھنے کے لئے مجھے فرمایا تو میں یہ سوچتی تھی کہ ان سے بہتر کون ہو گا؟ لیکن پھر بھی میں نے اس دعا کو پڑھا اس روایت کا کچھ حصہ باب فی الاسترجاع میں بھی آ رہا ہے۔ والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۰۔ باب فی التلقین

باب (مرتے وقت کچھ پڑھنے کی) تلقین کرنے کے بیان میں

تلقین عند الجمهور مستحب ہے اور تلقین سے مراد یہ ہے کہ اسکے پاس بیٹھ کر کلمہ کو پڑھا جائے نہ یہ کہ اس کو پڑھنے کیلئے کہا جائے، البتہ میت کو اس طرف متوجہ کرنے کیلئے اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ پاس والے آپس میں یہ کہیں کہ اللہ کا نام مبارک ہے او ہم سب اللہ کا ذکر کریں، اور ظاہر حدیث کا تقاضا وجوب تلقین ہے چنانچہ ایک جماعت وجوب ہی کی قائل ہے، بلکہ بعض مالکیہ نے تو وجوب پر اتفاق نقل کیا ہے (بذل عن القاسمی ۲) وفي الدر المختار: يلقن ندباً وقيل: وجوباً بذکر الشهادتين عند من غير أمره بها، ولا يلقن بعد تلحيدہ وان فعل لا ينهي عنه، وفي الجوهر أنه مشروع عند أهل السنة (هامش البذل ۳) یعنی تلقین بعد الدفن اگرچہ حنفیہ کے نزدیک مستحب نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص کزنے تو اس کو منع نہ کیا جائے۔

۳۱۱۶۔ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُسَمِّي، حَدَّثَنَا الصَّمَاكُ بْنُ مَحْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ أَبِي عَرِيبٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: «مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ

۱ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (سورۃ البقرۃ: ۱۵۶)

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۸۰

۳ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۷۹

وَحَلَّ الْجَنَّةَ».

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا آخری کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

تحقیق: سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۱۶) مسند احمد - مسند الأنصار، رضي الله عنهم (۲۳۳/۵) مسند احمد - مسند الأنصار، رضي الله عنهم (۲۴۷/۵)

شرح الحديث: یہ باب کی پہلی حدیث ہے اور باب کی دوسری حدیث حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً مروی ہے: لَقُّوْا مَوْتَكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔

پہلی حدیث لا کر مصنف نے اشارہ کیا تلقین کے فائدہ اور غرض کی طرف کہ مقصد یہ ہے کہ مرنے والے کا آخری کلام دنیا سے رخصت ہوتے وقت کلمہ توحید ہو، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب ایک مرتبہ وہ کلمہ پڑھ لے تو پھر تلقین نہ کی جائے الایہ کہ اس کے بعد وہ کوئی دنیوی کلام کرے، اور دوسری حدیث میں موتی سے مراد مختصر ہے مجازاً یہ مجاز مایول کے قبیل سے ہے، کذا قال الطیبی کما فی البذل، والامام النووی فی شرح مسلم، وکذا فی مغنی المحتاج فی فقہ الشافعیہ ج ۱ ص ۳۳۰، اور بعض شافعیہ نے میت کو حقیقی معنی پر محمول کرتے ہوئے حدیث کو تلقین بعد الدفن پر محمول کیا ہے، لیکن بذل میں ہے کہ تلقین بعد الدفن امر محدث ہے سلف میں معروف نہ تھی لہذا حدیث کو اس پر محمول کرنا درست نہیں، اس پر حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے لکنہ وارد فی الروایات العدیة کما فی منتخب کنز العمال ج ۶ ص ۲۶۰، نیز علامہ عینی اور حافظ ابن حجر دونوں کے کلام میں یہ ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سے پورا کلمہ مراد ہے، قال الکرمانی: والمراد هی وضعیمتها ”محمد رسول اللہ“، زین ابن النیر کہتے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ شرعاً شہادتین کا لقب ہے (عمون) اور یہی اوپر در مختار سے گذرا لیکن مغنی المحتاج میں ”محمد رسول اللہ“ کی زیادتی کے مسنون ہونے اور نہ ہونے پر بحث کی ہے، ان کا میلان عدم زیادتی کی طرف ہے حدیث ابی سعید رضي الله تعالى عنه أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۱۱۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقُّوْا مَوْتَكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ».

ترجمہ: یحییٰ بن عمارہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کیا کرو۔

تحقیق: صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۶) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۶) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۲۶) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۱۷) سنن ابن ماجه - ما جاء فی الجنائز (۱۴۴۵) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳/۳)

۲۱۔ باب تعمیض المیت

باب مرنے والے کی آنکھیں بند کرنے کے متعلق حکم

۳۱۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْقَزَائِرِيَّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ قَبِيصَةَ بِنِ دُوَيْبٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ، وَقَدْ شَقَّ^۱ بَصَرُهُ، فَأَغْمَضَهُ، فَصَيَّحَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ، فَقَالَ: «لَا تَدْعُوا عَلَيَّ أَنْفُسَكُمْ إِلَّا بِغَيْرٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤْمِنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ» ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ رَجَّتَهُ فِي الْمَهْدَيْنِ، وَاخْلُقْهُ فِي عَقِيهِ فِي الْقَابَرَيْنِ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلِلْغَائِبِينَ، اللَّهُمَّ افْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ، وَنُورْ لَهُ فِيهِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَتَعْمِيضُ الْمَيِّتِ بَعْدَ خُرُوجِ الرُّوحِ، سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ الثُّعْمَانِ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَيْسَرَةَ رَجُلًا عَابِدًا يَقُولُ: غَمَضْتُ جَعْفَرًا الْمُعَلِّمَ وَكَانَ رَجُلًا عَابِدًا فِي خَالَةِ الْمَوْتِ، فَرَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي لَيْلَةً مَاتَ، يَقُولُ: أَغْظَمُ مَا كَانَ عَلَيَّ تَعْمِيضُكَ لِي قَبْلَ أَنْ أَمُوتَ".

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو سلمہؓ کے پاس تشریف لائے اور اس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اس پر ان کے بعض گھروالے چیخنے چلانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے لئے سوائے کلمہ خیر کے کوئی بات نہ کہو کیونکہ تم جو کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں پھر دعا فرمائی: اے اللہ! ابو سلمہ کی مغفرت فرما دیجئے اور ان کا مرتبہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند فرما دیجئے اور ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں ان کے جانشین بن جائیے اور ہماری اور ان کی مغفرت فرما دیجئے۔ اے تمام جہانوں کے پالنے والے اے اللہ! ان کی قبر کو کشادہ فرما دیجئے اور اس کو ان کے لئے نور سے بھر دیجئے۔

تحقیق: صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۹) صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۰) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۷) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۲۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۱۸) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۴۷) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۵۴) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۹۱/۶)

شرح الحدیث: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ابو سلمہؓ کے انتقال کے وقت حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اس پر ان کے بعض گھروالے رونے چیخنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا، دعائے خیر کروا لے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں تمہاری بات پر، اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ

۱ قال النووي: هو بفتح الشين ورفع بصره وهو فاعل شق (أي بقي بصره مفتوحا) هكذا ضبطناه وهو المشهور، وضبطه بعضهم بصره بالنصب وهو صحيح أيضا والشين مفتوحة بلا خلاف (النهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ۶ ص ۲۲۲)

درجۃ فی المہدیین، وَاخْلَفَهُ^۱ فِي عَقِيهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاعْفُرْ لَنَا وَلِلْغَابِرِينَ، اللَّهُمَّ اُفْسَحْ لِي فِي قَبْرِي، وَتَوَرَّلْهُ فِيهِ۔
ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہاں پر ایک زیادتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تغمیض العین خروج روح کے بعد ہونا چاہیے، اور پھر آگے یہ واقعہ لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاد محمد بن محمد بن نعمان المقری سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے ابو میسرہ سے سنا جو عابد وزاہد شخص تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر معلم کی موت کے وقت ان کا تغمیض عین کر دیا تو جس روز ان کا انتقال ہوا اسی کی شب میں میں نے انکو خواب میں دیکھا کہنے لگے اَعْظَمَ مَا كَانَ عَلَيَّ تَغْمِيضُكَ لِي قَبْلَ أَنْ أَمُوتَ کہ بہت زیادہ ناگوار بات مجھ پر یہ گذری تمہارا میری آنکھ کو بند کرنا قبض روح سے پہلے اے، لہذا اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ جب مرنے کا یقین ہو جائے تب ہی تغمیض عین کیا جائے۔

اس حدیث میں اغماض میت مذکور ہے، علماء کا اس کے استحباب پر اجماع ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ میت کی ہیئت نہ بگڑے، اور علامہ طیبیؒ نے لکھا ہے کہ جب روح قبض ہوتی ہے تو آنکھ کی روشنی بھی ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے، لہذا آنکھ کھلی رہنے میں اب کوئی فائدہ نہیں (ہامش بذل^۲) اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اسی وقت اس کا منہ بھی بند کر دیا جائے۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه (منذری)۔

۲۲۔ بَابُ فِي الْأَسْتِزْجَاعِ

باب ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے کے بیان میں

۳۱۱۹۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنِ ابْنِ عُمرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ مُصِيبَةٌ فَلْيَقُلْ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ عِنْدَكَ أَجْتَسِبُ مُصِيبَتِي، فَأَجْزِي فِيهَا، وَأَبْدِلْ لِي بِهَا خَيْرًا مِنْهَا"۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو چاہیے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ رائج پڑھا کرے (ترجمہ) بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ! میں اپنی مصیبت میں تجھ سے ثواب کی امید رکھتا ہوں تو مجھے اس میں اجر عطا فرما اور اس کا مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۸) صحیح مسلم - الجنائز (۹۱۹) جامع الترمذی - الجنائز (۹۷۷) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۲۵)
سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۱۹) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۴۷) مسند أحمد - أول مسند المدینین رضي الله عنهم أجمعين

۱ یعنی اے اللہ تو خلیفہ ہو جا اس میت کا باقی رہنے والوں میں سے اس کی اولاد کا۔

۲ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۸۱

(۲۷/۴) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۲۹۱/۶) موطأ مالك - الجنائز (۵۵۸)

شرح الحديث حدیث الباب ”باب ما يقال عند المیت من الکلام“ میں اختلاف سیاق کیساتھ گزر چکی۔ اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ أَجْتَسِبُ مُصِيبَتِي فَأَجْرِي مِثْلَ أَكْرَمَنِي، أَوْ مِثْلَ فَا نَصْرِي^۱، دونوں طرح اس کو ضبط کیا گیا ہے۔ اول ایجار سے یعنی اجرت اور عوض دینا اور ثانی اجر سے ماخوذ ہے۔

۲۳۔ بَابُ فِي الْمَوْتِ يُسَبِّحُ

باب مردے پر کپڑا ڈالنے کے بیان میں

۳۱۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّي فِي ثَوْبٍ حَبْرَةٍ».

ترجمہ ابو سلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کو یمنی کپڑے سے (وفات کے بعد) ڈھانپ دیا گیا۔

شرح صحیح البخاری - اللباس (۵۴۷۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۲) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۲۰) مسند احمد - باقي مسند الانصار (۱۱۷/۶)

شرح الحديث یعنی آدمی کے انتقال کے بعد اس پر چادر ڈھانک دینی چاہیے اس کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہیے، ظاہر ہے کہ غسل میں تو دیر لگے گی لیکن یہ عمل اسی وقت کر دینا چاہیے، جیسا کہ حدیث الباب میں ہے: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجِّي فِي ثَوْبٍ حَبْرَةٍ»۔ حَبْرَةُ بَزُونِ عَذْبَةٌ، اس کو وصف اور اضافت دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی یمنی چادر جو دھاری دار ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کو آپ کی وفات کے بعد یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم شرف و کرم۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم، قاله المنذري۔

۲۴۔ بَابُ الْقِرَاءَةِ عِنْدَ الْمَيِّتِ

باب قرآن الہرگ آدمی کے قریب قرأت کے متعلق باب

۳۱۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَكِّيٍّ الْمُرُوزِيُّ الْمُعْتَمَرِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي عُفْمَانَ، وَلَيْسَ بِالنَّهْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اقْرَأُوا اَيْسَ عَلَى مَوْتَاكُمْ» وَهَذَا الْقَطُّ ابْنُ الْعَلَاءِ.

ترجمہ: معقل بن یسار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مرنے والے کے پاس یس کی تلاوت کیا کرو۔

تخریج: سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۲۱) سنن ابن ماجہ - ما جاء فی الجنائز (۱۴۴۸) مسند احمد - أول مسند البصريين (۲۶/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۲۷/۵)

شرح الحدیث: اَقْرءُوا یس علی مَوْتَاکُمْ: یہاں پر موتی سے مراد مختصر ہے۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے، اور بغض کی رائے یہ ہے کہ سورہ یسین اسکے پاس بیٹھ کر اسکی موت کے بعد پڑھی جائے جبکہ اس پر چادر ڈھکی ہوئی ہو^۱، اور تیسرا قول یہ ہے کہ یقراً علیہ عند القبر، علماء نے اس سورہ کی قراءت کی حکمت میں لکھا ہے کہ اس وقت آدمی میں تلفظ کی قوت باقی رہتی نہیں انتہائی ضعف کی وجہ سے اس وقت وہ اپنی کسی حاجت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ لیکن مؤمن آدمی کا قلب ایسے وقت میں بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر یسین اس وقت میں اس لئے پڑھی جاتی ہے تاکہ اس کے ایمان اور قوت قلبیہ میں اضافہ ہو، اس لئے کہ اس سورت میں شریعت کے اُمہات اصول اور وہ بڑے بڑے مسائل جن کو علماء نے اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے مختلف امتوں کے احوال، تقدیر کا اثبات اور یہ کہ بندوں کے افعال کا استناد اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اور اثبات توحید، نفی شرک اور احوال قیامت، حشر و نشر کا منظر، حساب کتاب، ثواب و عقاب وغیرہ چیزیں مذکور ہیں، نیز حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لئے قلب ہوتا ہے اور قلب قرآن سورہ یسین ہے لہذا اس صورت کو اس کے سامنے پڑھنے سے اس کو روحانی قوت اور تسلی ہوگی اور ایمانیات کا استحضار ہوگا، (بشرطیہ کہ وہ قرآن پاک کا ترجمہ سمجھتا ہو)۔

ہر جمعہ کو اپنے والدین کی قبر پر جا کر سورہ یسین پڑھنا: اور سورہ یسین کے عند القبر پڑھنے کے بارے میں ایک حدیث میں ہے جس کو ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا: مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهُمَا يَسَ عَفَّرَ لَهُ بِعَدِيدٍ كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا (من البذل)^۲۔ والحدیث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۲۵۔ باب الجُلوس عند المصيبة

مصیبت کے وقت بیٹھ جانے کے متعلق باب ۵۵

۳۱۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «لَمَّا قُبِلَ زَيْدُ بْنُ خَارِثَةَ، وَجَعَفَرُ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْمَسْجِدِ يُعْرِفُ فِي وَجْهِهِ الْحُزْنَ» وَذَكَرَ الْقِصَّةَ.

① لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ فقہاء نے میت کے قریب بیٹھ کر قبل الغسل تلاوت قرآن سے منع کیا ہے۔

② الكامل فی ضعفاء الرجال - ج ۶ ص ۲۶۰، بذل الجہود فی حل ابی داود - ج ۱۴ ص ۸۵

ترجمہ عمرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارث اور جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کو شہید کر دیا گیا تو نبی کریم ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے آپ ﷺ کے چہرہ انور پر غم کے اثرات نمایاں تھے اور واقعہ آگے بیان کیا۔

تحقیق صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۳۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۵) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۴۷) سنن أبی داود - الجنائز (۳۱۲۲) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵۹/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲۷۷/۶)

شرح الحدیث یعنی موت جیسی کسی مصیبت کے وقت اگر آدمی تھوڑی دیر کیلئے سکون دو قار اور سکوت کے ساتھ بیٹھ جائے جس میں آثار حزن ظاہر ہو رہے ہوں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، یہ خود جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب غزوہ موتہ میں زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شہید ہو جانے کی خبر حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ مسجد میں بیٹھے آپ کے چہرہ انور سے آثار حزن نمایاں تھے، علامہ طبریؒ لکھتے ہیں: یعنی آپ نے اپنے رنج و غم کو پی رکھا تھا تو فطری طور پر اس کا جو اثر چہرے پر ہونا چاہئے تھا وہ ظاہر ہوا، علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اعتدال کی تعلیم ہے کہ جملہ احوال میں اعتدال مسلک مستقیم ہے، لہذا اگر کسی کو کوئی عظیم مصیبت پہنچے تو اس کو چاہئے کہ نہ تو اظہار حزن میں افراط کرے لطمہ و شق اور نوحہ وغیرہ جو کہ ناجائز اور ممنوع ہے، اور نہ اس کے بارے میں تقریط کرے کہ بے پرواہی اور بہادری دکھائے جو علامت ہے قسوت قلب کی، بلکہ حضور ﷺ کا اتباع کرنا چاہئے، اور اس وقت آپ ﷺ کے جلوس فی المسجد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کا یہ مسجد میں بیٹھنا حسب معمول اور عادت شریفہ کے مطابق تھا، یعنی اس نیت سے نہیں تھا کہ لوگ آپ ﷺ کے پاس تعزیت کیلئے آئیں، لہذا یہ آپ ﷺ کی مجلس و مجلس ماتم و سوگ نہیں تھی ①۔

آگے روایت میں ہے وَذَكَرَ الْقِصَّةَ، یہ قصہ مفصلاً بخاری میں مذکور ہے فی باب مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْمُصِيبَةِ يُعَوِّثُ فِيهِ الْحُزْنَ (بذل)، جس کا مضمون یہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ان تینوں حضرات کی شہادت کی اطلاع پر میں نے حضور ﷺ کو مجلس میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور آپ ﷺ کے چہرے سے حزن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور میں حجرہ کے اندر سے اپنے دروازہ کے دُور میں سے دیکھ رہی تھی تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا کہ جعفر کے گھر والے چیخ چلا رہے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر دو، وہ گیا اور پھر آیا کہا کہ وہ تومان نہیں رہے ہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ جا کر ان کو منع کر دو وہ گیا اور پھر آیا کہنے لگا: یا رسول اللہ! وہ تو ہماری سن نہیں رہے آپ ﷺ نے فرمایا: جا پھر ان کے منہ میں خاک ڈال دے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے اسکو بلا کر کہا تیرا ناس ہو، نہ تجھ سے وہ کام ہو رہا ہے جو حضور ﷺ فرما رہے ہیں اور نہ تو حضور ﷺ ہی کو مشقت میں ڈالنے سے چھوڑ رہا ہے، مطلب یہ تھا کہ تجھ کو حضور ﷺ سے یہ عرض کر دینا چاہئے کہ یہ کام میرے بس کا نہیں، میں اسکو انجام نہیں دے سکتا لہذا آپ ﷺ کسی اور کو بھیج دیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائي.

قالہ المنذری۔

۲۶۔ باب فی التعزیر

مرنے والے پر اظہار افسوس کرنے کے متعلق باب ۵۵

تعزیر عزاء سے مشتق ہے جس کے معنی صبر ہیں، لہذا تعزیریت کے معنی ہوئے کسی کو عزاء یعنی صبر پر ابھارنا اور اسکی تلقین کرنا، صبر دلانا، یعنی اس کو اجر و ثواب کی دعا دینا تاکہ اس کو اس سے تسلی ہو اور صبر آجائے۔

۳۱۲۳۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ، عَنْ رِبْعَةَ بْنِ سَيْفٍ الْمَعَاذِيِّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَبِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي - مَيْتًا فَلَمَّا قَرَعْنَا، انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْصَرَفْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا حَازَى بَابَهُ وَقَفَ، فَإِذَا نَحْنُ بِأَمْرٍ مُقْبِلَةٍ، قَالَ: أَظُنُّهُ عَرَفَهَا فَلَمَّا دَهَبَتْ، إِذَا هِيَ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أَخْرَجَكَ يَا فَاطِمَةُ مِنْ بَيْتِكَ؟» فَقَالَتْ: أَتَيْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَهْلَ هَذَا الْبَيْتِ فَزَحَمْتُ إِلَيْهِمْ مَيْتَهُمْ أَوْ عَزَيْتُهُمْ بِهِ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلَعَلَّكَ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُدَى؟» قَالَتْ: مَعَاذَ اللَّهِ، وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَذْكُرُ فِيهَا مَا تَذْكُرُ، قَالَ: «لَوْ بَلَغْتَ مَعَهُمُ الْكُدَى» فَذَكَرْتُ شَيْدًا فِي ذَلِكَ، فَسَأَلْتُ رِبْعَةَ عَنِ الْكُدَى؟ فَقَالَ: «الْقُبُورُ فِيمَا أَحْسَبُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک مردے کو دفن کیا جب ہم فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ لوٹ آئے پھر جب آپ ﷺ میت کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو ٹھہر گئے تو وہاں سامنے سے ایک عورت آرہی تھی راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو پہچان لیا۔ جب وہ چلی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ فاطمہؓ تھیں آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اے فاطمہ! تمہیں کس چیز نے اپنے گھر سے نکالا؟ فاطمہؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں ان گھر والوں کے پاس اسلئے آئی تھی تاکہ ان کے میت کیلئے رخصت کی دعا کروں یا یہ فرمایا کہ اس پر ان سے اظہار افسوس کروں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شاید کہ تم لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئی ہو؟ حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں: اللہ کی پناہ (میں کیونکر جاتی) جبکہ میں آپ ﷺ سے اس بارے میں (ممانعت کا) ذکر سن چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان کے ساتھ قبرستان چلی جاتیں پھر اس پر سختی کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ راوی مفضل کہتے ہیں میں نے ربیعہ سے کدی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا میرے خیال میں اس سے مراد قبور (قبرستان) ہے۔

شرح الحدیث اس حدیث کا مضمون ہمارے یہاں باب فی صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حدیث (رقم ۲۹۶۳) کے ضمن میں آچکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے دوبارہ یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔

امام ابو داؤد کی ایک خاص عادت شریفہ سلوک ادب میں: قَالَ: «لَوْ بَلَغَتْ مَعَهُمُ الْكُدَى» فَذَكَرَ تَشْدِيدًا فِي ذَلِكَ: امام ابو داؤد کی اس عادت شریفہ اور ادب پر ہم پہلی جگہ لکھ چکے ہیں، یہاں پر علامہ شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ اپنی تعلیق میں لکھتے ہیں: وفي الكناية عن بقية الحديث أدب من الإمام أبي داود رحمه الله تعالى مع بضعة النبي ﷺ ورضي الله تعالى عنها ينبغي الاقتداء به. قال السخاوي رحمه الله تعالى في أواخر "بذل المجهود في ختم سنن أبي داود" وهو يعد مناقب الإمام أبي داود: ومن وفور أدبه أنه لما أورد الحديث في رؤية النبي ﷺ ابنته فاطمة رضي الله تعالى عنها في الطريق، وقالت له: إنما كانت تعزي أنا سأ في ميت لهم... لم يذكر الكلام الأخير، بل أشار إليه بقوله: فذكر تشديدا في ذلك. وهذا يدل على أن أبا داود أئمة آخرين في حديث سرقة المرأة المخزومية، وقوله ﷺ: لو أن فاطمة بنت محمد (ﷺ).... فقد رواه ابن ماجه (۲۵۴۷) بسنده قال: مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ: «قَدْ أَعَادَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَسْرِقَ، وَكُلُّ مُسْلِمٍ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَقُولَ هَذَا»، اور اس کے بعد حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس حدیث سرقہ کو ذکر کیا تو انہوں نے بھی اس طرح فرمایا: فذكر تشديدا من امرأة شريفة اه^۱۔

آپ ﷺ کے والدین کا حکم اخروی: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان و عدم ایمان کے بارے میں علماء کا اختلاف حضرت سہارنپوری نے بذل میں اس جگہ اور آئندہ "باب فی زیارة القبور" میں اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَبْرُ أُمِّهِ فَبَكَى، وَأَبَاكَى مِنْ حَوْلِهِ کے تحت اور حضرت شیخ نے حاشیہ بذل^۲ میں بہت سی کتابوں کے حوالے اور مختصر مختصر عبارات تحریر فرمائی ہیں نیز اہل فترت کے بارے میں اختلاف علماء کا ذکر فرمایا ہے جو دیکھنا چاہے اس کی طرف رجوع کرنے، اور یہ احقر اپنے سبق میں یہ کہا کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق تو چاہے جو ہو لیکن سچی بات یہ ہے آپ ﷺ کے ایک امتی کے دل کی خواہش یہی ہونی چاہئے کہ کسی طرح ان کا ایمان اور اسلام ثابت ہی ہو تو بہتر ہے، یعنی جب کبھی ان کا ذکر یا خیال آئے۔ آپ ﷺ کے والدین کے بارے میں تفصیل جلد ثامن میں رقم الحدیث ۴۷۱۸ کی شرح میں آرہی ہے۔

۱ کتاب السنن - ج ۴ ص ۲۲، فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر - ج ۱۲ ص ۹۵

۲ حاشیہ بذل (ج ۱ ص ۲۰۳) میں علامہ سیوطیؒ کی "دشی الدیاج علی صحیح مسلم بن الحجاج" سے نقل کیا ہے سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں سات رسائل تصنیف کئے ہیں اور انہوں نے حدیث الباب استاذت ربی تعالیٰ ان استغفر لها فلم یأذن لی، پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مسلم کے بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے اور اگر ثابت ہو جائے تو منسوخ ہے الی آخر ما فی الحاشیہ، نیز اس کے بارے میں امام برزنجی کا بہت مشہور رسالہ "شداد الدین ویداد الدین فی اثبات النجاة والدمجات للوالدین" ہے اس کو دیکھنا چاہئے، خاص اس موضوع پر مفصل اور مدلل تصنیف ہے۔

۲۷۔ باب الصبر عند الصدمة

مصیبت کے وقت صبر کے بیان میں ۶۵

۳۱۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ تَبْكِي عَلَى صَبِيٍّ لَهَا، فَقَالَ لَهَا: اتَّقِي اللَّهَ، وَاصْبِرِي، فَقَالَتْ: وَمَا ثَابِتِي أَنْتَ بِمُصِيبَتِي، فَقِيلَ لَهَا: هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَتْهُ، فَلَمْ تَجِدْ عَلَى بَابِهِ بَوَّابِينَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَمْ أَغْرِفْكَ، فَقَالَ: "إِنَّمَا الصَّدُوءُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى - أَوْ: عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ -".

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ سرور دو عالم ﷺ ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جو اپنے بچے کی (وفات کی) وجہ سے روزی تھی تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو وہ کہنے لگی تم کو میری مصیبت کی کیا پرواہ تو اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی کریمؐ سرور دو عالم ﷺ تھے چنانچہ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر اس نے کوئی دربان نہ پایا تو اس نے (آپ ﷺ سے) عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو پہچان نہ پائی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر تو وہی ہے جو مصیبت کے شروع میں ہو۔

تحقیق صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۹۴) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۲۳) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۰) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۳۵) صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۶) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۶۹) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۲۴) سنن ابن ماجہ - ما جاء فی الجنائز (۱۵۹۶) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۴۳/۳)

شرح الحدیث یعنی آپ ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو اپنے بچے پر روزی تھی، آپ ﷺ نے اس کو صبر تقویٰ کی تلقین فرمائی (وہ چونکہ آپ کو اس وقت شدت رنج کی وجہ سے پہچان نہ سکی تھی اس لئے) اس نے الٹ کر جواب دیا کہ تم کو میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے، اس پر کسی نے بعد میں اس سے کہا کہ اری یہ حضور ﷺ تھے تو وہ فوراً آپ ﷺ کے دولت کدہ پر پہنچی، راوی کہتا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کے دروازہ پر دربان اور چوکیداروں کو نہیں پایا۔ یعنی جیسا کہ دیوبی امراء کے درباروں پر ہوا کرتا ہے۔ تو اس عورت نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے اس کی بات کا تو کوئی جواب نہیں دیا البتہ یہ فرمایا: إِنَّمَا الصَّدُوءُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى، کہ صبر تو وہی ہے جو مصیبت کے شروع میں حاصل ہو۔ (بعد میں تو صبر سب کو آہی جاتا ہے)۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذرى۔

۲۸۔ باب فی البکاء علی المیت

باب مرنے والے پر رونے کے متعلق حکم کے بارے میں

۳۱۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمِ الْأَخْوَطِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا غَثْمَانَ، عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّ ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلَتْ إِلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ، وَتَسْعُدُ، وَأَحْسَبُ أَبِيًّا: أَنَّ ابْنِي - أَوْ ابْنَتِي - قَدْ حُضِرَ فَأَشْهَدُنَا، فَأُرْسِلُ يُقْرِئُ السَّلَامَ، فَقَالَ: «قُلْ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أُعْطِيَ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ، إِلَى أَجَلٍ» فَأُرْسِلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ، فَأَتَاهَا فَوَضِعَ الصَّبِيُّ فِي جُحْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَفْسُهُ تَقْعَقُعُ فَقَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ تَسْعُدُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: «إِنَّمَا رَحْمَةٌ، وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ يَشَاءُ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءُ».

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی صاحبزادی نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام دیکر بھیجا اور اس وقت میں اور سعد بن عبادہ اور شاید کہ ابی بن کعب بھی آپ ﷺ کے ساتھ مجلس میں موجود تھے ان صاحبزادی نے یہ کہلوا یا کہ میرے بیٹے یا میری بیٹی کا وقت آخر آن پہنچا ہے تو آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ آپ ﷺ نے ان کو (جو اب) کہلوا یا کہ جا کر ان (حضرت زینبؓ) سے سلام کہیے پھر کہیے کہ اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کے لئے اس کے یہاں وقت مقرر ہے اس پر حضرت زینبؓ نے آپ ﷺ کو قسم دیکر پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیے چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے گئے تو بچہ کو آپ ﷺ کی گود میں دی دیا گیا اور اسکی سانس اسوقت اکھڑ رہی تھی تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یہ رونا کیسا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہا رکھ دی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں میں سے ان بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو رحمت میں ہیں۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۲۴) صحیح البخاری - الرضی (۵۳۳۱) صحیح البخاری - القدر (۶۲۲۸) صحیح البخاری - الأیمان والنذور (۶۲۷۹) صحیح البخاری - التوحید (۶۹۴۲) صحیح البخاری - التوحید (۷۰۱۰) صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۶۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۲۵) مسند احمد - مسند الأنصار رضی اللہ عنہم (۲۰۶/۵)

شرح الحدیث: حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ کی ایک صاحبزادی (زینبؓ) نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک قاصد کو بلانے کے لئے بھیجا اور اس وقت آپ کے ساتھ میں اور سعد بن عبادہ اور ابی بن کعب مجلس میں بیٹھے تھے قاصد ان کا پیام لایا کہ میرا بیٹا یا بیٹی (شک راوی ہے) کا آخری وقت ہے ہمارے پاس تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے قاصد سے فرمایا: جا کر میرا سلام کہنا اور یہ کہہ دینا اللہ ما اخذ، وما اعطی وکل شیء عندہ، إلى أجل، قاصد نے جا کر آپ کی بات پہنچا دی، انہوں نے دوبارہ قاصد کو آپ کی خدمت میں قسم دیکر بھیجا اس پر آپ وہاں تشریف لے گئے، اس بچہ کو آپ کی گود میں رکھ دیا گیا جبکہ اس

بچے کی روح پھڑک رہی تھی، آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، اس پر حضرت سعدؓ نے آپ سے عرض کیا کہ یہ رونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ آنسو رحمت ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کے قلب میں چاہتے ہیں ودیعت فرمادیتے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی بندوں میں سے اسی پر رحم فرماتے ہیں جو رحم دل ہوتا ہے، حضرت سعدؓ یہ سمجھتے تھے کہ شاید صرف آنسوؤں سے رونا بھی ممنوع ہے اس پر آپ ﷺ نے اسکی وضاحت فرمائی کہ یہ بُکا بکائے منہی عنہ میں داخل نہیں بلکہ یہ تو پسندیدہ ہے رحم دلی کی علامت ہے، علماء نے لکھا ہے کہ کمال تو اعطاء کل ذی حق حقه میں ہے، اور جو بعض صوفیہ اور زہاد سے منقول ہے کہ جب ان کو کسی عزیز کی موت کی اطلاع کی گئی تو رضابقضاء کے طور پر ہنس دئے، یہ کمال کی بات نہیں۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجه. قاله المنذرى۔

۳۱۲۶ -

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَلَدَلِي اللَّيْلَةُ عَلَامَةٌ فَسَمَّيْتُهُ بِأَسْمِ أَبِي إِبْرَاهِيمَ - قَدْ كَرَّ الْحَدِيثُ - قَالَ أَنَسٌ: لَقَدْ رَأَيْتُهُ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَدْ مَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ، وَلَا تَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، إِنَّا بِلَيْتٍ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ».

ترجمہ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج رات میرا ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیمؓ کے نام پر رکھا ہے۔ پھر حدیث ذکر کی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس (رسول اللہ ﷺ کے فرزند) کو نزاع کی حالت میں دیکھا کہ وہ اپنی آخری سال میں آپ ﷺ کے سامنے بے ربا تھا اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے اور ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا ب راضی ہو کہ اے ابراہیم ہمیں تمہارے جانے کا غم ہے۔

تخریج

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۱) صحیح مسلم - الفضائل (۲۳۱۵) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۲۶) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۱۹۴/۳)

شرح الحدیث

مضمون حدیث یہ ہے: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج رات میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو میں نے اس کا نام اپنے باپ (جد اعلیٰ) کے نام پر ابراہیم رکھا ہے۔ آگے اس روایت میں کچھ اور ہو گا جس کو مصنفؒ نے اختصار اخذ کر دیا پھر آگے حدیث میں یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے اس فرزند کو جان دیتے ہوئے دیکھا جب کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے تھا، آپ ﷺ کے آنسو بہنے لگے اور آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور قلب غمگین ہے اور ہم زبان سے وہی کہیں گے جس قول کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں: إِنَّا بِلَيْتٍ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ کہ اے ابراہیم ہمیں تیرے جانے کا غم ہے۔

یزہی یا یزہی، پہلی صورت میں رہنما قائل ہونے کی بنا پر اور دوسری صورت میں رہنما بالنصب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت و وفات اور مدت عمر کا بیان کتاب الکسوف میں گزر چکا ہے اور آئندہ یہاں ”باب فی الصلاة علی الطفل“ کے متن میں بھی آ رہا ہے۔ والحدیث أخرجه مسلم، وأخرجه البخاری تعلیقاً، قاله المنذری۔

۲۹۔ بَابُ فِي النَّوْحِ

انتقال ہو جانے پر بلند آواز میں (مردے کے اوصاف بیان کر کے) رونے کے متعلق حکم کے بیان میں ۵۵
نوح اور نیاۃ محاسن میت بیان کر کے رونایا چیخ پکار کے ساتھ رونا، دونوں تفسیریں کی گئی ہیں اور دونوں ممنوع ہیں بغیر ذکر محاسن کے آنسوؤں سے رونا ثابت ہے۔

۳۱۲۷۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَمَّانَا عَنِ النَّيَاحَةِ».

ام عطیہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۴) صحیح البخاری - تفسیر القرآن (۴۶۱۰) صحیح البخاری - الأحکام (۶۷۸۹)
صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۶) صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۷) سنن النسائی - البيعة (۴۱۸۰) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۲۷)
مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۴/۵)

۳۱۲۸۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّايِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ».

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نوحہ کرنے والیوں اور اسکو سننے والیوں پر لعنت فرمائی۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۲۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۶۵/۳)

شرح الحدیث: لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّايِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ: یعنی نوحہ کرنے والی عورت اور اس نوحہ کو سننے والی دونوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے نہایت میں تاء اگر تانیث کیلئے ہے تو عورت کی تخصیص اس لئے ہے کہ زیادہ تر یہ نوحہ عورتوں ہی میں پایا جاتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ اس میں تاء مبالغہ کیلئے ہو اس صورت میں اشارہ ہو گا اس طرف کہ جو شخص بکثرت ایسا کرے وہی مستحق لعن ہے اور جس سے اتفاقہ کبھی اس کا صدور ہوا ہو وہ اس میں داخل نہیں۔

۳۱۲۹۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي مُعَاوِيَةَ الْمُعَنَّى، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: «إِنَّ النَّبِيَّ لَيَعْدُبُ بَنَاتِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ» فَذَكَرَ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ: وَهَلْ تَعْنِي ابْنُ عُمَرَ

إِنَّمَا مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرِ. فَقَالَ: «إِنَّ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ وَأَهْلَهُ يَتَكُونُ عَلَيْهِ» ثُمَّ قَرَأَتْ: {وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى} ① قَالَ: عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَلَى قَبْرِ يَهُودِيٍّ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک مردے کو اسکے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے جب یہ بات حضرت عائشہؓ کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو وہم ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک مرتبہ ایک قبر پر ہوا آپ نے فرمایا کہ اس قبر والے کو عذاب ہو رہا ہے اور حال یہ ہے کہ اسکے گھر والے اس پر رورہے ہیں۔ پھر آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ابو معاویہ سے یہ بات مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی کی قبر پر یہ بات فرمائی۔

تحقیق: صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۸) صحیح مسلم - الجنائز (۹۲۹) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۵) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۶) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۵۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۲۹)

شرح الحدیث: المیت یعذب ببكاء أهله عليه حدیث کی تحقیق اور توجیہ: ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ نے آپ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی کہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے، حضرت عائشہؓ کے سامنے جب اس حدیث کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کو وہم ہوا ہے اور نقل کرنے میں غلطی کی ہے، اور صحیحین کی روایت میں ہے: أَمَّا إِنَّهُ لَمْ يَكُذِبْ وَلَكِنَّهُ نَسِيَ أَوْ أَخْطَأَ ②، اور پھر انہوں نے اپنی طرف سے صحیح حدیث بیان کی کہ اصل حدیث تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ایک مرتبہ ایک یہودی کی قبر پر ہوا اسکے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس صاحب قبر کو عذاب دیا جا رہا ہے یعنی اس کے کفر اور فسق کی وجہ سے، اور حال یہ ہے کہ اس کے گھر والے اس پر رورہے ہیں، یعنی پھر یہ اس قابل کہاں کہ اس کو رو دیا جائے۔ پھر اسکے بعد حضرت عائشہؓ نے ابن عمرؓ والی حدیث کی تردید کیلئے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى، امام خطابیؒ فرماتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ بات اسی طرح ہو جس طرح حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ یہ حدیث ایک یہودی کے بارے میں آپ نے فرمائی تھی، والخیر المفسر اولى من المجمل، اور ہو سکتا ہے ابن عمرؓ کی روایت بھی صحیح ہو لیکن وہ آیت کریمہ کے خلاف نہیں اور یہ اس لئے کہ اہل جاہلیت وصیت کیا کرتے تھے بکاء اور نوحہ کی اور اس صورت میں جو عذاب ہو گا اس کی وصیت کی بنا پر ہو گا جو اس نے زندگی میں کی تھی اور علامہ سندھی "فتح الودود" میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مختلف طرق اور متعدد صحابہ سے ثابت ہے، اور اسکے معنی بھی صحیح اور درست ہیں اس توجیہ کے بعد جو اوپر گزری لہذا اس حدیث پر انکار کی کوئی وجہ نہیں، یہی بات ملا علی قاریؒ نے بھی لکھی ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ اور متعدد روایات سے ابن عمرؓ اور غیر ابن

① اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا (سورۃ الانعام: ۱۶۴)

② صحیح مسلم - کتاب الجنائز - باب المیت یعذب ببكاء أهله عليه ۹۳۲

③ معالم السنن شرح سنن أبي داود - ج ۱ ص ۳۰۳

عمرؓ سے ثابت ہے، لہذا حضرت عائشہؓ کا اعتراض اپنے اجتہاد کے اعتبار سے ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کی تاویل جمہور نے یہی کی ہے کہ یہ وصیت پر محمول ہے کہ ایسے شخص کو عذاب ہوتا ہے اس کی وصیت کی وجہ سے اور جس میت پر اس کے اہل بغیر اس کی وصیت کے نوحہ کریں (اور بغیر اس کی رضامندی کے) تو اس کو عذاب نہیں ہوتا، لقولہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰیؕ ۱، اس حدیث کی اور بھی توجیہات کی گئی ہیں۔ حضرت شیخؒ نے أوجز المسالك ۲ میں لکھا ہے کہ علامہ عینیؒ نے اس میں علماء کے آٹھ قول لکھے ہیں اور سیوطیؒ نے شرح الصدور میں نواقول، اور حضرت نے دوسری شرح حدیث سے ان کے علاوہ بھی لکھے ہیں جن کا مجموعہ چودہ اقوال تک پہنچ جاتا ہے ہم ان میں سے یہاں چند لکھواتے ہیں: ① الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِمَا نَبِيحٌ عَلَيْهِ ۳ میں باء سببیہ نہیں ہے بلکہ حال کیلئے ہے اُی یعذب فی حال بقاء اہلہ علیہ، مطلب یہ ہے کہ میت کو عذاب دیا جاتا ہے (کسی گناہ کی وجہ سے) اس حال میں کہ اسکے گھر والے اس پر بکاء کرتے ہیں یعنی میت کا تو حال وہاں قبر میں یہ ہے کہ اسکے عصیان کی وجہ سے اس کی پٹائی ہو رہی ہے اور یہاں یہ ہو رہا ہے کہ اسکے فراق کی وجہ سے گھر والے رو رہے ہیں، اور یہ مطلب نہیں کہ بکاء کی وجہ سے اسکو تعذیب ہوتی ہے، ② یہ تعذیب خاص ہے کافر کے ساتھ مسلم اس میں داخل نہیں، ③ یہ اس میت کے حق میں ہے جسکا معمول اور طریق زندگی میں نوحہ ہو، امام بخاریؒ نے بھی اسی توجیہ کو اختیار فرمایا ہے جیسا کہ ان کی ترویج سے معلوم ہوتا ہے: بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذَّبُ الْمَيِّتُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ النَّوْحُ مِنْ مَسْنِيَّتِهِ، ④ یہ محمول ہے اس شخص پر جو نوحہ کی وصیت کر کے مرا ہو جمہور نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے، ⑤ یہ اس شخص کے حق میں ہے جس نے ترک نوحہ کی وصیت نہ کی ہو اس قول کی بنا پر ترک نوحہ کی وصیت کرنا واجب ہوگا، داؤد ظاہری اور ایک جماعت کی رائے یہی ہے، ⑥ مطلب یہ ہے حدیث کا کہ میت کو ان کے صفات اور احوال کی وجہ سے تعذیب ہوتی ہے جن صفات اور احوال کو بیان کر کے وہ روتے ہیں، کیونکہ وہ شرعاً مذموم اور ناجائز ہوتے ہیں مثلاً وہ یہ کہا کرتے تھے نوحہ کے وقت يٰ مُرْقِلُ ⑦ النَّسَاءُ، يٰ أَيُّمَيِّمَةُ الْكَوْلَادِ، يٰ لَحْرِبَ الدُّوْرِ، یعنی رونے والیوں کے کلام میں جن اوصاف کی طرف اشارہ ہے جو اس میت کے اندر موجود تھے اصل عذاب تو ان صفات کی وجہ سے ہو رہا ہے، اور یہ رونے والیاں بے وقوف ان اوصاف مذمومہ کا مفاخر کے طور پر بیان کر رہی ہیں، یعنی میت کی وہ سیادت اور شجاعت اور تمول جن کو وہ ناحق چیزوں میں استعمال کرتا تھا اور جن کی وجہ سے اس کو آج عذاب ہو رہا ہے یہ انہی اوصاف کو بیان کر کے رو رہی ہیں، ورجع هذا القول الاسماعيلي وهو اختيار ابن حزم وطائفة، ⑧ تعذیب سے مراد عذاب اخروی نہیں ہے بلکہ ملائکہ کی توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ ہے۔ میت کے جن اوصاف کے ساتھ وہ ندبہ کیا کرتے تھے مثلاً آتا ہے روایت

① المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ۶ ص ۲۲۸

② أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۵۵۴

③ سنن ابن ماجہ - کتاب الجنائز - باب ما جاء في الميت يعذب بما نبيح عليه ۱۵۹۳

④ عورتوں کو آرمند یعنی بوجہ بنانے والا، بچوں کو پتیم کر دینے والا، اور گھروں کو ویران کر دینے والا یعنی جس کے مرنے سے یہ مصائب پیش آئے۔

میں کہ جب نائچہ کہتی ہے وَاعْصِدَاہُ، وَاکْسِبِیْکَاہُ، وَانَا صِرَاہُ^۱ تو فرشتہ اس میت کے چونکا رہا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے اَنْتَ عَصِدُہَا اَنْتَ نَاصِرُہَا اَنْتَ کَاسِیْہَا، کیوں رے تو کیا ایسا ہے اور ایسا ہی ہے، (۸) میت سے مراد مختصر بجاؤ، اور تعذیب سے مراد تعذیب فی الدنیا یعنی اس کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے الم اور تکلیف پہنچتی ہے۔ ان سب اقوال میں سب سے زیادہ معروف چوتھا جواب ہے اسی کو اختیار کیا ہے درمختار اور شرح اقتباع میں، اور لکھا ہے کہ یہ چیز اہل جاہلیت میں معروف تھی کہ وہ بسا اوقات مرتے وقت نوحہ کی وصیت کرتے تھے چنانچہ طرفہ بن العبد کہتا ہے:

ع إِذَا مِثُّ فَاَنْعِیْ بِنِیْ مَا اَنَا اَھْلُہُ وَشَقِیْ عَلَیَّ الْجَبِیْتُ یَا ابْنَتَہُ مَعْبُودِ^۲

اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب ان کی کتب فروع سے اوپر میں نقل کئے ہیں مجموعی طور پر کبھی مذاہب میں یہ ہے کہ نفس بکاء میں کوئی مضائقہ نہیں نہ قبل الموت نہ بعد الموت، البتہ ندبہ حرام ہے، یعنی محاسن میت بیان کر کے رونا بلفظ النداء مع زیادۃ الالف والہاء جیسے وَاسْیْدَاہُ وَاخْلِیْلَاہُ، اور لکھا ہے کہ نیا حرام ہے یعنی چیخنا چلانا، اور اظہار جزع و فزع۔ والحديث أخرجه مسلم والنسائی، قالہ المنذری۔

۳۱۳۰ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَوْسٍ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ ثَقِيلٌ، فَذَهَبَتْ أَمْرَأَتُهُ لَتَبْكِي، أَوْ هَمَّ بِهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو مُوسَى: أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَسَكَتَتْ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو مُوسَى، قَالَ يَزِيدُ: لَقِيتُ الْمَرْأَةَ، فَقُلْتُ لَهَا: مَا قَوْلُ أَبِي مُوسَى لَكَ، أَمَا سَمِعْتَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَكَتَتْ؟ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَلَقَ وَمِنْ سَلَقَ وَمِنْ خَرَقَ».

سرخسری یزید بن اوس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابو موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ بیمار تھے ان کی اہلیہ نے رونے کا ارادہ کیا یا رونا شروع کیا تو ابو موسیٰ نے کہا کہ کیا تم نے نہیں سنا رسول اللہ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہنے لگیں کیوں نہیں پھر وہ خاموش ہو گئیں اور رونا چھوڑ دیا پھر جب ابو موسیٰ کی وفات ہو گئی تو یزید کہتے ہیں کہ میں ان کی اہلیہ سے ملا اور ان سے پوچھا کہ وہ کیا بات تھی جو ابو موسیٰ نے کہی تھی کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں سنا تو آپ چپ ہو گئیں تھیں فرمانے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ہم میں سے نہیں جو مصیبت کے وقت سر منڈائے اور چیخ کر روئے یا چہرہ کو پیٹے اور کپڑوں کو پھاڑے۔

① سنن ابن ماجہ - کتاب الجنائز - باب ماجاء فی المیت بعدہا ما ینفع علیہ ۱۵۹۴

② شاعر ابنی ہیوی کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اور وصیت کر رہا ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میری خبر مرگ کو اس طرح نشر کرنا جس کا میں اہل ہوں، اور میرے مرنے پر رزو کر گریبان چاک کر لینا۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۳۰) مسند احمد - اول مسند الکوفیین (۴۰۵/۴)

شرح الحدیث: لیس مِثْمَانِ خَلْقٍ وَمَنْ سَلَقَ وَمَنْ خَرَقَ: یعنی ہمارے طریق پر نہیں ہے وہ شخص جو مصیبت کے وقت میں خلق شعر کرائے کما هو عادت الکفار من الہنود اور جو چیخے اور چلائے اور ایسے ہی جو مصیبت کے وقت اپنے کپڑے چاک کرے۔
والحدیث أخرجه النسائی، قاله المنذری۔

۳۱۳۱ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا الْحُجَّاجُ، عَامِلٌ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَلَى الرَّبَذَةِ، حَدَّثَنِي
أَسِيدُ بْنُ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ امْرَأَةٍ، مِنَ الْمُبَايَعَاتِ، قَالَتْ: كَانَ فِيهَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي
أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيهِ: «أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَذْغُو قِيْلًا، وَلَا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَا نَشْرُ شَعْرًا».

ترجمہ: اسید بن ابی اسید رسول اللہ ﷺ سے بیعت ہونے والی ایک خاتون سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ جن باتوں پر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیعت لی تھی اس میں یہ بات تھی کہ ہم نیک باتوں میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گی اور (مصیبت کے وقت) اپنے چہروں کو نہ نوچیں گی اور نہ ہائے داویلا کریں گی اور گریبان چاک نہ کریں گی اور نہ بال بکھیریں گی۔

شرح الحدیث: اسید بن ابی اسید اس صحابیہ سے روایت کرتے ہیں جو کہ مبايعات میں سے ہیں (قال الحافظ لم اقف علی اسمها) وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جن جن چیزوں پر ہم سے بیعت لی تھی اس میں جو یہ بات تھی کہ وہ عورتیں کسی نیک خصلت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، من جملہ ان نیک خصلتوں کے یہ بھی ہیں کہ مصیبت کے وقت منہ نہ نوچیں گی اور اسی طرح داویلا نہیں کریں گی اور ایسے ہی گریبان چاک نہیں کریں گی اور نہ بال بکھیریں گی۔

ان مہاجر عورتوں سے آپ ﷺ نے جس مضمون پر بیعت لی تھی وہ سورہ ممتحنہ کی آیت میں مذکور ہیں: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُمَاجِعَنَّكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ^۱، اس حدیث میں اس آخری جزء کا ذکر ہے جس کا مصداق انہوں نے اس حدیث میں خمیش و جھ اور ذعابا بالویل اور شق جیب اور نشر شعر کو قرار دیا ہے۔

۳۰ - بَابُ صَنْعَةِ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الْمَيْمَنَةِ

میت کے گھر والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنے کے متعلق باب

۳۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ

۱ اے نبی جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسے بھلے کام میں (سورۃ الممتحنہ ۱۲)

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: «اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّہٗ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَقَّ لَهُمْ».

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ جعفرؓ کے گھر والوں کیلئے کھانا تیار کرو اسلئے کہ ان پر ایسا حادثہ آیا ہے جس نے ان کو اپنے میں مشغول کر لیا۔

جامع الترمذی - الجنائز (۹۹۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۳۲) سنن ابن ماجہ - ما جاء فی الجنائز (۱۶۱۰)

الکلام علی الحدیث شرحاً وفقہاً: یعنی میت کے گھر والوں کیلئے پہلے دن صبح اور شام کے کھانے کا انتظام کرنا اقرباء اباعد (دور کے رشتہ دار) اور حیران کیلئے مستحب ہے، فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اور حدیث الباب ہی سے استدلال کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کھانے کا انتظام تین دن تک ہونا چاہئے جو کہ مدت تعزیت ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ کھانا بھیجنے والوں کیلئے مناسب ہے کہ باصرار ان کو کھلائیں ایسا نہ ہو کہ فرط جزع یا شرم کی وجہ سے وہ کھانا چھوڑ دیں (بذل ۱)۔

حدیث الباب کا مضمون یہ ہے: حضرت جعفر بن ابی طالب جو غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بیٹے عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَإِنَّہٗ قَدْ أَتَاهُمْ أَمْرٌ شَقَّ لَهُمْ، یعنی آل جعفر کے لئے کھانے کا انتظام کرو، اس لئے کہ ان کو ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے ان کو اپنے میں مشغول کر لیا ہے اور کھانا بنانے کے لئے فارغ نہیں ہیں، اس سے مراد رنج و غم ہے، تجھیز و تکفین نہیں کیونکہ ان کی شہادت تو موتہ میں ہوئی جو ملک شام میں ہے۔

یہ کھانا جو دوسروں کی طرف سے ہوتا ہے صرف اہل میت کیلئے ہوتا ہے، عام دعوت کا کھانا نہیں ہوتا لہذا دوسرے لوگوں کو اپنے اپنے گھر کھانا چاہئے، اور ایسے ہی خود میت کے گھر والوں کی طرف سے ضیافت کا ہونا یہ تو قلب موضوع ہے اور بدعت مستقبیحہ ہے قالہ ابن الہمام۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۱۔ بَابُ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ

شہید کو غسل دیئے جانے کے متعلق حکم

غسل شہید کا مسئلہ تو تقریباً اتفاق ہے کہ اسکو غسل نہیں دیا جاتا، اس میں حسن بصریؒ کا اختلاف ہے وہ غسل شہید کے قائل ہیں، انکی دلیل یہ لکھی ہے: لأن الغسل كرامة لبني آدم، والشهيد يستحق الكرامة، وإنما لم تغسل شهداء أحد تخفيفاً على الأحياء لكون أكثر الناس كان مجرداً عما أن ذلك اليوم كان يوم بلاء، وتمحيص فلم يقدروا على غسلهم، اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا: زَمِّلُوهُمْ بِكُلِّ مِثْمَلٍ، وَدِمَائِهِمْ فَإِنَّهُمْ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَوْدَاجُهُمْ تَشَخَّبُ دِمَا اللَّوْنِ لَوْنُ الدَّمِ، وَالتَّرِيحُ مَرِيحُ الْمِسْكِ إِلَى آخِرِ مَا فِي الْبَدَائِعِ ۱۔

۱ بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۹۹

۲ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع - ج ۱ ص ۳۲۴

البتہ صلاۃ علی الشہید کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ائمہ ثلاث اسکے قائل نہیں، اور حنفیہ صلاۃ علی الشہید کے قائل ہیں، اور امام احمد سے ایک روایت میں تخیر ہے، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں شہداء احد کے بارے میں روایات مختلف ہیں، والصواب فی المسئلة انه یحیر بین الصلاۃ علیہم وترکھا، لمجیی الآثار بکل واحد من الامرین، وهذا احدی الروایات عن الامام احمد (عون مختصراً) صلاۃ علی الشہید کی بحث آگے اسی باب میں آرہی ہے۔

۳۱۳۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ ابْنِ اِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: "رُمِيَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِي صَدْرِهِ - أَوْ فِي خَلْقِهِ - فَمَاتَ فَأُذِرَ فِي ثِيَابِهِ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ."

حضرت جابر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سینے یا حلق میں تیر لگا جس سے اسکی وفات ہو گئی تو اس کو اسی حالت میں جیسا وہ تھا کفن میں لپیٹ دیا گیا فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۳۳) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۳۶۷/۳)

یعنی ایک شخص کو جس کے تیر لگا تھا سینہ میں یا حلق میں جس سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی تو اس کو اسی طرح اس کے کپڑوں میں دفن دیا گیا، یعنی بدون غسل کے۔

۳۱۳۴ - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي نُبَيْسٍ، وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ أَحَدٍ أَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمْ الْحَدِيدُ وَالْجُلُودُ، وَأَنْ يُدْفَنُوا بِدِمَائِهِمْ وَثِيَابِهِمْ».

سعد بن جبیر حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے بارے میں یہ حکم فرمایا کہ لٹکے بدن سے لوہے اور چمڑے کے ہتھیار اتار لئے جائیں اور انکو انکے خون اور کپڑوں میں دفن دیا جائے۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۳۴) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۱۵) مسند احمد - من مسند نبی ہاشم (۲۴۷/۱)

یعنی شہداء احد کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ان کے بدنوں سے ہتھیار وغیرہ اتار لئے جائیں اور ایسے ہی پوشین بھی، اور ان کو ان کے دماء اور ثیاب میں دفن کیا جائے، یعنی زائد کپڑوں کو اتار کر باقی میں دفن دیا جائے۔

۱ قال المؤلف: وينزع من ثيابه ماله يكن من عامة لباس الناس من الجلود والفراء والحديد قال احمد: لا يترك عليه فرو ولا خف ولا جلد وبهذا قال الشافعي وأبو حنيفة، وقال مالك لا ينزع عنه فرو ولا خف ولا محشول عموم قوله ﷺ أذنتهم بثيابهم، وما رويناه أخص فكان أولى اه اس سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مذہب تو یہی ہے کہ عام لباس کے علاوہ پوشین وغیرہ موزے اور خفین اتار دیئے جائیں، البتہ امام مالک کا اس میں اختلاف ہے ان کے یہاں پوشین اور خفین یہ چیزیں نہیں اتاری جائیں گی، اسی طرح رسولی میں بھی ہے، چنانچہ اس میں ہے مع خف وقلنسوة ومنطقة قل ثمنها وخاتم فضة قل نصه أى قيمة لا بالالة حرب من درع وسلاح اه، معلوم ہوا کہ ہتھیار وغیرہ اور زریں ان کے یہاں بھی اتاری جائیں گی۔

جمہور کا مسلک تو یہی ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک سلاح تو اتارے جائیں گے لیکن زائد کپڑے پوتین وغیرہ نہیں اتارے جائیں گے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۱۳۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ التَّهْرَمِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا لِقَوْلِهِ أَخْبَرَنِي أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ، «أَنَّ شَهْدَاءَ أَحَدٍ لَمْ يُغَسَّلُوا، وَوُفِّئُوا بِمَوْتِهِمْ وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ».

انس بن مالک نے بتلایا کہ شہداء احد کو غسل نہیں دیا گیا اور انہیں خون آلودہ ہی دفن کیا گیا اور ان پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۱۶) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۳۵)

شرح الحديث **صلوة على الشهيد کی بحث:** صلوة علی الشہید کا مسئلہ جیسا کہ ابھی اوپر گذر مختلف فیہ ہے، آگے ایک مستقل باب کتاب الجنائز کے اوخر میں آرہا ہے "باب الصلوة علی القبر بعد حین" جس میں یہ حدیث ہے عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أَحَدٍ، صَلَاتُهُ عَلَى الْمَيِّتِ»^۱، اور اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے: صَلَّى عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ ثَمَانِي سِنِينَ كَالْمَوْتِ لِلْأَخْيَاءِ وَالْأَمْوَآتِ^۲، امام بخاری نے باب الصلوة علی الشہید میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، ایک یہی عقبہ بن عامرؓ والی اور دوسری حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی، جس کے اخیر میں یہ ہے: وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ فِي دِمَائِهِمْ وَلَمْ يُغَسَّلُوا وَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِمْ^۳، ابن قدامہ نے ان دو حدیثوں میں سے ایک کو اپنے مسلک کی دلیل ٹھہراتے ہوئے دوسرے حدیث یعنی عقبہ کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ مخصوص ہے شہداء احد کے ساتھ، اس لئے کہ آپ ﷺ کی یہ صلاۃ شہداء احد پر صلاۃ علی القبر تھی اور آٹھ سال کے بعد تھی، اور خفیہ صلاۃ علی القبر کے قائل ہی نہیں، اور جمہور بھی ایک ماہ کے بعد صلاۃ علی القبر کے قائل نہیں، لہذا یہی کہا جائے گا کہ وہ شہدائے احد کے ساتھ خاص ہے، نیز انہوں نے کہا کہ ابن عباسؓ کی یہ حدیث ان النبی ﷺ صلی علی قتل احد "ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راوی حسن بن عمارہ ہیں جو کہ ضعیف ہیں، وقد أنکر علیہ شعبۃ رواۃ هذا الحدیث اھ^۴، اور قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابن حزم ظاہری کا مذہب یہ ہے کہ صلاۃ علی الشہید بھی حسن ہے اور ترک صلاۃ بھی حسن ہے، اور انہوں نے استدلال کیا بخاری کی ان ہی دو حدیثوں سے، وقال: لیس يجوز أن يترك أحد الأثرين المذكورين للأخر. بل كلاهما حق مباح، وليس هذا مكان نسخ لأن استعمالهما معًا ممكن

۱ سنن ابی داؤد - کتاب الجنائز - باب المیت یصلی علی قبرہ بعد حین ۳۲۲۳

۲ سنن ابی داؤد - کتاب الجنائز - باب المیت یصلی علی قبرہ بعد حین ۳۲۲۴

۳ صحیح البعاری - کتاب الجنائز - باب الصلاۃ علی الشہید ۱۲۷۸

۴ المغنی دلیہ الشرح الکبیر - ج ۲ ص ۴۰۲

ام^۱، وقال العینی: وذهب ابن ابی لیلی والحسن بن یحیی وعبید اللہ بن الحسن وسلیمان بن موسیٰ وسعید ابن عبد العزیز والأوزاعی والثوری وأبو حنیفة وأبو یوسف ومحمد وأحمد فی رواية، وإسحاق فی رواية: إلی أنه یُصلیٰ علیہ، وهو قول أهل الحجاز أيضًا، واحتجوا علی ذلك بحديث عقبہ عند البخاری^۲، وقوله فیہ: صلاتہ علی الميت، یرد قول من قال: إن الصلاة فیہ محمولة علی الدعاء، ویسنن قال بہ ابن حبان والبیہقی والثوری^۳، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صلاتہ علی الميت کا مطلب یہ ہے کہ جو دعاء آپ اموات کیلئے مانگتے تھے وہی دعاء ان کیلئے مانگی، اور یہ مطلب نہیں کہ ان کیلئے نماز پڑھی، یہی تاویل ابن حبان اور بیہقی نے بھی کی ہے، قال العینی: وهذا عدول عن المعنی الذی یتضمنہ هذا اللفظ، لأجل تمشیة مذهبه فی ذلك، وهذا لیس باینصاف^۴، واحتجوا فی ذلك أيضًا بما رواہ ابن ماجہ بسندہ عن ابن عباس، قال: أتى بهم النبی ﷺ یوم أحد فجعل یصلیٰ علی عشرة عشرة وحمزة، وهو كما هو یرفعون وهو كما هو موضوع^۵، یعنی دس دس پر نماز پڑھی جاتی اور حمزہ پر، نماز کے بعد حمزہ کا جنازہ تو وہیں رکھا رہتا باقی کو اٹھا لیا جاتا، الی آخر ما فی الأوجز، وفیہ أيضًا: وبسط الزیلعی فی "نصب الراية" طرق الصلاة علی الشہداء ولخصها الحافظ فی الدر اية فارجع الیہما لو شئت^۶.

اس سلسلہ کی بعض روایات حافظ ابن قیمؒ نے بھی تہذیب السنن میں ذکر کی ہیں، ومنها: حدیث أنس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی حمزة وحديث أبي مالك الغفاري قال كان قتلي أحد يؤتي منهم بتسعة وعاشرهم حمزة فيصلی علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یحملون ثم یؤتی بتسعة فيصلی علیہم وحمزة مكانه هذا مرسل صحيح ذكره البيهقي وقال هو أصح ما فی الباب، اس روایت کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر سات بار نماز پڑھی گئی، باقی سب پر ایک ایک بار، ومنها: وقد روی ابن إسحاق عن رجل من أصحابه عن مقسم عن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی حمزة فکبر سبع تكبيرات ولم یؤت بقلیل إلا صلی علیہ معہ حتی صلی علیہ اثنتین وسبعین صلاة ولكن هذا الحديث له ثلاث علل إلی آخر ما ذکر^۷، یہ آخری روایت اس سے پہلی روایت کے بھی خلاف ہے جو کہ مرسل قوی ہے۔

۳۱۳۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ يَعْنِي

① إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري - ج ۲ ص ۴۴۰

② عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۱۵۲

③ عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۱۵۶

④ عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۱۵۶

⑤ عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ۸ ص ۱۵۴

⑥ أوجز المسالك إلی موطأ مالك - ج ۹ ص ۳۶۹ - ۳۷۱

⑦ تہذیب السنن - ج ۳ ص ۱۴۹۱ - ۱۴۹۳

الْمَرْوَانِي، عَنْ أَسَامَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ التَّمُغِي، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى حَمْرَةَ وَكَدَّ مِقْلَ بِهِ، فَقَالَ: «لَوْلَا أَنْ تَجِدَ صَفِيَّةً فِي نَفْسِهَا لَتَرَكْتُكَ حَتَّى تَأْكُلَهُ الْعَالِيَةُ، حَتَّى يُحْشَرَ مِنْ بَطُونِهَا»، وَكَثُرَتِ الثِّيَابُ وَكَثُرَتِ الْقَتْلُ، فَكَانَ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالْقَلَاءَةُ يُكْفَنُونَ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ - رَأَى قَتِيبَةُ: لَمَّا لَمْ يَكُنْ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ - فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ أَهْلَهُمْ أَكْثَرُ فَرَأَى أَنَا فَيَقْدِمُهُ إِلَى الْقَبْلَةِ.

ترجمہ: زہری انس بن مالک سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ (اپنے چچا) کے پاس سے (احد کے دن) گزرے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر صفیہ کو غم نہ ہو تا تو میں ان کو اسی طرح پڑا چھوڑ دیتا یہاں تک کہ ان کو درندے کھالیں اور (روز قیامت) وہ ان کے پیٹوں سے نکلیں اور اس وقت حال یہ تھا کہ کپڑے (کفن کے لیے) کم تھے اور شہداء زیادہ تھے تو ایک دو اور تین آدمی ایک کپڑے میں کفنائے گئے۔ قتیبہ نے یہ اضافہ کیا کہ پھر وہ ایک ہی قبر میں دفنائے گئے اور رسول اللہ ﷺ پوچھتے جاتے تھے کہ ان میں کون قرآن کا زیادہ حافظ ہے پھر اس کو قبلہ کی طرف آگے کرتے۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۱۶) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۳۶)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ کا معرکہ احد میں حضرت حمزہؓ پر گزر ہوا اس حال میں کہ ان کے ساتھ مثلہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان کی بہن صفیہ کے رنج کا خیال نہ ہو تا تو میں ان کو اسی حال میں یہاں چھوڑ دیتا تا کہ درند اور پرند ان کی نعش کو کھا جاتے اور پھر آخرت میں ان حیوانات کے شکم سے ان کے اجزاء کو جمع کر کے حشر کیا جاتا۔ یہ آپ ﷺ نے اس لئے چاہا تا کہ ان کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو، اور ان کی شہادت اللہ تعالیٰ کے یہاں خوب نمایاں ہو، آگے روایت میں ہے کہ چونکہ کپڑوں کی قلت تھی اور مقتولین کی کثرت اس لئے دو دو اور تین تین اموات کو ایک ایک کپڑے میں کفنایا گیا، اور پھر ان سب کو ایک ہی قبر میں دفنایا جاتا تھا قبر میں رکھنے کے وقت آپ ﷺ دریافت فرماتے کس کو قرآن زیادہ محفوظ ہے پس اسی کو قبلہ کی طرف بڑھاتے۔

اس روایت میں یہ ہے کہ ثوب واحد میں دو اور تین کی تکفین کی جاتی تھی، لیکن اس صورت میں ایک کا بدن دوسرے سے ہٹ کرے گا جو جائز نہیں، لہذا اسکی تاویل یہ کی جائے گی کہ مثلاً ایک بڑی چادر ہے اس کے دو یا تین ٹکڑے کر کے ہر ایک میت کو الگ الگ ٹکڑوں میں کفنایا جاتا تھا تا کہ الصاق بشر تین نہ ہو، اور یا پھر اس کو ضرورت اور مجبوری پر محمول کیا جائے (بذل^۱) اور مظہر شارح مصابیح نے ثوب واحد کی تاویل قبر واحد سے کی ہے ممکن ہے یہ تاویل دوسری بعض روایات میں چل جائے لیکن ہماری اس روایت میں نہیں چل سکتی اس لئے کہ یہاں اس کے بعد روایت میں آ رہا ہے لَمَّا لَمْ يَكُنْ فِي قَبْرِ وَاحِدٍ۔

حدیث الباب پر امام ترمذی کا نقد: اس کے بعد آپ یہ سمجھئے کہ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس میں اخیر میں یہ زیادتی ہے: قَالَ: قَدْ فَتَهُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ، امام ترمذی نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے اور یہ کہ اس حدیث کی سند میں اسامہ بن زید سے خطا واقع ہوئی وہ اس کو اس سند سے روایت کرنے میں متفرد ہیں، اسامہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ نے اس کو دوسری طرح روایت کیا ہے: فروی الليث بن سعد، عن ابن شهاب، عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك، عن جابر بن عبد الله، اور اسی طرح معمر نے اس کو روایت کیا عن الزهري، عن عبد الله بن ثعلبة، عن جابر، یعنی اسامہ نے اس حدیث کو مسانید انس سے قزار دیا اور اسامہ کے علاوہ لیث بن سعد اور معمر نے مسانید جابر سے۔

۳۱۳۷ - حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَدْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَمْزَةَ، وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ وَلَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الشُّهَدَاءِ غَيْرِهِ».

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم سرور دو عالم ﷺ حضرت حمزہ کے پاس سے گزرے اور ان کا مثلہ کیا گیا تھا اور ان کے علاوہ کسی شہید احد کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے نہیں پڑھی۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۱۶) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۳۷)

شرح الحدیث: اس روایت میں لَمْ يُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ کے بعد غَيْرِهِ کا لفظ ہے جس سے حضرت حمزہ کا استثناء ہو رہا ہے کہ ان پر پڑھی ان کے علاوہ کسی پر نہیں پڑھی، امام دارقطنی نے اس زیادتی پر کلام کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ورواه عثمان بن عمر عن أسامة عن الزهري عن أنس وزاد فيه حرفاً لم يأت به غيره فقال ولم يصل على أحد من الشهداء غيره وليس بمحفوظ ①، لیکن حافظ منذری کو جیسا کہ ان کے کلام کے دیکھنے سے مستفاد ہوتا ہے دارقطنی کے نقد پر انشراح نہیں ہے، اس لئے کہ وہ دارقطنی کا نقد نقل کرنے کے بعد لکھ رہے ہیں: فاما أسامة بن زيد فقد احتج به مسلم واستشهد به البخاري، واما عثمان بن عمر فقد اتفق البخاري ومسلم على الاحتجاج بحدیثه، اور پھر آگے چل کر انہوں نے صلاۃ علی حمزہ جو طریق عثمان میں ہے اس کی تاویل بعض علماء سے یہ نقل کی ہے کہ یہ صلاۃ بمعنی الدعاء ہے۔

فائدہ: یہ حدیث جس میں شہداء احد پر صلوٰۃ کی نفی اور حضرت حمزہ کیلئے اس کا ثبوت مذکور ہے، امام دارقطنی وغیرہ کا اس پر نقد کرنا اور حافظ منذری کا بجائے رد کے اس کی تاویل کرنا کہ اس میں صلوٰۃ علی حمزہ سے دعا مراد ہے، اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ یہ حضرات محدثین جو صلوٰۃ علی الشہید کے قائل نہیں ہیں، ان میں سے بعض حضرت حمزہ کا بھی استثناء نہیں تسلیم کرتے ہیں بلکہ علی العموم نفی کے قائل ہیں، وکنت اظن قد یما أن الاختلاف إنما هو في غير حمزة لافي حمزة فظهر من هذا خلاص

۳۱۳۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيزيد بن خالد بن وهب، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبٍ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ وَيَقُولُ: «أَيُّهُمَا أَكْثَرُ أَخَذًا لِلْقُرْآنِ؟» فَإِذَا أُشِيرَ لَهُ إِلَى أَحَدِهِمَا، قَدَّمَهُ فِي اللَّحْدِ، وَقَالَ: «أَنَا شَهِيدٌ عَلَى هَؤُلَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» وَأَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدُمَائِهِمْ، وَلَمْ يُغَسَّلُوا.

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں سے دو کو اکٹھا فرماتے اور دریافت فرماتے کہ کون ان میں سے زیادہ حافظ قرآن ہے پھر دونوں میں سے جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو قبر میں آگے رکھتے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ان سب پر روز قیامت گواہ ہوں گا اور آپ ﷺ نے ان کو ان کے خون کے ساتھ دفنانے کا حکم فرمایا اور ان کو غسل نہیں دیا گیا۔

۳۱۳۹ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ التَّمْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أَحَدٍ فِي تَوْبٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: ابن وہب نے لیث سے اس حدیث کو اسی حدیث کے ہم معنی روایت کیا فرمایا کہ آپ ﷺ دو دو شہداء احد کو ایک کپڑے میں کفالتے۔

تحقیق: صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۷۸) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۸۰) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۸۱) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۸۳) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۸۸) صحیح البخاری - الغازی (۳۸۵۲) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۶) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۵۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۳۸) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (۱۵۱۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۹/۳)

شرح الحدیث: یہ وہی طریق ہے جس کو امام ترمذی نے ترجیح دی ہے طریق اسامہ بن زید پر، اور طریق اسامہ کو وہم قرار دیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو داؤد کے نزدیک ہر دو طریق درست ہیں اس لئے کہ انہوں نے حدیث دونوں طریق سے ذکر کی اور سکوت اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۳۲ - بَابُ فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ عِنْدَ غُسْلِهِ

مردے کو غسل دینے کے وقت پردے کے حکم کے بیان میں

اور بعض نسخوں میں "فِي سَتْرِ الْمَيِّتِ" ہے وہو الاوضح۔

۳۱۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حُجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرْتُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ غَاصِمِ بْنِ صَمْرَةَ، عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُبْرِزْ فُجْدَكَ وَلَا تَنْظُرَنَّ إِلَى فُجْدِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ».

ترجمہ: عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو اپنی ران کھولو اور نہ کسی زندہ یا مردہ کی ران کو دیکھو۔

تخریج: سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۴۰) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۶۰) مسند احمد - مسند العشرة النبیین بالجنت (۱۴۶/۱) **شرح الحدیث:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستر عورت کے مسئلہ میں میت مثل حی کے ہے، لہذا غسل کے وقت ستر میت کا اہتمام واجب ہے، کما فی ترجمۃ الباب والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۱۴۱ - حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عُبَادٍ، عَنْ أَبِيهِ عُبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ، تَقُولُ: لَمَّا أَرَادُوا غَسْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا: وَاللَّهِ مَا نَدْرِي أَلْجُودُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا يُجْدُو مَوْتَانَا، أَمْ نَغْسِلُهُ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ فَلَمَّا اخْتَلَفُوا أَلْقَى اللَّهُ عَلَيْهِمُ التَّوَمَّ حَتَّى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَدَقَّتْهُ فِي صَدْرِهِ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الثِّبَتِ لَا يَدْرُونَ مَنْ هُوَ: «أَنْ اغْسِلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثِيَابُهُ، فَقَامُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ وَيُدْلِكُونَهُ بِالْقَمِيصِ دُونَ أَيْدِيهِمْ»، وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: «لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاءُ».

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ بخدا ہمیں نہیں معلوم رسول اللہ ﷺ کو اپنے مردوں کی طرح کپڑے اتار کر غسل دیں یا بغیر لباس اتارے غسل دیدیں جب اس بارے میں ان میں اختلاف ہوا تو یکایک ان سب پر اللہ تعالیٰ نے نیند طاری فرمادی جس کی وجہ سے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے مل گئی پھر حجرہ مبارکہ کے گوشہ سے کسی کے بولنے کی آواز آئی جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہے جس نے کہا کہ حضور ﷺ کو کپڑوں کے ساتھ ہی غسل دو تو انہوں نے اٹھ کر آپ ﷺ کو اسی طرح غسل دیا آپ ﷺ جو قمیض زیب تن فرمائے ہوئے تھے اس پر صحابہ پانی بہاتے تھے اور قمیض ہی سے بدن کو ملتے تھے نہ کہ اپنے ہاتھوں سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی وہ اگر پہلے معلوم ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ کو غسل آپ کی بیویاں ہی دیتیں۔

تخریج: سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۴۱) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۶۷/۶)

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے متعلقین نے جب آپ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آپس میں کہنے لگے اور سوچنے لگے کہ کیا آپ ﷺ کے کپڑے اتار کر آپ کو غسل دیا جائے جیسا کہ ہم عام اموات کے ساتھ کرتے ہیں یا آپ کے لباس اتارے بغیر آپ کو غسل دیا جائے؟ ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں ہوئی تھی کہ یکایک ان سب پر اللہ تعالیٰ نے نوم طاری فرمادی جس کی وجہ سے ہر ایک کی ٹھوڑی سینہ سے مل گئی، پھر حجرہ شریفہ کے ایک گوشہ سے کسی بولنے والے کی آواز آئی

جس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ کون ہے، اس نے یہ کلام کیا کہ حضور ﷺ کو آپ کے کپڑوں کے ساتھ ہی غسل دو، اس کے بعد پھر سب نے ایسا ہی کیا۔

فَقَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَضْبُتُونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ: کہ پانی بہاتے تھے قمیص کے اوپر ہی سے اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کو اس قمیص ہی سے ملتے تھے ہاتھوں سے نہیں، اس پر بذل میں لکھا ہے ویستدل بهذا الحديث أن الميت إذا غُسل يجب أن لا يمس عورته إلا بلف الثوب علی یدہ ①۔

کَمَا لَمْ يَجِدْ مَوْتَانَا: اس پر حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث کے یہاں مستحب طریقہ یہی ہے کہ میت کو اس کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے میں اس کو غسل دیا جائے، اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ غسل میت اس کے سابق کپڑوں ہی میں ہونا چاہئے، اور عند الجمہوریہ حدیث خصوصیت پر محمول ہے ②۔

صديق اکبرؒ میں قدرۃ آثار خلافت کا پایا جانا: حضور ﷺ کے وصال پر صحابہ کو کئی مسئلوں میں الجھن پیدا ہوئی کہ اس میں کیا کیا جائے؟ اور الجھن کا پیش آنا قرین قیاس بھی تھا اس لئے کہ اصل معلم اور مفتی صحابہ کرامؓ کیلئے سب کچھ آپ ﷺ ہی تھے، اب پوچھیں تو کس سے پوچھیں، اس لئے اس پہلے مسئلہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد ہوئی، اس کے علاوہ اس کے بعد صحابہ کرام کو جس بات میں بھی تردد ہوا، اس میں حضرت صدیق اکبرؓ نے پوری پوری رہنمائی فرمائی، جس پر صحابہ کرام کو تسفی ہوتی رہی، چنانچہ صحابہ کو آپ ﷺ کی نماز جنازہ کے بارے میں بھی تردد ہوا، ان سب امور میں حضرت صدیق اکبرؓ نے فیصلہ کن جواب دیا اور صحابہ کرامؓ اس کے مطابق عمل کرتے رہے، سچ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو جو کام لینا ہوتا ہے وہ خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ اور لوگوں کو اس پر اتفاق ہو جاتا ہے۔

وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ: لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِ مَا اسْتَقْبَلْتُ، مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاءُؤُنَا: راوی کہتا ہے کہ اماں جی (حضرت عائشہؓ) فرمایا کرتی تھیں کہ جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے ہی معلوم ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ کو غسل آپ کی بیبیاں ہی دیتیں نہ کہ صحابہ، شرح نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد تعلق نکاح کا باقی رہنا ہے بذت العدت میں یا نکاح کا منقطع نہ ہونا ازواج مطہرات کے حق میں خصوصیت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے، یہ دونوں مطلب تو قریب ہی قریب ہیں، یہاں اس جملہ کے مطلب میں دو احتمال اور ہیں جو حضرت شیخؒ نے سبق میں بیان فرمائے تھے، اول یہ کہ اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ بعض لوگ عدم غسل ازواج سے استدلال کریں گے اس پر کہ زوجہ کیلئے غسل زوج جائز نہیں تو پھر ہم ہی آپ ﷺ کو غسل دیتے، دوسرا

① بدل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۰۹

② بدل الجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۰۸

احتمال یہ فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کو علم ہوا ہو گا کہ بعض علوی حضرات طعن دیتے ہیں کہ جس طرح اباجان یعنی ابو بکرؓ استخلاف کے مسئلہ میں پڑ گئے تھے، آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین کو چھوڑ کر اسی طرح صاحب زادی صاحبہ (عائشہؓ) بھی اس میں مشغول ہوں گی، تو اس پر حضرت عائشہؓ فرما رہی ہیں کہ اگر یہ پہلے سے معلوم ہو جاتا تو پھر آپ ﷺ کی ازواج ہی آپ کو غسل دیتیں۔

احد الزوجین کا آخر کو غسل دینا و مذاہب الانمة فیہ: اب رہا مسئلہ یہ کہ زوجین میں سے ایک دوسرے کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک تو دونوں طرف سے جائز ہے یعنی احد الزوجین آخر کو غسل دے سکتا ہے زوج ہو یا زوجہ، اور حنفیہ اس میں فرق کے قائل ہیں ان کے نزدیک زوجہ کیلئے غسل زوج جائز ہے اس لیے کہ عدت میں فی الجملہ نکاح باقی رہتا ہے اور اس کا عکس جائز نہیں، جمہور کا استدلال غسل علیؓ سے ہے فاطمہؓ کو کہ حضرت فاطمہؓ کو ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے غسل دیا تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ یہ متفق علیہ امر نہیں ہے کہ فاطمہؓ کو علیؓ نے غسل دیا تھا، فقد قبل غسلتها أم ایمن، ولو سلم فقد أنکر ابن مسعود علی علیؓ (بذل^۱)۔

مذاہب میں صحیح اسی طرح ہے اور وہ جو بذل میں شوکانی سے منقول ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک زوجہ کیلئے غسل زوج جائز نہیں یہ سہو ہے، حضرت شیخؒ نے اوجز میں حنابلہ کی کتب سے اس کا جواز ہی نقل فرمایا ہے بلکہ اوجز میں شوکانی کے نقل پر نقد بھی کیا ہے کہ یا تو وہ صحیح نہیں یا ہو سکتا ہے امام احمدؒ کی کوئی روایت ہو، اوجز میں یہ مسئلہ موطا کی اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے جس میں یہ ہے: **أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ أَمْرَأَةً أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، غَسَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، حِينَ تُوُفِّيَ^۲**۔ والحديث أخرجه ابن ماجه منه قول عائشة لو استقبلت إلخ، وأخرج ابن ماجه من حديث بريدة بن الحصيب رضي الله تعالى عنه لما اخذ وافي غسل إلخ قاله المنذري۔

۳۳۔ بَابُ كَيْفَ غُسْلِ الْمَيِّتِ

میت کو غسل کس طرح دیا جائے؟

۳۱۴۲۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ زَيْدٍ الْمُعْتَمَرِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَتْ ابْنَتُهُ، فَقَالَ: «اغْسِلُوهَا ثَلَاثًا، أَوْ خَمْسًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُمْ ذَلِكَ، بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَاجْعَلْنَ فِي الْأَخِرَةِ كَأُورًا، أَوْ شَيْئًا مِنْ كَأُورٍ، فَإِذَا فَرَعْتُنَّ فَأَدِثْنِي» فَلَمَّا فَرَعْتُنَا أَدِثَنَا فَأَعْطَانَا حَقْوَهُ، فَقَالَ: «أَشْعِرُهَا إِيَّاهُ» قَالَ: عَنْ مَالِكٍ، يَعْنِي إِذَا رَأَى، وَلَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ، دَخَلَ عَلَيْنَا.

محمد بن سیرین ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کی صاحبزادی کی وفات ہوئی تو

شرح

۱۔ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۱۰

۲۔ موطأ مالك - كتاب الجنائز - باب غسل الميت ۷۵۳، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۴۰۴

آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ جیسی آپ ضرورت سمجھیں تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ غسل دیں اور یہ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دیں اور آخری مرتبہ میں کافور ملا دیں یا فرمایا کافور میں سے تھوڑا سا ملا دیں یا پھر جب آپ فارغ ہو جائیں تو مجھے اطلاع دیں پھر جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کو اطلاع دیدی تو آپ نے ہمیں اپنا تہبند دیا اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس تہبند کو حضرت زینب کے جسم کیساتھ ملا کر رکھ دیں اور امام مالک سے مروی ہے کہ مراد (آپ ﷺ کا) تہبند ہے اور مسدوتے یہ الفاظ نہیں کہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔

۳۱۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَدْنَةَ، وَأَبُو كَامِلٍ، يَهْجَوْنِ الْإِسْنَادَ: أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَّاعٍ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ حَفْصَةَ أُخْتِهِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: مَشَّطْنَاهَا قَلِيلًا فَرُودِي.

ترجمہ: ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان (نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی) کے بالوں کو کنگھی کر کے تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔

شرح الأحادیث: ام عطیہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی صاحبزادی کی وفات ہوئی (اور ان کو غسل دیا جا رہا تھا تو) حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور غسل کے بارے میں چند ہدایات آپ ﷺ نے فرمائیں، کہ غسل تین بار یا پانچ بار یا اس سے زائد جیسی ضرورت سمجھیں ویسا کریں نیز بیری کے پتوں سے غسل دیں اور آخری مرتبہ پانی میں کافور ملائیں۔ اس صاحبزادی سے کون سی مراد ہیں؟ بذل میں زینب لکھا ہے اور شیخ کے حاشیہ بذل میں یہ ہے بسط الحافظ فی الفتح ۱ الکلام علی مسمی البنت لهذا، وكذا في الأوجز، والأكثر على أنها زينب، وقيل أم كلثوم، ومال أبو الطيب في شرح الترمذي إلى الجمع بينهما ۲، وقال المنذرى هي زينب زوج أبي العاص ابن الربيع وهي أكبر بناته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم لهذا هو أكثر المروى وذكر بعض أهل السير أنها أم كلثوم وقد ذكره أبو داود في ما بعد وفي أسناده مقال والصحيح الأول لأن أم كلثوم توفيت ورسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم غائب بئذ، اهـ۔

أغسلن: امر حاضر جمع مؤنث كاصيغہ ہے جسکی اصل مخاطب تو ام عطیہ ہیں کیونکہ غسل میت میں یہی بڑی ماہر تھیں۔

حضور ﷺ کے زمانہ میں حتی کہ آگے کتاب میں آرہا ہے کہ محمد بن سیرین جلیل القدر تابعی غسل میت کا طریقہ ام عطیہ ہی سے سیکھتے تھے، زر قانی فرماتے ہیں کہ یہ امر ام عطیہ اور جوان کے ساتھ انکی معاون تھیں انکو ہے ۳۔

بماء وسدر: پر حاشیہ بذل میں لکھا ہے: وهل الغسلات كلها بماء السدر أو الأشنان فقط كما رجحه ابن الهمام لرواية أبي

۱ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۳ ص ۱۲۸

۲ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۱۱

۳ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۱۱

داؤد الآتية قریباً أو الواحدة فقط كما اختاره شيخ الإسلام وصاحب البدائع مختلف فيها، كما في الشامي (٦٣٢) والكبيري (٥٣٥) والبحر الرائق (ج ٢ ص ١٧٢)۔

نیز یہاں ایک مسئلہ اور مختلف فیہ ہے جو کتاب الطہارۃ میں گذر چکا یعنی طہارۃ ہماء مخلوط بشئی طاهر جس کے ائمہ ثلاث عدم جواز کے قائل ہیں اور حنفیہ جواز کے گویا حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے اس مسئلہ میں والبسط فی الاوجز (ہامش بذل) جمہور کی طرف سے اسکے جوابات باب فی تقبیل المیت میں آرہے ہیں۔

قَالَ أَفَرَعْنُ قَاذِنِي: آپ ﷺ نے غسل دیئے والیوں سے فرمایا کہ غسل سے فارغ ہونے کے بعد مجھ کو خبر دینا ہم نے فارغ ہونے کی خبر کی تو آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہمیں دیا اور فرمایا کہ شروع میں اس کو اس میں لپیٹنا اور اس کو اس کا شعار بنانا، شعار اسی کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن کے بالوں سے لگا رہے اور یہ اس لیے تاکہ اس کی برکت ان کو پہنچے۔

استبراک بآثار الصالحین کا ثبوت واستحباب: اس پر حاشیہ بذل^۱ میں لکھا ہے: فیہ الاستبراک بآثار الصالحین ویؤیدہ أيضاً حدیث البخاری فی استعداد الکفن (أوجز)، حدیث بخاری کا مضمون یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لائی آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا اور آپ ﷺ کو اس کی احتیاج بھی تھی آپ ﷺ نے اس کو لنگی کی جگہ استعمال فرمایا آپ ﷺ اس کو باندھ کر نکلے ہی تھے کہ ایک صحابی کو وہ پسند آگئی اس نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ یہ مجھے دیدیجئے آپ ﷺ نے اس کو دیدی، لوگوں نے ان صحابی سے کہا کہ یہ تم نے اچھا نہیں کیا حضور ﷺ کو تو اس کی حاجت تھی پھر بھی تم نے آپ سے اس کا سوال کر لیا جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کسی کے سوال کو رد نہیں فرماتے، انہوں نے جواب دیا کہ واللہ میں نے اسکو پہننے کیلئے نہیں لیا، اس کو تو میں نے اپنے کفن کیلئے لیا ہے راوی کہتا ہے کہ پھر وہ ان کے کفن ہی میں کام آئی (أوجز ج ٢ ص ٤٢٧)۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۳۱۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: وَصَفَرْنَا أَسْهَاءَ ثَلَاثَةَ ثُرُونٍ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا مُقَدَّمَةً رَأْسِهَا وَقَرْنَيْهَا.

ترجمہ: حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے ان کے سر کے بالوں کو تین لٹوں میں تقسیم کیا پھر انہیں ان کے پیچھے ڈال دیا ایک لٹ سامنے کی طرف اور دو لٹیں (دائیں بائیں کی)۔

تصحیح: صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۹۵) صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۹) جامع الترمذی - الجنائز (۹۹۰) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۸۱) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۸۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۸۵) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۴۲) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۵۹) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۴/۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (۴۰۷/۶) موطأ مالك - الجنائز (۵۱۸)

شرح الحدیث: تجہیز کے وقت عورت کے بالوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ یہ حدیث بنت رسول اللہ ﷺ سے متعلق ہے جو اوپر گزر چکی، اس میں یہ ہے ام عطیہؓ فرماتی ہیں ہم نے ان کے بالوں میں کنگھی کر کے ان کے تین حصے کر لئے اور پھر پیچھے یعنی کمر کی طرف ان کو ڈال دیا، آگے روایت میں ان بالوں کے تین حصوں کی تفسیر مذکور ہے، پیشانی کے بال اور جانبین کے دائیں جانب اور بائیں۔

عورت کے بالوں میں کنگھی کرنا اور چوٹی کی طرح اس کو بل دے کر کمر کے پیچھے ڈالنا یہ سب کچھ حنفیہ کے یہاں نہیں ہے، امام شافعی و احمد اور ابن حبیب مالکی اسی کے قائل ہیں، ابن القاسم نے اس کا انکار کیا ہے (کنزانی ہامش البذل عن الأبیؑ) اور حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ سب چیزیں باب زینت سے ہیں اور یہ وقت زینت کا نہیں ہے، اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ام عطیہ کا فعل ہے، اور حضور ﷺ کی حدیث میں اس کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں اور نہ یہ کہ آپ کو اس کا علم بھی ہوایا نہیں، ^۱ وفي الهداية: ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته، ولا يقص ظفره ولا شعره؛ لقول عائشة رضي الله تعالى عنها علام تنصون ميتكم، وفي حاشية للسنبلی: من نصوت الرجل إذا مدت ناصيته، والأثر رواه عبد الزاق عن الثوري عن حماد عن إبراهيم عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها رأت امرأَةً تكدون رأسها بمشط فقالت: علام تنصون ميتكم، وفيه أيضا: وتلبس المرأة الدرع أولا، ثم يجعل شعرها صغيرتين على صدرها فوق الدرع ^۲۔

۳۱۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهْنٌ فِي غُسْلِ ابْنَتِهِ: «أَبْدَأَنَّ بِمَيِّمَتِهَا، وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا».

ترجمہ: ام عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں ان عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ ان کے دائیں جانب سے اور وضو کے مواقع سے ابتداء کریں۔

۳۱۴۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ، زَادَ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، يَنْخِرُ هَذَا وَزَادَتْ فِيهِ أَوْ سَبْعًا، أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتَهُ.

ترجمہ: ام عطیہ سے مالک کی حدیث کے ہم معنی حدیث مروی ہے اور ام عطیہ کی حدیث جسکو حفصہ بنت سیرین نے روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ زینب پانچ دفعہ پانی بہاؤ یا سات مرتبہ یا اس سے زائد جتنا تم مناسب سمجھو۔

① صحیح مسلم و اکمال اکمال العلم و مکمل اکمال الکمال - ج ۳ ص ۷۷، بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۱۲.

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۱۳.

③ الهدایہ شرح بدایۃ المبتدی - ج ۲ ص ۱۴۰.

④ الهدایہ شرح بدایۃ المبتدی - ج ۲ ص ۱۴۳.

ترجمہ صحیح البخاری - الوضوء (۱۶۵) صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۹۷) صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۹۸) صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۹) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۸۴) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۴۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (۴۰۸/۶) **شرح الحدیث** یعنی حضور ﷺ نے غسل دینے والیوں کو فرمایا کہ وہ ابتداء کریں میاں سے ہے اور اعضاء وضوء سے یعنی اعضاء وضوء سے ابتداء کریں اور اس کے ساتھ ابتداء بالیمن کا بھی لحاظ رکھیں تمام غسل میں۔ والحدیث أخرجه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۱۴۷ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْغُسْلَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، «يَغْسِلُ بِالسَّيْرِ مَرَّتَيْنِ، وَالثَّلَاثَةَ بِالْمَاءِ وَالْكَافُورِ»۔

ترجمہ قتادہ محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام عطیہ سے غسل کا طریقہ سیکھا کہ میت کو بیری کے پانی سے دو مرتبہ دھوئیں اور تیسری مرتبہ کافور والے پانی سے۔

۳۴ - بَابُ فِي الْكَفَنِ

باب میت کو کفن دینے کے متعلق

۳۱۴۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَقَدَّرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ قُبُضَ كَفْنٍ غَيْرَ طَائِلٍ، وَقَبْرٍ لَيْلًا، فَزَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ، حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ إِلَّا أَنْ يَضْطَرَّ إِنْسَانٌ إِلَى ذَلِكَ، وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ»۔

ترجمہ ابو زبیر سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے صحابہ میں سے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا اور جس کو گھٹیا کپڑے میں کفنایا گیا تھا اور رات کے وقت میں دفن دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے رات میں دفن کرنے پر نکیر فرمائی جب تک کہ اس کا جنازہ نہ پڑھ لیا جائے سوائے اس صورت کے کہ آدمی ایسا کرنے پر سخت مجبور ہو اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفنائے تو اس کو اچھا کفن دے۔

ترجمہ صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۹۵) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۱۴) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۴۸) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۲۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۵/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۲۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۴۹/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۷۲/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۸۱/۳)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے خطبہ دیا اور خطبہ میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب میں

سے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا انتقال ہو گیا تھا اور جس کو گھٹیا سے کفن میں کفنایا گیا تھا اور رات میں دفن دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے اپنے اس خطبہ میں رات میں دفن کرنے پر نکیر فرمائی مگر یہ کہ کوئی سخت مجبوری پیش آرہی ہو، اور فرمایا آپ ﷺ نے جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفنائے تو اس کو اچھے کپڑے میں کفنائے۔

اس حدیث میں دفن باللیل سے منع کیا گیا ہے، حسن بصری کا مذہب یہی ہے ان کے نزدیک مکروہ ہے، عند الجمہور بلا کراہت جائز ہے، آگے اس پر مستقل باب آرہا ہے: بَابُ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ، جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ نہی ترک صلوة کی وجہ سے ہے او لقلۃ المصلین، اول اجل اساءة الکفن او للجمع، والحديث أخرجه مسلم والنسائي، قاله المنذري.

۳۱۴۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أُذْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْبٍ حَبْرَةٍ ثُمَّ أُخْرِجَتْ عَنْهُ».

حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو (وفات کے بعد) یمنی دھاری دار چادر میں کفنایا گیا پھر وہ چادر آپ کے جسم اطہر سے ہٹائی گئی۔

صحیح البخاری - اللباس (۵۴۷۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۲) - سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۴۹) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۱۷/۶)

شرح الحدیث یہ روایت مختصر ہے آگے اس کی تفصیل آرہی ہے۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزْازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي هَيْمٍ عَنْ عَقِيلِ بْنِ مَعْقِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَهْبٍ يَعْنِي ابْنَ مُنْذِبٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَوْبِي أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيَكْفِنْ فِي تَوْبٍ حَبْرَةٍ».

حضرت جابر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی وفات ہو جائے پھر وہ وسعت پائے تو چاہیے کہ اسے یمنی کپڑوں میں کفنایا جائے۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۵۰) مسند احمد - باقی مسند الکفرین (۳۳۵/۳)

شرح الحدیث یعنی تم میں سے جب کسی ایسے شخص کا انتقال ہو جس کے اندر مالی گنجائش ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کو یمنی چادروں میں کفنایا جائے۔

۳۱۵۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ هِشَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ، قَالَتْ: «كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ يَمَانِيَةٍ بَيْضٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ».

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین یمنی خالص سفید چادروں میں کفن دیا گیا ان میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ تھا۔

۳۱۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، مِثْلَهُ زَادَ: مِنْ كُرْشَعٍ، قَالَ: قَدْ كَرَّ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ جَبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أَتَى بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكْفُّوْهُ فِيهِ.

حضرت عائشہؓ سے اسی گزشتہ روایت کے مثل حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ سوتلی کپڑے میں۔ حضرت عائشہؓ سے بعض حضرات کا قول نقل کیا گیا کہ وہ تو کہتے ہیں کہ دو کپڑوں (سفید) اور ایک یمنی چادر میں کفن دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ بیشک دھاری دار چادر لائی گئی لیکن کفنانے والوں نے اس کو واپس کر دیا تھا اور اس میں کفن نہیں دیا تھا۔

تخریج صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۰۵) صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۱) جامع الترمذی - الجنائز (۹۹۶) سنن النسائی - الجنائز (۱۸۹۷) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵۱) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۶۹) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۰/۶) موطأ مالك - الجنائز (۵۲۱) موطأ مالك - الجنائز (۵۲۲)

شرح الحديث یعنی آپ کو خالص سفید یمنی تین کپڑوں میں کفنایا گیا، اور اسکے بعد والی روایت میں زَادَ: مِنْ كُرْشَعٍ کہ وہ تینوں کپڑے سوتلی تھے، قَالَ: قَدْ كَرَّ لِعَائِشَةَ قَوْلُهُمْ: فِي ثَوْبَيْنِ وَبُرْدٍ جَبَرَةٍ، فَقَالَتْ: قَدْ أَتَى بِالْبُرْدِ، وَلَكِنَّهُمْ رَدُّوهُ وَلَمْ يُكْفُّوْهُ فِيهِ۔ آپ ﷺ کے کفن کی تحقیق میں حضرت عائشہؓ کی رائے: یعنی حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو کفنایا گیا دو سفید کپڑوں میں اور ایک دھاری دار یمنی چادر میں، (اور آپ فرما رہی ہیں تین سفید کپڑوں میں)، تو انہوں نے جواب دیا: بے شک دھاری دار چادر لائی گئی تھی لیکن کفنانے والوں نے اس کو واپس کر دیا تھا اس میں کفنایا نہیں تھا، اور موطا کی روایت میں ہے: كَفَّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضٍ سَحُولِيَّةٍ صَمِينٍ کے ساتھ اور اس کے اندر فتح بھی آیا ہے، نسبت ہے سحول کی طرف جو یمن میں ایک قریہ ہے، علامہ زر قانیؒ نے ابو داؤد کی اسی روایت کے تحت جس کی حضرت عائشہؓ نے تردید فرمائی ہے حنفیہ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک کفن میں مستحب یہ ہے کہ اس میں ایک ثوب جبہ یعنی یمنی چادر ہو، لیکن یہ ان کی نقل صحیح نہیں، حنفیہ کے نزدیک بھی بیاض ہی کو ترجیح ہے، ففي البدائع الافضل ان يكون التكفين بالثياب البيض لرواية جابر مرفوعاً أحب الثياب إلى الله تعالى البيض، فليلبسها أحياناً كم وكفنوا فيها موتاكم^①۔

کفن الرجل کے مصداق میں ائمہ اربعہ کے مسالک: پھر جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں یہ آیا لیس فیہا قمیص ولا عمامة، یہ باب فی الکفن چل رہا ہے جس میں کفن الرجل کا بیان ہے اس لئے کہ باب فی کفن المرأة آگے مستقل آ رہا ہے، کفن رجل ائمہ ثلاث حنفیہ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک تین کپڑے ہیں حنفیہ کے نزدیک قمیص، ازار، لفافہ، اور امام

شافعی و احمد کے نزدیک ثلاث لفائف، یعنی تین چادریں یہ دونوں قمیص کے قائل نہیں، اور امام مالک کے نزدیک مرد کا کفن مسنون بجائے تین کے پانچ کپڑے ہیں حنفیہ کی طرح وہ قمیص کے قائل ہیں اور لفافے ان کے نزدیک دو ہیں اور پانچویں چیز عمامہ ہے یعنی قمیص، ازار، لفافتین، عمامہ۔

حدیث عائشہ ائمہ میں سے کس کی دلیل ہے: یہ حدیث عائشہ جس میں ہے: **ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ**، لیکن فیہا **قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ**، ائمہ ثلاث کے مسلک کے عدد ثلاث کے اعتبار سے تو موافق ہے لیکن چونکہ اس میں قمیص کی نفی ہے اسلئے یہ شافعیہ حنابلہ کی دلیل ہوئی، اور حنفیہ و مالکیہ کے خلاف، حنفیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ قمیص سے مطلق قمیص کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ جدید یا محیط کی نفی مراد ہے اس لئے کہ آگے ابن عباسؓ کی حدیث (برقم ۳۱۵۳) میں آ رہا ہے: **كَفَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَحْرًا نَبِيَّةً: الْحَلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، لِهَذَا ابْنُ يَحْيَى** حدیث عائشہ ہمارے خلاف نہیں، اور یہ حدیث عائشہ عدد کفن کے اعتبار سے مالکیہ کے خلاف ہے، وہ اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ ان تین میں یہ دو داخل نہیں بلکہ ان کے علاوہ ہیں لہذا کل پانچ ہوئے۔

امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا: **بَابُ مَا جَاءَ فِي كَفْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**، اور پھر اس میں یہی حدیث عائشہؓ: **ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ بَيْضُ يَمَانِيَّةٍ، لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ، وَلَا عِمَامَةٌ**، ذکر کرنے کے بعد فرمایا: **قَالَ أَبُو عِيسَى: «حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ»**، **«وَقَدْ رَوَى فِي كَفْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَايَاتٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَحَدِيثُ عَائِشَةَ أَصَحُّ الْأَحَادِيثِ الَّتِي رَوِيَ فِي كَفْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»**، **«وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ»**، وقال سفيان الثوري: **«يَكْفَنُ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ، إِنْ شُئْتُ فِي قَمِيصٍ وَلِفَافَتَيْنِ، وَإِنْ شُئْتُ فِي ثَلَاثِ لِفَافٍ، وَيَجْزِي ثَوْبٌ وَاحِدٌ إِنْ لَمْ يَجِدْ أَثْوَابَيْنِ، وَالثَّوْبَانِ يَجْزِيَانِ، وَالثَّلَاثَةُ لِمَنْ وَجَدَ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ»**، وهو قول الشافعي، وأحمد، وإسحاق، وقالوا: **«تَكْفَنُ الْمَرْأَةُ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ»** ^۱ اور پھر آگے فرماتے ہیں **وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ وَابْنِ عَمْرٍاه، تَحْفَةَ الْأَحْوَزِيِّ** میں حدیث علیؓ کے بارے میں لکھا ہے: **أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ كَفَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبْعَةِ أَثْوَابٍ وَفِي إِسْنَادِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ خَتْمِيلٍ وَهُوَ سَيِّءُ الْحَقِّظِ لَا يَصْلَحُ الْإِحْتِجَاجُ بِحَدِيثِهِ إِذَا خَالَفَ الثَّقَاتَ كَمَا هُنَا كَذَا فِي النَّيْلِ اه**، حضرت علیؓ کی اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کو سات کپڑوں میں کفنایا گیا، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، یہ حدیث عائشہؓ جسکے بارے میں امام ترمذیؒ فرما رہے ہیں حدیث حسن صحیح، یہ صحاح ستہ کی روایت ہے چنانچہ تحفۃ الاحوذی میں ہے **أَخْرَجَهُ الْجَمَاعَةُ** ^۲۔

۱ جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما جاء في كفن النبي صلى الله عليه وسلم ۹۹۷

۲ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی - ج ۴ ص ۷۵

کفن کے تین درجات ہیں: جاننا چاہیے کہ کفن کے تین درجات ہیں: ① کفن السنۃ وہ جو اوپر مذکور ہوا، یعنی تین کپڑے، ② اور کفن الکفایۃ یعنی دو کپڑے، اور ③ تیسری قسم کفن الضرورۃ، وہو ما وجد، یعنی مجبوری کی حالت میں جو بھی کچھ مل جائے۔

۳۱۵۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَعُفْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ: الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ." قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ: حُلَّةٌ جَمْرَاءَ، وَقَمِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا ایک قمیض و شلوار تھی جو دو کپڑے ہوئے اور ایک وہ قمیض جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ عثمان راوی نے کہا کہ تین کپڑوں میں ایک سرخ جوڑا (یعنی دو کپڑے) اور ایک وہ قمیض جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔

تحقیق: سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵۳) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۷۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۲۲۲/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۱۳/۱)

شرح الحديث: یہ حدیث ابھی اوپر ہمارے کلام میں گذر چکی، اور رواہ ابن ماجہ، قالہ المنذری، لیکن اس سے قبل باب فی سترو المیت عند غسلہ میں جو حدیث گذری ہے اس میں یہ گذرا ہے فَعَسَلُوهُ وَعَلَيْهِ قَمِيصُهُ، يَصُبُّونَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيصِ الْحِجَابِ، ان دونوں میں منافات ہے کہ جس قمیض میں غسل دیا جائے اسی میں پھر کفنایا جائے نیز حدیث ابن عباسؓ ضعیف بھی ہے، ينظر التعليق المعجده فيه دليل الحنفية۔

۳۵ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُعَالَافَةِ فِي الْكَفْنِ

باب ہے گراں قدر کفن استعمال کرنے کی ناپسندیدگی کے بارے میں

۳۱۵۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَارِثِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ هَاشِمٍ أَبُو مَالِكٍ الْجَنْشِيُّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: لَا تُعَالَافُ لِي فِي كَفْنٍ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تُعَالَافُ فِي الْكَفْنِ، فَإِنَّهُ يُسَلَبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا».

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ کفن گراں قیمت اختیار نہ کرو کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کفن میں زیادہ خرچ مت کرو اسلئے کہ کفن بہت جلدی خراب ہو جاتا ہے۔

شرح الحديث: حدیث کے ایک مشکل لفظ کی تحقیق: لا تعالی اس لفظ کے بارے میں ہذل میں یہ ہے کہ بصیغہ

المجهول في المغالاة^۱، لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ تانیث کی کیا وجہ ہے "لا یغالی" ہونا چاہئے اور ہمارے استاد مولانا اسعد اللہ صاحب نے لکھا ہے "لعلہ لا تغالی" یعنی باب تفاعل سے مصدر، اور مصری نسخوں میں یہ لفظ اس طرح ہے: لا تغالی لی فی کفن، اس صورت میں یہ بھی کامیغہ ہو گا برائے مخاطب مغالاة سے، اور بعض نسخوں میں ہے "لا یغالی"، قال الشیخ محمد عوامہ: وهو أظهر، لیكون كلاما عاما، ليس خاصا لمخاطب معين في حق شخص معين اه^۲۔

حضرت علیؓ فرما رہے ہیں، کفن میں مغالاة نہیں ہونا چاہئے، یعنی گراں قیمت اختیار کرنا، اس لئے کہ میں نے آپؐ سے سنا فرماتے تھے کہ کفن گراں قیمت نہ بناؤ اس لئے کہ وہ میت سے بہت جلد سب کر لیا جاتا ہے، یعنی مٹی اس کو کھا جاتی ہے پھر کیا فائدہ قیمتی بنانے میں۔

۳۱۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: إِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عَمِيرٍ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا تَمِدَّةٌ، كُنَّا إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَ رَجُلَاهُ، وَإِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «غَطُّوا بِهَا رَأْسَهُ، وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْإِذْخِرِ».

حضرت خبابؓ سے روایت ہے کہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو احد کے دن شہید کیا گیا اور کفن دینے کیلئے ایک اون کی دھاری دار چادر کے سوا کچھ نہ تھا جب ہم اس سے سر کو ڈھانپتے تو ان کے پیر باہر ہو جاتے اور جب پیر ڈھانپتے تو سر کھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس چادر سے ان کا سر ڈھانپ دو اور پیروں پر اذخر کے پتے ڈال دو۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵۵) مسند أحمد - من مسند القبائل (۳۹۵/۶)

شرح الحديث: یعنی مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے، اور کفن کے لئے کوئی چیز نہیں تھی سوائے ان کی ایک دھاری دار مختصری چادر کے جس میں ان کو کفنایا جا رہا تھا، اگر اس کو سر کی جانب کرتے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں کی جانب کرتے تو سر کھل جاتا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اذخر کے پتے ڈال دیئے جائیں، یہی ہے وہ جس کو فقہاء نے کفن الضرورہ کہا ہے۔

مصعب بن عمیرؓ کا ذکر: یہ مصعب بن عمیرؓ جن کا یہ واقعہ ہے قرشی ہیں، فضلاء صحابہ میں سے ہیں قدیم الاسلام اور مہاجرین اولین میں سے ہیں، اسلام لانے سے پہلے یحییٰ بن یزید میں بڑے ناز پر درود تھے، نہایت خوش عیش اور خوش پوشاک، لکھا ہے کہ ان کے والدین کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی والدہ ان کو بہتر سے بہتر لباس پہنایا کرتی تھیں، حضور ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ احد میں شہید، جیسا کہ اوپر روایت میں مذکور ہے، ترمذی میں ان کے بارے میں حضرت علیؓ کی یہ

۱ بذل الجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۲۱

۲ کتاب السنن - ج ۴ ص ۳۵

روایت ہے کہ ایک روز ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک مصعب بن عمیر سامنے آگئے جب کہ لنگے جسم پر صرف ایک چادر اور وہ بھی پوند کار تھی، جب آپ ﷺ نے ان کو اس حال میں دیکھا تو آپ ﷺ رو پڑے ان کی سابقہ حالت اور موجودہ حالت کا تفاوت دیکھ کر ^۱۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والترمذي والنسائي، قاله المنذري۔

۳۱۵۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ حَاتِمِ بْنِ أَبِي نَصْرٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «تَحْيِ الْكَفَنَ الْحَلَّةُ، وَتَحْيِ الْأُصْحَبَةَ الْكَفَنُ الْأَقْرَنُ»۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بہتر کفن دو کپڑے (ازار اور چادر) ہیں اور سب سے بہتر قربانی سینگ والے دنبہ کی ہے۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵۶) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۷۳)

شرح الحديث: حله تو دو کپڑے ہوتے ہیں ازار و رداء، حالانکہ مسنون بالاتفاق تین کپڑے ہیں، لہذا یہ کہا جائے گا کہ حلہ کی خیریت و فضیلت ثوب واحد کے اعتبار سے ہے، نیز بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے یہ کہا ہے کہ کفن میں بہتر یہ ہے کہ وہ یعنی چادریں ہوں جو دھاری دار ہوتی ہیں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: لیکن اصح یہ ہے کہ ایضاً افضل ہے حدیث عائشہؓ کی وجہ سے ^۲، اسکے بعد حدیث میں ہے بہترین قربانی کا جانور سینگوں والا مینڈھا ہے، یہ لکھا ہے کہ شاید وجہ فضیلت یہ ہے کہ کبش اقرن عامۃ سمین و جسم ہوتا ہے، یا حسن صورت کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ سینگوں والا زیادہ حسین و خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ (بذل ^۳) والحديث أخرجه ابن ماجه مقتصرًا منه على ذكر الكفن، قاله المنذري۔

۳۶ - بَابُ فِي كَفْنِ الْمَرْأَةِ

باب عورت کے کفن کے بیان میں ۳۶

عورت کے کفن کی تفصیل عند الأئمة الأربعة: عورت کا کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں عند الجمهور، ومنهم الأئمة الثلاثة، وہ پانچ امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک یہ ہیں: ازار، قمیص، خمار، لفافتین، اور امام مالکؒ کے نزدیک سات ہیں، ان کے نزدیک لفافے بجائے دو کے چار ہیں، ہمارے فقہاء نے ان پانچ کپڑوں کو اس طرح تعبیر کیا ہے، ازار، قمیص، لفافہ، خمار (سر بند) اور خرقة (سینہ بند) جس کے ذریعہ اسکے ثدین کو ڈھانپا جائے، اور خمار جو سر پر باندھا جائے، اور پھر اسکے ذریعہ بالوں کو چھپایا جائے

۱ أسد الغابة في معرفة الصحابة - ج ۵ ص ۱۷۵

۲ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ۴ ص ۱۱۰

۳ بذل السجود في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۲۳

جو سینہ پر پڑے ہوتے ہیں، جس کی ترتیب اس طرح لکھی ہے کہ اولاً سر پر لافانہ بچھایا جائے اسکے اوپر ازار، اسکے اوپر خرقة، اس کے اوپر خمار اور سب سے اوپر قمیص، اولاً قمیص پہنایا جائے گا بغیر آستین کا، اس کے بعد خمار سے سر کو باندھا جائے گا اور سینہ پر جو بال ہیں ان کو چھپایا جائے گا، اسکے بعد خرقة سے سینہ کو باندھا جائے گا پھر اسکے بعد ازار لپیٹا جائے گا، پہلے بائیں جانب سے لپیٹا جائے گا اسکے بعد دائیں جانب سے تاکہ دایاں پہلو اوپر رہے پھر اسکے بعد اسی طرح لافانہ لپیٹا جائے گا۔

۳۱۵۷

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ حَكِيمٍ الْقَفَّيُّ - وَكَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ - عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُزْدَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، يُقَالُ لَهُ: دَاوُدُ، قَدْ وَلَدَتْهُ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ أَبِي سُفْيَانَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنْ لَيْلَى بِنْتِ قَانَفٍ الْقَفَّيَّةِ، قَالَتْ: «كُنْتُ لِمَنْ عَسَلَتْ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ وَقَائِهَا، فَكَانَ أَوَّلُ مَا أُعْطَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِقَاءَ، ثُمَّ الدِّبْرُغَ، ثُمَّ الْحِمَامَةَ، ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ، ثُمَّ أَدْرَجَتْ بَعْدَ فِي الثَّوْبِ الْآخَرَ». قَالَتْ: «وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهُ كَفَّيْهَا يَتَاوَلَّاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا».

شرح

نوح بن حکیم ثقفی جو قاری قرآن تھے قبیلہ بنو عروہ کے ایک شخص جن کا نام داؤد تھا اور ان کو ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جنوایا تھا سے روایت کرتے ہیں اور وہ لیلیٰ بنت قانف صحابیہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے نبی کریم سرور دو عالم ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم کو ان کی وفات کے وقت غسل دیا تھا تو پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دی وہ ازار تھی پھر قمیص پھر اوڑھنی پھر لافانہ پھر ایک اور کپڑے میں انہیں لپیٹا گیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے پاس کفن تھا آپ ﷺ ایک ایک کپڑا کر کے دیتے جاتے تھے۔

مختص

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۵۷) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۳۸۰/۶)

شرح الحديث

یعنی قبیلہ بنو عروہ کا ایک شخص جن کا نام داؤد ہے جس کو ام حبیبہ نے جنوایا تھا یعنی جس کی دایہ جو پیدائش کے وقت پاس ہوتی ہے وہ حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان تھیں، یہ شخص مذکور روایت کرتے ہیں لیلیٰ بنت قانف سے جو کہ صحابیہ ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں ان میں سے ہوں جنہوں نے حضور اقدس ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم کو غسل دیا تھا، وہ فرماتی ہیں کہ غسل کے بعد تکفین کے وقت حضور اقدس ﷺ نے جب کہ آپ ﷺ دروازہ پر تشریف فرما تھے، کفنانے کے لئے کفن کے کپڑے اس ترتیب سے عطا فرمائے اولاً حقاء یعنی ازار پھر قمیص پھر خمار پھر لافانہ (لافانہ) پھر ایک اور کپڑے میں ان کو لپیٹا گیا (لافانہ ثانیہ) وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ دروازہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ساتھ ام کلثوم کا کفن تھا ایک ایک کپڑا ہمیں ترتیب وار دیتے رہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ تو ظاہر ہے عورت کو غسل اور تجہیز و تکفین کرتی تو ہیں عورتیں ہی، لیکن مردوں کو اپنی نگرانی میں عورتوں سے یہ سب کام کرانے چاہئیں۔

۳۷۔ باب فی المسک للمیت

باب ہے مردوں کو خوشبو (مشک) لگانے کا بیان

اور امام بخاری نے باب قائم کیا: **بَابُ الْخُطُوطِ لِلْمَيِّتِ**، اور اس میں ابن عباسؓ کی وہ حدیث ذکر فرمائی جس میں یہ ہے کہ حجۃ الوداع والے سال ایک صحابی عرفات میں اپنی اونٹنی پر سے گر کر جاں بحق ہو گئے تھے ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا: وَلَا تُحْطَوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ کہ انکے حنوط یعنی خوشبونہ لگانا اور نہ سر ڈھانپنا یہ شخص قیامت کے دن احرام کی حالت میں اٹھے گا^۱۔ گویا امام بخاری نے اس حدیث کے مفہوم مخالف سے میت غیر محرم کیلئے حنوط ثابت فرمایا، چنانچہ فتوح الباری میں ہے: قَالَ الْبَيْهَقِيُّ فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ غَيْرَ الْمُحَرَّمِ يُحْنَطُ كَمَا يُخَمَّرُ رَأْسُهُ اه^۲، اور امام ابوداؤد نے حدیث الباب أَطْيَبُ طِبْيِكُمْ الْمِسْكُ کو لا کر گویا عموم حدیث سے استدلال کیا کہ اس میں حی اور میت دونوں برابر ہیں۔

۳۱۵۸ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّقَّانِ، عَنْ أَبِي نَصْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَطْيَبُ طِبْيِكُمُ الْمِسْكُ».

رحمہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہاری خوشبوؤں میں سب سے عمدہ خوشبو مشک ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الألفاظ من الأدب وغيرها (۲۲۵۲) جامع الترمذی - الجنائز (۹۹۱) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۰۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۵۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳۱/۳)

شرح الحدیث ترجمۃ الباب والے مسئلہ میں اختلاف علماء: امام ترمذیؒ نے بھی بعینہ اسی طرح ترجمۃ الباب اور یہی حدیث ذکر کی اور پھر آگے فرمایا: والعمل علی هذا عند بعض أهل العلم، وهو قول أحمد، وإسحاق، وقد كره بعض أهل العلم المسك للميت اه، اس پر تحفة الأحوذی میں لکھا ہے: لم أقف على وجه الكراهة والحق هو الجواز اه^۳، حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں اس پر تفصیل سے لکھا ہے مختلف شراح سے اس کے بارے میں نقل کیا ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ جائز ہے وبہ قال مالك والشافعي وأحمد وإسحاق، وكرهه عطاء والحسن ومجاهد وقالوا إنه ميتة الخ، نیز شیخ نے إزالة الخفاء^۴ سے نقل کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے مشک کی خوشبو استعمال نہ کرنا، لا تحنطوني بمسك، قال

① صحیح البخاری - کتاب الجنائز - باب الخنوط للمیت ۱۲۰۷

② فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۳ ص ۱۳۶

③ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی - ج ۴ ص ۶۹

④ إزالة الخفاء عن خلافة الخفاء - ج ۲ ص ۹۸

الشیخ لعلہ کثرہ لآئذہ دلیل الی الإباحۃ والمحرمة، لیکن اسی اذالۃ الخفاء میں دوسری جگہ یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ زندگی میں تو مشک کو استعمال فرماتے تھے لیکن وصیت یہ فرمائی کہ میرے بعد میرے لئے اسکو استعمال نہ کرنا، وکان الحسن یکرهہ للمیت لاللی اھ، مشک کی حقیقت چونکہ دم منجمد ہے تو شاید اس وجہ سے بعض لوگوں کو مرنے کے بعد اسکے استعمال میں تردد ہو، حضرت شیخ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات ہوتی تو پھر اس کے حکم میں میت اور حی دونوں یکساں ہونے چاہئیں تھے کوئی اور ہی وجہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم (ہامش بذل) ۱۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی، قالہ المنذہری۔

۳۸۔ باب التَّعْجِيلِ بِالْجَنَازَةِ وَكَرَاهِيَةِ حَبْسِهَا

۴۴ باب جنازہ (کی تیاری) کے بارے میں جلدی کرنے کا حکم اور تاخیر کی کراہیت کا بیان ۴۵
ایک باب چند باب کے بعد اور آ رہا ہے: بَابُ الْإِسْرَاعِ بِالْجَنَازَةِ، دونوں میں فرق ہے، اس باب میں تعجیل سے مراد تعجیل فی التجهيز والتكفين ہے اور آئندہ باب میں إسراع سے مراد إسراع فی المشی جیسا کہ دونوں بابوں کی احادیث سے معلوم ہوتا

۳۱۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ الرَّوَّاسِيُّ أَبُو سُفْيَانَ، وَأَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِيسَى - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ يُوسُفَ - عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عَزْرَةَ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّحِيمِ: عَزْرَةُ بِنْتُ سَعِيدِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ الْحَصَنِ بْنِ وَحُوحٍ، أَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ، مَرَّضَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغُودُهُ، فَقَالَ: «إِنِّي لَا أَرَى طَلْحَةَ إِلَّا قَدْ حَدَّثَ فِيهِ الْمَوْتُ فَأَدْنُوِي بِهِ وَعَجِّلُوا أَفْئَتَهُ، لَا يَنْبَغِي لِحَقِيقَةِ مُسْلِمٍ أَنْ يُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانِي أَهْلِهِ».

ترجمہ حصین بن وحوح سے روایت ہے کہ طلحہ بن براءؓ جب بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے تو ارشاد فرمایا میرے خیال میں تو طلحہ پر موت کے آثار طاری ہو گئے۔ تو تم لوگ مجھے انکی (موت کی) خبر دینا اور انکی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا اسلئے کہ مسلمان کی میت کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اسکو بغیر تجہیز و تکفین کے اسکے گھر میں پڑا رہنے دیا جائے۔

شرح الحدیث یعنی حضرت طلحہ بن البراءؓ جب بیمار ہوئے تو حضور ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی موت کا وقت قریب آ گیا ہے، پس مجھ کو ان کی خبر دیدینا اور جلدی کرنا یعنی ان کی تیاری میں۔ اس لئے کہ مسلمان کی نعش کیلئے مناسب نہیں کہ اس کو اس کے گھر والوں کے درمیان میں روکا جائے۔

تعجیل میں مصلحت: اس پر علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ مومن آدمی عند اللہ اور عند الناس بھی قابل اکرام اور معزز ہوتا

① بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۲۵

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۲۷

ہے لیکن روح نکلنے کے بعد جب وہ جسم بے جان ہو جاتا ہے تو اس حیثیت سے طہارے اس سے متوحش اور متفر ہوئی ہیں اس وقت وہ ان کی نگاہوں میں مانوس اور مرغوب فیہ نہیں رہتا، اسلئے مناسب یہی ہے کہ اس کو جھٹ پٹ چھپا دیا جائے، سبحان اللہ، احکام شرعیہ کے مصالح دیکھئے۔

۳۹۔ بَابُ فِي الْغُسْلِ مِنْ غَسْلِ الْمَيِّتِ

باب جو شخص مرنے کو غسل دے اسکے لئے غسل کرنے کے متعلق حکم کا بیان

یعنی جو شخص میت کو غسل دے تو کیا وہ خود بھی بعد میں غسل کرے؟

۳۱۶۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنْزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَنَوْمِ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَغُسْلِ الْمَيِّتِ".

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتایا کہ نبی کریم ﷺ چار باتوں کی وجہ سے غسل فرماتے: ① جنابت کی وجہ سے، ② جمعہ کے دن، ③ بچنے لگوانے کے بعد، ④ اور میت کو غسل دینے کی وجہ سے۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۶۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۵۲/۶)

یہ حدیث کتاب الطہارۃ باب غسل الجمعة میں (برقم ۳۴۸) گزر چکی ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ حجامت کی وجہ سے غسل فرماتے تھے اور غسل میت سے بھی، لیکن حجامت کے بعد آپ ﷺ کا غسل کرنا ثابت نہیں، صرف غسل محجم ثابت ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے مصعب بن شیبہ کی وجہ سے، نیز آپ ﷺ کا کسی میت کو غسل دینا بھی ثابت نہیں، اول تو یہ حدیث ضعیف ہے یا پھر اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ غسل سے مراد امر بالغسل ہے۔

مسئله الباب میں اختلاف علماء: خطابی فرماتے ہیں میرے علم میں نہیں یہ بات کہ کسی فقیہ کے نزدیک غسل میت سے غسل واجب ہوتا ہے ①، اور اسی طرح نہ حمل میت سے وضو، اور ظاہر یہ ہے کہ امر اس میں استحباب کیلئے ہے جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ میت کو غسل دینے والا چھینٹ سے مامون و محفوظ نہیں ہوتا اور بسا اوقات میت کے بدن پر نجاست بھی ہوتی ہے تو اس لحاظ سے غاسل کو غسل کا حکم دیا گیا، اور وہ جو حدیث میں ہے: وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ اُس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ حامل میت

① اس پر حافظؒ نے تعقب کیا ہے: حيث قال: كأنه ما يرى أن الشافعي (في البوطي) على القول به على صحة الحديث والخلاف فيه ثابت عند المالكية وصار إليه بعض الشافعية أهد من الأجزاء (فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۳ ص ۱۳۵، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۴۰۶ - ۴۰۷)

یعنی جنازہ برداروں کو چاہئے کہ وہ پہلے سے با وضو ہیں، نماز کی تیاری میں^۱ اور حافظ ابن قیمؒ نے تہذیب السنن میں اس میں تین مذہب لکھے ہیں: ① مطلقاً یہ مسلک ہے ابن السیبؒ اور ابن سیرینؒ کا، ② مطلقاً عدم وجوب یہ مسلک ہے ائمہ اربعہ کا، ③ میت کافر کے غسل سے غسل کا واجب ہونا، یہ ایک روایت ہے امام احمد کی اھ، چنانچہ آگے ایک مستقل باب آرہا ہے: بَابُ الرَّجُلِ يَمُوتُ لَهُ قَرَابَةٌ مُشْرِكٌ، جس میں حضرت علیؓ کی یہ حدیث (ہرقم ۳۲۱۴) مذکور ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے حکم کے موافق ابوطالب کو دفن کر کے آیا تو آپ ﷺ نے مجھ کو غسل کا حکم دیا، لیکن اس واقعہ میں غسل من غسل الميت الکافر نہیں ہے بلکہ غسل من دفن الميت الکافر ہے، ائمہ اربعہ کے مذہب اس میں یہ ہیں کہ امام احمدؒ کے نزدیک غسل میت سے غسل سنت ہے کما فی الروض المربع، اور امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں، وجوب اور استحباب، امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہیں ایک استحباب وهو قول الجدید والقدید الوجوب، اور ایک روایت امام شافعیؒ سے یہ ہے کہ ان صحیح الحدیث لقلک وجوبہ، اور حنفیہ کے نزدیک أصلاً تو مستحب نہیں ہے البتہ خروجاً^۲ عن الخلاف مستحب ہے، اور ترمذی میں ہے: وقد اختلف أهل العلم في الذي يغسل الميت، فقال بعض أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وغيرهم: إذا غسل ميتاً فعليه الغسل، وقال بعضهم: عليه الوضوء، وقال مالك بن أنس: «أستحب الغسل من غسل الميت، ولا أرى ذلك واجباً، وهكذا قال الشافعي» وقال أحمد: «من غسل ميتاً أخرج أن لا يجب عليه الغسل، وأما الوضوء فأقل ما قيل فيه» وقال إسحاق: «لا بد من الوضوء». وقد روي عن عبد الله بن المبارك أنه قال: «لا يغتسل ولا يتوضأ من غسل الميت» اھ،^۳ امام ترمذی کے کلام سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں بعض صحابہ کے نزدیک غسل واجب ہے جیسے ابو ہریرہؓ کما قبل اور بعض علماء جیسے اسحاق بن راہویہ ان کے نزدیک وضو واجب ہے، اور بعض علماء جیسے ابن المبارکؒ ان کا مسلک مطلقاً عدم استحباب ہے لا الغسل ولا الوضوء۔

۳۱۶۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مُدَلِّجٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذُلُبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ غَسَلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ، وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میت کو غسل دے تو وہ خود بھی غسل کرے اور جو جنازہ اٹھائے تو اسے چاہئے کہ وضو کر لے۔

① معالم السنن شرح سنن ابی داؤد - ج ۱ ص ۳۰۷

② تہذیب السنن - ج ۳ ص ۱۵۰۲

③ کیونکہ بعض کے نزدیک واجب ہے ان کی رعایت میں ۱۲۔

④ جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما جاء في الغسل من غسل الميت ۹۹۳

حدیث مصعب ضعیف^۱ اور ضعف کی وجہ خود یہی مصعب بن شبہ راوی ہے، اس پر کلام اور جرح کتاب الطہارۃ: باب السواک من الفطرۃ میں گزرا ہے، امام مسلم کے نزدیک یہ ثقہ اور قوی ہیں، اور امام بخاری اور نسائی کے نزدیک ضعیف، مصنف فرما رہے ہیں کہ اس حدیث پر علماء کا عمل نہیں ہے یعنی اس حدیث کے بعض اجزاء پر کالغسل من غسل المیت درہ بعض تو اجماعی ہیں۔

۴۰۔ باب فی تقبیل المیت

میت کو بوسہ دینے کے متعلق باب ۴۰

۳۱۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ عُثْمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ، حَتَّى رَأَيْتُ الدُّمُوعَ تَسِيلُ». حضرت عائشہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عثمان بن مظعون کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا جبکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے بھی دیکھے۔

جامع الترمذی - الجنائز (۹۸۹) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۶۳) سنن ابن ماجه - ماجاء في الجنائز (۱۴۵۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۴۳/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۵۶/۶)

شرح الحدیث: یہ عثمان بن مظعونؓ آپ کے رضاعی بھائی تھے ہجرت سے تیس ماہ بعد ان کا مدینہ میں انتقال ہوا، وہو اول من دفن بالبقيع، حضور ﷺ نے ان کی وفات کے بعد ان کی تقبیل فرمائی، صدیق اکبرؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ کی وفات کے بعد بالکل آپ پر جھک کر آپ ﷺ کی تقبیل فرمائی۔

غسل میت کی علت میں علماء کے اقوال: یہاں پر ایک بحث یہ ہے کہ غسل میت کی علت کیا ہے؟ فقہل تعبدي، وقيل للتطهير من الحدث او النجاسة، وقيل للتنظيف، کتاب الطہارۃ میں یہ مسئلہ گزرا ہے، کہ ماء مخلوط بشئ طاهر، یعنی جس پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو جیسے صابون اشان یا اس کے علاوہ کوئی چیز، جس کی وجہ سے پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی ایک وصف متغیر ہو گیا ہو، اس سے ازالہ حدث جائز ہے یا نہیں، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ان کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز ہے وهو رواية عن احمد كما في المغني، حنفیہ کے دلائل میں ایک دلیل غسل میت بماء وسدر والی روایات بھی ہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ ماء وسدر ماء مخلوط ہے اور جمہور کے نزدیک اس سے تطہیر جائز نہیں، اسی لئے یہ حضرات اس حدیث کی مختلف توجیہات کرتے ہیں، ایک تاویل یہ کی گئی ہے کہ غسل میت تنظیف کیلئے ہے تطہیر کیلئے ہی

نہیں، زین ابن المنیر نے یہی کہا ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سدر کا استعمال تمام غسلات میں نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ شروع میں یا اخیر میں ماء قراح (سادہ پانی) استعمال کرنا مراد ہے، ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سدر کو پانی میں ڈال کر استعمال کرنا مراد نہیں بلکہ اس کے استعمال کی ایک شکل یہ بھی تو ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں تر کر کے ان سے بدن کو مل لیا جائے اور پھر بعد میں خالص پانی استعمال کیا جائے، ونحو ذلك من التوجیہات اب اگر غسل کو تنظیف کیلئے مانا جائے تب تو تقبیل میت میں کوئی اشکال ہے نہیں اور اگر تطہیر کیلئے ہے تب اشکال ہو سکتا ہے، اور اس سلسلہ میں حنفیہ کا مذہب حاشیہ لامع^۱ میں بدائع سے یہ نقل کیا ہے کہ اس میں محمد بن شجاع بخلی نے تو یہ فرمایا ہے کہ آدمی موت سے نجس نہیں ہوتا مگر امقلہ، اس لئے کہ اگر وہ بھی عام حیوانات کی طرح موت کی وجہ سے ناپاک ہو جاتا تو پھر غسل سے پاکی کا حکم نہ دیا جاتا، لیکن ہمارے اکثر مشائخ سے یہ منقول ہے کہ موت کی وجہ سے آدمی بھی ناپاک ہو جاتا ہے لما فیہ من الدہ المسفوح جس طرح اور حیوانات ناپاک ہو جاتے ہیں جن میں دم مسفوح ہے لیکن فرق دیگر حیوانات اور آدمی کے درمیان یہ ہے کہ آدمی بعد الموت غسل دینے سے پاک ہو جاتا ہے کرامقلہ، چنانچہ امام محمد سے منقول ہے کہ میت کنوس میں واقع ہو جائے قبل الغسل تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے بخلاف بعد الغسل کے۔

۴۱۔ بَابُ فِي الدَّفْنِ بِاللَّيْلِ

رات کے وقت تدفین کے متعلق حکم کے بیان میں

۳۱۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَوْ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: رَأَى نَاسًا نَارًا فِي الْقَبْرِ، فَأَتَوْهَا فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ، وَإِذَا هُوَ يَقُولُ: «نَاوِلُونِي صَاحِبَكُمْ» فَإِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ بِاللَّيْلِ.

عمر بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے جابر بن عبد اللہ نے بتایا میں نے ان سے سنا وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے (رات کو) قبرستان میں روشنی کو دیکھا تو جا کر دیکھا وہاں پر رسول اللہ ﷺ قبر میں اترے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ لاؤ مجھے اپنے ساتھی کو پکڑاؤ یہ وہ شخص ہے جو بلند آواز سے اللہ کا ذکر کرتا تھا۔

شرح الحدیث: ایک ذکر چہری کرنے والے کی خوش نصیبی: مضمون حدیث یہ ہے: حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کے وقت لوگوں کو دور سے قبرستان میں روشنی نظر آئی لوگ وہاں پہنچے، پہنچنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بہ نفس نفیس ایک قبر میں اترے ہوئے اور فرما رہے ہیں کہ لائیے میت کو دیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو خود اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا، اور چونکہ رات کا وقت تھا اسی لئے

روشنی کی ضرورت پیش آئی جس کا روایت میں ذکر ہے، راوی کہتا ہے (ہم نے جو غور سے دیکھا تو) یہ میت وہی شخص تھا جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتا تھا، راوی کے اس کلام سے مستفاد ہو رہا ہے کہ یہ صاحب ذکر جہری میں معروف تھے، اور ہو سکتا ہے ان کو یہ سعادت اسی خصلت کی وجہ سے نصیب ہوئی ہو، دفن باللیل پر کلام اور اختلاف وغیرہ ابھی قریب میں باب فی الکفن کی ایک حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

رات میں دفن کا قصہ چند صحابہ کے ساتھ پیش آیا چنانچہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کو رات ہی میں دفنایا، اسی طرح حضرت عثمانؓ و عائشہؓ کی تدفین بھی رات ہی میں ہوئی، ایسے ہی صدیق اکبرؓ، اور خود نبی کریم ﷺ کی تدفین اخیر شب میں ہوئی، (ابن القیمؒ) اور بھی اس کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ کی تدفین رات میں ہوئی اور جس روایت میں دفن لیلہ کی ممانعت آئی ہے اس کی علت میں کہا گیا ہے کہ لرداء الکفن او لتراک الصلاة علی المیت او شفقة علی الدافنین، حدیث الباب ہی کے قریب ترمذی کی ایک روایت میں ہے عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا، فَأَسْرَجَ لَهُ نِيرَاجًا، فَأَخَذَهُ مِنْ قَبْلِ الْقَبِيلَةِ، وَقَالَ: «رَحِمَكَ اللَّهُ، إِنَّ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَاءً لِلْقُرْآنِ» ۱۔

نزولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبر بعض اصحابہ للدفن: ابن القیمؒ فرماتے ہیں: وقد نزل النبي صلی اللہ علیہ وسلم فی قبر ذی الجادین لیلًا ۲، اور حاشیہ بذل ۳ میں ہے کہ حافظ نے اصحابہ کے اندر ذوالجادیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا پانچ صحابہ کی قبر میں نزول ثابت ہے۔

۴۲۔ باب فی المیت یحمل من ارض إلى ارض وکذا اقله ذلک

میت کو ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف لے جانے کے متعلق حکم کے بیان میں ۴۰ اسی قسم کا باب آگے بھی آ رہا ہے کتاب الجنائز کے اواخر میں: باب فی تحویل المیت من موضع إلى موضع یخلف، ظاہر یہ ہے کہ اس پہلے باب میں تحویل میت قبل الدفن مراد ہے اور آنے والے باب میں تحویل بعد الدفن۔

نقل میت کے بارے میں مذاہب ائمہ: تحویل میت قبل الدفن وبعده امام شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک جائز ہے کسی مصلحت کی وجہ سے کجو اہل الصالحین یا تقدس ۵ ارض کی وجہ سے جیسے مکہ اور مدینہ، لیکن بشرط عدم هتك حرمة المیت:

۱۔ تہذیب السنن - ج ۳ ص ۱۵۰۵-۱۵۰۶

۲۔ جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب ما جاء فی الدفن باللیل ۱۰۵۷

۳۔ تہذیب السنن - ج ۳ ص ۱۵۰۷

۴۔ بدل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱ ص ۱۳۲

۵۔ حضرت موسیٰؑ کی قبور کا واقعہ: چنانچہ امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا: باب من احب الدفن فی الارض المقدسة أو نحوها، اور اس ۴

ولم يوجد فيه مسلك احمد، اور حنفیہ کے نزدیک يجوز النقل قبل الدفن ميلا او ميلين، واما بعد الدفن فلا يجوز الا لعذر شرعي، كالدفن في الارض المغصوبة، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ عدم غسل یا عدم صلاۃ علی المیت کی وجہ سے نبش قبر جائز نہیں ایسے ہی اگر میت کو غیر مستقبل القبلة دفنایا گیا تو استقبال قبلہ کے لیے بھی نبش قبر جائز نہیں۔

۳۱۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كُوَيْبٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ ثُبَيْحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كُنَّا حَمَلْنَا الْقَتْلَى يَوْمَ أُحُدٍ لِنَدْفِنَهُمْ، فَجَاءَ مُتَاوِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلَى فِي مَضَاجِعِهِمْ» فَرَدَدْنَاهُمْ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم احد کے دن شہداء کو دو سری جگہ تدفین کے لئے منتقل کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک منادی نے آکر ندا دی کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ شہداء کو ان کی شہادت گاہ ہی میں دفن کرو تو ہم نے ان کو اودھر لوٹا دیا۔

تحقیق: جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۷) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۶۵) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۵۱۶) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۷/۳) سنن الدارمي - المقدمة (۴۵)

شرح الحديث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں بعض شہداء احد کو ان کے اعزہ بقیع میں دفن کرنے کے لیے

لے گئے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث (برقم ۱۲۷۴) ذکر فرمائی: قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَلَمَّا جَاءَهُ وَصَّاهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أُرْسِلْنِي إِلَى عَبْدِ الْوَهَّابِ الْمَوْتِ فَرَدَّ اللَّهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ارْجِعْ فَقُلْ لَهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَنْشَرٍ فَيُؤْخَرُ فَلَهُ بِكُلِّ مَا غَطَّتْ بِهِ يَدُهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ كُنْتُ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ قَالَ إِنَّ قَدْ رَزَقَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمِيَةً يَنْجُو بِهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثُمَّ لَأَرْبِيَكُمْ قَدْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيقِ عِنْدَ الْكُتَيْبِ الْأَخْضَرِ، یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو آدمی کی صورت میں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجا قبض روح کیلئے (تو اس نے جا کر ان سے عرض کیا کہ میں آپ کی روض قبض کرنے کیلئے آیا ہوں، آپ نے اس کو پہچانا نہیں) اس پر آپ نے اس کو ایک طمانچہ مانا جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی، وہ فرشتہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور اس نے جا کر عرض کیا کہ آپ نے مجھے ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ درست کر کے فرمایا کہ اب اس سے جا کر یہ کہہ کہ وہ اپنا ہاتھ تیل کی پشت پر رکھے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بقدر ایک سال کی زندگی بڑھادی جائے گی (چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اس پر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اس کے بعد پھر کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر موت آئیگی، انہوں نے عرض کیا پھر ابھی لے لیجئے، اور یہ دعا فرمائی کہ ان کو بیت المقدس کے قریب کر دیں، (اس وقت موسیٰ علیہ السلام آدھی حنیہ میں تھے) اتنا قریب کر دیجئے کہ اگر ان کی قبر سے کوئی پتھر پھینکنے والا ہاتھ سے پتھر پھینکے تو وہ بیت المقدس تک پہنچے، اس کے بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو میں ان کی قبر تم کو دکھا دیتا راستہ کی جانب سرخ ریت کے ٹیلہ کے قریب، اس واقعہ پر ایک مشہور اشکال ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتہ کے چھڑ کیسے مار دیا، اس کا جواب جو حاشیہ بخاری میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت وہ فرشتہ آپ کی خدمت میں بصورت آدمی پہنچا تھا اور جاتے ہی کہہ دیا کہ میں تو قبض روح کے لئے آیا ہوں، جب کہ موسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں یہ تھا کہ مجھ کو موت کے وقت اختیار دیا جائے گا اس لئے وہ سمجھ نہ سکے کہ یہ فرشتہ ہے اس لئے ایسا ہوا، اور بھی اس کی توجیہات کی گئی ہیں۔ بخاری کا یہ ترجمہ الباب اور یہ قصہ ہم نے یہاں اس حیثیت سے ذکر کیا ہے کہ تقدس ارضی یہی ایک امر مطلوب ہے، لامن حیث اصل المسئلة اعنى نقل البتہ

منتقل کرنے لگے، اس پر حضور ﷺ کی جانب سے ایک منادی نے آکر ندا دی کہ حضور ﷺ حکم فرما رہے ہیں کہ مقتولین کو ان کی شہادت گاہ ہی میں دفن کیا جائے پس ہم نے ان کو ادھر لوٹا دیا۔

اس حدیث سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے نقل میت کے مسئلہ میں، شافعیہ وغیرہ جو جواز کے قائل ہیں وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حکم مختص ہے شہداء کے ساتھ یا یہ کہ یہ حکم ابتداء تھا، اس لیے کہ منقول ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے اپنے والد کو جو جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے احد سے بقیع کی طرف چھ ماہ بعد منتقل کیا تھا یہ روایت خود آگے اسی کتاب میں آرہی ہے۔
والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۴۳۔ باب فی الصُّفوفِ علی الجنائز

جنائزہ کیلئے صفیں بنانے کے متعلق باب ۴۴

اور بعض نسخوں میں ہے الصُّفوفِ علی الجنائز۔

۳۱۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ الْيَزِيدِ، عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا أُذِجَتْ». قَالَ: فَكَانَ مَالِكٌ «إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلُ الْجَنَائِزِ جَزَأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ».

مالک بن ہبیرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص انتقال پا جائے پھر اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے جس میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں تو اسکے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے تو مالک کا طریقہ تھا کہ جب دیکھتے کہ جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کم ہے تو انہیں تین صفوں میں تقسیم فرمادیتے اسی حدیث مبارکہ کے پیش نظر۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۶۶) سنن ابن ماجہ - ما جاء فی الجنائز (۱۴۹۰) مسند احمد - أول مسند المدینین رضي الله عنهم أجمعين (۷۹/۴)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ جس میت پر نماز پڑھنے والوں کی تین صفیں ہوں تو وہ شخص مستحق جنت ہو جاتا ہے، اس حدیث کے راوی مالک بن ہبیرہ ہیں، فَكَانَ مَالِكٌ «إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلُ الْجَنَائِزِ جَزَأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ»، یعنی حضرت مالک بن ہبیرہ اسی حدیث کے پیش نظر جب دیکھتے تھے کہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور ان کی تین صفیں بنادیتے تھے مثلاً اگر نماز پڑھنے والے کل چھ آدمی ہیں تو دو دو آدمیوں کی تین صفیں بنا دیتے تھے۔

صفوف جنازة کے بارے میں امام مالک کا مذہب: امام بخاری نے باب قائم کیا ہے: بَابُ مَنْ صَفَّ صَفَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً عَلَى الْجَنَائِزِ خَلْفَ الْإِمَامِ، اس باب کے بارے میں حضرت شیخ نے حاشیہ لامع میں اپنی رائے یہ لکھی ہے کہ ممکن ہے امام بخاری

کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہو جو یہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تو بس ایک صف ہونی چاہئے، چنانچہ ابن العربیؒ نے امام مالکؒ سے نقل کیا: اِنَّهُ اسْتَحَبَّ اَنْ يَكُونَ الْمُصَلُّونَ عَلَي الْجَنَازَةِ سَطْرًا وَاحِدًا وَلَا اَعْلَمُ لِدَلَالَتِهِ وَجْهًا^①، اور پھر آگے حضرت شیخؒ نے ابن قدامہ سے نقل کیا کہ مستحب یہ ہے کہ جنازہ پر تین صفیں قائم کی جائیں اسی مالک بن ہبیرہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ مصلین کی اگر قلت ہو تو تین صفیں بنائی جائیں لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ اگر نماز پڑھنے والے صرف چار ہوں تو پھر کیسے کیا جائے تو فرمایا پھر اس صورت میں صرف دو صفیں بنائی جائیں فی کل صف رجليں، اور تین بنانے کی اجازت نہیں دی کہ اس صورت میں ایک صف میں صرف ایک ہی آدمی رہ جائیگا۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۴۴۔ بَابُ اتِّبَاعِ النِّسَاءِ الْجَنَائِزَ

عورتوں کے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق باب ۴۴

۳۱۶۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: «كُنَّا أَنْ تَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ، وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا».

ترجمہ: ام عطیہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہمیں جنازہ کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا لیکن سختی کے ساتھ منع نہیں کیا گیا۔
تحقیق: صحیح البخاری - الحیض (۳۰۷) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۱۹) صحیح البخاری - الطلاق (۵۰۲۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۳۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۶۷) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۷۷) مسند احمد - من مسند القبائل (۴۰۸/۶)
شرح الحدیث: حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں یعنی عورتوں کو منع کیا گیا ہے جنازوں کیساتھ جانے سے لیکن سختی کیساتھ نہیں منع کیا گیا۔

مسئله الباب میں مذاہب ائمہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں: یعنی آپ ﷺ کی جانب سے اس میں تنزیہاً منع ہے نہ کہ تحریماً، اور پھر کہا انہوں نے ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ مکروہ ہے حرام نہیں، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں عند الجمهور منع ہے لیکن علماء مدینہ نے اسکو جائز رکھا ہے، وأجازہ مالک وکرہہ للشافیہ^②، اور حنفیہ کا مسلک در مختار میں لکھا ہے: قوله وبكره خروجهن تحريماً: لقوله عليه الصلاة والسلام {أَرْجَعْنَ مَأْثُورَاتٍ غَيْرَ مَأْجُورَاتٍ} رواه ابن ماجه^③ بسند ضعيف، لكن بعضه المعنى الحادث باختلاف الزمان الذي أشارت إليه عائشة بقولها: لو أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ما

① عارضة الأحوذی شرح صحیح الترمذی - ج ۴ ص ۲۶۰

② النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۷ ص ۲

③ سنن ابن ماجہ - کتاب الجنائز - باب ماجاء فی اتباع النساء الجنائز ۱۵۷۸

أحدث النساء بعده لنعهن كما منعت نساء بني إسرائيل . وهذا في نساء زمانها . فما ظنك بنساء زماننا . وأما ما في الصحيحين { عن أم عطية (يعني حديث الباب) ههنا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا } أي أنه هي تنزيه . فينبغي أن يختص بذلك الزمن حيث كان يباح لمن الخروج للمساجد والأعياد اه^١ ، حاشية بذل میں ہے علامہ عینیؒ نے کراہت تنزیہ کو ترجیح دی ہے^٢۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه، قاله المنذرى۔

٤٥۔ باب فصل الصلاة على الجنائز وتشيعها

باب نماز جنازہ پڑھنے کی فضیلت کے بیان میں ۸۵

٣١٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْوِيهِ، قَالَ: «مَنْ تَبِعَ جَنَازَةَ فَصَلَّى عَلَيْهَا، فَلَهُ قِيرَاطٌ، وَمَنْ تَبِعَهَا حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ، أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أَحَدٍ - أَوْ أَحَدُهُمَا مِثْلُ أَحَدٍ -».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو جنازہ کے پیچھے چلا پھر اس نے نماز جنازہ پڑھی تو اسکے لئے ایک قیراط (ثواب کا) ہے اور جو شخص (جنازہ پڑھنے کے بعد) اسکے ساتھ (قبر تک) جائے یہاں تک کہ تدفین سے فارغ ہو جائے تو اسکے لئے دو قیراط ہیں اور ان دو قیراط میں سے جو چھوٹا ہے وہ بھی احد پہاڑ کے برابر ہے یا ان دو میں سے ایک احد پہاڑ کے مثل ہے۔

٣١٦٩ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ حُسَيْنٍ الْهَرَوِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ، حَدَّثَنَا حَبِيبَةُ، حَدَّثَنِي أَبُو صَخْرٍ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ دَاوُدَ بْنَ عَامِرٍ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، إِذْ طَلَعَ خَبَابٌ صَاحِبُ الْقُصُورَةِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصَلَّى عَلَيْهَا» فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ، فَأَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: صَدَقَ أَبُو هُرَيْرَةَ.

ترجمہ: داؤد بن عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کے پاس تھے تو ان کے پاس حضرت خباب صاحب القصورہ تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ اے ابن عمر! کیا آپ نے نہیں سنا ابو ہریرہؓ جو فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جنازے کے ہمراہ اس گھر سے چلا اور نماز جنازہ پڑھی پھر سفیان کی حدیث نے ہم معنی حدیث نقل کی اسکے بعد حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھیجا اس بات کی تصدیق کے لئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت

① مد المحتار علی الدر المختار - ج ۳ ص ۱۳۷

② بذل المجهود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۳۵

ابو ہریرہؓ نے سچ کہا۔

تخریج صحیح البخاری - الإیمان (۴۷) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۶۰) صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۵) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۰) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۹۴) سنن النسائی - الإیمان وشرائعه (۵۰۳۲) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۶۸) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۳۹) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۲۳۳/۲)

شرح الحدیث یعنی جس شخص نے جنازہ کے ساتھ جا کر اس پر صرف نماز پڑھی اور قبرستان تک نہیں گیا تو اس کا اجر بقدر ایک قیراط ہے، اور جو نماز پڑھنے کے بعد اس کے ساتھ قبر تک جائے اور دفن تک وہیں رہے تو اس کیلئے دو قیراط ثواب ہے، اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک قیراط کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ہے، ایک قیراط کی مقدار لغتہً نصف دانق ہے، اور دانق سدس درہم کو کہتے ہیں لہذا ایک قیراط درہم کا بارہواں حصہ ہوا مگر یہاں حدیث میں لغوی معنی مراد نہیں بلکہ بہت بڑی مقدار مراد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے احد پہاڑ کے برابر، وفی البذل: تحت قول فَصَلَّى عَلَيْهَا: فرجع ولم يمض معها إلى القبر حتى يدفن، فی هامشہ: وقال الطحاوی: فی مشکل الآثار، إن هذا الأجر مع النشئ لا لمجرد الصلاة الخ اه ۱، فليراجع الى مشکل الآثار۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قاله المنذرى۔

أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: **لَعَنِي** حضرت ابن عمرؓ کو جب حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث پہنچی ایک قیراط اور دو قیراط والی تو انہوں نے اس کی تحقیق کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجے جس پر انہوں نے ابو ہریرہؓ کی تصدیق کی۔

یہ روایت یہاں مختصر ہے اور ترمذی میں اس پر یہ زیادتی ہے: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: «لَقَدْ قَرَّظْنَا فِي قَرَارِيطٍ كَثِيرَةٍ»، اور مسلم شریف کی ایک روایت میں مزید براں یہ ہے: قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُصَلِّي عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ، فَلَمَّا بَلَغَهُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: «لَقَدْ صَبَّغْنَا قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ»، یعنی حضرت ابن عمرؓ کا معمول شروع میں صرف نماز جنازہ پڑھنے کا تھا اسکے ساتھ قبرستان جانے کا نہیں تھا، جب ان کو حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث پہنچی اور پھر حضرت عائشہؓ نے بھی اس کی تصدیق فرمادی تو انہوں نے اپنے عمل پر اظہار افسوس فرمایا کہ ہم نے اپنے بہت سے قیراط کا نقصان کر دیا (تحفة الأحوذی) یہ صحابہ کرام کے یقین کی بات ہے یہی تو سب سے بڑی دولت تھی انکے پاس کمال یقین کی وخیر ما القی فی القلوب البقین۔ والحدیث أخرجه مسلم بمعناه اتم منه، قاله المنذرى.

۳۱۷۰ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ، عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي تَمِيمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ

أَمْ يَتَعَوَّنُ رَجُلًا، لَا يُشْرِ كُونَ بِاللَّهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ».

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی مسلمان وفات پا جائے اور پھر اسکے جنازے پر چالیس آدمی ایسے موجود ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریف نہ ٹھہراتے ہوں مگر اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول کر لی جاتی ہے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۷۰) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۸۹) مسند احمد - من مسند بنی ہاشم (۲۷۸/۱)

شرح الحدیث یعنی جس شخص کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد چالیس تک پہنچ جائے تو ان کی یہ شفاعت اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول کی جاتی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یَتَعَوَّنُ مَائَةٌ ہے^۱، اور اس سے پہلے مالک بن ہمیرہ کی روایت میں ثَلَاثَةٌ صُفُوفٍ آیا ہے جس میں نہ سو کی قید ہے نہ چالیس کی، اس اختلاف عدد کا ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ اختلاف سوال سائلین پر محمول ہے یعنی یہ حدیثیں آپ ﷺ نے سائلین کے جواب میں ارشاد فرمائیں کسی سائل نے سو کے عدد کے بارے میں سوال کیا اور کسی نے چالیس کے بارے میں، دونوں کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے یعنی اس عدد کی تحدید ابتداء آپ ﷺ کی جانب سے نہیں ہے ممکن ہے اگر اس سے کم کے بارے میں سوال کیا جاتا تو اس پر بھی آپ ﷺ یہی فرماتے، وفي هامش البذل: وجمع بينهما أي بين المرأة والاربعين الطحاوي في مشكل الآثار (ج ۲ ص ۱۰۴) بعمل "اربعين" على آخر الزمان اه ان شئت التفصيل فارجع اليه. والحدیث أخرجه مسلم اتم منه، وأخرجه ابن ماجه بنحوه، قاله المنذرى۔

۴۶۔ بَابُ فِي النَّارِ يُتْبَعُ بِهَا الْمَيِّتُ

باب جنازہ کے پیچھے آگ کو لیکر چلنے کے متعلق

۳۱۷۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُذَنَّبِ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا بَابُ بْنُ عُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُتْبَعُ الْجَنَازَةُ بِصَوْتٍ، وَلَا نَارٍ» زَادَ هَارُونُ: «وَلَا يَمْشِي بَيْنَ يَدَيْهَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جنازے کے پیچھے نہ تو آواز ہونی چاہیے اور نہ آگ۔ ہارون راوی نے یہ اضافہ کیا اور نہ اس کے آگے چلا جائے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۳۱۷۱) مسند احمد - باقی مسند الکثیرین (۴۲۷/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثیرین

(۵۲۸/۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۵۳۲/۲)

شرح الحدیث

حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے اس کے ساتھ نہ آواز ہونی چاہئے اور نہ آگ، آواز سے مراد عام ہے کہ بکاء کی وجہ سے ہو یا ذکر و تلاوت کی وجہ سے، اور آگ سے مراد دھونی کی آگ ہے، قبر کی دھونی دینے کیلئے جیسا کہ اہل کتاب کیا کرتے تھے، اور منع دو وجہ سے ہے لاجل التفاضل و هولان النار آلة العذاب اور مخالفت اہل کتاب، اور اگر روشنی کے لئے آگ ساتھ لی جائے اس میں کچھ مضائقہ نہیں، وہ تو ثابت ہے ابھی قریب میں حدیث گزری ہے، اور آگے اس روایت میں ہے کہ جنازہ سے آگے نہ چلا جائے اس پر آگے مستقل باب آرہا ہے۔

۴۷ - بَابُ الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ

باب جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کے متعلق

۳۱۷۲ -

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، يَتْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا، حَتَّى تُخْلَقَ كُمْ أَوْ تُوَضَّعَ».

ترجمہ

عامر بن ربیعہ نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ تمہیں چھوڑ کر آگے نکل جائے یا رکھ دیا جائے۔

تخریج

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۵) صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۸) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۲) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۱۵) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۱۶) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۷۲) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۴۲) مسند أحمد - مسند المکین (۴۴۵/۳) مسند أحمد - مسند المکین (۴۴۶/۳) مسند المکین (۴۴۷/۳)

شرح الحدیث

یہاں پر دو مسئلے ہیں اور دونوں سے متعلق جو حدیثیں ہیں ان دونوں کو مصنف نے اسی باب میں ذکر فرمایا ہے، اس میں ایک مسئلہ تو وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے، دوسرا مسئلہ وہ ہے جو باب کی آخری حدیث (ہرقم ۳۱۷۶) میں ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ فِي الْجَنَازَةِ حَتَّى تُوَضَّعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: «اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ». اسی لئے امام ترمذی نے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں: بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجُلُوسِ قَبْلَ أَنْ تُوَضَّعَ اور دوسرا بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ، ابو داؤد کی آخری حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے یہ وہی مسئلہ ہے جس کو امام ترمذی نے باب اول میں بیان کیا ہے، اور باب کی پہلی حدیث جو ہم نے شروع میں نقل کی اس میں وہ مسئلہ ہے جس کو امام ترمذی نے باب ثانی میں ذکر فرمایا، مگر امام ابو داؤد نے دونوں قسم کی حدیثوں کو ایک ہی ترجمۃ الباب کے تحت ذکر فرمایا، پھر دوسرے باب کے بعد امام ترمذی نے ایک تیسرا باب قائم کیا جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔

(ہینا مسئلتان) المسئلة الاولى: باب کی اس پہلی حدیث میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ تو یہ ہے کہ جس شخص کے قریب

میں جنازہ گزرے اس کو چاہئے کہ اس کو دیکھ کر کھڑا ہو جائے، یعنی یہ نہیں کہ اپنے کام میں اسی طرح مشغول رہے اور جنازہ گزرنے کی کوئی پروا نہ کرے کیونکہ حدیث میں ہے إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، جیسا کہ اس باب کی تیسری حدیث (ہرقہ ۳۱۷۴) میں ہے، جس کا مضمون یہ ہے: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک جنازہ ہمارے قریب کو گزرا تو آپ ﷺ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے تاکہ اس کے اٹھانے میں شریک ہوں، تو معلوم ہوا وہ یہودی کا جنازہ ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَلَوْ هُوَا، کہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے، یعنی دوسرے کے جنازہ کو دیکھ کر اپنی موت یاد آئی چاہیے اور فرمایا کہ جب تم جنازہ کو دیکھا کرو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

لیکن یہ حدیث عند الجمہور منسوخ ہے، البتہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ، ابن حبیب مالکی اور بعض شافعیہ جس میں امام نووی بھی ہیں، ان حضرات کے نزدیک مرور جنازہ کے وقت قیام مستحب ہے، عند الجمہور یہ منسوخ ہے، چنانچہ اس باب کی چوتھی حدیث (ہرقہ ۳۱۷۵) میں آرہا ہے جو حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے: قَامَ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ، کہ آپ شروع میں تو کھڑے ہوتے تھے بعد میں چھوڑ دیا تھا کھڑا ہونا، جمہور کا مسلک یہی ہے وہ اس میں نسخ کے قائل ہیں اور فریق مخالف جو استحباب قیام کے قائل ہیں حنابلہ وغیرہ^① انہوں نے اس دوسری حدیث کو یعنی نفی کی حدیث کو بیان جو ازیر محمول کیا ہے، یعنی آپ ﷺ کبھی قیام نہیں کرتے تھے بیان جو ازیر کیلئے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ لِلْجَنَازَةِ کے بعد دوسرا باب بَابُ الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْقِيَامِ لَهَا قائم کیا جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حدیث علیؓ کے بعد: والعمل علی هذا عند بعض أهل العلم. قال الشافعي: «وهذا أصح شيء في هذا الباب. وهذا الحديث ناسخ للأول إذا رأيتم الجنائز فقوموا». وقال أحمد: إن شاء الله^②، وفي تحفة الأحوذی: فعند أحمد حديث علي هذا ليس بناسخ للحديث الأول، پھر انہوں نے حازمی سے بیان مذاہب کے ذیل میں نقل کیا: وقال أحمد بن حنبل إن قام لم أعبه، وإن قعد فلا بأس به، وبه قال إسحاق الحنظلي، وقال أكثر أهل العلم: ليس على أحد القيام للجنائز إلا آخر ما ذكر^③، امام ترمذیؒ اور حازمی کے کلام سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک اس مسئلہ میں تخییر ہے، ہم نے اوپر دن کا مسلک استحباب قیام لکھا ہے، ذکرہ الشیخ فی البذل عن الشوكاني، اور حضرت شیخ کے حاشیہ بذل میں ہے: هذا القيام منسوخ عند الأئمة الأربعة، وما حكى أهل الشروح عن الإمام أحمد أنه ليس بمنسوخ عند أبياناه كتب فروعه. نعم يندب عند ابن حزم وغيره^④. قلت. ومنهم النووي كما سبق.

① بلکہ صرف ابن حزم، اور حنابلہ کے مذاہب کی تحقیق آگے آ رہی ہے ۱۲۔

② جامع الترمذی - کتاب الجنائز - باب الرخصة في ترك القيام لها ۱۰۴۴

③ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی - ج ۴ ص ۱۴۳

④ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۴۳

المسئلۃ الثانیہ : اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ جس جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو قبرستان پہنچ کر بیٹھتے تھے: **حَتَّى يُوَضَعَ فِي اللَّحْدِ**، جب تک میت کو قبر میں نہ رکھ دیا جاتا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ علماء یہود میں سے ایک شخص گزر رہا تھا اس نے آپ ﷺ کو دیکھ کر کہا: **هَكَذَا انْفَعَلُ** کہ ہاں آپ ٹھیک کر رہے ہیں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے کھڑا رہنا چھوڑ دیا اور فرمایا: **اجْلِسُوا خَالِفُوهُمْ**، یعنی وضع فی اللحد سے پہلے بیٹھ جایا کرو۔

اس مسئلہ کے جمہور بھی قائل ہیں کہ وضع فی اللحد سے پہلے جلوس میں کوئی حرج نہیں ہے بیٹھ سکتے ہیں، البتہ وضع عن اعناق الرجال سے قبل جلوس مکروہ ہے عند الجمہور، خلافاً للما لکیۃ فیجوز عندہم، ان دونوں مسئلوں کو الگ الگ اسی طرح سمجھنا چاہئے بسا اوقات ان دونوں کے سمجھنے میں بلکہ بیان کرنے میں بھی جیسا کہ آپ دیکھیں گے خلط ہو جاتا ہے۔

۳۱۷۳- **حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا شُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى يُوَضَعَ»**، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ شُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: «حَتَّى يُوَضَعَ بِالْأَرْضِ»، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ شُهَيْلٍ، قَالَ: «حَتَّى يُوَضَعَ فِي اللَّحْدِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَصَفِيَّانِ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ».

ترجمہ : حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنازہ کے پیچھے چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ جنازہ نہ رکھ دیا جائے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ نے اس حدیث کو سہیل سے اور سہیل نے اپنے والد سے ان کے والد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا اس میں فرمایا کہ یہاں تک کہ جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے اور ابو معاویہ نے اس حدیث کو سہیل سے روایت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں تک کہ جنازہ کو قبر میں رکھ دیا جائے اور سفیان ثوریؒ ابو معاویہ سے زیادہ حافظہ والے ہیں۔

تحقیق : صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۹) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۱۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۷۳) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۵/۳)

شرح الحدیث : قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ شُهَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ فِيهِ: «حَتَّى يُوَضَعَ بِالْأَرْضِ»، وَرَوَاهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ شُهَيْلٍ، قَالَ: «حَتَّى يُوَضَعَ فِي اللَّحْدِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَصَفِيَّانِ أَحْفَظُ مِنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ: اسکی توضیح یہ ہے کہ اس حدیث کو سہیل سے روایت کرنے والے تین ہیں: ① اول زہیر جن کی روایت شروع میں ہے، ② دوسرے ثوری، ③ تیسرے ابو معاویہ، زہیر کی روایت میں تو **حَتَّى يُوَضَعَ مطلقاً** ہے، اور ثوری کی روایت میں **حَتَّى يُوَضَعَ بِالْأَرْضِ** ہے، اور ابو معاویہ کی روایت میں **حَتَّى يُوَضَعَ فِي اللَّحْدِ** ہے، مصنف فرما رہے ہیں کہ سفیان احفظ ہیں ابو معاویہ سے لہذا **حَتَّى يُوَضَعَ بِالْأَرْضِ** صحیح ہے، اور مسئلہ بھی اسی طرح ہے، اب اس باب کی جملہ روایات پر مشترک طور پر کلام آگیا، ان احادیث کی تخریج اس طرح

ہے: حدیث عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه.
وحدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی من حدیث ابی سلمة بن عبد الرحمن بن عوف عن ابی سعید بنحوہ، وأخرجه مسلم من حدیث ابی صالح السمان عن ابی سعید.
وحدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البخاری ومسلم والنسائی وليس فی حدیثهم "فلما ذهبنا لحمل"
وحدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه بنحوہ.

وحدیث عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه الترمذی وابن ماجه قالہ المنذر بن
۳۱۷۴ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْقُضَلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرِو، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مِقْسَمٍ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ مَرَّتْ بِنَا جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا، فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَحْمِلَ إِذَا هِيَ جَنَازَةٌ
يَهُودِيٍّ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا هِيَ جَنَازَةٌ يَهُودِيٍّ؟ فَقَالَ: «إِنَّ الْمَوْتَ فَرَعٌ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ جَنَازَةً فَقُومُوا».

سرخسہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے تو اس وقت ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو
آپ ﷺ اس کے لئے کھڑے ہو گئے پھر جب اس کو اٹھانے کیلئے آگے بڑھے تو ایک یہودی کا جنازہ تھا تو ہم نے عرض کیا:
اے اللہ کے رسول! یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت ایک گھبراہٹ میں ڈالنے والا
معاملہ ہے سو جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۴۹) صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۰) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۲۲) سنن
النسائی - الجنائز (۱۹۲۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۷۴).

۳۱۷۵ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ نَافِعِ بْنِ
جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ، عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدَ».
سرخسہ حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے لیکن پھر بعد میں
بیٹھنے لگے (کھڑے ہونے کو ترک فرما دیا)۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۲) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۴) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۹۹) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۰۰)
سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۷۵) سنن ابن ماجه - ماجاء فی الجنائز (۱۵۴۴) مسند أحمد - مسند العشرة البشرين بالجدة (۸۲/۱) مسند أحمد -
مسند العشرة البشرين بالجدة (۱۳۱/۱) مسند أحمد - مسند العشرة البشرين بالجدة (۱۳۸/۱) موطأ مالك - الجنائز (۵۴۹)

۳۱۷۶ حَدَّثَنَا وَهَّابُ بْنُ بَهْرَامٍ الْمَدَائِنِيُّ، أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْبَاطِ الْحَارِثِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
سُلَيْمَانَ بْنِ جَنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ
فِي الْجَنَائِزِ حَتَّى يُوَضَّعَ فِي اللَّحْدِ، فَمَرَّ بِهِ حَبْرٌ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: هَكَذَا نَفْعَلُ، فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ:

«اجلسوا خالوهم»

ترجمہ

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ کیلئے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ جنازہ قبر میں رکھ دیا جاتا پس ایک مرتبہ آپ کے پاس سے ایک یہودی عالم گزرا تو اس نے بتایا کہ ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں تو آپ ﷺ خود بھی بیٹھنے لگے اور فرما دیا کہ تم لوگ بھی یہود کی مخالفت میں بیٹھا کرو۔

تخریج

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۰) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۷۶) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۵۴۵)

۴۸۔ باب الرُّكُوبِ فِي الْجَنَازَةِ

جنازہ کے ساتھ سواری پر جانے کے متعلق باب ۴۸

جنازہ کے ساتھ سواری ہو کر جانا بلا عذر کے خلاف اولیٰ ہے اور واپسی کے وقت سواری ہونے میں کچھ حرج نہیں، شافعیہ کے یہاں کراہت کی تصریح ہے وفي مغنی المحتاج: ولا يكره الركوب، أي لا بأس به، في الرجوع منها؛ لأنه صلى الله عليه وسلم «ركب فرساً معروفاً لما رجع من جنازة أبي الدحداح»، رواه مسلم من حديث جابر بن سمرة. وأما في الذهاب فتقدم أنه يكره إلا لعذر، كبعد المكان أو ضعفه. وهكذا قال النووي ①۔

۳۱۷۷۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْنٍ، عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتَى بِدَايَةِ الْجَنَازَةِ فَأَبَى أَنْ يَرْكَبَهَا، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِدَايَةِ فَرَسٍ، فَقِيلَ لَهُ: فَقَالَ: «إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِي، فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبْ وَهُمْ يَمْشُونَ، فَلَمَّا ذَهَبُوا رَكِبْتُ».

ترجمہ

عبدالرحمن بن عوف ثوبان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کیلئے جانور لایا گیا اور اس وقت آپ ﷺ جنازے کے ہمراہ تھے تو آپ ﷺ نے سواری پر سوار ہونے سے انکار فرما دیا پھر جب لوٹے (جنازہ سے فارغ ہو کر) پھر سواری کا جانور پیش کیا گیا تو سوار ہو گئے تو اس پر آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ اس وقت پیدل چل رہے تھے تو میں نے سوار ہونا مناسب نہ سمجھا کہ میں سوار ہو جاؤں اس حال میں کہ ملائکہ تو پیدل چل رہے ہوں پھر جب فرشتے چلے گئے تو میں سوار ہو گیا۔

تخریج

سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۷۷) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۴۸۰)

یعنی آپ ﷺ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لیجا رہے تھے لوگوں نے سواری پیش کی آپ ﷺ نے رکوب سے انکار فرمایا اور واپسی میں جب سواری پیش کی گئی تو آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے، کسی صحابی کے سوال پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ ملائکہ پیدل چل رہے تھے اس لئے میں نے اس وقت رکوب کو مناسب نہ سمجھا، اب جب کہ وہ چلے

شرح الحديث

گئے تو میں سوار ہو گیا۔

اور باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ابن الدحداح پر نماز جنازہ پڑھی (ویقال: ابو الدحداح) پھر گھوڑا لایا گیا آپ ﷺ اس پر سوار ہو گئے، جو آپ کو لیکر دوڑ پڑا، اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیدل دوڑتے تھے۔
یہ آپ ﷺ کا سوار ہونا واپسی ہی میں تھا، ابو داؤد کی روایت تو گو اس سے ساکت ہے لیکن ترمذی کی روایت میں رجوع کی تصریح ہے، لہذا دونوں روایتوں میں تعارض نہ سمجھا جائے۔

حدیث الباب سے کراہت رکوب خلف الجنائز کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جو آئندہ باب میں آرہی ہے، مغیرہ بن شعبہ کی حدیث (برقم ۳۱۸۰): الزَّائِكُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَائِزِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَأَمَامَهَا، كَيْونَكَ اس سے رکوب خلف الجنائز کا جواز ثابت ہو رہا ہے اس کے، بذل میں علامہ شوکانی سے دو جواب نقل کئے ہیں: ① اول یہ کہ یہ دوسری حدیث عدم کراہت پر دال نہیں ہے زائد سے زائد جواز پر دلالت کرتی ہے، پس ہو سکتا ہے کہ رکوب جائز مع الکرہت ہو، اور یا یہ کہا جائے کہ آپ نے جس رکوب پر تکبیر فرمائی ہے وہ مشی ملائکہ کے ساتھ معلل ہے اور ملائکہ کی یہ مشی حضور ﷺ کے ساتھ میں تھی، پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ملائکہ کی معیت اور شرکت ہر جنازہ میں ہو، ام ② اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث مغیرہ معذور کے حق میں ہے، اور حدیث الباب غیر معذور کے حق میں حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه البزار. وحدیث جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه مسلم والترمذی والنسائی، قاله المنذری۔

۳۱۷۸ - حَدَّثَنَا عُثَيْبُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَمَاعٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: «صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ شُهُودٌ، لَمْ أَتِ بِفَرَسٍ فَعَقِلَ حَتَّى رَكِبَهُ، فَجَعَلَ يَقُوصُ بِهِ وَنَحْنُ نَسْعَى حَوْلَهُ».

ترجمہ: جابر بن سمرہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابن دحداح کا جنازہ پڑھا تو ہم اس وقت حاضر تھے تو نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کے پاس گھوڑا لایا گیا آپ نے اسکو باندھا اور اس پر سوار ہو گئے پھر وہ گھوڑا آپ کو لیکر دوڑنے لگا اور ہم آپ کے ارد گرد دوڑ رہے تھے۔

تخریج: صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۵) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۱۳) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۱۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۷۸) مسند احمد - أول مسند البصريين (۹۰/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۹۵/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۹۹/۵)

۴۹ - بَابُ الْمَشْيِ أَمَامَ الْجَنَائِزِ

جنازہ کے آگے چلنے کے متعلق باب

۳۱۷۹ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ».

ترجمہ: سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا۔

تصحیح: جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۰۷) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۰۸) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۰۹) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۴۴) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۴۵) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۷۹) سنن ابن ماجه - ماجع الجنائز (۱۴۸۲) موطأ مالك - الجنائز (۵۲۴)

شرح الحديث **مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ:** اس میں علماء کے پانچ مذاہب ہیں: ① امام شافعیؒ کے نزدیک مشی امام الجنائزہ مطلقاً مستحب ہے، ② اور امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک راکب اور ماشی میں فرق ہے، راکب کیلئے پیچھے چلنا افضل ہے اور ماشی کیلئے آگے چلنا، ③ اور حنفیہ کے نزدیک مطلقاً پیچھے چلنا افضل ہے، ④ اور سفیان ثوری کے نزدیک التخییر بلا ترجیح، یعنی دونوں برابر ہیں، والیہ میل البخاری، ⑤ اور پانچواں مذہب یہ ہے ان کان مع الجنائزۃ نساء فالأفضل أمامها وإلا فخلفها (ہامش البذل ①)، یہ پانچواں مذہب ابراہیم نخعی کا ہے کما فی الادجز، یہ اختلاف صرف افضلیت میں ہے اور جواز میں کوئی کلام نہیں فیجوز فی الجهات الاربع بالاتفاق کما فی التعلیق الممجد، حنفیہ کی دلیل ایک تودہ ہے جو ہمارے یہاں باب فی التائب یُتَّبَعُ بِهَا الْمَشِیَّتُ میں (برقم ۳۱۷۱) گذر گئی جس میں ہے: وَلَا يَمْشِي بَيْنَ يَدَيْهَا، اور ایک وہ ہے جو آئندہ باب کے آخر میں (برقم ۳۱۸۴) آرہی ہے: وَالْجَنَازَةُ مَتَّبِعَةٌ. وَلَا تُتَّبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقْدَمُهَا، لیکن یہ حدیث ضعیف ہے ابوجاہدہ راوی کی وجہ سے: قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو مَاجِدَةَ، هَذَا لَا يَعْرِفُ، اور شافعیہ کی دلیل باب کی پہلی حدیث ہے: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ»، لیکن مصنف عبد الرزاق میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں آئے اور سلام کے بعد ان سے یہ سوال کیا کہ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے یا پیچھے تو اس پر وہ ترش روئے اور فرمایا: سُبْحَانَ اللَّهِ تم جیسا آدمی یہ سوال کرتا ہے، اور پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا کہ جنازہ کے پیچھے چلنے والے کی فضیلت آگے چلنے والے پر ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل پر اس پر حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا کہ میں نے تو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو فلاں انصاری کے جنازہ کے ساتھ آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا، اس پر حضرت علیؓ مسکرائے اور فرمایا کہ کیا واقعی ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے تم نے ان کو؟ انہوں نے کہا ہاں، پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ پیچھے چلنے کی فضیلت اسی طرح جانتے تھے جو میں نے بیان کی، لیکن بات یہ ہے کہ اگر وہ جنازہ کے پیچھے چلیں گے تو جنازہ لے جانے والے تنگی میں پڑ جائیں گے، انکے ادب اور احترام میں اسلئے وہ آگے چلتے تھے لوگوں کی سہولت کی رعایت میں اھ مختصراً ②، ہذل المجہود میں یہ روایت مختصر ابدائع کے

① ہذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۴۵

② مصنف عبد الرزاق الصنعائي - كتاب الجنائز - باب المشي امام الجنائز (ج ۳ ص ۴۴۷-۴۴۸)

حوالہ سے بھی لکھی ہے۔ وحديث ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أخرجه الترمذی والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى.

۳۱۸۰ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْغُبَيْرِ بْنِ شُعْبَةَ، وَأَحْسَبُ أَنَّ أَهْلَ زِيَادٍ أَخْبَرُونِي أَنَّ رَجُلًا رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الزَّائِكُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَأَمَامَهَا، وَعَنْ يَمِينِهَا، وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيبًا مِنْهَا، وَالسَّقَطُ يُصَلِّي عَلَيْهِ، وَيُنَادِي لَوِ الدِّيْنُ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ».

ترجمہ:

زیاد بن جبیر اپنے والد سے وہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کرتے ہیں اور راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں زیاد کے گھر والوں نے مجھے یہ بیان کیا کہ زیاد نے مرنوعاً نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سوار آدمی جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والے کو اختیار ہے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلے یا اسکے آگے یادائیں اور بائیں جہاں چاہیں اسکے قریب چل سکتے ہیں اور جو بچہ ناقص الخلق مردہ پیدا ہو تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اسکے والدین کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کی جائے۔

تصحیح:

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۱) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۴۲) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۴۳) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۴۸) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۸۰) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۸۱) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۴۷/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۴۹/۴)

شرح الحديث:

صلوة على الطفل مین مذاہب ائمہ: مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ حدیث ترمذی شریف میں لفظی تغیر کے ساتھ اس طرح ہے: الزَّائِكُ يَسِيرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ، وَالْمَاشِي يَمْشِي خَلْفَهَا، وَالْطِّفْلُ يُصَلَّى عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو حَنِيسٍ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، إِمَامُ تَرْمِذِيٌّ نَسَبَ اس حدیث کو مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْأَطْفَالِ میں ذکر کیا ہے، اور امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مذہب یہ بیان کیا کہ ان کے نزدیک طفل پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ پیدائش کے وقت استہمال یعنی آثار حیات نہ پائے گئے ہوں، بَعْدَ أَنْ يُعْلَمَ أَنَّهُ خُلِقَ یعنی بشرط یہ کہ نَفْسُ رُوحِ اس میں ہو چکا ہو جس کی مدت علماء نے چار ماہ دس دن لکھی ہے، اسکے بعد امام ترمذیؒ نے دوسرا باب قائم کیا: تَبَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ عَلَى الْيَتِيمِ حَتَّى يَسْتَهْلَ، اور پھر اسکے تحت حضرت جابرؓ کی یہ حدیث مرفوعہ (برقمہ ۱۰۳۲) ذکر فرمائی: الطِّفْلُ لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ، وَلَا يَرْتَضَى، وَلَا يُورَثُ حَتَّى يَسْتَهْلَ، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی سند میں اضطراب بیان کر کے اس کے وقف کو رفع پر ترجیح دی ہے، لیکن جمہور علماء اور بقیہ ائمہ ثلاث کا مذہب یہی ہے، قال السندی: أخذ الجمهور بحديث جابر ترجيحاً للحرمة على الحل عند التعارض، اس مسئلہ کی طرف ہمارے یہاں اشارہ کتاب الفرائض میں إِذَا اسْتَهْلَ التَّوَلَّدَ وَوَرِثَ، حدیث (برقمہ ۲۹۲۰) کے ذیل میں آچکا ہے۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائي وابن ماجه..... وحديث ابن ماجه مختصراً، قاله المنذرى۔

۵۰۔ باب الإسراع بالجنازة

باب جنازہ کو جلدی لیکر چلنے کے متعلق

اور اس سے پہلے باب التَّعْجِيلُ بِالْجَنَازَةِ گذر چکا اور ان دونوں میں فرق بھی، قال الحافظ: المراد بالإسراع ما فوق المشي المعتاد وبكثرة الإسراع الشديد اهـ عون^۱، ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ امر بالاتفاق استحباب کیلئے ہے، اور ابن حزم کے نزدیک وجوب کیلئے، قال صاحب الهداية: ويمنشون بها مسرعين دون الحبيب اهـ بذل^۲، چنانچہ آگے ابن مسعود کی حدیث مرفوعہ میں (۳۱۸۴) آرہا ہے: فَقَالَ: مَا دُونَ الْحَبِيبِ، اور کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں اسراع سے مراد اسراع فی التجهيز ہے، قال القرطبي والاول اظهر، وقال النووي: الثاني باطل مردود بقوله في الحديث: تضعونه عن رقابكم (بذل^۳) اور مصنف کے نزدیک تو گویا یہ متعین ہے کہ ان احادیث میں اسراع سے مراد اسراع فی المشي ہے جیسا کہ احادیث الباب سے ظاہر ہو رہا ہے، دوسرے یہ کہ اسراع فی التجهيز کا باب اس سے پہلے باب التَّعْجِيلُ بِالْجَنَازَةِ میں گذر چکا۔

۳۱۸۱۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَتْلُعُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنَّ تِلْكَ صَالِحَةٌ فَخَيْرٌ لِقَدَمِهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تِلْكَ سَوِيٌّ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ».

حضرت سعید بن المسیبؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ کو لے جانے میں جلدی کرو اسلئے کہ اگر وہ جنازہ نیک (شخص کا) ہے تو اس کیلئے خیر و خوبی ہے تو تم اسکو اس تک پہنچانے میں جلدی کرو اور اگر وہ نیک (شخص) کے علاوہ ہے تو اس کیلئے شر اور برا انجام ہے تو تم اسکو اپنے کندھوں سے اتارنے میں جلدی کرو۔

تخریج صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۵۲) صحیح مسلم - الجنائز (۹۴۴) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۵) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۱۰) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۱۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۸۱) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۴۷۷) مسند أحمد - باقي مستند المكثرين (۲۴۰/۲) موطأ مالك - الجنائز (۵۷۴)

شرح الحديث آگے اس حدیث میں اسراع کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ اگر وہ میت نیک اور صالح آدمی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے وہاں عالم آخرت میں خیر و خوبی ہے تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو خیر کی طرف جلدی پہنچایا جائے، اور اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے تو پھر وہ شر ہے جس کو اپنے کندھوں سے جلد اتارنا ہی بہتر ہے۔

۳۱۸۲۔ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ فِي جَنَازَةِ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي

۱ غون العبود شرح سنن أبي داود - ج ۸ ص ۶۹

۲ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۴۹

۳ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۴۹

الغاصر وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقْنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ، فَقَالَ: «لَقَدْ رَأَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزُلًا رَمَلًا».

ترجمہ: عیینہ بن عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عثمان بن ابو الغاص کے جنازہ میں موجود تھے فرماتے ہیں کہ ہم آہستہ آہستہ چل رہے تھے تو ابو بکرؓ پیچھے سے کوڑا اٹھائے ہمارے پاس دوڑے آئے اور فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو خوب تیز چلتے تھے۔

۳۱۸۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، ح وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُثَيْنَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَا: فِي جَنَازَةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ، وَقَالَ: فَكَمَلُ عَلَيْهِمْ بَغْلَتُهُ وَأَهْوَى بِالسَّوْطِ.

ترجمہ: عیینہ سے وہی گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں حضرت عبد الرحمن بن سمرہ کے جنازہ میں ہونے کا ذکر ہے اور فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے پیچھے اپنے خچر کو دوڑایا اور کوڑے سے اشارہ کیا۔

تخریج: سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۲) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۱۳) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۸۲) مسند احمد - أول مسند البصريين (۳۶/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۳۷/۵) مسند احمد - أول مسند البصريين (۳۸/۵)

شرح الحدیث: وَكُنَّا نَمْشِي مَشْيًا خَفِيفًا، فَلَحِقْنَا أَبُو بَكْرَةَ فَرَفَعَ سَوْطَهُ: یعنی ہم جنازہ میں آہستہ چل رہے تھے تو پیچھے سے حضرت ابو بکرؓ اپنا کوڑا اٹھائے ہمارے پیچھے دوڑے، تنبیہ کیلئے، اور فرمایا کہ جب ہم حضور ﷺ کے ساتھ جنازہ کے ساتھ جاتے تھے تو خوب تیز چلتے تھے۔ وحدیث ابی بکرؓ أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۳۱۸۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَحْيَى الْمُجَوَّرِ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ التَّمِيمِيُّ عَنْ أَبِي مَاجِدَةَ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ، فَقَالَ: «مَادُونَ الْحَبِّ إِنْ يَكُنْ خَيْرًا تَعَجَّلَ إِلَيْهِ، وَإِنْ يَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَبَعْدَ الْإِهْلِ النَّارِ، وَالْجَنَازَةُ مَتَّبُوعَةٌ، وَلَا تُتَّبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ضَعِيفٌ هُوَ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَحْيَى الْجَابِرُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا كُوفِيٌّ وَأَبُو مَاجِدَةَ بَصْرِيٌّ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «أَبُو مَاجِدَةَ هَذَا لَا يُعْرَفُ».

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ سے جنازہ کے ہمراہ چلنے کے متعلق دریافت کیا (کہ کس رفتار سے چلا جائے)؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خیب (دوڑ کی ایک قسم) سے کچھ کم رفتار اگر وہ نیک آدمی ہو تو ہم اس کو اسکے (اچھے) مقام تک پہنچانے میں جلدی کریں اور اگر اسکے علاوہ جنازہ ہو تو اہل روزخ کا دور ہونا بہتر ہے اور جنازہ کو آگے رکھا جاتا ہے اور جنازہ لوگوں سے پیچھے نہ ہونا چاہیے اور جو اسکے آگے چلتا ہے وہ گویا اسکے ہمراہ ہی نہیں ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجنائز (۱۰۱۱) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۸۴)

شرح الحدیث: وَالْجَنَازَةُ مَتَّبُوعَةٌ، وَلَا تُتَّبَعُ لَيْسَ مَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا: اس حدیث پر کلام ہمارے یہاں پہلے گذر چکا۔ أخرجه

الترمذی وابن ماجہ، وحديث ابن ماجہ مختصراً، قاله المنذرى۔

۵۱۔ باب الإمام یُصلی علی من قتل نفسه

باب خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ امام پڑھائے گا (یا نہیں؟) ﴿۵۱﴾

ترجمة الباب والے مسئلہ میں مذاہب ائمہ: یعنی جو شخص خود کشی کر کے مرا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک پڑھی جائے گی، امام مالکؒ کی ایک روایت کراہت کی ہے، اور امام احمدؒ کی ایک روایت اہل علم و فضل کیلئے کراہت کی ہے، یعنی صرف عوام کو پڑھنی چاہئے اور بعض علماء جیسے امام اوزاعیؒ و عمر بن عبد العزیزؒ مطلق صلوة کے قائل نہیں، حضرت نے بذل میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ کبار ائمہ اور علماء کو نہ پڑھنی چاہئے اور حضور ﷺ نے گو بنفس نفیس اس پر نماز نہیں پڑھی لیکن دوسروں کو پڑھنے سے منع نہیں فرمایا^۱، چنانچہ یہاں روایت میں ہے قال: «إِذَا لَا أَصَلِّي عَلَيْهِ»، اور نسائی کی روایت میں ہے: «أَمَّا أَنَا فَلَا أَصَلِّي عَلَيْهِ»^۲۔

۳۱۸۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نَجَّارٍ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ، قَالَ: مَرِضَ رَجُلٌ فَصَبَّحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ جَارُهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ؟» قَالَ: أَنَا رَأَيْتُهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ» قَالَ: فَرَجَعَ فَصَبَّحَ عَلَيْهِ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ» فَرَجَعَ فَصَبَّحَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ: انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرِيهِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: اللَّهُمَّ الْعَنَّهُ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ الرَّجُلُ فَرَأَاهُ قَدْ نَحَرَ نَفْسَهُ بِمَشْقَصٍ مَعَهُ، فَانْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ، فَقَالَ: «وَمَا يُدْرِيكَ؟» قَالَ: رَأَيْتُهُ يَنْحَرُ نَفْسَهُ بِمَشْقَصٍ مَعَهُ، قَالَ: «أَنْتَ رَأَيْتَهُ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «إِذَا لَا أَصَلِّي عَلَيْهِ»۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بیمار ہوا تو اس پر رویا اور چیخا جانے لگا تو اس کا ایک پڑوسی اس رونے دھونے اور چیخ و پکار کو سنکر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور خبر دی کہ وہ تو مر گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ مر گیا اس نے کہا کہ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ابھی نہیں مرا تو وہ شخص واپس لوٹ آیا پھر اس مریض شخص پر دوبارہ رونے کے آواز سنائی دی تو وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہیں مرا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ وہ پھر لوٹ گیا تو پھر اس مریض شخص پر تیسری دفعہ رونے کی آواز آئی تو اس مریض کی بیوی نے (پڑوسی سے) کہا کہ حضور ﷺ کو اطلاع کر دے تو اس پڑوسی نے کہا: اللہ اس پر لعنت کرے فرماتے ہیں کہ پھر وہ شخص گیا تو جا کر دیکھا کہ اس نے تیر کے پیکان سے جو اس کے پاس تھا اپنا گلا کاٹ لیا

۱۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد۔ ج ۱۴ ص ۱۵۳

۲۔ المجتبیٰ من السنن المعروف بالسنن الصغری للنسائی۔ کتاب الجنائز۔ ترک الصلاة علی من قتل نفسه ۱۹۶۴

اب وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی کہ وہ مر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو کیا خبر (کہ وہ مر گیا) اس نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ اس نے تیر کے پیکان سے اپنا گلا کاٹ ڈالا ہے آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اس کو خود دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں اس کا جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۸) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۶۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۸۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۸۷/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۹۱/۵) مسند احمد - اول مسند البصریین (۹۴/۵)

شرح الحدیث مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مریض تھا اس پر رویا اور چیخا جانے لگا، اس کا جگر ایک پڑوسی تھا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور آپ کو اسکے مرنے کی خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کیا خبر کہ وہ مر گیا؟ اس نے کہا کہ میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ ابھی نہیں مرا، یہ شخص آپ کے پاس سے لوٹ آیا، پھر کچھ دیر بعد دوبارہ رونے کی آواز سنائی دی، وہ شخص پھر آپ کے پاس آیا یہی کہنے کیلئے کہ وہ مر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی نہیں مرا، یہ شخص لوٹ آیا اس کے بعد پھر رونے اور چیخنے کی آواز سنائی دی، تو اس مریض کی بیوی نے اس پڑوسی سے کہا حضور ﷺ کو جا کر اطلاع کر دے تو اس پڑوسی نے اولاً تو اس مرنے والے کو بددعا دی اللھم العنہ پھر وہ پڑوسی اس مرنے والے کے گھر گیا اور اس کو جا کر کہہ دیا کہ اس نے خودکشی کی ہے تیر کے دھار دار حصہ سے ^۱ اسکے بعد وہ پڑوسی حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور آپ ﷺ کو اس کے ہلاک ہو جانے کی خبر دی، اور آپ ﷺ کے سوال پر اس نے عرض کیا کہ میں نے خود دیکھا ہے اس کی خودکشی کو، آپ ﷺ نے تاکید اس سے پھر دریافت کیا کہ کیا تو نے ایسا دیکھا ہے اس نے کہا ہاں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ایسی صورت میں اسکی نماز نہیں پڑھوں گا۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ مختصراً بمعناہ۔

۵۲۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى مَنْ قَتَلَتْهُ الْخُلْدُ

جو شخص حدود شرعیہ میں مارا جائے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق باب ۵۵

یعنی جو شخص حد شرعی میں مارا جائے اس کی نماز جنازہ ہوگی یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک ہوگی اور زہری کے نزدیک مرجوم کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، اور قصاص کی صورت میں پڑھی جائے گی، اور امام مالک و احمد سے یہ مروی ہے کہ امام خود نماز نہ پڑھے اس کی، البتہ حنفیہ کا مذہب قطع الطريق اور بغاۃ کے بارے میں یہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ مطلقاً نہ پڑھی جائے۔

۳۱۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، حَدَّثَنِي نَقْرٌ، مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، عَنْ أَبِي بَزْرَةَ الْأَسْلَمِيِّ،

«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُصَلِّ عَلَى مَا عَزَّزْنِي مَالِكٌ، وَلَمْ يَنْهَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ».

ترجمہ

ابو بشر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اہل بصرہ کی ایک جماعت نے ابو بزرہ اسلمی کے واسطے سے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ماعز بن مالکؓ کی نماز جنازہ نہ تو خود پڑھی اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا۔

شرح الحدیث

ماعز بن مالک الاسلمی جن کے رجم کا قصہ مشہور ہے، ان کی نماز جنازہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض میں اثبات ہے بعض میں نفی، نفی تو حدیث الباب میں ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے بروایت جابر: فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحِيَّاءُ وَصَلَّى عَلَيْهِ. قَالَ الْبَحَارِيُّ: لَمْ يَقُلْ يُؤْتَسُ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فَصَلَّى عَلَيْهِ^①، اور مسلم کی روایت میں ہے: فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ وَلَا سَبَّهَ^②، اور اسی کی ایک روایت میں ہے: فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللَّهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ^③، حافظ نے فتح الباری میں جمع بین الروایتین اس طرح کیا ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے دن ان پر نماز نہیں پڑھی اور دوسرے دن پڑھی، جیسا کہ سنن ابی قرہ میں ہے، اس میں ہے: فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُصَلِّي عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدَا، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّاسِ أَوْ^④، وقيل المراد بالصلاة الدعاء.

فائدہ: ماعز بن مالکؓ پر نماز پڑھنے کے بارے میں تو روایات مختلف ہیں، لیکن امرأۃ غامدیہ جھینہ جس پر مستقل باب کتاب الحدود میں آئیگا، اس پر نماز پڑھنے کے بارے میں سب روایات متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ اس پر امام طحاویؒ نے مشکل الآثار^⑤ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ امرأۃ جھینہ اپنے اوپر حد جاری کرانے کے قصد سے آئی تھی، ان کی روایت میں تصریح ہے کہ مجھے اپنے اوپر حد جاری کرانی ہے اس گناہ کی وجہ سے، بخلاف حضرت ماعزؓ کے کہ ان کے بارے میں یہ آتا ہے کہ ان سے جب اس گناہ کا صدور ہوا، اور انہوں نے اس کا ذکر اپنے بعض لوگوں سے کیا تو انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ تم اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے جا کر کرو، پس وہ آپ ﷺ کی خدمت میں اس نیت سے گئے تھے کہ شاید حضور ﷺ توبہ واستغفار کا طریقہ بتلادیں گے، لیکن جب باقاعدہ ان کے اقرار کی وجہ سے زنا کا ثبوت شرعی ہو گیا اور آپ ﷺ نے رجم کا فیصلہ فرمادیا اور اس پر عمل درآمد شروع ہو گیا تو وہ کہنے لگے غرتی قوی، کہ مجھے مشورہ دینے والوں نے غلط مشورہ دیا وغیرہ وغیرہ، امام طحاویؒ فرماتے ہیں اس صورت میں ان کی توبہ کا تحقق نہیں ہوا، یہی سبب ہوا دونوں کے بارے میں اختلاف روایت کا۔

① صحیح البخاری - کتاب الحدود - باب الرجم بالمصلی ۶۴۳۴

② صحیح مسلم - کتاب الحدود - باب من اعترف علی نفسه بالزنی ۱۶۹۴

③ صحیح مسلم - کتاب الحدود - باب من اعترف علی نفسه بالزنی ۱۶۹۵

④ فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر - ج ۱۲ ص ۱۳۱

⑤ شرح مشکل الآثار للطحاوی - ج ۱ ص ۳۸۲

۵۳۔ باب فی الصلوة علی الطفل

باب نومولود بچے کی نماز جنازہ کس صورت میں پڑھی جائے گی

نومولود کی نماز جنازہ کس صورت میں پڑھی جاتی ہے اور کس میں نہیں یہ مسئلہ بالتفصیل مع اختلاف ائمہ اس سے قبل باب التثانیۃ أَمَّا الْجِنَازَةُ مِمَّنْ وَالسَّقَطُ يُصَلَّى عَلَيْهِ كَتَحْتَ (برقم ۳۱۸۰) گزر چکا۔

آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی نماز پڑھی یا نہیں؟ اس باب میں تو مصنف نے صرف ایک مضمون کی حدیث ذکر کی ہے یعنی حضرت ابراہیمؑ آپ ﷺ کے صاحب زادہ پر نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے کے بارے میں۔

۳۱۸۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِبٍ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَّةٍ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

عمرہ بنت عبد الرحمن حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہو گئی اور وہ اٹھارہ ماہ کے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۸۷) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۶/۲۶۷)

اسکے بعد مصنف نے دو روایتیں اور ذکر کیں: ① سَمِعْتُ الْبُيْهَقِيَّ، قَالَ: «مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً، ان روایات میں باب کی حدیث اول یعنی حدیث عائشہؓ جو کہ موصول ہے اس میں نماز کی نفی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحب زادہ پر نماز نہیں پڑھی، اور بعد کی دو روایتیں یعنی مرسِل بھی اور مرسِل عطاء ان دونوں میں صلاۃ کا اثبات ہے کہ آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی، علامہ زیلعیؒ نے ”نصب الراية“ میں اثبات صلاۃ کے بارے میں متعدد احادیث مُسنَدہ و مُرسَلہ بیان کی ہیں، وہ فرماتے ہیں: فیہ احادیث مُسنَدہ. وأحادیث مُرسَلہ، فالْمُسْنَدَةُ: عن ابن عباس، والبراء بن عازب، وأنس، والحدادی، اسکے بعد ان میں سے ہر ایک کو بسندہ ذکر کیا ہے، چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت کو ابن ماجہ سے، اور حدیث البراءؓ کو مسند احمد اور بیہقی سے، اور حدیث انسؓ کو مسند ابویعلیٰ سے، اور حدیث ابو سعید خدریؓ کو مسند بزار سے، اور روایات مرسلہ کے ذیل میں شروع میں یہ ابوداؤد کی دو مرسِل روایتیں ذکر کی ہیں، اور پھر آگے لکھا ہے: وَرَوَاهُمَا الْبُيْهَقِيُّ، وَقَالَ: هَذِهِ الْآثَارُ مُرْسَلَةٌ، وَهِيَ تَشَدُّ الْمَوْصُول، وَهِيَ الْإِثْبَاتُ أُولَى مِنْ رَوَايَاتِ التَّرْكِ، اس کے علاوہ اور بھی روایات مرسلہ انہوں نے ذکر کی ہیں، اسکے بعد احادیث التَّرك میں ابوداؤد کی حدیث عائشہؓ ذکر کی ہے اور پھر

فرماتے ہیں کہ و ذکر الخطابی مرسل عطاء، وقال: هذا أولى الأمرين، وإن كان حديث عائشة أحسن إيصالا^①، امام بیہقی، خطابی اور امام زیلعی ان حضرات کا میلان ترجیح اثبات کی طرف ہے، اس کے بعد علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ جو لوگ ترک صلاۃ کو تسلیم کرتے ہیں انہوں نے اس کی بعض علل ضعیفہ بیان کی ہیں: ① ایک یہ کہ حضور ﷺ اس روز صلوۃ الکسوف میں مشغول تھے، ② اور ایک یہ کہ وہ نبوۃ نبی (نبی کا صاحب زادہ ہونا) کی فضیلت کی وجہ سے نماز سے، مستغنی تھے، جس طرح شہداء فضیلت شہادۃ کی وجہ سے مستغنی ہوتے ہیں، ③ اور یہ کہ نبی، نبی پر نماز نہیں پڑھتا چونکہ ان کے بارے میں یہ آیا ہے: لَوْ غَاشَ لَكَانَ نَبِيًّا، ④ اور یہ کہ مراد یہ ہے کہ اَنَّهُ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ بِنَفْسِهِ، وَصَلَّى عَلَيْهِ غَيْرُهُ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ^②

حضرت ابراہیم کی مدۃ العمر میں اختلاف روایات: دوسری بات احادیث الباب میں حضرت ابراہیمؑ کی مدۃ العمر کے بارے میں ہے، پہلی حدیث میں اٹھارہ ماہ ہے، اور دوسری حدیث میں سبعمین لیلة یعنی تقریباً سوا دو ماہ، اس میں پہلی روایت صحیح ہے اور ایک قول اس میں سولہ ماہ کا بھی ہے اور وہ اسلئے کہ ان کی پیدائش ذی الحجہ ۸^ھ میں ہے اور وفات دس ربیع الاول ۱۰^ھ میں، اس صورت میں ماہ ولادت و وفات دونوں کو مستقل شمار کرنے کی صورت میں پورے سولہ ماہ بن جاتے ہیں: وقد مر فی کتاب الصلاة فی باب صلاة الکسوف

۳۱۸۸ -

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ، قَالَ: «مُتَّامَاتُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَرَأْتُ عَلَى سَعِيدِ بْنِ يَعْقُوبَ الطَّلَقَانِيِّ، قِيلَ لَهُ: حَدَّثَكُمْ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِينَ لَيْلَةً.

سرحمہ

وائِل بن داؤد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نبیؐ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ صاحبزادہ نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی نشت گاہ میں ان کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن یعقوب طالقانی کے سامنے پڑھا کہ تم سے عبد اللہ بن مبارک نے یہ حدیث بیان کی ان سے یعقوب بن قعقاع نے ان سے عطاء نے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی نماز جنازہ پڑھی اس وقت وہ ستر دن کے تھے۔

۵۴۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

یہ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک جائز ہے بلا کر اہت، اور حنفیہ مالکیہ کے نزدیک مسجد جماعت میں مکروہ ہے تحریمًا، وقیل تنزیہًا۔

① نصب الرأۃ لأحادیث الهدایۃ - ج ۲ ص ۲۷۹ - ۲۸۰

② نصب الرأۃ لأحادیث الهدایۃ - ج ۲ ص ۲۸۰

۳۱۸۹- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ عَجْلَانَ، وَنَحْمَدُ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَادٍ، عَنْ عُبَادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «وَاللَّهِ مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى سَهِيلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ، بخدا نبی کریم ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی۔
تخریج: صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۳) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۶۷) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۸۹) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۱۸) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۷۹/۶) موطا مالک - الجنائز (۵۳۸)
شرح الحدیث: اور اس کے بعد کی روایت میں ہے: عَلَی الْبُیْیَیْءِ فِی الْمَسْجِدِ۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں واللہ حضور ﷺ نے سہیل بن بیضاء اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔
 یہ روایت یہاں مختصر ہے اور صحیح مسلم میں مفصلاً ہے، وہ یہ کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز جنازہ کے بارے میں یوں فرمایا کہ اس کو مسجد میں لے آئیں تاکہ وہ بھی ان پر نماز پڑھ سکیں، لوگوں کو اس پر اشکال ہوا، اس پر انہوں نے فرمایا: مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ، «مَا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى سَهِيلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ»۔
 شافعیہ حنابلہ کا استدلال باب کی اس پہلی حدیث سے ہے، اور حنفیہ مالکیہ کی دلیل باب کی دوسری حدیث ہے۔

۳۱۹۰- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قُدَيْكٍ، عَنِ الْقَسْبَاكِيِّ عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "وَاللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى الْبُیْیَیْءِ فِي الْمَسْجِدِ، وَآخِيهِ".
ترجمہ: ابوسلمہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیضاء کے بیٹوں سہیل اور اسکے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی۔

تخریج: صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۳) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۳) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۶۷) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۹۰) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۱۸) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۷۹/۶) موطا مالک - الجنائز (۵۳۸)

۳۱۹۱- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذُلَيْبٍ، حَدَّثَنِي صَالِحٌ، مَوْلَى التَّوَّامَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اسکے لئے اس نماز جنازہ کا کوئی ثواب نہیں لکھا جائے گا۔

تخریج: سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۹۱) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۱۷) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۴۴۴/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۵۵/۲) مسند احمد - باقی مسند الکثرین (۵۵۵/۲)

شرح الحدیث: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ: شافعیہ وغیرہ نے اسکے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ وہ

ضعیف ہے تفرد بہ صالح مولى التوأمة، ② دوسرا یہ کہ ایک روایت میں **فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ** ہے، لیکن اگر اس حدیث کا ضعف تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی حدیث عائشہؓ جو کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے وہی کونسی شافعیہ کے موافق ہے بدو وجہ، اول یہ کہ روایت میں ہے: **فَانْكُرَ النَّاسَ عَلَيْهَا**، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے صحابہ کے ذہنوں میں اسکی کراہت تھی، آخر وہ کیوں تھی، دوسرے اسلئے کہ حضرت عائشہؓ صلاۃ فی المسجد کے بارے میں جو نظیر پیش کر رہی ہیں وہ صرف ایک دو جنازہ کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ معمول نہیں تھا، خلاف معمول غالباً کسی عارض کی بنا پر یہ نماز مسجد میں پڑھی، ممکن ہے اعتکاف وغیرہ کی حالت ہو یا زائد سے زائد بیان جو از جو کراہت کے منافی نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اوجز میں اس پر تفصیلی کلام حضرت شیخ نے کیا ہے اسکو نیچے حاشیہ میں دیکھئے ①۔

سہیل ابن یضیاء میں یضیاء سہیل کی والدہ کا لقب ہے، اور نام اس کا دُعدہ ہے اور سہیل کے باپ کا نام وہب بن ربیعۃ القرشی ہے، قال النووی: وكان سہیل قديم الاسلام هاجر إلى الحبشة ثم عاد إلى مكة ثم هاجر إلى المدينة وشهد بدرا وغيرها توفي سنة ٩٠ هـ، نیز امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ بنو یضیاء تین ہیں: سہیل، سہیل اور صفوان اھ۔

۵۵۔ بَابُ الدَّائِنِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا

طُلُوعِ شَمْسٍ اور غُرُوبِ شَمْسٍ کے وقت تدفین کے متعلق باب ۵۵

۳۱۹۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هُوَ سَيِّدُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ غَامِرٍ، قَالَ: "ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَيَّأُ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِمْ، أَوْ يُقْبِرَ فِيهِمْ مَوْتَانَا: حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ

① قال ابن رشد: وسبب الخلاف في ذلك حديث عائشة رضي الله تعالى عنها الآتي عند مالك في الموطأ وحديث أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء بوله، وحديث عائشة ثابت، وحديث أبي هريرة غير ثابت، أو غير متفق على ثبوته، لكن إنكار الصحابة على عائشة يدل على اشتهاؤ العمل بخلاف ذلك عندهم، ويشهد لذلك هريرة رضي الله عنه وأله وسلم للمصلي لصلاته على النجاشي اھ. قلت: حديث أبي هريرة أخرجه أبو داود والطحاوي وابن ماجه وابن أبي ذئب عن ابن أبي ذئب عن صالح مولى التوأمة، وصالح قال ابن معين: ثقة لكنه اختلط قبل موته، فمن سمع منه قبل ذلك فهو ثبت حجة، وكلهم على أن ابن أبي ذئب سمع منه قبل الاختلاط اھ. قلت: وحديث أبي هريرة عن ابن أبي شيبه فيه زيادة ونقصه، قال: وكان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا تضائق بهم المكان رجعوا ولم يصلوا، وبسط ابن الترمذی في الجوهر النقي: أن صالحاً إنما تكلم فيه لاختلاطه، ولا اختلاف في عدالته، وابن أبي ذئب سمع منه قبل الاختلاط، إلى آخر ما في الأوجز (ج ۴ ص ۴۷۶-۴۷۷)، وفيه أيضاً قال محمد في موطئه: وموضع الجنازة بالمدينة خارج المسجد، وهو الموضع الذي كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم يصل على الجنازة فيه (ج ۴ ص ۴۷۷)، وقال الحافظ في الفتح: أن مصلي الجنائز بالمدينة كان لا صفقا بمسجد النبي صلى الله عليه وآله وسلم من ناحية جهة المشرق، ودل حديث ابن عمر على أنه كان للجنائز مكان معد للصلاة عليها، فقد يستفاد منه أن ما وقع من الصلاة على بعض الجنائز في المسجد كان لأمر عارض أو لبيان الجواز اھ (ج ۴ ص ۴۷۸).

② النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۷ ص ۳۹ - ۴۰

بَارِئَةً حَتَّى تَرْتَفِعَ، وَحِينَ يَطُورُ قَائِمُ الظُّلُمِ تَحْتَى تَمِيلُ، وَحِينَ تَصْبِيحُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتَّى تَغْرُبَ "أَوْ كَمَا قَالَ

شرح: عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ تین اوقات (گھڑیاں) ایسے ہیں کہ جن میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازہ پڑھنے اور اپنے مردوں کی تدفین کرنے سے منع فرمایا، ① ایک جس وقت کہ آفتاب چمکتا ہوا طلوع ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے ② دوسرے وہ وقت جب کہ سورج عین اونچائی پر ہو یہاں تک کہ سورج ڈھل جائے ③ اور اس وقت جبکہ سورج غروب ہونے کیلئے جھک جائے یہاں تک کہ غروب ہو جائے یا اسی طرح کچھ الفاظ ارشاد فرمائے۔

تخریج: صحیح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (۸۳۱) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۰) سنن النسائی - المواقی (۵۶۰) سنن النسائی - المواقی (۵۶۵) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۱۳) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۹۲) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۵۱۹) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۵۲/۴) سنن الدارمی - الصلاة (۱۴۳۲)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ان اوقات ثلاثہ میں نماز پڑھنے سے اور میت کو دفن کرنے سے منع فرمایا ہے طلوع شمس، عند الاستواء، وعند الغروب، اوقات منہیہ مکروہہ کا بیان کتاب الصلاة باب الصلاة بعد العصر میں الدر المنصور جلد ثالث صفحہ ۲۷۱ پر بالتفصیل گذر چکا۔

اوقات منہیہ میں نماز جنازہ میں کے بارے میں مذاہب اربعہ: صلاة جنازہ کے بارے میں وہاں یہ گزرا ہے کہ بعد العصر اور بعد الفجر تو بالاجماع جائز ہے، اور ان اوقات ثلاثہ مذکور فی الحدیث کے بارے میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر جنازہ خاص ان ہی اوقات میں پہنچا ہے تب تو ان اوقات میں پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے اور تاخیر نہ کی جائے، کما فی الطحاوی علی المراقی، ورنہ نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں بلا کراہت جائز ہے اسلئے کہ نماز جنازہ ذات السبب ہے اور نوافل ذوات السبب ان کے یہاں مطلقاً تمام اوقات میں جائز ہیں، اور امام احمدؒ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں ناجائز ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک ان تین میں سے دو میں ناجائز ہے اور عند الاستواء جائز ہے اسلئے کہ یہ وقت ان کے یہاں اوقات منہیہ میں نہیں ہے۔

اوقات منہیہ میں دفن میت میں اختلاف انہ: دوسرا جزء اس حدیث کا دفن فی ہذہ الاوقات ہے، اسکے بارے میں یہ ہے کہ دفن عند الجمهور ان اوقات میں مکروہ نہیں، یہی حنفیہ و مالکیہ کا مذہب ہے، البتہ امام احمدؒ کے یہاں مکروہ ہے کما فی المغنی والروض المرعب، اور امام شافعیؒ کا مسلک امام خطابیؒ نے یہ لکھا ہے: وكان الشافعي يرى الصلاة على الجنائز أي ساعة شاء من ليل أو نهار وكذلك الدفن أي وقت كان من ليل أو نهار، یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک صلاة اور دفن دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی مطلقاً جواز فی جميع الاوقات لہذا خلاصہ یہ نکلا کہ دفن فی ہذہ الاوقات عند الجمهور ومنہم الاثمة الثلاثة

الحنفیہ والمالکیہ والشافعیہ جائز ہے اور ائمہ میں سے صرف امام احمدؒ کے یہاں مکروہ ہے، لہذا یہ حدیث حنبلیہ کے نزدیک تو اپنے ظاہر پر رہی، چنانچہ امام ابو داؤدؒ چونکہ حنبلی ہیں انہوں نے اس حدیث کو ظاہر پر رکھ کر باب الدفن قائم کیا اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مؤول ہے کہ دفن سے مراد صلوٰۃ علی الجنائزہ ہے، اور شافعیہ کے ہر حال میں خلاف ہے کیونکہ ان کے یہاں دونوں جائز ہیں ان کے نزدیک اس کو صلوٰۃ جنازہ پر محمول کرنا مفید نہیں اسی لئے امام نوویؒ نے ایک اور راہ اختیار کی وہ یہ کہ قبر سے مراد تو دفن ہی ہے لیکن مطلق دفن مراد نہیں بلکہ تعمد الدفن فی هذه الاوقات یعنی قصداً تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنا، کما صرح ہو بہ فی شرح مسلم فی شرح هذا الحديث، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صلوٰۃ پر محمول کرتے ہوئے ترجمہ قائم کیا تَابَ مَا جَاءَ فِي كَوَاهِيَةِ الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزَةِ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَعِنْدَ غُرُوبِهَا، امام ترمذیؒ کے بارے میں مشہور تو یہی ہے کہ وہ شافعی المسلک ہیں لیکن ان کے اس ترجمہ سے مسلک شافعیہ کی تو کوئی موافقت ہو نہیں رہی ہے، ہاں جمہور کی تاویل یہی ہے۔
والحديث أخرجه مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۵۶۔ بَابُ إِذَا حَضَرَ جَنَائِزُ رَجَالٍ وَنِسَاءٍ مَنِ يُقَدَّمُ

جب مرد و عورت دونوں کا جنازہ آجائے تو کس کو آگے رکھا جائے گا؟

یعنی اگر مردوں اور عورتوں دونوں کے جنازہ ایک وقت میں جمع ہو جائیں تو کس کو مقدم کیا جائے گا یعنی امام کے قریب۔

۳۱۹۳۔ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ صَبِيحٍ، حَدَّثَنِي عَمَّارٌ، مَوْلَى الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ، أَنَّهُ شَهِدَ جَنَائِزَةً أَمَّ كُلُّهُمُ، وَأَتَيْنَهَا، فَجَعَلَ الْعَلَامُ مَيَّالِي الْإِمَامَةِ، فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، وَفِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، فَقَالُوا: «هَذِهِ السُّنَّةُ».

عمار جو حارث بن نوفل کے مولیٰ ہیں ان سے روایت ہے کہ وہ حضرت ام کلثوم اور ان کے صاحبزادے کے جنازہ میں حاضر تھے تو لڑکے کو امام کے آگے رکھا گیا (اور عورت کو فاصلے پر) تو میں نے اس طریقہ پر نکیر کی (یا مجھے یہ طریقہ اوپر محسوس ہوا) اور لوگوں میں حضرت ابن عباس، ابو سعید خدری، ابو قتادہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ سنت طریقہ ہے۔

سنن النسائي - الجنائز (۱۹۷۷) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۹۳)

یعنی ام کلثوم بنت علی زوجہ عمرؓ، اور ان کا بیٹا زید بن عمر ان دونوں کا جنازہ لایا گیا اور زید کے جنازہ کو امام کے قریب رکھا گیا، عمار کہتے ہیں میں نے اس پر اشکال کیا، اس وقت جماعت میں حضرت ابن عباسؓ، ابو سعید خدریؓ اور ابو قتادہؓ اور ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے، فَقَالُوا: «هَذِهِ السُّنَّةُ» یعنی ان سب نے فرمایا کہ مسنون طریقہ یہی ہے، فی الاوجز: وعلى هذا أكثر العلماء، وقول الصحابي: هي السنة، له حكم الرفع، وقال الحسن وسالم والقاسم: النساء مایلي الإمام والرجال مایلي

القبلة، قاله الزرقانی، یعنی ان حضرات کے نزدیک ترتیب بالعکس ہے کہ عورت کے جنازہ کو امام کے قریب اور مرد کے جنازہ کو قبلہ کے قریب کیا جائے اور ابن رشد نے اس میں ایک تیسرا قول بھی لکھا ہے وہ یہ کہ دونوں کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے، مردوں کی الگ عورتوں کی الگ^۱۔ والحدیث أخرجه النسائی، قاله المنذرى۔

۵۷۔ بَابُ أَيْنَ يَقُومُ الْإِمَامُ مِنَ الْمَيِّتِ إِذَا صَلَّى عَلَيْهِ

۵۷ امام نماز جنازہ پڑھانے وقت میت کے کس جانب کھڑا ہو؟

یعنی امام کو جنازہ کے کس حصہ کے مقابل کھڑا ہونا چاہئے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: اس میں مذاہب ائمہ یہ ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہے تو جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک عند صدرہ، اور امام مالک کے نزدیک عند وسطہ، اور اگر جنازہ عورت کا ہے تو اس میں حنفیہ کا مسلک وہی ہے جو مرد کے حق میں ہے یعنی عند صدرہ، اور باقی ائمہ ثلاث کے نزدیک اس طرح ہے، عند الشافعی خیال عجیز تھا، وعند احمد عند وسطہا، وعند مالک خیال منکبھا۔

۳۱۹۴۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ نَافِعِ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سَكَّةِ الْمُرَبِّدِ، فَمَرَّتْ جَنَازَةٌ مَعَهَا نَاسٌ كَثِيرٌ قَالُوا: جَنَازَةُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَتَبِعْتُهَا فَإِذَا أَنَا بِرَجُلٍ عَلَيْهِ كِسَاءٌ رَقِيقٌ عَلَى بُرْنِيذِيَّةٍ، وَعَلَى رَأْسِهِ خُرْقَةٌ تَقِيهِ مِنَ الشَّمْسِ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا الذِّهْقَانُ؟ قَالُوا: هَذَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، فَلَمَّا وَضِعَتِ الْجَنَازَةُ قَامَ أَنَسٌ فَصَلَّى عَلَيْهَا، وَأَنَا خَلْفُهُ لَا يَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَقَامَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ، لَمْ يُطِلْ وَلَمْ يُسْرِعْ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقْعُدُ، فَقَالُوا: يَا أَبَا حُمَزَةَ الْمُرَاةُ الْأَنْصَارِيَّةُ، فَتَقَرَّبُوا هَا وَعَلَيْهَا نَعُشٌ أَخْضَرُ، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا تَحَوُّ صَلَاتِهِ عَلَى الرَّجُلِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ، يَا أَبَا حُمَزَةَ، «هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، عَلَى الْجَنَازَةِ كَصَلَاتِكَ يُكَبِّرُ عَلَيْهَا أَرْبَعًا، وَيَقُومُ عِنْدَ رَأْسِ الرَّجُلِ وَعَجِيزَةِ الْمُرَاةِ»، قَالَ: نَعَمْ قَالَ: يَا أَبَا حُمَزَةَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْتُ مَعَهُ حُنَيْنًا، فَخَرَجَ الشُّرَيْكُونَ فَكَعَلُوا عَلَيْنَا، حَتَّى رَأَيْنَا خَيْلَنَا وَرَاءَ ظُهُورِنَا، وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ يَجْعَلُ عَلَيْنَا فَيَدْفُنُنَا، وَيَعْطِمُنَا، فَهَرَمَهُمُ اللَّهُ، وَجَعَلَ يُجَاءُ بِهِمْ فَيُبَايِعُونَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي نَضْرَةَ: إِنْ جَاءَ اللَّهُ بِالرَّجُلِ الَّذِي كَانَ مُنْذُ الْيَوْمِ يَعْطِمُنَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ، فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَجِيءَ بِالرَّجُلِ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، تُبَيِّتُ إِلَى اللَّهِ، فَأَمْسَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يُبَايِعُهُ، لِيُغَيِّبَ الْأَخْرَ بْنَ نَضْرَةَ، قَالَ: فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَتَصَدَّى لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ، لِيَأْمُرَهُ بِقَتْلِهِ، وَجَعَلَ يَهَابُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَقْتُلَهُ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَا يَضَعُ شَيْئًا بَاتِعَهُ، فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَذِيرِي؟ فَقَالَ: «إِنِّي لَمْ أُمْسِكْ عَنْهُ مُنْذُ الْيَوْمِ إِلَّا لَتُوفِي بِنَذِيرِكَ»، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَوْعَضْتَ إِلَيَّ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَيْسَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يُؤْمَضَ» قَالَ أَبُو غَالِبٍ: «فَسَأَلْتُ عَنْ صَنِيعِ أَنْسٍ فِي قِيَامِهِ عَلَى الْمَرْأَةِ عِنْدَ عَجِيزَتِهَا، فَحَدَّثُونِي أَنَّهُ إِذَا كَانَ لَيْلَةً لَمْ تَكُنِ الثُّغُوشُ، فَكَانَ الْإِمَامُ يَقُومُ جِئَالَ عَجِيزَتِهَا يَسْتَوُهَا مِنَ الْقَوْمِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمِزْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» نُسِخَ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ الْوَقَائِدُ بِالنَّذِيرِ فِي قَتْلِهِ، يَقُولُهُ إِبْنُ قَدَثُثٍ.

ترجمہ: نافع ابو غالب سے روایت فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے ایک علاقہ مقام سکہ المرید میں تھا تو میرے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کے ساتھ بڑا مجمع تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن عمر کا جنازہ ہے تو میں بھی اسکے ساتھ چلنے لگا اچانک میری نظر ایک شخص پر پڑی جو باریک سی چادر اوڑھے ہوئے تھا ایک ترکی گھوڑی پر سوار تھا انہوں نے اپنے سر پر ایک کپڑا ڈال رکھا تھا دھوپ سے بچنے کیلئے تو میں نے پوچھا یہ چودھری صاحب کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ انس بن مالک ہیں پس جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت انس بن مالک اس کی نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کھڑے ہوئے میں ان کے پیچھے تھا کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی تو وہ اسکے سر کے پاس کھڑے ہوئے اور چار تکبیرات اس طرح پڑھیں کہ نہ تو تکبیرات کہنے کے بعد لمبا وقفہ کیا اور نہ ہی بہت جلدی جلدی تکبیرات کہیں پھر بیٹھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا: اے ابو حمزہ! یہ ایک انصاری عورت کا جنازہ ہے (اس کا بھی جنازہ پڑھ دیجئے) اور اس کا جنازہ آگے کر دیا جس کو سبز رنگ کی چادر نے ڈھانپا ہوا تھا پھر حضرت انسؓ اسکی سرین کی جانب کھڑے ہو گئے اور جس طرح مرد کا جنازہ پڑھایا تھا ایسے ہی جنازہ پڑھا دیا پھر بیٹھ گئے تو علاء بن زیاد نے دریافت کیا کہ اے ابو حمزہ! کیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ پڑھتے تھے جس طرح آپ نے اس جنازہ پر چار تکبیرات پڑھیں اور اسی طرح مرد کے جنازے میں اسکے سرہانے اور عورت کے جنازے میں سرین کی طرف کھڑے ہوتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے پھر سوال کیا: اے ابو حمزہ! کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کوئی غزوہ لڑا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں آپ ﷺ کے ہمراہ غزوہ حنین میں شریک ہوا تو مشرکین نے ہم پر حملہ کیا تو ہم نے اپنے گھوڑوں کو اپنی پشت پر دیکھا (یعنی ہم مسلمان بھاگ پڑے) اور کفار میں ایک ایسا شخص تھا (جس نے مسلمانوں میں بہت خوزیزی کی) کہ وہ تلوار سے حملہ کر کے زخمی کرتا اور مارتا تھا پھر اللہ نے ان مشرکین کو شکست دیدی اور اسکے بعد کافر لوگ قیدیوں کی صورت میں لائے جانے لگے اور آنحضرت ﷺ سے اسلام پر بیعت کرنے لگے اور ایک شخص جو اصحاب رسول میں سے تھے انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ اس شخص کو لے آئے جس نے اس روز ہم پر حملہ کیا (اور مارا) تھا تو میں ضرور بہ ضرور اسکی گردن ماروں گا یہ سکر آنحضرت ﷺ خاموش رہے اور وہ شخص لایا گیا تو جب آپ ﷺ کو اس نے دیکھا تو کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے اللہ سے توبہ کر لی تو آپ ﷺ اس کو بیعت

کرنے سے رکے رہے تاکہ دوسرا شخص اپنی نذر پوری کر لے راوی انس بن مالک فرماتے ہیں کہ وہ صحابی انتظار کرنے لگے کہ آپ ﷺ انہیں اسکے قتل کا حکم فرمائیں اور وہ آپ ﷺ کے رعب سے خود آگے پڑھ کر قتل کرنے کی جرات نہیں کر رہے تھے پھر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی کچھ نہیں کر رہے تو آپ ﷺ نے اس شخص کو بیعت فرمایا (اور اسلام میں داخل فرمایا) اس پر وہ صحابی عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میری نذر کا کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ اسی لئے توروا تھا کہ تو اپنی نذر پوری کر لیتا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میری طرف آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمادیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی اپنی آنکھ سے اس قسم کا اشارہ نہیں کیا کرتا (جس میں ظاہر و باطن کی مطابقت نہ ہو) ابو غالب فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ حضرت انس عورت کے سرین کی جانب کس وجہ سے کھڑے ہوئے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت میت کیلئے پردہ والے تخت (میت چارپائی) نہ ہوتے تھے تو امام عورت کی سرین کی طرف کھڑا ہوتا کہ مقتدی حضرات سے اس کا پردہ ہو جائے۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۳۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۱۹۴) سنن ابن ماجہ - ما جاء فی الجنائز (۱۴۹۴) مسند

احمد - ہاکی مسند المکثرین (۱۵۱/۳)

شرح الحدیث: عَنْ نَافِعِ أَبِي غَالِبٍ، قَالَ: كُنْتُ فِي سَيِّئَةِ الْمَرْبُودِ الْح: سَيِّئَةِ الْمَرْبُودِ بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے، ویسے مرید بکری اور اونٹ کے باڑے کو کہتے ہیں، ابو غالب کہتے ہیں کہ میں سَيِّئَةِ الْمَرْبُودِ میں تھا تو میرے سامنے ایک جنازہ گذرا جس کے ساتھ بڑا مجمع تھا لوگ کہتے تھے کہ یہ عبد اللہ بن عمیر کا جنازہ ہے تو میں بھی اس کے ساتھ چلنے لگا، اچانک میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس نے باریک سی چادر اوڑھ رکھی تھی جو ایک ترکی گھوڑی پر سوار تھا، جس نے اپنے سر پر ایک کپڑا ڈال رکھا تھا دھوپ سے بچنے کیلئے، تو میں نے پوچھا کہ یہ چودھری صاحب کون ہیں، لوگوں نے کہا کہ یہ انس بن مالک ہیں پس جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت انسؓ اس پر نماز پڑھانے کیلئے اس کے قریب کھڑے ہوئے جس میں انہوں نے چار تکبیرات کہیں، نماز سے فارغ ہو کر جب وہ بیٹھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ ایک انصاری عورت کا جنازہ ہے اس پر بھی نماز پڑھ دیجئے، وَعَلَيْهَا نَعَشُ أَخْصَرُ جس پر سبز رنگ کا گہوارہ تھا، فَقَامَ عِنْدَ عَجِيزٍ تھا لوگوں نے پوچھا کیا حضور ﷺ اسی طرح نماز جنازہ پڑھاتے تھے؟ یعنی چار تکبیریں اور مرد کے جنازہ میں سر کے قریب اور عورت کے جنازہ میں سرین کے قریب؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں ایسے ہی پڑھاتے تھے۔ اس کے بعد پھر روایت میں حضرت انسؓ نے غزوہ حنین کا ایک خاص واقعہ سنایا جس میں یہ ہے کہ غزوہ حنین میں شروع میں مسلمان بھاگ پڑے تھے اور کفار میں ایک شخص ایسا تھا جس نے بہت ہی مسلمانوں میں خوریزی کر رکھی تھی جس کے بارے میں ایک صحابی نے یہ نذر مان لی کہ اگر ہم نے اس کا فرپر قابو پالیا تو میں اس کی گردن اڑاؤں گا، پھر جب آخر میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ان کافروں کو حضور ﷺ کے پاس لایا جا رہا تھا بیعت علی الاسلام کیلئے تو ان میں یہ کافر بھی آپ ﷺ کے پاس آیا اور آکر آپ

ﷺ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ قصد اس کی بیعت سے رکے رہے تاکہ وہ صحابی اپنی نذر پوری کر لیں، مگر وہ صحابی اس انتظار میں رہے کہ آپ ﷺ ان کو اس کے قتل کا حکم فرمائیں، اور بغیر آپ کی اجازت کے اس کو قتل کرنے کی ان کو ہمت نہ ہوئی، اس میں کچھ وقفہ بھی ہو گیا جب حضور ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحابی ویسے ہی کھڑے ہیں اپنی نذر پوری نہیں کر رہے ہیں تو آپ نے اس کو بیعت فرما کر اسلام میں داخل فرمایا، اس پر وہ صحابی عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میری نذر کا کیا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنا ہاتھ اسی لئے تور و کا تھا بیعت سے تاکہ تو اپنی نذر پوری کر لے، تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے میری طرف آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمادیا، تو آپ نے فرمایا کہ نبی اپنی آنکھ سے اس قسم کا اشارہ نہیں کیا کرتا جس میں ظاہر اور باطن کی مطابقت نہ ہو۔

اس قسم کا واقعہ کتاب الجہاد باب قتال الأسیر ولا يعرض عليه الإسلام میں عبد اللہ بن ابی سرح سے متعلق گزر چکا ہے وہاں پر حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد گزرا ہے: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيِّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ^①، اور یہاں پر روایت (۳۱۹۴) کے الفاظ یہ ہیں: إِنَّهُ لَيْسَ لِنَبِيِّ أَنْ يَوْمِضَ، اس پر ایک سوال اور جواب بھی وہاں گزر چکا۔ یہاں آگے روایت میں یہ ہے: ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے دریافت کیا حضرت انسؓ کے اس عمل کے بارے میں، یعنی عورت کے جنازہ میں اس کے سرین کے قریب کھڑا ہونا۔ تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ انہوں نے ایسا اس لئے کیا کہ اس زمانہ میں عورتوں کے جنازوں پر گہوارے نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے امام اس کے سرین کے قریب کھڑا ہو جایا کرتا تھا پردہ کیلئے۔ اس پر حضرتؓ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے جنازہ میں امام کا قیام خیال عجیب تھا خلاف اصل اور عارض کی وجہ سے ہے، اور اصل محل اس کا صدر ہی ہے، لیکن چونکہ صدر اور اس دونوں قریب قریب ہیں تو ہو سکتا ہے دور سے دیکھنے والا یہ سمجھا ہو کہ سر کے قریب کھڑے ہوں اس لئے اس نے عند رأسہ کہہ دیا^②، لیکن لوگوں کے اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ یہاں پر تو روایت میں تصریح ہے گہوارہ ہونے کی وعلیہا نعش اخضر، تو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اصل بات تو وہی ہے جو لوگوں نے بیان کی، لیکن حضرت انسؓ چونکہ مطلقاً قیام خیال عجیب تھا کے قائل تھے اس لئے انہوں نے باوجود گہوارہ کے ایسا کیا۔ والحدیث أخرجه الترمذی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۱۹۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ، قَالَتْ: «صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَمْرٍ أَقَامَتُ فِي نَفْسِهَا، فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطُهَا».

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک عورت کی نماز جنازہ

① سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب قتال الأسير ولا يعرض عليه الإسلام ۲۶۸۳

② بدل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۶۶

پڑھی جو نفاس کی حالت میں وفات پا گئی تھی تو آپ ﷺ اسکی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

مخرج صحیح البخاری - الحیض (۳۲۵) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۶۶) صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۴) جامع الترمذی -

الجنائز (۱۰۳۵) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۷۶) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۹۵) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۹۳)

شرح الحديث فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلَاةِ وَسَطَهَا: ہمارے استاد مولانا امیر احمد کاندھلوی فرماتے تھے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف

نہیں اس لئے کہ سینہ بھی وسط ہی ہے، اس لحاظ سے کہ سینہ کے نیچے بھی دو عضو ہیں بطن اور رکتین (ٹانگیں) اور اوپر بھی دو عضو

ہیں سر اور منکبین، اور اگر کوئی پیمائش کے اعتبار سے اشکال کرنے لگے تو ہم کہیں گے کہ دونوں ہاتھوں کو سر کی جانب اٹھا کر پھیلا

دیا جائے پھر پیمائش میں بھی برابری ہو جائے گی۔ یہ جواب تو بس ایک لطیفہ ہی ہے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم

والترمذی والنسائی وابن ماجہ، قالہ المنذری۔

۵۸۔ بَابُ التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب نماز جنازہ پر تکبیرات پڑھنے کے متعلق ۵۸

نماز جنازہ میں عدد تکبیرات میں روایات مختلف ہیں، قاضی عیاض فرماتے ہیں: صحابہ کے آثار اس میں تین سے لیکر نو تک ہیں،

لیکن بعد میں چار کے عدد پر فقہاء اور اہل فتویٰ کا اجماع منعقد ہو گیا احادیث صحیحہ کی بنا پر، اور میرے علم میں نہیں کہ کسی فقیہ کے

نزدیک اس میں پانچ تکبیرات ہوں سوائے ابن ابی لیلیٰ کے (بذل^۱)، حدیث الباب میں صلاۃ علی القبر کا ذکر ہے، صلاۃ علی

القبر پر آئندہ مستقل ایک باب آرہا ہے۔

۳۱۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرِ رَاطِبٍ فَصَفَّوْا عَلَيْهِ، وَكَثَبُوا عَلَيْهِ أَرْبَعًا»، فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ: مَنْ حَدَّثَكَ؟ قَالَ: الثَّقَفَةُ مِنْ شَهْدَةِ عَبْدِ

اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ ابواسحاق نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک تازہ قبر پر گزرے تو اس پر آپ اور صحابہ صف بنا کر

کھڑے ہو گئے اور چار تکبیرات کہیں تو میں نے شعبی سے کہا کہ آپ کو کس نے یہ بات بتائی انہوں نے فرمایا کہ ایک معتبر شخص جو

وہاں موجود تھے یعنی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے۔

مخرج صحیح البخاری - الأذان (۸۱۹) صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۹۰) صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۴) جامع الترمذی -

الجنائز (۱۰۳۷) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۲۳) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۲۴) سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۹۶) سنن ابن ماجہ -

- ماجاء فی الجنائز (۱۵۳۰) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۳۸/۱)

۳۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَةَ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: كَانَ زَيْدُ يَعْنِي ابْنَ أَرْقَمَ، يُكْتَبُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَمْرَبًا، وَإِنَّهُ كَتَبَ عَلَى جَنَائِزِهِ خَمْسًا، فَنَسَّاهُ، فَقَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْتَبُ هَا» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ النُّعْمَانِ أَتَقْنُ».

ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ زید یعنی بن ارقم ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات پڑھا کرتے تھے اور انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیرات پڑھیں تو میں نے اس بارے میں ان سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ پانچ تکبیرات بھی کہا کرتے تھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مجھے ابن شعیبہ کی حدیث زیادہ اچھی طرح یاد ہے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۷) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۳) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۸۲) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۹۷) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۰۵) مسند أحمد - أول مسند الكوليين (۳۶۸/۴)

ابن ابی لیلیٰ جن کا مسلک اوپر قاضی عیاضؒ کے کلام میں گزرا اس کا ماخذ یہی روایت ہوگی، اور اوپر یہ گزر ہی چکا کہ اس میں اختلاف شروع میں رہا ہے بعد میں چار تکبیرات پر اجماع ہو گیا تھا۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۵۹ - بَابُ مَا يَقْرَأُ عَلَى الْجَنَائِزِ

باب نماز جنازہ میں کیا پڑھنا چاہیے؟

۳۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَائِزَةٍ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَقَالَ: «إِنَّمَا مِنَ الشُّنَّةِ».

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے ہمراہ ایک جنازہ پڑھا تو انہوں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ پڑھنا سنت ہے۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۷۰) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۶) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۷) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۸۷) سنن أبي داود - الجنائز (۳۱۹۸)

نماز جنازہ میں حنفیہ مالکیہ کے نزدیک قراءۃ فاتحہ نہیں ہے، امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک ہے، ہمارے فقہاء فرماتے ہیں: والآثار فی عدمہا اکثر، یعنی بہ نسبت ثبوت کے نفی قراءت میں آثار زیادہ ہیں، حنفیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ بہ نیت ثناء پڑھی جاسکتی ہے بہ نیت قراءت نہیں۔

صلوة جنازہ کے ارکان، ائمہ اربعہ کے نزدیک کیا گیا ہیں؟ اسکی تفصیل او جز ۱ میں مذکور ہے، حنفیہ کا مذہب اس میں یہ لکھا ہے کہ

ان کے نزدیک صرف دور کن ہیں: ① تکبیرات اربعہ ② اور قیام، لہذا قاعدہ ابلہ عذر جائز نہیں صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کیا جائے اور ثناء پڑھی جائے، اور دوسری تکبیر کے بعد صلاۃ علی النبی پڑھا جائے اور تیسری کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام کذا فی الذی المختار، وقال ابن الہمام: اما ارکائها فالذی يفهم من کلامهم اھا الدعاء والقیام والتکبیر، الی آخر ما بسط^①، اور قراءت فاتحہ کو کتب شافعیہ وحنابلہ نے ارکان میں شمار کیا ہے۔

۶۰۔ باب الدعاء للمیت

باب میت کے لئے دعا کرنے کے متعلق

۳۱۹۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّائِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ: «إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ».

ابو سلمہ بن عبد الرحمن حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم کسی شخص کی جنازہ کی نماز پڑھو تو اس کیلئے خلوص سے دعا کرو۔

سنن ابی داود - الجنائز (۳۱۹۹) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۹۷)

شرح الحدیث: حضور اقدس ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب تم کسی میت پر نماز پڑھو تو تم اس کیلئے اخلاص تام کیساتھ دعا کرو، اب یہ کہ کیا دعاء پڑھی جائے ان کا ذکر آئندہ آنے والی روایات میں آ رہا ہے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَبُو الْجَلَّاسِ عُقْبَةُ بْنُ سَيَّارٍ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ شَمَّاحٍ، قَالَ: شَهِدْتُ مَرْوَانَ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَازَةِ؟ قَالَ: أَمَعَ النَّبِيِّ قُلْتُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: كَلَامٌ كَانَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ ذَلِكَ؟ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا، وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ، وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جَنَّتْكَ شَفْعَاءُ فَاعْفُ رُوحَهَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "أَخْطَأْتُ شُعْبَةَ فِي اسْمِ عَلِيِّ بْنِ شَمَّاحٍ، قَالَ فِيهِ: عُثْمَانُ بْنُ شَمَّاسٍ، وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ الْمُوصِلِيَّ يُحَدِّثُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، قَالَ: مَا أَعْلَمُ أَنِّي جَلَسْتُ مِنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ يَجْلِسُ إِلَّا هُوَ فِيهِ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ، وَجَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ".

شرح حدیث: علی بن شمخ فرماتے ہیں کہ میں مروان (امیر مدینہ) کے پاس تھا جبکہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال کیا کہ تم نے حضور اکرم ﷺ کو نماز جنازہ میں کوئی دعا پڑھتے ہوئے سنا ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ باوجود اس بات کے جو

میں نے تجھ سے کی تو مجھ سے سوال کرتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان اس سے پہلے کوئی بات ہو چکی تھی۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے دعا بتلائی: اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا..... الخ اے اللہ! آپ اس کے پروردگار ہیں اور آپ ہی نے اس کو پیدا فرمایا اور آپ ہی نے اس کو اسلام کا راستہ دکھلایا اور آپ ہی نے اسکی روح قبض فرمائی اور آپ ہی اسکے پوشیدہ اور ظاہر سے واقف ہیں ہم اسکی شفاعت کے لئے حاضر ہیں تو آپ اسکو بخش دیجئے۔

شرح الحدیث: علی بن شراح کہتے ہیں کہ میں مروان امیر مدینہ کے پاس موجود تھا جب کہ اس نے سوال کیا حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ تم نے حضور ﷺ کو نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھتے ہوئے سنا؟ اس سوال کا جواب آگے آ رہا ہے، لیکن جواب دینے سے پہلے حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سے فرمایا کہ کیا باوجود اس کے تو مجھ سے سوال کرتا ہے جو میں نے کہا تھا اور ہو سکتا ہے یہ خطاب کا صیغہ ہو، یعنی باوجود اس کے جو تو نے کہا تھا، اس کی تشریح راوی یہ کر رہا ہے کہ ان دونوں کے درمیان اس سے قبل کوئی بات پیش آئی تھی، یہ اس کی طرف اشارہ ہے تو حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ جو بات میرے اور تیرے درمیان پیش آئی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تو مجھ سے سوال نہ کرتا، مروان نے جواب دیا کہ ہاں باوجود اس کے سوال کر رہا ہوں جو ہونا تھا ہوا، عند الاحتیاج تورجوع کرنا ہی پڑتا ہے۔

نماز جنازہ میں جو دعائیں وارد ہیں: آگے اس دعا کا بیان ہے: اللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا، جَنَّتْكَ شَفَعَاءُ قَاغُفِرُ لَكَ، اور موطا کی روایت میں ہے ابو سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال کیا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں جنازہ کے ساتھ اس کے گھر سے چلتا ہوں پھر جب وہ سامنے رکھ دیا جاتا ہے تو تکبیر اولیٰ کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور دوسری تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی پر صلاۃ و سلام اور تیسری تکبیر کے بعد یہ پڑھتا ہوں: اللّٰهُمَّ عَبْدُكَ، وَاَبْنُ عَبْدِكَ، وَاَبْنُ اَمَّتِكَ، كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ، وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ، اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا، فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهِ، وَاِنْ كَانَ مُسِيئًا، فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اُجْرَهُ، وَلَا تَفْقِئْنَا بَعْدَهُ^۱، اس دعا کے بارے میں او جز میں لکھا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک اس دعا ابو ہریرہؓ کو پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے اھ^۲، اور حنفیہ کی کتابوں میں جو دعا مذکور ہے وہ آئندہ روایت میں قدرے تفاوت سے آرہی ہے، و فی الأوجز: وروی هذا الدعاء (یعنی جو کتب حنفیہ میں ہے) عن ابی ہریرۃ مرفوعاً عند أحمد و الترمذی و ابی داؤد و ابن حبان و البیہقی اھ^۳، اور شرح إقناع میں لکھا ہے کہ کامل دعا یہ ہے اور پھر اس

① موطا مالک - کتاب الجنائز - باب ما یقول المصلی علی الجنائز ۷۷۵

② أوجز المسالك إلی موطأ مالک - ج ۴ ص ۴۶۵

③ أوجز المسالك إلی موطأ مالک - ج ۴ ص ۴۶۵

کی ابتداء انہوں نے اسی دعاء سے کی جو حنفیہ کی کتابوں میں ہے، اس کے بعد کچھ اور دعائیں ہیں جو اسی دعاء کے ساتھ شامل کر کے ان کے یہاں پڑھی جاتی ہیں^۱، اور صحیح مسلم میں عوف بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایک نماز جنازہ میں یہ دعاء پڑھتے ہوئے سنا: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ، وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ، وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ، وَاعْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَأَبْدِلْهُ دَارَ الْخَيْرِ مِنْ دَارِهِ، وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ، وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ - اَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ - آگے وہ فرماتے ہیں کہ یہ دعاء سن کر میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا^۲، اور حنابلہ کے نزدیک جیسا کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے یہ دعاء ہے: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأَنْتَانَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَنْقَلِبَنَا وَمَنْوَانَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللّٰهُمَّ مِنْ أَحْيَيْتَهُ مِنْ أَحْيَيْتِهِ مِنْ أَحْيَيْتِهِ

۳۲۰۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ، فَقَالَ: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأَنْتَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اللّٰهُمَّ مِنْ أَحْيَيْتَهُ مِنْ أَحْيَيْتِهِ مِنْ أَحْيَيْتِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْ تَوَفَّيْتَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُفْضِلْنَا بَعْدَهُ».

ترجمہ: ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پڑھا تو یہ دعاء پڑھی: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرْنَا وَأَنْتَانَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا. اللّٰهُمَّ مِنْ أَحْيَيْتَهُ مِنْ أَحْيَيْتِهِ مِنْ أَحْيَيْتِهِ عَلَى الْإِيمَانِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنْ تَوَفَّيْتَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ. اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ، وَلَا تُفْضِلْنَا بَعْدَهُ۔

شرح الحديث: حدیث شماخ أخرجه النسائي في اليوم واللييلة، وحدث ابن سلعمة أخرجه الترمذي والنسائي، قاله المنذرى.

۳۲۰۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ - وَحَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَيْضًا - حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ جَنَاحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلْبَسٍ، عَنْ وَائِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ،

① الإجماع في حل ألفاظ أبي شجاع - ج ۱ ص ۴۱۷-۴۱۸

② صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب الدعاء للميت في الصلاة ۹۶۳

③ العدة شرح العمدة للمقدسي - ص ۱۱۶

قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ إِنَّ فُلَانًا بَنَ فُلَانٍ فِي ذِمَّتِكَ، فَقِهِ فِتْنَةُ الْقَبْرِ - قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فِي ذِمَّتِكَ وَحَبْلِي جَوَارِيكَ، فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ - وَعَذَابِ النَّارِ، وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَقَاءِ وَالْحَمْدِ، اللَّهُمَّ فَاعْفِرْ لَهُ وَإِرحَمْهُ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَظِيمُ الرَّحِيمُ"، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: عَنْ مَرْوَانَ بْنِ جَنَاحٍ.

ترجمہ: واثلہ بن اسقع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم مسلمانوں میں سے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا: اللّٰهُمَّ اِنَّ فُلان بن فُلانٍ فی ذِمَّتِكَ..... ارحمہ کہ اے اللہ! فلاں ابن فلاں آپ کی پناہ میں ہے تو آپ اسکو عذاب قبر سے بچالیں اور عذاب جہنم سے بچالیں اور آپ (بندوں سے جو وعدہ فرماتے ہیں اس) وعدہ کو پورا فرمانے والے ہیں اور آپ کی ذات برحق ہے۔ اے اللہ! اس بندے کی مغفرت فرمادیجیے اور اس پر رحم فرمائیے بے شک آپ بخشنے والے مہربان ہیں۔ عبد الرحمن نے مروان سے یہ حدیث بصیغہ عن روایت کی۔

سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۰۲) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۴۹۹) مسند احمد - مسند المکیین (۴۹۱/۳)

أخرجه ابن ماجه، قاله المنذرى -

شرح الحديث

۶۱ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ

باب ہے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں

اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ: صلاۃ علی القبر کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، مالکیہ کے نزدیک علی المشہور ناجائز ہے، اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے، کما فی الشروح ففي الأوجز عن الزرقانی: وأما الصلوة على القبر فقال بمشروعيتها الجمهور، منهم: الشافعي، وأحمد، وابن وهب، ومالك، في رواية شاذة، والمشهور عنه منعه، وبه قال أبو حنيفة والنخعي، وجماعة، وعنهم: إن دفن قبل الصلوة شرع وإلا فلا، وقال الأبي في الإكمال: مشهور قول مالك المنع، والشاذ جوازها فيمن دفن بغير صلاة اه^①، امام مالك کا جو قول شاذ ہے وہی حنفیہ کا مذہب ہے، ففي الهداية: وإن دفن الميت ولم يصل عليه صلى على قبره "لأن النبي عليه الصلاة والسلام صلى على قبر امرأة من الأنصار" ويصلى عليه قبل أن يفسخ" والمعتبر في معرفة ذلك أكبر الرأي هو الصحيح لاختلاف الحال والزمان والمكان، وفي هامشه: احتراز عما روى في الأمالي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه يصلى على الميت في القبر إلى ثلاثة أيام اه^②، گویا مالکیہ کا مشہور قول تو یہ ہوا کہ مطلقاً ناجائز ہے، اور حنفیہ کے نزدیک صلاۃ علی القبر اس صورت میں جائز ہے جب کہ میت کو بغیر صلاۃ کے دفن کر دیا گیا ہو، اب

① أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۴۵۳ - ۴۵۴

② الهداية شرح بداية البندی - ج ۲ ص ۱۴۴ - ۱۴۵

یہ کہ کب تک پڑھی جاسکتی ہے اس میں ایک روایت یہ ہے کہ تین دن تک، اور دوسرا قول جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا مالم ینتفخ ولم یتفسخ یعنی جب تک ظن غالب یہ ہو کہ میت کا جسم پھولا پھٹا نہیں اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں۔

جو لوگ مطلقاً جواز کے قائل ہیں ان کے یہاں بھی اس میں اختلاف ہے کہ کب تک پڑھی جاسکتی ہے، امام احمد و اسحاق کے نزدیک اسی شہر، اور شافعیہ کی اس میں مختلف روایتیں ہیں: ① منها کقول احمد، ② ومنها الی ثلاثة ایام، ③ ومنها مالم یتبل جسده ④۔

۳۲۰۳ - حَدَّثَنَا شَلَيْحُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ - أَوْ رَجُلًا - كَانَ يَقُمُ الْمَسْجِدَ، فَقَدَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقِيلَ: مَاتَ، فَقَالَ: «أَلَا أَذْنُبُ لِي بِهِ؟» قَالَ: «ذُنُوبِي عَلَى قَبْرِهِ؟» فَذَلُّهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ.

ترجمہ: ابورافع حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت یا مرد مسجد کی جھارو دیا کرتا تھا تو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اس کو غائب پایا تو اسکے بارے میں دریافت فرمایا صحابہ کرامؓ نے بتایا کہ اس کا انتقال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اسکی قبر کی نشاندہی کرو صحابہؓ نے نشاندہی کی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

تحقیق: صحیح البخاری - الصلاة (۴۴۶) صحیح البخاری - الصلاة (۴۴۸) صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۷۲) صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۶) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۰۳) سنن ابن ماجہ - ما جاء في الجنائز (۱۵۲۷) مسند احمد - باقی مسند المکرمین (۳۵۳/۲)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں اختلاف روایات: حاشیہ بذل میں حضرت شیخ لکھتے ہیں: قال الحافظ في الفتح ج ۱ ص ۵۵۳: ان الشك من ثابت والصواب "امرأة" اسمها خرقاء وكنيتها أم محجن الخ. وقال ايضا ج ۱ ص ۲۶۸: المذکور فی حدیث ابن عباس بلفظ مات إنسان كان صلى الله عليه وسلم يعودة وهو طلحة بن البراء رضي الله عنه، وهم من قال بالاول لتغاير القصتين وكذا قال العيني اهـ اور موطأ کی روایت میں ہے، من حدیث ابی امامة سهل بن حنيف: أَنَّ مَسْكِينَةً مَرَضَتْ، فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرَضِهَا، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَسَاكِينَ وَيَسْأَلُ عَنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا مَاتَتْ فَأَذْنُوبِي بِهَا»، فَأُخْرِجَ بِجَنَازَتِهَا لَيْلًا، فَكُرِّهُوا أَنْ يُوقُظُوا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِالَّذِي كَانَ مِنْ شَأْنِهَا (بعد سوالہ عنہا) کما فی روایة ابن أبي شيبه). فَقَالَ: «أَلَمْ أَمُرْكُمْ أَنْ تُؤْذِنُونِي بِهَا؟»، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَرِهْنَا أَنْ نُخْرِجَكَ لَيْلًا، وَتُوقِظَكَ، قَالَ ابن عبد البر هذا الحديث روى من وجوه كثيرة عن النبي صلى الله عليه وسلم كلها ثابتة من حديث أبي هريرة وعامر بن ربيعة وابن عباس وانس رضي الله تعالى عنهم اهـ، وكتب الشيخ في الأوجز، قوله أن مسكينة وفي

حدیث ابی ہریرۃ فی الصحیحین وغیرہما: أن رجلاً أسود، أو امرأة سوداء، كان يقم المسجد إلى آخر ما بسط^① مضمون حدیث یہ ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت سیاہ رنگ، یا مرد (شک راوی ہے) جو مسجد میں جھاڑو لگایا کرتا تھا۔ قَمَّ يَقْمُ مرادف ہے کنس یکنس کے، قمامہ کہتے ہیں کناسہ کو یعنی وہ کبڑا جو جھاڑو سے اکٹھا کیا گیا، ایک روز جب حضور ﷺ نے اس کو نہ دیکھا تو اس کے بارے میں سوال فرمایا، تو لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا تورات انتقال ہو گیا تھا، یعنی دفن دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہ خبر کی تم نے اس کی، اور پھر فرمایا کہ مجھ کو اس کی قبر بتاؤ کہ کہاں ہے، صحابہ نے آپ ﷺ کو اس کی قبر کی خبر دی آپ نے اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اوپر یہ موطا کی روایت سے گذر چکا کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے یہ فرمایا تھا کہ اس کی موت کی خبر مجھے کرنا، مگر صحابہ کرام نے اسی خیال سے آپ ﷺ کو اطلاع نہیں کی تاکہ رات میں آپ کو تکلیف نہ اٹھانی پڑے، بہر حال یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے، اس حدیث پر مکمل کلام میری ایک تقریر میں اس طرح لکھا ہوا ہے، مفید ہونے کی وجہ سے اس کو نقل کیا جاتا ہے اس میں لکھا ہے: شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک قبر پر نماز مطلقاً پڑھی جاسکتی ہے، اب یہ کہ کب تک؟ اس میں روایات مختلف ہیں، امام احمد کے نزدیک زائد سے زائد ایک ماہ تک، اور شافعیہ کے اس میں متعدد اقوال ہیں، من جملہ ان کے ایک تو یہی ہے، اور ایک قول ہے الی ثلاثة ايام، وقیل: ما لم یقبل الجثة، ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ مدت دراز گزرنے کے بعد نہیں پڑھی جائے گی لیکن ایک قول یہ بھی ہے يجوز الی الابد۔

حنفیہ کی طرف سے حدیث الباب کی توجیہ: حنفیہ و مالکیہ کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے اور جن صحابہ نے آپ ﷺ کے ساتھ پڑھی انہوں نے تبغایا پڑھی، اور دلیل خصوصیت یہ ہے کہ صحیح مسلم کی روایت میں ایک زیادتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْصُرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ^②، یعنی یہ قبور بالکل تاریک ہوتی ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ میری ان پر نماز کی وجہ سے ان کو روشن کر دیتا ہے، صحیح جواب یہی ہے، ویسے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ نے صحابہ کو اطلاع کرنے کا حکم فرمایا تھا اور انہوں نے اطلاع کی نہیں تو گویا وہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے وعدہ کیا تھا سو یہ بمنزلہ نذر کے ہو گیا، یہ جواب ابی نے شرح مسلم میں دیا ہے، اول کو صحیح قرار دیا ہے، اور ایک جواب حنفیہ کی طرف سے بعض نے یہ بھی دیا ہے کہ عموم بلوکی میں اخبار آحاد معتبر نہیں، نیز امام مالک نے جواب دیا کہ اس پر عمل اہل مدینہ نہیں، ابن الہائم نے کہا کہ یہ حدیث ہمارے خلاف ہے مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ اس کو بغیر نماز کے دفن کر دیا گیا ہوگا، لیکن یہ

① أوجز السالك إلى موطأ مالك - ج ٤ ص ٤٤٨

② صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب الصلاة على القبر ٩٥٦

بات صحابہ کرام سے مستبعد ہے اہل من الاوجز^۱۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم وابن ماجه، قاله المنذري۔

۶۲۔ بَابُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْمُسْلِمِ يَمُوتُ فِي بِلَادِ الشُّرُكِ

۸۸ مملکت کفار میں مرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنے کے حکم کے متعلق باب ۸۸

اور امام ترمذی نے باب قائم کیا: بَابُ مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّجَاشِيِّ، مصنف کا اشارہ بھی گواہ طرف ہے لیکن وصف عام کے ساتھ تاکہ نجاشی کی خصوصیت نہ سمجھی جائے، گویا اس باب میں مصنف صلاۃ علی الغائب کا حکم بیان کر رہے ہیں، اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو پہلے باب میں تھا، شافعیہ حنابلہ کے نزدیک یہ جائز ہے حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک ناجائز، ابن تیمیہ کا مسلک اس میں یہ ہے کہ جس مسلم کا انتقال دار الحرب میں ہو اس کی غائبانہ نماز جنازہ دارالاسلام میں پڑھی جاسکتی ہے اور یہی قید وہ ہے جس کو مصنف نے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے، اور بعض علماء (ابن حبان) کے نزدیک یہ اس صورت میں ہے جب کہ میت جہت قبلہ میں ہو اور اگر بلد میت قبلہ کی جانب نہ ہو تب جائز نہیں۔

۳۲۰۴۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ، وَكَثَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ»۔

ترجمہ: سعید بن المسیب حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو نجاشی کے مرنے کی خبر دی اسی دن جس دن کے اسکی وفات ہوئی تھی اور صحابہ کرام کو لیکر جنازہ گاہ تشریف لے گئے پھر صفیں بنائیں اور چار تکبیرات کہیں۔

تخریج: صحیح البخاری - الجنائز (۱۱۸۸) صحیح البخاری - المناقب (۳۶۶۷) صحیح مسلم - الجنائز (۹۵۱) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۲۲) سنن النسائي - الجنائز (۱۸۷۹) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۰۴) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۳۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۸۱/۲) موطأ مالك - الجنائز (۵۳۰)

شرح الحديث: نجاشی کا نام اصحہ تھا، ویسے نجاشی لقب ہے ہر ملک حبشہ کا ان کی وفات ۹ء میں ہوئی کما فی الخمیس والتلقیح وقال ابن الاثیر: أسلم في عهد النبي صلى الله عليه وسلم، وتوفي ببلادة قبل فتح مكة اه مختصر أعون^۲، ان کا ذکر ہمارے یہاں کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفين میں گذر چکا ہے۔

حدیث الباب میں یہ ہے کہ جس روز نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہوا اسی دن حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے انتقال کی خبر دی،

۱۔ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۴ ص ۴۵۴ - ۴۵۵

۲۔ عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ۹ ص ۲۲

اور آپ صحابہ کرام کو لیکر مصلیٰ کی طرف تشریف لے گئے اور صحابہ کرام کی باقاعدہ صف قائم کر کے نماز جنازہ آپ ﷺ نے ادا فرمائی چار تکبیرات کے ساتھ۔

مصلیٰ سے مراد حدیث میں مصلیٰ عیدین نہیں ہے بلکہ وہ جگہ مراد ہے جو نماز جنازہ پڑھنے کیلئے معین تھی بقیع الغرقہ میں، یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے جو صلاة علی الغائب کے قائل نہیں، مختصر اسکے دو جواب ہیں: ① یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام جنابات آپ ﷺ کے سامنے سے ہٹا دیئے گئے تھے اور گویا جنازہ بالکل آپ ﷺ کے سامنے تھا، اور ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ کے علاوہ یہ چیز کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتی، ② یا یہ کہا جائے کہ یہ حضرت نجاشیؓ کی خصوصیت ہے اس لئے کہ آپ ﷺ سے نجاشی کے علاوہ کسی اور میت غائب پر نماز پڑھنا ثابت نہیں ①۔

والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۲۰۵ -

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْطَلِقَ إِلَى أَرْضِ النَّجَاشِيِّ - فَذَكَرَ حَدِيثَهُ - قَالَ النَّجَاشِيُّ: أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَّ الَّذِي بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ، وَلَوْلَا مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمَلِكِ لَكُنْتُ حَتَّى أَجْمَلَ نَعْلَيْهِ."

شرح

حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم نجاشی کے ملک چلے جائیں پھر انہوں نے آپ ﷺ کی حدیث نقل فرمائی (اس میں ہے کہ) نجاشی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی اور اگر میں حکومت کے مشغلہ میں نہ ہوتا تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کے جوتے اٹھاتا۔

شرح الحدیث

ابو بردہ اپنے والد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا تھا، ہجرت الی الحبشہ کا یعنی مکہ مکرمہ سے، اس کے بعد ان کے والد نے ان سے اس ہجرت کی تفصیل بیان کی ہوں گی جو مصنف کی غرض سے علیحدہ ہیں اسی لئے مصنف نے حدیث کو مختصر کرتے ہوئے فرمادیا: فَذَكَرَ حَدِيثَهُ، ان نجاشی کے واقعات مسلمانوں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کے تاریخ کی کتابوں میں مشہور ہیں۔

حدیث الباب میں اس کے اسلام لانے کا ذکر ہے وہ یہ کہ انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی، اور اسلام لانے کے وقت یہ بھی کہا: وَلَوْلَا

① كذا اتذکر من بعض الأساتذة لكن ذكر صاحب عون المعبود: روى أنه صلى الله عليه وسلم صلى على أربعة من الصحابة الأول النجاشي، وقصة في الكتب الستة وغيرها، والثاني معاوية بن معاوية المزني، والثالث والرابع زيد بن حارثة وجعفر بن أبي طالب، ثم بسط الروايات في ذلك وفيه بعد ذكر الروايات والكلام عليها: والحاصل أن الأمر كمال قال الحافظ ابن عبد البر والبيهقي والذهبي أن أسانيد هذه الأحاديث ليست بالقوية لكن فيه تفصيل وهو إلى آخر ما ذكر.

مَا أَنَا فِيهِ مِنَ الْمَلِكِ لَكَيْتُهُ حَتَّى أَحْمِلَ نَعْلَيْهِ، اس میں انہوں نے اپنے ترک ہجرت الی المدینہ کا عذر بیان کیا ہے کہ اگر جس ملک اور بادشاہت میں میں اس وقت ہوں اگر اس کے عوارض اور لوازم میں مبتلا نہ ہوتا تو میں ہجرت کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوتا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے نعلین شریفین کو اٹھا کر (سر پر رکھنے کی) سعادت حاصل کرتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه وجعل الجنة مثواه۔

جو بادشاہ ہمارے نبی ﷺ کی اس طرح مدح سرائی کر رہا ہو اور ان پر جان نثار ہو رہا ہو ہمیں بھی اس سے محبت ہونی چاہئے، اگرچہ آپ کو کسی بادشاہ یا مخلوق کی مدح اور منقبت کی حاجت نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کے مدح خواں تو خود اللہ رب العالمین ہے، صلی اللہ علیہ وسلم و شرف و کرم و و قدر عظم۔

۶۳۔ باب فی جمع الموتی فی قبرا والقبر یعلم

۸۸ باب اجتماعی قبر بنانے اور قبر پر نشانی لگانے کے متعلق حکم کے بیان میں ۸۸

۳۲۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقُضَيْلِ الشَّجِسْتَانِي، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، بِمَعْنَاهُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدِ الْمَدَنِيِّ، عَنِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ، أَخْرَجَ بِجَنَازَتِهِ قَدُومًا، أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ، فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، قَالَ كَثِيرٌ: قَالَ الْمُطَّلِبُ: قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ: عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ حَسَرَ عَنْهُمَا ثُمَّ حَمَلَهَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ، وَقَالَ: «أَتَعْلَمُ بِهَا قَبْرُ أَخِي، وَأَذْفُنْ إِلَيْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِي».

سرجسٹا کثیر بن زید المدنی مطلب سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کی وفات ہوئی تو ان کا جنازہ اٹھایا گیا اور انہیں دفن کیا گیا تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ ایک پتھر لیکر آئے مگر وہ اسے اٹھانہ سکا تو آپ ﷺ خود بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور آپ نے اپنی دونوں آستینیں چڑھا کر اسے اٹھایا کثیر فرماتے ہیں کہ مطلب نے کہا وہ شخص جس نے مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ واقعہ نقل کیا اس نے کہا کہ گویا کہ میں آپ ﷺ کی دونوں کلائیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں جس وقت کہ آپ نے دونوں کلائیوں کو کھولا پھر پتھر اٹھایا اور اسکو حضرت عثمان بن مظعونؓ کے سرہانے رکھ دیا اور فرمایا کہ میں اس پتھر کے ذریعہ اپنے بھائی کی قبر پر نشانی لگا رہا ہوں اور میرے گھر والوں میں سے جب کسی کا انتقال ہو گا تو میں اسکو بھی یہاں دفن کروں گا۔

شرح الحدیث: اس باب میں مصنف نے جو حدیث ذکر کی اس کا مضمون یہ ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعونؓ کا انتقال ہوا جو کہ آپ کے رضاعی بھائی تھے، تو جب ان کو دفنایا گیا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو حکم فرمایا کہ کوئی بڑا سا پتھر اٹھا کر لائیں، وہ

گئے لیکن ان سے اٹھ نہ سکا، اس پر آپ ﷺ خود بنفس نفیس تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں آستین چڑھا کر اس پتھر کو اٹھایا اور عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے سرہانے اسکو رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو میں بطور علامت کے رکھ رہا ہوں، اور یہ بھی فرمایا: اور اسی کے قریب اپنے دوسرے اعزہ کو دفن کروں گا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کے سرہانے نشانی کے طور پر کوئی پتھر وغیرہ رکھ دینا مناسب ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک خاندان اور گھرانے کے لوگ اگر ایک ہی جگہ اور ایک ہی قبرستان میں دفنائے جائیں تو یہ بہتر ہے، ترجمہ الباب میں دو جزء تھے، اعلام قبر یعنی قبر پر کوئی علم اور نشان لگا دینا، اور دوسرا جزء جمع الموتیٰ فی قبر ہے، حدیث الباب سے جزء ثانی تو ثابت ہو رہا ہے، جزء اول کے ثبوت میں اشکال ہے، مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ ترجمہ میں قبر سے مراد قبرستان اور مقبرہ ہے، چنانچہ بعض نسخوں میں اسی طرح ہے فلا اشکال حیثیث۔

۶۴۔ بَابُ فِي الْحَقَائِرِ يَجِدُ الْعَظْمَ هَلْ يَتَنَكَّبُ ذَلِكَ الْمَتَّانُ؟

باب اس بیان میں کہ اگر گور کن قبر کھودتے ہوئے کوئی (مردے کی) ہڈی پائے تو کیا وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودے؟ یعنی اگر گور کن کوئی قبر کھود رہا ہو اور پھر اس جگہ میں کسی میت کی ہڈی نکل آئے تو کیا اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودے؟

۳۲۰۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْلَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ يَعْنَى، ابْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكْسْرِ حَيًّا».

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا (ہی گناہ) ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔

سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۰۷) سنن ابن ماجہ - ماجاء في الجنائز (۱۶۱۶) مسند احمد - باقي مسند الانصاري (۵۸/۶)

شرح الحديث: كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكْسْرِ حَيًّا: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میت کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی برا اور گناہ ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

اس حدیث سے اتنا تو معلوم ہو رہا ہے کہ گور کن کو چاہئے کہ اس ہڈی کو توڑے نہیں لیکن پورا ترجمہ الباب اس حدیث سے ثابت نہیں ہو رہا ہے، لیکن اس حدیث کا جو سبب ہے یعنی جس موقع پر حضور ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی تھی اس سے ترجمہ الباب کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، اور وہ روایت یہ ہے جس کو حضرت نے بذل^۱ میں ”درجات مرقاۃ الصعود“ سے نقل کیا ہے وہ یہ کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے، جب ہم وہاں پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی، حضور ﷺ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے، گور کن نے قبر کھودتے ہوئے ایک ہڈی نکال کر دکھائی جس کو وہ توڑنے لگا آپ ﷺ نے اس کو توڑنے سے منع فرمایا ورنہ کر مافی حدیث الباب، اور نیز فرمایا آپ نے اس ہڈی کو اسی قبر میں ایک

طرف کو دبا دے، اس سے ترجمۃ الباب کا حکم معلوم ہو گیا کہ دوسری جگہ قبر کھودنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہیں اس ہڈی کو چھپا دیا جائے، لیکن احترام کے ساتھ توڑا پھوڑا نہ جائے۔ والحدیث أخرجه ابن ماجه، قاله المنذر ہی۔

۶۵۔ بَابُ فِي اللَّحْدِ

باب ہے بغلی قبر بنانے کے بارے میں

۳۲۰۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَكَاةُ بْنُ سَلَمٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ عُبَايَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّحْدُ لِقَاءُ الشَّقِّ لَغَيْرِنَا».

حضرت سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق دوسروں کے لئے ہے۔

جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۵) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۰۹) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۰۸) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۵۴)

شرح الحدیث: اللَّحْدُ لِقَاءُ الشَّقِّ لَغَيْرِنَا: قبر کی دو قسمیں ہیں: ① لحد ② اور شق، شق تو وہی جو ہمارے دیار میں رائج ہے یعنی سیدھی قبر، اور لحد بغلی قبر یعنی زمین شق کرنے کے بعد قبلہ کی جانب میں ایک غار گڑھا سا اور کھودتے ہیں اور پھر میت کو اس میں رکھتے ہیں، پیچھے کی طرف سے اسکو پاٹ دیتے ہیں، جہاں کی زمین سخت ہو وہاں یہ قبر بن سکتی ہے، جائز دونوں قسمیں ہیں، صحابہ کرام میں ایک صحابی لا جحد تھے یعنی لحد بناتے تھے ابو طلحہ انصاریؓ، اور ایک صحابی شقاق تھے وہ شق بناتے تھے یعنی ابو عبیدہ بن الجراحؓ۔

لِقَاء سے مراد مؤمنین اُمت محمدیہ اور غیریہ سے مؤمنین ام سابقہ، اور مطلب یہ ہے کہ ہم لحد کو اختیار کرتے ہیں وہ ہمارے لئے اولیٰ ہے شق کے مقابلہ میں، اس صورت میں اس سے مقصود فضیلت لحد کو بیان کرنا ہے، نھی عن الشق مقصود نہیں اس لئے کہ حضرت ابو عبیدہؓ باوجود اپنی جلالت شان کے دین اور امانت میں یہ کام کرتے تھے، نیز اگر شق ممنوع ہوتی تو صحابہ کرام حضور ﷺ کی قبر کے بارے میں یہ فیصلہ نہ فرماتے کہ لا حد اور شقاق ان دونوں میں سے جو پہلے آئے گا اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ اور مسند احمد کی ایک روایت میں: اللَّحْدُ لِقَاءُ الشَّقِّ لِأَهْلِ الْكِتَابِ ہے ①، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر مراد لنا سے مسلمین اور لغیرنا سے یہود و نصاریٰ ہیں تب تو اس صورت میں لحد کی فضیلت بلکہ کراہیت شق پر اس حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور اگر مراد لغیرنا سے ام سابقہ ہیں تو اس میں صرف اشارہ ہے افضلیت لحد کی طرف (عون ②) اور کہا گیا ہے کہ لنا میں ضمیر

① مسند احمد - مسند الکوفین - ومن حدیث جریر بن عبد اللہ الخ ۱۹۲۱۳

② عون المعبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۹ ص ۲۵

جمع سے مراد خود متکلم کی ذات ہے یعنی لی یعنی آپ اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ میں اپنے لئے لحد کو پسند کرتا ہوں اور غیرنا سے مراد دوسرے لوگ، ففی الأوجز: قال الطیبری: یمکن أن یکون علیه الصلاة والسلام عنی بضمیر الجمع نفسه أي أوثر اللحد وهو إخبار عن الکائن فیكون معجزة، قال السید: لهذا التوجیه بعید جد القولہ السلام: الشق لغیرنا، اور اسکے بعد ایک احتمال یہ لکھا ہے کہ لنا سے مراد معاصر الانبیاء یعنی اللحد لنا معاصر الانبیاء والشق جائز لغیرنا ۱۔ والحدیث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذری۔

۶۶۔ باب کَمْ یَدْخُلُ الْقَبْرُ

باب (میت کو رکھنے کے لئے) کتنے آدمی قبر میں اترنے چاہئیں؟

یعنی میت کو قبر میں رکھنے کے لئے کتنے آدمی قبر میں اتریں؟

۳۲۰۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: «عَسَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَالْقُضْلُ، وَأَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَهُمْ أَدْخَلُوهُ قَبْرَهُ». قَالَ: حَدَّثَنِي مُرَحَّبُ بْنُ أَبِي مُرَحَّبٍ، أَنَّهُمْ أَدْخَلُوهُمُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلِيٌّ قَالَ: «إِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ أَهْلُهُ».

اسماعیل بن ابی خالد، حضرت عامر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حضرت علی حضرت فضل اور حضرت اسامہ بن زید نے غسل دیا اور وہی قبر میں اترے اور راوی کہتے ہیں کہ مرحب یا ابن ابی مرحب نے مجھے بتلایا کہ یہ حضرات اترے اور ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی تھے پھر جب یہ حضرات تدفین سے فارغ ہو گئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میت کو اسکے گھر والے ہی دفنایا کرتے ہیں۔

شرح الحدیث یعنی حضور ﷺ کو غسل دینے والے یہ تین حضرات تھے: علی، فضل بن عباس، اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور ان ہی نے آپ ﷺ کو قبر میں اتارا تھا، اور آگے ایک روایت میں ہے کہ ان تینوں نے اپنے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھی شامل کر لیا تھا یعنی اصل تو یہ تین آدمی تھے جو گھر کے تھے، اور ان ہی نے ضرورۃً حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھی شامل کر لیا تھا۔

قال: إِنَّمَا يَلِي الرَّجُلَ أَهْلُهُ: یعنی جب آپ ﷺ کی تدفین سے یہ حضرات فارغ ہوئے تو چونکہ اور بڑے بڑے حضرات صحابہ کرام جاں نثار کھڑے ہوئے تھے جو اس عمل میں شریک نہیں تھے یعنی غسل اور قبر کے اندر اتارنے میں تو اس لئے حضرت علیؑ نے بطور معذرت یہ جملہ فرمایا کہ میت کو اس کے گھر والے ہی دفنایا کرتے ہیں، مطلب تو ظاہر ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہ رہے ہیں کہ

اس کام کو کرنے والے ہم اس لئے نہیں ہیں کہ ہم اوروں سے افضل ہیں بلکہ وجہ یہ ہے جو انہوں نے فرمائی دراصل یہ مقام، مقام تنافس تھا اور بڑے شرف کی چیز تھی جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمائی اہل بیت میں سے ہونے کی وجہ سے۔

چار آدمیوں کا قبر کے اندر اترنا جو ہمارے یہاں رائج ہے یعنی شق اس میں تو مشکل ہے لیکن لحد میں گنجائش ہوتی ہے۔

۳۲۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ أَبِي مُرَحَّبٍ، "أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ نَزَلَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِمْ أَرْبَعَةً".

سرخسٹ: ابو مرحب سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نبی کریم ﷺ کی قبر شریف میں اترے اور گویا میں دیکھ رہا ہوں ان حضرات کی طرف وہ چار تھے۔

۶۷ - بَابُ فِي الْمَيِّتِ يُدْخَلُ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ

باب ہے میت کو اسکی قبر میں کس طرح داخل کیا جائے؟

یعنی میت کو قبر میں اتارنے کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟ اس میں دو مذہب ہیں ایک وہ جس کو حنفیہ نے اختیار کیا، وہ یہ کہ میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارا جائے یعنی سریر میت کو قبر کی دائیں جانب اس کے عرض میں رکھا جائے اور پھر اس کے پورے جسم کو ایک ساتھ اس میں داخل کر دیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے جس کو شافعیہ اور حنابلہ نے اختیار کیا جیسا کہ حدیث الباب میں ہے کہ میت کو قبر کے پائتانہ سے داخل کرنا اولیٰ ہے اس صورت میں سریر میت کو طولا قبر کے نیچے کی طرف رکھا جائے گا اور پھر بتدریج اس کو قبر میں سر کی جانب سے داخل کیا جائے گا، اور اس میں ایک تیسرا طریقہ ہے جو حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول ہے کہ میت کو قبر میں قبر کے سرہانے کی جانب سے داخل کیا جائے لہذا یہ تین قول ہو گئے کذا فی العون عن سبل السلام^۱، علامہ شوکانی وغیرہ نے حنفیہ کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ "انہ الیسر" کہ یہ طریقہ داخل کرنے کا زیادہ آسان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اتباع السنۃ اولیٰ من الرأی۔ لیکن صاحب سبل السلام نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں: قلت: بل ورد به النص کما یأتی فی شرح حدیث جابر فی التھی عن الدفن لیلًا فانہ أخرج الترمذی من حدیث ابن عباس ما هو نص فی إدخال المیت من قبل القبلة ویأتی أنه حدیث حسن فیستفاد من المجموع أنه فعل یخیر فیہ اه^۲، حاشیہ ہدایہ میں حضرت مولانا محمد حسن سنہلیؒ نے اس تخمینہ کو امام مالکؒ اور ظاہریہ کا مذہب لکھا ہے، یعنی ان کے نزدیک اختیار ہے اور دونوں برابر ہیں یہ حدیث ابن عباسؓ جس کی طرف صاحب السبل نے اشارہ کیا ہے وہ ہے جس کو امام ترمذیؒ نے باب ما جاء فی الدفن باللیل میں ذکر فرمایا ہے: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا، فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ، فَأَخَذَهُ

۱ عون المعبود شرح سنن ابی داود - ج ۹ ص ۲۹

۲ سبل السلام الوصلة إلى بلوغ المرام - ج ۳ ص ۳۷۲

أبي سعيد، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَخَذَ مِنْ قَبْلِ الْقَبِيلَةِ، وَاسْتَقْبَلَ اسْتِقْبَالَ» ①

۶۸۔ باب الجُلوس عند القبر

باب قبر کے قریب کس طرح بیٹھنا چاہیے؟

۳۲۱۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَادَانَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ لَرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَتَيْنَاهَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقَبِيلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری آدمی کے جنازہ میں نکلے جب وہاں پہنچے تو قبر ابھی کھودی نہیں گئی تھی تو نبی کریم ﷺ قبلہ کی جانب رخ فرما کر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

سنن النسائي - الجنائز (۲۰۰۱) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۱۲) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۴۸) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۸۸/۴) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۲۹۷/۴)

شرح الحديث: یعنی اگر قبر تیار ہونے میں دیر ہو وہ کھودی جا رہی ہو تو ایسی صورت میں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، عام طور سے بات چیت میں اور فضولیات میں لوگ لگ جاتے ہیں، اسکے بارے میں حدیث الباب میں یہ ہے حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازہ میں قبرستان گئے، قبر ابھی تک تیار نہیں ہوئی تھی تو آپ ﷺ رو بہ قبلہ ساکت بیٹھ گئے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اسی طرح بیٹھ گئے۔ بذل میں ہے کہ نسائی کی روایت میں یہ زیادتی ہے: وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِنَا الظِّلُّ ②، بہتر یہ ہے کہ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے میت کے ایصالِ ثواب کیلئے تلاوت کی جائے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ایک صاحب زادی شادی شدہ جس کا جوانی ہی میں انتقال ہو گیا تھا اور حضرت شیخ جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے تھے، قبر کھودی جا رہی تھی لوگ ایک سائبان کے نیچے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، یہ احقر بھی حضرت شیخ کے پاس ہی بیٹھا تھا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ سورۃ یسین پڑھ، اور حضرت خود بھی مسلسل پڑھتے رہے، یغفر اللہ تعالیٰ لنا ولہا۔ والحديث أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

① سنن ابن ماجه - كتاب الجنائز - باب ما جاء في إدخال الميت القبر ۱۵۵۱-۱۵۵۲

② بدل البجھودي حل أبي داود - ج ۱ ص ۱۸۲

۶۹۔ باب فی الدعاء للمیت إذا وضع فی قبره

۴۴ باب مردے کو جب قبر میں اتاریں تو اس وقت کونسی دعا پڑھی جائے

۳۲۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِي الْقَبْرِ قَالَ: «بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». هَذَا الْقَطْعُ مُسْلِمٌ.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مردے کو قبر میں رکھتے تو پڑھتے: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یہ مسلم بن ابراہیم استاد کے الفاظ ہیں۔

شرح: جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۶) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۱۳) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۵۰) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۲۷/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۴۰/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۵۹/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۶۹/۲) مسند أحمد - مسند الکثرین من الصحابة (۱۲۸/۲)

شرح الحدیث: یعنی میت کو قبر میں رکھتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے، حدیث الباب میں حضور ﷺ کا یہ معمول مذکور ہے کہ آپ ﷺ اس وقت: بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پڑھا کرتے تھے۔ والحدیث أخرجه النسائي مسند او موقوفاً، قاله المنذرى۔

۷۰۔ باب الرجل يموت له قربة مشرك

۴۴ باب کسی (مسلمان) کا کوئی کافر رشتہ دار وفات پا جائے اس کا حکم

یعنی اگر کسی مسلمان کا کافر عزیز و قریب مر جائے تو کیا کیا جائے؟

۳۲۱۴۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ، عَنْ نَاجِيَةَ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ السَّلَامِ، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ عَمَّتَ الشَّيْخِ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ، قَالَ: «أَذْهَبْ فَوَارِثَاتِكَ، ثُمَّ لَا تُحْدِثَنَّ شَيْئًا، حَتَّى تَأْتِيَنِي» قَدْ هَبْتُ فَوَارِثَتَهُ وَجَنَّتُهُ فَأَمَرَنِي فَأَغْتَسَلْتُ وَدَعَا لِي.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ کے ضعیف العمر چچا کا گمراہی میں انتقال ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ تم اپنے والد کی تدفین کر کے آ جاؤ اور جب تک میرے پاس نہ آؤ کوئی اور کام نہ کرنا تو میں گیا اور ان کی تدفین کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے مجھے غسل کا حکم فرمایا میں نے غسل کیا تو آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔

سنن النسائي - الجنائز (۲۰۰۶) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۱۴)

شرح

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے آکر عرض کیا کہ آپ ﷺ کے بوڑھے گمراہ چچا کا انتقال ہو گیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر جا اپنے باپ کو مٹی میں دبا دے، اور یہ بھی فرمایا بطور اہتمام کے کہ دبانے کے بعد کسی اور کام میں نہ لگ جانا فوراً مجھ کو آکر اطلاع کرنا (ثُمَّ لَا تُجِدُنَّ شَيْئًا) یہ احداث سے ہے جس کے معنی کوئی کام کرنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں فوراً گیا اور ان کو دبا کر آپ ﷺ کے پاس آگیا تو آپ ﷺ نے مجھے غسل کا حکم دیا، اور آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ والحديث أخرجه النسائي، قاله المنذرى۔

۷۱۔ باب في تعميق القبر

باب قبر کو گہرا کھودنے کے متعلق حکم کے بیان میں

یعنی قبر کتنی گہری ہونی چاہیے؟ قالت الحنفية: أن يعمق إلى الصدر، وإلا فإلى السرة (بذل) (۱) وفي نور الإيضاح: ويحفر القبر نصف قامة أو إلى الصدر، وإن زيد كان حسناً (۲)، اور امام شافعی کے نزدیک بقدر القامة، وقال مالك: لا حد لإعماقه (۳)۔
۳۲۱۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُخَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ هِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جَاءَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَالُوا: أَصَابَنَا قَرْحٌ وَجَهْدٌ، فَكَيْفَ تَأْمُرُنَا، قَالَ: «اجْفِرُوا وَأَوْسِعُوا، وَاجْعَلُوا الرَّجُلَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ» قِيلَ: فَأَيُّهُمْ يُقَدَّمُ؟ قَالَ: «أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا» قَالَ: أُصِيبَ أَبِي يَوْمَئِذٍ عَامِرُ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَوْ قَالَ وَاحِدٌ۔

ہشام بن عامرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ انصاری حضرات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں احد کے دن حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم لوگ زخمی اور مشقت میں ہیں تو آپ ﷺ فرمائیے اب کیا کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبریں خوب گہری اور وسیع کھود لو اور دو دو تین تین کو ایک قبر میں دفن دو لوگوں نے عرض کیا کہ آگے کس کو رکھیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو زیادہ قرآن پڑھا ہو۔ ہشام فرماتے ہیں کہ اس روز میرے والد عامر بھی شہید ہو گئے اور انکی دو یا ایک آدمی کے ساتھ تدفین ہوئی۔

۳۲۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ يَحْيَى الْأَنْطَاكِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَحْيَى الْقَزَائِرِيُّ، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ هِلَالٍ، بِإِسْنَادٍ وَمَعْنَاهُ أَذْفِيهِ: وَأَعْمَقُوا۔

① بذل الجهد في حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۱۸۵

② نور الإيضاح - ص ۱۹۱

③ عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ۹ ص ۳۴

ترجمہ: ایوب نے حمید بن ہلال سے اسی گزشتہ حدیث کی سند اور اسی کے ہم معنی روایت نقل کی اور اسمیں یہ اضافہ ہے کہ قبروں کو خوب گہرا کرو۔

۳۲۱۷- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ هِلَالٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ بْنِ عَامِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ. **ترجمہ:** حمید یعنی ابن ہلال، سعد بن ہشام بن عامر سے یہی حدیث روایت کرتے ہیں۔

جامع الترمذی - الجہاد (۱۷۱۳) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۱۱) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۱۵)

شرح الأحادیث: یعنی جنگ احد میں آپ ﷺ کی خدمت میں بعض انصار آئے، اور آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہم لوگ زخمی اور مشقت میں ہیں تو اب کیا کیا جائے، یعنی ستر قبریں کھودنا بڑا مشکل کام ہے، تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبریں خوب گہری اور وسیع کھود لو اور دو دو تین تین کو ایک ایک قبر میں دفنا دو، ہشام کہتے ہیں کہ میرے باپ عامر بھی اس روز شہید ہو گئے تھے جن کو دو کے درمیان دفنایا گیا تھا ایک کے ساتھ اور نسائی کی روایت میں ہے: فَكَانَ أَبِي ثَالِثَ ثَلَاثَةٍ فِي قَبْرِ ۱ بغیر شک کے، یعنی جس قبر میں میرے والد دفنائے گئے تھے تو اس میں دو ان کے علاوہ تھے۔ والحديث أخرجه الترمذی والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۷۲۔ بَابُ فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ

۷۲ باب قبر کو برابر کرنے کے متعلق

۳۲۱۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي هَيْجَاجٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: بَعَثَنِي عَلِيٌّ، قَالَ لِي: أَبْعَثْكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنْ لَا أَدْعَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتُهُ، وَلَا تَمْتَلَأَ إِلَّا طَمَسْتُهُ».

ترجمہ: ابوہیجاج الاسدی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علیؑ نے یہ کہہ کر بھیجا کہ میں تمہیں اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کام کیلئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے بھیجا کہ میں کوئی اونچی قبر نہ چھوڑوں مگر یہ کہ اسکو برابر کر دوں اور نہ تصویر کو مگر یہ کہ اسکو مٹا دوں۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۹) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۴۹) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۳۱) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۱۸) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۸۹/۱) مسند احمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (۹۶/۱)

شرح الحدیث: ابوہیجاج اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں تم کو اس کام کیلئے بھیجتا ہوں جس کام کیلئے مجھ کو حضور ﷺ نے بھیجا تھا اور پھر آگے وہ کام بتلایا کہ کیا ہے کہ نہ چھوڑوں میں کسی قبر کو جو اونچی ہو مگر یہ کہ اسکو برابر کر دوں یعنی

زمین کے، مراد قرب ہے، اور نہ چھوڑوں کسی تصویر کو مگر یہ کہ اس کو مٹا ڈالوں۔

اس حدیث میں ارتقاء قبر سے روکا گیا ہے کہ قبر زیادہ اونچی نہ بنائی جائے، یہ امر تو مجمع علیہ ہے کہ قبر زیادہ اونچی نہ ہونی چاہیے زمین کے قریب رفع یسر کے ساتھ ہونی چاہیے، قال النووی: ہولع لمخو شہر^①۔

دوسری چیز جو اس حدیث میں مذکور ہے وہ تسویۃ القبر ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں ہے، اب یہ کہ تسویہ سے کیا مراد ہے؟ جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدم الرفع الزائد ہے کہ زائد اونچی نہ ہو، اور دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ اس سے مراد تسطیح ہے، یعنی قبر کو مسطح بنانا، یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قبر میں تسنیم اولیٰ ہے یا تسطیح؟ ائمة ثلاث ومنہم الخفیۃ تسنیم قبر کے قائل ہیں یعنی قبر مستم اور کوہان نما ہونی چاہیے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبر کا مسطح ہونا اولیٰ ہے۔

حضور ﷺ کی قبر کی بارے میں روایات مختلف ہیں ہدایہ میں ہے: ویسنم القبر ولا یسطح، ای لا یربع لانه صلی اللہ علیہ وسلم ھمی عن تربیع القبور ومن شہد قبرہ علیہ الصلاۃ والسلام أخبر انہ مسنم، یعنی حضور ﷺ کی قبر دیکھنے والوں نے بتایا ہے کہ وہ مسنم ہے، قال الحافظ فی الدراریۃ: ویعارضہ ما روی من عدۃ طرق من اھا کانت مسطحۃ، ثم قال: وجمع بینھما الحاکم باھا کانت اولاً کذلک ای مسطحۃ ثم لما سقط الجدار سنمت^②، یعنی حاکم نے حضور ﷺ کی قبر کے بارے میں اختلاف روایات میں تطبیق اس طرح فرمائی ہے کہ شروع میں تو وہ مسطح ہی تھی (کما قال الشافعی) پھر جب کسی زمانہ میں (فی خلافت ولید بن عبد الملک فی امارۃ عمر بن عبد العزیز) حجرہ شریفہ کی دیوار ساقط ہو گئی تھی تو اس وقت اسکو مسنم بنا دیا گیا تھا۔ قلت: وأخرج البخاری فی صحیحہ عن سفیان الثمار "انہ رأى قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسنماً"^③۔ والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی، قالہ النذری۔

۳۲۱۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيَّ حَدَّثَهُ، قَالَ: كُنَّا مَعَ فَضَالَةَ بْنِ عُثَيْدٍ بِرُودِسَ مِنْ أَرْضِ الرُّومِ، فَتَوَلَّى صَاحِبُ لَنَا، فَأَمَرَ فَضَالَةَ بِقَبْرِهٖ فَنَسُوِي، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَأْمُرُ بِتَسْوِيَّتِهَا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «رُودِسُ جَزِيرَةٌ فِي الْبَحْرِ».

ترجمہ: ابو علی ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضالہ بن عبید کے پاس تھے مقام رودس میں جو ملک روم میں ہے ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہ نے ان کیلئے قبر بنانے کا حکم دیا تو وہ زمین سے برابر رکھی گئی پھر فرمایا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا قبر کو برابر رکھنے کا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ رودس ایک جزیرہ ہے بحیرہ روم میں۔

① النہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ۷ ص ۳۶

② الدراریۃ فی تخریج احادیث الهدایۃ - ج ۱ ص ۲۴۲

③ عون العبود شرح سنن ابی داؤد - ج ۹ ص ۳۹

صحیح مسلم - الجنائز (۹۶۸) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۳۰) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۱۹) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۱۸/۶) مسند احمد - باقی مسند الانصار (۲۱/۶)

شرح الحدیث: ابو علی ہمدانی کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضالہ بن عبیدؓ کے پاس تھے مقام روزس میں جو ملک روم میں ہے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہؓ نے ان کے لئے قبر بنوائی جس کو زمین سے زیادہ اونچا نہیں رکھا گیا (علی قول الجہور) یا مسطح بنایا گیا غیر مسنم اور فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ اسی کا حکم فرماتے تھے۔

آگے مصنف فرماتے ہیں کہ روزس ایک جزیرہ ہے بحر روم میں، روزس کے ضبط میں بھی کافی اختلاف ہے کہ بضم الراء ہے یا بفتح الراء، نیز واو کے بعد دال مہملہ ہے یا زال مجمہ، ویسے یہ وہی جگہ ہے جو ”روزس“ کے ساتھ مشہور ہے یورپ کے علاقہ میں۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی، قاله المنذرى۔

۳۲۲۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قُدَيْلَةَ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ هَانِئٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَقُلْتُ: يَا أُمِّهِ اكْشِفِي لِي عَنْ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، «فَكَشَفَتْ لِي عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُورٍ لَا مُشْرِفَةَ، وَلَا لَاطِئَةَ مَبْطُوحَةٍ يَبْطَحُاءُ الْعَرَضَةَ الْحُمْرَاءُ» قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت ہے میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اماں جان! مجھے آپ ﷺ اور آپ کے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھلا دیجئے تو انہوں نے میرے لئے پردہ ہٹا دیا تینوں قبروں سے تو وہ ایسی تھیں کہ نہ تو اونچی تھیں نہ بالکل زمین سے لگی ہوئیں جن پر مقام عرصہ کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں ابو علی فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر آگے ہے اور حضرت ابو بکرؓ آپ کے سر مبارک کے قریب ہیں اور حضرت عمرؓ آپ کے قدموں کی جانب ہیں کہ حضرت عمرؓ کا سر آنحضرت ﷺ کے قدموں کے نیچے ہے۔

شرح الحدیث: حضرت عائشہؓ کے بھتیجے حضرت قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عائشہؓ کے یہاں گیا (اور چونکہ ان ہی کے حجرہ شریفہ میں حضور ﷺ اور حضرات شیخین کی قبریں ہیں جن کی طرف پردہ پڑا ہوتا ہے) اور ان سے عرض کیا کہ اماں جی! مجھے حضور ﷺ اور آپ کے صاحبین کی قبریں کھول کر دکھلا دیجئے، انہوں نے پردہ ۱ ہٹا دیا تو میں نے تین قبریں ایسی دیکھیں جو نہ اونچی تھیں نہ بالکل زمین سے لگی ہوئی تھیں، جن پر مقام عرصہ کی سرخ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں مبطوحہ بمعنی مفروشہ، اور عرصہ جگہ کا نام ہے، اور بطحاء بمعنی حصباء اور الحمراء بطحاء کی صفت ہے۔

① یہ تو اس زمانہ کی بات ہے کہ قبور کی جانب ایک پردہ پڑا ہوتا تھا بعد میں اس حجرہ شریفہ میں مختلف زمانوں میں تعمیر کی تعمیرات ہوتے رہے ستوط حائط کا یہی قصہ پیش آیا جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان قبور ثلاثہ کے ارد گرد اونچی دیوار سے احاطہ کر دیا تھا، اب تو ان قبور تک پہنچنا بھی ممکن نہیں رہا۔

قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: يُقَالُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقَدَّمٌ وَأَبُو بَكْرٍ عِنْدَ رَأْسِهِ، وَعُمَرُ عِنْدَ يَمَانِيهِ، رَأْسُهُ عِنْدَ يَمَانِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَعْنِي أَيْسَ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور دوسرا قول اس میں یہ ہے کہ عمر فاروق کی قبر صدیق اکبر کے قد میں کے محاذات میں ہے، ہکذا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۷۳۔ بَابُ الْإِسْتِغْفَارِ عِنْدَ الْقَبْرِ لَمْ يَتَّيَّنْ فِي وَقْتِ الْإِنْصِرَافِ

باب ہے تدفین سے فارغ ہو کر لوٹتے وقت مردہ کے لئے قبر کے پاس بیٹھ کر استغفار کرنے کے متعلق

۳۲۲۱ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَجِيرٍ، عَنْ هَانِئٍ، مَوْلَى عُثْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُّوا إِلَهُ التَّغْيِيبِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «بَجِيرٌ ابْنُ رَيْسَانَ».

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر تھوڑی دیر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اسکے منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اسلئے کہ اس سے اس وقت سوال کیا جائے گا۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ راوی بحیر، ريسان کے بیٹے ہیں۔

شرح الحدیث: تدفین کے بعد میت کیلئے دعاء کرنا: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب آپ دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر تھوڑی دیر کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار اور تثبیت کی دعاء کرو اس لئے کہ اس سے اس وقت سوال کیا جائے گا، ”تثبیت کی دعاء کرو“ یہ اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف: يُعَيِّدُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ^۱، قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جن کی وفات

۱ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (سورۃ ابراہیم ۲۷)

مدینہ منورہ میں ہوئی تھی اور تدفین جنت البقیع میں اہل بیت کے قریب، دفن کے وقت مسجد نبوی کے کئی ائمہ بھی موجود تھے، دفن سے فراغت کے بعد امام مسجد نبوی شیخ عبد اللہ خربوش جو قبر کے کنارہ پر اخیر تک بیٹھے رہے تھے، انہوں نے رفع یدین کے ساتھ جہر اشح کیلئے دعاء کرائی تھی، اور باقی ائمہ البقیع کے دروازہ پر کھڑے تھے اور ملنے والوں سے تعزیتی جملے استعمال کر رہے تھے، اور اسی طرح حضرت شیخ کی اہلیہ مرحومہ، والدہ مولانا طلحہ جن کا انتقال نظام الدین دہلی میں ہوا تھا اور مسجد کے عقب میں تدفین ہوئی، تدفین کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی تھوڑی دیر وہاں قبر پر رک گئے اور دوسرے لوگ بھی، اور حضرت جی نے مولانا افتخار صاحب سے استزاج کے بعد رفع یدین کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے دعاء کرائی، یغفر اللہ لنا ولہم۔

۷۴۔ باب کراہیۃ الذبح عند القبر

باب قبر پر جانور ذبح کرنے کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان

۳۲۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ»، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: «كَأَلَوْا يَعْقُرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ بَقْرَةً أَوْ شَاةً».

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے۔ عبد الرزاق فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ قبروں کے قریب جا کر گائے یا کچھ اور جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

سنن أبی داؤد - الجنائز (۳۲۲۲) مسند أحمد - باقی مسند المکثرین (۱۹۷/۳)

یہ وہی حدیث ہے جس کا حوالہ ہم نے کتاب الاضحیہ میں: تھی رسول اللہ ﷺ عَنْ مَعَاذَةَ الْأَعْرَابِ^۱ کے ذیل میں دیا تھا۔

اس حدیث کی تفسیر خود کتاب میں راوی کی جانب سے مذکور ہے: کَالَوْا يَعْقُرُونَ عِنْدَ الْقَبْرِ، یعنی زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ کسی بڑے آدمی کی قبر پر کوئی جانور ذبح کر کے چھوڑ دیتے تھے گائے وغیرہ ضیافت سبب و طیور کی نیت سے، کہ جس طرح یہ لوگوں کی اپنی زندگی میں مہمانی کرتا تھا اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی ہم اس کی طرف سے جانوروں کی ضیافت کا انتظام کریں، اور بعض اس نیت سے ذبح کرتے تھے جو ان میں سے بعث کے قائل تھے تاکہ اس صاحب قبر کا حشر اس جانور پر سوار ہو کر ہو قیامت کے دن، وَالْأَفْيَئُتْ، یعنی اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو اس کو پیدل اٹھ کر جانا پڑے گا، اسی رسم جاہلیت کی تردید میں آپ فرما رہے ہیں: لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ، کتاب الاضحیہ میں ایک اور حدیث گزری ہے: تھی رسول اللہ ﷺ

عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ^۱، یہ حدیث بھی چونکہ ذبح سے متعلق ہے اس لئے ہم نے اس پر تنبیہ کر دی تاکہ طلبہ کے ذہن میں رہیں یہ حدیثیں، اور امتحان دینے میں سہولت ہو۔

۷۵۔ بَابُ الْمَيِّتِ يُصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ وَبَعْدَ حِينَ

باب ہے کچھ مدت گزرنے کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق

اور اس سے پہلے بھی ایک باب گذرا ہے: بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْقَبْرِ، یہاں ”بعد حین“ کی قید ہے۔

۳۲۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْحَثِرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا فَصَلَّى عَلَى أَهْلِ أُحُدٍ، صَلَاتَهُ عَلَى الْمَيِّتِ، ثُمَّ انْصَرَفَ».

ترجمہ: ابو الحثیر، عقبہ بن عامرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن نکلے اور آپ نے شہداء احد پر نماز پڑھی جیسے آپ ﷺ میت پر جنازہ کی نماز پڑھتے تھے پھر واپس تشریف لے آئے۔

۳۲۲۴۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيَوَةَ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: «إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ بَعْدَ مَمَاتِي سِنِينَ كَالْمَوْتِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ».

ترجمہ: حیوۃ بن شریح نے یزید بن حبیب سے اسی گزشتہ حدیث کو روایت کیا تو فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے شہداء احد کی آٹھ سال بعد نماز پڑھی گویا حضور ﷺ زندوں اور مردوں سے رخصت ہونے والے ہوں۔

تحقیق: صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۷۹) صحیح البخاری - المناقب (۳۴۰۱) صحیح البخاری - المغازی (۳۸۱۶) صحیح البخاری - الرقاق (۶۰۶۲) صحیح البخاری - الرقاق (۶۲۱۸) صحیح مسلم - الفضائل (۲۲۹۶) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۵۴) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۲۳) مسند أحمد - مسند الشاميين (۱۴۹/۴)

شرح الحدیث: یعنی آپ ﷺ نے ایک مرتبہ شہداء احد کی قبور پر اسی طرح نماز پڑھی جس طرح میت کی پڑھی جاتی ہے، اور اس کے بعد دوسری روایت میں ہے کہ یہ نماز آپ ﷺ نے آٹھ سال بعد پڑھی تھی گویا ۱۱۔ میں۔

اس حدیث کا ذکر ہمارے یہاں بَابُ فِي الشَّهِيدِ يُغَسَّلُ فِي صَلَاةِ عَلَى الشَّهِيدِ کی بحث میں گذر چکا، آگے روایت میں یہ ہے: كَالْمَوْتِ لِلْأَحْيَاءِ وَالْأَمْوَاتِ یعنی آپ ﷺ کا یہ شہداء احد کی نماز پڑھنا اتنی مدت کے بعد اور اپنے زمانہ وفات کے قریب بطور تودیع و رخصت کے تھا، احیاء کی تودیع بھی اور اموات کی تودیع بھی، احیاء کی تودیع تو آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں بار بار فرمائی: بِقَوْلِهِ: خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ لَعَلِّي لَا أَرَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا^۲، حجۃ الوداع میں متعدد مقامات پر آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد

۱۔ سنن أبي داود - كتاب الضحايا - باب في المبالغة في الذبح ۲۸۲۶

۲۔ السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الحج - باب الإبطاع في وادي محسر ۹۵۲۴

فرمایا، یہ تو ہونی تو دلچ احیاء اور یہ شہداء احد کی قبر پر نماز اس کی آسمان کی تودیع سمجھ لیجئے۔ والحديث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۷۶۔ باب فی القیاء علی القبر

۷۸ باب ہے قبر پر تعمیر کے متعلق حکم کے بارے میں ۸۸

۳۲۲۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَيَّ أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصِّصَ وَيُبَيِّنَ عَلَيْهِ».

ترجمہ ابو الزبیر نے جابرؓ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم سرور دو عالم ﷺ سے سنا کہ آپ نے قبر پر بیٹھنے اسکو پختہ کرنے اور اس پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا۔

۳۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ سَلِيمَانَ بْنِ مُوسَى، وَعَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ، وَزَادَ سَلِيمَانُ بْنُ مُوسَى: أَوْ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «خَفِيَ عَلَيَّ مِنْ حَدِيثِ مُسَدَّدٍ خَرُفٌ وَأَنْ».

ترجمہ سلیمان بن موسیٰ اور ابو الزبیر نے حضرت جابرؓ سے اس حدیث کو روایت کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں قبر کو ایک بالشت سے زیادہ بلند کرنے کی ممانعت کا بھی ذکر کیا۔ سلیمان بن موسیٰ نے یہ اضافہ بھی بیان کیا کہ اس سے منع کیا کہ قبر پر کچھ تحریر کیا جائے اور مسدد نے اپنی حدیث میں اَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ بیان نہیں کیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ مسدد کی حدیث میں لفظ اَنْ مجھ پر مخفی رہا۔

تحیح صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۰) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۵۲) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۲۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۲۵) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۰۶۲) مسند احمد - باقي مسند المكثرين (۲۹۵/۳)

شرح الحديث: هَيَّ أَنْ يَقْعُدَ عَلَى الْقَبْرِ، وَأَنْ يُقَصِّصَ وَيُبَيِّنَ عَلَيْهِ: یعنی منع فرمایا ہے آپ ﷺ نے قبر پر بیٹھنے کو اسلئے کہ اس میں حق مسلم کا استحقاق ہے اور ترک حرمت ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جلوس عند القبر للاحداد ہے، یعنی سوگ منانے کیلئے وہیں بیٹھا رہے وہاں سے نہ بچے، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جلوس للتغوط والحدث ہے، یعنی قبر پر بیٹھ کر استنجاء کرنا یہ امام مالک کی طرف منسوب ہے^۱، حنفیہ کہتے ہیں کہ مطلق جلوس تو مکروہ تنزیہی ہے، اور لا جل الغائط حرام، امام طحاویؒ سے

۱ وفي الكوكب: قال بعضهم هو أي الجلوس على ظاهرة، وقال الطحاوي: أن الإمام لم يكره الجلوس مطلقاً بل هو كناية عن قضاء الحاجة وقال هو المكروه عند نال الجلوس بمعناه المشهور اه، وفي هامشه: ووافقه مالك فقال في الموطأ: المراد بالعود الحدث، وقال النووي: هذا تأويل ضعيف أو باطل، والصواب أن المراد بالعود الجلوس، وهو مذهب الشافعي وجمهور العلماء، وتعقب بأن ما قاله مالك ثبت مرفوعاً عن زيد بن ثابت رضي الله

بھی اس حدیث کے معنی میں قعود لاجل الحدث ہی مروی ہے۔

آگے حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے تقصيص قبر سے بھی منع فرمایا ہے، تقصيص بمعنی تحصيص، حصن یعنی ثورہ اور قصہ ایک ہی چیز ہے، یعنی قبر کو چونے سے پختہ بنانا، قال الترمذی بعد تحریر ج الحدیث: وقد رخص بعض أهل العلم منهم: الحسن البصري، في تطيين القبور، وقال الشافعي: لا بأس أن يطین القبر، حاشیہ کو کب میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک بھی شافعیہ کی طرح ممانعت تحصيص قبر کی ہے تطيين قبر کی نہیں ففي شرح السراج للترمذی عن البرجندی: ينبغي أن لا يخصص القبر، وأما تطيينه ففي الفتاوى المنصورية لا بأس به خلافا لما يقوله الكرخي، وفي المصنعات: المختار أنه لا يكره اه^① یعنی گارہ سے اگر قبر کی لپائی کر دی جائے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں تاکہ قبر کی مٹی جمی رہے، ہوا اور سینول سے ضائع نہ ہو، اور تیسری چیز حدیث میں بناء علی القبر کی ممانعت ہے، بذل^② میں لکھا ہے نقلا عن القانزی کہ غی عن البناء کراہت کیلئے ہے، بشرط یہ کہ وہ مقبرہ لبنی ملک ہو، اور اگر مقبرہ موقوفہ ہے تو اس میں حرمت کیلئے ہے، تو رپشتی کہتے ہیں کہ بناء علی القبر میں دو معنی کا احتمال ہے یا تو یہ کہ پتھر وغیرہ سے اس پر چٹائی کر دی جائے، دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ قائم کیا جائے اور یہ دونوں ممنوع ہیں لعدم الفائدة فیہ۔

قَالَ عُثْمَانُ: أَوْ يُزَادُ عَلَيْهِ: یعنی اس جملہ کی زیادتی عثمان کی روایت میں ہے مسدد کی روایت میں نہیں، اس جملہ کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ رفع قبر میں زیادتی کرنا مقدار شبر سے، اوان یتب علیہ، یعنی کسی پتھر وغیرہ پر میت کا نام یا اور کوئی چیز اللہ رسول کا نام برائے برکت لکھ کر اس کو وہاں نصب کرنا مناسب نہیں، قال ابو الطیب السندی فی شرح الترمذی یحتمل النهی عن الكتابة مطلقا ككتابة اسم صاحب القبر وتاريخ وفاته، أو كتابة شئ من القرآن وأسماء الله تعالى ونحو ذلك للتبرك لاحتمال ان يوطأ أو يسقط على الارض فيصير تحت الارجل اه، حاشیہ ترمذی میں بھی یہی لکھا ہے کہ علت منع بے حرمتی کا خوف ہے لئلا یبول علیہ کلب أو غیرہ، والحدیث أخرجه مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه بنحوه۔

۳۲۲۷ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «قَاتِلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ».

سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ یہود پر

لے اللہ تعالیٰ عنہ، قال: إمامي رسول الله ﷺ عن المجلس على القبر لحدث غائط أو بول، أخرجه الطحاوي، اس کے بعد پھر ازہار سے یہ نقل کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ دونوں ہی کو ممنوع قرار دیا جائے، جلوس لحد کو تحریم کیلئے اور مطلق جلوس کو تنزیہ کے لئے۔ وهذا تفصيل حسن، قاله ابو الطيب (الكوکب الدہی علی جامع الترمذی - ج ۲ ص ۱۹۶)

① الكوكب الدہی علی جامع الترمذی - ج ۲ ص ۱۹۶

② بذل المجہود فی حل ابی داؤد - ج ۱۴ ص ۱۹۴-۱۹۵

لغت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجد گاہ بنالیا۔

صحیح البخاری - الصلاة (۴۲۶) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۰) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۴۷) سنن ابی داود - الجنائز (۳۲۲۷) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۲۸۴/۲)

شرح الحدیث: یعنی اللہ تعالیٰ ناس کرے ان یہود کا کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنالیا۔ یا تو واقعہ قبر پر مسجد بنانا مراد ہے اس لئے کہ جب قبر پر مسجد بنائی جائے گی تو قبر مسجد کے اندر ہو جائے گی جس سے صلاة الى القبور لازم آئے گا، اور یہاں یہ کہ بناء مساجد سے مراد ہی یہ ہے قبور انبیاء کی طرف نماز پڑھنا۔

والصنف حمل الحديث على المعنى الأول كما يظهر من الترجمة، كتب الشيخ في البذل: لعنهم رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم على ذلك لأنه يشابه عبادة الأصنام اه^۱ یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس میں یہود کے بعد والنصارى کی زیادتی ہے اس پر پھر اشکال ہوتا ہے کہ انبیاء نصاریٰ کی قبر زمین پر کہاں ہے؟ اس کا جواب دیا گیا کہ ایک روایت میں قبور انبیائہم کے بعد وصالہم کی زیادتی ہے اس زیادتی سے اشکال حل ہو جاتا ہے، انبیاء کا تعلق یہود سے ہو جائے گا اور صالحین کا تعلق نصاریٰ سے۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والنسائي، قاله المنذرى۔

۷۷۔ باب فی کراهية القعود علی القبر

باب قبروں پر بیٹھنے کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان

۳۲۲۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجْلِسْ أَحَدُكُمْ عَلَى جُمُوعَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ، حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جُلْدِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرِ»

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص چنگاری پر بیٹھے اور اسکے کپڑے جل جائیں اور اس کا اثر اس کی کھال تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۱) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۴۴) سنن ابی داود - الجنائز (۳۲۲۸) سنن ابن ماجہ - ماجاء في الجنائز (۱۵۶۶) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۱۲/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۳۸۹/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۴۴۴/۲) مسند احمد - باقی مسند المکثرین (۵۲۸/۲)

شرح الحدیث: البتہ یہ بات کہ تم میں سے کوئی شخص چنگاری پر بیٹھے اور اسکے کپڑے جل جائیں اور اس کا ضرر اس کی کھال تک پہنچے یہ بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے یعنی انجام اخروی کے اعتبار سے۔ أخرجه مسلم والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۲۲۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ بُسْرِ

بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ، قَالَ: سَمِعْتُ وَائِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَرْثَدَةَ الْقَنْوِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تَصَلُّوا إِلَيْهَا».

ترجمہ: بسر بن عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے وائلہ بن اسقع سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو مرثدہ غنوی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قبروں پر نہ تو بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

تحقیق: صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۲) جامع الترمذی - الجنائز (۱۰۵۰) سنن النسائی - القبلة (۷۶۰) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۲۹) مسند احمد - مسند الشاميين (۱۳۵/۴)

شرح الحدیث: یعنی نہ تو قبروں پر بیٹھ کر ان کی بے حرمتی کرو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھ کر ان کی بے جا تعظیم، افراط اور تفریط دونوں سے بچو۔ آخر جہ مسلم و الترمذی، والنسائی، قالہ المنذری۔

۷۸۔ بَابُ الْمَشْيِ فِي النَّعْلِ بَيْنَ الْقُبُورِ

باب ہے قبرستان میں جوتے پہن کر چلنے کے متعلق

امام احمد کے نزدیک قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا مکروہ ہے اور ابن جزم ظاہری کے نزدیک نفل سبقتی پہن کر چلنا مکروہ ہے اس لیے کہ حدیث میں جو تکبر وارد ہے وہ سبقتی جوتوں پر ہی ہے، اور جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک قبرستان میں جوتے پہن کر چلنا بلا کر اہت جائز ہے، مصنف نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں حدیث اول سے حنابلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے اور حدیث ثانی سے جمہور کے مسلک کی یعنی جواز۔

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَمْعَانَ السُّدُوسِيِّ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ هَبِيبٍ، عَنْ بَشِيرِ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ اسْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَحْمُ بْنُ مَعْبُدٍ، فَهَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا اسْمُكَ؟» قَالَ: زَحْمُ. قَالَ: «بَلْ، أَنْتَ بَشِيرٌ». قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ: «لَقَدْ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرٌ أَكْثَرًا» فَلَمَّا تَمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ: «لَقَدْ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرٌ أَكْثَرًا» وَخَانَتْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظْرَةً، فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي فِي الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ، فَقَالَ: «يَا صَاحِبَ السَّبِيحَتَيْنِ، وَمِنْكَ أَلْقَى سَبِيحَتَيْكَ» فَتَنَظَّرَ الرَّجُلُ فَلَمَّا عَرَفَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَهُمَا فَرَفَعَهُمَا.

ترجمہ: بشیر بن نبیک، بشیر سے جو رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ ہیں روایت کرتے ہیں ان کا نام زمانہ جاہلیت میں زحم بن معبد تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے گئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: زحم۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم بشیر ہو وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا تو آپ ﷺ کا مگر بعض مشرکین کی قبور پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پیچھے خیر کثیر چھوڑ کر چلے گئے

آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا پھر مسلمانوں کی کچھ قبور پر گزرے تو فرمایا کہ ان لوگوں نے خیر کثیر کو پایا پھر اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو قبرستان میں جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جوتوں والے! تیرا اس ہو اپنے جوتے اتار دے۔ تو اس شخص نے دیکھا جب اس نے پہچانا کہ کہنے والے آپ ﷺ ہیں تو اس نے جوتے اتارے اور پھینک دیئے۔

تخريج سنن النسائي - الجنائز (۲۰۴۸) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۳۰) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۵۶۸) مسند أحمد - أول مسند البصريين (۸۳/۵)

شرح الحديث بشیر بن معبد فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ کا گذر بعض قبور مشرکین پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ خیر کثیر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر اس سے آگے نکل کر چلے گئے یعنی اسکو نہیں حاصل کر سکے، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی پھر آپ ﷺ کا گذر بعض قبور مسلمین پر ہوا، ان پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے خیر کثیر پایا ہے پھر اچانک آپ ﷺ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو قبرستان میں جوتے پہنے ہوئے چل رہا تھا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: یا صاحب السببیتین، اپنے سبقتی جوتے اتار دے تیرا اس ہو اس نے جب دیکھا کہ کہنے والے آپ ﷺ ہیں فوراً اتار کر پھینک دیئے، أخرجه النسائي وابن ماجه، قاله المنذري۔

۳۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يُعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وَضِعَ فِي قَبْرِهِ، وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ».

ترجمہ قتادہ حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کو قبر میں رکھنے کے بعد اسکے ساتھی واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کے کھٹ کھٹ کی آواز سنتا ہے۔

تخريج صحيح البخاري - الجنائز (۱۲۷۳) صحيح البخاري - الجنائز (۱۳۰۸) صحيح مسلم - الجنة وصفة نعيمها وأهلها (۲۸۷۰) سنن النسائي - الجنائز (۲۰۴۹) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۳۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۲۶/۳)

شرح الحديث یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کر کے اس کے متعلقین واپس لوٹتے ہیں، إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ کہ وہ میت قبر میں ہوتے ہوئے ان کے جوتوں کے کھٹ کھٹ کی آواز سنتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشی بین القبور فی النعل جائز ہے کما هو مذهب الجمهور، اور پہلی حدیث کا جواب جمہور کی جانب سے کئی طرح دیا گیا ہے: ① اول یہ کہ وہ بیان اولویت پر محمول ہے اور یہ بیان جواز پر پایہ کہ اس حدیث میں نہیں خیلا، کی وجہ سے تھی کہ وہ شخص سبقتی جوتے پہن کر اترتا ہوا چل رہا تھا اس زمانہ میں سبقتی جوتے عمدہ شمار ہوتے تھے یعنی چرمی جوتے صاف جن پر بال نہ ہوں، ② پایہ کہ وہاں پر نہیں لاجل القدر تھی یعنی اس کے جوتوں کو ناپاکی لگ رہی ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والحدیث أخرجه البخاري ومسلم والنسائي، قاله المنذري۔

۷۹۔ بَابُ فِي تَحْوِيلِ الْمَيِّتِ مِنْ مَوْضِعِهِ لِلاَمْرِ يَخْدُثُ

۷۹ باب مردے کو کسی ضرورت کے تحت اسکی جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

اس سے پہلے باب گذر چکا ہے: بَابُ فِي الْمَيِّتِ يُجْمَلُ مِنْ اَرْضٍ إِلَى اَرْضٍ، وَتَقْدِمُهُ هُنَا لِبَيَانِ الْفَرْقِ بَيْنَ التَّرْجَمَتَيْنِ۔

۳۲۳۲۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: «دُفِنَ مَعَ أَبِي رَجُلٌ، فَكَانَ فِي نَفْسِهِ مِنْ ذَلِكَ حَاجَةٌ، فَأَخْرَجْنَاهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَمَا أَتَاكَ مِنْ شَيْءٍ، إِلَّا شَعِيزَاتٍ كُنَّ فِي لَحْيِهِ بِمَا تَلِي الْأَرْضَ»۔

ترجمہ: ابو نضرہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میرے والد صاحب کے ساتھ ایک اور شخص کو دفن کیا گیا اسوجہ سے میرے دل میں احساس تھا تو میں نے چھ ماہ بعد ان کو (قبر کھود کر) نکالا تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں پایا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین سے مل رہے تھے۔

شرح الحدیث: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد جو کہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کے ساتھ ایک اور میت بھی دفن کی گئی تھی ایک ہی قبر میں، وہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس کا احساس تھا (یعنی وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کے والد اپنی قبر میں تنہا ہوں) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی نعش کو قبر کھود کر نکالا چھ ماہ کے بعد، تو میں نے ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں پایا سوائے ان کی داڑھی کے چند بالوں کے جو زمین سے مل رہے تھے۔

اس حدیث میں تحویل میت بعد الدفن مذکور ہے، اس میں مذاہب وغیرہ پہلے باب میں گذر چکے۔

۸۰۔ بَابُ فِي النَّتَاءِ عَلَى الْمَيِّتِ

۸۰ باب مرنے والے کی تعریف بیان کرنے کا بیان

۳۲۳۳۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: مَرُّوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنَازِلٍ فَأَتَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا، فَقَالَ: «وَجِبَتْ» ثُمَّ مَرُّوا بِأُخْرَى فَأَتَوْا عَلَيْهَا شَرًّا، فَقَالَ: «وَجِبَتْ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ شُهَدَاءُ»۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے لوگ ایک جنازہ لیکر گزرے تو حاضرین نے اس کی بھلائی بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اسکے لئے جنت) واجب ہو گئی پھر لوگ ایک دوسرا جنازہ لیکر گزرے تو لوگوں نے اس کا شربیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا (اسکے لئے جہنم) واجب ہو گئی پھر فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض (مسلمان) دوسرے (مسلمانوں) کے حق میں گواہ ہیں۔

سنن النسائي - الجنائز (۱۹۳۳) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۳۳) سنن ابن ماجه - ما جاء في الجنائز (۱۴۹۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲۶۱/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۶۶/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۷۰/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۴۹۹/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۵۲۸/۲)

شرح الحديث

یعنی حضور ﷺ کے سامنے کو لوگ ایک جنازہ لے کر گزرے حاضرین نے اس میت کی بھلائی بیان کی آپ نے فرمایا اس کیلئے جنت واجب ہو چکی، پھر کسی دوسرے وقت ایک دوسرا جنازہ آپ پر گذرا، لوگوں نے اسکا شر ہونا بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس کیلئے جہنم واجب ہو چکی، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک بعض مسلمان بعض دوسرے مسلمانوں کے حق میں گواہ ہیں یعنی ایسے گواہ جن کی گواہی عند اللہ معتبر ہے، اور صحیحین کی روایت میں ہے: **أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ** ^۱، دنی روایۃ: **الْمُؤْمِنُونَ شُهَدَاءُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ** ^۲، اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ **أَنْتُمْ** سے مراد یا تو صحابہ کرام ہیں یا مؤمنین (صحابہ ہوں یا غیر صحابی)، وہ فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے جنازہ کے بارے میں جو شہادت دی تھی اس پر حضور ﷺ نے ان شہدین (گواہوں) کا تزکیہ فرمایا تو اب ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام جیسوں کی شہادت ہو، اور پھر حضور ﷺ جیسا شخص ان گواہوں کا تزکیہ کر رہا ہو تو یقیناً اس کا نفع اور اثر مشہودہ کے حق میں ظاہر ہونا ہی ہے ^۳۔

اس سے معلوم ہوا کہ دیانت دار اور نیک لوگوں کی گواہی کسی میت کے بارے میں خیر یا شر کی وہ عند اللہ تعالیٰ معتبر ہے اگرچہ واقعہ کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ مؤمنین کی شہادت کا لاج رکھتے ہیں (مگر خالص دنیا دار قسم کے لوگوں کی شہادت مراد نہیں ہے)، اور اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ صحابہ نے ایک جنازہ کی حضور ﷺ کے سامنے تعریف فرمائی، کچھ دیر بعد جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: **يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ صَاحِبَكُمْ لَيْسَ كَمَا يَقُولُونَ** ^۴ یعنی یہ میت ایسا نہیں جیسا یہ لوگ اسکے بارے میں کہہ رہے ہیں اس لیے کہ اسکی ظاہری حالت کچھ تھی اور باطنی کچھ اور، **وَلَكِنَّ اللَّهَ صَدَّقَهُمْ فِي مَا يَقُولُونَ: وَعَقَّرَ لَهُ مَا لَا يَخْلَعُونَ** ^۵، یعنی جو بھلائی واقعی اس میت میں تھی جس کو صحابہ نے بیان کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس بھلائی میں صحابہ کرام کی تصدیق فرماتے ہوئے، اور جس چیز کی انکو خبر نہیں تھی اس کو معاف کرتے ہوئے اسکے ساتھ شہادت کے مطابق معاملہ فرمایا (بذل) ^۶، زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو، یعنی جس کو کبھی اچھا کہتے ہوں تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ اچھا ہی ہے، یا کم از کم اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ اچھوں والا معاملہ فرماتے ہیں۔ والحديث أخرجه النسائي. وقد أخرجه البخاري ومسلم

① صحيح البخاري - كتاب الجنائز - باب ثناء الناس على الميت ۱۳۰۱، صحيح مسلم - كتاب الجنائز - باب ليمن يثني عليه خير أو شر من الموتى ۹۴۹

② صحيح البخاري - كتاب الشهادات - باب تعدل كم يجوز؟ ۲۴۹۹

③ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ۴ ص ۱۳۲، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱ ص ۲۰۱

④ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ۴ ص ۱۳۲

⑤ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۱ ص ۲۰۲

والنسائی من حدیث ثابت البنانی عن أنس رضي الله تعالى عنه قاله المنذرى۔

۸۱۔ باب فی زیارة القبور

۸۸ باب ہے قبرستان جانے کے حکم کے بیان میں ۸۸

۳۲۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمَانَ الْكُتَيْبِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثَيْبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرُ أُمِّهِ فَبَيْتِي، وَأَبْيَكَ مِنْ حَوْلِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي تَعَالَى عَلَى أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، فَاسْتَأْذَنْتُ أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تَكُونُ بِأَلْوَتٍ»۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ رونے لگے اور اطراف میں جو لوگ تھے ان کو بھی حضور ﷺ نے رُلا یا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ان (یعنی والدہ) کیلئے استغفار کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اللہ نے مجھے اسکی اجازت عطا فرمادی تو تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو اسلئے کہ یہ موت کو یاد دلانے والی چیز ہے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۶) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۳۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۳۴) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۶۹) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۷۲) مسند احمد - باقی مسند المکتوبین (۴۴۱/۲)

۳۲۳۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مَعْرُوفُ بْنُ وَاصِلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَثَّاقٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَيِّئْكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذَكُّرًا»۔

ترجمہ: ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں قبرستان جانے سے منع کیا تھا تو اب تم قبرستان جایا کرو اسلئے کہ قبرستان جانے سے موت یاد آتی ہے۔

صحیح مسلم - الجنائز (۹۷۷) صحیح مسلم - الأضاحی (۱۹۷۷) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۳۲) سنن النسائی - الضحاہ (۴۴۲۹) سنن النسائی - الأشربة (۵۶۵۱) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۳۵) مسند احمد - باقی مسند الأنصاء (۳۵۰/۵)

شرح الحدیث: اس سلسلہ میں مصنف نے دو باب قائم کئے، یہ پہلا باب فی حق الرجال ہے، دوسرا باب فی حق النساء، اس پہلے باب میں ہیں آپ فرما رہے ہیں: هَيِّئْكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا، فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذَكُّرًا، یعنی آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں نے تم سب کو قبرستان جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں کہ وہاں جایا کرو اس لئے کہ زیارت قبور میں اپنی موت اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

اس حدیث میں ناسخ اور منسوخ دونوں جمع ہیں، پہلے زیارت قبور ممنوع تھی بعد میں آپ ﷺ نے اس کی نہ صرف اجازت بلکہ ترغیب فرمائی، اور یہ دونوں باتیں خود اسی ایک حدیث میں جمع ہیں، اس حدیث کی شرح میں عام طور سے شرح نے زیارة قبور

لرجال کے بارے میں علماء کا اجماع جواز پر لکھا ہے لیکن اس میں کچھ اختلاف ہے جو آگے آئے گا، لیکن عورتوں کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اس اجازت میں وہ بھی داخل ہیں یا نہیں؟ عند الجمہور ومنہم الشافعی ومالک عورتیں بھی اس میں داخل ہیں، حنفیہ کا صحیح قول بھی یہی ہے للعجائز دون الشواب وان قبل بالاجواز مطلقا ایضا وسیاق المزیذ علیہ، امام احمدؒ کی اس میں دو روایتیں ہیں، مصنفؒ نے زیارة النساء کا الگ مستقل باب قائم کر کے اس میں جو حدیث ذکر کی ہے وہ منع کی ہے: لقن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور، والفقہون الخ، مصنف کا میلان عدم جواز کی طرف معلوم ہوتا ہے، وفي الأوجز: قال الحافظ قال النووي تبعاً للصدیق والشافعی وغيرهما: اتفقوا على ان زیارة القبور للرجال جائزة - کذا اطلقوا - وفيه نظر، حافظ کہتے ہیں کہ اس میں مردوں کے حق میں بھی اختلاف مروی ہے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن سیرین ابراہیم نخعی اور شعبی سے کراہت مروی ہے قال الحافظ: وكان هؤلاء لم يبلغهم الناسخ، اور اس کے بالمقابل ابن حزم کے نزدیک زیارة قبور واجب ہے اگرچہ عمر میں ایک ہی مرتبہ ہو، وفي الشرح الكبير من فروع المالكية - جاز زیارة القبور بل هي مندوبة بلا حد بیوم اور مقدار ما يمكن عندھا، قال الدسوقي: ذكر في اندخل في زیارة النساء للقبور ثلاثة اقوال المنع، والاجواز، بشرط الستر والتحفظ والثالث الفرق بين المتجالة والشابة اه وفي الدر المختار لا بأس بزیارة القبور ولو للنساء، قال ابن عابدین قوله لا بأس بل تندب كما في البحر، وقوله ولو للنساء قيل تحرم عليهن والا صح ان الرخصة ثابتة، وجزم في شرح المنية بالكرهية، وقال الخیر الرملي ان كان ذلك لتجديد الحزن والبقاء على ما جرت به عادة فلا تجوز، وعليه حمل حديث اللعن، وان كان للاعتبار والترحم فلا بأس اذا كن عجائز ويكره اذا كن شواب كحضور الجماعة في المسجد، قال ابن عابدین: وهو توفيق حسن اه، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں عورتوں کے حق میں جواز ہی کو ترجیح دی ہے بشرط ارتفاع موانع مثلاً جزع فزع التبرج بزنية اور احصاء حق زوجیت وغیرہ، بعض روایات کی بناء پر چنانچہ مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں زیارت قبور کے وقت کون سی دعا پڑھا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: قُولِي: السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لِلْحَقُّونَ^①، اور ایسے ہی حاکم کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرتی تھیں فَتُصَلِّي وَتَبْكِي عِنْدَهُ^②، حضرت فرماتے ہیں کہ زیارت قبور کی علت حدیث میں تذکر موت بیان کی گئی ہے اور اس کی ضرورت سبھی کو ہے مردوں اور عورتوں دونوں کو^③۔

① صحیح مسلم - کتاب الجنائز - باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ۹۷۴

② المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب الجنائز ۱۳۹۶ (ج ۱ ص ۵۳۳)

③ بذل المجہود فی حل أبي داود - ج ۱۴ ص ۲۰۵

نیز جانا چاہئے کہ یہ گفتگو زیارت قبور للنساء کے بارے میں ہے، اور اتباع النساء الجنائز کے بارے میں نہیں (عورتوں کا جنازہ کے ساتھ قبرستان میں جانا) وہ جائز نہیں وقد تقدم بأبواب اتباع النساء الجنائز۔ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه مسلم والنسائی وابن ماجہ، وحدثت ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أخرجه مسلم والنسائی بنحوہ، قالہ المنذری۔

۸۲۔ باب فی زیارت النساء القبور

باب عورتوں کے لئے قبرستان جانے کے متعلق حکم کا بیان

۳۲۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَارِبَ الْقُبُورِ، وَالْمَشْعِدِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشُّرُجَ».

محمد بن مجاہد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے حدیث روایت کی کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جانے والی عورتوں اور قبور کو سجدہ گاہ بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

جامع الترمذی - الصلوة (۳۲۰) سنن النسائی - الجنائز (۲۰۴۳) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۳۶) سنن ابن ماجہ - ماجاء فی الجنائز (۱۵۷۵) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۲۹/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۲۸۷/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۲۴/۱) مسند أحمد - من مسند بنی ہاشم (۳۲۷/۱)

۸۳۔ باب مَا يَقُولُ إِذَا زَارَ الْقُبُورَ أَوْ مَرَّ بِهَا

باب ہے قبرستان سے گزرے تو کیا پڑھے؟

۳۲۳۷۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ رَزِيحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ، فَقَالَ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَاءِ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاجِقُونَ».

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تو فرمایا: اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

صحیح مسلم - الطہارۃ (۲۴۹) سنن النسائی - الطہارۃ (۱۵۰) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۳۷) سنن ابن ماجہ - الزہد (۴۲۰۶) مسند أحمد - باقی مسند الکثرین (۳۰۰/۲) موطأ مالک - الطہارۃ (۶۰)

شرح الحدیث اس دعا میں اِنْ شَاءَ اللہ پر شرح نے کلام کیا ہے کہ یہ استثناء شک کے طور پر نہیں ہے اسلئے کہ موت تو یقینی ہے بلکہ یہ لفظ متکلم تحسین کلام کے طور پر ذکر کرتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ جب قبرستان داخل ہوئے تو آپ ﷺ

کے ساتھ مومنین صادقین بھی تھے اور بعض ایسے بھی تھے جو متمہم بالنفق تھے تو یہ استثناء ان ہی کے لحاظ سے ہے تو گویا یہ لفظ اس قسم کے لوگوں کے بارے میں ان کے ایمان کی توقع پر لایا گیا، اور کہا گیا ہے کہ یہ استثناء نفس موت کے اعتبار سے نہیں بلکہ موت علی الایمان کے اعتبار سے ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی ایمان پر خاتمہ کے بعد تمہارے ہی ساتھ آکر شامل ہو جائیں گے۔ والحدیث أخرجه مسلم والنسائی وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۸۴۔ باب المَحْرُومِ يَمُوتُ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ

باب جب محرم آدمی کی وفات ہو جائے تو اسکے ساتھ کیا کیا جائے گا

۳۲۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ وَقَصَصَتْهُ رَأْسُهُ، فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ، فَقَالَ: «كَفُّوهُ فِي ثَوْبَيْهِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ، وَلَا تَحْمَرُوا رَأْسَهُ، فَإِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثِي»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ فِي هَذِهِ الْحَدِيثِ: "خَمْسُ سُنَنِ، كَفُّوهُ فِي ثَوْبَيْهِ: أَمَى يُكْفَنُ الْمَيِّتُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَاغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ: أَمَى إِنَّ فِي الْغُسُلَاتِ كُلِّهَا سِدْرًا، وَلَا تَحْمَرُوا رَأْسَهُ وَلَا تَقْرَبُوا طَبْعًا، وَكَانَ الْكَفْنُ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ".

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس کی گردن سواری (اونٹ) نے توڑ ڈالی تھی جس سے وہ مر گیا تھا اور وہ حالت احرام میں تھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو اسی کے کپڑوں میں کفن دو اور اسکو بیری کے پانی سے غسل دو اور اسکا سر مت ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کو روز قیامت تلبیہ کہتے ہوئے اٹھائیں گے۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہتے تھے اس حدیث میں پانچ سنتیں ہیں: ① ایک اسکو دو کپڑوں میں کفنانا یعنی میت کو کفن دو کپڑوں میں دینا بھی صحیح ہے ② دوسرے اسکو بیری والے پانی سے غسل دینا یعنی غسل کا سارا پانی بیری میں پکایا ہوا ہو ③ تیسرے اس کا سر نہ ڈھانپا جائے ④ چوتھے نہ اسکو خوشبو لگائی جائے اور ⑤ پانچویں پورے مال میں سے میت کو کفن دینے کا حکم ہے۔

۳۲۳۹۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، الْمُعَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَمْرٍو وَآدُوبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، نَحْوَهُ قَالَ: وَكَفُّوهُ فِي ثَوْبَيْنِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ آدُوبٌ: ثَوْبَيْهِ، وَقَالَ عَمْرٍو: ثَوْبَيْنِ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنٍ: قَالَ آدُوبٌ: فِي ثَوْبَيْنِ، وَقَالَ عَمْرٍو: فِي ثَوْبَيْهِ، زَادَ سُلَيْمَانُ: وَحَدَّهُ وَلَا تَحْمَرُوا.

سعید بن جبیرؓ حضرت ابن عباسؓ سے اسی گزشتہ حدیث کے مثل روایت کرتے ہیں فرمایا اور اس کو دو کپڑوں میں کفناؤ۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان نے کہا کہ ایوب نے ثوبیہ (اسکے دو کپڑوں) کا لفظ استعمال کیا اور عمر نے ثوبین (دو

کپڑوں کا لفظ کہا اور ابن عبید نے بیان کیا کہ ایوب نے فی ثوبین کہا اور عمرو نے فی ثوبینہ کہا اور صرف سلیمان نے یہ اضافہ کیا ہے کہ اسکو حنوط مت لگاؤ۔

۳۲۴۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، يَمْعَقُ سَلِيمَانَ فِي ثَوْبَيْنِ

ترجمہ: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے سلیمان کی حدیث کے ہم معنی بیان کیا ہے یعنی دو کپڑوں میں کفنناؤ۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۰۶) صحیح البخاری - الحج (۱۷۴۲) صحیح مسلم - الحج (۱۲۰۶) جامع الترمذی - الحج (۹۵۱) سنن النسائي - الجنائز (۱۹۰۴) سنن النسائي - مناسك الحج (۲۸۵۴) سنن أبي داود - الجنائز (۳۲۳۸) سنن ابن ماجه - المناسك (۳۰۸۴) مسند أحمد - من مسند أبي حاشم (۲۱۵/۱) سنن الدارمي - المناسك (۱۸۵۲)

شرح الحدیث: یعنی اگر کسی شخص کا حالت احرام میں انتقال ہو جائے تو اب اس کے ساتھ محرم جیسا معاملہ کیا جائے گا یا غیر محرم جیسا؟ شافعیہ و حنابلہ و ظاہریہ کے نزدیک اس کے ساتھ محرم جیسا معاملہ کیا جائے گا، یعنی عدم تطہیب اور عدم تخمیر، اس یعنی کفن سے اس کا سر کھلا رکھا جائے گا اور خوشبو بھی اس کے قریب نہیں لائی جائے گی ان دونوں اماموں کا استدلال حدیث الباب سے ہے، جس کا مضمون یہ ہے: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کی گردن کو اس کی سواری نے توڑ دیا تھایں سواری پر سے گر کر ان کی گردن ٹوٹ گئی تھی اور انتقال ہو گیا تھا جبکہ وہ حالت احرام میں تھا آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی کے احرام کے دونوں کپڑوں میں کفناؤ اور غسل دو اور اس کے سر کو مت ڈھانپنا۔ قَالَ اللَّهُ يَبْعَثُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثِي کہ یہ شخص قیامت کے دن تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا یعنی حالت احرام میں۔

حنفیہ، مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو غیر محرم کے ساتھ کیا جاتا ہے اسلئے کہ احرام ایک عمل ہے اور موت سے تمام ہی اعمال منقطع ہو جاتے ہیں جیسا کہ مشہور حدیث سے ثابت ہے۔ ۱۔ رہی یہ حدیث سو یہ محمول ہے خاص اسی شخص کے حق میں، اور دلیل خصوصیت آپ کا یہ قول: فَإِنَّهُ يُبْعَثُ ثَلَاثِي ہے کسی اور محرم کے بارے میں یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ انہ یبعث یلہی یہ تو اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے، اس حدیث کو مصنفؒ لولائے ہیں کتاب الجنائز میں اور امام ترمذیؒ کتاب الحج میں اور امام بخاریؒ دونوں جگہ۔ والحدیث أخرجه البخاری ومسلم والترمذی والنسائي وابن ماجه، قاله المنذرى۔

۳۲۴۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَتَّوِيٍّ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،

قال: وَكَصَّتْ بِرَجُلٍ مُحْرِمٍ نَائِكَةً، فَقَتَلَتْهُ، فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «الْعَسَلُوهُ وَكَفُّوهُ، وَلَا تُغَطُّوا رَأْسَهُ، وَلَا تُقَرِّبُوهُ طَبِيبًا، فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَهْلًا»۔

۱۔ إمامات ابن آدم انقطع إلا من ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينفع به، أو ولد صالح يدعو له، قال الربيعي: رواه مسلم، وأبو داود، والنسائي في "الوضايات"، والترمذي في "الأحكام" (نصب الرابة لأحدث الحديث المداية ج ۳ ص ۱۵۹)

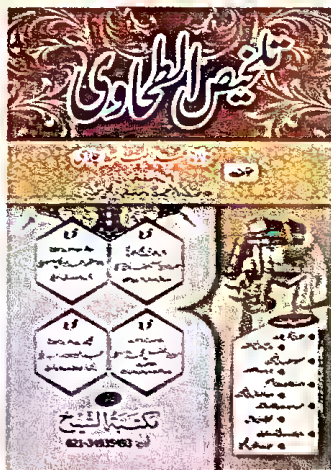
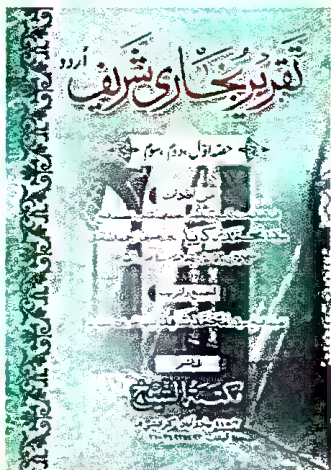
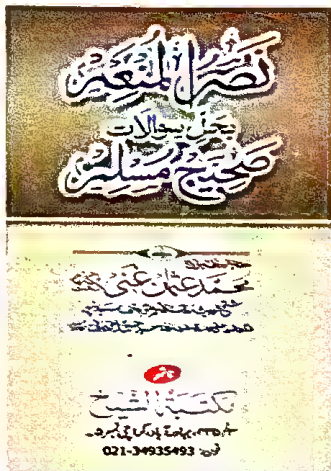
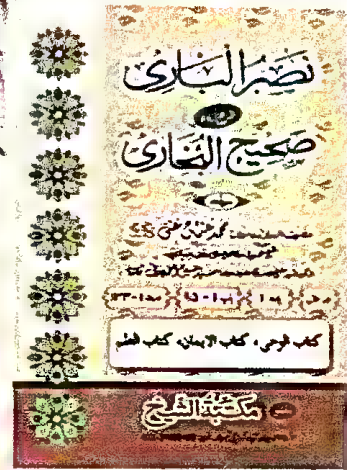
سعد بن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک محرم آدمی کی گردن اسکی اونٹنی نے توڑ ڈالی اور اسکو ہلاک کر دیا تو اس شخص کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا اسکو غسل دو اور کفن دو اور اسکا نہ تو سر ڈھکنانہ اسکو خوشبو لگانا اسلیے کہ یہ تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا۔

صحیح البخاری - الجنائز (۱۲۰۶) صحیح البخاری - الحج (۱۷۴۲) صحیح مسلم - الحج (۱۲۰۶) جامع الترمذی - الحج (۹۵۱) سنن النسائی - الجنائز (۱۹۰۴) سنن النسائی - مناسک الحج (۲۸۵۴) سنن ابی داؤد - الجنائز (۳۲۴۱) سنن ابن ماجہ - المناسک (۳۰۸۴) مستند أحمد - من مستند بیہاشم (۲۱۵/۱) سنن الدارمی - المناسک (۱۸۵۲)

بحمد اللہ کتاب الجنائز پوری ہو گئی اور اس کا خاتمہ بھی ماشاء اللہ تعالیٰ ایسی حدیث پر ہوا جس میں ایمان پر خاتمہ کی بشارت ہے جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہم سب کا ایمان پر خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

آخر کتاب الجنائز





اسٹاکسٹ

مکتبہ زکریا

دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سو براج ہسپتال، اردو بازار، کراچی
موبائل: 021-32621095, 0312-2438530

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
موبائل: 0312-5740900, 0321-2098691